حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل سوانح حیات

حیاتِ اعلیٰ حضرت

مکمل

مُصنّف:
ملک العلماء حضرت علامہ محمد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب:
علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی



تصحیح
الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ الک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب	....	حیاتِ اعلیٰ حضرت (کامل)
مؤلف	....	علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب	....	علامہ مفتی مطیع الرحمٰن رضوی
تصحیح	....	الحافظ القاری مفتی غلام حسن قادری مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور
صفحات	....	840
تعداد	....	1100
کمپوزنگ	....	زاہد اقبال
اشاعت	....	فروری 2014ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	900 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
27 وفق	۳۲۹
28 توقیت	۳۲۹
29 ہیئت	۳۲۹
30 حساب	۳۲۹
31 ارثماطیقی	۳۳۰
32 ریاضی	۳۳۰
33 ہندسہ	۳۳۱
34 جبر و مقابلہ	۳۳۱
35 زیجات	۳۳۱
36 جفر	۳۳۱
37 نجوم	۳۳۲
38 شتی	۳۳۹
39 تصنیفات باعتبار موضوع	۳۴۰
40 رد نصاریٰ	۳۴۰
41 رد ہنود	۳۴۲
42 رد آریہ	۳۴۲
43 رد نیچریہ	۳۴۲
44 رد قادیانیہ	۳۴۶
45 رد روافض	۳۵۳
46 رد نواصب	۳۵۶
47 رد وہابیہ	۳۵۶
48 رد غیر مقلدین	۳۶۵
49 رد ندوہ	۳۶۸
50 رد مفسقہ	۳۸۸
51 رد تفضیلہ	۳۸۹
52 رد متصوفہ	۳۹۰
53 رد مولوی اسماعیل دہلوی	۳۹۱
54 رد مولوی قاسم نانوتوی	۴۰۰
55 رد مولوی رشید احمد گنگوہی	۴۰۱
56 رد مولوی اشرف علی تھانوی	۴۰۶
57 رد مولوی نذیر حسین	۴۰۸
58 بعض تصنیفات پر تبصرہ	۴۰۹
59 الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ	۴۰۹
60 نفی الفیئ عمن اضاء کل شیئ	۴۲۱
61 انفس الفکر فی قربان البکر	۴۲۹
62 اقامۃ القیامۃ علیٰ طاعن القیام لنبی تہامہ	۴۳۸
63 منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین	۴۵۸
64 الاہلی من السکر لطلبۃ سکر روسہ	۴۸۱
65 انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ	۴۹۳
66 تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین	۴۹۸
67 حیات الموات فی بیان سماع الاموات	۵۰۹
68 انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار	۵۲۵
69 ازہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار	۵۳۹
70 اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین	۵۴۲
71 النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید	۵۲۵
72 ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال	۵۶۶
73 صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین	۵۷۷
74 التحبیر بباب التقدیر	۵۸۶
75 ثلج الصدر لایمان القدر	۵۹۱
کلماتِ دعائیہ	۵۹۷
ارشاداتِ عالیہ	۵۹۸
﴿حصہ سوئم﴾	
1 رویائے صادقہ	۶۰۱
2 بیعت و ارشاد	۶۰۶
اجرائے سلسلہ کے لیے خواب میں پیرومرشد کا حکم	۶۰۶
سلسلۂ بیعت	۶۰۶
بیعت کرنے کا طریقہ	۶۰۷
عورتوں کی بیعت کرتے وقت پردے کا حکم	۶۰۸
بیعت سے مقصود	۶۰۸
3 شجرۂ شریف	۶۰۹

عرضِ حال

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کی بابرکت زندگی، آپ کی خدمات دینیہ، کمالات و کرامات، تصانیف ومصروفیات پر مشتمل جامع اور مستند کتاب حیات اعلیٰ حضرت جس کو آپ کے ایک شاگرد رشید فاضل علامہ دینیہ اور خلیفۂ خاص ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ نے ترتیب دیا ہے۔ آپ یقیناً امام اہل سنت کے چہیتے خلیفہ، شاگرد اور مرید ہیں جن کو کبھی تو اعلیٰ حضرت ولدی الاعز (میرے عزیز ترین بیٹے) کہہ کر مخاطب فرماتے کبھی حبیبی و ولدی وقرۃ عینی (میرے پیارے بیٹے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک) کبھی ولدی اعزک اللّٰہ فی الدنیا والدین (میرے بچے اللہ تجھے دین ودنیا کی عزتیں عطا فرمائے) بعض خطوط میں برادرِ دینی ویقینی کے جانفزا الفاظ ارشاد فرمائے اور بعض جگہ جان پدر بلکہ از جان بہتر کہہ کر پکارا۔ آپ نے خود اپنے اس ہونہار شاگرد رشید اور مرید خاص کو حامی سنت اور ماحی فتن کے بابرکت القابات سے بھی نوازا۔ چنانچہ اس شاگرد رشید، خلیفہ اعظم اور مرید خاص نے اپنے مرشد گرامی واستاذ محترم کے حالات (تریسٹھ سالہ زندگی ۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء) اس کتاب میں درج فرمائے ہیں اور اپنے محسن ومربی کے ساتھ وفاداری کا حق ادا کر دیا ہے، اس کتاب کے اکثر واقعات فاضل مؤلف کے مشاورتی قلم کا نتیجہ ہیں تاہم فاضل مؤلف کے ایک رفیق کار اور امام اہل سنت کے خدمتگار سید ایوب علی رضوی کی محنت وکاوش کا بھی اس کتاب کے معرض وجود میں لانے کے لیے ایک نمایاں حصہ ہے جو بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کے قلمی مسودات، تالیفات اور فتاویٰ جات کے ایک عرصہ تک منتظر رہے۔ یہ کتاب ترتیب دینے کی انہوں نے ہی تشویق پیدا کی اور ان ہر دو حضرات کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ یہ کتاب آج عاشقان اعلیٰ حضرت کے دلوں کو سرور اور آنکھوں کو نور بخش رہی ہے۔

عزیز القدر جناب محمد اکبر قادری صاحب اکبر بک سیلرز اردو بازار لاہور کو یہ سعادت حاصل ہو رہی ہے کہ وہ ایک نئے ولولے کے ساتھ ان تین جلدوں کے ضخیم سیٹ کو ایک جلد میں طبع کر رہے ہیں یقیناً یہ اہل سنت کیلئے خوشی کا موقع ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر سے نوازے۔

یاد رہے: مطبوعہ انڈیا میں حضرت مولانا محمد مطیع الرحمٰن صاحب کا مضمون جو کتاب کی ابتداء میں تھا انتہائی مشکل ہونے کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والا ابتداء میں ہی اکتاہٹ محسوس نہ کرے اور باقی کتاب کے مطالع سے کہیں اس وجہ سے محروم نہ رہ جائے کہ آگے بھی اس طرح مشکل ہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی اس محنت پر ان کو اجر عظیمہ سے نوازے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

دعا گو وطالبِ دعا: غلام حسن قادری

مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

۲۱-۲-۲۰۱۴

عرضِ ناشر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علٰی سیّد الانبیاء والمرسلین

اللہ رب العزت جل شانہ کا بے حد وشمار شکر کہ اس کی رحمتِ کاملہ' اعانت ونصرت اور اس کے محبوبِ کریم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے وسیلۂ جلیلہ سے ہمیں آپ قارئین کی خدمت میں مختلف موضوعات پر معیاری دینی اسلامی کتب شائع کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ الحمد للہ۔

ہم اہلِ شوق ومحبت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے حتی الامکان سعی وکاوش میں مسلسل کوشاں ہیں۔

آپ سے التماس ہے کہ ممکن ہو تو اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر ہمیں اپنے گراں بہا مشوروں اور آراء سے نوازتے رہئے' تاکہ ہماری مزید رہنمائی ہو اور ہم اپنی کتب کو اور زیادہ بہتر انداز اور معیار کی رفعتوں تک لے جائیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔

امید ہے زیرِ نظر کتاب ''حیاتِ اعلیٰ حضرت (کامل)'' متلاشیانِ علم وعرفان کے لئے باعثِ تسکین ہوگی۔

آپ کا خیر اندیش
محمد اکبر قادری

گفتنی

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا ۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو اتر پردیش کے شہر بریلی میں ایک دینی وعلمی گھرانے کے اندر پیدا ہوئے۔

☆ بسم اللہ خوانی ہی کے دن الف، با، تا، ثا پڑھتے ہوئے لا پر اعتراضات کئے۔

☆ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن ختم کرلیا۔

☆ چھ سال کی عمر میں ایک نووارد عرب سے دیر تک فصیح عربی میں گفتگو کی۔

☆ آٹھ سال کی عمر میں فن نحو کی ھدایۃ النحو نامی درسی کتاب پڑھنے کے دوران ہی عربی زبان میں اس کی شرح لکھی۔

☆ دس سال کی عمر میں اصول فقہ کی نہایت معرکۃ الآراء ادق واہم کتاب مسلم الثبوت مصنفہ حضرت علامہ محبّ اللہ بہاری کی بسیط شرح تصنیف فرمائی۔

☆ تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی عمر میں تمام علوم مروجہ درسیہ سے فراغت حاصل کر کے باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا، اور منصب افتا کی ذمہ داری سنبھال لی ...... پھر خداداد ذہانت اور زور مطالعہ سے بتدریج مختلف شرقی وغربی علوم کو خود ہی حل فرما کر داد تحقیق دی۔

☆ بائیس سال کی عمر میں بیعت وخلافت سے مشرف ہوئے اور پیرومرشد نے فخریہ ارشاد فرمایا:

قیامت کے روز خدا نے پوچھا کہ آل رسول! دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو احمد رضا کو پیش کردوں گا۔

اب تدریس، افتا اور تالیف وتصنیف کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ کی طرف خصوصی توجہ دی۔ مسلمانوں میں پھیلے ہوئے غلط رسم ورواج کو مٹانے کے درپے ہوئے، بدعات وخرافات کے خلاف محاذ قائم کیا اور دوسرے مذاہب کی تردید کے ساتھ ساتھ خود اسلام کے نام پر غیر اسلامی نظریات پھیلانے والے مختلف فرقوں کے ردّ وابطال میں پوری تن دہی کے ساتھ مصروف ہوگئے۔

☆ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء کو مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے جانشین جناب حضور شاہ امین احمد فردوسی،

زیب سجادہ 'خانقاہ معظم بہار شریف' کی صدارت میں منعقدہ پٹنہ کے تاریخ ساز اجلاس کے اندر غیر منقسم ہندوستان (موجودہ ہندوپاک اور بنگلہ دیش) کے سینکڑوں عمائد علماء، مشائخ اور خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات کی موجودگی میں **مجدد مائۃ حاضرہ** (موجودہ صدی کا مجدد) کے خطاب سے سرفراز ہوئے......اور آپ کی جملہ تصانیف جو اس وقت دوسو کے قریب تھیں، ان کا نصف حصہ یعنی تقریباً ایک سو کتابوں کا پہلا ایڈیشن یہیں مطبع **تحفہ حنفیہ** سے شائع ہوا۔

☆ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ اور دوسرے ممالک کے علماء ومشائخ نے بھی آپ کی **مجددیت** کا برملا اعتراف کیا، اور آپ کو **امام الائمہ** کے لقب سے یاد کیا۔

☆ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء کو آپ نے قرآن کریم کا اُردو زبان میں صحیح ترین ترجمہ **کنز الایمان**......پھر بارہ جلدوں (موجودہ تیس جلدوں) میں فقہ اسلامی کا **عظیم انسائیکلو پیڈیا، فتاویٰ رضویہ** عالم اسلام کو عطا فرمایا۔

پھر احیائے علوم اور تجدید دین کے ان داخلی امور کی انجام دہی کے ساتھ خارجی امور کی طرف بھی عنان توجہ منعطف کی۔ فلسفیوں کے ہذیانات واضح کیے......سائنس کی قد آور شخصیتوں نیوٹن، کاپرنیکس، کیپلر اور آئن سٹائن کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے بعض غلط نظریات کا انہیں کے اصولوں کی روشنی میں رَدّ فرمایا......امریکہ کے مشہور منجم پروفیسر ایف پورٹا کی غلط پیشین گوئی کی دھجیاں اڑائیں...... مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ماہر ریاضیات پروفیسر ضیاء الدین کے لاینحل سوالوں کو حل فرمایا، جس کے اعتراف میں ان کو یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا کہ نوبل انعام کی مستحق تو درحقیقت یہ ہستی ہے جو نام ونمود سے دور، کنج خمولی کے اندر بوریائے بے ریائی پہ بیٹھی خوش ہے:

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

اور اسی کنج خمولی سے انگریز اور انکی غاصبانہ حکومت کی مخالفت کی......غیر شرعی تحریک خلافت کا رَدّ کیا......اور ہندوستان سے مسلمانوں کی عام ہجرت پر بند باندھا۔

اس طرح قمری مہینے کے اعتبار سے ۶۷ سال کچھ ماہ کی عمر پاکر ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ را کتوبر ۱۹۲۱ء کو اس دارفانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔ تو ملی وقومی اثاثے میں ستھرا دین، پاکیزہ معاشرہ، پچاس سے زائد قدیم وجدید علوم وفنون پر مشتمل مختلف زبانوں میں ایک ہزار کے قریب تصنیفات......اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا جیسے اخلاف......عید الاسلام مولانا عبدالسلام، صدر الشریعہ مولانا امجد علی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی،

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، اشرف العلماء مولانا سیّد سلیمان اشرف بہاری، عالم ربانی مولانا احمد اشرف کچھوچھوی، مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم میرٹھی، ضیاء الاسلام حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی، حضرت مولانا شیخ صالح مکی، حضرت مولانا احمد ابوالخیر مکی، حضرت مولانا عبد اللہ مکی، حضرت مولانا عبد الحیٔ فاسی وغیرہ ہم جیسے سو سے زائد تلامذہ وخلفا عجم وعرب میں چھوڑے۔

مگر حیرت ہوتی ہے کہ وصال کو چوتھائی صدی سے زائد گزر جانے پر بھی آپ کی سیرت وسوانح پر کوئی مستقل تصنیف نہیں ہو سکی، جس کا سبب میں اس کے سوا کیا عرض کروں کہ جس طرح مجددیت کے خطاب سے آپ پٹنہ ہی کی سرزمین پر سرفراز ہوئے تھے، اور پٹنہ ہی نے آپ کے مسلک ونظریات کی اشاعت میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا، اسی طرح شاید خدا کو منظور تھا کہ آپ کی سیرت وسوانح بھی پٹنہ ہی کی سرزمین پر لکھی جائے۔

ورنہ کتنے ہی وہ لوگ جن کا دین وملت چھوڑ، علم وفن کی خدمت میں بھی اعلیٰ حضرت کے بالمقابل کوئی خاص حصہ نہیں، انتقال کے بعد ان کی ضخیم ضخیم سوانح عمریاں شائع ہو گئیں؛ اور وہ حضرات ایک دم کیا سے کیا ہو گئے۔

بہر حال اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کی پہلی با قاعدہ سوانح حیات لکھنے کی سعادت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کے حصہ میں آئی۔ اسے بھی قدرت کا کرشمہ ہی کہیں گے کہ امام احمد رضا کا مدرسہ منظر اسلام کی بنیاد کا سبب بھی ملک العلماء بہاری ہی بنے، اس کے اولین طالب علم بھی وہی اور ان کے دوست مولانا عبد الرشید بہاری رہے، جن کو بخاری شریف کا پہلا سبق پڑھا کر امام احمد رضا نے منظر اسلام کا افتتاح کیا، اور فتاویٰ رضویہ جلد اوّل کا آغاز بھی ملک العلماء بہاری ہی کے استفتا سے ہوا۔ الغرض! ملک العلماء نے مظہر المناقب کے تاریخی لقب سے بنام حیات اعلیٰ حضرت چار جلدوں میں یہ پہلی با قاعدہ سوانح تصنیف فرمائی۔ جس کی پہلی جلد ۲۱ رشعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو مبیضہ ہو کر شائع ہوئی، اور اعلیٰ حضرت پر کام کرنے والوں کے لیے اولین ماخذ بنی۔ اسی کے متعدد ایڈیشن پاکستان سے ہندوستان تک شائع ہوئے۔

۱۳۸۲ھ میں ملک العلماء کا وصال ہو گیا تو باقی ماندہ تین جلدیں ان کے صاحبزادہ محترم مختار الدین آرزو کی وساطت سے امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا محمود احمد صاحب اشرفی کو ملیں، اور ان کے پاس تقریباً بیس سال تک رہیں۔ لگ بھگ دس سال پہلے الجامعۃ الرضویہ پٹنہ کے بانی جناب سیّد ولی الدین صاحب رضوی مولانا موصوف سے تینوں جلدوں کے مسودے پٹنہ لے آئے اور مستقل کاتب رکھ کر مدرسین جامعہ کی نگرانی میں کتابت شروع کرا دی۔ آدھی سے زیادہ کتابت ہو چکی تھی کہ جامعہ کے کسی معاملہ میں ولی الدین صاحب سے بعض مدرسین کو اختلاف ہو گیا، اور وہ حضرات ولی الدین دشمنی میں اصل کے ساتھ کتابت شدہ کاپیاں بھی مولانا احمد صاحب اشرفی کو سپرد کر آئے، اور موصوف کو ولی الدین صاحب سے ناراض کر دیا۔

آج سے کوئی چار سال پہلے کی بات ہے کہ میں عزیزی مولانا امجد رضا کے توسط سے حضرت مولانا محمود احمد صاحب

کی صدارت میں انہیں کے در دولت کے قریب، دیوبندیوں سے ایک مناظرہ کے لیے بحیثیت مناظر حاضر ہوا۔ میرے ہمراہ جناب سیّد ولی الدین صاحب رضوی بھی تھے۔ دوران گفتگو حیات اعلیٰ حضرت کا تذکرہ آیا تو مولانا محمود صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو اخلاص کے ساتھ تمام مخطوطہ جلدیں ولی الدین صاحب کے سپرد کر دی تھیں، مگر الجامعة الرضویہ کے مدرسین ہی نے میرے متعلق ان کے جن خیالات کا انکشاف کیا، ان سے میرے جذبات واحساسات کو سخت صدمہ پہنچا۔

پھر موصوف نے ان مدرسین کے بقول، ولی الدین صاحب کے جن خیالات کا اظہار کیا، وہ واقعی ایسے تھے کہ ان سے کسی بھی شخص کا متاثر ہو جانا لازمی تھا۔ حالانکہ وہ سراسر غلط اور محض ولی الدین صاحب کی مخاصمت میں من گڑھت تھے۔

بہر حال! اب جبکہ ان کو صحیح حالات کا علم ہوا تو افسوس کرتے ہوئے میری نگرانی میں ولی الدین صاحب کے ذریعہ طباعت پر دوبارہ راضی ہو گئے۔ پھر کئی بار کی آمد و رفت کے بعد دوسری جلد کا مخطوطہ عنایت فرمایا: اور تیسری اور چوتھی جلدوں کے مخطوطوں کے لیے آئندہ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ ابھی میں اس مخطوطہ کا بالاستیعاب مطالعہ بھی نہ کر پایا تھا کہ خدا کی شان! ڈاکٹروں کے بقول مجھ پر پہلی مرتبہ دل کا دورہ پڑا؛ اور پٹنہ سے کلکتہ تک علاج میں کئی مہینے لگ گئے۔ اس کے بعد خدا خدا کر کے صحت یاب ہو کر پٹنہ پہنچا تو تیسری اور چوتھی جلدوں کے لیے آمد و رفت شروع کی۔ اس طرح مسلسل تگ و دو کے بعد چوتھی جلد کا مخطوطہ اور تیسری جلد کے چند کتابت شدہ اوراق حاصل ہوئے۔ اسی دوران میں ادارہ شرعیہ کی خدمات سے مستعفی ہو کر گھر چلا گیا اور یہ کام پھر ایک بار کھٹائی میں پڑ گیا۔ مگر خدا بھلا کرے ولی الدین صاحب رضوی کا کہ وہ حیات اعلیٰ حضرت کی خاطر مجھے بصد اصرار الجامعة الرضویہ لے آئے۔ یہاں آیا تو میں حیات اعلیٰ حضرت پر کام کے لالچ میں، لیکن چونکہ جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا سیّد سراج اظہر صاحب رضوی بعض وجوہات کی بنا پر اہتمام سے علیحدہ ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے جامعہ اچانک بحران کا شکار ہو گیا تھا، مجبوراً مجھے پہلے اس طرف توجہ دینی پڑی۔

پھر میری یہاں آمد کی خبر جیسے ہی مشتہر ہوئی، احباب کی سفارشات اور بزرگوں کے حکم ناموں کے ساتھ ملک کے مختلف گوشوں سے نو فارغ علماء تربیت افتا کے لیے آنے شروع ہو گئے، اور چار و ناچار مجھے اس فریضے کی ذمہ داری لینی پڑی۔

میں گیسٹک (Gastritis) اور ہارنیا (Hernia) کے ساتھ دل (Heart) کا بھی مریض، اور کاموں کی کثرت کا یہ عالم کہ ایک طرف تو جامعہ کا مکمل انتظام وانصرام، دوسری طرف اونچے درجوں کی بعض کتابوں کا درس، اور تیسری طرف مشق افتاء کے لیے آئے ہوئے علما کی تربیت۔ پھر بعض اہم استفتوں کے جوابات، اور ضروری موضوعات پر تصنیف و تالیف، نیز حسب ضرورت اسلام مخالف جماعتوں سے مناظرہ و مباحثہ مستزاد!

پھر بھی جب کبھی دم مارنے کی فرصت ہوتی، تیسری جلد کے لیے حضرت مولانا محمود احمد صاحب کے پاس دوڑا جاتا، مگر

افسوس کہ ہزار دوڑ دھوپ کے باوجود تیسری جلد نہیں مل سکی۔ موصوف کے بقول شاید یہ جلد الجامعۃ الرضویہ کے ان سابق مدرسین کے ہاتھوں خرد برد ہوگئی، جن سے جناب ولی الدین صاحب کا اختلاف ہوگیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

تیسری جلد سے مایوس ہوکر دوسری اور چوتھی جلد کو پہلی مطبوعہ جلد کے ساتھ ملا کر مطالعہ کیا تو واضح ہوا کہ کتاب موجودہ ترتیب کے ساتھ پرانے وقتوں میں چاہے جس قدر مفید رہی ہو، آج کے لحاظ سے ہرگز موزوں نہیں۔ پھر کتابت کی غلطیوں نے تو بے شمار مقامات پر مطلب ہی خبط کر دیا ہے۔ اس لیے اسے خام مواد مان کر از سرِ نو ترتیب و تہذیب کی ضرورت ہے۔ یعنی کہیں کہیں سے دوسری جلد کے کچھ حصے چوتھی جلد میں چوتھی جلد کے کچھ حصے دوسری جلد میں لائے جائیں۔ بلکہ خود ایک ہی جلد کے کچھ حصوں میں بھی تقدیم و تاخیر کی جائے، مکررات حذف کیے جائیں اور اغلاط کی درستگی ہو، نیز پیرابندی کی جائے، ڈیش اور کامے لگائے جائیں۔

لہٰذا سب سے پہلے حضرت مولانا محمود صاحب موصوف کے مشورے اور محبِّ گرامی حضرت مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مدظلہ العالی کی معاونت سے سوانح حیات کا ایک ذہنی خاکہ صفحۂ قرطاس پہ اتارا، اور اس خاکہ کو سامنے رکھ کر پھر سے تینوں جلدوں کا مطالعہ شروع کیا۔ اب جس جلد میں بھی جو بات جس عنوان کی ملی، وہاں نشاندہی کر کے خاکہ میں بقید صفحہ وسطر بطور اشاریہ لکھ لیا۔ ساتھ ہی پیرابندی کی، ڈیش، کامے اور حوض کے نشانات لگائے۔ کہیں کہیں حواشی کا اضافہ کیا؛ اور اپنی دانست میں اغلاط درست کیے، جس کی ایک جھلک آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس طرح جب ترتیب کا کام مکمل ہوا تو ضرورت ہوئی کہ کتاب کی تینوں جلدیں خاکہ کے مطابق نقل کر کے کاتب کو سپرد کی جائیں، مگر یہ مجھ جیسے عدیم الفرصت کے لیے ممکن نہیں تھا۔

بریلی شریف حاضری کے دوران گرامی قدر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی سے اس کا تذکرہ آیا تو انہوں نے یہ ترکیب بتائی کہ پوری کتاب نقل کرنے کی بجائے اس کے جتنے حصے کو جہاں لے جانا ہو، تراش کر وہاں چسپاں کر دیا جائے۔ مجھے یہ ترکیب پسند آئی اور میں نے اس کے لیے انہی کو دعوت دی۔ وہ وقفے وقفے سے دو تین بار پٹنہ تشریف لائے اور خود یہ فریضہ انجام دیا۔ اس کے بعد کتاب انہی کی نگرانی میں کتابت کے لیے مشہور خطاط جناب زرق قادری الماسی کے سپرد ہوئی۔ ابھی تقریباً ساٹھ صفحات ہی کی کتابت ہو پائی تھی کہ داعی اجل کی طرف سے بلاوا آیا، اور زرق صاحب دل کے ایک دورے میں اچانک دنیا چھوڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اس کتابت کا بھی یہ عالم تھا کہ کہیں تو ترتیب جدید تھی اور کہیں وہی ترتیب قدیم۔ وجہ یہ کہ دوسرے مقامات کے تراشے جو چسپاں کیے گئے تھے، وہ جگہ جگہ سے الگ ہو گئے تھے۔

اسی دوران میں (Cervical Spondelytis) کا شکار ہو گیا، مسلسل علاج اور (Neck Color) کے استعمال سے کام کے لائق ہوا تو (Scatica) میں مبتلا ہو گیا جس سے چلنا پھرنا تو ایک طرف، اٹھنا بیٹھنا تک دشوار ہو گیا۔ اس کے لیے بھی دوا اور انجکشن کے ساتھ (Waift Belt) کا سہارا لینا پڑا، جس کے بعد کچھ تو افاقہ ہوا اور کچھ یہ کہ

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

اکتوبر ۱۹۹۹ء کو عرس قاسمی میں مارہرہ مقدسہ کی حاضری ہوئی تو وہاں دوسرے احباب کے ساتھ عالی جناب صاحبزادہ وجاہت رسول صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ معارف رضا کراچی سے بھی حیات اعلیٰ حضرت کا ذکر آیا۔ انہوں نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ کاتب سے کتابت کی بجائے کمپوٹرائزڈ کیلی گرافی (Computerised Calligraphy) ہو۔ دوسرے احباب نے بھی ان کی موافقت کی۔ مگر چسپاں کردہ تراشے جدا ہو جانے سے پھر وہی دشواری تھی کہ یا تو پوری کتاب نئی ترتیب سے نقل کی جائے، جس کا میں متحمل نہیں تھا یا پھر تراشے دوبارہ چسپاں کیے جائیں، اور مسودہ کسی کمپوٹر سینٹر کے حوالے کیا جائے، جس کے لیے میں بعض وجوہ سے تیار نہ تھا۔ اس لیے فیصلہ کیا کہ جامعہ میں کمپیوٹر خرید کر اپنی موجودگی ہی میں یہ کام کراؤں اگرچہ جامعہ کی مالی پوزیشن اس کی اجازت نہیں دیتی تھی پھر بھی کسی نہ کسی طرح کمپیوٹر خرید لیا گیا، اور حضرت مولانا محمد عبدالمبین صاحب نعمانی کی وساطت سے کمپوزنگ کے لیے مولانا محمد افروز القادری چریا کوٹی کی خدمات حاصل کیں۔ موصوف نے بڑی محنت وجاں فشانی سے یہ فریضہ انجام دیا۔ مولانا نے میرے ساتھ جتنی محنت کی ہے شاید ہی کوئی کمپوزیٹر اتنی زحمت برداشت کرتا۔ اس طرح تقریباً ایک سال کی مدت میں کمپوزنگ کی تکمیل ہوئی۔

اغلاط کی تصحیح:

غیر مطبوعہ جلدوں کو مسودے سے نقل کرنے کی خدمت ملک العلماء نے جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹھیار میں شرح جامی پڑھنے والے دو شاگردوں سے لی تھی۔ استاذی حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی اور حضرت مولانا عبدالرشید صاحب رشیدی۔ حضرت خواجہ صاحب کے بقول مبیضہ کرتے وقت مسودہ کے جو الفاظ ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے تھے، وہ حضرات ملک العلماء کی ڈانٹ سے بچنے کے لیے اپنے طور پر ہو بہو نقل کر دیتے یا پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے تھے۔ کہیں کوئی سطر چھوٹ جاتی تو اسے حاشیہ میں یا بین السطور لکھتے بھی نہیں تھے، اور مکرر ہو جاتی تو قلم زد بھی نہیں کرتے تھے۔ غیر مطبوعہ جلدوں میں اس طرح کے مقامات تو قارئین کی نگاہ میں نہیں، مطبوعہ حصہ جو پاکستان سے یہاں تک مختلف مطابع سے شائع ہوتا رہا ہے، اس کے تمام ایڈیشنوں میں قدر مشترک کے طور پر جو غلطیاں موجود ہیں۔

ان کی تفصیل مطلوب ہو تو مولانا مطیع الرحمٰن رضوی کے مضمون میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ حیاتِ اعلیٰ حضرت مطبوعہ انڈیا کے اندر موجود ہیں۔

الحمد للہ کہ اس طرح نہ صرف حیات اعلیٰ حضرت میں مطبوعہ اغلاط کی تصحیح ہوئی بلکہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲ اور ۱۱ میں مطبوعہ اغلاط کی بھی تصحیح ہو گئی۔

کسی مسودے کا ایڈٹ (Edit) اور تصحیح پھر از سر نو ترتیب و تہذیب کا کام کتنا مشکل ہے اس کا صحیح اندازہ قارئین اور ناشرین کتب کو نہیں ہوتا، اس خاردار وادی سے جو گزرا ہوگا، اور اس راہ کی مشکلات سے دو چار ہوا ہوگا وہی کچھ سمجھ سکتا ہے، پڑھنے والے تو بالعموم عیب ہی ڈھونڈتے ہیں کہ وہی ان کی نظروں کے سامنے ہوتے ہیں۔ البتہ محنتیں اور جاں کاہیاں تو پردۂ خفا میں ہوتی ہیں جن تک رسائی کے لیے ژرف نگاہی کی ضرورت ہے۔

حیات اعلیٰ حضرت تصنیف کے بعد تقریباً پچاس سال تک چھپ کیوں نہیں سکی؟ بلکہ ایک بار تو آدھی کتابت ہو جانے کے باوجود پھر مولانا محمود احمد صاحب کے پاس واپس چلی گئی۔ اس پہ غور کرتا ہوں تو اللہ کی بے پناہ حکمت نظر آتی ہے، شاید قدرت ہی کو یہ منظور تھا کہ کتاب چاہے دیر سے منظر عام پر آئے، مگر انسانی بساط کے مطابق تصحیح کے ساتھ آئے۔

توقیت سے متعلق اغلاط کی تصحیح استاذ گرامی حضرت خواجہ صاحب قبلہ کی ہدایتوں کے سائے میں ہو سکی، تاریخ سے متعلق بعض اشعار کی تصحیح میں گرامی قدر مولانا محمد احمد صاحب مصباحی کی کاوشیں شریک رہیں۔ بیشتر آیات کریمہ کی تخریج اور ان پر اعراب لگانے کا فریضہ عزیزی مولانا افروز القادری چریا کوٹی نے انجام دیا۔ اس پر نظر ثانی اور پوری کتب کی پروف ریڈنگ میں محبّ گرامی حضرت مولانا محمد عبد المبین صاحب نعمانی کی معاونت رہی۔ تصانیف اعلیٰ حضرت کی ایک فہرست مولانا موصوف کے پاس آج سے کئی سال پہلے کی مرتب کردہ تھی، مقابلے میں اس سے بڑی مدد ملی۔

میرا ارادہ آیات کے ساتھ ساتھ احادیث اور واقعات کی بھی تخریج نیز جن لوگوں کے نام کسی نہ کسی حیثیت سے کتاب میں آئے ہیں ان پر فٹ نوٹ لکھنے اور مزید حواشی کے اضافے کا بھی تھا مگر احباب و مخلصین کے پیہم تقاضوں نادان دوستوں کی شکایتوں حتیٰ کہ اخبار و رسائل تک میں مراسلوں اور معاندین کی غلط افواہوں سے مجبور ہو کر موجودہ صورت ہی میں کتاب قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔

اتنی ساری باتیں اس لیے سپرد قلم کر دیں تاکہ طباعت میں تاخیر کے اسباب لوگوں کے سامنے آ جائیں، اور یہ بات کھل کر معلوم ہو جائے کہ اس اہم کام میں میری کتنی کوتاہی ہے، اور کتنی مجبوری۔

میں بھی انسان ہوں، بہت ہی کم علم، اور خطاؤں کا پتلا، اس لیے قوی امکان ہے کہ مجھ سے بھی فروگزاشتیں ہوئی ہوں، اور اب بھی کچھ غلطیاں رہ گئی ہوں۔ ارباب علم نشاندہی کر کے مجھے ممنون و مشکور فرمائیں۔

نوٹ:

میں نے مطبوعہ جلد کے جس حصے کو مقدم یا مؤخر کیا ہے، اس کی نشاندہی نسخہ قدیم کے حوالے سے (ق) لکھ کر دی ہے، تاکہ قارئین وقت ضرورت اصل سے ملا کر دیکھ سکیں۔

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہ

یکم ربیع الاول ۱۴۲۳ھ/ مطابق ۱۵ رمئی ۲۰۰۲ء

صاحبِ کتاب

صاحب کتاب ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین رضوی علیہ الرحمۃ کے حالات پر ان کے صاحبزادہ گرامی وقار ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو نے 'مؤذن الاوقات' کے آخر میں اجمال سے اور صحیح البھاری جدید ایڈیشن کے شروع میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ہم ہر دو مضمون سے مقتبس و ملخص کر کے یہاں درج کر رہے ہیں

ملک العلماء فاضل بہار حضرت مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی ہندوستان کے ان عالموں اور مصنفوں میں تھے جن کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی، اور جن کی تصانیف سے ہندوستان اور پاکستان کے رہنے والے بڑی تعداد میں مستفید ہوئے۔ وہ ٹھوس علمی صلاحیت رکھنے والے کامیاب اور شفیق استاذ، علمی تقریر کرنے والے شگفتہ بیان مقرر، دل نشیں باتیں کرنے والے مؤثر واعظ، اپنے منطقی و علمی استدلال سے فریق (مخالف) کو لاجواب کر دینے والے مناظر اور پچاسوں کتابوں کے نامور مصنف تھے۔ جن کی تالیفات و تصنیفات کا دائرہ وسیع تھا، اور بہت سے علوم وفنون پر مشتمل۔ اگر وہ کم عمری میں ذہین، طباع اور سخت جدو جہد کرنے والے طالب علم تھے، تو اپنے عہد شباب و کہولت بلکہ کبر سنی میں بھی جفاکش استاذ اور سرگرم عمل مصنف رہے۔ وہ عالم باعمل تھے، شریعت کے سخت پابند، طریقت کی راہ کے مجاہد اور حب رسول میں سرشار۔ ان کی زندگی کا نظام الاوقات سخت منضبط تھا۔ انہوں نے اپنے اوقات اس طرح تقسیم کر رکھے تھے کہ گوناگوں علمی مصروفیات کے باوجود ان کا خاصہ وقت وظائف و اوراد، اور یاد الٰہی کے لیے مخصوص تھا۔

ان کے اساتذہ میں اگر ایک طرف حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے تو دوسری طرف مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین رام پوری تلامذہ خاص مولانا سیّد بشیر احمد علی گڑھی اور مولانا حامد حسن رام پوری کے اسمائے گرامی بھی نظر آتے ہیں۔ لیکن جس ذات گرامی سے انہوں نے سب سے زیادہ علمی فیوض حاصل کیے، وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کی صحبت بابرکت میں وہ برسہا برس رہے، اور جو خاندان کے بزرگوں کی طرح ان پر شفقت فرماتے رہے۔ اس کا اندازہ کچھ ان مکاتیب اور مفاوضات سے ہوسکتا ہے جو شفیق استاذ نے اپنے لائق شاگرد کو لکھے ہیں، اور جن میں وہ انہیں کبھی ولدی الاعز لکھ کر مخاطب کرتے ہیں، کبھی حبیبی و ولدی وقرۃ عینی لکھ کر۔ کبھی ولدی اعزك الله فی الدنیا والدین ٭ لکھتے ہیں۔ اور کبھی ولدی الاعز حامی السنن ماحی الفتن ......اور ایک خط میں تو 'جان پدر بلکہ از جان بہتر' لکھ کر خطاب فرمایا ہے۔

امام احمد رضا کے دل میں اپنے اس شاگرد کی کیا قدر و عزت اور کیسی محبت تھی اس کا اندازہ ان کے اس مکتوب سے ہوتا ہے جو انھوں نے ان کے بارے میں خلیفہ تاج الدین احمد ناظم انجمن نعمانیہ ہند لاہور کو اپنی رحلت سے بارہ سال پہلے ۵ر شعبان المکرّم ۱۳۲۸ھ کو تحریر کیا ہے:

مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادر سلمہٗ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتا میں میرے معین ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا:
سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں...... عام درسیات میں بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں...... مفتی ہیں...... مصنف ہیں...... واعظ ہیں...... مناظرہ بعونہٖ تعالیٰ کر سکتے ہیں...... علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علما، بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا او سات صاحب بنانا چاہے جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا او ز اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب ونصف النہار ہر روز و تاریخ کے لیے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں۔
فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کرکے انہیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے۔ (مکتوبات)

یہ تو نثر ہوئی، اب نظم دیکھیے۔ امام احمد رضا کا رسالہ الاستمداد ۱۳۳۷ھ تین سو ساٹھ اُردو اشعار کا قصیدہ ہے۔ جس میں ۱۳۲ قافیے تو اصلاً مکرر نہیں، باقی میں یہ التزام ہے کہ کوئی قافیہ ۹ر شعر سے پہلے مکرر نہ ہو۔ اس میں عنوان ذکر اصحاب و دعائے احباب' کے تحت ۱۳ر اشعار درج ہیں، جن میں اپنے مخصوص خلفا و تلامذہ کا ذکر کیا ہے، چند شعر یہ ہیں:

تیرے رضا پر تری رضا ہو — اس سے غضب تھراتے یہ ہیں
بلکہ رضا کے شاگردوں کا — نام لیے گھبراتے یہ ہیں
حامد منی انا من حامد — حمد سے حمد کماتے یہ ہیں
عبد سلام سلامت جس سے — سخت آفات میں آتے یہ ہیں
میرے ظفر کو اپنی ظفر دے — اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور مولانا عبد السلام جبل پوری کے بعد ملک العلماء فاضل بہار کا ذکر کیا ہے۔ ان تینوں ناموں کے بعد علی الترتیب صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، سیّد العلما مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی اور مولانا احمد اشرف وغیرہم کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ اور اخیر میں ان سبھوں کے لیے دعائے خیر۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری کے مورث اعلیٰ سیّد ابراہیم بن سیّد ابوبکر غزنوی ملقب بہ مدار الملک ومخاطب بہ ملک بیا

ہیں۔ ان کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

ملک العلماء محمد ظفر الدین رسول پور میجرا ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) صوبہ بہار میں ۱۰ر محرم الحرام ۱۳۰۳ھ ر مطابق ۱۹ر اکتوبر ۱۸۸۰ء کو صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ خاندان کے لوگوں میں نام پر اختلاف رائے ہو کر ظفیر الدین پہ اتفاق ہوا، اور وہ عرصہ تک اسی نام سے پکارے جاتے رہے۔ جب وہ امام احمد رضا کے شاگرد ہوئے تو انہوں نے ظفیر الدین پر ظفر الدین کو ترجیح دی۔ رسالہ اقلیدس کا خطی نسخہ کتب خانہ خاص میں محفوظ ہے جو شعبان ۱۳۲۲ھ کا مکتوبہ ہے،

اس کے آخر میں بید الفقیر محمد ظفیر الدین لکھا ہوا ملتا ہے۔ ۱۳۲۳ھ کی ان کے قلم کی ایک تحریر میں ظفیر الدین احمد درج ہے۔ بعد کو وہ محمد ظفر الدین لکھتے رہے، اور اسی نام سے وہ مشہور ہوئے۔ ان کی کنیت ابو البرکات ہے۔ جیسا کہ متعدد استفتا کے جوابات اور ان کی مملوکہ کتابوں میں ثبت کی ہوئی مہر سے معلوم ہوتا ہے۔ بریلی کے قیام کے دوران ان کی تحریروں میں کہیں کہیں **عبید المصطفیٰ** کا اضافہ بھی نظر آتا ہے۔

ملک العلماء چار سال کی عمر کے ہوئے تو ۱۳۰۷ھ میں ان کے والد ماجد نے ان کی تعلیم شروع کرادی۔ رسم بسم اللہ حضرت شاہ چاند صاحب کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی۔ ابتدائی تعلیم خود والد ماجد نے دی، پھر قرآن مجید اور اُردو فارسی کی کتابیں اپنے گھر پر حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبد اللطیف سے پڑھیں۔ ۱۳۱۲ھ سے اپنی نانیہال موضع "بین" میں کئی سال رہ کر مدرسہ 'غوثیہ حنفیہ' میں تفسیر جلالین، میر زاہد وغیرہ تک کا درس لیا۔ اساتذہ ان کی ذہانت و شوق علمی کی وجہ سے ان پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے اساتذہ ان سے ناخوش ہوئے ہوں۔ اس زمانہ میں عظیم آباد (پٹنہ) علم و فن کا مرکز تھا جہاں متعدد دینی مدارس قائم تھے۔ جن میں مدرسہ حنفیہ واقع بخشی محلہ پٹنہ سٹی ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ اس مدرسہ کے بانی فارسی و اردو کے مشہور محقق قاضی عبد الودود بی اے، کینٹب، بار ایٹ لا (۱۸۹۶-۱۹۸۴ء) کے والد گرامی قاضی عبد الوحید صدیقی فردوسی (۱۲۸۹-۱۳۲۶ھ) تھے، جو وہاں کے ایک دین دار رئیس اور فاضل بریلوی کے معتقدین میں تھے۔[1] انہوں نے ۱۳۱۸ھ میں یہ دینی درسگاہ قائم کی اور ایک بڑی جائیداد اس کے اخراجات کے لیے وقف کر دی۔ انہوں نے نامور اساتذہ کی خدمات حاصل کیں، اور کچھ ہی عرصہ کے بعد اس کی شہرت بہار کے قصبات و مواضع تک ہی نہیں دوسرے صوبوں تک پھیل گئی۔

اسی مدرسے کے ایک استاذ حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی متوفی ۱۳۳۴ھ کی علمی شہرت سن کر مولانا ۲۵ر جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ کو مدرسہ حنفیہ بین سے مدرسہ 'حنفیہ پٹنہ' آگئے، جہاں انہوں نے مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف اور ملا جلال پڑھی۔

(۱) یہ خانقاہ معظم، بہار شریف میں مخدوم جہاں کے سجادہ نشیں "جناب حضور" امین احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص اور پٹنہ میں منعقدہ اہل سنت کی اس عظیم کانفرنس کے بانی تھے جس میں اعلیٰ حضرت کو "مجدد" کا خطاب دیا گیا تھا۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کی جملہ تصانیف کا تقریباً نصف حصہ انہوں نے ہی طبع کرایا تھا۔ انہیں کی تحریک پر اعلیٰ حضرت نے المعتقد المنتقد کا حاشیہ بنام المعتمد المستند تحریر فرمایا۔ جس میں پہلی بار دیوبندیوں کے سرغنہ مولوی اشرف علی تھانوی کی تکفیر کی۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی، اور ان کو قبر میں بھی اتارا فقیر رضوی غفرلہ

کچھ ہی دنوں کے بعد محدث صاحب بوجہ علالت اوائل شعبان میں مدرسہ حنفیہ سے کنارہ کش ہو کر اپنے وطن پیلی بھیت تشریف لے گئے، تو ماہ شوال ۱۳۲۰ھ کو مولانا ظفر الدین اپنے ہم سبق حکیم ابوالحسن کے ساتھ دار العلوم کان پور پر پہنچے۔ ان کی بعض تحریرات سے جو خاندان میں محفوظ ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کتابوں اور سامان کے ساتھ سفر کا کچھ حصہ انہوں نے پیدل چل کر طے کیا۔ پاؤں میں آبلے پڑ گئے، لیکن طلب و شوق میں راہ علم کا مسافر آگے ہی بڑھتا رہا۔ انہوں نے مدرسہ امداد العلوم بانس منڈی کان پور میں مولانا قاضی عبد الرزاق متوفی ۱۹۴۶ء مرید حضرت حاجی امداد اللہ مکی و شاگرد مولانا احمد حسن کانپوری کے سلسلہ تلامذہ میں داخل ہو کر درس لینا شروع کیا۔ مدرسہ امداد العلوم کے علاوہ بعض اسباق مدرسہ احسن المدارس اور بعض دار العلوم میں پڑھتے رہے، گویا کان پور کے تینوں مدارس کے اساتذہ سے انہوں نے علمی فیوض حاصل کیے۔ وہاں کے مشہور استاذ مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳ رصفر ۱۳۲۲ھ سے منطق کی کتابیں پڑھیں۔ اور مولانا شاہ عبید اللہ پنجابی کانپوری متوفی ۶ ر جمادی الاولی ۱۳۴۳ھ سے ہدایہ آخرین ختم کی۔ پھر کان پور سے پیلی بھیت جہاں محدث سورتی پٹنہ سے واپس آ کر اپنے قائم کردہ دار الحدیث میں درس دینے لگے تھے، پہنچے اور وہاں ان سے حدیث کا درس لیا۔

اس کے بعد خوب سے خوب تر کی تلاش انہیں بریلی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد خان فاضل بریلوی (۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ) تک لے گئی۔ جن کے علم اور قلم کی طاقت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ پہلی ہی ملاقات میں ان سے مل کر بہت متاثر ہوئے، وہ ان سے فیض اٹھانا چاہتے تھے۔ اور ان کے علم سے متمتع ہونا چاہتے تھے، اور درسیات کی تکمیل بھی۔ لیکن فاضل بریلوی ہمہ وقت مطالعہ اور تالیف و تصنیف میں مشغول رہتے تھے، ان کے یہاں نہ باقاعدہ درس و تدریس کا کوئی سلسلہ تھا، اور نہ اس وقت کوئی مدرسہ قائم تھا۔ مولانا ظفر الدین، اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (۱۲۷۶-۱۳۲۶ھ) بڑے صاحب زادے مولانا حامد رضا خان (۱۲۹۲-۱۳۶۲ھ) مولانا حکیم سیّد محمد امیر اللہ شاہ بریلوی اور دوسرے اصحاب سے ملے اور ان لوگوں کے مشورے اور مساعی سے ایک مدرسہ قائم کرنے کے لیے راہ ہموار ہوئی۔ ملک العلماء فرماتے تھے کہ مدرسہ قائم کرنے کے لیے راہ ہموار ہوئی۔ ملک العلماء فرماتے تھے کہ مدرسہ کے قیام میں حضرت مولانا حسن رضا خاں اور مولانا سیّد محمد امیر اللہ کی مساعی کو بہت دخل ہے۔ اور یہ مدرسہ انہیں کی کوششوں سے قائم ہوا۔ یوں ۱۹۰۴ء/۱۳۲۲ھ میں مدرسہ منظر اسلام محلہ سوداگران بریلی میں قائم ہوا۔ یہ تاریخی نام ہے۔ اس سے ۱۳۲۲ھ کے اعداد متخرج ہوتے ہیں۔ مولانا حسن رضا خاں اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے۔ مولانا مظفر الدین کے ایک دوست اور ہم وطن مولانا سیّد عبد الرشید عظیم آبادی بھی آ گئے تھے۔ صرف انہی دو طالب علموں سے مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ اور امام احمد رضا نے بخاری شریف شروع کرائی۔ اب ملک العلماء نے بہار خطوط لکھ کر مدرسہ کے قیام کی اطلاع دی، اور دوستوں کو بھی بریلی بلا لیا۔

مولانا نے امام احمد رضا سے صحیح بخاری شریف پڑھنی، اور فتویٰ نویسی سیکھنی شروع کی۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے کچھ فتاوے جنہیں ظاہر اً و املا کرا دیتے تھے، ایک مجموعہ میں جمع کرنا شروع کیے تھے جس کے کچھ اوراق اس وقت پیش نظر ہیں۔ اس

میں پہلا فتویٰ ۸؍رمضان ۱۳۲۲ھ کا تحریر کردہ ہے۔ بعد کو جب مدرسے میں کچھ جید علما اور مستند مدرسین کی خدمات حاصل کی گئیں، تو انہوں نے مولانا حکیم محمد امیر اللہ شاہ بریلوی، مولانا حامد حسن رام پوری، مولانا سیّد بشیر احمد علی گڑھی سے مسلم الثبوت، صحیح مسلم شریف اور دوسری کتب درسیات کی تکمیل کی۔ اعلیٰ حضرت سے انہوں نے صحیح بخاری، اقلیدس کے چھ مقالے تصریح، تشریح الافلاک، شرح چغمینی تمام کر کے علم ہیئت ریاضی، توقیت، وتکسیر وغیرہ فنون حاصل کیے۔ تصوف کی کتابوں میں ان سے عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا درس بھی لیا۔ ان اسباق میں طلبہ کے علاوہ علما کی جماعت بھی شریک ہوتی تھی۔

ماہ شعبان ۱۳۲۵ھ کی کسی تاریخ کو علما کے ایک بڑے مجمع میں فاضل بریلوی کی درخواست پر چشتی مشرب کے مشہور بزرگ شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبد الحق ردولوی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ کے سجادہ نشیں حضرت مخدوم شاہ التفات احمد قدس سرہ نے ان کے سر پر دستار فضیلت باندھی، اور سند تدریس وافتا مرحمت فرمائی۔ اعلیٰ حضرت نے اسی سال آپ کو اپنے سلاسل عالیہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی، اور ملک العلماء فاضل بہار' کا خطاب۔

ملک العلماء کی تدریسی زندگی کا آغاز بھی مدرسہ منظر اسلام بریلی ہی سے ہوا جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تقریباً چار سال تک وہ وہاں درس دیتے رہے، اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر فتاویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ اس زمانہ میں جو فتاوے انہوں نے لکھے ان میں سے کچھ کی نقلیں نافع البشر فی فتاوی ظفر میں موجود ہیں۔ ۱۳۲۹ھ میں معززین شملہ کے اصرار وطلب اور اعلیٰ حضرت کے حکم پر عالم وخطیب کی حیثیت سے وہ شملہ گئے۔ اگلے سال مولانا عبد الوہاب الٰہ آبادی نے اپنے قائم کردہ مدرسہ 'حنفیہ' کے لیے جو آرا ضلع شاہ آباد بہار میں قائم ہوا تھا، اعلیٰ حضرت کو لکھا کہ وہ مولانا ظفر الدین کو صدر مدرس کا عہدہ پیش کرنا چاہتے ہیں، آپ انہیں آمادہ کریں، اعلیٰ حضرت نے صرف اس خیال سے کہ نئے دینی مدارس کا قیام اور اس کی ترقی بھی ضروری ہے، وہاں جانے کی اجازت دے دی۔ اس طرح وہ منظر اسلام بریلی سے مدرسہ 'حنفیہ' آرا ضلع شاہ آباد بہار تشریف لے گئے۔(۱) جہاں وہ کئی سال(۲) اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۳۳۰ھ/ مطابق ۱۹۱۲ء میں عظیم آباد میں مسٹر سیّد نور الہدیٰ ڈسٹرکٹ سیشن جج نے اپنے والد ماجد سیّد شمس الہدیٰ کے نام پر مدرسہ 'اسلامیہ شمس الہدیٰ' قائم کیا، تو اس میں بحیثیت مدرس اوّل ان کا تقرر عمل میں آیا، جہاں وہ تفسیر وحدیث وفقہ کا درس دینے لگے۔ ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء میں سیّد شاہ ملیح الدین احمد سجادہ نشین خانقاہ کبیریہ سہسرام کی فرمائش پر وہ صدر مدرس ہو کر سہسرام ضلع شاہ آباد بہار چلے گئے، جہاں وہ پانچ چھ سال(۳) مقیم رہے۔ ۱۳۳۸-۱۹۲۱ء (۴) میں جب مسٹر نور الہدیٰ مرحوم ومغفور نے مدرسہ سلامیہ شمس الہدیٰ کو حکومت بہار کے انتظام میں

---

(۱) اس عبارت سے تبادر ذہنی یہ ہوتا ہے کہ وہ منظر اسلام سے براہ راست مدرسہ حنفیہ آرا پہنچے۔ حالانکہ براہ راست منظر اسلام سے آرا نہیں آئے بلکہ بریلی سے شملہ پھر شملہ سے آرا آئے۔

(۲) کئی سال نہیں، صرف ایک سال مدرسہ حنفیہ آرا میں رہے۔ کیوں کہ ۲۹ھ کو وہ شملہ گئے اور وہاں سے آرا آئے پھر سن ۳۰ھ کے اواخر میں مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ آ گئے۔

(۳) ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء ہوتا ہے ۱۹۲۱ء نہیں۔ فقیر رضوی غفرلہ

دے دیا اور حکومت نے اس مدرسہ کا نظم اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی تنظیم جدید کی اور نئے تقررات کیے، تو مولانا ظفر الدین قادری وہاں سینئر مدرس ہو کر آ گئے۔ ۱۹۴۸ء میں وہ پرنسپل کے عہدے پر سرفراز ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں تقریباً تیس سال علمی خدمات انجام دے کر انہوں نے سبکدوشی حاصل کی۔

حکومت بہار کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ملک العلماء کو ذہنی سکون واطمینان قلب بھی ملا اور فراغت کا وقت بھی۔ اب وہ اطمینان سے اپنے دینی وعلمی مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ کچھ دنوں تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

۲۱ر شوال ۱۳۷۱ھ کو شاہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں خلف سیّد شاہ حمید الدین سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق متوفی ۱۲۰۳ھ مشین گھاٹ پٹنہ کی استدعا پر کٹیہار ضلع پورنیہ بہار میں **جامعہ لطیفیہ بحر العلوم** کا افتتاح فرمایا، اور صدر مدرس کے عہدے کو رونق بخشی، صرف اس بنا پر کہ اس علاقے میں مسلمانوں کی خاصی آبادی کے باوجود کوئی قابل ذکر دینی مدرسہ نہ تھا۔

کبرسنی اور دوسری انتظامی ذمہ داریوں کے باوجود ملک العلماء روزانہ چھ گھنٹے پڑھاتے تھے۔ مدرسے کا نظام الاوقات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے ذمے تفسیر مدارک، بیضاوی شریف، بخاری، مسلم، ہدایہ آخرین اور مناظرہ رشیدیہ کی تدریس رکھی تھی۔ مدرسے کی نظامت وتدریس کے ساتھ فتاویٰ نویسی تالیف وتصنیف اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ بھی انہوں نے جاری رکھا۔ سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر نامور علما ومقررین کو مدعو بھی کرتے رہے۔ حضرت مولانا سیّد محمد محدث کچھوچھوی، مفسر قرآن مولانا ابراہیم رضا خان (جیلانی میاں) اور دوسرے علما کے مواعظ حسنہ سے بھی عوام اور مدرسہ کے طلبہ واساتذہ کو استفادہ کراتے رہے۔

جامعہ لطیفیہ کے قیام سے شمالی بہار کے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا، اور اس علاقہ میں دین کو فروغ ہوا۔ سیکڑوں طلبہ وہاں سے فارغ ہو کر دور دراز علاقوں میں پھیل گئے۔ بعضوں نے نئے مدارس بھی قائم کیے۔ کچھ اصحاب نے مواضع اور قصبات کے ان مدارس کو اپنی خدمات سے ترقی دی، جہاں اب تک محدود پیمانہ پر تعلیم کا انتظام تھا۔ اس لحاظ سے **ملك العلماء** کا پورنیہ میں دوسالہ[1] قیام بہت مفید رہا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا لگایا ہوا پودا مضبوط وتوانا ہو کر شجر بارآور ہو گیا تو ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار سے وہ ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ آ کر مقیم ہو گئے، اور یہاں انہوں نے سلسلہ رشد وہدایت شروع کیا۔

ملک العلماء سے مختلف مدارس کے جن طلبہ نے علمی فیوض حاصل کیے، ان کی تعداد بتانا آسان نہیں۔ صرف 'مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ' کے متخرجین کی تعداد ہزاروں تک پہنچے گی۔

متحدہ ہندوستان کے مختلف مقامات سے فنون ہیت وتوقیت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات خاصی تعداد میں مولانا سے بذریعہ خط وکتابت اپنا علمی شوق پورا کرتے رہے۔ ان میں مولانا مفتی محمد عمیم الاحسان استاذ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ اور حاجی محمد ظہور نعیمی مرادآباد کے استفسارات کے جواب میں متعدد خطوط مجموعہ مکتوبات میں محفوظ ہیں۔ جن علما نے پٹنہ میں قیام کر کے ان سے

[1] شوال ۱۳۷۱ھ سے ربیع الاول ۱۳۸۰ھ تک کی درمیانی مدت ۲ر سال نہیں بلکہ ۹ سال کچھ مہینے ہوتی ہے

یہ علوم سیکھے، ان میں مولانا حافظ عبدالرؤف نائب شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ مبارک پور متوفی ۱۹۷۱ء مولانا نظام الدین بلیاوی مدرس مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد اور مولانا یحییٰ بلیاوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ملک العلماء نے کوئی ۵۵ سال تک مسلسل تدریس کا سلسلہ قائم رکھا، اور بریلی، آرا، سہسرام، پٹنہ اور کٹیہار پورنیہ کے مدارس میں ہزاروں طالبان علم کو اپنے علمی فیوض سے سیراب کیا۔ تدریس کے ساتھ افتا و مواعظ کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا۔

مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ آریہ سماجیوں اور مسیحی مبلغین سے مناظرے کے لیے جلسوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ غیر مقلدین وغیرہم سے مناظرے کے لیے بھی وہ دور دراز کے علاقوں سے مدعو کیے جاتے تھے۔ ایک مناظرے کے لیے وہ 'برما' بھی تشریف لے گئے تھے۔

ان کی زندگی کے آخری دو سال تالیف و تصنیف، وعظ و ہدایت اور افتا نویسی میں بسر ہوئے۔ جس رات انہوں نے رحلت فرمائی، اس شام کو بھی انہوں نے چار خطوط لکھے۔ والدہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ دو خطوں کے بارے میں تو یاد نہیں کہ کن کو لکھے گئے تھے، تیسرا خط تمہارے نام تھا اور چوتھا خط بہت طویل تھا، جو وراثت کے ایک پیچیدہ مسئلے کے بارے میں تھا۔

ملک العلماء عرصہ سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت کمزور ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی عبادت و ریاضت میں کوئی کمی نہیں آئی، نہ ان کے روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق۔ زندگی کے آخری دن تک وہ علمی و دینی فرائض حسب معمول انجام دیتے رہے۔ شب دوشنبہ ۱۹؍ جمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ/ ۱۸؍ نومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جہر اللہ کرتے ہوئے انہوں نے اپنی جاں آفریں کو اس طرح سپرد کی کہ کچھ دیر تک اہل خانہ کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوا کہ وہ واصل بحق ہو چکے ہیں۔

دوسرے دن حضرت شاہ محمد ایوب شاہدی رشیدی سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور ضلع پٹنہ حسن اتفاق سے تشریف لے آئے اور انہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دسویں گیارہویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ارزاں متوفی (۱۰۲۸ھ) کی درگاہ سے متصل شاہ گنج کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ ہر سال ان کے اعزہ و معتقدین و تلامذہ مختلف مقامات پر ان کے یوم وصال پر فاتحہ خوانی اور عرس و مواعظ حسنہ کا اہتمام کرتے ہیں خدا ان کی مغفرت فرمائے، ان کی تربت ٹھنڈی رکھے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

تصانیف

ملک العلماء کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ تصانیف کا سلسلہ ۱۳۲۲ھ سے شروع ہو کر تقریباً ان کی رحلت ۱۳۸۲ھ یعنی پچاس پچپن سال تک جاری رہا۔ کچھ کتابیں عربی زبان میں ہیں، لیکن زیادہ تر افادہ عام کی خاطر اُردو میں لکھی گئی ہیں۔ یہ متعدد فنون اور موضوعات حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل، مناقب، اخلاق، نصائح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تکسیر اور مناظرہ پر مشتمل ہیں۔ کچھ اب تک غیر مطبوعہ ہیں، اور کچھ

زیورطباعت سے آراستہ ہوکر شائع ہوچکی ہیں:

حیات اعلیٰ حضرت	سوانح
شرح کتاب الشفا......	سیرت
مولود رضوی......	سیرت
تنویر السراج......	سیرت
التعلیق علی القدوری......	فقه
تحفة الاحباب......	فقه
نافع البشر فی فتاویٰ ظفر......	فقه
اعلام المساجد......	فقه
بسط الراحة فی الحظر والا باحة......	فقه
الفیض الرضوی......	فقه
نهایت المنتهی......	فقه
مواهب ارواح اقدس......	فقه
نصرة الاصحاب......	فقه
عید کا چاند......	فقه
تنویر المصباح......	فقه
جامع الاقوال.......	فقه
اصلاح الایفاح......	فقه
مجموعه فتاویٰ......	فقه
تسهیل اوصول......	اصول فقه
جامع الرضوی......	حدیث
نزول السکینة......	حدیث
الافادات الرضویة......	اصول حدیث
التعلیق علی بناء المغنی......	نحو
وافیه......	نحو

القصر المبنی علی بناء المغنی......	نحو
نظم المبانی......	نحو
عافیہ......	فلسفہ
تذھیب......	فلسفہ
انوار اللامعۃ من الشمس البازغہ......	فلسفہ
توضیح الافلاک......	ہیئت
مشرقی اور سمت قبلہ......	ہیئت
مشرقی کا غلط مسلک......	ہیئت
الفرائض التامہ......	کلام
تقریب......	منطق
خیر السلوک فی نسب الملوک......	تاریخ
اعلام الاعلام......	تاریخ
المجمل المعدد لتاثیف المجدد......	تاریخ
جواھر البیان......	تاریخ
مبین الھدیٰ......	فضائل
تحفۃ العظما فی فضل العلما......	فضائل
تحفۃ الاحبار......	مناقب
النور و الضیاء......	مناقب
ھادی الھداۃ لترک الموالات......	سیاست
الحسام المسلول......	مناظرہ
سجم الکنرہ......	مناظرہ
النبراس...	مناظرہ
رفع الخلاف من بین الاحناف......	مناظرہ
کشف الستور......	مناظرہ
گنجینہ مناظرہ......	مناظرہ

ظفر الدین الجید......	مناظرہ
شکست سفاہت......	مناظرہ
ظفر الدین الطیب......	مناظرہ
ندوۃ العلما......	مناظرہ
سرور القلب المحزون	اخلاق
دلچسپ مکالمہ......	نصائح
الا کسیر......	تکسیر
اطیب الاکسیر......	تکسیر
الجواھر والیواقیت......	توقیت
موذن الاوقات......	توقیت

وغیرہ..

انتباہ:

شروع میں آپ پڑھ آئے کہ علم توقیت کا حصول مسلمانوں کے لیے فرض کفایہ ہے۔ مگر یہ ایک زمانہ سے ناپید تھا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اس کو از سر نو زندہ کیا، ان سے بقدر کفایت ملک العلماء نے اخذ کیا۔ چونکہ ملک العلماء اس زمانہ میں تنہا اس فن سے آگاہ تھے، اس لیے بریلی شریف کے لیے رمضان کی سحری وافطار کا وقت اعلیٰ حضرت انہیں سے نکلوا کر شائع کیا کرتے تھے۔

غیر منقسم ہندوستان چونکہ ۱۲ر درجہ عرض البلد سے ۳۴ر درجہ عرض البلد تک کو محیط تھا، اس لیے ضرورت تھی کہ پورے ملک کے لیے ۲۳ر رسالے مرتب کیے جاتے۔ حضرت ملک العلماء نے یہ کام شروع بھی کر دیا تھا، اور ۲۵ر درجہ (بہار شریف) ۲۶ر درجہ (کانپور) ۲۷ر درجہ (آگرہ) ۲۸ر درجہ (بریلی شریف) ۲۹ر درجہ (نینی تال) ۳۰ر درجہ (منٹگمری) ۳۱ر درجہ (لاہور) کے مؤذن الاوقات مرتب فرمالیتے تھے۔ ۲۵ر درجہ (بہار شریف) کا مؤذن الاوقات ۱۳۳۵ھ میں شائع بھی کر دیا تھا۔ اس مؤذن الاوقات میں چندوہ مقامات جو بہار شریف سے ایک ایک منٹ کے فاصلے پر واقع تھے، ان کا تفاوت وتفاضل بھی لکھ دیا تھا۔ کیوں کہ یہ مقامات اسی عرض البلد کے تحت تھے۔ مقدمہ میں ملک العلما تحریر فرماتے ہیں:

> میں نے بہار شریف کے اوقات شمسی مہینوں سے مرتب کر کے بشکل رسالہ مؤذن الاوقات ۱۳۳۵ھ میں شائع کیا، اور دیگر بلاد کا جو ایک ایک منٹ کے فاصلے پر واقع ہیں تفاوت وتفاضل لکھ دیا۔

دوسرے عرض البلد کے تحت واقع مقامات کے تفاوت وتفاضل کا ہر سال بلکہ ہر تاریخ بلکہ ہر وقت میں بھی یکساں ہونا

ضروری نہیں اس لیے ان کا تفاوت وتفاضل نہیں دیا تھا، ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ۲۳ر عرض البلد کے لیے ۲۳ر مؤذن الاوقات لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی، ایک ہی مؤذن الاوقات تمام عرضوں کے تحت واقع ہونے والے مقامات کا تفاوت وتفاضل دے دیا جاتا۔ خود ملک العلماء فرماتے ہیں:

> چونکہ تفاوت بلا دمختلف العرض کے دیے جاتے تھے اس لیے ایک ہی دن ایک ہی تاریخ کے مختلف اوقات میں تفاوت مختلف ہوتا...... عام مسلمانوں...... کے خیال میں تو یہ ہے کہ...... جو تفاضل طلوع کے وقت رہے گا وہی نصف النہار کے وقت وہی غروب کے وقت بھی رہے گا، وہ نہیں جانتے کہ نصف النہار (کے علاوہ) بقیہ اوقات میں طول کے ساتھ ساتھ عرض کا بھی لحاظ ہوتا ہے اور مختلف العرض کے ایام مختلف ہوا کرتے ہیں، اس لیے مختلف اوقات کے تفاوت بھی مختلف ہوں گے۔

مگر ملک العلماء کے بعد ایک صاحب جو غالباً اس فن میں کامل نہیں تھے، انہوں نے دوسرے عرض البلد کے تحت واقع ہونے والے بہت سے مقامات کا تفاوت بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔ جیسا کہ 'مؤذن الاوقات' مطبوعہ کتاب منزل سبزی باغ پٹنہ کے آخری صفحات سے واضح ہے، جو کسی طرح صحیح نہیں۔ مثلاً یکم جولائی کو بہار شریف میں ابتدائے فجر ۵ر بجکر ۱۳ر منٹ، طلوع آفتاب ۶ر بجکر ۳۵ر منٹ، غروب آفتاب ۵ر بجکر ۹ر منٹ اور ابتدائے عشا ۶ر بجکر ۳۰ر منٹ مرقوم ہے۔ اور بہار شریف سے مظفر پور کا تفاوت ۲ر منٹ کم بتایا گیا ہے، تو یکم جنوری کو مظفر پور میں ابتدائے فجر ۵ر بجکر ۱۱ر منٹ، طلوع آفتاب ۶ر بجکر ۳۳ر منٹ، غروب آفتاب ۵ر بجکر ۷ر منٹ اور ابتدائے عشا ۶ر بجکر ۲۸ر منٹ ہوا۔ حالانکہ اس اٹلس (Atlas) کے مطابق جو ملک العلماء کے وقت میں رائج تھا، اور جس کے مطابق وہاں کا عرض البلد ۲۶ر درجہ ۷ر دقیقہ شمالی، اور طول البلد ۸۵ر درجہ ۲۶ر دقیقہ شرقی ہے، ابتدائے فجر ۵ر بجکر ۱۶ر منٹ، طلوع آفتاب ۶ر بجکر ۳۵ر منٹ پر، غروب آفتب ۵ر بجکر ۸ر منٹ، اور ابتدائے عشا ۶ر بجکر ۲۷ر منٹ ہے۔ اس لیے کہ:

عرض البلد شمالی	26' 07
میل شمس جنوبی	- 23' 05
بعد فوقانی	49' 12
بعد کوکب بوقت طلوع وغروب	90' 49
میزان	140' 01
نصف میزان	70' 00' 30
بعد کوکب	90' 40' 00
نصف میزان	- 70' 00' 30

حاصل تفریق	20' 48' 30
سکنٹ عرض	10' 0467722
سکنٹ میل	10' 0362426
سائن نصف	9' 9730088
سائن حاصل تفریق	9' 5505254
مجموعہ	9' 6065490

	طلوع	غروب
جیبی جدول سے	6' 44' 10	5' 15' 50
تعدیل ایام زائد	+03' 11	+03' 26
مقامی وقت	6' 47' 21	5' 19' 16
تعدیل مروج ناقص	- 11' 44	- 11' 44
وقت مروج	6' 35' 37	5' 07' 32
بعد فوقانی	49' 12	
بعد کوکب بوقت فجر وعشا	108' 00	
میزان	157' 12	
نصف میزان	78' 36	
بعد کوکب	108' 00	
نصف میزان	78' 35	
حاصل تفریق	29' 24	
سکنٹ عرض	10 0467722	
سکنٹ میل	10' 0362426	
سائن نصف	9' 9913452	
سائن تفریق	9' 6864816	
مجموعہ	9' 7608416	

	فجر	عشا
جیبی جدول سے	5' 24' 50	6' 35' 10
تعدیل ایام زائد	+30' 11	+ 03' 26
مقامی وقت	5' 28' 01	6' 38' 36
تعدیل مروج ناقص	- 11' 44	- 11' 44
وقت مروج	5' 16' 17	6' 26' 52

یعنی ختم سحری میں بہار شریف سے مظفر پور کا تفاوت 3 منٹ زائد، طلوع آفتاب میں کچھ نہیں۔ غروب میں 2 منٹ کم، اور عشا میں 3 منٹ کم ہے، جسے حضرت ملک العلماء کبھی بھی گوارا نہیں فرما سکتے تھے۔ ابھی حال ہی میں ان کے صاحبزادہ گرامی وقار جناب مختار الدین احمد آرزو سابق صدق شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جیسے محقق نے نئی ترتیب سے شائع کر کر مفت تقسیم کیا ہے۔ تو باوجودیکہ اس میں ملک العلماء کا وہ مقدمہ بھی شامل ہے جس کا حوالہ اوپر گزر چکا پھر بھی اس میں ان تمام مقامات کے تفاوت وتفاضل جو قطعاً الحاقی ہیں، موجود ہیں، جو نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہ

دیباچہ

الرحمن • علم القرآن • خلق الانسان • علمه البيان الشمس والقمر بحسبان • والنجم والشجر يسجدان • والسماء رفعها ووضع الميزان • ان لا تطغوا فى الميزان • واقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان • والصلوٰة والسلام الاتمان الاكملان • على سيّد ولد عدنان • سيّد الانس والجان • سيّد جميع ما خلقه الرحمن • الذى قال فى حقه فى القرآن •

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ماکان ومایکون کا بیان انہیں سکھایا (۱) سورج اور چاند حساب سے ہیں (۲) اور سبزے اور پیڑ سجدے کرتے ہیں (۳) اور آسمان کو اللہ تعالیٰ نے بلند کیا (۴) اور ترازو رکھی (۵) کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو (۶) اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو۔ اور وزن نہ گھٹاؤ...... اور کامل واکمل درود وسلام اولاد عدنان کے سردار پر۔ جو جن وانس کے سردار ہیں بلکہ اللہ کی تمام مخلوقات کے سردار ہیں جن کے بارے میں اللہ نے قرآن میں فرمایا۔

....

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلال مبين • وقال تعالى: وماارسلنك الارحمة للعلمين • وقال تعالى: يايها النبى انا أرسلنك شاهدا ومبشراً وّ نذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا •

---

(۱)۔ انسان سے اس آیت میں سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور بیان سے ماکان ومایکون کا بیان۔ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اولین وآخرین کی خبریں دیتے تھے (۲) کہ تقدیر معین کے ساتھ اپنے بروج ومنازل میں سیر کرتے ہیں اور اس میں خلق کے لئے منافع ہیں۔ اوقات کے حساب سالوں مہینوں کا شمار انہیں پر ہے (۳)۔ یعنی حکم الٰہی کے مطیع ہیں (۴)۔ اور اپنے ملائکہ کا مسکن اور اپنے احکام کا جائے صدور بنایا (۵)۔ جس سے اشیاء کا وزن کیا جائے اور ان کی مقداریں معلوم ہوں تاکہ لین دین میں عدل قائم رکھا جائے (۶)۔ تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ ۱۲ منہ

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں سے ایک رسول (۱) بھیجا، جوان پر اس کی آیتیں پڑھتا اوراس کتاب مجید وفرقان حمید ان کوسناتا ہے اورانہیں (۲) پاک کرتا ہے، اورانہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے، اور وہ ضرور اس سے پہلے کی کھلی گمراہی میں تھے (۳)۔ نیز فرمایا: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے (۴)۔ اور فرماتا ہے: اے غیب کی خبر بتانے والے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر (۵)۔ اور خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا (۶) اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب (۷)۔

....

وقال تعالی: والنجم اذاهوی • ماضل صاحبکم وماغوی • وما ینطق عن الهوی • ان هو الاوحی یوحی • علمه شدید القوی • ذومرة فاستوی • وهو بالافق الاعلیٰ • ثم دنا فتدلّٰی • فکان قاب قوسین أو أدنی •

اور فرمایا: اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ بہکے اور نہ بے راہ چلے، وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے (۸)۔ انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقت ور نے (۹) پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا، اور آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا (۱۰) پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا (۱۱) پھر خوب اتر آیا (۱۲) تو اس جلوہ اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس بھی کم (۱۳)

---

(۱) سیدعالم خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) کفروضلالت اور ارتکاب محرمات ومعاصی وخصائل ناپسندیدہ وظلمات نفسانیہ سے (۳) کہ حق وباطل اور نیک وبد میں امتیاز نہ رکھتے تھے (۴) کوئی ہو جن ہو یا انس، مومن ہو یا کافر۔ مومن کے لئے تو حضور دنیا وآخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے آپ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خسف ومسخ اور استیصال کے عذاب اٹھادیئے گئے۔ (۵) مشہور: شہادت کے معنی حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے (۶) یعنی ایمان داروں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو عذاب جہنم کا ڈرسناتا (۷) ایک آفتاب کیا؟ درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور نبوت نے پہنچائی اور کفر وشرک کی ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کردیا، اور خلق کے لئے معرفت اور توحید الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کردیں۔ ۱۲ منہ

(۸) تو حضور کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن ومتصور ہی نہیں کیوں کہ آپ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں، جو فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے (۹) شدید القویٰ ذو مرۃ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اس نے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ معنی یہ ہیں کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے واسطہ تعلیم فرمائی (۱۰) سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے افق اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر استویٰ فرمایا۔ اور حضرت جبریل سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے آگے، نہ بڑھ سکے، انہوں نے کہا کہ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو تجلیات جلال مجھے جلاڈالیں۔ اور حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور مستویٰ وعرش سے بھی آگے گزر گئے (۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا (۱۲) یعنی حضرت رب العزت اپنے لطف ورحمت کے ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا، اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔ (۱۳) یعنی قرب اپنے کمال کو پہنچا اور جو نزدیکی متصور ہوسکتی ہے، وہ اپنے غایت کو پہنچی ؎

محیط ومرکز میں فرق مشکل، رہے نہ فاصل خطوط واصل کمانیں حیرت میں سرجھکائے عجیب چکر یں دائرے تھے

۱۲ منہ

فاؤحی الی عبده أوحی ٭ ماکذب الفواد مارأی ٭ أفتمرونه علیٰ ما یری ٭ ولقد راٰه نزلة أخریٰ ٭ عند سدرة المنتهیٰ ٭ عندها جنة الماویٰ ٭ اذ یغشی السدرة ما یغشیٰ ٭ ما زاغ البصر وما طغیٰ ٭ لقد رایٰ من اٰیٰت ربه الکبریٰ ٭

اب وحی فرمائی اپنے بندہ کو جو وحی فرمائی (۱) دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا (۲) تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے پاس جنۃ الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی۔ بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیٰ آله وصحبه وابنه وحزبه واولیاء امته وعلماء ملته اجمعین وبارك وسلم الی یوم الدین ٭

میرے مالک ومولیٰ! تو نے فرمایا اور سچ فرمایا: وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوها اور اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو احصا نہیں کر سکتے۔ خداوندا! تیری حمد وثنا وشکر ونعت کس زبان سے ادا کی جائے کہ تیرے صفات وکمالات اور احسانات وانعامات غیر متناہی وغیر محدود۔ اور روز آفرینش سے مرتے دم تک تیری تعریف، توصیف وشکر یہ انعامات میں اگر تمام وقت ایک ایک آن صرف کیا جائے جو ایک فرض محض وتقدیر بحت ہے پھر بھی مقصور ومحدود۔ ولقد صدقة من قال فرمایا ؎

من بے تو دے قرار نتو انم کرد احسان ترا شمار نتو انم کرد
گر برتن من زبان شود ہر موئے یک شکر تو از ہزار نتو انم کرد

تو نے اشرف المخلوقات اکرم الموجودات بنی آدم میں خلق فرمایا، جس کے سر پر تاج ولقد کرمنا بنی اٰدم کا رکھا۔

پھر اس سے مزید یہ کہ حضرت سیّد ابراہیم (۳) بن سیّد ابو بکر غزنوی ملقب بلقب مدار الملک مخاطب بہ خطاب ملک بیا غازی

(۱) یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ اور اس کے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا۔ یہ خدا اور رسول کے درمیان اسرار ہیں جن پر سوا اس کے کسی کو اطلاع نہیں۔ (۲) یعنی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشم مبارک نے دیکھا یعنی آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس رویت ومعرفت میں شک وتردد نے راہ نہ پائی۔ ۱۲ منہ

(۳) آپ ۱۳ رذی الحجہ ۷۵۳ھ قلعہ رہتاس کی جنگ میں شہید ہوئے، اور نعش مبارک وہاں سے قصبہ بہار شریف لائی گئی، اور آبادی شہر سے ایک میل پچھم پہاڑی پر مدفون ہوئی۔ مزار شریف پر عالی شان گنبد بنا ہوا ہے، جو زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ آپ کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت قطب ربانی، غوث صمدانی سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اشعار کہ دروازہ جنوبی گنبد مزار شریف پر کندہ ہیں، حسب ذیل ہیں ؎

دریں گنبد کہ ہست از روئے معنی بقدر از گنبد افلاک برتر
بخفت است شیر مردے کز نہیبش نخفتے شیر اندر بطن شیر
مدار الملک ابراہیم بوبکر کہ تیغ از بحر حق میزد چوں حیدر

(باقی صفحہ آئندہ پر)

عرف ملک بیو بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی..

اولاد(۱) امجاد سے کیا۔

ان نعمتوں سے بڑھ کر تیرا احسان یہ ہے کہ دولت ایمان واسلام سے سرفراز فرمایا، اس لئے کہ دولت اسلام سے محروم فقط صورت کا انسان ہے۔ مرزا غالب نے خوب کہا:

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

گر بصورت آدمی انساں بدے　　احمد وبو جہل ہم یکساں بدے

آدمی بہت ہیں مگر انسان وہی ہے جسے معرفت پروردگار ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع وفرماں بردار ہو۔

پھر مزید برآں فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت سے کیا۔ حدیث شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(گزشتہ صفحہ کے حاشیہ کا بقیہ)

چنیں لشکر کش وکشور کشائے　　نخیز ددوم اند ہفت کشور
کنوں چوں بردرت افتاد یارب　　زراہ لطف بکشائے بردور
بمشک رحمت وکافور رافت　　کنی دیوار خاکش را معطر(۱)

دوسرا کتبہ جو صدر دروازہ مشرق پر کندہ تھا یہ ہے۔

بعہد دولت شاہ جہاں گیر　　کہ بادا در بہار ملک نوروز
شہنشاہ جہاں فیروز سلطاں　　کہ برشاہان لیتی گست نیروز
ملک سیرت ملک بیو براہم　　کہ بد در دین ابراہیم تن سوز
بماہ ذی الحجہ یک شنبہ از دہر　　بدے چوں سیزدہ زمہ دریں روز
زہجرت ہفت صد پنج ست تاریخ　　مسافر شد ملک در جنت امروز
خداوندا بفضل خویش بروے　　کنی آساں حساب آخریں روز

اندرون گنبد آپ کے صاحب زادوں کے بھی مزارات ہیں۔

(۱) اس مصرعہ میں حضرت ملک بیو قدس سرہ کی ایک کرامت کی طرف اشارہ ہے۔ روضہ کے باہر اگر آپ شمالی مشرقی کونے کی دیوار کو سونگھیں، تو ایک خوش گوار خوشبو محسوس ہوگی۔ ۱۲ منہ

(۱) نسب نامہ: فقیر قادری غفرلہ کا حسب ذیل ہے۔ ملک محمد ظفر الدین قادری بن ملک منشی محمد عبدالرزاق بن ملک کرامت علی بن ملک احمد علی بن ملک غلام قادر بن ملک سعادت یار بن ملک حمید بن ملک رزاق بن ملک محمد علی بن ملک فتح اللہ بن ملک غلام نبی بن ملک محمد معصوم بن ملک محمد سعید الدین عرف ملک سدن بن ملک احمد اللہ بن ملک تاتار بن ملک بہاء الدین بن ملک محمد اسماعیل بن ملک الہ داد بن ملک غلام محی الدین عرف ملک گدن بن ملک خطاب الملک (کہ مزارش اندرون گنبد است) بن ملک علاء الملک (کہ مزارش ہم اندرون گنبد است) ابن ملک داؤد پسر اکبر (اکبر مزارش ہم اندرون گنبد است) بن حضرت سید ابراہیم ملک بیا غازی عرف ملک بیو شہید بن حضرت سید ابوبکر (کہ مسکن ومزار شان مقام ت نگراست واز گزنی بفاصلہ سہ فرسنگ بجانب شرق واقع است) ابن سید ابوالقاسم عبداللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابو منصور عبدالسلام بن سید عبدالوہاب بن غوث الثقلین وغیث الکونین حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی قدست اسرارھم ونفعنا اللہ ببرکاتھم۔ ۱۲ منہ

میری امت تہتر فرقے ہوجائے گی سب فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے۔صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ناجی کون جماعت ہوگی؟ ارشاد ہوا: ما انا علیه واصحابی جو میرے اور میرے اصحاب کے مسلک پر رہے گے، یعنی اہل سنت وجماعت۔

پھر ان تمام نعمت ہائے الٰہیہ پر مستزاد کہ بعض وجوہ سے میرے لئے بہت اعلیٰ وبہتر کہ اس دور انگریزی میں کہ ہر شخص سلطنت کی زبان سیکھنے سکھانے کا گرویدہ ہے، حضرت حق سبحانه وتعالیٰ شانه کا ہزار ہزار شکر کہ اس نے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو مجھے مذہبی عربی تعلیم دلانے کی توفیق بخشی، باوجودیکہ بعض خاص اعزہ واحباب نے حد سے زیادہ اصرار کیا کہ زمانہ انگریزی سلطنت کا ہے، اپنے بچہ کو انگریزی تعلیم دلوایئے۔ مگر انہوں نے پرواہ نہ کی، اور مجھے مذہبی عربی تعلیم کی طرف متوجہ فرمایا۔ انہیں کی نیک نیتی وخلوص قلبی کا اثر ہے کہ زمانہ طالب علمی سے دینی خدمات، درس وتدریس، تالیف وتصنیف، وعظ وتبلیغ، افتاومناظرہ کا شوق وذوق میرے دل میں جاگزیں ہوا۔ اور برابر انہیں خدمتوں میں انہماک وشغف کے ساتھ منہمک رہا۔

اور پھر ان تمام نعمتوں پر مزید گویا سونے پر سہاگہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ مولانا مولوی حاجی قاری حافظ شاہ محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سره القوی کی بیعت وتلمذ وارشاد وخلافت کے شرف سے مشرف فرمایا، جو شریعت مطہرہ وطریقت منورہ کی علمی عملی تصویر تھے۔ جن کا ہر قول شریعت کا رہنما، جن کا ہر فعل احکام الٰہی کا اتباع، جنہوں نے بلاخوف لومۃ لائم، مسائل شرعیہ واحکام فقہیہ کی تعلیم وتبلیغ فرمائی؛ اور عمر بھر تالیف وتصنیف، افتا وتدریس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت ورہنمائی فرمائی؛ اور عمر بھر تالیف وتصنیف، افتاوتدریس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت ورہنمائی فرمائی۔ جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

افسوس صد ہزار افسوس کہ اس آفتاب عالمتاب کو غروب ہوئے آج ۱۹۳۸ء میں سترہ سال ہوگئے۔ مگر سوائے اس مختصر منظوم 'ذکر رضا' [۱۹۲۱ء] حامی دین وملت مولانا مولوی محمود جان صاحب جام جودھ پوری کے، کوئی مفصل سوانح عمری آپ کی شائع نہ ہوئی۔ پھر بھی ہم رضویوں کو جناب حاجی مولوی سیّد ایوب علی صاحب رضوی بریلوی کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی اور برادران طریقت کو توجہ دلائی۔ ان کی تحریک سے بعض احباب نے کچھ حالات ان کے پاس لکھ بھیجے، اور زیادہ حصہ خود سیّد صاحب موصوف نے لکھا۔ جب ان کو میرے حیات اعلیٰ حضرت [۱۹۳۸ء] لکھنے کی خبر ہوئی، تو جو کچھ مواد ان کے پاس تھا، سب مجھے عنایت فرمادیا۔ خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر کہ عرصہ بارہ سال میں یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہوئی۔ اور باعتبار ختم تالیف مظهر المناقب [۱۳۶۹ھ] تاریخی نام تجویز ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور سب سنیوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ آمین

ہر کہ خواند طمع دعا دارم   زانکہ من بندۂ گنہ گارم

و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیّدنا محمد و آله واصحابه اجمعین

فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ

حیات اعلیٰ حضرت

خاندانی حالات

حضور (اعلیٰ حضرت) کے آباو اجداد قندھار کے موقر قبیلہ بڑیچ کے پٹھان تھے۔شاہان مغلیہ کے عہد میں وہ لاہور آئے اور معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے۔لاہور کا شیش محل انہیں کی جاگیر تھا۔پھر وہاں سے دہلی آئے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ چنانچہ حضرت محمد سعید خاں شش ہزاری عہدہ پر فائز تھے،اور شجاعت جنگ انہیں خطاب عطا ہوا تھا۔

ان کے صاحبزادے سعادت یار خاں صاحب منجانب سلطنت ایک مہم سر کرنے کے لیے بریلی روہیل کھنڈ بھیجے گئے۔ فتحیابی پر ان کو بریلی کا صوبہ دار بنانے کے لیے فرمان شاہی آیا،لیکن وہ ایسے وقت آیا کہ وہ بستر مرگ پر تھے۔ان کے تین صاحبزادے تھے۔(۱):اعظم خاں (۲):معظم خاں (۳):مکرم خاں،جو بڑے بڑے مناصب جلیلہ پر ممتاز تھے،جو ایک ہزار ماہوار سے کم نہ تھا۔

اعظم خان:

صاحب بریلی تشریف فرما ہوئے،او متبتل الی اللہ ہو کر زہد خالص و ترک دنیا اختیار فرمایا۔شاہزادہ کا تکیہ جو محلہ معماران بریلی میں ہے آج بھی انہیں کی نسبت سے مشہور ہے۔انہوں نے وہیں قیام فرمالیا تھا،اور وہیں ان کا مزار ہے۔

ان کے صاحبزادے جناب حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب ہر پنجشنبہ کو سلام کے لیے حاضر ہوتے اور گراں قدر رقم پیش کش حاضر کیا کرتے۔ایک مرتبہ جاڑے کے موسم میں جب حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت شاہ محمد اعظم خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس موسم سرما میں ایک دھونی کے دھرے کے پاس تشریف فرما ہیں،اور اس کڑاکے کے جاڑے میں جسم پر کوئی سرمائی پوشاک بھی نہیں۔حافظ کاظم علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا بیش بہا دوشالہ اتار کر اپنے والد ماجد صاحب کو اوڑھا دیا۔حضرت موصوف نے نہایت ہی استغنا سے اتار کر آگ کے دھرے میں رکھ دیا۔حافظ صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کاش!اسے اور کسی کو عطا فرما دیا جاتا۔حافظ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ آنا تھا کہ حضرت شاہ صاحب نے اس آگ کے بھڑکتے دھرے میں سے دوشالہ کھینچ کر پھینک دیا اور فرمایا:" کاظم!فقیر کے یہاں دھکڑ پکڑ کا معاملہ نہیں،لے اپنا دوشالہ" دیکھا تو اس دوشالا

میں آگ نے کچھ اثر نہ کیا تھا، ویسا ہی صاف وشفاف برآمد ہوا۔

یہ کرامت اس معجزہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ونمونہ تھی کہ جس دسترخوان پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا اور دست اقدس، دہن مبارک اس سے مس فرمایا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک دعوت میں جبکہ وہ دسترخوان کثرت استعمال سے میلا ہوگیا تھا، اُسے دہکتے تنور میں ڈال دیا اور تھوڑی دیر کے بعد جب اسے نکالا تو صاف وشفاف تھا، کہیں چرک اور میل کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ یہ کرامت اسی معجزہ کی مظہر تھی۔ (نسخہ قدیم، ص ۲،۳)

حضرت کاظم علی خاں:

حضرت حافظ کاظم علی خاں صاحب شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے، اور یہ عہدہ آج کل کی کلکٹری کے قائم مقام تھا۔ دوسو سواروں کی بٹالین خدمت میں رہتی تھیں۔ آٹھ گاؤں جاگیر کے (مغل) شاہی دربار سے دوامی لاخراجی معافی عطا ہوئے تھے۔ وہ اس جدوجہد میں دیے گئے تھے کہ سلطنت مغلیہ اور انگریزوں میں جو کچھ مناقشات تھے، ان کا تصیفہ ہو جائے۔ چنانچہ اسی تصیفہ کے لیے حضرت حافظ صاحب کلکتہ تشریف لے گئے تھے۔

حضرت مولانا رضا علی خاں:

حضرت حافظ صاحب کے صاحبزادہ حضرت قدوۃ الواصلین زبدۃ الکاملین قطب الوقت مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کی مختصر حالت 'تذکرہ علمائے ہند' مصنفہ رحمٰن علی خاں صاحب ممبر کونسل ریاست ریواں، مطبوعہ نول کشور پریس، لکھنؤ نومبر ۱۹۱۴ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ بار دوم میں درج ہے۔ چونکہ وہ کتاب فارسی زبان میں ہے اس لیے عام فہم وکثیر النفع ہونے کے خیال سے اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

> مولانا رضا علی خاں صاحب بریلوی بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں ابن محمد سعادت یار خاں بہادر بریلی ملک روہیل کھنڈ کے بزرگ ترین علمائے کرام اور قوم افغان بڑیچ سے تھے۔ ان کے آبا واجداد سلاطین دہلی کے دربار میں بڑے بڑے عالی مرتبہ منصب شش ہزاری پر فائز تھے۔ مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم ومغفور سے علوم درسیہ حاصل کر کے ۲۲ رسال کی عمر میں ۱۲۴۵ھ کو سند فراغ حاصل کر کے مشار الیہ اماثل واقران ومشہور اطراف وزمان ہوئے۔ خصوصاً فقہ وتصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔ بہت پرتاثیر تقریر فرماتے۔ آپ کے اوصاف شمار سے باہر ہیں، خصوصاً نسبت کلام، سبقت سلام، زہد وقناعت، علم وتواضع، تجرید وتفرید آپ کی خصوصیات سے تھے۔ ۲ر جمادی الاولی ۱۲۸۶ھ میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ بڑیچ ایک گروہ افغان کا ہے۔ ان کو روہیلہ بھی کہتے ہیں۔ (ق ۳،۴)

کرامات:

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کے کمالات وکرامات میں بیان فرماتے تھے کہ:

پہلا واقعہ:

حضرت کا گزر ایک روز کوچہ سیتارام کی طرف سے ہوا۔ ہنود کے تیوہار ہولی کا زمانہ تھا۔ ایک ہندونی بازاری طوائف نے اپنے بالا خانہ سے حضرت پر رنگ چھوڑ دیا۔ یہ کیفیت شارع عام پر ایک جوشیلے مسلمان نے دیکھتے ہی، بالا خانہ پر جا کر تشدد کرنا چاہا، مگر حضور نے اسے روکا اور فرمایا۔ بھائی! کیوں اس پر تشدد کرتے ہو؟ اس نے مجھ پر رنگ ڈالا ہے خدا اسے رنگ دے گا۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ طوائف بے تابانہ قدموں پر آ کر گر پڑی، اور معافی مانگی، اور اسی وقت مشرف بہ اسلام ہوئی۔ حضرت نے وہیں اس نوجوان کے ساتھ اس کا عقد کر دیا۔

دوسرا واقعہ:

دوسرا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت اعزہ میں ایک صاحب مسمی بہ وارث علی خاں محلّہ سوداگران میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حاضر خدمت ہو کر کچھ رقم بطور قرض حاصل کی۔ ان کے شباب کا زمانہ تھا اور مزاج آزاد واقع ہوا تھا۔ اسی لیے حضور نے فرما دیا تھا کہ اس رقم کو بے جا صرف نہ کیا جائے۔ اقرار کیا اور چلے گئے۔ (مگر) اسی روز اسی روپیہ کو لے کر ایک طوائف کے یہاں گئے، جب زینہ پر پہنچے، دیکھتے ہیں کہ حضرت کا عصا اور چھتری رکھی ہے۔ الٹے پاؤں واپس ہوئے۔ دوسرے بالا خانہ پر گئے۔ وہاں بھی یہی کیفیت دیکھی، واپس ہوئے۔ تیسری جگہ گئے، یہی ماجرا دیکھا بالآخر واپس ہوئے اور حاضر خدمت اقدس ہو کر صدق دل سے توبہ کی۔

تیسرا واقعہ:

تیسرا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک برہمن ایک مسلمان لڑکے پر فریفتہ ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ لڑکا بھاگتا ہوا آیا اور حضرت کی پناہ لی۔ اس برہمن نے تلوار سے حملہ کیا جس سے کچھ خراش حضرت کے آ گئی۔ اس زمانے میں دو پہلوان متصل مکان حکیم عبدالصمد صاحب رہتے تھے۔ ان دونوں اور ایک راہ گیر مسلمان نے مل کر اس برہمن کو خوب زدوکوب کی۔ آپ نے فرمایا: کیوں مارتے ہو؟ اللہ اسے سزا دے گا۔ چنانچہ دیکھا گیا کہ سڑکوں کی نالیوں کا پانی منہ لگا کر پیتا تھا۔ جب تک زندہ رہا، یوں ہی خراب خستہ مارا مارا پھرا کیا۔

چوتھا واقعہ:

فقیر قادری جامع حالات رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ فتنہ ۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہوا، اور انہوں نے شدید مظالم کیے، تو لوگ ڈر کے مارے پریشان پھرتے تھے۔ بڑے لوگ اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر گاؤں وغیرہ چلے گئے۔ لیکن حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلّہ ذخیرہ، اپنے مکان میں برابر تشریف رکھتے، اور پنج وقتہ نمازیں مسجد میں

جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ایک دن حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ادھر سے گوروں (انگریزوں) کا گزر ہوا۔ خیال ہوا کہ شاید مسجد میں کوئی شخص ہو تو اس کو پکڑ کر پیٹیں۔ مسجد میں گھسے، ادھر ادھر گھوم آئے، بولے مسجد میں کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ حضرت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اندھا کر دیا کہ حضرت کو دیکھنے سے معذور رہے۔

یہ کرامت حضرت کی اس معجزہ صادقہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہے کہ شب ہجر کفار کے مجمع میں سے **وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشینھم فھم لا یبصرون** ٭ اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔(ترجمہ رضویہ پارہ ۲۲ سورہ یٰسین رکوع ۱) حضور باہر تشریف لے آئے اور وہ لوگ کھڑے کھڑے دیکھا کیے، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نظر نہ آئے۔

علامہ محمد حسن علمی جن کا خطبہ ہندوستان میں ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔شہر تو شہر، دیہات تک مساجد میں وہی خطبہ پڑھا جاتا ہے۔وہ حضرت ہی کے شاگرد و مرید تھے، اور یہ خطبہ ان کی نظر انور سے گزرا ہوا ہے۔اور آج تک جو خطبہ علمی چھپتا ہے اس کے اخیر میں مصنف کی یہ عبارت ضرور ہوتی ہے۔

اس مولف عاصی محمد حسن علمی کو امیدواری جناب باری عز اسمہ سے یہ ہے کہ اپنے فضل عمیم اور طفیل رسول کریم ملقب بہ **انک علی خلق عظیم** ٭ کے ہم سب مومنین کو بعفو جرائم وعصیان اور فیضان توفیق واحسان کے عزت بخشے۔اور ہمارے مرشد ومولی، عالم علم ربانی، مقبول بارگاہ سبحانی، مخزن اسرار معقول ومنقول، کاشف استار فروع واصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق، منہل الاشفاق، مصدر احسان، مظہر امتنان، مولانا ومخدومنا، لوذعی زمان، مولوی رضا علی خان کو بیچ دونوں جہان کے رحمت خاصہ میں اپنے رکھ کر اقصیٰ مراتب قبولیت کو پہنچائے۔آمین یارب العلمین (ق ۴،۶)

مولانا نقی علی خاں:

حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب **قدس سرہ العزیز** کے صاحبزادہ حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی آل رسولی ہیں۔جن کے مختصر حالات رسالہ مبارکہ **جواھر البیان فی اسرار الارکان** مطبوعہ مطبع حسنی محلہ سوداگران میں محررہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی **قدس سرہ العزیز** حسب ذیل ہیں:

وہ جناب، فضائل مآب، تاج العلماء، رأس الفضلا، حامی سنت، ماحی بدعت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف **رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا وفی اعلیٰ غرف الجنان بواہ** سلخ جمادی الاخرہ یا غرہ رجب ۱۲۴۶ھ بارہ سو چھیالیس ہجریہ قدسیہ کو رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔اپنے والد ماجد حضرت مولائے اعظم، حبر معظم، فضائل پناہ، عارف باللہ، صاحب کمالات باہرہ وکرامات ظاہرہ، حضرت مولانا مولوی رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب علوم فرمایا۔بحمد اللہ! منصب شریف علم کا پایہ ذروہ علیا کو پہنچا۔

راست می گویم ویزداں نہ پسندد جز راست

جو وقت انظار وجدت افکار، فہم صائب ورائے ثاقب، حضرت حق جل وعلا نے انہیں عطا فرمائی، ان دیار وامصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی۔ فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا، وہی ظہور میں آیا۔ عقل معاش ومعاد، دونوں کا بروجہ کمال اجتماع بہت کم سنا۔ یہاں آنکھوں سے دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت، شجاعت، علو ہمت، کرم ومروت، صدقات خفیہ، میراث جلیہ، بلندی اقبال، دبدبہ وجلال، موالات فقرا، امر دینی میں عدم مبالات بہ اغنیا، حکام سے عزلت، رزق مورث پر قناعت، وغیر ذالک فضائل جلیلہ وخصائل جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے، جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا ہے۔

ایں نہ بحریست کہ در کوزہ تحریر آید

مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس ذات گرامی صفات کو خالق عزوجل نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی غلامی وخدمت، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداو پر شدت کے لیے بنایا تھا۔ بحمد اللہ! ان کے بازوئے ہمت وطنطنہ صولت نے اس شہر کو فتنہ مخالفین سے یکسر پاک کردیا۔ کوئی اتنا نہ رہا کہ سر اُٹھائے یا آنکھ ملائے۔ یہاں تک کہ شعبان ۱۲۹۲ھ کو مناظرہ دینی کا عام اعلان مسمی بنام تاریخی 'اصلاح ذات بین' طبع کرایا، اور سوائے مہر سکوت یا عار فرار، وغوغائے جہال، وعجز واضطرار کے کچھ جواب نہ پایا۔ فتنہ شش مثل کا شعلہ کہ سب سے سر بفلک کشیدہ تھا، اور تمام اقطار ہند میں اہل علم اس کے اطفا پر عرق ریز وگرویدہ، اس جناب کی ادنی توجہ میں بحمد اللہ! سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں، اہل فتنہ کا بازار سرد ہے۔ خود اُس کے نام سے جلتے ہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت روزِ ازل سے اس جناب کے لیے ودیعت تھی، جس کی قدرے تفصیل رسالہ تنبیہ الجهال بالهام الباسط المتعال میں مطبوع ہوئی۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔

تصانیف:

تصانیف شریفہ اس جناب کی سب علوم دین میں، نافع مسلمین، دافع مفسدین، والحمد لله رب العلمين۔ ازاں جملہ الكلام الاوضح فی تفسير شرح الم نشرح کہ مجلد کبیر ہے، علوم کثیرہ پر مشتمل۔ وسيلة النجاة جس کا موضوع ذکر حالات سیّد کائنات ہے مجلد وسیط۔ سرور القلوب فی ذکر المحبوب کہ مطبع نول کشور میں چھپی۔ اور یہ کتاب مستطاب جواهر البيان فی اسرار الاركان جس کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذوق ایں مئے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

فقیر غفر اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اس کے ڈھائی صفحوں کی شرح میں ایک رسالہ مسمی بہ زواهر الجنان من جواهر

البیان ملقب بنام تاریخی سلطنۃ المصطفی فی ملکوت کل الوری تالیف کیا۔ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد جس میں وہ قواعد ایضاح و ثابت فرمائے، جن کے بعد نہیں، مگر سنت کو قوت اور بدعت نجدیہ کو موت و حسرت۔ ھدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ کہ دس فرقوں کا رد ہے۔ یہ کتابیں مطبع صبح صادق سیتاپور میں مطبوع ہوئیں۔ اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام انشاء اللہ العزیز عنقریب شائع ہوگی۔ فضل العلم العلماء ایک مختصر سا رسالہ بریلی میں طبع ہوا۔ ازالۃ الاوھام ردنجدیہ تزکیۃ الایقان ردّ تقویت ایمان کہ یہ عشرہ کاملہ زمانہ حضرت مصنف قدس سرہ میں تبییض پاچکا۔ الکواکب الزھراء فی فضائل العلم وآداب العلماء جس کی تخریج احادیث میں فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے رسالہ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب لکھا۔ الروایۃ الرویہ فی الاخلاق النبویہ...... النقاوۃ القویۃ فی الخصائص النبویہ...... لمعۃ النبراس فی آداب الاکل واللباس......التمکن فی تحقیق مسائل التزین...... احسن الوعا فی آداب الدعاء...... خیر المخاطبۃ فی الحاسبۃ والمراقبہ...... ھدایۃ المشتاق الی سر الانفس والآفاق......ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب...... اجمل الفکر فی مباحث الذکر......عین المشاھد لحسن المجاھدہ...... تشرق الاواہ الی طریق محبۃ اللہ......نھایۃ السعادہ فی تحقیق الھمۃ والارادۃ...... اقوی الذریعۃ الی تحقیق الطریقۃ والشریعۃ...... ترویح الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح

ان پندرہ رسائل مابین وجیز و وسیط کے مسودات، موجود ہیں۔ جن کے تبییض کی فرصت حضرت قدس سرہ نے نہ پائی۔ فقیر غفر اللہ لہ کا قصد ہے کہ انہیں صاف کر کے ایک مجلد میں طبع کرادے۔ انشاء اللہ تعالی

کہ حلوا بہ تنہا نہ بایست خورد

ان کے سوا اور تصانیف شریفہ کے مسودے، بستوں میں ملتے ہیں، مگر منتشر، جن کے اجزاء اوّل یا آخر یا وسط سے کم ہیں۔ ان کے بارے میں حسرت و مجبوری ہے۔ غرض عمر اس جناب کی ترویج دین، وحمایت مسلمین، ونکایت اعدا، وحمایت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری۔ جزاہ اللہ من الاسلام والمسلمین خیر الجزاء آمین۔ (ق ۶،۸)

بیعت وخلافت:

پنجم جمادی الاخرہ ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ مطہرہ میں دست حق پرست حضرت آقائے نعمت، دریائے رحمت، سیّد الواصلین، سند الکاملین، قطب اوانہ، امام زمانہ، حضور پرنور (۱) سیّدنا ومرشدنا، مولانا وماوانا ذخرنی لیومی وغدی، حضرت سیّدنا شاہ آل رسول احمدی تاجدار مارہرہ رضی اللہ عنہ پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔ حضور پرنور مرشد برحق نے مثال خلافت واجازت جمیع سلاسل وسند حدیث عطا فرمائی۔ یہ غلام ناکارہ بھی اسی جلسہ میں اس جناب کے طفیل ان برکات سے شرف یاب ہوا۔ والحمد للہ

رب العلمین۔(ق،۸)

حج وزیارت:

۲۶رشوال ۱۲۹۵ھ کو باوجود شدت علالت وقوت ضعف، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص طور پر بلانے کے سبب کہ من رانی فی المنام فقد رانی ۔ رواہ الامام احمد والبخاری والترمذی عن انس رضی اللہ عنہ عزم زیارت وحج مصمم فرمایا۔ یہ غلام اور چند اصحاب وخدام ہمراہ رکاب تھے۔ ہر چند احباب نے عرض کی کہ علالت کی یہ حالت ہے، آئندہ سال پر ملتوی فرمایئے۔ ارشاد فرمایا: 'مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم دروازہ سے باہر رکھ لوں، پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے' دیکھنے والے جانتے ہیں کہ تمام مشاہد میں تندرستوں سے کسی بات میں کمی نہ فرمائی۔ بلکہ وہ مرض خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک آبخورہ میں دوا عطا فرمانے سے کہ من رانی فقد رای الحق رواہ احمد والنسبخان عن ابی فتادہ رضی اللہ عنہ حد منع پر نہ رہا۔ وہاں حضرت اجل العلماء، اکمل الفضلا حضرت سیّدنا احمد زین دحلان شیخ الحرم وغیرہ علمائے مکہ معظمہ سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی۔(ق۸،۹)

وصال:

سلخ ذیقعدہ روز پنجشنبہ وقت ظہر ۱۲۹۷ ہجریہ قدسیہ کو اکیاون برس پانچ مہینہ کی عمر میں بعارضہ اسہال دموی، شہادت پاکر شب جمعہ اپنے والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے کنار میں جگہ پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

روز وصال نماز صبح پڑھ لی تھی، اور ہنوز وقت ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کیے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند انفاس باقی رہے، ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھرا گویا وضو فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ وہ اپنے طور پر حالت بے ہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روح پرفتوح نے جدائی فرمائی، فقیر سرہانے حاضر تھا۔ واللہ العظیم ایک نور ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرہ پر چمکا، اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے، یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔ پچھلا کلمہ کہ زبان فیض ترجمان سے نکلا لفظ اللہ تھا وبس۔ اور اخیر تحریر کہ دست مبارک سے ہوئی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔

بعدہ فقیر نے حضور پیر ومرشد برحق رضی اللہ عنہ کو رویا (خواب) میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ الامجد کے مرقد پر تشریف لائے۔ غلام نے عرض کیا: حضور! یہاں کہاں؟ او لفظا ھذا معناہ۔ فرمایا: 'آج سے یا اب سے یہیں رہا کریں گے'۔

رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم

ویقیت فی الناس کجلد الاجوب

لیھن دعــاء الــنــاس ولیـضــرح الجھل
فبـعـدك لا یـرجو البـقـاء من لـه عقل

اللھم ارحـمھمـا وارض عـنھما واکرم نزلھما وافض علینا من برکاتھما آمین برحمتك یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیّدنا ومولینا محمد وآلہٖ واصحبہٖ اجمعین ۔ آمین!

فقیر غفرلہ نے چند سجع اس جناب کی تواریخ ولادت باسعادت، ووصال خیر مآل ملہم غیب سے پائے، جن میں التزام ہے کہ باوجود انتظام سلسلہ عبارت، ہر فقرہ ایک مستقل جملہ ہو، جو کسی طرف سے تعلق عطف بھی نہ رکھتا ہو، جس کے سبب جو مادہ چاہیے، تنہا محل تاریخ میں سنا یئے کہ تعداد مواد کا سچا محصل یہی ہے۔ اس کے ساتھ یہ التزام بھی رہا کہ تکمیل عدد کو لفظ حشو نہ بڑھا۔ بعض مادّے یہاں قرطاس پر جلوہ فزا۔

تواریخ ولادت:

جـاء ولـی نـقـی الثیاب علی الشان ...... فیه اشارة الی اسمة قدس سره والثیاب الاعمال قال تـعـالیٰ وثیـابك فطھر رضی الاحوال بھی المکان ...... ھواجل محققی الافاضل ...... شھاب الـمـدقـقیـن الامـاثـل ...... قمر فی برج الشرف ...... بری من الخسوف والکلف ...... افضل سباق العلماء ...... اقدم حذاق الکرماء ......!

تواریخ وفات:

کـان نھـایة جـمـع الـعظماء ...... خاتم اجلة الفقھا ......امین اللہ فی الارض ابدا ...... عن النبی صـلـی اللہ تـعـالیٰ عـلیـه وسـلـم العالم امین اللہ فی الارض اخرجه الامام ابوعمر فی کتاب الـعـلـم...... ان مـوتة العالم موتة العالم ...... وفات عالم الاسلام ثلمة فی جمع الانام ...... وفی الـخبر 'موت العالم ثلمة فی الاسلام لا تنسد الی یوم القیٰمة' اوکما ورد واللہ تعالیٰ اعلم ...... خـلـل فی باب العباد لا ینسد الی یوم القیام ...... یا غفور ...... کمل له ثوابك یوم النشور ...... امـنـحة جـنـة عـدت للمتقین ...... صلی اللہ تعالیٰ علی سیّدنا محمد وآلہٖ واھله اجمعین ...... کتبه عبده المذنب احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفراللہ له وحقق (ق ۹، ۱۰)

حالات:

'تذکرہ علمائے ہند' فارسی مطبوعہ مطبع نولکشور میں اعلیٰ حضرت اور ان کے والد ماجد صاحب قدست اسرار ہما کے مختصر

حالات درج ہیں۔ عام فہم ہونے کے لیے اس جگہ اس کا اُردو ترجمہ درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

مولوی نقی علی خاں بریلوی ابن مولوی رضا علی خاں ساکن بریلی روہیلکھنڈ غرہ رجب ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد سے تعلیم وتربیت پائی، اور علوم درسیہ سے فراغت حاصل فرمائی۔ ذہن ثاقب ورائے صائب رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو عقل معاش ومعاد دونوں میں ممتاز اقران بنایا تھا۔ علاوہ شجاعت جبلی کے حضرت صفت سخاوت، تواضع، استغنا سے موصوف تھے۔ اپنی تمام قیمتی عمر اشاعت سنت وازالہ بدعت میں صرف فرمائی۔ پھر مسئلہ امتناع نظیر میں ایک دینی مناظرہ کا اعلان بنام تاریخی اصلاح ذات البین ۲۶ رشعبان ۱۲۹۳ھ میں شائع فرمایا، اور مسئلہ امتناع نظیر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت زبردست کوشش فرمائی اور مخالفین کا ردّ فرمایا۔ جس کا مفصل بیان رسالہ مبارکہ تنبیہ الجھال بالھام الباسط المتعال میں طبع ہو کر شائع ہو چکا۔ ۱۲۹۴ھ میں تاجدار مارہرہ مطہرہ حضرت سیّدنا شاہ آل رسول قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے، اور جملہ سلاسل جدیدہ وقدیمہ، وسند حدیث شریف اور خلافت سے معزز وممتاز ہو کر ۱۲۹۵ھ میں زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہوئے، اور حضرت سیدی زین دحلان ودیگر علمائے حرمین شریفین سے اجازت وسند حدیث حاصل فرمائی۔ سلخ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا، اور حیات شریں، جاں آفریں کے سپرد فرمائی اور روضہ رضوان میں آرام واطمینان وسکون حاصل فرمایا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس کے بعد ان پچیس تصنیفات کا ذکر ہے، جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اس لیے دوبارہ ذکر کرنا بے فائدہ ہے۔ (ق ۱۰، ۱۱)

شجرہ آباؤ اجداد:

عالی جاہ شجاعت جنگ بہادر جناب مستغنی عن الالقاب شاہ سعید اللہ خاں صاحب قندھاری بزمانہ سلطان محمد شاہ، نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے اور منصب شش ہزاری پر فائز ہوئے۔ ان کو سلطان والا شان کے یہاں سے بہت سے مواضعات، جو زیرین ریاست رامپور میں معافی علی الدوام پر ملے تھے، یہ مواضعات ان کی اولاد کے پاس اب موجود نہیں۔ ان کا ایک شیش محل لاہور میں تھا، جس کا ابھی تک کچھ اثر باقی ہے۔ ان کے ایک صاحبزادہ تھے، جو سلطان محمد شاہ کے یہاں وزیر دولت تھے۔ جن کو سلطان سے کچھ مواضعات ضلع بدایوں کے معافی میں ملے تھے۔ وہ اب تک انہیں کی نسل میں موجود ہیں۔ ان کا نام سعادت یار خاں تھا۔ ان کی نرینہ اولاد تین تھی۔ بڑے شاہزادہ والا تبار محمد اعظم خاں صاحب ہیں، اور یہی اعلیٰ حضرت امام حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے مورث اعلیٰ ہیں۔ یہ اپنی وزارت کے عہدہ سے علیحدہ ہو کر زہد وریاضت میں مشغول ہو گئے تھے۔ (ق ۱۳، ۱۴)

سعادت یار خاں:

صاحب کے دو فرزند اور تھے۔ ایک شاہزادہ معتصم خاں صاحب۔ ان کی اولاد میں مولوی بخش اللہ خان صاحب وغیرہ

ہیں۔ تیسرے صاحبزادہ مکرم خاں صاحب۔ ان کی اولاد نرینہ اب نہیں ہے۔ البتہ ان کی نسل (میں) ان کی نواسیوں کی اولاد ہے۔ (ق ۱۴)

اعظم خاں صاحب

نے دو عقد کیے۔ پہلی زوجہ سے حافظ کاظم علی خاں صاحب ہیں اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادیاں ہوئیں۔

حافظ کاظم علی خاں صاحب

آصف الدولہ کے یہاں وزیر تھے۔ انہوں نے تین شادیاں کیں۔ زوجہ اولی سے تین اولادیں۔ دولڑکے (امام العلماء مولانا رضا علی خاں، رئیس الحکماء حکیم تقی علی خاں) اور ایک لڑکی (زینت عرف موتی بیگم)۔ زوجہ ثانیہ سے تین لڑکیاں (بذر النساء صدر النساء، قمر النساء ہوئیں) اور تیسری بیوی جو حرم تھی اس سے ایک لڑکا مسمی بہ جعفر علی خاں (ہوا) جس کی نسل ختم ہوگئی۔ (ق ۱۴)

حضرت امام العلماء مولانا رضا علی خاں صاحب:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے جد مکرم ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے دو عقد کیے۔ پہلی بیوی سے رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد اعلیٰ حضرت، اور ایک صاحبزادی جو رئیس الحکماء کے بڑے فرزند مہدی علی خاں صاحب کو منسوب تھیں۔ اور دوسری جس کا نام مستجاب بیگم تھا، وہاب علی خاں صاحب آنولوی سے بیاہی گئیں اور لاولد فوت ہوئیں۔ (ق ۱۴، ۱۵)

رئیس الحکما حکیم محمد تقی علی خاں:

یہ امام العلماء کے حقیقی بھائی تھے۔ بہت بڑے قوی ہیکل، بہادر اور فن طب میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے دہلی کے خاندان اطبا کے سرپرست حکیم محمد واصل خان صاحب کی صاحبزادی سے عقد کیا تھا۔ یہ مہاراجہ جے پور کے یہاں طبیب خاص تھے۔ ابتداء ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سالے کے لڑکے حکیم محمد سلیم خاں صاحب کو، جو جے پور کے مشہو اطباء سے ہیں اور 'بہرے حکیم' کے نام سے مشہور خاص وعام ہیں، متبنی کیا تھا۔ ریاست جے پور سے تین لاکھ سالانہ منافع کی جائداد رئیس الحکما کو انعام میں ملی تھی۔ جو رئیس الحکما نے کمال فراخ دلی سے اپنے متبنی حکیم محمد سلیم خان صاحب کو دے دی تھی۔ حالانکہ اس وقت اپنی اولاد بھی تھی۔ چنانچہ اب تک وہ جائداد حکیم صاحب موصوف کے نواسوں کے پاس ہے، اور وہ اس سے مستفید ہورہے ہیں۔ ان کو حکیم واصل خان صاحب کی صاحبزادی کے بطن سے چار لڑکے ہوئے۔ مہدی علی خان صاحب، حکیم ہادی علی خان صاحب، فتح خان صاحب، فدا علی خان صاحب۔ ان میں بڑے صاحبزادے مہدی علی خان صاحب کا عقد رئیس الاتقیا کی ہمشیرہ حقیقی سے ہوا۔ ان کی اولاد میں احمد حسن خان صاحب تھے۔ دوسرے فرزند حکیم ہادی علی خان صاحب کا عقد ریاست ٹونک میں جناب عبدالعلیم خان صاحب کی لڑکی سے ہوا اور چار اولادیں ہوئیں۔ ہدایت علی خاں،

سردار ولی خان، محبوب علی خاں صدیق النسا بیگم، اور تیسرے فرزند فتح علی خان صاحب کی اولاد تین لڑکے، بابو حاجی فرحت علی خاں، امرادوں خاں، اصغر علی خاں اور چار لڑکیاں ہیں۔ اور چوتھے فرزند فدا علی خاں کی اولاد، فراست علی خاں، مصاحب بیگم، قادری بیگم، حیدری بیگم ایک اور لڑکی پانچ افراد پر مشتمل ہے۔ حافظ کاظم علی خان کی صاحبزادی جن کو موتی بیگم کہتے تھے ان کی شادی محمد حیات خاں سے ہوئی۔ یہ یوسف زئی سے ہیں۔ (ق ۱۵، ۱۶)

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی شادی اسفند یار بیگ کی بڑی صاحبزادی (حسینی خانم) سے ہوئی، جن سے حسب ذیل اولادیں ہوئی۔ (۱) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان (۲) مولانا حسن رضا خاں (۳) مولانا محمد رضا خاں (۴) حجاب بیگم زوجہ وارث علی خاں (۵) احمدی بیگم زوجہ شاہ ایران خاں (۶) محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں۔ (ق، ۱۷)

ولادت باسعادت (اعلیٰ حضرت)

اور

بزرگوں کی پیشین گوئیاں

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت اعلیٰ حضرت قبلہ بطن مادر میں تھے، آپ کے والد ماجد صاحب نے ایک بہت ہی عجیب خواب دیکھا، جس کی وجہ سے کچھ پریشانی سی لاحق ہوئی۔ رات بھر اس خواب کی فکر میں رہے، اور صبح اٹھے تو بھی اس کی تشویش باقی تھی۔ صبح حضرت سراپا فیض و برکت علامہ مولانا رضا علی خاں صاحب نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے خواب بیان فرمایا۔ حضرت ممدوح نے فرمایا: 'یہ مبارک خواب ہے۔ بشارت ہو کہ پروردگار عالم تمہارے نطفہ سے ایک فرزند عطا فرمائے گا، جو علم کے دریا بہائے گا، جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا'۔ (ق،۲۴)

ولادت باسعادت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب کی آپ کے شہر بریلی شریف محلہ جسولی میں، کہ پہلے وہی آپ کا آبائی مکان اور حضرت جد امجد مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب قدس سرہ کا قیام تھا، ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ء سمبت کو ہوئی۔ (ق،۱)

جناب علی محمد خاں صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ میری والدہ مرحومہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن تھیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ جب اعلیٰ حضرت پیدا ہوئے تو میرے والدین کو جناب دادا صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے گئے۔ دیکھ کر گود میں لیا اور فرمایا: یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا، اور جب منجھلے میاں مولوی حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ان کو دیکھ کر فرمایا: یہ میرا بیٹا مستان ہوگا۔ (ق،۲۱)

(اعلیٰ حضرت کا) تاریخی نام المختار ہے۔ حضور نے اپنا سن ولادت مکتوبات شریف میں حسب ذیل آیہ کریمہ سے استخراج فرمایا ہے۔

أولئك كتب فی قلوبهم الایمان وایدهم بروح منه ۔ حسن اتفاق کہ اس وقت آفتاب منزل غفر میں تھا، جو اہل نجوم کے نزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے۔ ولنعم من قال ؎

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے (ق،۱)

ملفوظات حصہ سوم میں ہے: ’ولادت کی تاریخوں کا ذکر تھا اس پر ارشاد فرمایا:

بحمد اللہ تعالیٰ! میری ولادت کی تاریخ اس آیہ کریمہ میں ہے:

أولئك كتب في قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه • جس کا ترجمہ یہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے، اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی ہے۔ اور اس کا صدر ہے: لا تجد قوما يومنون بالله واليوم الاخر يوادّون من حاد الله ورسوله ولو كانوا آباء هم او أبناء هم او اخوانهم او عشيرتهم • (مجادلہ ۲۲/۵۸) نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ ورسول اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہی کہ وہ اللہ ورسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں اگر چہ وہ ان کے باپ یا ان کی اولاد یا ان کے بھائی یا ان کے کنبے قبیلے ہی کے کیوں نہ ہوں۔

اسی کے متصل فرمایا: اولئك كتب في قلوبهم الايمان •

بحمد اللہ تعالیٰ! بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ اولئك كتب في قلوبهم الايمان • بحمد اللہ! اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الٰہ الا اللہ دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم...... اور بحمد الله تعالى ’ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح وظفر حاصل ہوئی۔ رب العزت جل جلالہ نے روح القدس سے تائید فرمائی، اللہ تعالیٰ پورا فرمائے: ويدخلهم جنت تجرى من تحتها الا نهر خلدين فيها رضى الله عنهم ورضوا عنه اولئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون • اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

(ترجمہ رضویہ مسمی بہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ ۵۸ رکوع ۳)

پھر فرمایا: یہ سب برکات ہیں حضرت جد امجد رضی اللہ عنہ کی۔ قرآن عظیم میں خضر علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ دو یتیم ایک مکان میں رہتے تھے، اس کی دیوار گرنے والی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس واقعہ کو فرمایا جاتا ہے: وكان ابوهما صالحا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ (ترجمہ رضویہ پارہ ۱۶ سورہ کہف رکوع ۱۰) اس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ باپ ان کی چودھویں پشت میں تھا۔ صالح باپ کی یہ برکات ہوتی ہیں، تو یہاں تو ابھی تیسری پشت ہے دیکھئے کب تک برکات اس سلسلہ میں رہیں۔

بچپن کے حالات

مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی بیسل پوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا۔ اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی، ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ میں فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی۔ اس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔ (ق،۲۲)

جناب سیّد ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور کی عمر شریف تقریباً ۵/۶ سال ہوگی، اس وقت صرف ایک بڑا کرتا پہنے ہوئے باہر تشریف لائے کہ سامنے سے چند طوائف زنان بازاری گزریں۔ آپ نے فوراً کرتے کا اگلا دامن دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چہرہ مبارک کو چھپالیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ان میں سے ایک طوائف بول اٹھی: 'واہ صاحب! منہ تو چھپالیا اور ستر کھول دیا'۔ آپ نے برجستہ اس کو جواب دیا: 'جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے...... یہ جواب سن کر وہ سکتہ کے عالم میں ہوگئی۔ (۲)(ق،۲۳)

جناب سیّد ایوب علی صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ محلہ سوداگران کی مسجد کے قریب آپ کی طفولیت کے زمانہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور کئی بار دیکھا۔ پھر فرمایا:

تم رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ حضور نے جواب دیا: 'میں ان کا پوتا ہوں، فرمایا: 'جبھی' اور تشریف لے گئے۔

(ق،۲۲)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز مولوی صاحب موصوف حسب معمول بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے سلام کیا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا، جیتے رہو۔ اس پر حضور نے عرض کیا: یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا، وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے، اور بہت دعائیں دیں۔ (ق،۲۴)

جناب علی محمد خاں صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے کا بیان ہے کہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں۔ ایک روز کسی نے دروازہ پر آواز دی۔ اعلیٰ حضرت (کہ ان کی عمر اس وقت دس برس کی تھی) باہر تشریف لے گئے۔ دیکھا ایک بزرگ فقیر منش کھڑے

ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی فرمایا: آ ؤ! آپ تشریف لے گئے، سر پر ہاتھ پھیرا، اور فرمایا: تم بہت بڑے عالم ہو۔ (ق،۲۲)

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے:

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میں ایک روز حکیم وزیر علی صاحب کے یہاں قریب دس بجے دن کے جارہا تھا۔ میری عمر اس وقت جیلانی (اعلیٰ حضرت مدظلہ کے پوتے یعنی برخوردار ابراہیم رضا خان سلمہ) کے برابر تھی (یعنی دس سال) کہ سامنے سے ایک بزرگ سفید ریش، نہایت شکیل، وجیہ تشریف لائے، اور مجھ سے فرمایا: سنتا ہے بچے آج کل عبدالعزیز ہے اس کے بعد عبدالحمید اس کے بعد عبدالرشید (یعنی رشاد آفندی) اور فوراً نظر سے غائب ہوگئے۔ چنانچہ اس وقت تک ان بزرگ کا قول بالکل مطابق ہوا۔ (ق،۲۲)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز صبح کے وقت حاجی منتھن خاں صاحب جن کا اسم گرامی حاجی محمد شاہ خاں صاحب تھا محلہ سوداگران میں جاروب کشی فرمارہے تھے۔ چونکہ ہم لوگوں کو یہ پہلا اتفاق دیکھنے کا ہوا، برادرم قناعت علی صاحب کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایک بزرگ ہستی جو نہ صرف ایک معمر، دین دار، اہل علم ہیں، بلکہ معقول زمینداری بھی رکھتے ہیں، وہ جاروب کشی کریں، اور میں کھڑا دیکھتا رہوں۔ اس لیے بڑھ کر اس کی خدمت کو خود انجام دینا چاہا۔ مگر حاجی صاحب نہ مانے اور فرمانے لگے، صاحبزادے! یہ میرا فخر ہے کہ اپنے شیخ کے آستانہ عالیہ کی جاروب کشی کروں (۳) میں عمر میں حضور سے بڑا ہوں۔ ان کا بچپن دیکھا، جوانی دیکھی اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں۔ ہر حالت میں یکتائے زمانہ پایا۔ تب ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بڑھاپے میں تو ہر کوئی بزرگ ہو جاتا ہے۔ انہیں بچپن میں ضرب المثل اور یکتائے روزگار دیکھا۔ (ق،۲۵)

(ایک مرتبہ خود) اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین اخوندزادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ جو کوئی ان کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے، مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔ میرے والد ماجد قدس سرہ کی خوشی کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا۔ ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا ان کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ حجرہ میں چارپائی پر بیٹھے تھے۔ مجھ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے، آخر مجھ سے پوچھا، تم مولوی رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا: میں ان کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے، اور چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آپ یہاں تشریف رکھیے۔ پوچھا کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ میں نے کہا: مقدمہ تو ہے، لیکن میں اس کے لیے نہیں آیا ہوں، میں تو صرف دعائے مغفرت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے، اللہ کرم کرے، اللہ رحم کرے، اللہ کرم کرے، اللہ رحم کرے۔ اس کے بعد میرے منجھلے بھائی (مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم) ان کے پاس مقدمہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ان سے خود ہی پوچھا، کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ عرض کی: جی ہاں! فرمایا: مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے: "نصر من

اللہ وفتح قریب'، بس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہو گیا۔ (ق،۲۳)

تقریب روزہ کشائی:

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے رمضان مبارک کا مقدس مہینہ ہے اور حضور اعلیٰ حضرت کے پہلے روزہ کشائی کی تقریب ہے۔ کاشانہ اقدس میں جہاں افطار کا اور بہت قسم کا سامان ہے، ایک محفوظ کمرے میں فیرنی کے پیالے جمانے کے لیے چنے ہوئے تھے۔ آفتاب نصف النہار پر ہے۔ ٹھیک تمازت کا وقت ہے کہ حضور کے والد ماجد آپ کو اسی کمرے میں لے جاتے ہیں اور کواڑوں کی جوڑیاں بند کر کے ایک پیالہ اٹھا کر دیتے ہیں کہ اسے کھالو۔ عرض کرتے ہیں کہ میرا تو روزہ ہے، کیسے کھاؤں؟ ارشاد ہوتا ہے: بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے، لو کھالو۔ میں نے کواڑ بند کر دیے ہیں، کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں: جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے، وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی حضور کے والد ماجد کی چشمانِ مبارک سے اشکوں کا تار بندھ گیا، اور کمرہ کھول کر باہر لے آئے۔ (ق،۲۴)

تعلیم

بسم اللہ خوانی و سلسلہ تعلیم:

صحیح طور پر نہ معلوم ہوسکا کہ حضور کی بسم اللہ خوانی کس عمر میں ہوئی۔ مگر وقت بسم اللہ خوانی عجیب واقعہ پیش آیا۔ حضور کے استادِ محترم نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد الف، با، تا، ثا، جس طرح پڑھایا جاتا ہے، پڑھایا۔ حضور ان کے پڑھانے کے مطابق پڑھتے رہے۔ جب لام الف (لا) کی نوبت آئی، استاذ نے فرمایا: کہو، لام الف۔ حضور خاموش ہو گئے، اور نہیں کہا، استاد نے دوبارہ کہا: کہوں میاں! لام الف۔ حضور نے فرمایا کہ یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں۔ لام بھی پڑھ چکے ہیں، الف بھی پڑھ چکے ہیں، یہ دوبارہ کیسا؟ اس وقت حضور کے جد امجد اعلیٰ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز نے کہ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، فرمایا: بیٹا! استاذ کا کہا مانو، جو کہتے ہیں پڑھو۔ حضور نے اپنے جد امجد کی تعمیل حکم کی، اور اپنے جد امجد کے چہرے کی طرف نظر کی۔ حضور نے اپنی فراست ایمانی سے سمجھا کہ اس بچے کو شبہہ یہ ہو رہا ہے کہ یہ حروف مفردہ کا بیان ہے، اب اس میں ایک مرکب لفظ کیسے آیا؟ ورنہ یہ دونوں حرف الگ الگ تو پڑھ ہی چکے ہیں۔ اگر چہ بچے کی عمر کے اعتبار سے اس راز کو ظاہر کرنا مناسب نہ تھا، اور سمجھ سے بالا خیال کیا جاتا۔ مگر 'ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات' حضرت جد امجد نے نور باطنی سے سمجھا کہ یہ لڑکا کچھ ہونے والا ہے، اس لیے ابھی سے اسرار و نکات کا ذکر ان کے سامنے مناسب جانا اور فرمایا: بیٹا! تمہارا خیال درست اور سمجھنا بجا ہے، مگر بات یہ ہے کہ شروع میں تم نے جس کو الف پڑھا حقیقۃً وہ ہمزہ ہے، اور یہ درحقیقت الف ہے۔ لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے، اور ساکن کے ساتھ ابتدا ناممکن۔ اس لیے ایک حرف یعنی لام، اوّل میں لا کر اس کا تلفظ بتانا مقصود ہے۔ حضور نے فرمایا: تو کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا، اتنے دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت ہے؟ با، تا، دال، سین، بھی اوّل لا سکتے تھے۔ حضرت جد امجد نے غایت محبت و جوش میں گلے لگا لیا، اور دل سے بہت دعائیں دیں، اور پھر فرمایا کہ لام اور الف میں صورۃً سیرۃً مناسبت خاص ہے۔ ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک سی ہوتی ہے۔ لا...... یا...... لا اور سیرۃً اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے، یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے وہ اس کے بیچ میں گویا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کہنے کو حضور کے جد امجد نے اس لام الف کو مرکب لانے کی وجہ بیان فرمائی، مگر باتوں باتوں میں سب کچھ بتادیا، اور اسرار و حقائق کے رموز و اشارات کے دریافت و ادراک کی صلاحیت و قابلیت اسی وقت سے پیدا کر دی، جس کا اثر سب نے آنکھوں

سے دیکھ لیا کہ شریعت میں وہ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قدم بقدم ہیں، تو طریقت میں حضور پرنور (۴) سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نائب اکرم ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (ق،۳۱)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کاشانہ اقدس پر ایک مولوی صاحب چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ حضور بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب کسی آیہ کریمہ میں بار بار ایک لفظ حضور کو بتاتے تھے، مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ وہ زبر بتاتے تھے، اور آپ زیر پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت حضور کے جدامجد حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قطب الوقت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر حضور کو اپنے پاس بلالیا، اور کلام پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہوگئی تھی، زیر کی جگہ زبر لکھ دیا تھا، اور اسی طرح بے تصحیح طبع ہو گیا تھا، یعنی جو حضور رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے نکلتا تھا، وہی صحیح تھا۔ حضور سے حضرت جدامجد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب جس طرح تم کو بتاتے تھے اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ عرض کیا: میں ارادہ کرتا تھا کہ اس طرح پڑھوں، مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔ حضرت جدامجد قدس سرہ العزیز نے فرمایا: خوب، اور تبسم فرما کر سر پر ہاتھ پھیرا، اور دل سے دعا دی۔ پھر ان مولوی صاحب سے فرمایا: یہ بچہ صحیح پڑھ رہا تھا، حقیقتاً کاتب نے غلط لکھ دیا ہے۔ پھر قلم فیض رقم سے اس کی تصحیح فرما دی۔ (ق،۲۳)

اعلیٰ حضرت خود فرماتے تھے کہ میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا، جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے، ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا، جب سبق سنتے تو حرف بحرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ احمد میاں! یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن؟ کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔ (ق،۳۲)

جناب علی محمد خان صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ جناب والدہ ماجدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ اعلیٰ حضرت نے کبھی پڑھنے میں ضد نہیں کی۔ خود سے برابر پڑھنے کو تشریف لے جایا کرتے، جمعہ کے دن بھی چاہا کہ پڑھنے کو جائیں، مگر والد صاحب کے منع فرمانے سے رک گئے، اور سمجھ لیا کہ ہفتہ میں جمعہ کے دن کی بہت اہمیت کی وجہ نہیں پڑھنا چاہیے، باقی چھ دن پڑھنے کے ہیں۔ (ق،۲۶)

نواب وحید احمد خاں صاحب رضوی بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی احسان حسین صاحب مرحوم جو نہایت خلیق، بے لوث اور حد درجہ دین دار تھے، جامع مسجد بریلی میں محض لوجہ اللہ درس حدیث بعد نماز ظہر دیتے تھے، اور اپنا زیادہ وقت جامع مسجد ہی میں مطالعہ حدیث شریف، درود وظائف میں گزارتے تھے۔ انہوں نے فقیر کو جامع مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ شوق دلایا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ فقیر جامع مسجد میں نماز پنج گانہ ادا کرنے لگا۔ یہ فقیر انگریزی اسکول کی جماعت ششم میں پڑھتا تھا، تو یہی مولوی صاحب فارسی زبان کی تعلیم کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ مولوی صاحب موصوف سے ایک مرتبہ فقیر نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا مولوی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی بابت

استفسار کیا۔ تو مولوی صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کی بہت تعریف کی، اور فرمایا کہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کا ابتدائی تعلیم عربی میں ہم سبق رہا ہوں۔ شروع ہی سے اعلیٰ حضرت کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ استاد سے کبھی ربع (چوتھائی) کتاب سے زیادہ نہیں پڑھی۔ ایک ربع کتاب استاد سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب از خود پڑھ کر یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے (ق،۳۵)

درسیات سے فراغت:

جب عربی کی ابتدائی کتابوں سے حضور فارغ ہوئے، تو تمام درسیات کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا مولوی نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی متولد ۱۲۴۶ھ متوفی ۱۲۹۷ھ سے تمام فرمائی اور تیرہ سال دس مہینہ کی عمر شریف میں ۱۲۸۶ھ میں تمام درسیات سے فراغ پایا۔ زبر و بینات سے تعویذ تاریخ فراغت ہے اور اس میں صاف بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حضور کو دشمنوں کے شر سے پناہ میں رکھے گا اور دوسرا مادہ تاریخ غفور ہے۔ اس میں خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضور اور حضور کے وابستگان دامن کے لیے غفور ہے

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل گفر کی ہے (ق، ۳۳)

اساتذہ

ابتدائی کتابیں ان مولوی صاحب سے جب حضور نے پڑھ لیں، تو میزان منشعب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔ (ق،۳۲)

اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ: جمادی الاولی ۱۲۹۴ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ تعلیم طریقت حضور پیرو مرشد برحق سے حاصل کیا۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا، تو قبل وصال مجھے حضرت سیّدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری اپنے ابن الابن ولی عہد و سجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت و علم تکسیر، علم جفر وغیرہ علوم میں نے حاصل کیے۔ (ق،۳۴)

الغرض! اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے۔ حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے علاوہ پنجتن پاک کے عشاق صرف یہ پنج نفوس قدسیہ ہیں۔

1۔ اعلیٰ حضرت کے وہ استاد جنہوں نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔
2۔ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
3۔ جناب مولانا عبد العلی صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ
4۔ حضرت سلالہ خاندان برکاتیہ سیّد شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس اللہ سرہ العزیز۔
5۔ اور والد ماجد۔

پیرومرشد قدست اسرار ھم کوشامل کر کے چھ نفوس قدسیہ ہوتے ہیں۔

ان چھ حضرات کے علاوہ حضور نے کسی کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا۔مگر خداوند عالم نے محض اپنے فضل وکرم اور آپ کی محنت وخداداد ذہانت کی وجہ سے اتنے علوم وفنون کا جامع بنایا کہ پچاس فنون میں حضور نے تصنیفات فرمائیں اور علوم ومعارف کے وہ دریا بہائے کہ خدام ومعتقدین کا تو کہنا کیا! مخالفین مخالفتیں کرتے،اپنی سیاہ قلبی کی وجہ سے برائیاں کرتے ،مگر ساتھ ساتھ ٹیپ کا یہ بند ضرور کہنے پر مجبور ہوتے کہ یہ سب کچھ ہے مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب قلم کے بادشاہ ہیں۔جس مسئلہ پر قلم اٹھایا،نہ موافق کو ضرورت افزائش،نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔(ق،۳۵)

شادی واولاد

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت قدس سرہ العزیز کی شادی ۱۲۹۱ھ میں افضل حسین صاحب کی بڑی صاحبزادی (ارشاد بیگم) صاحبہ سے ہوئی۔ شیخ صاحب موصوف شیخ عثمانی تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام شیخ احمد حسین تھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی سات اولادیں ہوئیں۔ دو شاہزادے (۱) حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب ملقب بلقب حجۃ الاسلام (۲) حضرت مولانا شاہ مفتی مصطفےٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم۔ پانچ صاحبزادیاں، بڑی مصطفائی بیگم، ان کی شادی اعلیٰ حضرت کے بھانجے جناب حاجی شاہد علی خاں سے ہوئی۔ ان کی صرف ایک لڑکی ہوئی عزو بی بی، جو مولوی سردار علی خاں سے منسوب ہوئیں۔ یہ صاحبزادی اعلیٰ حضرت کی حیات میں فوت ہوگئیں۔ دوسری صاحبزادی کنیز حسن جن کو منجھلی بیگم کہتے تھے، ان کی شادی جناب حمید اللہ خاں صاحب ولد حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے ہوئی۔ ان کی دو اولادیں ہوئی، عتیق اللہ خاں اور ایک صاحبزادی رفعت جہاں بیگم۔ تیسری صاحبزادی کنیز حسین، جن کو سنجھلی بیگم کہتے تھے، جناب حکیم حسین رضا خاں صاحب ابن مولانا حسن رضا خاں صاحب سے منسوب ہوئیں، ان کے تین لڑکے ہوئے (۱) مرتضیٰ رضا خاں (۲) مولوی ادریس رضا خاں (۳) جرجیس خاں، امام اہل سنت کے وصال سے اکیس دن بعد ان کا انتقال ہوا۔ چوتھی صاحبزادی کنیز حسنین عرف چھوٹی بیگم ان کی شادی مولوی حسنین رضا خاں صاحب (ابن استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں) سے ہوئی، ان کی صرف ایک لڑکی ہوئی شمیم بانو، جو جرجیس میاں کو منسوب ہوئیں۔ پانچویں صاحبزادی مرتضائی بیگم عرف چھوٹی بنو، مجید اللہ خاں پسر خرد جناب حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے منسوب ہوئیں۔ ان کے تین لڑکے رئیس میاں، سعید میاں، فرید میاں اور دو لڑکیاں مجتبائی، بیگم، مقتدائی بیگم ہیں۔

حضرت حجۃ الاسلام:

کی شادی پھوپھی زاد بہن کنیز عائشہ ہمشیرہ جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب سے ہوئی۔ ان کے چھ اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے مولوی ابراہیم رضا خاں صاحب عرف جیلانی میاں، مولوی حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں، اور چار لڑکیاں، ام کلثوم زوجہ ثانیہ حکیم حسین رضا خاں، کنیز صغریٰ بیگم زوجہ تقدس علی خاں، رابعہ بیگم عرف نوری زوجہ مشہود علی خاں، سلمیٰ زوجہ مشاہد علی خاں۔

جیلانی میاں:

کا عقد مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ہوا۔

نعمانی میاں:

کا نکاح جناب سیّد حسن صاحب محلہ ملوکپور کی صاحبزادی سے ہوا۔
جیلانی میاں کی پانچ (نرینہ) اولادیں ہیں، (۵) اور نعمانی میاں کی تین۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفٰے رضا خاں:

صاحب کی شادی چھوٹے چچا جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب کی اکلوتی صاحبزادی سے ہوئی۔ اسی لیے مولانا محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں نے ان کو اپنی اولاد کی طرح رکھا، اور شادی کے بعد ان کا رہنا سہنا سب چچا جان کے مکان پر رہا اور اس وقت تک وہیں قیام فرما ہیں۔ ان کی سات صاحبزادیاں ہیں۔ ایک لڑکا ہوا تھا جو کمسنی ہی میں داغ مفارقت دے کر راہی ملک بقا ہوا۔ جس کا نہ صرف والدین بلکہ پورے خاندان بلکہ، جملہ متوسلین اور اہل قرابت کو صدمہ ہوا۔

سلسلہ اولاد اعلیٰ حضرت:

(۱) مولانا حامد رضا خاں (۲) مولانا مصطفیٰ رضا خاں (۳) مصطفائی بیگم (۴) کنیز حسن (۵) کنیز حسین (۶) کنیز حسنین (۷) مرتضائی بیگم

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں:

(۱) ابراہیم رضا خاں (۲) حماد رضا خاں (۳) ام کلثوم (۴) کنیز صغریٰ (۵) رابعہ (۶) سلمٰی

مولانا ابراہیم رضا خاں:

(۱) ریحان رضا خاں (۲) تنویر رضا خاں (۳) اختر رضا خاں (۴) قمر رضا خاں (۵) منان رضا خاں (۶) سرفراز بیگم (۷) سرتاج بیگم (۸) دلشاد بیگم۔

حماد رضا خاں:

(۱) مسرت بی بی (۲) نصرت بی بی (۳) حمید رضا خاں

مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں:

(۱) صاحبزادہ مرحوم (۲) نگار فاطمہ (۳) انوار فاطمہ (۴) برکاتی بیگم (۵) رابعہ بیگم (۶) ہاجرہ بیگم (۷) شاکرہ بیگم

سلسلہ اولاد مولانا حسن رضا خاں برادر اوسط اعلیٰ حضرت:

(۱) حکیم حسین رضا خاں (۲) مولوی حسنین رضا خاں (۳) فاروق رضا خاں

حکیم حسین رضا خاں:

اززوجہ اولیٰ (کنیز حسین) صاحبزادی اعلیٰ حضرت

(۱) مرتضیٰ رضا خاں (۲) ادریس رضا خاں (۳) جرجیس رضا خاں۔

اززوجہ ثانیہ صاحبزادی حضرت حجۃ الاسلام

(۱) غوثیہ بیگم زوجہ خلیق میاں (۲) یونس رضا خاں

مرتضیٰ رضا خاں:

(۱) بلال رضا خاں (۲) ادریس رضا خاں (۳،۴) صاحبزادیاں

مولوی حسنین رضا خاں:

اززوجہ اولیٰ بنت اعلیٰ حضرت

(۱) شمیم بانو زوجہ جرجیس میاں

اززوجہ ثانیہ:

(۱) تحسین رضا خاں (۲) سبطین رضا خاں (۳) حبیب رضا خاں (۴) صاحبزادی۔

مولانا محمد رضا خاں عرف ننھے میاں (برادر خرد) اعلیٰ حضرت:

(۱) فاطمہ بیگم زوجہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم۔

مارہرہ شریف کی حاضری اور بیعت

بیعت جس غرض سے کی جاتی ہے اور اس کی جو شرعی حیثیت ہے اس کے بیان کی نہ یہاں ضرورت اور نہ ہی اس کی حاجت، وہ اپنی جگہ پر مدلل ہے، اور زمانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے الی زماننا ھٰذا نیکوکاروں کا تعامل رہا ہے۔ بلاشبہ خلیفہ مجاز سے بیعت کرنے والے آیہ کریمہ: ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ ٭ (پ۱۱، سورہ توبہ) بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس کے بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ (کنز الایمان) اور الذین یبایعونک ٭ ما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدھم ٭ (پ۲، سورہ فتح) وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (کنز الایمان) کی رو سے اپنی جان و مال کو اللہ ہاتھ جنت کے عوض بیع کرتے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے ہیں وہ لوگ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ بیعت میں ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے اور بمضمون لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ٭ (پ۲۶، سورہ فتح) اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔ (کنز الایمان)۔ وہ لوگ رضائے الٰہی کی بشارت پائے ہوئے ہیں۔ اسی آیہ کریمہ کے بموجب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ۱۲۹۵ھ میں بمعیت اپنے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز سرکار مارہرہ مطہرہ حاضر ہو کر تاجدار مارہرہ اعلیٰ حضرت سیّدنا شاہ آل رسول احمد قدس سرہ العزیز کی شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

اللہ اکبر کیسی نظر کیمیا اثر پیرو مرشد کی تھی اور کس درجہ قلب صافی لے کر بیعت ہوئے تھے کہ اسی جلسہ میں پیرو مرشد برحق نے تمام سلسلہ کی اجازت و خلافت عطا فرما کر خلیفہ و مجاز بنا دیا، اور تمام طریقوں میں بیعت لینے کی اجازت عامہ تامہ عطا فرمائی۔

حضرت سیّد شاہ اسماعیل حسن صاحب مارہری فرماتے ہیں کہ مولانا بدایونی (حضرت عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ) کے ہمراہ مولانا نقی علی خان صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب مارہرہ شریف حاضر ہوئے تھے۔ یہ لوگ تجدید غسل اور کپڑے بدلنے کے لئے پہلے مارہرہ میں سرائے میں جا کر فروکش ہوئے۔ مگر سرائے کے راستے میں یکہ سواری کا الٹ گیا اور مولانا نقی علی خاں صاحب کو چوٹ لگی۔ پھر اسی حالت میں انہوں نے نہا دھو کر کپڑے پہنے، اور سب خانقاہ برکاتیہ میں حاضر ہوئے، اور فقیر

ہی کے مکانِ موسوم بہ ''مدرسہ'' جو درگاہ معلیٰ برکاتیہ کے روزے کے سامنے تھا، اور اس وقت ٹوٹا پڑا ہے، میں فروکش ہوئے۔ فقیر کے والدِ ماجد حضرت سیّد شاہ محمد صادق صاحب اور حضرت سیّد شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہما بھی ان دنوں مارہرہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ اسی دن ظہر کے وقت مولانا بدایونی، مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو ہمراہ لے کر، حضرت خاتم الاکابر سیّد شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ فقیر کے والد حضرت سیّد شاہ محمد صادق اور میاں صاحب (حضرت نوری میاں) بھی ہمراہ گئے۔ حضرت خاتم الاکابر نے مولانا نقی علی خاں صاحب پھر مولانا احمد رضا خاں صاحب پھر مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ فرمایا اور اسی جلسہ میں حضرت نے خلافت و اجازت جملہ سلاسل و اسناد و تبرکات خاندان عالیہ قادریہ برکاتیہ سے بھی مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مشرف فرمایا۔ بیعت و خلافت کے بعد ان سب حضرات نے کچھ عرصہ تک فقیر کے مکان پر قیام فرمایا اور اسی دوران میں مولانا تاج الفحول بدایونی نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا حضرت سے بیعت ہو جانا، ان کے لیے بھی اچھا ہوا، اور میرے لیے بھی اچھا ہوا۔

تدریس

اعلیٰ حضرت نے کتب درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس وافتاوتصنیف کی طرف توجہ فرمائی۔ابتدا میں تدریس کی طرف توجہ بہت زائد تھی۔ بریلی شریف میں کوئی مدرسہ نہ تھا۔اس لیے فقط اعلیٰ حضرت کی ذات مرجع طلبہ وعلما تھی۔جن کو علمی چشمہ سے فیضیاب ہونا ہوتا،وہ اعلیٰ حضرت کا قصد کرتے،اور کامیابی حاصل کرتے۔(ق/۲۱۱)

الغرض اعلیٰ حضرت کا ایک زمانہ تدریس وتعلیم کا بڑے زوروشور کا گزرا ہے۔جس میں دوردور سے طلبہ دوسرے مدرسوں کو چھوڑ کر یہاں حاضر ہوتے،اوراس چشمہ علم ونظر سے فیضیاب ہوتے۔چنانچہ اسی زمانہ کا ایک واقعہ جناب مولوی محمد شاہ خاں عرف تھمن خاں صاحب بیان فرماتے تھے۔کہ ایک دن تین طالب علم نئے آئے،اوراعلیٰ حضرت سے پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ میں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آپ لوگ آئے ہیں،اس سے پہلے کہاں پڑھتے تھے؟وہ لوگ بولے دیوبند پڑھتے تھے،وہاں سے گنگوہ گئے،اس کے بعد یہاں آئے ہیں۔میں نے کہا کہ یوں تو طلبہ کو شمہ خیرا کا مرض ہوتا ہے،یعنی وہاں بہتر پڑھائی ہے۔ اسی لیے ایک جگہ جم کر بہت کم لوگ پڑھتے ہیں،بلکہ دوچار جگہ جاکر ضرور دیکھا کرتے ہیں۔مگر یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے،جہاں کی تعریف انسان سنتا ہے۔لیکن میرے خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ آپ لوگوں نے دیوبند یا گنگوہ میں بریلی کی تعریف سنی ہو، اوراس وجہ سے یہاں کے مشاق ہوکر تشریف لائے ہوں۔بولے یہ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔اختلاف مذہب واختلاف خیال کی وجہ سے اکثر تو بریلی کی برائی ہی ہوا کرتی تھی۔مگر ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا کہ قلم کا بادشاہ ہے،جس مسئلہ پر قلم اٹھادیا،پھر کسی کی مجال نہیں کہ ان کے خلاف کچھ لکھ سکے۔یہی دیوبند میں سنا،اور یہی گنگوہ میں بھی۔تو ہم لوگوں کے دلوں میں شوق وذوق ہوا کہ وہیں چل کر علم حاصل کرنا چاہیے،جن کے مخالفین فضل وکمال کی گواہی دیتے ہیں۔والفضل ماشھدت بہ الاعداء(ق ۲۱۱،۲۱۲)

مشاہیر تلامذہ:

اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا،(۲۲) جو رجسٹر داخلہ سے طلبہ کا نام معلوم کیا جائے، یا فارغ التحصیل طلبہ ہی کا نام رجسٹر فارغ التحصیل سے حاصل کیا جاسکے۔اس لیے حضور کے شاگردوں میں جو مشہور ہوئے،اور تصنیفات وغیرہ سے دینی خدمت کی۔ان میں بعض لوگوں کے اسمائے گرامی اس جگہ لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔اعلیٰ حضرت کے شاگردوں میں خصوصیت کے ساتھ فقہ سے توغل اور تصنیفات کی طرف توجہ اور وعظ وتقریر کا رنگ ضرور موجود ہے۔

☆ جناب مولانا مولوی نواب سلطان احمد خاں صاحب محلہ بہاری پور۔
☆ جناب مولانا مولوی سیّد امیر احمد صاحب محلہ ذخیرہ بریلی۔
☆ جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسن برادر اوسط اعلیٰ حضرت
☆ جناب مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب برادر خرد اعلیٰ حضرت
☆ جناب مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب حجۃ الاسلام صاحبزادہ اکبر
☆ جناب مولانا مولوی حافظ یقین الدین صاحب محلہ ملوک پور بریلی۔
☆ جناب مولانا مولوی حافظ سیّد عبدالکریم صاحب محلہ ذخیرہ بریلی۔
☆ جناب مولوی منور حسین صاحب چاٹگامی۔
☆ جناب مولوی واعظ الدین صاحب مصنف 'دفع زیغ زاغ'
☆ جناب مولوی سیّد عبدالرشید صاحب عظیم آبادی۔
☆ جناب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی۔
☆ جناب مولوی عبدالاحد صاحب سلطان الواعظین پیلی بھیتی (صاحبزادہ حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ)
☆ حضرت مولانا سیّد شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ۔
☆ حضرت مولانا سیّد محمد صاحب محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے۔ ایک روز حضرت مولانا سیّد احمد اشرف صاحب کچھوچھوی تشریف لائے ہوئے تھے، رخصت کے وقت انہوں نے عرض کی کہ مولوی سیّد محمد صاحب اشرفی اپنے بھانجے کو میں چاہتا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر کردوں حضور جو مناسب خیال فرمائیں ان سے کام لیں۔ ارشاد ہوا: ضرور تشریف لائیں، یہاں فتویٰ لکھیں، اور مدرسہ میں درس دیں۔ ردوہابیہ اور افتاء یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے۔ ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا۔ مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے، اچھی طرح یاد ہیں میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے نکالا، اور اس کی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں۔ مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا۔ تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق ردّ ہو گئے۔ وہی جملے اب تک کانوں میں پڑے ہوئے ہیں، اور قلب میں اب تک ان کا اثر باقی ہے۔ خودستائی جائز نہیں۔ مگر وقت حاجت اظہار حقیقت تحدیث نعمت ہے۔ سیّدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا: اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم ترین کے خزانے میرے ہاتھ میں دے دیجئے بیشک میں حفظ والا ہوں اور علم والا ہوں۔ بفضل ورحمت الٰہی پھر بعون وعنایت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم افتاو ردّ وہابیہ کے دونوں

کامل فن، دونوں نہایت عالی فن یہاں سے اچھا انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان میں کہیں نہ پایئے گا۔ غیر ممالک کی بابت نہیں کہہ سکتا۔ میں تو ہر شخص کو بہ طیب خاطر سکھانے کو تیار ہوں۔ سیّد محمد اشرفی صاحب تو میرے شاہزادے ہیں، میرے پاس جو کچھ ہے وہ انہیں کے جد امجد (یعنی حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ) کا صدقہ وعطیہ ہے۔ آپ یہاں کے موجودین میں 'تفقہ' جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سناتے ہیں اور جو کچھ میں جواب دیتا ہوں، لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔ اسی طرح علم توقیت بھی ایسا فن ہے کہ اس کے جاننے والے بھی معدوم ہیں۔ حالانکہ ائمہ دین نے اسے فرض کفایہ بتایا ہے۔ علمائے موجودین میں تو کوئی اتنا بھی نہیں جانتا کہ فلاں دن آفتاب کب طلوع ہوگا، اور کب غروب؟ بہت سی عمر گزر گئی، تھوڑی باقی ہے۔ جن صاحب کو جو کچھ لینا ہو وہ حاصل کر لیں **سلونی قبل ان تفقدونی** حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بالکل صحیح ہے: 'قدر نعمت پس از زوال' پھر لینے والے کو یہ چاہیئے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے، تو اگرچہ کمالات سے بھرا ہوا ہو، اپنے تمام کمالات کو دروازہ ہی پر چھوڑ دے، اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں۔ خالی ہو کر آئے گا تو کچھ پائے گا اور جو اپنے کو بھرا سمجھے گا تو

انائیکہ پر شد دگر چوں پرد

بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جاسکتی اور آج کل تو حاصل کرنے والے ایسے ہیں کہ جب میں حسن میاں مرحوم کے مکان میں رہتا تھا، اس میں ایک زینہ ہے، جو باہر سے چھت پر گیا ہے۔ اس زمانہ میں ایک مدرس صاحب کے **ھدایہ أخرین** سپرد ہوا۔ یہ کوئی آسان کتاب نہیں۔ جب انہوں نے کام چلتا نہ دیکھا، تو مجھ سے پڑھنا چاہا۔ مگر شرط یہ کہ اس باہر کے زینہ سے چھت پر مجھے بلا لیا جائے، اور وہاں تنہائی میں پڑھا دیا کیجئے، کسی کو معلوم نہ ہو۔ میں نے کہا مولانا! ہدایہ اخیرین کا سبق کوئی سرقہ نہیں، جو لوگوں سے چھپ کر ہو، مجھ سے یہ نہ ہوگا۔

ایک صاحب یہیں کے، فتویٰ نویسی کرتے تھے وہ اس طرح لکھتے تھے کہ باہر سے جواب لکھ کر بھیج دیا، میں نے اصلاح دے کر بھیج دیا۔ ایک روز ان سے کہا گیا: مولانا! یوں جواب تو ٹھیک ہو جائے گا، مگر آپ کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آپ کی لکھی ہوئی عبارت کیوں کاٹی گئی اور دوسری عبارتیں کس مصلحت سے بڑھائی گئیں۔ مناسب یہ ہے کہ آپ بعد عصر اپنے لکھے ہوئے فتووں پر اصلاح لے لیا کریں۔ انہوں نے کہا: اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اس مجمع میں آپ فرمائیں گے کہ تم نے یہ غلط لکھا، وہ غلط لکھا، اور مجھے اس میں ندامت ہوگی۔ اس بندہ خدا کے نام افریقہ، امریکہ تک سے استفتے آتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے ان کے نام سے جواب جاتا، تو لوگ انہیں کے نام استفتے بھیجتے۔ اس زمانہ میں مکہ معظمہ کے ایک عالم جلیل حضرت مولانا سیّد اسمٰعیل خلیل حافظ کتب حرم رحمۃ اللہ علیہ فقیر کے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ مکہ معظمہ سے صرف ملاقات فقیر کے لیے کرم فرمایا تھا۔ ان کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا: ایسا شخص برکت علم سے محروم رہتا ہے۔ یہی ہوا کہ وہ صاحب چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ اب بی، اے پاس کرنے کی فکر میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جب بغرض تحصیل علم حضرت زید ثابت رضی اللہ عنہ کے در دولت پر جاتا، اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے۔ تو براہ ادب ان کو آواز نہ دیتا، ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ ہوا خاک اور ریتا اڑا کر مجھ پر ڈالتی۔ پھر جب حضرت زید کاشانہ اقدس سے تشریف لاتے۔ فرماتے: اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرادی؟ میں عرض کرتا: مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کراتا۔ یہ وہ ادب ہے جس کی تعلیم قرآن عظیم نے فرمائی **ان الذین ینادونك من ورآء الحجرت اكثرهم لا يعقلون ولو أنهم صبروا حتى تخرج اليهم لكان خير الهم والله غفور رحيم ٥** جو حجروں کے باہر سے تمہیں آواز دیتے ہیں، ان میں بہت کو عقل نہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم باہر تشریف لاؤ تو ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ حجرات ۴۹/۵)

ایک مرتبہ حضرت زید رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہیں، کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھامی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کیا ہے؟ اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہوں نے کہا: ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علما کے ساتھ ادب کریں۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اترے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بوسہ دیا، اور فرمایا: ہمیں یہی حکم ہے کہ اہل بیت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں۔

ہارون رشید جیسے جبار بادشاہ نے مامون رشید کی تعلیم کے لیے حضرت امام کسائی سے (جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی اور اجلہ علما و قراء سبعہ میں سے ہیں) عرض کیا۔ فرمایا: میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا، شہزادہ میرے مکان پر آجایا کرے۔ ہارون رشید نے عرض کی: وہ وہیں حاضر ہوجایا کرے گا، مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا: یہ بھی نہ ہوگا، بلکہ جو پہلے آگئے گا، اس کا سبق پہلے ہوگا۔ غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاق ایک روز ہارون رشید کا گزر ہوا، دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھور ہے ہیں اور ماموں رشید پان ڈال رہا ہے بادشاہ غضبناک ہوکر اترا اور مامون رشید کے کوڑا مارا، اور کہا: او بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لیے دیئے ہیں؟ ایک ہاتھ سے پانی ڈال، دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے ابو معاویہ کی دعوت کی۔ وہ آنکھوں سے معذور تھے۔ جب آفتابہ اور چلمچی ہاتھ دھونے کے لیے لائی گئی تو چلمچی خدمتگار کو دی اور آفتابہ خود لے کر ان کے ہاتھ دھلائے، اور کہا کہ آپ نے جانا کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟ کہا نہیں۔ کہا ہارون۔ کہا جیسی آپ نے علم کی عزت کی، ایسی اللہ آپ کی عزت کرے۔ ہارون رشید نے کہا۔ اسی دعا کے حاصل کرنے کے لیے یہ کیا تھا۔

ہارون رشید کے دربار میں جب کوئی عالم تشریف لاتے، بادشاہ ان کی تعظیم کے لیے سروقد کھڑا ہوتا۔ ایک بار درباریوں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین! رعب سلطنت جاتا ہے۔ جواب دیا اگر علمائے دین کی تعظیم سے رعب سلطنت جاتا ہے، تو جانے ہی کے قابل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا رعب روئے زمین کے بادشاہوں پر بدرجہ اتم تھا۔ سلاطین نصاری ان کا نام لیتے تھراتے تھے۔

تخت قسطنطنیہ پر ایک عیسائیہ عورت حکمران تھی، اور وہ ہر سال خراج ادا کرتی، جب وہ مرگئی تو اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا اور خراج حاضر نہ کیا۔ ادھر سے خراج کا مطالبہ ہوا، تو اس نے حضرت ہارون رشید کی خدمت میں ایک ایلچی کے ہاتھ اس مضمون کی تحریر بھیجی۔

وہ عورت مرگئی جو خود پیادہ بنی تھی، اور آپ کو رخ بنایا تھا۔

یہ تحریر لے کر جب ایلچی دربار میں حاضر ہوا، وزیر کو حکم ہوا، سناؤ۔ وزیر نے اسے دیکھ کر عرض کی، حضور مجھ میں تاب نہیں جو اسے سنا سکوں۔ فرمایا: لا مجھے دے اور اس تحریر کو پڑھا۔ بادشاہ کو دیکھتے ہی ایسا جلال آیا، جسے دیکھ کر تمام دربار بھاگ گیا۔ صرف وزیر اور وہ ایلچی رہ گئے۔ وزیر کو حکم ہوا، جواب لکھ۔ اس نے اُردہ لکھنے کا کیا، مگر رعب شاہی اس قدر غالب تھا کہ ہاتھ تھرتھرانے لگا، اور قلم نہ چلا۔ پھر فرمایا: لا مجھے دے اور یوں لکھا

یہ خط ہے خدا کے بندے امیر المومنین ہارون رشید کی طرف سے روم کے کتے فلاں کو، کہ او کافرہ کے جنے، جواب وہ نہیں جو تو سنے جواب وہ ہے جو تو دیکھے گا۔

یہ فرمان ایلچی کو دیا اور فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ ایلچی کے ساتھ لشکر لے کر پہنچے اور جاتے ہی قسطنطنیہ کو فتح کر کے اس بادشاہ عیسائی کو گرفتار کرلیا۔ اس نے بہت گریہ وزاری کی، ہاتھ پاؤں جوڑے، خراج دینے کا وعدہ کیا۔ چھوڑ دیا، اور تاج بخشی کر کے واپس آئے۔ ابھی ایک منزل آئے تھے کہ خبر پائی کہ پھر اس نے سرتابی کی۔ فوراً واپس گئے، اور پھر فتح کیا، اور سے گرفتار کیا۔ پھر اس نے ہاتھ جوڑے، اور خوشامد کی۔ پھر چھوڑ دیا۔ ایسے جبار بادشاہ کی علماء کے ساتھ یہ طرز تعلیم تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم (ق ۲۱۲، ۲۱۷)

حج وزیارت (اوّل)

۱۲۹۵ھ میں حضرت والد ماجد کے ساتھ زیارت حرمین طیبین زادھم اللہ شرفا وتعظیما سے شرف افتخار وامتیاز حاصل فرمایا اور اکابر علمائے دیار مثل حضرت سیّد احمد دحلان مفتی شافعیہ وحضرت عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سے سند حدیث وفقہ واصول وتفسیر ودیگر علوم حاصل فرمائی۔ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی، کہ بعد نماز، امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمال اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑ؛ اور لیتے ہوئے اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے، اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا: انی لا جد نور اللہ فی ھذا الجبین بے شک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمائی اور فرمایا: کہ تمہارا نام ’ضیاء الدین احمد‘ ہے۔

اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک فقط گیارہ واسطے ہیں۔ نیز حضور نے بایمائے حضرت شیخ جمال اللیل موصوف ان کی تصنیف لطیف جوھرہ مفید مناسک حج شافعیہ کا اُردو ترجمہ کیا اور ایک شرح دو دن میں تحریر فرمائی۔ جس کا نام النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوھرۃ المضیہ رکھا۔ جس وقت اس ترجمہ اور شرح کو حضرت شیخ جمال اللیل کی خدمت میں پیش کیا، حضرت شیخ بہت خوش ہوئے، اور بہت تعریف فرمائی اور مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد بن محمد بن عرب نے اعلیٰ حضرت کی دعوت کی۔ اثنائے طعام مسئلہ افضلیت مدفونین بقیع شریف پر گفتگو چھڑ گئی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ مدفونین بقیع میں سب سے افضل امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور مولانا محمد صاحب فرماتے تھے کہ ان میں سب سے افضل حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دونوں حضرات نے اپنے اپنے قول پر دلائل پیش کئے۔ آخر مولانا نے فرمایا: دونوں قول صحیح اور موجہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ولکل وجھة ھو مولیھا عین اسی وقت عصر کی اذان حرم شریف میں ہوئی۔ ختم اذان پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا: فاستبقو الخیرات۔ غرض جلسہ برخاست ہوا، اور سب لوگ نماز کے لیے حرم شریف میں پہنچے۔ شب کے وقت اعلیٰ حضرت نے تنہا مسجد خیف میں اقامت کی؛ اور مغفرت کی بشارت سے مبشر ہوئے۔

حج وزیارت (دوم)

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری غفرلہ عرض کرتا ہے کہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادر اصغر اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں خلف اکبر اور حضور کی اہلیہ محترمہ ۱۳۲۳ھ حج وزیارت کے لیے روانہ ہوئیں۔ تو حضور جھانسی تک ان کو پہنچانے تشریف لے گئے کہ وہاں سے بمبئی میل پر وہ لوگ روانہ ہوں گے، جو سیدھا بمبئی جائے گا اور کہیں بدلنا نہ ہوگا۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا قصد حج وزیارت کے لیے سفر کا بالکل نہ تھا کہ حج فرض ادا ہو چکا تھا۔ زیارت سے مشرف ہو چکے تھے صرف ان کی مشایعت مقصود تھی۔ اسی درمیان میں اعلیٰ حضرت کو اپنی نعتیہ غزل یاد آ گئی جس کا مطلع ہے

گزرے جس راہ سے وہ سیّد والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

اس کا ایک شعر یہ ہے

وائے محرومی قسمت کہ میں پھر اب کے برس
رہ گیا ہمرہ زوّار مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کو حضور نے دوسری غزل میں فرمایا

پھر اٹھا ولولہ یاد مغیلان عرب
پھر کھنچا دامن دل سوئے بیابان عرب

اسی وقت حج وزیارت بلکہ خاص زیارت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد مصمم فرمایا۔ لیکن والدہ ماجدہ کی بغیر اجازت سفر مناسب نہ جانا، اس لیے ان کی گاڑی چھوٹنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے، اور والدہ ماجدہ سے اجازت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ جب اجازت مل گئی تو مطمئن ہوئے۔ ورنہ جھانسی سے واپسی کے بعد بہت پریشان نظر آتے تھے۔ اجازت مل جانے کے بعد سامان سفر مکمل فرمایا: اور روانہ ہوئے۔ حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کے پہنچنے تک وہ جہاز روانہ نہ ہوا تھا۔ سب لوگ ایک ہی جہاز میں روانہ ہوئے اور یہ سفر مبارک بخیرہ خوبی انجام پایا۔ اسی سفر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا شعر ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

حدیث شریف میں ہے: انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی عام طور پر بھی زبان زد ہے' جیسی نیت ویسی برکت' یہ سفر اعلیٰ حضرت کا چونکہ خاص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پاک کے لیے تھا، اس لیے ویسا ہی ہوا۔

(ق۴۳،۴۲)

بیداری میں زیارت نبوی:

مولوی سیّد شاہ جعفر میاں صاحب خطیب جامع مسجد کپورتھلہ نے اپنے والد صاحب کے عرس کے موقع پر اس واقعہ کو نہایت موثر انداز میں بیان کیا تھا۔ کہ جب جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے یقین کیا کہ ضرور سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم عزت افزائی فرمائیں گے، اور بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو کچھ کبیدہ خاطر ہو کر ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس غزل کے مقطع میں اسی کی طرف اشارہ کیا۔ فرماتے ہیں ۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہہ میں عرض کر کے انتظار میں مؤدب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی، اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے (۱)۔ رزقنا اللہ وجمیع المسلمین زیارۃ النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ببرکتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جمیع علماء الاسلام والمشائخ الکرام والمنتمین الیہ الی یوم القیام امین۔ (ق۴۳،۴۴)

عادات واوصاف

حضور اس قدر سادہ وضع میں رہتے کہ کوئی شخص یہ بھی نہیں خیال کرسکتا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کی شہرت شرق سے غرب، شمال سے جنوب تک ہے، یہی ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب کاٹھیاواڑ سے حضور کی شہرت سن کر تشریف لائے تھے، ظہر کا وقت تھا، اعلیٰ حضرت مسجد میں وضو فرما رہے تھے، سادی وضع تھی، خالتہ دار پائجامہ، ململ کا چھوٹا کرتا، معمولی ٹوپی، مسجد کی فصیل پر بیٹھے ہوئے، مٹی کے لوٹوں سے وضو فرما رہے تھے کہ وہ صاحب مسجد میں تشریف لائے، اور السلام علیکم کہا، اعلیٰ حضرت نے جواب دیا۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت ہی سے دریافت کیا کہ احمد رضا خاں صاحب کی زیارت کو آیا ہوں، وہ کہاں ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ احمد رضا میں ہی ہوں۔ انہوں نے کہا: میں آپ کو نہیں، میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب سے ملنے آیا ہوں۔

یہ اس لیے کہ آپ کبھی قیمتی لباس، قیمتی عبا، قیمتی عمامہ وغیرہ استعمال نہیں فرماتے تھے، نہ خاص مشائخانہ انداز، خانقاہ، چلہ حلقہ وغیرہ یا خدام کا مجمع۔ (از جلد چہارم)

جناب ذکاء اللہ خان صاحب تحریر کرتے ہیں کہ خادم نے حضرت کی حیات ظاہری میں اندازاً بارہ یا چودہ سال خدمت کی یا اس سے زائد۔ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ بروز جمعہ پھاٹک میں تشریف رکھتے تھے۔ بعد نماز مغرب مکان میں تشریف لے جاتے، اور روزانہ عصر کی نماز پڑھ کر پھاٹک میں تشریف رکھتے۔ علوم وفیض و برکات کے دریا جاری ہوتے، اور حضارِ آستانہ عوام اہل سنت وعلمائے اہل سنت مستفیض ہوا کرتے۔ البتہ موسم سرما میں عصر مغرب کے درمیان مسجد ہی رہتے، تمام حاضرین بھی اعتکاف کے ساتھ مسجد شریف ہی حاضر خدمت رہتے اور وہیں تعلیم وتلقین کا سلسلہ جاری رہا کرتا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر زنانہ مکان میں تشریف لے جاتے، یہ حضرت کا معمول تھا۔ علاوہ اس کے حضرت پانچوں وقت نماز میں تشریف لے جاتے، اور ہمیشہ نماز باجماعت مسجد میں ادا فرماتے۔ اگر کوئی صاحب کسی کام کے لیے شہر سے آتے یا کسی دوسرے شہر سے حضرت کی ملاقات کو تشریف لاتے، اطلاع ہوتے ہی حضرت باہر تشریف لے آتے۔

ایک صاحب جن کا نام حاجی کفایت اللہ صاحب ہے وہ حضرت کے خاص خادم تھے اور حضر سفر میں برابر سایہ کی طرح ساتھ رہتے۔ ایک سیّد صاحب مدنی حضرت سے علم جفر سیکھنے کی غرض سے مدینہ شریف سے تشریف لائے تھے، اور بہت عرصہ

تک قیام کرکے علم جفر حاصل کیا۔ جب مدنی صاحب کلکتہ جانے لگے تو حضرت سے فرمایا: میرے ساتھ کوئی شخص ہوتا تو بہتر ہوتا۔ حضرت نے حاجی کفایت اللہ صاحب کو ہمراہ کیا، اور حاجی صاحب نے مجھ خادم سے کہا کہ میں کلکتہ جاتا ہوں، اور اعلیٰ حضرت کی خدمت تمہارے سپرد کرتا ہوں اور حضرت سے بھی یہی عرض کیا۔ حضرت نے مجھے خدمت کے لیے قبول فرمایا۔

(ق۱۵، ۲۶)

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ توسیع مسجد شریف کے لیے غسل خانہ، کنواں، طہارت خانہ مسقّف کرنا تھا۔ چنانچہ مستری علی حسین قادری رضوی مرحوم نے ستونوں کی تعمیر شروع ہی کی تھی کہ ظہر کے وقت حضور نے دیکھ کر فرمایا: بھائی علی حسین! یہ ستون تو کچھ اچھے نہیں معلوم ہوتے ہیں، خوبصورت بنایئے۔ پھر فرمایا: میں نے اپنے مکان کی تعمیر کے وقت کبھی دخل نہیں دیا۔ البتہ الماریوں کے لیے ضرور کہا تھا، اور وہ بھی اس لیے کہ کتابیں محفوظ رہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ سبک خرامی کا یہ حال تھا کہ کبھی حضور کے چلنے میں پائے مبارک کی چاپ سننے میں نہ آئی۔ اکثر اوقات ایسا ہوا کہ میں اور برادرم قناعت علی پھاٹک میں سہ دری کے اندر کام کررہے ہیں، اور حضور کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لے آئے، اور پورا صحن بیرونی نشست گاہ طے فرماکر خود تقدیم سلام فرمائی، تب خبردار ہوئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ کوہ بھوالی سے میری طلبی فرمائی جاتی ہے۔ میں بہ ہمراہی شاہزادہ اصغر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد آل الرحمٰن مصطفےٰ رضا خان صاحب مدظلہ الاقدس بعد مغرب وہاں پہنچتا ہوں۔ شاہ زادہ ممدوح اندر مکان میں جاتے ہوئے یہ فرماتے ہیں، ابھی حضور کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا ہوں۔ مگر باوجود اس آگاہی کے کہ حضور بالکل میرے قریب جلوہ فرما ہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کی غذا زیادہ سے زیادہ ایک پیالی شوربہ بکری کا بغیر مرچ کا، اور ایک یا ڈیڑھ بسکٹ سوجی کا، اور وہ بھی روزانہ نہیں بلکہ بسااوقات ناغہ بھی ہوتا تھا۔ (ق۲۶/۲۷)

ایک روز حکیم عبدالسبحان صاحب جو بمبئی سے علم جفر سیکھنے کے لیے آئے تھے اور مقیم آستانہ شریف تھے۔ ایک چھوٹی سی شیشی میں رقیق دوا آنکھوں میں ڈالنے کے واسطے پیش کرتے ہیں۔ حضور نے اس کے اجزا دریافت فرمائے۔ حکیم صاحب نے عرض کیا: حضور استعمال تو فرمائیں، اور بہت کچھ تعریف کی۔ حضور نے فرمایا: میں بغیر تحقیق اجزا کوئی دوا استعمال نہیں کرتا ہوں۔ حکیم صاحب نے اطمینان دلاتے ہوئے یہی کہا کہ اس میں کوئی شی مضر نہیں ہے۔ انشاء اللہ ایک بار کے استعمال سے حضور فائدہ محسوس فرمائیں گے، اسی وقت اجزا بھی بتادوں گا۔ غرض حکیم صاحب کے اطمینانی الفاظ کو باور کرتے ہوئے مکان میں جاکر جس وقت دوا کے قطرات آنکھوں میں ٹپکائے، ناقابل برداشت تکلیف پیدا ہوگئی۔ حضور دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھے ہوئے باہر تشریف لائے، اور بے تابانہ حکیم صاحب نے فرمایا: اب تو اجزا بتادیجئے، مجھے سخت تکلیف ہے۔ حکیم صاحب نے من جملہ دیگر ادویات کے عرق لیموکا بھی نام لیا۔ جسے سن کر حاضرین چونک پڑے۔ حضور نے فرمایا: آنکھ میں اور نیبو کا عرق؟ ولا حول

ولا قوۃ الا باللہ العظیم ۔ پھر فرمایا: حکیم صاحب آنکھ جیسی نازک چیز اور ایسا تیز عرق ۔(ق ۲۷/)

جانب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور ہفتہ میں دو بار جمعہ اور سہ شنبہ کو ملبوسات شریف تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ ہاں اگر پنج شنبہ کو یوم عیدین یا یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم آ کر پڑے، تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے ۔ یا شنبہ کے دن یہ مبارک تقریبیں آتیں، تب بھی دونوں دن تبدیل فرماتے ۔ ان دونوں تقریبوں کے علاوہ سوا یوم معین کے اور کسی وجہ سے لباس تبدیل نہ فرماتے ۔ حتیٰ کہ جیلانی میاں سلمہ کے ختنہ کی تقریب ایسے روز ہوئی کہ تبدیل لباس کا دن نہ تھا، وہی لباس زیب تن رکھا، تبدیل نہ فرمایا۔ اگرچہ بعض اقربا و اعزہ و روسائے شہر مکلّف لباس پہن کر آئے تھے ۔ مگر حضور اپنا لباس سابق پہنے ہوئے شریک تقریب رہے۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ امام کو نماز میں سہو سے مطلع کرنے کے لیے اللہ اکبر نہ فرماتے ۔ مثلاً تیسری رکعت میں قعدہ کرنا چاہتا ہے، تو سبحان اللہ فرمایا کرتے ۔

کتب احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے ۔ اگر کسی حدیث کی ترجمانی فرما رہے ہیں اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا، تو سخت کبیدہ اور ناراض ہوتے ۔

ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانو پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے ۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے طریق نشست عرض کر دوں ۔ چونکہ کمر میں ہمیشہ درد رہا کرتا تھا اس لیے گاؤ تکیہ پشت مبارک کے پیچھے رکھا کرتے تھے ۔ اس سے پیشتر کہ یہ مرض نہ تھا، کبھی گاؤ تکیہ استعمال نہ فرمایا ۔ کتب بینی یا لکھتے وقت پاؤں مبارک سمیٹ کر دونوں زانو اٹھائے رہتے ورنہ سیدھا زانوئے مبارک اکثر اٹھا رہتا، اور دوسرا بچھا رہتا اور کبھی بایاں زانو ضرورتاً اٹھاتے، تو داہنا بچھا لیا کرتے تھے ۔ ذکر میلاد مبارک میں ابتدا سے انتہا تک ادباً دوزانو رہا کرتے، یوں ہی وعظ فرماتے چار پانچ گھنٹے کامل دوزانو ہی منبر شریف پر رہتے ۔

اخیر عمر شریف میں پان چھوڑ دیا تھا ۔ ورنہ پہلے پان بہت کثرت سے بغیر زردہ کے استعمال فرماتے ۔ مگر بوقت وعظ پان مطلق ملاحظہ نہ فرماتے، بلکہ ایک چھوٹی صراحی شیشہ کی پاس رکھی جاتی، اس سے خشکی رفع فرمانے کے لیے غزارہ کر لیا کرتے ۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے بعض عادات کریمہ یہ تھے ۔

- ☆ بشکل نام اقدس (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرمانا۔
- ☆ ٹھٹھا نہ لگانا۔
- ☆ جماہی آنے پر انگلی دانتوں میں دبا لینا، اور کوئی آواز نہ ہونا۔
- ☆ کلی کرتے وقت دست چپ ریش مبارک پر رکھ کر خمیدہ سر ہو کر پانی منہ سے گرانا۔
- ☆ قبلہ کی طرف رخ کر کے کبھی نہ تھوکنا، نہ قبلہ کی طرف پائے مبارک دراز کرنا۔

☆ نماز پنج گانہ مسجد میں باجماعت ادا کرنا۔

☆ فرض نماز باعمامہ پڑھنا۔

☆ بغیر صوف پڑی دوات سے نفرت کرنا۔ یوں ہی لوہے کے قلم سے اجتناب کرنا۔

☆ خط بنواتے وقت اپنا کنگھا و شیشہ استعمال فرمانا۔

☆ مسواک کرنا۔

☆ سر مبارک میں چنبیلی ڈلوانا۔ (ق ۲۷، ۲۹)

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کے ایک مرید نبن نامی فٹن چلایا کرتے تھے۔ ریلوے اسٹیشن بریلی جنکشن پر رہتے تھے۔ انہوں نے نئی گاری بنوائی تھی، اسے قبل ظہر حضور کے پھاٹک پر لاکر کھڑا کیا۔ تھوڑی دیر میں حضور نماز کے لیے تشریف لائے۔ انہوں نے دست بوسی کی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: حضور! میں نے یہ نئی گاڑی بنوائی ہے، اس پر ابھی کوئی سوار نہیں ہوا ہے۔ میری تمنا ہے کہ پہلے حضور اس میں تشریف رکھیں۔ چنانچہ حضور نے کچھ پڑھا اور گاڑی میں بیٹھ کر دروازہ مسجد شریف پر جو تیس چالیس قدم کے فاصلے پر تھا، اترے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔

نبیرہ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ نانا میاں صاحب سجادہ نشین حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (سخت گرمیوں میں) اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عادت کریمہ تھی کہ جب مسجد سے فارغ ہوکر پھاٹک کی طرف تشریف لے جاتے تو اپنا عمامہ اتار کر بغل میں دبالیا کرتے تھے اور نہایت آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چلتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہر قدم پر کچھ پڑھتے ہوئے جارہے ہیں۔ نگاہیں اکثر نیچی رہا کرتی تھیں، مگر کبھی سامنے بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔

مولوی محمد حسین صاحب چشتی نظامی فخری بریلوی موجد طلسمی پریس تحریر فرماتے ہیں کہ آج ۱۴ رشوال ۱۳۶۶ھ مطابق ۳۱ / اگست ۱۹۴۷ء کو میری عمر دو ماہ کم ۷۴ سال کی ہے۔ میں نے ابتدائی عمر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نقل فتویٰ کی خدمت چند سال ۱۳۱۲ھ تک انجام دی ہے۔ پھر مجھے بیس سال کی عمر میں حکما میرٹھ بھیجا گیا۔ اس وقت میرٹھ میں وہابیت بہت زیادہ تھی۔ اعلیٰ حضرت ضعیف الجثہ اور نہایت قلیل الغذا بزرگ تھے۔ اپنا وقت کبھی بے کار صرف نہیں فرماتے تھے۔ ہمہ وقت تالیف وتصنیف وفتاویٰ نویسی کا مشغلہ تھا۔ اسی وجہ سے زنان خانہ میں تشریف رکھتے تھے کہ عوام کی باتوں میں کام نہیں ہوگا یا بہت ہی کم ہوگا۔ صرف پنج گانہ نماز کے لیے باہر تشریف لاتے تاکہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔ یا اتفاقیہ کسی مہمان سے ملنے کو کسی وقت۔ البتہ عصر کی نماز کے بعد باہر ہی پھاٹک میں تشریف رکھتے اور وہی وقت عام لوگوں کی ملاقات کا تھا۔

(ق ۲۹، ۳۱)

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے کہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی، جن کو اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس نے

الاسد الاسد الاشد الارشد سے مخاطب فرمایا تھا، اور جناب مولانا احمد اللہ صاحب پشاوری بھی دولت کدہ اقدس پر مہمان ہیں۔ اس لیے اعلیٰ حضرت قبلہ دامت برکاتہم بھی دن کا کھانا مہمانوں کی وجہ سے باہر ہی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ صدر الشریعہ حکیم امجد علی صاحب بھی حاضر اور شریک طعام ہیں۔ بریلی کے پانی کی نفاست کا ذکر ہوا، اس پر ارشاد فرمایا کہ:

پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس سے قرآن میں جابجا بندوں پر منت رکھی، اور ایک جگہ خاص اس پر شکر کی ہدایت فرمائی: أفر أيتم الماء الذى تشربون ءَأنتم أنزلتموه من المزن أم نحن المنزلون ۰ لونشاء جعلنه أجاجًا أفلا تشكرون ۰ (واقعہ ۷۰/۵۶) کیا تم نے دیکھا یہ پانی، جو پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادلوں سے اتارا یا ہم ہیں اتارنے والے؟ (بلکہ تو ہی اے رب ہمارے) ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری کر دیں، پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔ (تیرے وجہ کریم کے لیے ہمیشہ حمد ہے اے رب ہمارے)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے، پینے، پہننے کی کوئی چیز کسی سے طلب نہ فرمائی۔ مگر ٹھنڈا پانی دوبارہ طلب فرمایا، ایک بار فرمائش کی: 'رات کا باسی لاؤ'۔

میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا، خدام کرام حاضرین بارگاہ کے لیے زورقوں (لگنوں) میں پانی بھر کر رکھ دیتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں اس شہر کریم کی ٹھنڈی نسیمیں اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔ عمدہ پانی کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس میں اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ ایک صفت یہ کہ ہلکا ہو، اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ اگر خنکی نہ ہو تو پیتے وقت اس کا حلق سے اترنا بالکل معلوم نہ ہو۔ دوسری صفت شیرینی، وہ پانی اعلیٰ درجہ کا شیریں ہے۔ ایسا شیریں میں نے کہیں نہیں پایا۔ تیسری خنکی، یہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ پر ہے...... میری عادت ہے کہ کھانا کھاتے میں پانی پیتا ہوں۔ کھانا مکان پر کھایا جائے اور وہ جاں فزا پانی مسجد کریم میں۔ لہٰذا کھانے میں پانی نہ پیتا کھانے کے بعد مسجد کریم میں بہ نیت اعتکاف حاضر ہوتا، اور اس عطیہ سرکاری سے دل و جاں سیراب کرتا۔ اعتکاف تو ہر مسجد کی حاضری میں ہمیشہ ہوتا ہی ہے، پانی کے لیے اعتکاف نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اس کی منفعت یہ ہے۔ (ورنہ) غیر معتکف کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔ (ق، ۲۰۰)

اطاعت والدین:

حضرت سیّدنا شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب قدس سرہ کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جامع کمالات ظاہری و باطنی، صوری و معنوی بنایا تھا۔ اوصاف و کمالات میں جس کو لے کر دیکھئے مولانا کی ذات میں بروجہ کمال اس کا ظہور تھا۔ والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا، اپنے حصہ جائیداد کے خود مالک تھے۔ مگر سب اختیار والدہ ماجدہ کے سپرد تھا۔ وہ پوری مالکہ و متصرفہ تھیں۔ جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی، تو والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں

درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے۔ جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے۔(ق۴۲)

تعلیم اکابر:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت جس طرح أشداء علی الکفار کے مصداق تھے اسی طرح رحماء بینھم کی بھی زندہ تصویر تھے۔ علمائے اہل سنت کی عزت وقدر ایسی کرتے کہ باید وشاید۔ خصوصاً حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی بہت ہی عزت کرتے تھے۔ قصیدہ آمال الابرار وآلام الاشرار میں علمائے اہل سنت کی تعریف میں فرمایا ہے۔

اذا حلوا تمصرت الایادی اذا راحوا فصار المصر بید

یہ علمائے کرام ایسے ہیں جب کسی ویرانہ میں اترتے ہیں تو ان کے دم قدم سے وہ پررونق شہر ہو جاتا ہے اور وہ جب کسی شہر سے روانہ ہوتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے۔

جس زمانہ میں محض برکت کے لیے یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت سے پڑھا کرتا تھا (عربی اشعار کے زیروزبر دیئے ہوئے ہیں ہر شعر کے نیچے اس کا ترجمہ کیا ہوا خاص خاص باتیں حاشیہ میں چھپی ہوئی ہیں اس میں پڑھنے کی کیا حاجت؟) جب اس شعر پر پہنچا میں نے کہا یہ تو محض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: نہیں، بلکہ بالکل واقعہ ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شان تھی کہ جب تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جایا کرتی، عجیب رونق چہل پہل ہو جاتی اور جب تشریف لے جاتے تو باوجود یکہ سب لوگ موجود رہتے، مگر ایک ویرانگی اور اداسی چھا جاتی۔

اس عزت وتوقیر کے باوجود بعض مسئلوں میں کچھ اختلاف بھی تھا، اور بعض اختلافی مسائل میں گفتگو ہو کر پھر اتفاق بھی ہو جاتا تھا۔ حضرت مولانا سیّد شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہری قدس سرہ العزیز کا بیان ہے کہ ایک باران دونوں حضرات میں مسئلہ عینیت وغیریت صفات باری تعالیٰ پر بحث ہوئی۔ مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے کہ صوفیہ کے صفات کو عین ذات ماننے اور فلاسفہ کے عین ذات ماننے میں فرق ہے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اس فرق کے ماننے میں اپنا تامل ظاہر فرماتے تھے۔ آخر یہ ٹھہری کہ سیتاپور چلیے اور وہاں حضور جدامجد سیّدنا شاہ اچھے میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی مؤلفہ کتاب 'آئین احمدی' کی جلد عقائد میرے کتب خانہ میں ہے اور دیگر کتب صوفیہ بھی موجود ہیں۔ ان میں فرق کو دیکھ لیجئے۔ دونوں حضرات تشریف لائے اور اولاً 'آئین احمدی' کی جلد عقائد سے کتاب زبدۃ العقائد مؤلفہ حضرت احمد صاحب کالپوی قدس سرہ جو ہمارے پیران سلسلہ سے ہیں، مولانا عبدالقادر صاحب نے نکال کر دکھائی۔ اسے دیکھ کر حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا: میں بغیر دلیل تسلیم کیے لیتا ہوں کہ صوفیہ کے قول عینیت اور فلاسفہ کے قول عینیت میں فرق ہے۔ اس لیے کہ میرے مرشدان عظام فرماتے ہیں کہ ہم جو صفات کو عین ذات مانتے ہیں وہ اس طرح نہیں جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں۔ اگرچہ دلیل سے یہ فرق میرے ذہن میں اب تک نہیں آیا ہے۔ (۶) لیکن چونکہ میرے مرشدان عظام یہ فرماتے ہیں۔ اس لیے اپنے

مرشدان عظام کے ارشاد پر سر تسلیم خم کیے دیتا ہوں۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں جب بریلی آتا، تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے۔ حسب دستور ایک بار ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا: حضرت صاحبزادہ صاحب! انگوٹھی اور چھلے مجھے دے دیجئے۔ تو میں نے اتار کر دے دیا، اور وہاں سے بمبئی چلا گیا۔ بمبئی سے مارہرہ واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: ابا! بریلی کے مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے۔ (یہ دونوں طلائی تھے) اور والا نامہ میں مذکور تھا شاہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیا آپ کی ہیں۔

یہ تھا اعلیٰ حضرت کا امر بالمعروف ونھی عن المنکر

(جامع حالات) فقیر رضوی کہتا ہے: اور ساتھ ساتھ اکابر و مشائخ کی تعظیم و توقیر۔ (ق۴۴ تا ۴۶)

تواضع وانکسار:

حضرت سیّد شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی کا بیان ہے کہ حضرت جد امجد سیّدنا شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کا عرس شریف ایک زمانہ میں میرے والد ماجد صاحب قدس سرہ نہایت اہتمام وانتظام اور اعلیٰ پیمانہ پر کیا کرتے تھے۔ اس میں بارہا حضرت مولانا بھی تشریف لائے اور میرے اصرار سے بیان بھی فرمایا۔ مگر اس طرح کہ حاضرین مجلس سے فرماتے: میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا، دوسروں کو وعظ کے کیا لائق ہوں؟ آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں۔ ان کے بارے میں جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا، چونکہ بعد سوال اسے ظاہر کردینا حکم شریعت ہے، میں ظاہر کردوں گا۔ فقیر قادری غفرلہ عرض کرتا ہے اتنا سن کر حاضرین سے کوئی صاحب حسب حال سوال کردیتے حضور پرنور اپنی تقریر دلپذیر سے ایک مؤثر بیان اس مسئلہ پر فرمادیتے۔

حضرت سیّد صاحب موصوف قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک بار میرے اصرار سے مولانا نے مزار صاحب البرکات قدس سرہ پر اپنے والد ماجد قبلہ کا مولفہ مولود شریف سرور القلوب فی ذکر المحبوب بھی پڑھا ہے۔

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے۔ تواضع وانکسار کی یہ حد ہے۔ اس لیے کہ کتاب دیکھ کر مجلس میں ایک معمولی مولوی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کو لوگ شان علم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ میں نے بہتیروں کو دیکھا ہے کہ مبلغ علم ان کا اردو میں میلاد کی چند کتابیں، مگر ان کو دیکھ کر نہیں پڑھا کرتے بلکہ ایک مسلسل مضمون یاد کرلیا اور اسی کو زبانی جابجا پڑھا کرتے ہیں۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پیلی بھیت شریف حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے عرس سراپا قدس سے واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی۔ حضور نے اس وقت اسٹیشن پر آکر وظیفہ کی صندوقچی حاجی کفایت اللہ صاحب سے طلب فرمائی۔ کسی نے جلدی سے آرام کرسی ویٹنگ روم سے لاکر بچھادی۔ ارشاد فرمایا"

یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے' جتنی دیر تک وظیفہ پڑھا آرام کرسی کے تکیہ سے پشت مبارک نہ لگائی۔

مولوی محمد صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ ایک سال بریلی میں رمضان المبارک کی ۲۰ رتاریخ سے اعتکاف کیا۔ اعلیٰ حضرت مسجد میں آتے تو فرماتے جی بہت چاہتا ہے کہ میں بھی اعتکاف کروں۔ مگر فرصت نہیں ملتی۔ آخر ۲۶ رماہ مبارک کو فرمایا: آج سے میں بھی معتکف ہی ہو جاؤں۔ اعلیٰ حضرت بعد افطار پان نوش فرماتے، شام کو کھانا کھاتے میں نے کسی دن نہیں دیکھا۔ سحر صرف ایک چھوٹے سے پیالے میں فیرنی اور ایک پیالی میں چٹنی آیا کرتی تھی، وہ نوش فرمایا کرتے۔ ایک دن میں نے دریافت کیا حضور فیرنی اور چٹنی کا کیا جوڑ؟ فرمایا: نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک ہی ختم کرنا سنت ہے، اس لیے یہ چٹنی آتی ہے۔ ایک دن شام کو پان نہیں آئے اور یہ بہت پختہ عادت تھی کہ کھانے کی کوئی چیز طلب نہیں فرماتے خاموش رہے۔ مگر چونکہ پان کے ازحد عادی تھے ناگواری ضرور پیدا ہوئی۔ مغرب سے تقریباً دو گھنٹہ بعد گھر کا ملازم ایک بچہ پان لایا۔ حضرت نے اسے ایک چپت مار کر فرمایا کہ اتنی دیر میں لایا۔ بعدہ سحر کے وقت سحری کھا کر مسجد کے باہر دروازہ پر تشریف لائے، اس وقت رحیم اللہ خاں ملازم اور میں دو شخص مسجد میں تھے۔ فرمایا: آپ صاحبان میرے کام مخل نہ ہوں۔ میں گھبرایا اور عرض کی حضور ہم خدام ہیں، مخل ہونا کیا معنی؟ بعدہ اس بچے کو بلوایا جو شام کو پان دیر میں لایا تھا، اور فرمایا کہ شام کو میں نے غلطی کی، جو تمہارے چپت ماری۔ دیر سے بھیجنے والے کا قصور تھا۔ لہٰذا تم میرے سر پر چپت مارو اور ٹوپی اتار کر اصرار فرما رہے ہیں۔ ہم دونوں بہت مضطرب اور دم بخود پریشان اور وہ بچہ بھی بہت پریشان اور کانپنے لگا، اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ حضور! میں نے معاف کیا۔ فرمایا: تم نابالغ ہو، تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں۔ تم چپت مارو۔ مگر وہ نہ مار سکا۔ بعدہ اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے، وہ پیسے دکھا کر فرمایا: میں تم کو یہ دوں گا، تم چپت مارو۔ مگر وہ بیچارہ یہی کہتا رہا۔ حضور میں نے معاف کیا۔ آخر کار اعلیٰ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سر مبارک پر اس کے ہاتھ سے لگائیں اور پھر اس کو پیسے دے کر رخصت کیا۔

(ق ۴۰ تا ۴۲)

مساوات اسلامی:

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لیجایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلہ کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی، جھکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحب خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھکر چلا گیا۔ حضور کو صاحب خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی، مگر کچھ فرمایا نہیں۔ کچھ دنوں کے بعد وہ حضور کے یہاں آئے۔ حضور نے اپنی چارپائی پر جگہ دی۔ وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور کا خط بنانے کے لیے آئے، وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں؟ حضور نے فرمایا کہ بھائی کریم بخش کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان صاحب کے برابر

بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ وہ بیٹھ گئے۔ پھر ان صاحب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے، اور فوراً اٹھ کر چلے گئے۔ پھر کبھی نہ آئے۔ خلاف معمول جب عرصہ گزر گیا، تو حضور نے فرمایا: اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ پھر خود ہی فرمایا: میں بھی ایسے متکبر مغرور شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔ (ق ر ۴۰)

اصاغر پر شفقت:

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ساکن محلّہ قرولان حلوہ سوہن فروخت کیا کرتے تھے۔ ان سے حضور نے کچھ حلوہ سوہن خرید فرمایا اور یہ واقعہ پیلی کوٹھی میں قیام کے زمانہ کا ہے۔ میں اور برادرم قناعت علی شب کے وقت کام کر کے واپس آنے لگے، تو حضور نے قناعت علی سے ارشاد فرمایا: وہ سامنے تپائی پر کپڑے میں جو بندھا ہوا رکھا ہے، اٹھا لائیے۔ یہ دو پوٹلیاں اٹھا لائے۔ حضور ان کو دونوں ہاتھوں میں لے کر میری طرف بڑھے۔ میں پیچھے ہٹا، حضور آگے بڑھے، میں اور ہٹا، اور آگے بڑھے، یہاں تک کہ میں دالان کے گوشہ میں پہنچ گیا۔ حضور نے ایک پوٹلی عطا فرمائی۔ میں نے کہا حضور یہ کیا؟ ارشاد فرمایا: حلوہ سوہن ہے۔ میں نے دبی زبان سے نیچی نظر کئے ہوئے عرض کیا: حضور! بڑی شرم معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا: شرم کی کیا بات ہے؟ جیسے مصطفیٰ (یعنی حضور مفتی اعظم) ویسے تم۔ سب بچوں کو حصہ دیا گیا، آپ دونوں کے لیے بھی میں نے دو حصے رکھ لیے۔ یہ سنتے ہی برادرم قناعت علی نے بڑھکر حضور کے ہاتھ سے اپنا حصہ خود لے لیا، اور دست بستہ عرض کیا: حضور! میں نے یہ جسارت اس لیے کی کہ اپنے بزرگوں کے ہاتھوں میں چیز دیکھ کر بچے اسی طرح لے لیا کرتے ہیں۔ حضور نے تبسم فرمایا۔ بعدہ ہم لوگ دست بوسی کر کے مکان چلے آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور نے ہم لوگوں کو بہت نوازا اور ہم نابکار کچھ خدمت نہ کر سکے۔

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ ۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا۔ حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لیے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اعلیٰ حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لیے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا، یہ پہلا فتویٰ ہے، اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے۔ اس لیے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لیے دیتا ہوں۔ غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہو گئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔ اس لیے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح لکھا ہے یا غلط۔ مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا اور پھر اس پر انعام، اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ سے کہ میرے والد ماجد صاحب نے مجھے اوّل فتویٰ صحیح پر انعام دیا تھا اس لیے میں بھی اوّل فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے، جس کی حد نہیں، اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا۔ میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے اُمضا فرمائے۔ اس میں برابر ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ

اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین سے شروع فرمایا۔فتاویٰ شریف جلداوّل میں میرانام انہیں لفظوں سے تحریر فرمایا۔جزاك اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی مجھے ہمیشہ یادرہتی ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی ماہ مبارک رمضان شریف میں بریلی شریف رہناہوااوراس تعطیل میں مکان نہ آیا،تو عیدالفطر کے دن جس طرح تمام عزیزوں کوعیدی تقسیم فرماتے، مجھےاور دوسرے خاص طلبہ مثلاً مولوی سیّدعبدالرشید صاحب کو پاوی عظیم آبادی...... مولوی سیّد شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کلاں بہار شریف...... مولوی محمد ابراہیم صاحب اوگانوانی...... مولانا مولوی محمد نذیر الحق صاحب رمضان پوری...... مولوی اسمٰعیل صاحب بہاری سب کوعلی قدر مراتب تہواری عطافرماتے۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کے برابر لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں،اسی لیے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی لڑکا ہوتا تا کہ اس کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کا نسب وحسب وفضل وکمالات کا سلسلہ جاری رہتا۔خداوند عالم کی شان کہ ۱۳۲۵ھ میں مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب سلمہ کی ولادت ہوئی۔نہ صرف والدین اوراعلیٰ حضرت بلکہ تمام خاندان بلکہ جملہ متوسلین کوازحد خوشی ہوئی۔اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت وجماعت منظر اسلام کی،ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا۔آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟انہوں نے کہا مچھلی بھات۔چنانچہ روہو مچھلی بہت وافر طریقہ پر منگائی گئی،اوران لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی۔بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا۔آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ہم لوگوں نے کہا:بریانی،زردہ،فیرنی،کباب،میٹھاٹکڑہ وغیرہ۔بہاریوں کے لئے پرتکلف کھانا تیار کرایا گیا۔پنجابی اورولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی دنبہ کاخوب چرب گوشت اورتنور کی پکی گرم گرم روٹیاں۔ غرض ان لوگوں کے لیے وافر طور پراسی کاانتظام ہوا۔اس وقت خاص عزیزوں،مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔ نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں بھی انہیں خاص لوگوں میں ہوں،جن کے لیے جوڑا بھی تیار کرایا تھا۔وہ کرتا،پائجامہ، جوتا،ٹوپی تو اسی زمانہ میں پہن لیا تھا،مگرانگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا،گاہے گاہے اس کو پہنا کرتا تھا۔وہ بہت دنوں تک رہا، یہاں تک کہ چھوٹا ہوگیا،تواس کوتبرکار کھ دیا۔جب مدرسہ خانقاہ سہسرام میں مدرس ہوا،اور مخلص قدیم مولوی سیّد غیاث الدین صاحب چشتی ابوالعلائی رجہتی بہاری کوحسب طلب مخلص محترم حامی دین متین جناب حاجی محمد لعل خاں صاحب کلکتہ بھیجنے لگا۔ اس وقت میں نے وہ انگرکھا مولوی صاحب موصوف کے نذر کردیا،جو مجھ سے دبلے پتلے تھےاوران کے ٹھیک آگیا۔اس وقت ان کے بڑے بھائی مولوی محمد یونس صاحب نے کہا کہ تم کو لینانہ چاہئے تھا۔مگر مولوی صاحب موصوف نے جواب دیا کہ اولاً مولانا کے میرے تعلقات دوستانہ قدیم زمانہ طالب العلمی کے ہیں۔ثانیاً یہ انگرکھا تاریخی تبرک ہے یہ اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے۔ یہ مولانا ظفرالدین صاحب کی محبت وخلوص ہے،جوانہوں نے مجھے عنایت فرمایا،جوقیمتی ہونے کے علاوہ تبرک،اورعزیزی مولوی محمد ابراہیم رضاخاں عرف جیلانی میاں کی پیدائش کی یادگار ہے۔

۱۳۲۴ھ میں جب میں مدرسہ اسلامیہ **شمس الھدیٰ** میں مدارس اوّل تھا۔ رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت علم ہیات میں ایک کتاب تصنیف فرمارہے تھے، اور میں اسے صاف کر رہا تھا۔ ارادہ تھا کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد شش عید کے جب مدرسہ کھلے گا پٹنہ واپس ہوں گا لیکن اواخر رمضان شریف میں جناب حاجی لعل خاں صاحب مرحوم کا خط پہنچا کہ یہاں ولی اللہ نامی ایک وہابی آیا ہوا ہے، اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے۔ حضور والا مولانا محمد ظفر الدین صاحب کو روانہ فرمادیں۔ اس وقت وہ کتاب قریب ختم کے تھی، اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اس کو تمام کردیا۔ لیکن مجھے نقل کرنا اور صاف کرنا بہت باقی تھا۔ اس لیے حضرت نے فرمایا کہ آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جایئے اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس کردیجئے گا۔ جب چلنے کا وقت ہوا، اور اسٹیشن جانے کے لیے سواری آگئی، اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے اور دو نوٹ دس دس روپے کے مجھے عنایت فرمائے، اور ارشاد فرمایا کہ مرا ارادہ تھا کہ امسال عید میں آپ یہیں رہیں گے۔ بچوں کے لیے کپڑے بنواؤں گا تو آپ کے لیے بھی بنواؤں گا۔ لیکن دینی ضرورت سے آپ کلکتہ جارہے ہیں، اس لیے یہ روپے آپ کی نذر ہیں۔ مجھے بہت شرم آئی کہ طالب علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا، اب تو میں نوکر ہوں۔ میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرتا کہ الٹے پیر ہی سے روپے وصول کروں۔ میں نے کچھ تامل کیا۔ اعلیٰ حضرت نے باصرار عنایت فرمایا۔ میں نے قدم بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لے لیے اور کلکتہ روانہ ہوا۔ میرے پہنچنے کی خبر ملتے ہی سارا جوش ٹھنڈا ہوگیا۔ اب کس میں مناظرہ کا دم ہے اعلیٰ حضرت کی دعا اثر ہے

میرے ظفر کو اپنی طفر دے   اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

اس کی مفصل کیفیت اسی زمانہ میں حاجی عبدالرحمٰن مارواڑی کے نام سے رسالہ 'گنجینہ مناظرہ' میں چھپ کر شائع ہوچکی ہے۔ کلکتہ کے قیام میں میں نے اس رسالہ مبارکہ کو جس کا نام **تسہیل التعلیل** ہے، صاف کر کے اصل و نقل دونوں بنام اعلیٰ حضرت بصیغہ رجسٹری روانہ کردیا۔ جس کی رسید بنام حاجی لعل خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائی۔

جناب سیّد محمود علی خاں صاحب کا کسی مریض کے زخم وآپریشن کی مفصل کیفیت بیان فرمانے پر، سیّد قناعت علی صاحب اپنی قلبی کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہوگئے۔ اس وقت ان کے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کی گئیں مگر ان کا اثر نہ ہوا۔ جب اعلیٰ حضرت نے ان کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنا رومال ڈالا، فوراً ہوش ہوگیا، آنکھیں کھول دیں۔ اعلیٰ حضرت کے زانوئے مبارک پر سر دیکھ کر جلد اٹھنا چاہا، مگر ضعف کی وجہ سے نہ اٹھ سکے۔ حضور نے ازاراہ شفقت فرمایا: لیٹے رہئے لیٹے رہئے۔

یہ شفقت علی الاصاغر کی بہترین مثال ہے۔

جناب مولانا موہی مقبول احمد خاں صاحب صدر مدرس و مہتمم مدرسہ حمدیہ دربھنگہ نے فرمایا کہ میرے طالب علمی کا زمانہ تھا، میں ٹونک میں پڑھتا تھا وہاں ایک بزرگ تشریف لائے جن کی دعا اور تعویذات کا بہت ہی شہرہ اور حد سے زیادہ چرچا تھا۔ جس

کو جس مقصد کے لیے تعویذ دیا تیر بہدف ثابت ہوا۔ جو جس مقصد کے لیے تعویذ مانگتا کامیابی اس کا قدم چومتی۔ کامیاب ہونے کے بعد وہ نذر بھی کافی پیش کرتا۔ ایک دن خود مجھ سے فرمایا کہ تم کوئی تعویذ نہیں مانگتے؟ میں نے کہا کہ مرے پاس نذر دینے کو روپے کہاں ہیں کہ اس کی ہمت کروں۔ فرمایا: تم سے کچھ نذر نہیں۔ اس کے بعد نقش مجھے عطا فرمایا اور فرمایا کہ سونے کے پتر پر شرف آفتاب میں کندہ کرا کے انگوٹھی میں جڑا کر پہننا، تسخیر واکسیر ہوگی۔ خدا کی شان کندہ کرنے والے بھی مل گئے، اس قدر سونے کا بھی سامان ہوگیا۔ رہا شرف آفتاب معلوم کرنے کا مسئلہ مجھے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ اس فن میں کامل ہیں۔ چنانچہ ان کی خدمت میں عریضہ حاضر کیا اور دریافت کیا کہ امسال شرف آفتاب کب ہے، اور کس وقت سے، اور کب تک رہے گا؟ خدا کی شان کہ جس دن یہ عریضہ وہاں پہنچا، اس کے دوسرے ہی دن شرف آفتاب تھا اور ظاہر ہے کہ اگر بواپسی ڈاک بھی اعلیٰ حضرت جواب تحریر فرماتے، تو بریلی سے ٹونک شرف آفتاب ختم ہوجانے کے بعد خط ملتا۔ اس وقت مجھے جو صدمہ ہوتا ہر عقل والا اندازہ کرسکتا ہے کہ بیان سے باہر ہوتا اور ایک سال کامل پھر اس وقت کا انتظار کرنا پڑتا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک طالب علم کی اس تکلیف وصدمہ کا خیال فرماتے ہوئے اپنے پاس سے تار پر جواب دیا کہ کل نو بجے سے شروع ہوگا، اور ایک رات دن رہے گا۔ ٹھیک وقت پر مجھے تار مل گیا اور میں وقت مقررہ پر تعویذ کندہ کراسکا۔ اس تعویذ کی انگوٹھی ہر وقت میرے ہاتھ میں رہتی ہے۔ جس وقت اس انگوٹھی کو دیکھتا ہوں، اعلیٰ حضرت کی اس شفقت اور احسان کو یاد کرتا ہوں کہ ایک طالب علم کی ضرورت کا انہوں نے کس درجہ خیال کیا۔ ورنہ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ معمولی غیر شناس آدمی جوابی خط لکھتا تب بھی اس کو جواب دینے کی زحمت برداشت نہیں کی جاتی نہ کہ اپنے پاس تار دینا اور یہ خیال کرنا کہ وقت گذر جانے کے بعد اگر جواب دیا گیا تو کس کام کا؟ واقعی بڑوں کی بڑی بات ہے۔ (ق ۴۶، ۵۰)

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز نماز عشا کے لیے خلاف معمول حضور کو بہت دیر ہوگئی۔ اکثر لوگ نماز پڑھ پڑھ کر چلے گئے صرف میں (ایوب علی) اور برادرم قناعت علی اور دو چار دیگر حضرات انتظار کرتے رہے، حتیٰ کہ حضور تشریف لے آئے، جماعت قائم ہوئی، حضور نے امامت فرمائی اور بعد سلام ہم سب کی طرف نظر کرم سے دیکھتے ہوئے فرمایا: جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا لجزاء فی الدنیا والآخرۃ پھر سب کو شمار کیا، پھر فرمایا: نماز با جماعت کے لیے آپ حضرات کو بہت دیر انتظار کرنا پڑا اور فرمایا: انتظار نماز بھی داخل عبادت ہے۔ (ق ۱۷۹)

اخلاقِ کریمہ

میں نے علمائے کرام ومشائخ عظام کی جہاں تک زیارت کی اور معززین دنیا داروں کو دیکھا اکثر ایسا ہی پایا کہ ان کی تعریف کیجئے تو بہت خوش، اور جہاں کسی بات پر اعتراض کیا اس درجہ خفا ہوئے کہ اس کی صورت بھی دیکھنی نہیں چاہتے۔ ان میں سب سے اوّل نمبر جسے مستثنیٰ دیکھا، وہ ذات گرامی صفات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تھی اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لیے تھے۔ نہ کسی کی تعریف سے مطلب، نہ کسی کی ملامت کا خوف تھا۔ حدیث شریف **من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان** کے مصداق تھے۔ آپ کسی سے محبت کرتے، تو اللہ ہی کے لیے، مخالفت کرتے، تو اللہ ہی کے لئے، کسی کو جو کچھ دیتے، تو اللہ ہی کے لیے، اور کسی کو منع کرتے، تو اللہ ہی کے لیے۔ جیسا خود ایک رباعی میں فرماتے ہیں؛

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من وچند کتابے ودوات وقلمے

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت کا صیغہ معمول تھا کہ تصنیف وتالیف، کتب بینی، اور اوراد واشغال کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے۔ پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں تشریف لاتے اور ہمیشہ نماز، باجماعت ادا فرمایا کرتے۔ اکثر مکان ہی سے وضو کر کے تشریف لاتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مسجد میں آ کر مٹی کے لوٹے سے، اُتر طرف کی فصیل پر بیٹھ کر وضو فرماتے۔ مسجد کے لوٹے عموماً متوسط درجہ کے ہوا کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت وضو وغسل میں بہت احتیاط فرمایا کرتے۔ خاص طور پر خیال کر کے ایک ایک عضو کو تر کیا کرتے، اور وہ بھی اس طرح کہ ہر جگہ سے سیلان آب ہو جائے۔ اس لیے عموماً دو لوٹے پانی رکھا جاتا اور اگر کثرت مصلیوں کی وجہ سے لوٹے فارغ نہ ہوتے تو ایک لوٹے پانی سے وضو شروع فرماتے، جب تک کوئی لوٹا خالی ہوتا، پھر اس میں پانی لا کر دیا جاتا۔ وضو کے بعد سنت ونوافل قبلیہ مسجد ہی میں پڑھتے۔ وقت جماعت ہو جانے پر فرض نماز باجماعت پڑھنے کے بعد سنت بعدیہ مسجد ہی میں ادا کر کے مکان تشریف لے جایا کرتے۔ سوائے عصر کے اس لیے کہ عصر کی نماز پڑھ کر

پھاٹک میں چارپائی پر تشریف رکھتے، اور چاروں طرف کرسیاں رکھدی جاتیں۔ زائرین تشریف لاتے، کرسیوں پر بیٹھتے۔ جب کرسیاں باوجود کثرت تعداد ناکافی ہوتیں، تو چند بنچ وتخت سائبان میں رہتے، وہ صحن مکان میں کھینچ لیے جاتے۔ بقیہ لوگ اس پر بیٹھتے۔ زائرین حاجتیں پیش کرتے، ان کی حاجتیں پوری کی جاتیں۔ حقہ پان سے ہرایک کی تواضع کی جاتی۔ پان کا طریقہ اعلیٰ حضرت کے یہاں ہم لوگوں کے پوربی طریقہ کے بالکل خلاف تھا۔ یہاں کھلّی لگاتے ہیں اور پھر اسے موڑ دیتے ہیں کہ چونا اور کتھا علیحدہ علیحدہ رہتا ہے۔ چھالیا الگ ترشی ہوئی رہتی ہے۔ ہر ایک شخص ایک ایک پان چھالیا حسب خواہش لے لیا کرتا۔ اعلیٰ حضرت زردہ نہیں استعمال فرماتے تھے، اسی لیے پان کی تھالی میں زردہ نہیں رکھا جاتا۔ حقہ عام طور پر لوگ، بپاس ادب، اعلیٰ حضرت کے سامنے نہیں پیا کرتے تھے۔ البتہ بعض بوڑھے یا سادات کرام، حضرت کے سامنے بھی حقہ نوش کرتے۔ ان کے سامنے حقہ بڑھا دیا جایا کرتا تھا۔

(۷) اعلیٰ حضرت کو خطوط کے جواب کا بہت اہتمام تھا اس خیال سے کہ خطوط ضائع نہ ہوں۔ حاجی کفایت اللہ صاحب ساکن محلہ بہاری پور خادم خاص اعلیٰ حضرت نے ایک خوبصورت بکس ٹین کا بنوا کر رنگ کرا آویزاں کر دیا تھا، جس میں ڈاکیہ خطوط، پیکٹ وغیرہ ڈال دیا کرتا تھا۔ اس میں برابر تالا لگا رہتا کہ کوئی ان خطوط کو نکال نہ لے۔ کنجی اس کی اعلیٰ حضرت کے پاس رہتی۔ عصر کی نماز پڑھ کر جب باہر آ کر تشریف رکھتے تو کنجی مجھے عنایت فرماتے۔ بکس کھول کر اس روز کی ڈاک سب لا کر حاضر کر دیتا، اور ایک ایک خط پڑھنا شروع کرتا۔ اگر خط تصوف کے متعلق ہوتا، اعلیٰ حضرت خود رکھ لیتے اور اس کا جواب بنفس نفیس خود تحریر فرماتے۔ تعویذات کے متعلق ہوتا، تو میرے یا حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے حوالہ کیا جاتا۔ استفتا ہوتا، تو حسب مراتب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی ...... مولوی سیّد شاہ غلام محمد صاحب بہاری ...... راقم الحروف جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی ...... مولوی حکیم سیّد عزیز غوث صاحب ...... حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کے حوالہ فرماتے۔ بہت پیچیدہ اور اہم ہوتا، خود اعلیٰ حضرت ہی جواب تحریر فرماتے۔ فرائض کا مسئلہ زیادہ تر حضرت مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں برادر اصغر اعلیٰ حضرت کے حوالہ ہوتا۔ مدرسہ کے متعلق جو خط ہوتا، حضرت حجۃ الاسلام کے پاس بھجوایا جاتا۔ مطبع کے متعلق خطوط بھی میرے حوالہ کیے جاتے۔ غرض تعویذات واستفتا حسب حصہ رسدی اور مطبع کا سب کام میرے ذمہ تھا۔

ان سب قسموں کے علاوہ بعض مہذب حضرات نے گالی نامہ بھی بھیجے۔ وہ ان حضرات کے فرزندان روحی ومعنوی ہیں، جنھوں نے باتباع شیطان رجیم اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے اپنا دین ایمان بگاڑا، اور اپنے کو دائرہ اسلام سے الگ حدود مسلمین سے جدا کر لیا ہے۔ ان کے متعلق جب حکم شرعی خدا اور رسول کا، اعلیٰ حضرت نے ظاہر فرمایا: اور تقریراً تحریراً اس کا اعلان کیا۔ بات حق تھی انکار کرتے نہ بنی، نہ کچھ جواب ہی ہوسکا، سوائے سکوت چارہ کار نہ تھا۔ ذریات نے اگرچہ بعد کو اس زخم کے اندمال کی کوشش کی، مگر جو بات ان کے بزرگوں سے نہ بن سکی، دل ہی دل میں جلتے۔ قل موتوا بغیظکم

جب غصہ تاب سے باہر ہو جاتا، ایک دو گالی نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیج دیا کرتے اور سمجھتے کہ بہت بڑا کار نمایاں کیا۔ غرضی اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا، کسی صاحب کا آیا۔ میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علیحدہ رکھ دیا اور عرض کیا کہ کسی وہابی نے اپنی شرارت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مرید صاحب نے جو نئے نئے حلقہ ارادت میں آئے تھے، اس خط کو اٹھالیا، اور پڑھنے لگے۔ اتفاق وقت کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتا لکھا واقعی یا فرضی، وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے۔ اس لیے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا۔ اس وقت تو خاموش رہے۔ لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان تشریف لے جانے لگے، حضرت کو روک کر کہا۔ اس وقت جو خط میں نے پڑھا، جسے مولانا ظفر الدین صاحب نے ذرا سا پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، کسی بدتمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے۔ اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسرں کے لیے ذریعہ عبرت ونصیحت ہو۔ ورنہ دوسروں کو بھی (ایسی) جرأت ہوگی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھیے۔ اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پڑھیے۔ ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط ہیں؟ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے۔ جن کے پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خط آج کوئی نئی بات نہیں، بلکہ زمانہ سے آرہے ہیں۔ میں اس کا عادی ہوں۔ لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔ آخر جب سب خط پڑھ چکے، تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام واکرام جاگیر وعطیات سے مالا مال کر دیجیے، پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجیے گا۔ انہوں نے اپنی مجبوری ومعذوری ظاہر کی اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام واکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کے پشہا پشت کو کافی ہو۔ مگر میری وسعت سے باہر ہے۔ فرمایا: جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہنچا سکتے، تو مخالف کو نقصان بھی نہ پہنچایئے۔ کل امری بما کسب رھین ۔(۸)(ق ۶۶،۷۰)

جناب سیّد ایوب علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کمسن صاحبزادے نہایت ہی بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کی۔ میری بوا (یعنی والدہ) نے تمہاری دعوت کی ہے۔ کل صبح کو بلایا ہے۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا: مجھے دعوت میں کیا کھلایئے گا؟ اس پر ان صاحبزادے نے اپنے کرتے کا دامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے، پھیلا دیا، جس میں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں۔ کہنے لگے، دیکھئے نا! یہ دال لایا ہوں۔ حضور نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اچھا۔ میں اور یہ (حاجی کفایت اللہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کل دس بجے دن آئیں گے اور حاجی صاحب سے فرمایا: مکان کا پتا دریافت کر لیجیے۔ غرض صاحبزادے مکان کا پتا بتا کر خوش خوش چلے گئے۔ یہ ہے حدیث شریف لو دعیت الی کراع لا جبتہ کی تعمیل۔ دوسرے دن وقت متعین پر حضور عصائے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا: چلیے۔ انہوں نے عرض کیا کہاں؟ فرمایا: ان صاحبزادے کے یہاں، دعوت کا وعدہ جو کیا ہے۔ آپ کو مکان کا پتا معلوم ہو گیا ہے یا نہیں؟ عرض کیا۔ ہاں حضور! ملوک پور میں

ہے اور ساتھ ہو لیے۔ جس وقت مکان پر پہنچے، تو وہ صاحبزادے دروازہ پر کھڑے انتظار میں تھے۔ حضور کو دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے بھاگے۔ ارے لو مولوی صاحب آگئے اور مکان کے اندر چلے گئے۔ دروازہ میں ایک چھپر پڑا تھا، وہاں کھڑے ہو کر حضور انتظار فرمانے لگے۔ کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ڈھلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹی کی رکاب میں وہی ماش کی دال، جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے، لا کر رکھ دی اور کہنے لگے: لو کھاؤ۔ حضور نے فرمایا: بہت اچھا! کھاتا ہوں۔ ہاتھ دھونے کے لیے پانی لے آئے۔ ادھر وہ صاحبزادے پانی لانے کو گئے اور ادھر حاجی صاحب نے کہا کہ حضور یہ مکان نقارچی کا ہے۔ حضور یہ سن کر کبیدہ ہوئے، اور طنزاً فرمایا: ابھی کیوں کہا، کھانا کھانے کے بعد کہا ہوتا۔ اتنے میں وہ صاحبزادے پانی لے کر آگئے۔ حضور نے دریافت فرمایا: آپ کے والد صاحب کہاں ہیں، اور کیا کام کرتے ہیں؟ دروازہ کے پردے میں سے ان صاحبزادے کی والدہ صاحبہ نے عرض کیا۔ حضور! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، وہ کسی زمانہ میں نوبت بجاتے تھے، اس کے بعد توبہ کر لی تھی۔ اب صرف یہ لڑکا ہے، جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے۔ حضور نے الحمد للہ کہا، اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔ حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دھلوائے اور خود ہاتھ دھر کر شریک طعام ہو گئے۔ مگر دل ہی دل میں حاجی صاحب کے یہ خیال گشت کر رہا تھا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے، غذا میں سوجی کے بسکٹ کا استعمال ہے، یہ روٹی اور وہ بھی باجرے کی اور اس پر ماش کی دال۔ کس طرح تناول فرمائیں گے؟ مگر قربان اس اخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لیے خوب سیر ہو کر کھایا۔ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب تک کھاتا رہا، حضور بھی برابر تناول فرماتے رہے۔ وہاں سے واپسی میں پولیس کی چوکی کے قریب حاجی صاحب کے شبہہ کو رفع فرمانے کے لیے ارشاد فرمایا: اگر ایسی خلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ میرے قیام بریلی شریف کے زمانہ میں بھی ایک واقعہ اسی قسم کا پیش آیا تھا۔ محلہ بانس منڈی کے قریب ایک صاحب اعلیٰ حضرت کو دعوت دے کر چلے گئے۔ دوسرے دن گاڑی آئی، اعلیٰ حضرت نے مجھ سے فرمایا: مولانا آپ بھی چلیں۔ گرمی کا زمانہ تھا، اور بعد مغرب کا وقت۔ مکان پر گاڑی پہنچی تو میزبان صاحب منتظر تھے۔ باہر بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ اندر مکان کے تشریف لے گئے۔ آنگن میں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی، اور اس پر دری تھی۔ چلتے وقت میں نے خیال کیا تھا کہ پلاؤ ضرور ہوگا۔ اب جو دیکھتا ہوں کہ ہاتھ دھلانے کے بعد ایک ڈھلیا میں چند روٹیاں رکھی ہوئی ہیں اور قیمہ غالباً گائے کے گوشت کا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے الجھن ہوئی، نگاہ اوپر اٹھائی تو سامنے خس پوش مکان نظر پڑا۔ سمجھا کہ آدمی غریب ہے اس لیے اس سے جو ہو سکا حاضر کیا۔ لیکن ساتھ ساتھ خیال ہو رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت تو گائے کا گوشت تناول نہیں فرماتے۔ اگر شوربہ دار ہوتا، تو شوربے ہی پر اکتفا فرماتے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ **بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم**۔ پڑھ کر مسلمان جو کچھ کھا لے، ہرگز ضرر نہ دے گا۔ میں سمجھ گیا کہ میرے شبہہ کا جواب ہے۔ میزبان صاحب میرے

ملاقاتی تھے۔ جب کھانے کے بعد ہاتھ دھونے لگا، تو ان سے کہا کہ اس غربت کی حالت میں آپ کو اعلیٰ حضرت کے دعوت کی ضرورت ہی کیا تھی؟ بولے کہ غربت ہی کی وجہ سے تو اعلیٰ حضرت کی دعوت کی تا کہ اعلیٰ حضرت کا قدم مبارک میرے یہاں پہنچے، نان نمک جو کچھ ہو سکے حاضر خدمت کروں، حضور کھانے کے بعد دعا فرمائیں، تو گھر کا دلدر دور ہو، اور خوشحالی آئے اور برکات دین ودنیا حاصل ہوں۔

ذکاء اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک زمانہ میں حسن میاں والے مکان میں تشریف رکھتے تھے ایک روز شہر میں کسی جگہ حضرت کا تشریف لے جانا ہوا۔ خادم ہمراہ گیا، واپسی پر دوپہر کے کھانے کا وقت تھا۔ فرمایا: ذرا ٹھہریے گا۔ یہ کہہ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ چند منٹ کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میرے لیے سینی میں کھانا لیے ہوئے تشریف لا رہے ہیں، اور مجھ سے فرمایا: کھایئے۔ میں شرم اور ندامت کے مارے ہمت نہیں کرتا تھا۔ آخر حضرت کے اصرار کی وجہ سے کھانا دست مبارک سے لے لیا، اور کھالیا۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ فقیر کا لڑکا یعقوب علی عرف جیلانی میاں بیان کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی کچھ ہلکی سی صورت یاد ہے۔ ایک واقعہ میں مجرم کی حیثیت سے حضرت کے سامنے میں پیش کیا گیا تھا۔ کیونکہ والدہ اپنے ساتھ مجھ کو اور میری خالہ زاد بہن کو جو میری ہم عمر تھیں، لے گئی تھیں۔ اس کو میں بلاّ کہہ کر چڑایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس دن بھی میں نے چڑھایا، اور شاید مارا بھی۔ وہ شکایت لے حضرت قبلہ کے پاس گئی کہ دیکھئے حضرت! جیلانی میاں نے مجھے مارا ہے۔ حضرت نے جب سنا تو ان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ فرمایا: بلاؤ جیلانی کو۔ وہ سمجھے کہ ان کے پوتے جیلانی میاں نے یہ شرارت کی ہے۔ مگر جب مجھے حاضر کیا گیا، میری بہن نے کہا کہ اس نے مجھے مارا ہے، تو حضرت نے مسکرا کر پوچھا۔ بھئی! تم نے کیوں مارا؟ میں نے کہا حضرت یہ بلاّ ہے اس لیے مارا ہے۔ اس پر حضرت نے اپنے ہاتھ سے ہم دونوں کو ایک نوالہ کھلایا اور ہم دونوں ان کے ہاتھ سے ایک ایک نوالہ کھا کر بھاگ آئے۔ اللہ اللہ مہمان کی کتنی خاطر داری ملحوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی عام غذا روٹی چکی کے پسے ہوئے آٹے کی، اور بکری کا قورمہ تھا۔ گائے کا گوشت تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ایک شخص نے حضور کی دعوت کی، وہ باصرار لے گئے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے، ان دنوں جناب سیّد حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے، ان کی بھی دعوت تھی۔ میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں۔ یہی کھانا تھا۔ سیّد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں ہیں، اور یہاں اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ بہتر کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے۔ میں نے کہا میری عادت نہیں۔ وہی پوریاں، کباب کھائے۔ اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہو گیا اور اتنا بڑھا کر حلق اور منہ بالکل بند ہو گیا۔ مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اتارتا تھا، اور اسی پر اکتفا کرتا۔ بات بالکل نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ قراءت سریہ بھی میسر نہ تھی۔ سنتوں میں بھی کسی کی اقتدا کرتا۔ اس وقت مذہب حنفی

میں عدم جواز قرائت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا، لکھ دیتا۔ بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں۔ میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ ان دنوں بریلی میں مرض طاعون بشدّت تھا۔ ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا۔ یہ وہی ہے وہی ہے یعنی طاعون میں بالکل کلام نہ کرسکتا تھا، اس لیے انہیں جواب نہ دے سکا۔ حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ نہ مجھے طاعون ہے اور نہ انشاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔ اس لیے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دعا پڑھ لی ہے، جسے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا۔ اس بلا سے محفوظ رہے گا۔ وہ دعا یہ ہے الحمد للّٰه الذی عافانی مما ابتلاك به وفضلنی علٰی کثیر ممن خلق تفضیلًا جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے متلاؤں کو دیکھ میں نے اسے پڑھا۔ الحمد للہ تعالیٰ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں۔ اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔ البتہ ایک بار اسے پڑھنے کا مجھے افسوس ہے۔ مجھے نوعمری میں اکثر آشوب چشم ہوجایا کرتا تھا، اور بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔ ۱۹؍سال کی عمر ہوگی کہ رامپور جاتے ہوئے ایک شخص کو رمد چشم میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پڑھی، جب سے اب تک آشوب چشم پھر نہیں ہوا۔ اسی نماز میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک آنکھ کچھ دبتی معلوم ہوئی۔ دو چار دن بعد وہ صاف ہوگئی۔ دوسری دبی وہ بھی صاف ہوگئی، مگر درد، کھٹک، سرخی، کوئی تکلیف اصلاً کسی قسم کی نہیں۔ افسوس اس لیے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے۔ تین بیماریوں کو مکروہ نہ جانو زکام کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ کھجلی، کہ اس سے امراض جلدیہ جذام وغیرہ کا انسداد ہوجاتا ہے۔ آشوب چشم، نابینائی کو دفع کرتا ہے۔ اس دعا کی برکت سے یہ تو جاتا رہا۔ ایک اور مرض پیش آیا۔

جمادی الاولی ۱۳۰۰ھ میں، بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ باریک خط کی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال دیکھنا ہوا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا۔ اٹھائیسواں سال تھا، آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ ایک روز شدت گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز سر سے دہنی آنکھ میں اتر آئی۔ بائیں آنکھ بند کرکے دہنی سے دیکھا، تو وسط شیءِ مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔ اس کے نیچے شی کا جتنا حصہ ہوا۔ وہ صاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔ یہاں ایک ڈاکٹر اس زمانہ میں علاج چشم میں بہت سر برآوردہ تھا۔ سنڈرسن یا انڈرسن کچھ ایسا ہی نام تھا۔ میرے استاد جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۹) نے اصرار فرمایا کہ اسے آنکھ دکھائی جائے، علاج کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں صرف آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا کہ کثرت کتاب بینی سے کچھ یبوست آگئی ہے۔ پندرہ دن کتاب نہ دیکھیے۔ مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔

حکیم سیّد مولوی اشفاق حسین صاحب مرحوم سہسوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے۔ فرمایا: مقدمہ نزول آب ہے، بیس برس بعد (خدانا کردہ) پانی اتر آئے گا۔ میں نے التفات نہ کیا اور نزول آب والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہوگیا۔ ۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا۔ کہا

چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئے گا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔ انہوں نے بیس برس بعد کہے تھے، انہوں نے سولہ برس بعد، چار برس کہے۔ مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل ہوتا۔ الحمد للہ بیس در کنار تیس برس زائد گزر چکے ہیں، اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہ بڑھا، نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے گا، نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی، نہ کمی کروں۔ یہ میں نے اس لیے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائم وباقی معجزات ہیں، جو آج تک آنکھوں دیکھے جارہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کریں گے۔ اگر انہیں واقعات کو بیان کروں جو ارشادات کہ منافع میں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کئے، تو ایک دفتر ہو۔ مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب بڑھا، میرے دل نے درگاہ الٰہی میں عرض کی: اللھم صدق الحبیب و کذب الطبیب کسی نے میرے دہنے کان پر منہ رکھ کر کہا مسواک اور سیاہ مرچیں، لوگ باری باری میرے لیے جاگتے تھے۔ اس وقت جو شخص جاگ رہا تھا میں نے اشارہ سے اسے بلایا اور اسے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ وہ مسواک تو سمجھ گئے، گول مرچ کس طرح سمجھیں۔ غرض بمشکل سمجھے۔ جب دونوں چیزیں آئیں۔ بدقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا، اور دانتوں میں مسواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا کہ دانتوں نے بند ہو کر دبا لیا۔ پسی ہوئی مرچیں اسی راہ سے داڑھوں تک پہنچا ئیں۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی، مگر کوئی تکلیف واذیت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور بحمد اللہ وہ گلٹیاں جاتی رہیں، منہ کھل گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہٖ تعالیٰ دفع ہو گیا۔ دو تین روز میں بخار بھی جاتا رہا۔ (ق ۸۸ تا ۹۳)

جناب حافظ یقین الدین صاحب قادری رضوی کا بیان ہے غالباً ۱۲۹۵ھ یا ۱۲۹۶ھ کا واقعہ ہے کہ میں اور حافظ عبد الکریم صاحب قضاوقدر کے مسئلہ کو دریافت کرنے کی غرض سے مولانا لائق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں گئے، اور دریافت کیا۔ حضرت ممدوح نے اس کا جواب دیا۔ جس سے اس کے متعلق پھر کچھ سوال کیا، تو وہ برافروختہ ہوئے۔ ہم دونوں اٹھ کر مولانا یعقوب علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور وہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ دوبارہ دریافت کرنے پر وہ بھی خفا ہو گئے۔ تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے حضور میں حاضر ہوئے، اور وہی سوال کیا۔ اوّل حضور نے بھی وہی جواب دیا، دوبارہ دریافت کرنے پر اس قدر سمجھایا کہ خوب اطمینان ہو گیا اور انتہا درجہ کی خوشی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اکثر ہم دونوں حاضر ہوا کرتے تھے اور بے حد فرحت ومسرت حاصل ہوتی تھی، بلکہ جب کبھی راحت میں کسی طرح کا انتشار یا فکر ورنج ہوتا تھا، تو اس کی دفع کی تدبیر وہاں کی حاضری ہی ہوتی تھی۔ حضور کے فیض وبرکت سے وہ فکر ورنج، فرحت وسرور سے بدل جاتے تھے۔ (ق ۱۳۹)

کرم وسخاوت:

جناب ذکاء اللہ خان صاحب کا بیان ہے کہ سردی کا موسم تھا۔ بعد مغرب اعلیٰ حضرت حسب معمول پھاٹک میں تشریف

لا کر سب لوگوں کو رخصت کر رہے تھے۔ خادم کو دیکھ کر فرمایا: آپ کے پاس رزائی نہیں ہے؟ خادم خاموش ہو گیا۔ اس وقت جو رزائی اعلیٰ حضرت اوڑھے تھے، خادم کو اتار کر دے دی، اور فرمایا کہ اوڑھ لیجیے۔ خادم نے بصد ادب قدم بوسی کی، اور حضرت کے فرمان مبارک کی تعمیل کی اور رزائی اوڑھ لی۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جب رزائی مجھے عنایت فرمائی، اس کے دو تین دن کے بعد حضرت کی نئی رزائی تیار ہو کر آ گئی۔ نئی رزائی اوڑھے ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ مسجد میں ایک مسافر صاحب رات کے وقت آئے اور اعلیٰ حضرت سے عرض کیا۔ میرے پاس کچھ اوڑھنے کو نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے وہی نئی رزائی ان مسافر صاحب کو عطا فرما دی۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے: میرے والد علیل تھے۔ عسرت کی حالت تھی، حضور نے دس روپے مجھے عطا فرمائے اور میری طبیعت کا اندازہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ میں آپ کو نہیں دیتا ہوں، بلکہ اپنے دوست کی دوا کے لیے دے رہا ہوں۔

انہیں کا بیان ہے کہ موسم برسات میں بعض اوقات مسجد کی حاضری بحالت ترشح ہوا کرتی تھی۔ حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے ایک چھتری خرید کر نذر کی، اور اپنے ہی پاس رکھ لی جب حضور کا شانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے، تو حاجی صاحب چھتری لگا کر مسجد تک لے جاتے۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک حاجت مند نے چھتری کا سوال کیا حضور نے فوراً چھتری حاجی صاحب سے دلوا دی۔

انہیں کا بیان ہے کہ موسم سرما میں ایک مرتبہ ننھے میاں صاحب (برادر خورد اعلیٰ حضرت جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب قدس سرہ) نے حضور کے واسطے خاص طور پر فرد تیار کرا کر پیش کی۔ حضور کی عادت کریمہ تھی کہ ہر سال فردیں تیار کرا کے غربا کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اس سال کی سب تقسیم ہو چکی تھیں کہ ایک صاحب نے درخواست کی۔ حضور نے بلا تاخیر اپنی وہ فرد جو حضرت ننھے میاں صاحب نے تیار کر کے حاضر خدمت کی تھی اور اسی وقت اس کو اوڑھا تھا، اتار کر دے دی۔

انہیں کا بیان ہے کہ علامہ شیریں زبان واعظ خوش بیان مولانا مولوی حاجی قاری شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری رضوی میرٹھی حرمین طیبین سے واپسی پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ ذیل منقبت نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھ سنائی

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

غریق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت
محب خاص منظور حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیا تم ہو

یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ وکعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی
وہ لعل پر ضیا تم ہو وہ دُرّ بے بہا تم ہو

عرب میں جاکے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں
وہ قطب وقت اے سرخیل جمع اولیا تم ہو

عیاں ہے شاہ صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے
کہوں اتقیٰ نہ کیوں کر جبکہ خیر الاتقیا تم ہو

جلال وہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر
عدو اللہ پر اک حربہ تیغ خدا تم ہو

أشداء علي الكفار کے ہو سر بسر مظہر
مخالف جس سے تھرّائیں وہی شیر وفا تم ہو

تمہیں نے جمع فرمائے نکات ورمز قرآنی
یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو

خلوص مرتضیٰ خلق حسن عزم حسینی میں
عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو

بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو

وفی اموالهم حق ہر اک سائل کا حق ٹھہرا
نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے باسخا تم ہو

علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

جب مولانا اشعار پڑھ چکے تو حضور نے ارشاد فرمایا: مولانا! میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ (اپنے عمامہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے جو بہت قیمت تھا۔ فرمایا) اگر اس عمامہ کو پیش کروں، تو آپ اس دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ عمامہ آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں۔ البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جُبّہ ہے، وہ حاضر کئے دیتا ہوں؛ اور کاشانہ اقدس سے سرخ کا شانی مخمل کا جُبّہ مبارکہ لا کر عطا فرما دیا، جو ڈیڑھ سو روپے سے کسی طرح کم قیمت کا نہ ہوگا۔ مولانا ممدوح نے سروقد کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ پھیلا کر لے لیا۔ آنکھوں سے لگایا، لبوں سے چوما، سر پر رکھا، سینے سے دیر تک لگائے رہے۔

جناب مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی کو جبہ عطا فرمانے پر ایک واقعہ مجھے اپنا بھی یاد آ گیا، جو حضور کے جود و سخا اور اس فقیر پر نظر شفقت و مہربانی کی بین دلیل ہے۔ ۱۳۲۶ھ ملک میوات میں وہابیہ دیوبندیہ نے بہت اودھم مچا رکھا تھا، اور بیچارے سیدھے سادے میواتیوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانا چاہتے تھے، کہ جناب مولانا صوفی رکن الدین صاحب الوری نے مولانا مولوی احمد حسین خاں صاحب رامپوری مقیم درگاہ معلیٰ اجمیر شریف اندرون حجرہ نواب رامپور کو کسی عالم مناظر کو لینے کے لیے بریلی شریف بھیجا۔ مولوی صاحب موصوف بریلی حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت سے وہاں کے حالات عرض کیے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا: اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جھرکا میں وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے۔ آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے جایئے، اور وہابیہ کو شکست دیجیے۔ میں نے عرض کیا، تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں۔ حضور کی دعا کی ضرورت ہے، حضور کی دعا شامل حال رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ وہابیہ کو ضرور شکست ہوگی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک ادنیٰ جبّہ لا کر مجھے عنایت فرمایا: اور ارشاد ہوا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے

لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور رکھ لیا۔ اعلیٰ حضرت کی دعا اور اس جبّہ مبارکہ کی یہ برکت ہوئی کہ وہابیہ کی طرف سے متعدد صاحبان مناظرہ کے لیے آئے تھے۔ ان میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جو بقول خود مکہ معظمہ میں تین چار سال قیام بھی کر چکے تھے، اور اسی بنا پر بڑے زور سے دعویٰ کیا تھا کہ تقریریں سب عربی میں ہوں۔ ادھر سے کہا گیا کہ مولانا یہ مجلس مناظرہ ہے، دونوں طرف کے عوام بکثرت شریک جلسہ ہوئے ہیں، عربی میں فریقین کی تقریر ہونے سے یہ کیا سمجھیں گے؟ لیکن وہ نہیں مانے اور اسی پر اصرار کیا۔ دو تین مرتبہ فریقین کی تقریریں ہوئی تھیں، کہ مولوی صاحب موصوف تقریر کرتے کرتے بول اٹھے۔ **والناس مى فهمند** مولوی احمد حسین خاں صاحب رامپوری نے فوراً ٹوکا۔ مولانا! یہ تو فصیح عربی **والناس مى سمجمند** ہے۔ کیا ایسی ہی عربی مکہ معظمہ سے سیکھ کر آئے ہیں؟ اس پر زبردست قہقہہ پڑا، اور مولوی صاحب کھسیانے سے ہو گئے۔ اس کے بعد بقیہ تقریر اُردو میں کی۔ پھر فریقین کی تقریریں عربی کی جگہ اُردو ہی میں ہونے لگیں۔ جب ابتدائی مباحث طے ہو گئے اور علمی سوالات کی نوبت آئی تو پہلے ہی سوال کے جواب میں سبھوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے۔ تقاضے پر تقاضے ہوتے، مگر ان کا سکوت نہ ٹوٹتا۔ تین گھنٹے تک سب کے سب خاموش محض رہے۔ آخر ثالث و حکم صاحب نے کہا۔ مولانا! کچھ تو بولیے، تاکہ ہم لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے۔ اس پر بھی وہ لوگ خاموش محض رہے۔ آخر مجبوراً ان لوگوں نے بھی اعلان کیا۔

صاحبو! آپ لوگوں کے سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں۔ جب علمی باتوں کی نوبت آئی، مولانا ظفر الدین صاحب نے جو سوالات کیے، ان کے جواب میں ان تمام علما نے سکوت محض سے کام لیا، اور بالکل خاموشی میں تین گھنٹہ وقت صرف کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے، اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں۔ ورنہ کس دن کے لیے اٹھا رکھتے۔ ان لوگوں کا مذہب باطل اور مولوی شاہ رکن الدین صاحب و مولوی شاہ ارشاد علی صاحب و مولانا مولوی ظفر الدین صاحب و مولوی احمد حسین خاں صاحب وغیرہ علما کا مذہب حق ہے۔ آپ لوگ آتے وقت دو دروازے سے الگ الگ داخل ہوئے تھے، اب سب لوگ متفق ہو کر اس دروازہ سے مولوی ظفر الدین صاحب کے ساتھ مناظرہ گاہ سے باہر تشریف لے جائیے۔ چنانچہ ان چند مولویوں کے علاوہ بقیہ سب لوگ علمائے اہل سنت کے ساتھ ساتھ آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ جب بخیر و خوبی کامیابی کیساتھ ہم لوگ بریلی شریف واپس ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو اس مناظرہ کی روداد سنائی، اور ان لوگوں کی خواہش کا اظہار کیا کہ میوات والے چاہتے ہیں کہ مناظرہ کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کر دیئے جائیں، وہ لوگ اس کی طباعت کے مصارف برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اسے پسند فرمایا اور اس رسالہ کا تاریخی نام 'یکے نجدیہ کا چپ مناظرہ' رکھا اور جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تاریخی نام 'شکست سفاہت' رکھا۔ چنانچہ یہ رسالہ اسی زمانہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع کر دیا گیا۔ (ق ۵۴، ۵۶)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کاشانہ اقدس سے کبھی سائل خالی نہ پھرتا۔ اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت

مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے توکلا علی اللہ مہینے مقرر تھے اور یہ اعانت فقط مقامی ہی نہ تھی، بلکہ بیرون جات میں بذریعہ منی آرڈر رقوم امداد روانہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کی خدمت میں مدینہ طیبہ پچاس روپے روانہ کرنے تھے، اتفاق وقت کہ حضور کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ حضور نے بارگاہ رسالت میں رجوع کیا کہ سرکار! میں نے کچھ بندگان خدا کے مہینے حضور کے بھروسے پر اپنے ذمہ مقرر کر لیے ہیں۔ اگر کل منی آرڈر پچاس روپیہ کا روانہ ہو جائے گا، تو ڈاک کے جہاز کے وقت پہنچ جائے گا، ورنہ تاخیر ہو جائے گی۔ یہ رات حضور کی اسی کرب و بے چینی میں گزری۔ علی الصباح ایک سیٹھ صاحب حاضر آستانہ ہوئے، اور مبلغ اکاون روپے مولوی حسنین رضا خاں صاحب کے ذریعہ مکان میں بطور نذر حاضر خدمت کئے۔ اس وقت حضور پر بہت رقت طاری ہوئی اور مذکورہ بالا ضرورت کا انکشاف فرمایا۔ ارشاد ہوا: یہ یقیناً سرکاری عطیہ ہے۔ اس لیے کہ اکاون روپے ملنے کے کوئی معنی نہیں۔ سوائے اس کے کہ پچاس بھیجنے کے لیے فیس منی آرڈر بھی تو چاہیے۔ چنانچہ اسی وقت منی آرڈر کا فارم بھرا گیا، اور ڈاکخانہ کھلتے ہی منی آرڈر کر دیا گیا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اس وقت میرے پاس صرف ساڑھے تین آنے پیسے ہیں، اور وہ بھی بعض خطوط کے جوابات کے لیے رکھے تھے۔ اگر آپ فرمائیں تو ضرور کر دیئے جائیں۔ حالانکہ آج ڈاک سے ایک منی آرڈر ڈھائی سو روپے کا آیا تھا، اور وہ سب تقسیم کر دیے گئے۔ پہلے سے آپ آجاتے، تو آپ کو بھی مل جاتا۔ ان بیچارے نے آبدیدہ ہو کر نظر نیچی کر لی، اور حضور نے وہ ساڑھے تین آنے ان کے حوالہ کر دیئے۔

یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ حضور نے ڈھائی سو روپے کے آنے اور تقسیم ہو جانے کا ذکر کیوں فرمایا؟ نہ اس خیال سے کہ عوام مخیر جانیں، نام ونمود کا تو اس دربار عالی میں کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ حقیقۃً یہ بات تھی کہ ڈھائی سو روپے ہم خدام کے سامنے آئے تھے، اسی لیے بعض لوگوں کے وسوسہ رفع کرنے کو خلاف معمول یہ بیان فرمایا اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی، بار بار دیکھا گیا کہ جس وقت کوئی رقم آئی بکوشش اسے اپنے پاس سے خرچ کر دیا کرتے۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنے پیر ومرشد اعلیٰ حضرت سیّدنا شاہ آل رسول احمدی مارہری قدس سرہ العزیز کا عرس سراپا قدس ۱۶۔۱۷۔۱۸ ذی الحجہ الحرام کو کرتے۔ قل شریف کے بعد نذر کی رقم خدام وغیرہ پر تقسیم ہونا شروع ہو جاتی، اور اسی وجہ سے خلف اصغر حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی فقیر سے بعجیل مصارف عرس کا حساب تیار کرنے کی تاکید فرمایا کرتے اور خود فقیر بھی جلد تر تعمیل ارشاد کرتا مگر پھر بھی کافی رقم تقسیم ہو جایا کرتی تھی، اور بالآخر دست گرداں رقوم کے مطالبات خود اپنے پاس سے ادا فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ ایسی ہی موقع پر تقسیم کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی میں نے ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا اور یہ بالکل صحیح ارشاد فرمایا کہ حضور پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوتی تھی زکوٰۃ فرض تو جب ہو کہ مقدار نصاب ان کے پاس سال تمام تک رہے اور یہاں تو یہ حال تھا ایک طرف سے آیا دوسری طرف سے گیا۔

کیا خوب سود النقد ہے اس ہاتھ لے اس ہاتھ دے (ق ۵۰، ۵۴)

۱۳۳۴ھ کے سردی کا موسم ہے، میں ایک دن مراد پور چھینٹ دیکھنے کے لیے گیا۔ ایک دکان پر سبز زمین پر بہترین چھنٹ نظر پڑی، اور ساتھ ہی ساتھ دوسرا تھان دیکھا، جو بیٹر یدار چھینٹ تھی، ان دونوں تھانوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ اس کپڑے کی دولائی بنوائی جائے، اور یہ بیل اس میں لگائی جائے تو بہت بہتر دولائی ہو۔ چند احباب ساتھ تھے، انہوں نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا۔ اسی وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ واقعی یہ دولائی بہت ہی نفیس اور بہتر ہوگی، تو اس کے لیے مناسب ہے کہ بہتر ہی شخص کے لیے بنے، اور میں نے ارادہ مصمم کرلیا کہ تیار کرا کے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بصیغہ رجسٹری پارسل روانہ کردوں گا۔ احباب نے کہا کہ استر کے لیے یک رنگا ہی خرید لیجئے۔ میں نے اپنا قصد ظاہر کیا کہ اعلیٰ حضرت کے لیے صدنلی رنگ کا استر مناسب ہے۔ چنانچہ گفش ململ لے کر مراد پور ہی میں صندلی رنگنے کو دے دیا۔

الغرض جیسا میں چاہتا تھا بہتر سے بہتر وہ دلائی سل کر تیار ہوئی۔ میں نے پارسل سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں روانہ کردی اور اس پر حضرت حسن میاں صاحب مرحوم مغفور کا یہ مصرعہ لکھ دیا۔

سرکار میں یہ نذر محقر قبول ہو

جناب مولوی امجد رضا صاحب عرف ماموں میاں صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ جس وقت وہ پارسل بریلی پہنچا، اس وقت میں بھی حاضر خدمت تھا۔ سیل و مہر جدا کرنے کے بعد پارسل کھولا گیا اور دولائی برآمد ہوئی۔ اعلیٰ حضرت اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور جتنے لوگ اس وقت کاشانہ اقدس میں موجود تھے، سب نے بہت پسند کیا، اور بہت تعریف کی اور واقعی وہ دولائی ہر حیثیت سے قابل تعریف تھی۔ اعلیٰ حضرت نے سب کے اصرار سے اسے اوڑھا، اور مسہری پر تشریف فرما ہوئے کہ میری زبان سے بے اختیاری میں یہ فقرہ نکلا۔ واقعی بہت عمدہ دولائی ہے، جوانوں کے لائق ہے۔ یہ سنتے ہی اعلیٰ حضرت نے وہ دولائی مجھے عطا فرمادی کہ تم اسے اوڑھو، حالانکہ میں نے اس غرض سے یہ جملہ نہیں کہا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے باصرار مجھے عنایت فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ میری خوشی اسی میں ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کے جود و سخا کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ (ق ۵۸، ۵۹)

قناعت و توکل:

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط بھیجا، جس کا جواب بڑی تاخیر سے آیا۔ والا نامہ میں مذکور کہ حضرت شاہزادہ صاحب! چونکہ میرے پاس ٹکٹ کے دام نہیں تھے، اس لیے غیر معمول تاخیر ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ ان دنوں مولانا صاحب کے پاس داموں کی کمی ہے لہٰذا کچھ فتوحات سے بھیج دوں۔ میں نے سو یا دوسو (صحیح مقدار یاد نہیں) کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دی، جسے مولانا صاحب نے وصول کرلیا اور رسید بھی آ گئی۔ کچھ دنوں کے بعد اعلیٰ حضرت کا منی آرڈر آیا۔ جس میں میری بھیجی ہوئی رقم بھی شامل تھی۔ والا نامہ میں مذکور تھا کہ فقیر کی عادت ہے کہ اپنے ضروریات کے

مطابق تھوڑے روپے رکھ لئے، باقی زنان خانے میں بھیج دیئے۔ آپ کے گرامی نامہ کی وصولی سے پہلے وہ روپے خرچ ہو چکے تھے، اور گاؤں سے رقم آئی نہیں تھی، اور میں اپنی ضروریات کے لیے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں۔ حضرت شاہزادہ صاحب! یہاں جو کچھ ہے، وہ سب آپ ہی کے یہاں کا ہے۔ اگر آپ مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں، تو حضرت میاں صاحب کے بیاض سے شجرہ زر کا عمل نقل کر کے بھیج دیجئے۔ چنانچہ میں نے بیاض سے نقل کر کے بھیج دیا۔ اس کے بعد بریلی جانا ہوا، اعلیٰ حضرت سے ملاقات ہوئی، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ:

> مکہ معظمہ سے ایک صاحب کا والا نامہ آیا کہ میری دولڑکیوں کی شادی ہے، اس کے لیے آپ امداد کیجئے۔ میں نے خیال کیا کہ دونوں لڑکیوں کے لیے ایک ہزار کی رقم کافی ہوگی۔ اس مقصد کے لیے شجرہ زر کا عمل کیا۔ عمل کا چالیسواں دن تھا کہ میں معمول سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا کہ حامد رضا آئے، اور ایک بندھا ہوا رومال دیا، اور کہا کہ ایک صاحب ملنے کی خاطر آئے تھے۔ میں نے کہا، اس وقت بالا خانہ پر معمول میں مشغول ہیں۔ دوسرے وقت لائیے گا۔ وہ صاحب یہ رومال دے کر چلے گئے۔ میں نے جب وہ رومال کھولا اس میں ایک ہزار سے زیادہ رقم تھی۔ خیال کیا کہ زیادہ کیوں ہے؟ معاً ذہن میں آیا کہ مکہ معظمہ تک پہنچنے کے مصارف ہیں۔ میں نے فوراً اس عمل کو ہٹا دیا کہ اس سے توکل میں فرق آتا ہے۔ (ق ۵۷، ۵۸)

اتباع شرع وتقویٰ

حضرت سیّدنا شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا کہ ایک بار میں اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی اور حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلی خیرآباد گئے۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی سے ملنے کے لیے جانے کا ارادہ کیا۔ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ کہہ کر ہمراہ جانے سے عذر کیا کہ مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی کے متعلق مسموع ہوا کہ وہ فقہائے کرام، علمائے اعلام کے خلاف شان غیر مناسب کلمات کہا کرتے ہیں۔ مجھ سے اس کی برداشت نہ ہوگی اور مجلس میں بےلطفی پیدا ہو جائے گی۔ آپ وہاں تشریف لے جائیں، اور میں مولانا حسین بخش صاحب سے ملنے جاتا ہوں۔ یہ مولانا حسین بخش صاحب خیرآباد میں فقیہ تھے اور حضرت چھوٹے مخدوم صاحب حضرت مخدوم اللہ دیا خیرآبادی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں تھے۔

انہیں کا بیان ہے کہ سیتاپور میں مولانا احمد رضا خان صاحب سے سیزدہ درود شریف نقل کرایا۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں لفظ حسین اور زاھد بھی ہے۔ مولانا نے نقل میں یہ دو لفظ تحریر نہ فرمائے اور فرمایا: حسین صیغہ تصغیر ہے اور زاھد اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب کے عرس کے زمانے میں مجھے معلوم ہوا کہ مولوی غلام قطب الدین برہم چاری صاحب آئے ہوئے ہیں، اور بعد نماز جمعہ جامع مسجد بدایوں میں وعظ فرمائیں گے۔ ان کے بیان کا شہرہ سن کر مجھے بھی اشتیاق ہوا، میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے کہا کہ ہم اور آپ نماز جمعہ جامع مسجد میں چل کر پڑھیں، وہاں بیان بھی سنیں گے۔ مولانا عبدالقادر صاحب اور میں جامع مسجد جانے لگے، تو مولانا احمد رضا خان صاحب نے مولانا بدایونی صاحب سے اجازت طلب کی کہ درگاہ شریف ہی میں جمعہ قائم کرلیں، اس لیے کہ امام جامع مسجد کی نسبت کچھ قرأت وغیرہ ضروریات نماز میں نقصان وقصور مسموع ہوا۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز فریضہ فجر ادا کرنے کے لیے خلاف معمول کسی قدر حضور کو دیر ہوگئی۔ نمازیوں کی نگاہیں بار بار کاشانہ اقدس کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ عین انتظار میں جلد جلد تشریف لائے۔ اس وقت برادرم قناعت علی نے اپنا یہ خیال مجھ سے کہا کہ اس تنگ وقت میں دیکھنا یہ ہے کہ حضور سیدھا قدم مسجد میں پہلے رکھتے ہیں یا بایاں۔ مگر قربان

اس ذات کریم کے کہ دروازہ مسجد کے زینہ پر جس وقت قدم مبارک پہنچتا ہے تو سیدھا، توسیعی فرش مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا، آگے صحن مسجد میں ایک صف بچھی تھی اس پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا، اور اسی پر بس نہیں، ہر صف پر تقدیم سیدھے ہی قدم سے فرمائی۔ یہاں تک کہ محراب میں مصلے پر قدم پاک سیدھا ہی پہنچتا ہے اور اسی پر کیا منحصر ہے بینی پاک کرنے اور استنجا فرمانے کے سوا حضور کے ہر فعل کی ابتدا سیدھے ہی جانب سے ہوتی تھی۔ چنانچہ عمامہ مبارکہ کا شملہ سیدھے شانہ پر رہتا، عمامہ مبارکہ کے پیچ سیدھی جانب ہوتے، عمامہ مقدسہ کی بندش اس طور پر ہوتی کہ بائیں دست مبارک میں گردش اور داہنا دست مبارک پیشانی پر ہر پیچ کی گرفت کرتا تھا۔

ایک روز جناب سیّد محمود جان صاحب نوری مرحوم ومغفور نے حضور کے عمامہ باندھنے پر عرض کیا کہ حضور عمامہ باندھنے میں الٹا ہاتھ کام کرتا ہے۔ فرمایا: اگر سیدھا ہاتھ ہٹا لیا جائے، تو الٹے ہاتھ سے باندھ تو لیجیے۔ اصل بندش تو سیدھے ہی ہاتھ سے ہوتی ہے۔

اگر کسی کو کوئی شی دینا ہوتی، اور اس نے الٹا ہاتھ لینے کو بڑھایا۔ فوراً اپنا دست مبارک روک لیتے اور فرماتے، سیدھے ہاتھ میں لیجیے، الٹے ہاتھ سے شیطان لیتا ہے۔

اعداد بسم اللہ شریف '۷۸۶' عام طور سے لوگ جب لکھتے ہیں، تو ابتدا '۷' سے کرتے ہیں۔ پھر '۸' لکھتے ہیں، اس کے بعد '۶'۔ مگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پہلے '۶' تحریر فرماتے، پھر '۸' تب '۷'۔

یونہی نقش کے خطوط سیدھی ہی جانب سے کشش فرماتے، اور تہ فرمانے میں بھی اس کا لحاظ تھا کہ نقش کے سیدھے رخ کی طرف یعنی جس طرف ۷۸۶ ہے ادھر سے نیچے کی طرف تہ کرتے ہوئے لاتے، پھر سیدھی جانب سے فلیتے تعویذی صورت می کردیتے۔

یہاں ایک ضروری ارشاد عرض کروں، وہ یہ کہ ہر وہ تعویذ جس پر موم جامہ کرنا ہو پہلے اس پر خوشبو لگالی جائے یا لوبان کی دھونی دی جائے، اس کے بعد سادہ کاغذ لپیٹ کر (کاغذ رول دار نہ ہو) پاک کپڑے کی تہ دے کر موم جامہ کیا جائے۔ یہ احتیاط اس لیے ہے کہ موم جامہ سیاہی کو جلد چاٹ لیتا ہے۔ تو جب نقش ہی نہ رہا، ظاہر ہے کہ اثر کیا ہوگا؟ مسجد سے باہر آتے وقت پہلے الٹا قدم نکالنے کا حکم فرمایا: گیا ہے۔ اس لیے حضور اس موقع پر الٹا قدم جوتے کے بالائی حصہ پر قائم فرما کر سیدھے پاؤں میں پہلے جوتا پہنتے، پھر الٹے میں۔ بیت الادب میں داخل ہوتے وقت عصائے مبارک باہر بازو کو کھڑا فرما کر جاتے۔ شاید اس میں دو مصلحت مضمر تھیں۔ ایک تو یہ کہ دوسرا شخص آنے نہ پائے۔ دوسرے عصائے مبارک مسجد میں ساتھ رہتا تھا۔ بلکہ اس کے سہارے سے قیام میں قیام فرماتے۔ اس لیے احتیاط ملحوظ رکھتے۔ والحمد للہ۔ (ق ۱۷۶، ۱۷۸)

انہیں کا بیان ہے کہ نماز جمعہ کے لیے جس وقت تشریف لاتے، فرش مسجد پر قدم رکھتے ہی حاضرین سے تقدیم سلام فرماتے اور اسی پر بس نہیں، بلکہ جس درجہ میں ورود مسعود ہوتا، تقدیم سلام ہوتی جاتی۔ اس کی بھی آنکھیں شاہد ہیں کہ مسجد کے ہر

درجہ میں وسط در سے داخل ہوا کرتے، اگرچہ آس پاس کے درون سے داخل ہونے میں سہولت ہی کیوں نہ ہو۔ نیز بعض اوقات اورادووظائف مسجد شریف ہی میں بحالت خرام شمالاً وجنوباً پڑھا کرتے۔ مگر منتہائے فرش مسجد سے واپسی (۱۰) ہمیشہ قبلہ رو ہو کر ہی ہوتی، کبھی پشت کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور بحالت اعتکاف اپنی مسجد میں مقیم تھے۔ شب کا وقت، جاڑے کا زمانہ، اوراس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہورہی تھی۔ حضور کو نماز عشاء کے لیے وضو کرنے کی فکر ہوئی کہ پانی تو موجود، مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے؟ بالآخر مسجد کے اندر لحاف گدے کی چارتہ کر کے اس پر وضو کیا، اور ایک قطرہ فرش مسجد پر نہ گرنے دیا، اور پوری رات جاڑوں کی، اوراس پر بادوباراں کا طوفان، یونہی جاگ کر ٹھٹھر ٹھٹھر کر کاٹ دی۔ جزاہ اللہ عن الاسلام خیر الجزاء۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تین چار فوجی آدمی عقیدتاً خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ حضور نے نیچی نظر کرلی۔ انہوں نے کچھ عرض کیا۔ حضور نے بغیر نظر اٹھائے، جواب دیا۔ چونکہ ہم خدام حضور سے سنے ہوئے تھے کہ ناف سے زانو تک مرد کا جسم عورت ہے، اوراس کا چھپانا واجب ہے، اور یہ لوگ نیکر پہنے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے زانو کھلے ہوئے تھے فوراً ایک کپڑا لے کر سب کے زانو ڈھک دیئے۔ اس کے بعد حضور نے نظر ملا کر کلام فرمایا۔

نبیرہ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب کا بیان ہے کہ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے سالانہ جلسہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ پیلی بھیت تشریف لائے۔ ایک روز صبح کو حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پیلی بھیت کے مشہور بزرگ شاہ جی محمد شیر میاں رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ عورتوں کو بیعت کررہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بمقتضائے کمال غیرت علی احکام الشرع بغیر ملے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔ دوسرا کوئی ہوتا، تو بگڑ جاتا، لیکن حضرت شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کمال بے نفسی وحق پسندی اس طرح جلوہ گر ہوا کہ شام کو جب اعلیٰ حضرت بریلی تشریف لے جانے لگے، تو شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسٹیشن تک پہنچانے گئے، اور صبح کے واقعہ پر اظہار افسوس کر کے فرمایا کہ مولانا! اب آئندہ میں عورتوں کو پس پردہ بٹھا کر ان سے بیعت لیا کروں گا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے ان سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا۔ یہ تھے ان حضرات کے مابین ونزعنا فی صدورھم من غل اخوانا علیٰ سرر متقبلین کے جلوے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ وللہ الحمد

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا سیّد دیدار علی صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے جماعت کا وقت تھا مسجد کے کنوے پر ایک بہشتی کا لڑکا پانی بھر رہا تھا جلدی کی وجہ سے اسی لڑکے سے پانی طلب فرمایا، اس نے کہا کہ مولانا میرے بھرے ہوئے پانی سے آپ کو وضو کرنا جائز نہیں اور نہیں دیا مولانا کو غصہ اور فرمایا کہ ہم جب تجھ سے لے رہے ہیں تو کیوں جائز نہیں اس نے کہا کہ مجھے دینے کا اختیار نہیں میں نابالغ ہوں مولانا کو اور غصہ آیا جماعت ہورہی تھی اور یہاں اور دیر لگ رہی ہے فرمایا: آخر جہاں جہاں پانی دیتا ہے ان کا وضو کیسے جائز ہوجاتا ہے اس نے کہا وہ لوگ تو

مجھ سے مول لیتے ہیں اور غصہ آیا مگر اس نے نہیں دیا آخر کار خود بھرا اور جلدی جلدی وضو کر کے نماز میں شریک ہوئے تو غصہ کم ہوا اور سلام پھیرا تو خیال آیا کہ بہشتی کا لڑکا از روئے فقہ صحیح کہتا تھا۔ دیدار علی! تم سے تو اعلیٰ حضرت کے یہاں کے خدمت گاروں کے بچے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں۔ یہ سب اعلیٰ حضرت کے اتباع شریعت کا فیض ہے یہ خیال آ کر بہت شرم آئی اور پھر ادب وعقیدت سے اعلیٰ حضرت سے ملے اور پھر حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ سے خلافت واجازت حاصل کی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔(ق ۹، ۱۷۹، ۱۸۱)

احتیاط فی الدین:

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ نقشہ ماہ مبارک ۱۳۳۵ھ کے اوقات صلاۃ خمسہ فقیر استخراج کرتا ہے، اور تکمیل کے بعد بغرض ملاحظہ کاشانۂ اقدس میں بوقت صبح حاضر کرتا ہے۔ جو دس پندرہ منٹ میں واپس آ جاتا ہے۔ دیکھتا ہوں کہ ہر نماز کے کالم میں صحیح رقوم ہے بجز ایک کالم، کہ اس کے اخیر میں لفظ (خیر) تحریر فرمایا تھا اور جس تاریخ کے وقت میں خامی تھی اس پر نشان (x) بنا دیا تھا۔ چنانچہ جانچ کرنے سے وہ نقص دور ہو گیا۔ جو سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں تھا۔ اگر چہ وقت پر اس کا اثر نہ آتا تھا، مگر غلطی تو تھی، اس لیے بجائے صحیح کے لفظ (خیر) ارقام فرمایا گیا۔ اللہ اللہ یہ ہیں وہ پاک ومتبرک وبے مثل محتاط، صادق القول نفوس قدسیہ جن کی تحریر منیر اور تقریر دل پذیر کا کوئی جملہ، کوئی لفظ، کوئی حرف نعوذ باللہ قابل گرفت نہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ شعبان المعظم کا اخیر ہفتہ ہے، نقشہ اوقات صلاۃ خمسہ ماہ مبارک کا تیار ہو چکا ہے۔ حضور نماز عصر اپنی جیبی گھڑی سے جس میں صحیح وقت تھا، اس سے ایک اور گھڑی میں کچھ منٹ کم یا بیش کر کے میرے اور برادرم قناعت علی کے حوالے فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ شہر سے باہر بلند مقام پر پہنچ کر غروب آفتاب مشاہدہ کرو، اور یہ دیکھو کہ بوقت غروب اس گھڑی میں کیا وقت ہوتا ہے؟ حسب الارشاد ہم دونوں روانہ ہوئے۔ یہ منظر دیکھنے کے لیے ہمارے ساتھ نواب سعید احمد خان صاحب اور نواب وحید احمد خان صاحب قادری رضوی بھی تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں کے پاس ایک گھڑی صحیح وقت کی تار گھر سے ملی ہوئی اور تھی۔ نیز اس روز کا وقت غروب بھی معلوم تھا۔ مختصر یہ کہ بوقت غروب ہم چاروں شخص کی آنکھیں شاہد ہیں کہ قرص آفتاب کا باریک کنارہ جھلک دے رہا ہے، تو وقت میں بھی سکنڈ باقی ہیں، یہاں تک کہ ادھر وقت پورا ہوا، اور اُدھر آفتاب نظروں سے اوجھل تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حاضرین کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ نکل گیا۔ اب فکر صرف یہ رہ گئی کہ حضور کی عطا کردہ گھڑی میں جتنے منٹ کا تفاوت ہوا، حضور کے روبرو صحیح ثابت ہو جائے۔ چنانچہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ غروب کے وقت اس گھڑی میں یہ وقت تھا۔ حضور نے تبسم فرمایا، اور فرمایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ نقشہ کے مطابق غروب ہوا۔

انہیں کا بیان ہے کہ برسات کا موسم تھا، عشاء کے وقت ہوا کے تیز جھونکے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار گل کر دیتے تھے۔ جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت دقت ہوتی تھی اور اس کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ خارج مسجد دیا سلائی جلانے کا حکم تھا۔ اس زمانے میں ناروے کی دیا سلائی استعمال کی جاتی تھی، جس کے روشن کرنے میں گندھک کی بدبو نکلتی تھی۔ لہٰذا اس

تکلیف کی مدافعت حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے یہ کی، کہ ایک لالٹین میں معمولی چار شیشہ لگوا کر کپی میں انڈی کا تیل ڈالا، اور روشن کر کے حضور کے ساتھ ساتھ مسجد کے اندر لے جا کر رکھ دی۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضور کی نظر اس پر پڑی۔ ارشاد فرمایا: حاجی صاحب! آپ نے یہ مسئلہ بارہا سنا ہوگا کہ مسجد میں بدبودار تیل نہیں جلانا چاہیے۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور! اس میں انڈی کا تیل ہے۔ فرمایا: راہ گیر دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس لالٹین میں انڈی کا تیل جل رہا ہے؟ وہ تو یہی کہیں گے کہ دوسروں کو تو فتویٰ دیا جاتا ہے کہ مٹی کا بدبودار تیل مسجد میں نہ جلاؤ اور خود مسجد میں لالٹین جلوا رہے ہیں۔ ہاں! اگر آپ برابر اس کے پاس بیٹھے ہوئے یہ کہتے رہیں کہ اس لالٹین میں انڈی کا تیل ہے، اس لالٹین میں انڈی کا تیل ہے، تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ حاجی صاحب نے فوراً اس لالٹین کو گل کر کے خارج مسجد کر دیا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اگرچہ اس لالٹین میں شرعاً مضائقہ نہ تھا، مگر غایت احتیاط فی الدین کی وجہ سے ایسا فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا کہ: اتقوا مواضع التھم بچو اعتراض کے مواقع سے۔ یعنی اگرچہ وہ بات درست ہو مگر لوگوں کو خواہ مخواہ طعن وتشنیع کا موقع اس سے ملتا ہو، اس سے احتیاط کرو۔ نیز اس میں یہ حکمت تھی کہ عامہ مخلصین ومعتقدین اس لالٹین کو دیکھ کر اپنی غلط فہمی سے اس میں مٹی کا تیل جلتا ہوا سمجھ کر یہ غلط بات باور نہ کر لیں کہ جب اعلیٰ حضرت کی مسجد میں مٹی کا تیل جلایا جاتا ہے تو مسجد میں مٹی کا تیل جلانا جائز ہی ہوگا۔ یہ ہے نشان امامت اہل سنت وغلامی سرکار رسالت کا جلوہ واللہ الحمد

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی آنکھیں دُکھنے آ گئی تھیں۔ اس زمانہ میں بوقت حاضری مسجد متعدد بار ایسا اتفاق ہوا کہ کبھی قبل نماز اور کبھی بعد نماز مجھے پاس بلایا، اور فرمایا: سیّد صاحب! دیکھئے تو آنکھ کے حلقہ سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے؟ ورنہ وضو کر کے نماز اعادہ کرنا ہوگی۔

☆ مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نماز میں اس قدر احتیاط اور جزئیات مسائل کا ایسا خیال فرماتے کہ عام لوگ نہیں، بلکہ اکثر علما اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ایک سال میں بیس رمضان شریف سے اعلیٰ حضرت کی مسجد میں معتکف ہوا۔ چھبیس رمضان شریف سے اعلیٰ حضرت نے بھی اعتکاف فرمایا۔ ایک دن قبل اعتکاف عصر کے وقت تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے۔ میں مسجد کے اپنے کونے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں مجھ سے ایک صاحب نے فرمایا: آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی؟ میں نے کہا کہ میں نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت تو اب پڑھ رہے ہیں۔ مجھے اس وجہ سے یقین نہیں آیا کہ بعد عصر نوافل نہیں، اور اگر کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا ایسا حافظہ نہیں کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے۔ انہوں نے مجھ سے پھر کہا کہ دیکھ لیجئے، وہ پڑھ رہے ہیں۔ میں نے بڑھ کر دیکھا تو واقعی پڑھ رہے تھے۔ مجھے بے حد حیرت ہوئی اور آگے بڑھ کر کھڑا رہا، سلام پھیرنے پر عرض کیا حضور! میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیرہ میں سانس کی حرکت سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا۔ چونکہ نماز تشہد پر ختم

ہو جاتی ہے، اس وجہ سے میں نے آپ سے نہیں کہا اور گھر جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز پڑھ لی۔

یہ ایسا واقعہ ہے کہ اکثر صاحبان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ صرف ایک بزرگ نے مجھ سے یہ سن کر اس کی بڑی عظمت کی۔ یہ بزرگ پیر عبدالحمید صاحب بغدادی ہیں۔ بڑودہ میں تشریف لائے اور جامع مسجد میں ایک دن مغرب کی نماز پڑھائی۔ میں نے ایسا اثر کبھی قرآن شریف پڑھنے کا نہیں دیکھا۔ بعدہ معلوم کیا کہ یہ کون صاحب تھے؟ تب ان سے ملنے ان کی قیام گاہ پر گیا۔ اعجاز قرآنی کے سلسلے میں فرمایا:

میں ایک مرتبہ ایران گیا، وہاں آتش پرستوں کا ایک آتش کدہ بہت پرانا ہے، اس کی پرستش کرتے ہیں۔ ان سے مباحثہ کے لیے لوگوں نے میرا نام لے دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لوگ جسے پوچتے ہیں، اسی سے پوچھ لو۔ یعنی آتشکدہ میں جا کر آگ سے پوچھ لو کہ وہ کس کی رعایت کرتی ہے؟ لوگوں نے اسے محض دھمکانا سمجھا اور لوگوں نے میرا اور وہاں کے ایک پجاری کا نام مقرر کر کے ایک تاریخ، وقت معین کر کے مناظرے کا اعلان کر دیا۔ وقت مقررہ پر تمام شہر کی مخلوق کثرت سے موجود تھی۔ اس وقت میں نے اس پجاری سے کہا، چلیے۔ اب گھبرایا اور رکا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں بھی رکا، تو محض دھمکی سمجھیں گے۔ اس وجہ سے تنہا اس آتش کدہ میں چلا گیا اور پورے بیس منٹ آگ میں کھڑا رہا۔ بعدہ نکل آیا۔ یہ دیکھ کہ بہت سے آتش پرست مسلمان ہو گئے۔ میں نے اپنے ضعف ایمانی کی وجہ سے ان سے مکرر پوچھا کہ آپ کیسے آتش کدہ میں چلے گئے؟ فرمایا: قرآن مجید لے کر، یہ سمجھ کر چلا گیا۔ جب ہم کو قرآن نارِ جہنم سے بچائے گا، تو اس معمولی آگ سے کیوں نہیں بچائے گا؟ اس واقعہ سے حضرات ناظرین ان بغدادی صاحب کی بزرگی اور قوت ایمانی کا اندازہ لگائیں۔ ان بزرگ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ عصر کی نماز کا سنا۔ دوسرے دن ان سے پھر ملاقات ہوئی اور فرمایا: آج پوری رات روتے گزری۔ یہی کہتا رہا کہ خداوند! تیرے ایسے ایسے بندے بھی ہیں، جو اس احتیاط سے نماز پڑھتے ہیں۔ (ق ۱۸۱، ۱۸۴)

مولوی محمد حسین صاحب چشتی نظامی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تمام عمر جماعت سے نماز التزاماً پڑھی اور باوجودیکہ بے حد حار مزاج تھے۔ مگر کیسی ہی گرمی کیوں نہ ہو، ہمیشہ دستار اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے۔ خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔

اعلیٰ حضرت جس قدر احتیاط سے نماز پڑھتے تھے، آج کل یہ بات نظر نہیں آتی۔ ہمیشہ میری دو رکعت ان کی ایک رکعت میں ہوتی تھی اور دوسرے لوگ میری چار رکعت میں کم سے کم چھ رکعت بلکہ آٹھ رکعت۔

ہر شخص حتیٰ کہ چھوٹی عمر والے سے بھی نہایت ہی خلق کے ساتھ ملتے، آپ اور جناب سے مخاطب فرماتے اور حسب حیثیت اس کی توقیر و تعظیم فرماتے۔ (ق ۳۰/۳۱)

صلابت مذہبی و حق گوئی:

حضرت سیّد شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہری کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کے

عرس میں مولانا احمد رضا خان صاحب تشریف لائے تھے۔ کسی نے مولوی سراج الدین صاحب آنولوی کو میلاد شریف پڑھنے بٹھا دیا تھا۔ انہوں نے اثنائے تقریر میں یہ کہا کہ پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں قیامت کے دن فرشتے روح ڈالیں گے۔ چونکہ اس میں حیات انبیاء علیہم السلام کے مسلّمہ اصول سے انکار نکلتا تھا۔ یہ سن کر مولانا موصوف کا چہرہ متغیر ہو گیا، اور جناب مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: آپ اجازت دیں تو میں ان کو منبر پر سے اتار دوں۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے آنولوی صاحب کو بیان سے روک دیا، اور مولانا عبدالمقتدر صاحب سے فرمایا کہ مولانا ایسے بے علم لوگوں کو مولانا احمد رضا خان صاحب کے سامنے میلاد شریف پڑھنے نہ بٹھایا کیجیے۔ جن کے سامنے بیان کرنے والے کے لیے علم اور زبان پر بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا: ’مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا ہے کہ انہیں وجوہ سے آج کل کے واعظین اور میلاد خوانوں کے بیانوں و وعظوں میں جانا چھوڑ دیا‘ اور حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ حضرت ان میں سے ہیں جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار میں عرس حضرت البرکات شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کے قبل مولانا کو طلب کر لیا تھا۔ درگاہ شریف کے ایک حجرہ میں قیام فرماتے تھے۔ مبارک جان نامی علی گڑھ کی ایک مشہور اور بڑی متمول رنڈی کسی کے یہاں مارہرہ آئی ہوئی تھی۔ درگاہ معلیٰ میں حاضر ہوئی اور روضہ شریف کی سیڑیوں پر بیٹھ کر گانا آغاز کرنا ہی چاہتی تھی، سازندوں نے ساز لگائے تھے۔ تو مولانا کی نظر پڑ گئی اور بے اختیار ہو کر حجرہ سے باہر تشریف لا کر ان سے فرمایا کہ تم یہاں کیسے آئے؟ یہ درگاہ معلیٰ ناچ گانے شیطانی کاموں کی جگہ نہیں، فوراً یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ یہ فرمایا اور درگاہ سے ان لوگوں کو باہر کر دیا۔

جناب حاجی کفایت اللہ صاحب جناب حاجی خدابخش صاحب کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے صبح کی نماز اعلیٰ حضرت کے پیچھے پڑھی۔ جب حضرت نماز پڑھ چکے، تو ایک مسافر صاحب آئے ہوئے تھے، انہوں نے اعلیٰ حضرت کو ایک خط دیا۔ وہ صاحب اعلیٰ حضرت کے مرید تھے، ان کی داڑھی حد شرع سے کم تھی۔ انہوں نے خواہش کی کہ کوئی وظیفہ حضور مجھ کو تعلیم فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ جس وقت تمہاری داڑھی حد شرع کے مطابق ہو جائے گی، اس وقت وظیفہ وغیرہ بتادوں گا۔ وہ صاحب اس کے متعلق ایک بزرگ کا سفارشی خط لائے تھے کہ ان کو کچھ بتا دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا: جب تک تم داڑھی حد شرع تک بڑھا کر نہ آؤ گے، اس وقت تک تم کسی کی سفارش لاؤ، تم کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ جب داڑھی تمہاری حد شرع کے مطابق ہو جائے گی، میں خود ہی بتادوں گا، اس میں کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں۔

رسالہ مبارکہ ’دربار حق وہدایت‘ میں حضرت مولانا ابوالمساکین شاہ ضیاالدین صاحب قادری رضوی پیلی بھیتی مدیر تحفہ حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجلس علمائے اہل سنت و جماعت پٹنہ کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۷/رجب المرجب لغایۃ ۱۳/رجب المرجب ۱۳۱۸ھ میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ شرکت فرماتے ہیں۔ جلسہ مذکورہ کے اخیر روز ایک شاعر آزاد، نیچری وضع، داڑھی صفا نے، جن کے ساتھ اسی وضع کے آٹھ دس حضرت اور بھی تھے، خدمت اقدس حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ

عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہوکر اپنا ایک فارسی ترکیب بند، تین بند کا مدح جلسہ مبہمہ (جس سے کچھ بھی واضح نہ ہوتا تھا کہ کس جلسہ کی تعریف ہے) اس اظہار کے ساتھ کہ میں نے اس مجلس مبارک علمائے اہل سنت و جماعت کی مدح میں لکھا ہے، اس جلسہ میں پڑھ کر فخر حاصل کرنے کی اجازت مانگتا ہوں، پیش کیا۔ حضرت والا نے فرمایا: مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے پاس لے جایئے، انہیں سنا بھی لیجیے۔ اگر وہ بعض الفاظ کی تبدیلی کو کہیں بدل دیجیے، اور انہیں سے اجازت لیجیے۔ آزاد صاحب اعلیٰ حضرت کے پاس آئے، اپنی نظم دکھائی۔ حضور نے بعض الفاظ مخالف شرع میں اصلاح دی۔ آزاد صاحب نے قبول کی۔ حضور نے اُن کی وضع قطع و ترکیب سے سراپا نیچری اور داڑھی منڈی دیکھ کر فرمایا: آپ مولوی سیّد اعظم شاہ صاحب کو اجازت دیجئے کہ وہ آپ کی طرف سے جلسہ میں پڑھ دیں۔ کہا میں ایرانی لہجہ میں پڑھوں گا۔ شاید مولوی صاحب نہ پڑھ سکیں۔ مولوی اعظم شاہ صاحب نے فرمایا: عربی مصری، ایرانی جیسا لہجہ کہیے، میں پڑھ دوں۔ پھر ایک بند ایرانی لہجہ میں پڑھ کر سنایا۔ آزاد صاحب نے پسند کیا، اور بظاہر راضی ہوئے کہ یہی پڑھ دیں۔ مولانا مولوی سیّد عبدالصمد صاحب سہسوانی کا وعظ ہو رہا تھا' اس کے ختم کا انتظار رہے کہ حافظ سیّد عبدالمجید صاحب رئیس موضع اندھوس تشریف لائے، اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا۔ کچھ ضروری عرض ہے، دوسرے کمرے میں تشریف لے چلیے۔ ارشاد فرمایا: جلسہ وعظ سے اٹھ کر جانا کیا مناسب ہے؟ اگر کوئی ایسی ہی شدید ضرورت ہو تو خیر! ورنہ ختم وعظ کا انتظار کیجیے۔ کہا: اسی وقت کی ضرورت ہے۔ حضور اٹھے، اور ایک خالی کمرہ میں، جہاں صرف مولوی سیّد شاہ بشیر صاحب اللہ آبادی تشریف رکھتے تھے، جا کر بایں الفاظ تمہید شروع کی کہ یہ آٹھ دس نیچری جو اس داڑھی منڈے کے ساتھ آئے ہیں، سب ندوی تھے۔ اس داڑھی منڈے نے انہیں ہدایت کر کے ندوہ سے بیزار کیا، اور جلسہ اہل سنت کا طرف دار بنایا ہے۔ حضور نے فرمایا: اگر ایسا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں جزا ہے۔ اس وقت مقصود کیا ہے؟ کہا۔ اس کی نظم جلسہ میں دوسرا پڑھے، اس میں اس کی سخت دل شکنی ہے۔ اجازت دیجئے کہ یہی پڑھے، اور اس کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ یہ پورا سنّی ہے۔ یہاں تک کہ ندوہ کا بھی مخالف ہے۔ آپ اس کی نیچری وضع پر نہ جائیں۔ جب زیادہ اصرار ہوا، اور مولوی سیّد شاہ بشیر صاحب سے بھی حافظ صاحب نے سفارش چاہی تو حضور نے فرمایا: بہت اچھا یہی پڑھیں۔ مگر ایک شرط یہ ہے کہ کھڑے ہو کر برسر جلسہ اعلانیہ فرمائیں۔ صاحبو! میں سنّی صحیح العقیدہ ہوں۔ نیچریوں، وہابیوں، رافضیوں، غیر مقلدوں، سب گمراہوں سے جدا ہوں۔ اس وضع کو بھی خلاف شرع شریف جانتا ہوں۔ میں نے اپنے علمائے اہل سنت و جماعت کی مدح میں کچھ نظم عرض کی ہے، اسے سنانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد پڑھ دیں، ہمارا حرج نہیں۔ حافظ صاحب اس شرط پر راضی ہو گئے۔ وہاں سے جا کر یہ شرط آزاد صاحب سے بیان کی۔ یہ انہیں منظور نہ ہوئی۔ حافظ صاحب پھر آئے اور کہا کہ آپ مجھ سے حلف اٹھوالیں کہ یہ داڑھی منڈا سنی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب وہ برسر جلسہ اعلان کر دیں گے، آپ کے حلف کی حاجت نہ رہے گی۔ کہنے لگے کہ آپ اس کا بھی خیال نہیں کرتے کہ اس نے اتنے لوگوں کو ندوہ کا مخالف بنا دیا ہے۔ اس پر حضور نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صدقین ·

مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت فرمائی اگر تم سچے ہو۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ پہلے آپ اعلان کر دیجئے کہ میں سنی ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا سنی ہونا یہاں سے حرمین محترمین زادھما اللہ شرفا وتکریما تک آفتاب سے زیادہ روشن ہے، میری تصنیفات تمام ہندوستان میں شائع ہیں، جو میری سنیت پہ شاہد عدل ہیں اور بیان کو کہیے تو رات چار گھنٹے تک فقیر نے یہی بیان کیا کہ میں سنی ہوں، اور بحمد اللہ نیچریہ، وہابیہ، رافضیہ، وغیر مقلدین، وندویہ وغیرہ سب بدمذہبوں سے بیزار ہوں اور جب تک زندہ رہوں گا، بعونہ تعالیٰ تقریراً تحریراً یہی بیان واعلان کرتا رہوں گا۔ فقیر پر بحمد اللہ کسی تہمت واحتمال کا وہم نہیں، جس سے تبریہ کی حاجت ہو۔ حافظ صاحب ساکت ہو کر گئے۔ مگر آزاد صاحب بہت گرم ہوتے ہوئے تشریف لائے کہ مجھ پر وجہ احتمال وتہمت کیا ہے؟ مولوی سیّد اعظم شاہ صاحب نے آزاد صاحب کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر بتایا کہ یہ ہے! کہا ترک داڑھی منڈاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: اس سے جواز کیوں کر ثابت ہوا؟ یہ جلسہ ندویہ کی سنگت نہیں، جس میں سب کی کھپت ہے۔ یہاں آکر اگر اپنی نظم سنانا چاہتے ہیں، تو پہلے وہ اعلان کرنا ضرور ہوگا، ورنہ اجازت نہ ہوگی۔ آزاد صاحب وحافظ صاحب وجملہ نیاچرہ خفا ہو کر چلے گئے۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ یہ پورے آزادی پسند اور ندوہ کے خادم اور پابند ہیں۔ اسی جلسہ ندوہ میں ان کی اُردو نظم مدح ندوہ میں چھپ چکی ہے۔ جو انہوں نے ندوہ کے جلسہ میں پڑی۔ اس مہمل ومبہم ترکیب بند کے سنا دینے میں یہ حکمت تھی کہ اعتراض کی گنجائش ہوگی کہ مجلس علمائے اہل سنت میں بھی ایسے حضرات لکچراری کرتے ہیں، مگر اہل سنت کا حافظ وناصر اللہ عزوجل ہے، وللہ الحمد

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کی سب سے چھوٹی صاحب زادی مرحومہ کی شادی عنقریب ہونے والی تھی کہ بمبئی سے تار آیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی حج کے ارادہ سے آئے ہوئے ہیں، اور مسافر خانہ میں مقیم ہیں۔ حضور نے فوراً تار کا جواب تار پر دیا کہ تحقیقی تار آنے پر، میری آمد کا تار ملنے پر، جہاز کا ٹکٹ خرید لیا جائے، اور تیاری شروع کر دی۔ جب یہ خبر عام ہوئی تو اکثر بندگان خدا جنہیں مقدور تھا اور پہلے سے منتظر تھے، آمادہ ہو گئے۔ حضور کی صاحبزادی صاحبہ مرحومہ نے بھی اپنے جذبۂ شوق میں عرض کر ہی دیا کہ حضور نے میرے لیے جو سامان مہیا فرمایا ہے اسے فروخت کر کے مجھے بھی ساتھ لیتے چلیے۔ معلوم ہوا کہ حضور نے وعدہ فرمایا ہے اسے فروخت کر کے مجھے بھی ساتھ لیتے چلیے۔ معلوم ہوا کہ حضور نے وعدہ فرمالیا۔ میں اور برادرم قناعت علی بھی عرصہ مدید سے حسب گنجائش پس انداز کر رہے تھے، اور جس کا ایک موقع پر حضور کو علم ہو گیا تھا، اس لیے حضور نے ایک روز ہم دونوں سے دریافت فرمایا۔ ہم لوگوں نے مقدار جدا جدا عرض کی اور وہ اس قدر تھی کہ مجموعی رقم ایک شخص کے لیے کفایت کرتی۔ حضور یہ معلوم کر کے خاموش مکان میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں کچھ خطوط لکھ کر فرمایا: انہیں پڑھ کر ڈاک میں ڈال دو اور اندر تشریف لے گئے۔ ان خطوط میں تحریر فرمایا تھا کہ میرا ارادہ حرمین طیبین حاضری کا ہے، میرے ساتھ چند بندگان خدا جانا چاہتے ہیں، اگر آپ کے امکان میں حج بدل کا انتظام ہو سکے تو ذریعہ تار مطلع کیجیے، اور میرے تار کے جواب میں تار پر روپیہ روانہ کیجیے۔ چنانچہ ان خطوط کا جواب فوراً تار پر آیا' روپیہ کا انتظام ہے صرف حضور کے تار کا

انتظار ہے' یہ تار ملنے پر حضور نے ہم دونوں سے وعدہ فرمالیا۔ اس کے دوسرے روز صبح کے وقت مکرمی جناب حکیم علی احمد خاں صاحب نے جو حضور کے بھانجے تھے اور جن کے سپرد تعویذات کا کام تھا، مجھے اور قناعت علی کو اپنی ڈیوڑھی میں بلا کر اندر سے ایک عرضی لا کر دکھائی، جو انہوں نے حضور کی خدمت میں بایں مضمون پیش کی تھی کہ حضور! مجھے اپنے ہم رکاب لے چلئے، اور حج بدل کی کوشش فرمادیجیے۔ اس پر حضور نے تحریر فرمایا تھا کہ میں نے دو بندگان خدا سے وعدہ کرلیا ہے، پہلے وہ مستحق ہیں۔ اس کے بعد اگر کہیں سے اور آ گیا تو آپ کو بھی ساتھ لے لوں گا۔ حکیم صاحب کا مقصود اس درخواست کے دکھانے سے یہ تھا کہ ہم لوگوں کو شاید معلوم ہو کہ وہ دو شخص کون ہیں، جن سے حضور نے وعدہ فرمالیا ہے؟ ہم دونوں نے عرض کیا کہ وہ دونوں شخص ہم دونوں ہیں۔ مختصر یہ کہ اب بمبئی سے تھانوی کی نقل و حرکت پر تار یکے بعد دیگرے آنے لگے۔ اب مسافر خانہ سے سامان بندرگاہ جارہا ہے، اب وہ مع ہمراہیان روانہ ہوگئے، اب جہاز پر سامان بار ہو رہا ہے، اب وہ مع ہمراہیان جہاز پر سوار ہونے کے لئے جا رہے ہیں، اس کے بعد آخر تار آیا کہ تھانوی اپنے بعض عزیزوں کو روانہ کرنے کے لیے آئے تھے، خود نہیں گئے۔ لہٰذا حضور نے بھی ارادہ ملتوی فرمادیا۔

یہاں ناظرین کرام پر اتنا ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ حضور نے اس سفر مبارک کو تھانوی کی روانگی پر کیوں منحصر کیا تھا وجہ یہ تھی کہ وہابیہ کی عیاریاں، مکاریاں، کیا دیاں اس دیار پاک میں کوئی نیا فتنہ نہ پیدا کریں کہ اس گندے بروزے کے اثرات ہندوستان کی فضا کو خراب کریں۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضرت ننھے میاں (برادر خورد اعلیٰ حضرت) عصر کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حیدرآباد دکن سے ایک رافضی محض آپ سے ملنے کی غرض سے پیچھے آرہا ہے۔ تالیف قلوب کے لیے اس سے بات چیت کرلیجئے۔ کہ اتنے میں وہ بھی آ گیا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور بالکل اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ ننھے میاں نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ بیٹھ گیا۔ حضور کے مخاطبہ نہ فرمانے سے اس کی بھی جرأت نہ ہوئی کہ تقدیم کلام کرتا۔ غرض تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے حضور کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دوری سے ملاقات کے لیے آیا تھا، اخلاقاً توجہ فرما لینے میں کیا حرج تھا؟ حضور نے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا: میرے اکابر نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے، پھر فرمایا: "امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد شریف سے تشریف لا رہے ہیں۔ راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ میں بھوکا ہوں۔ آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں، وہ پیچھے پیچھے کاشانہ اقدس تک پہنچتا ہے۔ امیر المومنین خادم کو کھانے لانے کے لیے حکم فرماتے ہیں، خادم کھانا لاتا ہے، اور دستر خوان بچھا کر کھانا سامنے رکھتا ہے۔ وہ کھانا کھانے میں کوئی بدمذہبی کے الفاظ زبان سے نکالتا ہے۔ امیر المومنین خادم کو حکم فرماتے ہیں: کھانا اس کے سامنے سے فوراً اٹھالیا جائے اور کان پکڑ کر باہر کر دیا جائے۔ خادم فوراً تعمیل کرتا ہے۔ خود حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوا دیا:

اخرج یا فلاں انك منافق اے فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے۔

انہیں کا بیان ہے کہ بدایونی مقدمہ کی فتح یابی پر مبارک بادیوں کا سلسلہ ختم ہوا ہی تھا کہ سرکار مارہرہ کے عرس سراپا قدس کا زمانہ آ گیا۔ حضرت سیّد شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشیں دامت فیوضہ اعلیٰ حضرت قبلہ کو عرس شریف میں شرکت کرنے کے لیے مدعو فرماتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اہالیان بدایوں میں اکثریت آپ کے موافقین کی ہے۔ انہوں نے یہ طے کیا ہے کہ جس روز اعلیٰ حضرت بدایوں اسٹیشن سے گزریں گے، اس روز شہر کے کسی باغ میں پھول باقی نہ رکھیں گے۔ اس قدر کثرت سے گل ریزی کرنے کا انتظام ہو رہا ہے، اور لوگ نہایت ہی مشتاق ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا: میں خود ہی ارادہ کر رہا تھا کہ بہت عرصہ سے حاضری بھی نہیں ہوئی ہے، ضرور حاضری کا قصد رکھتا ہوں۔ غرض یہ خبر مشتہر ہوتے ۔۔۔۔ ہمراہ چلنے کے واسطے اپنے یہاں کی تواریخ تقریبات ہٹا دیں۔ عوام وخواص جس کو دیکھئے مارہرہ شریف چلنے کا سامان کر رہا ہے۔ لہٰذا اس کثرت کو دیکھتے ہوئے حضور نے فرمایا: بہتر ہوگا، اگر اسپیشل کا انتظام کر لیا جائے۔

حضرت سیّد شاہ مہدی حسن میاں صاحب نے ادھر تو اعلیٰ حضرت قبلہ کو دعوت شرکت عرس کی دی، اور ادھر نواب حامد علی خان والی ریاست رامپور کو بھی (۱۱) عرس شریف کی شرکت کی دعوت دی اور یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ بھی امسال عرس شریف کے موقع پر تشریف لائیں گے۔ چونکہ نواب رام پور برسوں سے حضور کے علم جفر کا کمال دیکھ کر زیارت کا مشتاق اور کوشاں تھا اس موقع کو غنیمت جان کر دعوت منظور کر لیتا ہے اور اظہار نیازمندی وخوش اعتقادی کے لیے بہت کچھ ساز وسامان ریاست سے مارہرہ شریف پہنچ جاتا ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے بستی تک سڑک کے دونوں جانب روشنی کے لیے قریب قریب گیس کے ہنڈے لگا دیے گئے، اور ہر ٹرین پر زائرین کو لینے کے لیے ریاست کی موٹر اور ہاتھی، جن پر زری کی جھولیں پڑی تھیں، گشت لگا رہے تھے۔ جب ریاست کی طرف سے ساز وسامان مارہرہ شریف پہنچ گیا، اور والی ریاست نے یہ طے کر دیا کہ جس وقت اعلیٰ حضرت بریلی سے روانہ ہوں گے، میں بھی اسپیشل سے روانہ ہو جاؤں گا۔ اس وقت حضرت سیّد شاہ مہدی حسن صاحب قبلہ نے مزید رجسٹری کرنے کے لیے ایک خط حضور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بدیں مضمون بھیجا کہ:

> میں نے سنا ہے کہ آپ نے مارہرہ آنے کے بارے میں کسی سے کہا ہے کہ میں تو پیشاب پھرنے کو بھی وہاں نہ جاؤں گا۔

جس وقت یہ خط یہاں آیا، حضور فوراً باہر تشریف لے آئے، چہرہ سے اثر جلال نمایاں تھا۔ فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ جس لیے میاں نے یہ خط بھیجا ہے۔ لکھتے ہیں کہ 'میں نے کسی سے کہا ہے کہ میں پیشاب پھرنے کو بھی مارہرہ نہیں جاؤں گا' یہ فقرہ محض اسی لیے دماغ سے اتارا گیا ہے کہ میں اس کے جواب میں یہ لکھ دوں کہ آپ کو یہ کسی نے غلط باور کرایا ہے میں ضرور آؤں گا۔ مجھ سے رجسٹری کرانا مقصود ہے تاکہ نواب کو دکھانے کے لیے ہو جائے۔ میاں سمجھتے ہیں کہ میں اس چہار دیواری کے اندر بیٹھا ہوں، اسے کیا خبر ہوگی؟ میں جانتا ہوں کہ میری روانگی ہوتے ہی نواب کا اسپیشل روانہ ہو جائے گا، جو بالکل تیار کھڑا ہے۔ چونکہ وہ خط

اعلیٰ حضرت نے اتنا ہی پڑھا تھا، اس لیے آگے پڑھنے کو مصطفےٰ میاں سے فرمایا، جس میں لکھا ہوا تھا: 'یہ سن کر میرا دل پاش پاش ہوگیا' فرمایا: جس کا دل پاش پاش ہوجائے، وہ خط لکھنے پر قادر ہوسکتا ہے۔ بس اب نہ جاؤں گا.........اور نہ تشریف لے گئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نواب رام پور نینی تال جارہے تھے، اسپیشل بریلی شریف پہنچا، تو حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار کے نوٹ ریاست کے مدار المہام کی معرفت بطور نذرانہ اسٹیشن سے حضور کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور والی ریاست کی جانب سے مستدعی ہوتے ہیں، کہ ملاقات کا موقع دیا جائے۔ حضور کو مدار المہام صاحب کے آنے کی خبر ہوئی، تو اندر سے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدار المہام صاحب سے فرمایا کہ میاں کو میرا اسلام عرض کیجیے، اور یہ کہیے گا۔ 'یہ الٹی نذر کیسی؟ مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنا چاہیے نہ کہ میاں مجھے نذر دیں، یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں، واپس لے جایئے۔ فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والی ریاست کو بلاسکوں، اور نہ میں والیان ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جاسکوں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی اس صلابت مذہبی کو دین وشرع سے ناواقف لوگ شدت وغلظت وطبیعت یا متقضائے قومیت (یعنی پٹھان ہونے) پر محمول کریں گے۔ لیکن درحقیقت یہ خالص اتباع شریعت ہے، اور علمائے کرام کا معمول تھا۔ چنانچہ رسالہ 'عرصہ طہور' مصنفہ سیّد شاہ ابوالخیر محمد نور الحسن صاحب رحمانی میں ہے۔

> بادشاہ دہلی حاضر خدمت مولانا فخر الدین صاحب چشتی کے ہوا۔ موافق دستور کے آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ بعد ازاں اعلیٰ ادنیٰ جو آیا، سب کی تعظیم فرماتے رہے۔ بادشاہ جب وہاں سے رخصت ہوکر حضرت مرزا مظہر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے موافق عادت کے کوئی تعظیم نہیں فرمائی، اور جو کوئی آیا، اس کی بھی تعظیم نہیں فرمائی۔ بعد ازاں وہاں سے رخصت ہوکر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں آیا، آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ اس کا وزیر بھی آیا، تو کوئی تعظیم نہ فرمائی۔ بعد ازاں چوبدار شاہی سامنے آیا، اس کی تعظیم فرمائی۔ بادشاہ متعجب ہوکر مستفسر ہوا کہ اس اشکال کو حل فرمایئے، اور ہر جگہ کا دیکھا ہوا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: حضرت فخر الدین چشتی مقام توحید وجود میں ہیں، لہٰذا سب میں جلوۂ یاران کو نظر آتا ہے، اور حضرت مرزا صاحب پر توحید شہود کا غلبہ ہے، لہٰذا مشاہدۂ عظمت الٰہی کے سبب سے کسی کی تعظیم روا نہیں رکھتے، اور فقیر پابند شرع ہے، تم اولو الامر ہو تمہاری تعظیم لازم ہے، اور یہ وزیر رافضی ہے، لہٰذا قابل تعظیم نہیں، اور چوبدار تمہارا حافظ قرآن ہے، اس واسطے میں نے تعظیم کی۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی سب صفتوں میں ایک بہت بڑی صفت جو عالم باعمل کی شان ہونی چاہئے، یہ تھی کہ آپ کا ظاہر باطن ایک تھا۔ جو کچھ آپ کے دل میں تھا وہی زبان سے ادا فرماتے تھے، اور جو کچھ زبان سے فرماتے، اسی پر آپ کا عمل

تھا۔ کوئی شخص کیسا ہی پیارا ہو یا کیسا ہی معزز، کبھی اس کی رعایت سے کوئی بات خلاف، شرع اور اپنی تحقیق کے، نہ زبان سے نکالتے نہ تحریر فرماتے اور رعایت، مصلحت کا وہاں گزر ہی نہ تھا۔ جس طرح دیگر علمائے مشاہیر کے یہاں اس کا رواج تھا۔

مولوی سلیمان صاحب ندوی 'حیات شبلی' صفحہ ۲۸۱ پر لکھتے ہیں:

یہی زمانہ ہے جب سرسید کے مشورہ سے مولانا نے خلافت پر مسلسل ایک مضمون لکھنا چاہا، جس میں ترکوں کی خلافت کو مذہبی حیثیت سے انکار کیا تھا۔ یہ مضمون علی گڑھ میگزین میں چھپا۔ مگر چوں کہ یہ آورد تھا آمد نہ تھا، اس لیے وہ ناتمام ہی رہا۔ ۱۹۲۰ء میں جب رکن وفد خلافت کی حیثیت سے لندن گیا تھا، تو پروفیسر آرنلڈ اکثر اس مضمون کو یاد دلاتے تھے، میں کہتا تھا کہ مولانا نے لکھا نہیں لکھوایا گیا تھا۔

اس میں قطع نظر اس سے کہ جو شبلی صاحب کا خیال تھا، وہ حق تھا یا جو سرسید کا عقیدہ تھا، درست تھا، اتنا ثابت ہوتا ہے کہ شبلی صاحب ترکی سلطان کو خلیفة المسلمین و امیر المؤمنین جانتے تھے۔ مگر سرسید کے کہنے سے ان کی خلافت کے خلاف مضمون لکھا، اور اس کو علی گڑھ میگزین میں چھپوایا۔ اگرچہ درحقیقت اس مسئلہ میں سرسید کا عقیدہ درست تھا کہ سلطان ترکی قریشی نہ ہونے کے سبب خلیفة المسلمین نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت اس مسئلہ کی پوری توضیح و تحقیق اپنے رسالہ مبارکہ دوام العیش فی الائمة من قریش میں فرمائی ہے۔

یوں ہی جس طرح قلب و زبان میں یگانگت و اتفاق کلی تھا، اسی طرح زبان و عمل میں بھی۔ مثلاً اپنے کو وہ محمدی سنی حنفی قادری فرماتے۔ یہی پہلی مہر مبارک میں کندہ بھی تھا۔ تو آپ پورے محمدی سنی تھے، کسی بات میں کسی فعل میں خلاف سنت نہیں کیا، نہ کسی وقت کسی موقع پر مذہب حنفی کے خلاف کوئی عمل کیا، نہ قادری مشرب کے خلاف کوئی بات کی جس طرح دوسرے مشاہیر کیا کرتے ہیں۔ سلیمان صاحب ندوی اسی کتاب کے صفحہ ۲۸۵ پر شبلی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں "بلکہ بات یہ ہے کہ وہ شدید حنفی تھے (اور میرا ابھی یہی خیال ہے اور غیر مقلدین سے مناظرہ کرنا ان کے ردّ میں کتاب لکھنا اس پر دال ہے)۔ پھر بھیندوی صاحب نے صفحہ ۲۸۷ پر شبلی صاحب کے سفر روم کے واقعہ میں لکھا۔ جہاز پر دو تین روز تک پرندے کے گوشت کھانے سے پرہیز کیا، پھر مسٹر ارنلڈ کے کہنے پر کہ جہاز پر جانوروں کی گردن مروڑی نہیں جاتی، بلکہ ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کو دیکھنے کے لیے گئے، اور اس ذبح کو خلاف مذہب حنفی جانتے ہوئے اس کو کھایا، اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اگرچہ حنفیوں کے یہاں یہ ذبیحہ حلال نہیں، لیکن اس مسئلہ میں چند دنوں کے لیے شافعی بن گیا تھا۔ (سفر نامہ صفحہ ۱۵)

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ منشی شوکت علی صاحب سابق محرر چونگی ساکن محلّہ ذخیرہ، حاجی محمد شیر صاحب پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے از حد معتقد، کہ اکثر لوگ انہیں حضور ہی کا مرید جانتے ہیں۔ محرم الحرام کی کسی ابتدائی تاریخ میں حضور کی خدمت اقدس میں سیاہ ٹوپی اوڑھے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ ان پر نظر

پڑتے ہی ارشاد ہوتا ہے۔

منشی جی عشرہ محرم تک تین رنگ کا کپڑا پہننا نہیں چاہئے ایک سبز کہ علم داروں کا لباس ہے، دوسرا سرخ کہ خوارج پہنتے ہیں، جنھوں نے شہادت امام عالی مقام پر خوشی منائی تھی۔ تیسرا سیاہ یہی روافض کا لباس ہے۔ آپ کے سر پر سیاہ ٹوپی ہے۔

یہ سنتے ہی منشی جی نے فوراً ٹوپی اتار لی، اور برہنہ سر بیٹھ گئے۔ ارشاد فرمایا: اب تو آپ نے روافض کا اور تشبہ اختیار کرلیا اور فوراً حکم ہوا کہ اندر مکان سے میری ٹوپی منگالو یہ سن کر حاضرین میں سے ہر ایک اپنی اپنی ٹوپی اس لالچ میں کہ حضور کی ٹوپی ہمیں ملے گی منشی جی کو پیش کرنے لگا۔ مگر کیا وہ اس بات کو سمجھتے تھے؟ انہوں نے کسی کی ٹوپی قبول نہ فرمائی، اور اتنی دیر یوں ہی بیٹھے رہے، جب تک کہ حضور کی کلاہ مبارک حاصل نہ کرلی۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ میں رؤیت ہلال سے پہلے روئی کی مرزئی پہنے ہوئے تھا۔ اسکے کپڑے میں یہ تینوں رنگ موجود تھے یعنی اس کی زمین سیاہ تھی اور اس پر سرخ گلاب کے پھول اور شاخیں پتیاں سبز تھیں۔ اگرچہ اس کے پہنے رہنے سے کسی کا تشبہ نہ تھا اس لیے کہ ہر ایک جدا جدا تینوں رنگوں میں سے ایک ایک رنگ اختیار کرتا ہے، مگر میں نے احتیاطاً مرزئی کو اتار دیا۔ (ق ۱۸۴، ۱۹۵)

ماہ جمادی الاخرہ ۱۳۰۰ھ میں مُفصلہ بریلی، بدایوں، سنبھل، رامپور، وغیرہ نے متفقہ طریقہ سے مسئلہ تفضیل میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کا اعلان کیا اور سہوًا نے مولانا مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی مصنف تنسیق النظام فی مسند الامام وحاشیہ ھدایہ وغیرہ کو امیر جماعت ومناظرہ کیا اور بریلی پہنچے۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت منضج پی رہے تھے اور جلاب کے دن قریب تھے۔ ایک نئے طبیب کے زیر علاج تھے۔ اس کی سازش سے یہ مشورہ ہوا کہ مسہل کے ایک دن قبل دعوت مناظرہ دینی چاہیے۔ اعلیٰ حضرت بوجہ مسہل خود ہی انکار کردیں گے اور اگر ہمت کی بھی تو طبیب کی حیثیت سے وہ معالج صاحب منع کردیں گے۔ بات بن جائے گی کہ مناظرہ سے فرار کیا۔ لیکن جسے خداوند عالم سربلند کرے اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً چیلنج مناظرہ منظور فرمالیا۔ معالج صاحب نے بہت منع کیا کہ کل مسہل کا دن ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مناظرہ کرتے ہوئے مجھے مرجانا منظور ہے، اور مناظرہ سے انکار کرکے بچنا مقصود نہیں۔ آخر اسی حالت میں تیس سوال لکھ کر سرگروہ جماعت جناب مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی کے پاس روانہ کردیئے۔ مولانا موصوف کی دیانت کہ بمجرد سوالات دیکھنے کے فرمایا: ان سوالات کا جواب کوئی شخص تفضیلی عقیدہ رکھتے ہوئے نہیں دے سکتا ہے، اور اسی وقت ریل میں سوار ہوکر مکان تشریف لے آئے۔ اس کے بعد شرح عقائد کا حاشیہ مسمّٰی بہ نظم الفوائد تحریر فرمایا۔ جس میں مذہب اہل سنت وجماعت کی حمایت وتائید کی۔ دوسرے معاونین نے یہ حال دیکھ کر من سکت سلم پر عمل کیا اور بالکل خاموشی اختیار کی۔ جس کی قدرے تفصیل رسالہ فتح خیبر میں اسی زمانہ میں مطبوع ہوچکی ہے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے کئی مرتبہ ان لوگوں کو دعوت مناظرہ دی، مگر ادھر سے صدائے برنخاست۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم ۔(ق ۱۲، ۱۳)

خودداری:

حضرت سیّد شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک سال مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں، میں نے اور میاں صاحب بھائی قبلہ مرحوم نے مولوی حامد رضا خان صاحب اور بریلی کے ایک مرزا جی کو، جن کا نام اس وقت خیال سے اترا ہوا ہے (۱۲)، اور جن کے پاس موئے شریف بھی تھا، اور خوش آواز آدمی تھے، نعت شریف نور کا قصیدہ پڑھنے بٹھا دیا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دستور یہ تھا کہ وہ بعد مغرب میرے پاس زمانہ عرس میں آ بیٹھتے تھے۔ مولوی حامد رضا خاں صاحب پڑھ رہے تھے، کہ مولانا تشریف لے آئے، مگر یہ دیکھ کر کہ مولوی حامد رضا خاں صاحب اور مرزا جی ساتھ مل کر اشعار نعت شریف پڑھ رہے ہیں۔ فوراً ہی اٹھ کر قیام گاہ تشریف لے گئے اور مولوی حامد رضا خاں صاحب کو بھی بلوالیا۔ مجھے خیال گزرا کہ کہیں مولوی حامد رضا خاں صاحب پر ناراض نہ ہوں۔ میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے یہ خیال ظاہر کر کے انہیں مولانا کے خیمہ میں بھیجا۔ مولوی حامد رضا خاں پہنچ چکے تھے اور مولانا عبدالقادر صاحب سے اس بارے میں گفتگو آنے پر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت! میں علما کے لیے اس طرح ایسے مواقع پر عوام کے ساتھ آوازیں ملا کر نغمہ و ترنم سے نعت شریف پڑھنا مناسب نہیں سمجھتا، اور مجھے صاحبزادہ صاحب یعنی فقیر کے بڑے لڑکے سیّد غلام محی الدین فقیر عالم) سے بھی مثنوی شریف کے ساتھ اس طریقے پر نعت شریف کے اشعار پڑھوانا نامناسب معلوم ہوا تھا...... (فقیر عالم سے اشعار نعت مولانا عبدالقادر صاحب نے اس سے پہلے پڑھوائے تھے)۔

جناب سیّد ایوب علی کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے بدایونی پیڑوں کی ہانڈی پیش کی۔ حضور نے فرمایا کہ کیسے تکلیف فرمائی؟ انہوں نے کہا کہ حضور کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور جواب سلام فرما کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر دریافت فرمایا: کوئی کام ہے؟ انہوں نے عرض کیا کچھ نہیں حضور محض مزاج پرسی لیے آیا تھا۔ ارشاد فرمایا: عنایت و نوازش اور قدرے سکوت کے بعد حضور نے پھر بایں الفاظ مخاطب فرمایا: کچھ فرمائیے گا؟ انہوں نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد پھر حضور نے وہ شیرینی مکان میں بھجوادی۔ اب وہ صاحب تھوڑی دیر کے بعد ایک تعویذ کی درخواست کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے تو آپ سے تین بار دریافت کیا مگر آپ نے کچھ نہ بتایا، اچھا تشریف رکھئے اور اپنے بھانجے علی احمد خان صاحب مرحوم کے پاس سے تعویذ منگا کر کہ یہ کام انہیں کے متعلق تھا، ان صاحب کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کا اشارہ پاتے ہی مکان سے وہ مٹھائی کی ہانڈی منگوا کر سامنے رکھ دی۔ جسے حضور نے بایں الفاظ واپس فرمایا: 'اس ہانڈی کو ساتھ لیتے جائیے، میرے یہاں تعویذ بکتا نہیں ہے' انہوں نے بہت کچھ معذرت کی، مگر قبول نہ فرمایا۔ بالآخر وہ بے چارے اپنی شرینی واپس لیتے گئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے جہاں گیر خان صاحب قادری رضوی ساکن محلّہ چھپی ٹولہ قلعہ سے فرمایا کہ مجھے ایک پیپا مٹی کے تیل کی ضرورت ہے، کیوں کہ وہ تیل فروخت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ایک پیپا تیل لے کر حاضر ہوئے۔ حضور

نے قیمت دریافت فرمائی۔ انہوں نے اس وقت جو قیمت تھی اس کا اظہار بایں الفاظ فرمایا: ویسے تو اس کی قیمت یہ ہے مگر حضور کچھ کم کر کے اتنی دے دیں اس پر حضور نے فرمایا: مجھ سے وہی قیمت لیجئے جو سب سے لیتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا نہیں حضور! آپ میرے بزرگ ہیں، عالم ہیں، آپ سے عام بکری کے دام کیسے لے سکتا ہوں؟ حضور نے فرمایا: میں علم نہیں بیچتا ہوں اور وہی عام بکری کے دام خان صاحب کو دیے۔ (ق، ۲۹)

محبت وعزت علما:

حضرت مولانا سیّد شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بمضمون اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم • جس قدر کفار و مرتدین پر سخت تھے، اسی درجہ علمائے اہل سنت کے لیے ابر کرم سراپا کرم تھے۔ جب کسی سنی عالم سے ملاقات ہوتی، دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے، اور ان کی ایسی عزت وقدر کرتے کہ وہ خود اپنے کو اس کا اہل نہ خیال کرتے۔ خصوصاً مولانا عبدالقادر صاحب اور مولانا احمد رضا خان صاحب میں جو اخلاص ومحبت واتحاد و وداد کے تعلقات تھے، دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ مختصر یہ کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کو مولانا عبدالاقادر صاحب اپنے عزیز ترین بھائی سے کسی طرح کم نہیں سمجھتے تھے۔ اپنا قوت بازو خیال فرماتے اور مولانا احمد رضا خان صاحب بھی ان کو اپنا بزرگ بھائی جانتے، ان کے اعزاز واکرام میں مافوق الحادۃ کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرماتے۔ حتیٰ کہ ان کے سامنے حقہ نہ پیتے، پان نہ کھاتے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں قصیدہ امال الابرار والام الاشرار اعلیٰ حضرت کو سنایا کرتا تھا۔ جب اس شعر پر پہنچا

اذا حلو اتمصرت الایادی اذا راحو فصار المصر بید

جب وہ تشریف فرما ہوتے تو ویرانہ شہر بن جاتا ہے اور جب وہ کوچ کرتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ تو محض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ واقعہ ہے حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی شان تھی کہ جب یہاں فروکش ہوتے، عجیب رونق اور چہل پہل ہو جاتی، در و دیوار روشن ہوتے، انوار و برکات کی بارش ہوتی اور جب واپس تشریف لے جاتے، باوجودیکہ صرف وہی ایک جاتے، گھر کے سب لوگ، محلّہ والے، سب کے سب رہتے، لیکن عجیب اداسی اور ویرانیت چھا جاتی۔

دولہا گیارہ گئے براتی (ق ۱۹۶، ۱۹۷)

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ میرے زمانہ قیام بریلی شریف یعنی ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک علمائے اہل سنت ومشائخ کرام وداعیان دین وملت ودیگر حضرات اہل سنت وجماعت برابر تشریف لایا کرتے۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ ایک دو مہمان تشریف نہ لاتے ہوں۔ ان سب کی خاطر ومدارات حسب مرتبہ کی جاتی اور علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت کے مسرت کی جو حالت ہوتی احاطہ تحر ر سے باہر ہے۔ خصوصاً

☆ حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب پیلی بھیتی۔
☆ حضرت ابوالوقت شیر بیشہ سنت مولانا ہدایت الرسول صاحب لکھنوی
☆ حضرت مولانا سراج الدین ابوالزکا شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری
☆ حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رام پوری
☆ حضرت مولانا عید الاسلام شاہ عبد السلام جبل پوری
☆ حضرت مولانا سیّد شاہ محمد فاخر صاحب اجملی الہ آبادی
☆ حضرت مولانا سیّد شاہ علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھوی
☆ اوران کے صاحبزادہ حضرت مولانا سیّد شاہ احمد اشرف صاحب
☆ جناب مولانا قاضی عبد الوحید صاحب عظیم آبادی
☆ محمد عمر الدین صاحب ہزاروی نزیل بمبئی
☆ حضرت مولانا سیّد شاہ دیدار علی صاحب الوری ثم اللاہوری
☆ جناب مولانا شاہ احمد مختار ساحب صدیقی میرٹھی
☆ مولانا شاہ حبیب اللہ صاحب میرٹھی
☆ حضرت استاذ مولانا عبید اللہ صاحب الہ آبادی ثم الکانپوری
☆ مولانا مشتاق احمد صاحب کان پوری
☆ مولانا سیّد شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری علی گڑھی
☆ مولانا رحیم بخش صاحب بہاری آروی
☆ مولانا سیّد شاہ عبد الغنی صاحب سہسرامی وغیرہ وغیرہ علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت کا سماں تو بیان سے باہر ہے۔ ان میں حضرت محدث سورت اکثر وبیشتر تشریف لایا کرتے اور حضرت سیف اللہ المسلول جناب مولانا شاہ ہدایت الرسول صاحب جب تشریف لاتے تو شہر بھر میں ان کے وعظوں کی دھوم پڑ جاتی اور جگہ جگہ (وعظ) ہونے لگتے اور مہینہ دو مہینہ سے کم قیام کی نوبت نہ آتی وہ زمانہ بھی عجیب چہل پہل کا ہوتا شہر بھر میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ جاتی۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور پیلی بھیت حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کے یہاں تشریف لے گئے دوران قیام میں، ایک روز کسی صاحب کے یہاں دعوت تھی اور بوجہ نقاہت پالکی میں تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا۔ منجملہ اور متوسلین ومعتقدین کے خود حضرت محدث صاحب ممدوح پیادہ پا پالکی کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ چونکہ کہاروں کی رفتار تیز تھی، آپ نے سعی فرمائی، یہاں تک کہ دوڑنا شروع کر دیا اور اسی پر بس نہ کیا، بلکہ نعلین شریفین در بغلین

کرلیں۔ شارع عام پر عام بلکہ تمام حضرات حیرت واستعجاب سے پالکی اور مولانا ممدوح کو دیکھ رہے تھے۔ یکا یک کہاروں نے کاندھا بدلنے کے لیے پالکی روکی، چونکہ حضرت محدث صاحب تیز روی سے ہمراہ تھے، لہٰذا رو میں پالکی کی کھڑکی کا سامنا ہوگیا۔ جس وقت اعلیٰ حضرت حیرت واستعجاب سے پالکی اور مولانا ممدوح کو دیکھ رہے تھے۔ یکا یک کہاروں نے کاندھا بدلنے کے لیے پالکی روکی، چونکہ حضرت محدث صاحب تیز روی سے ہمراہ تھے، لہٰذا رو میں پالکی کی کھڑکی کا سامنا ہوگیا۔ جس وقت اعلیٰ حضرت کی نظر حضرت محدث صاحب پر پڑی کہ برہنہ پالکی کے ہمراہ ہیں۔ کہاروں کو حکم فرمایا: پالکی یہیں رکھ دو اور فرمایا: مولانا! یہ کیا غضب کررہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: حضور تشریف تو رکھیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ محدث صاحب نے فرمایا: آپ بہت کمزور ہیں، اور ابھی مکان دور ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا تو آپ یہیں سے واپس تشریف لے جایئے، تب میں پالکی میں بیٹھوں گا۔ ورنہ میں پیدل چلوں گا۔ بالآخر محدث صاحب کو واپس ہونا پڑا، تب پالکی آگے بڑھی۔ چونکہ حضرت محدث صاحب بھی وہاں مدعو تھے، اعلیٰ حضرت کے پہنچ جانے کے بعد اب رئیس صاحب نے دوبارہ پالکی حضرت محدث صاحب کے لیے بھیجی۔

حضرت محدث سورتی کہ اصول فروع کسی ایک مسئلہ میں بھی اعلیٰ حضرت سے خلاف نہیں۔ صاحب ورع وتقویٰ، عالم باعمل، حق گوئی کی یہ شان کہ ہروقت ہر حال میں حق بات دوٹوک اور فیصلہ کن کہتے ہیں۔ اصلاً پس وپیش نہ کیا، اس لیے اعلیٰ حضرت جب کبھی ان کو خط تحریر فرماتے، آداب والقاب اس طرح لکھتے: '**الاسد الاسد الاشد الارشد، کنز الکرامة، جبل الاستقامه**، ان کو اعلیٰ حضرت سے نہ صرف محبت بلکہ عشق تھا۔ اسی لیے شاید ہی کوئی مہینہ ایسا ہوتا کہ پیلی بھیت سے بریلی تشریف لاکر اعلیٰ حضرت سے ملاقات نہ کرتے ہوں۔ ان دونوں علم وعمل، دین ودیانت، رشد وہدایت کے شمس وقمر کا منظر بھی قابل دید ہوتا تھا۔ پیلی بھیت سے اکثر محدث سورتی صاحب صبح کی گاڑی سے تشریف لاتے کہ دن بھر قیام کرکے شام کے وقت واپس ہوجائیں گے۔ اس کو اعلیٰ حضرت کی کرامت کہیے یا حضرت محدث صاحب کا جذب محبت، اکثر ایسا ہی اتفاق ہوتا کہ جس وقت حضرت محدث صاحب تشریف لاتے، کسی نہ کسی ضرورت سے اعلیٰ حضرت باہر ہی تشریف رکھتے اور آتے ہی ملاقات ہوجاتی اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت باہر نہیں ہوتے تو اطلاع ہونے پر باہر تشریف لے آتے۔ جس وقت ان دونوں کی نظریں دوچار ہوتیں۔ پہلے مصافحہ، پھر معانقہ فرماتے، اس کے بعد ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے۔ پھر دونوں حضرات سائبان میں قالین پر تشریف رکھتے، پھر ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے کے بعد علمی باتیں شروع ہوتیں۔ افسوس کہ اس وقت ان کے ضبط کا خیال نہ ہوا، ورنہ خدا جانے کیسے گراں مایہ مضامین اکٹھا ہوجاتے، جس کی قدر علما کرتے، عوام اس سے بے شمار فائدے اٹھاتے۔

ایک مرتبہ کسی ضروری فتویٰ کے لیے تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ تصنیف وتالیف، تحریر مضامین، جواب استفتاء وغیرہ زنانہ مکان میں تحریر فرماتے۔ حضرت محدث سورتی صاحب ہی کی خصوصیت تھی کہ ان کی تشریف آوری کے

وقت زمانہ قیام تک حضرت بھی باہر ہی تشریف رکھتے، اور جو کچھ تحریر فرمانا ہوتا، باہر ہی تحریر فرماتے۔ چنانچہ اس استفتا کا جواب باہر ہی بیٹھے لکھ رہے تھے، کہ حقہ بھرنے کو خادم گیا۔ اس وقت حضرت نے لکھنا چھوڑ دیا۔ عادت کریمہ تھی کہ جب تک لکھتے یا کتاب دیکھتے، چشمہ لگائے رہتے۔ جب لکھنا موقوف فرماتے، عینک کو پیشانی کے اوپر چڑھا لیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہ شورٹ سائڈ تھی۔ یعنی دور کی نگاہ اچھی نزدیک کی کمزور تھی۔ جیسا کہ عام طور پر بوڑھے لوگوں کی نگاہ ہوا کرتی ہے، اسی لیے لکھنے پڑھنے کے وقت چشمہ لگایا کرتے، اور فارغ وقتوں میں وہ چشمہ خارج ہو جاتا، اوپر چڑھا لیا کرتے تھے۔ اسی عادت کی وجہ سے ایک مرتبہ بہت دقت ہوئی، چشمہ حضرت نے پیشانی پر چڑھا لیا تھا۔ کچھ دیر تک لوگوں سے باتوں میں مشغول رہے، اس کے بعد کچھ لکھنا چاہا تو ذہن سے یہ بات اتر گئی کہ چشمہ اوپر چڑھا لیا ہے۔ چشمہ کی تلاش شروع کی، مگر چشمہ نہ ملا۔ اتنے ہی میں اتفاقیہ منہ پر ہاتھ پھیرا تو چشمہ پیشانی پر سے ڈھلک کر آنکھوں پر آرہا (۱۳) غرض چشمہ پیشانی پر چڑھا کر حضرت نے فتویٰ اسی وقت تحریر فرما دیا، مگر پیلی بھیت جانے کی اجازت نہ دی۔

تعظیم واکرام سادات

علمائے کرام نے اپنی مستند تصانیف میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم سے ہے کہ وہ چیز جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت واضافت ہے، اس کی تعظیم وتوقیر کرنا اوران میں سادات کرام جزءِ رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر وتعظیم ہیں اوراس پر پورا عمل کرنے والا میں نے اعلیٰ حضرت قدس سرالعزیز کو پایا۔ اس لیے کہ کسی سیّد صاحب کو وہ اس کی ذاتی حیثیت ولیاقت سے نہیں دیکھتے، بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جزء ہیں۔ پھر اس اعتقاد ونظریہ کے بعد جو کچھ ان کی تعظیم وتوقیر کی جائے، سب درست وبجا ہے۔ اعلیٰ حضرت اپنے قصیدہ نور میں عرض کرتے ہیں

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

جناب سیّد ایوب علی احب کا بیان ہے۔ ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لیے کاشانہ اقدس میں ملازم ہوئے۔ بعد معلوم ہوا کہ سیّد زادے ہیں۔ لہٰذا گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ صاحبزادے صاحب سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں۔ کھانا وغیرہ اور جس شے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے، جس تنخواہ کا وعدہ ہے، وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے۔ چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ فقیر اور برادرم سیّد قناعت علی کے بیعت ہونے پر بموقع عیدالفطر بعد نماز دست بوس ہوئے، حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ چوم لیے، یہ خائف ہوئے اور دیگر مقربان خاص سے تذکرہ کیا، تو معلوم ہوا کہ حضور کا یہ معمول ہے کہ بموقع عیدین دورانِ مصافحہ سب سے پہلے جو سیّد صاحب مصافحہ کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت اس کی دست بوسی فرمایا کرتے ہیں۔ غالباً آپ موجود سادات کرام میں سب سے پہلے دست بوس ہوئے ہوں گے۔

توشہ غوث پاک:

انہیں کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے کسی مراد کے لیے حضور کے فرمانے پر، حضور پر نور سیّد غوث پاک حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا توشہ شریف مانا تھا۔ جس کا نسخہ یہ ہے..... توشہ حضور رائے قضائے حاجات ونیل مرادات

(تیر) بہدف ست مایدکہ این توشہ اگر توفیق رفیق باشد پیش از حصول مقصود ادا نماید۔

میدہ گندم شکر	روغن زردہ (گھی)	مغز بادام پستہ	
۵ مار (ماشہ)	۵ مار	امار	امار
کشمش ناریل	قرنفل	الا ئچی سفید	دارچینی
امار	امار ۶ چھٹانک	۶ چھٹانک	چھٹانک؟؟

ایں ہر سہ پنج چھٹانک ہر ہمہ را یکجا کردہ حلوا بپزد، و بہ صلحا بخوراند اصل نسخہ ہمیں قدر ست و در کم وبیش نمودن ایں توشہ مختار ست بقدر میسر بعمل آرو۔ **(الفوز بالامال فی الاوفاق والاعمال)**

مذکورہ بالا نسخہ کی نسبت حضور نے یہ بھی فرمایا کہ اس میں قرنفل اور دارچینی ہے، فی زمانہ لوگ کھانے میں تکلیف (محسوس) کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے بدلے چرونجی کیوڑا وغیرہ شامل کردیں۔ مصارف میں تخفیف کی نیت نہ ہو۔ ہاں خوش ذائقہ کرنے کے لیے اضافہ ہو جائے، تو حرج نہیں۔

راقم الحروف اور اس کے احباب کے یہاں نسخہ مندرجہ ذیل مرّج ہے۔

سوجی	روغن زرد	ناریل	کشمش پستہ
۵ر مار، ۱۰ر مار	۵ر مار	ار مار	ار مار، ار مار
مغز بادام	الا ئچی سفید	چرونجی	زعفران، ار مار
ار مار	۶ر چھٹانک ار مار	۲ر ماشہ نصف بوتل	

خیر آمدم برسر مطلب کہ جب ان کی مراد حاصل ہوئی تو وہ توشہ تیار کرا کے آستانہ عالیہ ہی پر حضور سے فاتحہ دلانے کے لیے آئے۔ لہٰذا ایک کمرہ میں فرش بچھایا گیا۔ حضور نے فرمایا: سب حضرات وضو فرمالیں اور خود بھی تجدید وضو فرمایا۔ حلوہ کا دیگچہ سامنے رکھا گیا۔ حضور بغداد مقدس کی جانب کہ سمت قبلہ سے ۱۸ر درجہ شمال کو ہے، رخ کر کے کھڑے ہوئے، اور حاضرین سے فرمایا: سب صاحب **بسم اللہ شریف** کے بعد سات بار درود غوثیہ **اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد معدن الجود والکرم والہ وبارك وسلم**، ایک بار **الحمد شریف**، ایک بار **آیۃ الکرسی شریف**، اور سات بار **قل ھو اللہ شریف**، پھر تین بار درود غوثیہ شریف پڑھ کر سرکار بغداد کی نذر کریں۔ الغرض بعد فاتحہ جنہوں نے توشہ کیا تھا، دسترخوان بچھایا، اس پر کچھ اشعار جا بجا لکھے تھے، جسے حضور نے اٹھوا دیا اور سادہ دسترخوان منگوا کر بچھوایا، اور فرمایا: تحریر پر کوئی شے نہ رکھنا چاہئے۔ دسترخوان پر ظروف طعام کے علاوہ کھانا اتارنے والے بے تکلف چلتے پھرتے ہیں۔ انہیں مطلق احساس نہیں ہوتا کہ ہمارا قدم کہاں پڑتا ہے؟ اس کے بعد ہر ایک کے سامنے تشتریوں میں حلوہ رکھا گیا اور سب نے **بسم اللہ شریف** پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ جب سب لوگ کھا چکے فرمایا: ابھی ہاتھ نہ دھوئے جائیں، بلکہ صف بستہ رو بہ عراق ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیے۔

حاضرین صفیں درست کرنے لگے، فرمایا: جس قدر سادات ہیں، وہ مت اوّل میں سب سے آگے رہیں گے۔ یہاں تک خود بھی پیچھے کھڑے ہوئے۔ بعدہ فرمایا: سیلچی میں سب لوگ باحتیاط ہاتھ دھوئیں، اور مستعمل پانی محفوظ جگہ پر ڈلوا دیا جائے اور کلی کرنے کی جگہ تھوڑا تھوڑا پانی سب لوگ پی لیں۔ اس کے بعد دعا کی گئی۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں سادات کرام کو بہ نسبت اور لوگوں کے دوگنا حصہ بروقت تقسیم شیرینی ملا کرتا تھا اور اسی کا اتباع اہل خاندان بھی کرتے ہیں۔

ایک سال بموقع بارہویں شریف ماہ ربیع الاول ہجوم میں سیّد محمود خاں صاحب علیہ الرحمۃ کو خلاف معمول اکہرا حصہ یعنی دو تشتریاں شیرینی کی بلاقصد پہنچ گئیں۔ موصوف خاموشی کے ساتھ حصہ لے کر سیدھے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کے یہاں سے آج مجھے عام حصہ ملا۔ فرمایا: سیّد صاحب تشریف رکھیۓ اور تقسیم کرنے والے کی فوراً طلبی ہوئی، اور سخت اظہار ناراضی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ابھی ایک سینی (خوان) میں جس قدر آ سکین بھر کر لاؤ۔ چنانچہ فوراً تعمیل ہوئی، سیّد صاحب نے عرض بھی کیا کہ حضور میرا یہ مقصد نہ تھا۔ ہاں! قلب کو ضرور تکلیف ہوئی، جسے برداشت نہ کر سکا۔ فرمایا: سیّد صاحب یہ شرینی تو آپ کو قبول کرنا ہوگی، ورنہ مجھے سخت تکلیف رہے گی اور قاسم شیرینی (تقسیم کرنے والے) سے کہا کہ ایک آدمی کو سیّد صاحب کے ساتھ کر دو، جو اس خوان کو مکان پر پہنچا آئے۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی۔

انہیں کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں، اور حاضرین کا مجمع ہے کہ شیخ امام علی صاحب قادری رضوی مالک ہوٹل آئس کریم بمبئی کے برادر خورد مولوی نور محمد صاحب کی آواز جو بسلسلہ تعلیم مقیم آستانہ تھے، باہر سے قناعت علی قناعت علی پکارنے کی گوش گزار ہوئی۔ انہیں فوراً طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: سیّد صاحب کو اس طرح پکارتے ہو؟ کبھی آپ نے مجھے بھی نام لیتے ہوئے سنا؟ مولوی نور محمد صاحب نے ندامت سے نظر نیچی کر لی۔ فرمایا: تشریف لے جایئے اور آئندہ سے اس کا لحاظ رکھیے۔

اسی تذکرہ میں فرمایا کہ شریف مکہ کے زمانہ میں حاجیوں سے ٹیکس بڑی سختی سے وصول کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کارکن مستورات کی جامہ تلاشی کرتے تھے۔ ایک عالم صاحب مع مستورات وہاں پہنچتے ہیں، ان کی مستورات کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا گیا۔ عالم صاحب کو یہ بات بہت شاق گزری اور انہوں نے رات بھر شریف صاحب کو برا بھلا کہا اور بد دعائیں دیں۔ صبح ہوتے آنکھ لگ گئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "مولوی صاحب کیا میری اولاد ہی آپ کے بد دعا کرنے کو رہ گئی تھی؟ پھر فرمایا: سیّد کو اگر قاضی حد لگائے تو یہ نہ خیال کرے کہ میں سزا دے رہا ہوں، بلکہ یہ تصور کرے کہ شاہزادے کے پیروں میں کیچڑ بھر گئی ہے، اسے دھو رہا ہوں۔

مکتوب مولانا سیّد شاہ عبدالمنان منعمی:

مجی مخلصی حامی دین متین مولانا مولوی سیّد شاہ ابوسلمان محمد عبدالمنان صاحب قادری چشتی فردوسی ابوالعلائی منعمی مفتی

وصدر مدرس مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد سے میں نے درخواست کی کہ آپ کو بھی اگر کوئی واقعہ اعلیٰ حضرت کے متعلق معلوم ہو تو تحریر کر کے مجھے عنایت کریں۔ اگر چہ میں نے اخبار ہمدرد دہلی ودبدبہ سکندری رامپوری میں اس کے متعلق ابھی اعلان بھی کر دیا ہے۔لیکن خاص حضرت کو خصوصیت کے ساتھ بذریعہ خط یا ملاقات ہو جانے پر زبان بھی فرمائش کر دیتا ہوں۔ چنانچہ مولانا موصوف نے یہ خط مجھے تحریر فرمایا: جو بہت جامع ہے لیکن اصل واقعہ کے اعتبار سے تعظیم سادات سے اس کا تعلق ہے۔اس لیے اس جگہ درج کرنا انسب معلوم ہوتا ہے۔

۷۸۶

مجی محترمی......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے اخبار ہمدرد میں یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ جناب نے ایک بڑی خدمت اور اہم کام جو مسلمانان عالم کے لیے مفید کار آمد ہوگا، اپنے سر لیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت حامی سنت ماحی بدعت مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا قاری حافظ شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات جمع کر کے منظر عام پر لائیں اور ان کی پاکیزہ زندگی کو سنی مسلمانوں کے لیے خصوصا اور دیگر مسلمانوں کے لیے عموماً مشعل ہدایت بنائیں۔ پھر اخبار مذکور کا یہ اعلان کہ جن حضرات کو حالات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ معلوم ہوں، وہ بذریعہ ڈاک ارسال فرمائیں۔ جناب کی کاوشوں اور انہماک کا اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ طریقت جو جناب والا نے اختیار فرمایا ہے، تدوین حالات کے لیے ازبس مفید ثابت ہوگا۔ اعلیٰ حضرت کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ تو آفتاب شریعت ماہتاب طریقت ہے۔ دنیا کا کون سا خطہ اور مقام ہے جو آپ کی علمی ضوفشانی سے محروم رہا ہو۔ دوست تو دوست دشمن کو بھی آپ کے تبحر علمی اور فضل وبزرگی کا قائل پایا۔ سچ ہے۔

الفضل ماشهدت به الاعداء

علمائے عصر وفضلائے دہر خواہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں، آپ کی تحقیقات وتدقیقات کے سامنے سر تسلیم خم ہی کرتے تھے۔ ہندوستان تو ہندوستان، علمائے مکہ ومدینہ زادھما اللہ شرفا وتعظیما وروم شام ومصر ویمن سب ہی کو آپ کے علم وفضل کا مداح پایا۔

مجھ فقیر کو بھی ۱۳۳۹ھ کے موسم بہار میں زیارت کا موقع ملا۔ یوں تو عرصہ دراز سے آپ کے رسائل مفیدہ، تحریرات انیقہ دیکھا کرتا تھا اور جزئیات فقہیہ پر اعلیٰ حضرت کو جو ید طولیٰ حاصل تھا، اس کا قائل بھی تھا، اور در حقیقت یہی رسائل وتحریرات نے زیارت کا ولولہ بھی اس فقیر کے دل میں پیدا کر دیا تھا۔ بالآخر جب یہ فقیر درس نظامیہ کی تکمیل کر رہا تھا، اور تعلیم کا آخری سال گزار رہا تھا، تو برسوں کی تمنائے دلی بر آئی، بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ طالب علمانہ شان سے اعلیٰ حضرت کے مدرسہ میں پہنچا۔ حضرات اساتذہ سے ملاقاتیں کیں، اور دلی تمناؤں کے اظہار کا موقع ہاتھ آیا۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو کہوں گا کہ جناب مولانا مولوی قاضی رحم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ نے مجھے اعلیٰ حضرت کی خدمت فیض درجت میں پہنچایا، اور مری پوری

رہبری کی۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تحریک خلافت وترک موالات اپنے پورے شباب پر تھی، اور جماعت کثیرہ ان تحریکوں میں شامل تھی۔ بناء علیہ یہ فقیر بھی شدت کے ساتھ ان تحریکات کا حامی تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی تحریروں نے جو وقتاً فوقتاً مجھے مل جایا کرتی تھیں، اور جناب مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب اور ابوالکلام (آزاد) کی باہمی گفتگو نے مجھے ان تحریکات سے برگشتہ کر دیا تھا، اور ایک قسم کی دل میں خلش پیدا ہوگئی تھی، جس نے بریلی شریف پہنچانے میں معاونت کی کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو، اور مسائل حاضرہ بھی سمجھ لوں۔ چنانچہ جیسا سنا کرتا تھا، اور تحریروں سے معلوم کرتا تھا کہ علمی تبحر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں، اور اخلاق نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زندہ مثال ہیں۔ آپ کی زیارت نے بتمام وکمال فقیر پر یہ ثابت کر دیا کہ جو کچھ بھی آپ کی تعریفیں ہوتی ہیں، وہ کم ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ یہ فقیر سادات سے ہے، تو آپ نے بڑی عزت بخشی، اور جملہ شکوک کو چند منٹوں میں اس طرح رفع فرما دیا گویا کہ شکوک کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ پھر اخلاق کا یہ عالم کہ دو دن مجھے آپ کے اخلاق کریمانہ نے روک رکھا، اور ان دونوں میں اس فقیر نے بہت کچھ فیوض وبرکات حاصل کئے۔ پھر رخصت ہوتے وقت خاص کرم فرمایا کہ کچھ نقد روپے جو الٰہ آبادی کی آمدورفت میں صرف ہو سکتے ہیں۔ بلکہ کچھ زائد ہی تھے، مرحمت فرمائے۔ فقیر نے پہلے تو انکار کیا، لیکن اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا کہ یہ تو آپ کے گھر کے عنایت کردہ ہیں، اسے لے لیجیے، تو فقیر نے وہ رقم لے لی، اور واپسی کے بعد ان تحریکات سے کلیۃً علیحدگی اختیار کر لی۔

پھر بعد وصال اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ، چند مرتبہ عرس اعلیٰ حضرت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ بعد وصال بھی اعلیٰ حضرت کی روحانیات نے اپنے فیوض وبرکات سے محروم نہ رکھا۔ وللہ الحمد والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

فقیر الی المولیٰ تعالیٰ سیّد شاہ ابوسلمان محمد عبدالمنان قادری چشتی فردوسی منعمی ابوالعلائی غفرلہ الباری مفتی وصدر مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد پٹنہ سیٹی ۷؍دسمبر ۱۹۴۷ء یوم یکشنبہ۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ کی مغربی سمت، جس میں کتب خانہ نیا تعمیر ہو رہا تھا۔ عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں جس میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے، قیام فرما تھیں، اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا۔ اسی طرح کئی مہینہ تک وہ مکان مردانہ رہا۔ جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی، بے کھٹکے پہنچ جایا کرتے۔ جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا، مستوارت حسب دستور سابق اس مکان میں چلی آئیں۔ اتفاق وقت کہ ایک سیّد صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا پھر تشریف لائے اور

اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے، بے تکلف اندر چلے گئے۔ جب نصف آنگن میں پہنچے تو مستورات کی نظر پڑی، جو زنانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں۔ انہوں نے جب سیّد صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردہ میں ہو گئیں۔ ان کے جانے کی آہٹ سے جناب سیّد صاحب کو علم ہوا کہ یہ مکان زنانہ ہو گیا ہے۔ مجھ سے سخت غلطی ہوئی جو میں چلا آیا اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے۔ کہ اعلیٰ حضرت دکھن طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے، اور جناب سیّد صاحب کو لے کر اس جگہ پہنچے، جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے، اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے، اور سیّد صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے، جس میں سیّد صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہو۔ پہلے تو سیّد صاحب خفت کے مارے خاموش رہے، پھر معذرت کی، اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زنانہ مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت! یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں، آپ آقا زادے ہیں، معذرت کی کیا حاجت ہے؟ میں خود سمجھتا ہوں، حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔ غرض، بہت دیر تک سیّد صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی، پان منگوایا، ان کو کھلایا۔ جب دیکھا کہ سیّد صاحب کے چہرہ پر آثار ندامت کے نہیں ہیں اور سیّد صاحب نے اجازت چاہی ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر کے پھاٹک تک پہنچا کر ان کو رخصت فرمایا۔ وہ دست بوس ہو کر رخصت ہوئے۔ عجیب اتفاق کہ وہ وقت مدرسہ کا تھا اور رحم اللہ خاں خادم بھی بازار گئے ہوئے تھے۔ کوئی شخص باہر کمرہ پر نہ تھا، جو سیّد صاحب کو مکان کے زنانہ ہو جانے کی خبر دیتا۔ جناب سیّد صاحب نے اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان فرمایا، اور مذاق سے کہا ہم نے تو سمجھا کہ آج خوب پٹے، مگر ہمارے پٹھان نے وہ عزت و قدر کی کہ دل خوش ہو گیا۔ واقعی حب رسول ہو تو ایسا ہو۔

دوسرا واقعہ بھی اس سے کم نہیں۔ ایک سیّد صاحب بہت غریب مفلوک الحال تھے۔ عسرت سے بسر ہوتی تھی اس لیے سوال کیا کرتے تھے۔ مگر سوال کی شان عجیب تھی، جہاں پہنچتے، فرماتے: دلواؤ سیّد کو۔ ایک دن اتفاق وقت کہ پھاٹک میں کوئی نہ تھا، سیّد صاحب تشریف لائے، اور سیدھے زنانہ دروازہ پر پہنچ کر صدا لگائی: دلواؤ سیّد کو۔ اعلیٰ حضرت کے پاس اسی دن ذاتی اخراجات علمی یعنی کتاب، کاغذ وغیرہ داد و دہش کے لیے دو سو روپے آئے تھے، جس میں نوٹ بھی تھے، اٹھنی، چونی، پیسے بھی تھے۔ کہ جس چیز کی ضرورت ہو، صرف فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصہ کو جس میں یہ سب روپے تھے، سیّد صاحب کی آواز سنتے ہی ان کے سامنے لا کر حاضر کر دیا، اور ان کے روبرو لیے ہوئے کھڑے رہے۔ جناب سیّد صاحب دیر تک ان سب کو دیکھتے رہے، اس کے بعد ایک چونی لے لی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حضور! یہ سب حاضر ہیں۔ سیّد صاحب نے فرمایا: مجھے اتنا ہی کافی ہے۔

الغرض! جناب سیّد صاحب ایک چونی لے کر سیڑھی پر سے اتر آئے۔ اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے، پھاٹک پر ان کو رخصت کر کے خادم سے فرمایا: دیکھو! سیّد صاحب کو آئندہ سے آواز دینے، صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑھے۔ جس وقت سیّد صاحب پر نظر پڑے۔ فوراً حاضر کر کے سیّد صاحب کو رخصت کر دیا کرو۔

سبحٰن اللہ و بحمدہ! تعظیم سادات ہو تو ایسی ہو۔

کیوں اپنی گلی میں وہ روا دار صدا ہو
جو نذر لیے راہ گدا دیکھ رہا ہو

مولانا مولوی مفتی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں نے حضرت سیّدنا سیّد شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف کی روایت سے تحریر فرمایا کہ جب میں بریلی آتا، تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے۔ حسب دستور ہاتھ ہلاتے وقت فرمایا: حضرت شاہزادہ صاحب! یہ انگوٹھی اور چھلے مجھے دے دیجئے۔ میں نے فوراً اُتار کر دے دیئے اور وہاں سے بمبئی چلا گیا۔ بمبئی سے واپس مارہرہ آیا، تو میری بیٹی فاطمہ نے کہا کہ ابا! بریلی مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے۔ یہ دونوں طلائی تھے۔ والا نامہ میں تحریر تھا۔ شاہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیا آپ کی ہیں۔ یہ تھا اعلیٰ حضرت کا سادات اور پیرزادوں کا احترام جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ (ق ۲۰۱:۲۰۹)

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ موسم بارش میں شب کے وقت جناب سیّد محمد جان صاحب قادری برکاتی نوری رحمۃ اللہ علیہ ساکن محلّہ گڑھی حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں، حضور! جو میں مانگوں عطا فرمادیں۔ ارشاد فرمایا: سیّد صاحب! اگر میرے امکان میں ہوا ضرور حاضر کروں گا۔ سید صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے مکان میں ہے۔ فرمایا: تو مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ فرمایا: کیا درکار ہے؟ سیّد صاحب نے عرض کیا: صرف ۲۲ رگز کپڑا کفن کے لیے چاہتا ہوں۔ چنانچہ صبح بازار کھلتے ہی ۲۲ رگز نین کلاتھ منگوا کر سیّد صاحب کے نذر کر دیا۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز بعد مغرب میں اور برادرم قناعت علی سخت پریشان اور دونوں کے دلوں میں یہ خیال کہ کاش! اس وقت اعلیٰ حضرت رضوی منزل کے سامنے مل جاتے تو ہمارے زخمی دلوں پر مرہم لگ جاتا۔ یہ خیال آیا ہی تھا کہ ان آنکھوں نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضوی منزل کے سامنے سے اسٹیشن پیادہ تشریف لے جارہے ہیں۔ بردرم قناعت علی عالم ازخود رفتگی میں بے تابانہ حضور کی طرف دوڑے، مگر چند قدم چلے تھے کہ پیر ڈگمگائے، اور چت لب سڑک گر کر مدہوش سے ہوگئے۔ میں نے بعجلت بیٹھک بند کی اور قناعت علی کو ساتھ لیے ہوئے آگے بڑھ کر حضور کی دست بوسی کی، اور خاموش کے ساتھ پیچھے پیچھے ہولیے۔ دل میں سوچتے جاتے تھے کہ حضور اس نقاہت اور کمزوری کی حالت میں اتنی دور پیادہ بغیر سواری کے کیسے آگئے؟ اور یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب جو سایہ کی طرح ساتھ ساتھ رہتے تھے، ہمرہ نہیں ہیں۔ صرف مولانا امجد علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو دیکھا کہ وہ لالٹین ہاتھ میں لیے ہوئے آگے تھے۔ اس وقت ہم لوگ کچھ ایسے مبہوت ہورہے تھے کہ کلام کرنا تو درکنار اتنی جرأت نہ ہوسکی کہ مولانا کے ہاتھ سے لالٹین اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ غرض یوں ہی خاموشی کے ساتھ چوپلہ تک پہنچ گئے، دیکھا کہ وہ گاڑی جو ریاست رام پور کو اس وقت چھوٹتی تھی، جارہی ہے۔ ادھر سواریاں بھی یکہ تانگا وغیرہ میں برابر شہر کی طرف آرہی تھیں۔ اس وقت مولانا امجد صاحب نے حضور

سے عرض کیا: معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میاں (حضرت مہدی میاں صاحب سجادہ نشین مارہرہ شریف) تشریف نہیں لائے، گاڑی تو رام پور والی چھوٹ گئی، جو سواریاں آنے والی تھیں وہ بھی شہر کی طرف آچکیں، اگر تشریف لاتے تو اب تک ملاقات ہو جاتی۔ غرض وہاں سے واپس ہوئے اور محلہ قرولان میں آکر اس راستہ سے جو سنگھوں ں کی گھیر والی مسجد کے سامنے سے بہاری پور کی بزریہ میں پہنچتا ہے، اسی راستہ سے مکان تشریف لائے۔ اس وقت مولانا امجد علی صاحب سے پتا چلا کہ حضرت مہدی میاں صاحب نے حضور کو اطلاع دی تھی کہ میں مارہرہ شریف سے آرہا ہوں، اور رام پور جا رہا ہوں کسی کو اسٹیشن بریلی جنکشن بھیج دیا جائے۔ چنانچہ حضور نے شاہزادگان میں سے کسی سے فرمادیا تھا کہ اسٹیشن چلے جانا۔ انہیں خیال نہ رہا یہاں تک کہ مغرب کی نماز کے بعد حضور اندر تشریف لے گئے، اور ویسی ہی پھاٹک میں آکر دریافت فرمایا کہ کوئی اسٹیشن گیا معلوم ہوا کہ نہیں، اس لیے خود تنہا اندھیرے میں پا پیادہ حضور چل دیئے۔ میں یہ کیفیت دیکھ کر پھاٹک سے لالٹین لے کر دوڑا، اور کچھ دور چل کر حضور کے ساتھ ساتھ ہولیا اس کے بعد ہم لوگوں نے اپنا قصہ مولانا سے عرض کیا اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ حضور چونکہ اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں۔ لہٰذا بظاہر حضرت مہدی میاں صاحب کے لیے تشریف لے گئے تھے، مگر بباطن ہم لیواؤں کے قلوب کو اپنے دیدار سے تسلی و تشفی کرنا تھی، اس لیے آپ کی بھی زبان بند رکھی جاتی ہے کہ آپ بہاری پور کی بزریہ میں یہ نہیں کہتے کہ رضوی منزل کی طرف سے مسافت زائد ہوگئی۔ (از جلد چہارم)

تعظیم حجاج وزائرین مدینہ

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے، پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار میں حاضری دی؟ اگر اثبات میں جواب ملا، فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر نفی میں جواب ملا، پھر مطلق تخاطب نہ فرماتے۔ نہ التفات فرماتے۔ ایک بار ایک حاجی صاحب حاضر ہوئے، چنانچہ حسب عادت کریمہ یہی استفسار ہوا کہ سرکار میں حاضری ہوئی؟ وہ آبدیدہ ہو کر عرض کرتے ہیں۔ ہاں حضور! مگر صرف دو روز قیام رہا۔ حضور نے قدم بوسی فرمائی اور ارشاد فرمایا: وہاں کی وت سانسیں بھی بہت ہیں، آپ نے تو بحمد اللہ دو دن قیام فرمایا۔

انہیں کا بیان ہے کہ دوران قیام مدینہ منورہ وسط شوال ۱۳۶۵ھ میں فقیر سے چند ہندی حجاج قیام گاہ پر ملاقات کے لیے تشریف لاتے ہیں، جن میں مستری غلام نبی صاحب قادری رضوی بریلوی ساکن محلہ بنیاریان بھی آتے ہیں۔ میں نے اعلیٰ حضرت کے تذکرہ کے درمیان جناب صدر الشریعہ مولانا مولوی حاجی مفتی حکیم ابو العلا محمد امجد علی صاحب رضوی مدظلہ کی مراجعت حرمین طیبین کا واقعہ بیان کیا کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ تاریخ آمد پر بنفس نفیس ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے تھے۔ مختصر یہ کہ یہ جلوس بڑی شان وشوکت کے ساتھ نعت خوانی کرتا ہوا آستانہ آیا، اور یہاں مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب نے ابھی نعت شریف شروع نہیں کی تھی کہ حضور نے

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگی کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

پڑھنے کی فرمائش کی۔ جس کو سنکر تمام مجمع عجیب پر کیف حالت میں تھا۔ اس کے اختتام پر حضرت صدر صاحب ممدوح نے کچھ رقم نکال کر جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خواہر زادہ اعلیٰ حضرت) کو بغرض شیرینی دی اور مداح الحبیب رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر میلاد پڑھنے کو فرمایا: مجمع کافی ہو گیا تھا۔ چنانچہ شیرینی آنے پر قیام ہوا۔ دیر زائد ہو گئی تھی، عوام فاتحہ ہونے سے پہلے ہی جانے پر آمادہ تھے۔ لہٰذا حضور نے فرمایا: نیت پر مدار ہے، یوں ہیں تقسیم شروع کر دو۔ (ق ۲۰۹، ۲۱۰)

مزاح وظرافت

حضرت سیّد شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہ ہری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جدی سیّد شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز کے عرس میں مولانا احمد رضا خان صاحب تشریف لائے، اس سفر میں ان کے بہنوئی بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے میرے خادم غلام نبی سے اس کی ذات پوچھی۔ اس نے جواب دیا ہم پٹھان ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا تو تم ہمارے بھائی ہو۔ انہوں نے غلام نبی سے دریافت کیا، تم کون سے پٹھان ہو؟ چونکہ وہ بوجہ لڑکپن وناواقفی جواب نہ دے سکتا تھا، اور بار بار کے سوال سے چڑھ گیا۔ اس نے کہاں میں کون پٹھان؟ چمر پٹھان ہوں۔ اس پر مولانا نے ازراہ مزاح اپنے بہنوئی سے فرمایا کہ یہ آپ کے بھائی ہیں، اور اپنے کو چمر پٹھان بتاتے ہیں تو یہ آپ کی ال آج معلوم ہوئی کہ آپ چمر پٹھان ہیں۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور مسجد سے تشریف لا رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک بازی گر کے پاس لوگوں کا مجمع ہے، اور پانی کا بھرا ہوا کٹورا ایک ڈورے کا سرا ڈال کر اسے اٹھا رہا ہے۔ حضور نے اپنے پائے مبارک سے اپنا جوتا اتار کر اس کے سامنے ڈال دیا اور فرمایا کہ تو اسے تو لوٹ دے۔ بھلا وہ کیا ٹس سے مس کرتا۔ آخر پہن کر کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ جیلانی میاں سلمہ کی تقریب ختنہ بہت دھوم دھام سے منائی گئی تھی۔ اعزہ واقربا اور شہر کے رؤسا وعام وخاص سب شریک تقریب تھے۔ جس مکان میں ختنہ ہونے والا تھا، سب کو وہاں چلنے کے لیے کہا گیا۔ اب لوگ روانہ ہوئے تو کسی نے حضور سے بھی تشریف لے چلنے کے لیے عرض کیا۔ ارشاد فرمایا: میں تو اس موقع پر کبھی جاتا نہیں ہوں، اپنی دفع میں مجبوری تھی۔ (ق ۳۹،۴۰)

ادبی لطیفے

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے جہاں دوسرے علمی کارنامے حد احصا سے فزوں ہیں، ادبی لطیفے بھی اپنی شان میں خاص جدت رکھتے ہیں۔ اگر سب قلم بند ہو جاتے، تو شائقین ادب کے لیے وہ مجموعہ ایک نایاب تحفہ ہوتا۔ مگر جو کچھ یاد ہیں، لکھ جاتے ہیں۔

کسی آریہ نے اپنی مذہب کے متعلق ایک کتاب لکھی، اور اس کا نام 'آریہ دھرم پرچار' رکھا۔ جب وہ کتاب چھپی تو مصنف نے ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ حضرت نے اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر جگہ جگہ پر اس کا ردحاشیہ پر لکھا، اور اسی طرح جلی قلم سیاہ روشنائی سے 'پرچار' کے بعد 'حرف' بڑھا دیا۔ (اس طرح کتاب کا نام 'آریہ دھرم پرچار حرف' ہو گیا۔ ۱۲ رضوی)

ایک رافضی نے اپنے مذہب کی حمایت میں ایک کتاب لکھی اور عربی ادب کا اپنے جانتے اس میں بہت لحاظ کیا، اور صنائع وبدائع کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا اور اسی وجہ سے اس کا نام 'جناس الاجناس' رکھا، اور ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کے پاس بھیجا۔ حضرت نے ملاحظہ فرمانے کے بعد مجھے دیا کہ آج کی ڈاک سے یہ کتاب آئی ہے۔ اب جو میں اس کا نام پڑھتا ہوں، تو 'انجاس الخناس' ہے۔ حیرت میں پڑ گیا کہ مصنف نے یہ کیا نام رکھا؟ جب غور سے دیکھا، تو 'جناس' کے اوّل 'ان' بڑھا ہوا ہے، اور جناس کو ملا کر 'ن' کا شوشہ غائب ہو گیا۔ دوسرے لفظ سے لا کر سیاہی سے بھر دیا کہ پھول معلوم ہونے لگا۔ 'ج' کے اوپر 'خ' بڑھا دیا، خاصہ 'انجاس الخناس' ہو گیا۔

مولوی خرم علی صاحب بلہوری مشہور وہابی ہیں۔ ان کی ایک کتاب مشہور مشرک گر ہے، جس کا نام نصیحۃ المسلمین ہے۔ لیکن باتیں وہی ہیں، جو 'تقویۃ الایمان' میں ہیں۔ مطبع والے نے مصنف کا نام اس طرح ملا کر لکھا خرمعلی۔ میں نے جس زمانے میں حضرت کا کتب خانہ درست کرنا شروع کیا، ایک کتاب دیکھی جس کا نام بھی ویسا ہی ہے اور مصنف کا نام بھی ویسا ہی ہے۔ اب جو غور کر کے دیکھتا ہوں، تو 'نصیحۃ' کے نون کو سردے کر 'ف' بنا دیا گیا، اور 'ص' پر نقطہ بڑھا ہوا ہے، اور اس طرح اس کتاب کے نام کو مطابق مسمیٰ قرار دیا ہے، اور مصنف کا نام کاتب نے بد املا لکھا، خرم کے 'م' کو 'علی' میں ملا کر 'معلیٰ' کی شکل کا لکھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس پر اعراب لگا دیا ہے۔

تقویۃ الایمان مولوی اسماعیل صاحب ودہلوی کی معروف ومشہور کتاب ہے کہ شروع سے اخیر تک شرک وبدعت سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے 'ق' کے دونقطوں کواس طرح ملا دیا کہ ایک نقطہ معلوم ہونے لگا، اور بجائے تقویت الایمان، تفویت الایمان اسم بامسمّٰی ہوگیا۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین آمیز کتاب کا نام حفظ الایمان رکھا۔ اعلیٰ حضرت نے 'ف' کواس طرح بنادیا کہ 'ب' کا شوشہ معلوم ہو، اور 'ح' کو 'ب' کونقطہ دے کر (ظ کے نقطہ کو مٹادیا اور اس) کا صحیح نام خبط الایمان کردیا۔

جب مسئلہ اذان ثانی جمعہ میں اعلیٰ حضرت نے مردہ سنت کوزندہ کیا۔ (کہ یہ اذان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، بلکہ ہشام کے زمانہ تک بیرون مسجد ہوا کرتی تھی اور باوجود تصریحات فقہائے کرام، کہ اذان مسجد میں مکروہ ہے، لوگ مسجد کے اندر خطیب کے سر پر دینے کے عادی ہوگئے ہیں) اور خلاف شرع رسم ورواج کی اصلاح چاہی۔ بعض علمائے اہل سنت نے بھی اس کا خلاف کیا۔ اس میں پیش پیش جناب مولانا عبدالغفار خان صاحب رام پوری تھے، کہ باوجود افہام وتفہیم اپنی ضد پر اڑے رہے۔ جس کا مفصل حال ان رسائل سے معلوم ہوگا، جو اس مبحث میں تحریر ہوئے، اور چھپ کر ملک میں بکثرت شائع ہوئے۔ اخیر میں مولانا عبدالغفار خان صاحب رام پوری نے انتہائی کدوکاوش سے ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام رکھا حبل اللہ المتین لهدم آثار المبتدعین مگر یہ دائرہ میں اس طرح لکھا۔ حبل اللہ المتين لهدم آثار المبتدعين

اعلیٰ حضرت کے پاس جب وہ رسالہ پہونچا، اولین نگاہ میں فرمایا: مولانا عبدالغفار خان صاحب نے اپنے رسالہ کا نام بہت عمدہ رکھا ہے۔ لوگ شوق سے متوجہ ہوئے کہ اعلیٰ حضرت اس کا نام کیا فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ رسالہ سب کے سامنے تھا۔ جب سب لوگوں کا اشتیاق ملاحظہ فرمایا، ارشاد ہوا: مولانا نے اس کا نام آثار المبتدعين لهدم حبل الله المتين رکھا ہے۔

جب حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب نے اس رسالہ کا ردّ لکھا، تو اس میں ان کے رسالہ کا یہی نام تحریر فرمایا اور حاشیہ میں یہی وجہ لکھی۔ جب رسالہ چھپ کر شائع ہوا، اور جناب مولانا عبدالغفار صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا، تو انہوں نے نہایت سادگی کے ساتھ کہا کہ مولانا کاظلم دیکھئے میرے رسالہ کا نام انہوں نے آثار المبتدعين قراردیا، اور ہم لوگوں کو مبتدع بنادیا۔ مخلص مولانا مقبول احمد خان صدر در بھنگوی بہاری سابق مدرس حدیث مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ حال ناظم وصدر مدرس مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: جناب! مبتدع تو پہلے آپ ہی نے ان کو بنایا۔ رسالہ کا نام حبل الله المتين لهدم آثار المبتدعين رکھا، انہوں نے اس کو لوٹ دیا۔ عطائے تو بلقائے تو، رہا نام کا بدل دینا۔ یہ خود آپ کے مطبع کی غلطی تھی۔ نام دائرہ میں لکھ کر انہوں نے خود اس کا موقع دیا۔ مولانا پر کیا الزام ہے؟۔

فقیر غفرلہ کہتا ہے کہ بعض حضرات جن میں دینی تصلب نہیں، وہ ان ناموں کے تبدیل سے شاید خوش نہ ہوں گے، بلکہ

سمجھیں گے کہ نامناسب بات ہوئی۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ برے ناموں کو بدل دینا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ
عادت کریمہ تھی اور خلاف واقعہ بات سے کون سی بات بری ہوگی۔ خلاف واقعہ نام بالکل اس مصرع کا مصداق ہے:

کار شیطاں می کند نامش ولی

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے خیالات کا آئینہ ایک رسالہ لکھا اور اس کا نام رکھا سبیل الرشاد
مجتبائی میں طبع ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت جب وہ رسالہ آیا، اس کو ملاحظہ فرما کر نا ئٹل پر اس کے نام کے اوپر بڑھاد
فرعون ما اریکم الا ماأری وما أهدیکم الا تو سب مل کر فرعون کا مقولہ ہوگیا، جو سورہ مومن (۲۹،۳۰) میں
فرعون ماأریکم الا ماأری وماأهدیکم الا أسبیل الرشاد ٭ فرعون بولا، میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں
ہے، اور تمہیں نہیں دکھاتا ہوں مگر سبیل الرشاد۔ (ق۵۹،۲۲)

ایک مرتبہ دیوبند سے ایک رسالہ کسی نے بھیج دیا، اس کا نام تھا القاسم اعلیٰ حضرت نے قلم سے وہیں لکھ دیا۔ محو
شہر میں مشہور ہوا، تو ایک بہت بڑے وہابی نے بڑے تأسف کے ساتھ کہا کہ رسالہ کا یہ نام کیوں رکھا گیا، اور رکھا گیا
حضرت تک کیوں پہنچایا گیا؟۔ (ق۶۵)

حاضر جوابی

پہلی بھیت میں ایک دعوت میں حضرت محدث صاحب اور اعلیٰ حضرت تشریف فرما تھے۔ دستر خوان بچھانے سے پیشتر میزبان نے آفتابہ وتشت لیا کہ ہاتھ دھلایا جائے۔ حضرت محدث صاحب نے عام عرفی دستور کے مطابق میزبان کو اشارہ کیا کہ اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں۔ اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا کہ:

آپ محدث ہیں اور اعلم بالسنۃ ہیں، آپ کا یہ فیصلہ بالکل حق اور آپ کی شان کے لائق ہے، کیونکہ سنت یہ ہے کہ اگر ایک مجمع مہمانوں کا ہو تو سب سے پہلے چھوٹے کا ہاتھ دھلایا جائے، اور آخر میں بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے، تا کہ بزرگ کو ہاتھ دھونے کے بعد دوسرے کے ہاتھ دھلنے کا انتظار نہ کرنا پڑے، اور کھانا ختم ہو جانے کے بعد سب سے پہلے بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے...... میں شروع میں ابتدا کرتا ہوں، لیکن کھا چکنے کے بعد آپ کو ابتدا کرنی ہو گی۔

مولانا سیّد محمد محدث کچھوچھوی کا بیان ہے کہ اس دستر خوان پر میں بھی حاضر تھا۔ اعلیٰ حضرت کے ارشاد پر حضرت محدث صاحب کا ہاتھ بڑھا کر طشت کو اپنی طرف کھینچنا کہ سب سے پہلے میرے ہاتھ دھلائے جائیں، اور اعلیٰ حضرت کا مسکراتے ہوئے چہرے سے فرمانا کہ اپنے فیصلہ کے خلاف عمل درآمد آپ کی شان کے خلاف ہے۔ یہ دلچسپ اور خوشگوار نقشہ جب آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو مجھے بھی اس کا لطیف تازہ ہو جاتا ہے۔ (ق ۶۲،۵۶)

مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی عمر چودھواں سال تھا، افتا کا کام حضرت نے اپنے ذمہ لے لیا تھا کہ ایک شخص رامپور سے حضرت اقدس امام المحققین مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے، اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجدّدی کا فتویٰ، جس پر اکثر علما کی مواہیر و دستخط ثبت تھے، پیش خدمت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کمرہ میں مولوی صاحب ہیں، ان کو دے دیجیے، جواب لکھ دیں گے۔

وہ کمرہ میں گئے اور آ کر عرض کیا کہ کمرہ میں مولوی صاحب نہیں ہیں، فقط ایک صاحبزادہ صاحب ہیں۔

فرمایا: انہیں کو دے دیجیے، وہ لکھ دیں گے۔

انہوں نے کہا: حضور میں تو جناب کا شہرہ سن کر آیا تھا۔

حضرت نے فرمایا: آجکل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں، انہیں کو دے دیجیے...... اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرمایا: اور اپنے والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت

نے اُس کی تصدیق وتصویب فرمائی۔

پھر وہ صاحب اس فتویٰ کو دوسرے علما کے پاس لے گئے۔ان لوگوں نے حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کی شہرت دیکھ کراُنہیں کے فتویٰ کی تصدیق کی۔

جب والی رامپور نواب کلب علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں وہ فتویٰ پہنچا۔آپ نے شروع سے اخیر تک اس فتویٰ کو پڑھا، اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ دیکھا کہ سب علماء کی ایک رائے ہے،صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے،حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کو یاد فرمایا۔حضرت تشریف لائے،نواب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا۔

حضرت مولانا کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھیے کہ صاف فرمایا: فی الحقیقہ وہی حکم صحیح ہے، جو ان دو صاحبوں نے لکھا۔ نواب صاحب نے پوچھا: پھر اتنے علما نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی؟ فرمایا: ان لوگوں نے مجھ پر اعتماد میری شہرت کی وجہ سے کیا؛ اور میرے فتویٰ کی تصدیق کی، ورنہ حق وہی ہے، جو انہوں نے لکھا ہے...... یہ سن کر نواب صاحب کو اعلیٰ حضرت کی ملاقات کا شوق ہوا۔(ق ۱۳۳،۱۳۴)(۱)

جناب شیخ افضل حسین صاحب اعلیٰ حضرت کے خسر افسر ڈاکخانہ وہاں تشریف رکھتے تھے۔ان سے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں، یہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کون شخص ہیں؟

جناب شیخ صاحب موصوف نے فرمایا: وہ حضور کا عزیز ہے۔ جناب شیخ صاحب موصوف ریاست رامپور میں گورنمنٹ کی طرف سے ڈاکخانہ میں ملازم تھے، اور نواب صاحب اور ریاست کے بہت ہمدرد تھے۔جس کی وجہ سے نواب صاحب کے دل میں ان کی بڑی وقعت تھی۔ جب نواب صاحب کو معلوم ہوا کہ مفتی مولانا احمد رضا خاں صاحب شیخ صاحب کے خویش ہیں، اور مُصدّق جناب مولانا نقی علی خاں صاحب شیخ صاحب کے سمدھی ہیں۔تو نواب صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنے خویش کو بلوائیے، ہم ان کو دیکھنا چاہتے ہیں...... چنانچہ حسب طلب ودعوتِ جناب شیخ صاحب، اعلیٰ حضرت قبلہ رامپور تشریف لے گئے۔ جناب شیخ صاحب اپنے ساتھ نواب صاحب کے یہاں اعلیٰ حضرت کو لے کر گئے۔

جس وقت اعلیٰ حضرت نواب صاحب کے یہاں پہنچے۔ چونکہ دُبلے پتلے تھے۔نواب صاحب نے دیکھ کر بہت تعجب کیا، اور اپنے ساتھ پلنگڑی پر بٹھالیا، اور بہت لطف ومحبت سے باتیں کرنے لگے۔اسی درمیان نواب صاحب نے یہ مشورہ دیا کہ ماشاءاللہ آپ فقہ ودینیات میں بہت کمال رکھتے ہیں، بہتر ہو کہ مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی سے منطق کی اوپر کی کتابیں پڑھ لیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ جناب والد ماجد صاحب نے اجازت دی تو تعمیل ارشاد کی جائے گی...... اتفاق وقت کہ اس درمیان میں جناب مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی بھی تشریف لے آئے۔نواب صاحب اعلیٰ حضرت کا ان سے تعارف کرایا، اور اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔

جس طرح بعض متمول صاحب صرف مالدار ہی نہیں ہوتے بلکہ مال ان کے سر پر سوار رہتا ہے۔ اسی طرح بعض علما بھی صرف عالم ہی نہیں ہوتے، بلکہ علم ان کے سر پر سوار رہتا ہے۔ ایسے لوگ دوسرے علما کی کوئی وقعت وعزت کرنی جانتے ہی نہیں۔ بلکہ دوسرے کی شان میں بلا وجہ توہین وتحقیر آمیز کلمات والفاظ استعمال کرنا شان علم خیال کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت سے علامہ خیر آبادی نے دریافت کیا...... منطق کی کتاب کہاں تک پڑھی ہے؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا...... قاضی مبارک!

یہ سن کر علامہ خیر آبادی نے دریافت کیا...... تہذیب پڑھ چکے ہیں؟ جس دماغ اور شان سے مولانا نے یہ سوال کیا، اسی انداز پر جواب دیا گیا...... آپ کے یہاں قاضی مبارک کے بعد تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟

یہ جواب سن کر مولانا نے خیال فرمایا کہ ہاں یہ بھی کوئی شخص ہے، اس لیے اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسرا سوال کیا...... بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟

فرمایا...... تدریس، افتا، تصنیف۔

فرمایا...... کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا...... جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردّ وہابیہ میں۔

علامہ خیر آبادی مرحوم سنی تھے، مگر سنی گر نہ تھے۔ خاص حمایت دین کا کوئی شوق وولولہ دل میں نہ رکھتے تھے، فرمایا...... آپ بھی ردّ وہابیہ کرتے ہیں؟ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے۔

یہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی کی طرف اشارہ تھا۔

اتنے بڑے عالم کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا علامہ خیر آبادی کو زیبا تھی یا نہیں؟ یہ ناظرین کی فہم سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ ممکن ہے کہ دونوں میں بے تکلفی اور آپس کی محبت کا اثر ہو، اس لیے کہ حضرت تاج الفحول علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور علامہ عبد الحق صاحب مرحوم کے استاد بھائی، رفیق اور ساتھی تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت ان کی حمایت دین ونکایت مفسدین کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے۔ اس لفظ کو سن کر بہت کبیدہ ہوئے اور فرمایا...... جناب والا! سب سے پہلے وہابیہ کا ردّ حضرت مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور کے والد ماجد نے کیا اور **تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی** مستقل کتاب مولوی اسمٰعیل کے ردّ میں تصنیف فرمائی۔

یہ سن کر مولانا عبد الحق صاحب نے فرمایا...... اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہوسکتا۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا...... آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیان سنت کی توہین، وتحقیر سننی ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کردیا، تب حضور کی بات کا ایسا جواب دیا۔

اس کے بعد کچھ دنوں رامپور میں قیام فرمایا، اور جناب مولانا عبد العلی صاحب ہنیاتی سے شرح چغمینی پڑھی، (۱۴) پھر مکان واپس تشریف لائے۔ (ق ۱۳۵، ۱۳۶)

قوتِ حافظہ

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ ایک سال ماہ رمضان شریف میں اعلیٰ حضرت کی مسجد میں اعتکاف کیا۔ میں نے سحر کے وقت قرآن شریف پڑھنے میں غلطی کی۔ حضرت آرام فرمارہے تھے، بیدار تھے۔ مجھے وہ غلطی بتائی۔ میں نے دوبارہ پڑھا۔ فرمایا: اب مجھ سے سنو! وہی رکوع پڑھا۔ کچھ دیر کے بعد صبح کی نماز میں بے تکلف وہ رکوع پڑھ دیا۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے ایک روز حضور نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنادیں، دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ بس ایک ترتیب ذہن نشین کر لینا ہے اور اسی روز سے دور شروع فرمادیا۔ جس کا وقت غالباً عشا کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ اس لیے کہ پہلے روز کا شانہ اقدس سے آتے وقت سورہ بقرہ شریف تلاوت میں تھی اور تیسرے روز تیسرا پارہ قرأت میں تھا، جس سے پتا چلا کہ روزانہ ایک پارہ یاد فرمالیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ الفاظ ارشاد عالی کے یاد نہیں ہیں۔ مگر کچھ اسی طرح فرمایا کہ بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کرلیا، اور یہ اس لیے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو۔

مولوی محمد حسین میرٹھی کا بیان ہے۔ میں ایک مرتبہ میرٹھ سے بریلی گیا۔ معلوم ہوا طبیعت ناساز ہے، ڈاکٹروں نے ملنے اور باتیں کرنے کو منع کردیا ہے، اس وجہ سے شہر سے باہر ایک کوٹھی میں مقیم ہیں، اور وہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر چونکہ مجھ سے لوگ واقف تھے، مجھے پتا بتادیا۔ جب میں پہنچا تو دیکھا کہ کوٹھی کا دروازہ بند ہے، دستک دینے پر ایک صاحب آئے اور نام پوچھ کر اندر اطلاع کو گئے۔ جب وہاں سے اجازت ملی، تب آکر دروازہ کھولا۔ دیکھا بڑا مکان ہے، اور صرف دو ایک آدمی ہیں۔ نماز پڑھ کر حضرات اپنے پلنگ پر رونق افروز ہوئے، ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھے بعدہ چار صاحب پہنچے۔

1۔ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب۔
2۔ صدر الشریعہ جناب مولانا امجد علی صاحب۔
3۔ جناب مولوی حشمت علی خان صاحب

4۔ ایک اور کوئی صاحب۔

یہ چاروں صاحب حضرت کے پلنگ کے پاس جو کرسیاں تھیں، ان پر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ حضرت نے ایک گڈی خطوط کی مولانا امجد علی صاحب کو دے کر فرمایا: آج تیس خط آئے تھے، ایک میں نے کھول لیا ہے۔ یہ انتیس گن لیجئے۔ انہوں نے انتیس گن کر ایک لفافہ کھولا، جس میں کئی ورق پر چند سوالات تھے۔ وہ سب سنائے۔ حضرت نے پہلے سوال کے جواب میں ایک فقرہ فرما دیا۔ وہ لکھنے لگے، اور لکھ کر عرض کی: حضور! حضرت نے اس کے آگے کا ایک فقرہ فرمایا۔ وہ لکھ کر پھر حضور! کہتے۔ وہ سلسلہ وار اس کے آگے کا فقرہ فرمادیا کرتے اور دوسرے صاحب نے حضور کہنے کے درمیان میں اپنا خط سنانا شروع کیا۔ جب یہ حضور! کہتے، وہ رک جاتے اور جب یہ فقرہ سن کر لکھنے لگتے، تو وہ اپنا خط سنانے لگتے۔ اسی طرح انہوں نے اپنا خط ختم کیا، اور ان کو بھی انکے پہلے سوال کے متعلق جو فقرہ مناسب تھا، وہ ارشاد فرمادیا۔ اب دونوں صاحب اپنا اپنا فقرہ ختم کرنے کے بعد حضور! کہتے اور جواب ملنے پر لکھنا شروع کرتے۔ اسی حالت میں ان دو حضور حضور سے جتنا وقت بچتا، اس میں تیسرے صاحب نے اپنا خط سنانا شروع کیا اور اسی طرح ختم کر کے جواب لکھنا شروع کیا۔ اب چوتھے صاحب نے ان تین حضور حضور حضور کے درمیان جو وقت بچتا، اپنا خط سنانا شروع کیا اور اسی طرح ختم کر کے جواب لکھنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر مجھے حقیقۃً پسینہ آ گیا اور ایک صاحب جو میرے قریب بیٹھے تھے، اسی حالت میں کچھ مسئلے پوچھے، جنہیں سن کر مجھے بہت ملال اور غصہ ہوا کہ اس شخص کو ایسی حالت میں سوال کرنے کا کچھ خیال نہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت نے ذرہ بھر بھی ملال نہ فرمایا، اور بہت اطمینان سے ان کو بھی برابر جواب دیئے۔ (میں نے اپنی عمر میں ایسے حافظہ کا کوئی شخص نہیں دیکھا) اسی طرح وہ انتیس خط پورے کئے گئے، اور معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں کے کام اور بات کرنے کو منع کرنے کے جواب میں حضرت نے صرف یہ مان لیا تھا کہ شب کو اپنے ہاتھ سے تحریر نہ فرمائیں گے۔ اس کا یہ اہتمام تھا، اور دن بھر خود تحریر فرمایا کرتے تھے اور اس قدر جلد تحریر فرماتے تھے کہ کئی شخصوں کو اعلیٰ حضرت کے ایک دن کے لکھے کی نقل کرنا دشوار ہوتا، اور شب کو اسی طرح کا کیا جاتا تھا۔ (ق ۳۶، ۳۷)

مولانا سیّد محمد صاحب کچھوچھوی کا بیان ہے کہ جب دارالافتا میں کام کرنے کے سلسلے میں میرا بریلی شریف میں قیام تھا، تو رات دن ایسے واقعات سامنے آتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی سے لوگ حیران ہو جاتے۔ ان حاضر جوابیوں میں حیرت میں ڈال دینے والے واقعات وہ علمی حاضر جوابی تھی، جس کی مثال سنی بھی نہیں گئی۔ مثلاً استفتا آیا، دارالافتا میں کام کرنے والوں نے پڑھا، اور ایسا معلوم ہوا کہ نئے قسم کا حادثہ دریافت کیا گیا، اور جواب جزیہ کی شکل میں نہ مل سکے گا، فقہا کے اصول عامہ سے استنباط کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: عجب نئے نئے قسم کے سوالات آ رہے ہیں، اب ہم لوگ کیا طریقہ اختیار کریں؟ فرمایا: یہ تو بڑا پرانا سوال ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر کے فلاں صفحہ میں، ابن عابدین نے ردّ المحتار کی فلاں جلد اور فلاں صفحہ پر، فتاویٰ هندیه میں، خیریه میں، یہ عبارت صاف صاف موجود ہے۔ اب جو کتابوں کو کھولا تو صفحہ، سطر، اور بتائی عبارت میں ایک نقطہ کا فرق نہیں۔ اس خداداد فضل و کمال نے علما کو ہمیشہ حیرت میں رکھا۔

ایک مرتبہ پندرہ بطن کا مناسخہ آیا۔ چونکہ اعلیٰ حضرت کی رائے میں مولانا سیّد محمد صاحب نے فن حساب کی تکمیل باضابطہ کی تھی، اور آنہ پائی کا حساب بالکل آسانی سے کرتے تھے، لہٰذا یہ مناسخہ انہیں کے سپرد کیا گیا۔ مولانا سیّد محمد صاحب کا بیان ہے کہ ان کا سارا دن اسی مناسخہ کے حل کرنے میں لگ گیا۔ شام کو اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ کے مطابق جب بعد نماز عصر پھاٹک میں نشست ہوئی اور فتوے پیش کیے جانے لگے۔ تو میں نے بھی اپنا قلم بند کیا ہوا جواب اس امید کے ساتھ پیش کیا کہ آج اعلیٰ حضرت کی داد لوں گا۔ پہلے استفتا سنایا۔

فلاں مرا، اور اتنے وارث چھوڑے، اور پھر فلاں مرا، اور اتنے چھوڑے۔ غرض پندرہ موت واقع ہونے کے بعد زندوں پر ان کے حق شرعی کے مطابق ترکہ تقسیم کرنا تھا۔ مرنے والے تو پندرہ تھے، مگر زندہ وارث کی تعداد پچاس سے اوپر تھی۔ استفتا ختم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے فلاں کو اتنا فلاں کو اتنا حصہ دیا۔

اس وقت کا میرا حال دنیا کی کوئی لغت ظاہر نہیں کرسکتی۔ علوم اور معارف کی یہ غیر معمولی حاضر جوابیاں جس کی کوئی مثال سننے میں نہیں آئی۔ (ق ۶۵، ۶۶)

مولوی محمد حسین میرٹھی کا بیان ہے کہ میرے بریلی قیام کے زمانہ میں حضرت کا ماء الجبن ہوا۔ جس میں بیس مسہل ہوتے ہیں۔ مگر کام مسلسل جاری رہا۔ عزیزوں نے یہ دیکھ کر منع کیا، مگر نہ مانے۔ انہوں نے طبیب صاحب سے کہا کہ مسہل کے دن بھی برابر لکھتے ہیں، اور قریب بیس مسہل ہوں گے۔ آنکھوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ طبیب صاحب نے بہت سمجھایا تو ارشاد فرمایا: اچھا مسہل کے دن میں خود نہیں لکھوں گا، دوسروں سے لکھوا لیا کروں گا، اور غیر مسہل کے دن میں خود لکھوں گا۔ طبیب صاحب نے کہا۔ اس کو غنیمت سمجھو۔ اس کا یہ انتظام کیا گیا کہ ایک مکان میں چند الماریاں لگا کر اس میں کتابیں رکھ دی گئیں۔ مسہل کے دن حضرت اس مکان میں تشریف لے گئے، اور صرف دن میں، دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب جو فتویٰ لکھوانا ہوتا، اس پر کچھ مضمون لکھوا کر مجھ سے فرماتے کہ الماری میں سے فلاں جلد نکال لو۔ اکثر کتابیں مصری ٹائپ کی کئی کئی جلدوں میں تھیں، مجھ سے فرماتے، اتنے صفحے لوٹ لو، اور فلاں صفحہ پر اتنی سطروں کے بعد یہ مضمون شروع ہوا ہے، اسے نقل کر دو۔

تبحر علمی

حضرت سیّد شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار بزمانہ عرس حضرت جدی شاہ برکت اللہ قدس سرہ درگاہ معلیٰ میں، میاں جی صاحب کے مکتب کے متصل کوٹھری میں، جہاں ہماری ہمشیرہ والدہ مسعود حسن کی اب قبر ہے، مولانا تشریف فرما تھے۔ ہم نے مولانا عبدالمجید صاحب بدایونی کا شجرہ عربی درود شریف میں دکھایا، اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی میں درود شریف میں لکھ دیجیے۔ اسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلم دان سے قلم لے کر فی البداشتہ بغیر کوئی مسودہ کیے ہوئے، ہمارے وظیفہ کی کتاب پر نہایت خوش خط اور اعلیٰ درجہ کے مرصع و مسجع صیغہ درود شریف میں شجرہ قادریہ برکاتیہ جدیدیہ تحریر فرمایا، اور پھر اسے حضرت میاں صاحب بھائی کی کتاب پر بھی نقل فرما دیا۔

فقیر جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ اس شجرہ صلاتیہ کی نقل 'بعیت وارشاد' کے ضمن میں جہاں شجرہ طیبہ کا ذکر ہے، ثبت ہے۔ یہ واقعہ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ روز جمعہ کا ہے۔

جناب عبدالرحیم خان صاحب قادری رضوی سلطان پوری کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں میں دہلی میں تھا، حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن اعلیٰ حضرت کے ذکر مبارک پر انہوں نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی وہ ہستی ہے کہ علما ہر بات میں ان کے محتاج ہیں۔ علمی تبحر کا کمال یہ ہے کہ کوئی کتاب تصنیف فرمائیں، اور چار منشی لکھنے کو بیٹھ جائیں، تو جس قدر وہ تصنیف فرمائیں گے، یہ چاروں حضرات نقل نہ کر سکیں گے۔

حضرت سیّد شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کا حسن ادب بارگاہ رسالت میں اس قدر تھا کہ ایک درود میں لفظ حسیــــن وزاهــــد تھا۔ آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے نقل کرنا بھی پسند نہیں کیا۔ بلکہ نہایت لطافت کے ساتھ اسے وہاں اس طرح استعمال فرمایا ہے کہ یہی صیغہ تصغیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان ظاہر کر رہا ہے۔

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ درود شریف کی عبارت یہ ہے: اللهم صل وسلم وبارك علٰى سيّدنا ومولانا محمد ن المصطفى رفيع الشان، المرتضى على الشان، الذى رجيل من امته خير من رجال السابقين وحسين فى زمرته حسن من كذا وكذا (۱)، حسنا من السابقين ٠

حضرت سیّد شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا کو علم تکسیر کی تشویق و تحریک کا سبب میں ہوا۔ اس کے بہت بہت تذکرے کرتا، کتابیں دکھاتا، ایک بار کسی خاندانی کتاب میں ایک نیا وفق 'سپر مرتضوی' نظر سے گزرا، مولانا کو بھی دکھایا، اس کے قاعدے کی تشریح و توضیح میں کچھ گفتگو رہی۔ مولانا نے وہ کتاب رکھ لی، اور ایک دو روز کے بعد ایک مفصل رسالہ میں اس وفق کے بہت سے صُوَر اور اس کے لیے کئی ضابطے کا یہ مفصل و مشرح (رسالہ) تحریر فرما کر مجھے دے دیا، جو میرے پاس بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت بھی محفوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اس رسالہ کی نقل فن تکسیر میں مہارت کے بیان ہوگی۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں، میں وہ فقرہ دیکھ کر پورا مضمون لکھتا، اور سخت متحیر ہوتا کہ وہ کون سا وقت ملا تھا کہ جس میں صفحہ اور سطر گن کر رکھے گئے تھے۔ غرضیکہ ان کا حافظہ اور دماغی باتیں ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت استاذی مولانا وصی احمد محدث سورت قدس سرہ کے مہمان ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں **عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ** کا ذکر نکلا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا: میرے کتب خانہ میں ہے۔ اتفاق وقت باوجود کہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا، اور ہر سال معقول رقم کی نئی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں۔ مگر اس وقت تک **عقود الدریہ** منگوانے کا اتفاق نہ ہوا تھا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میں نے نہیں دیکھی ہے، جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجیے گا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے بخوشی قبول کیا، اور کتاب لا کر ساتھ ساتھ فرمایا کہ جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجیے گا۔ اس لیے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں۔ میرے پاس یہی گنتی کی چند کتابیں ہیں، جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا۔ اعلیٰ حضرت کا قصد اسی دن واپسی کا تھا، مگر اعلیٰ حضرت کے ایک جاں نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی، اس وجہ سے رک جانا پڑا۔ شب کو اعلیٰ حضرت نے **عقود الدریہ** کو جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی، ملاحظہ فرمالیا۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا۔ بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا۔ جب اسباب درست کیا جانے لگا تو **عقود الدریہ** کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ محدث صاحب کو دے آؤ۔ مجھے تعجب ہوا کہ قصد لے جانے کا تھا، واپس کیوں فرمارہے ہیں؟ لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت محدث سورتی صاحب کی خدمت میں میں نے حاضر کیا، وہ اعلیٰ حضرت سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کے لیے زنانہ مکان سے تشریف لا ہی رہے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا۔ فرمایا: (تم کتاب لیے میرے ساتھ واپس چلو) میں اس کتاب کو لیے ہوئے حضرت محدث صاحب کے ساتھ واپس ہوا۔ حضرت محدث صاحب نے (اعلیٰ حضرت سے) فرمایا کہ میرے اس کہنے کا "جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا" ملال ہوا کہ اس کتاب کو واپس کیا۔ فرمایا: قصد بریلی ساتھ لے جانے کا تھا، اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیتا جاتا۔ لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت محدث

سورتی صاحب نے فرمایا: بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہو گیا؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتاویٰ میں لکھ دوں گا اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کے لیے محفوظ ہو گیا۔

(ق ۳۸،۳۹)

فرمایا کہ آپ کا شاگرد احمد رضا مجھ سے پڑھتا نہیں، بلکہ مجھ کو پڑھاتا ہے۔ (ق ۱۳۷)

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ **مسلم الثبوت** کا قلمی نسخہ مُعَرّیٰ، جسے اعلیٰ حضرت نے اپنے پڑھنے کے زمانہ میں محشی کیا تھا۔ اس پر کہیں کہیں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ کا بھی حاشیہ تھا۔ ۱۳۲۴ھ میں جب میں اپنے استاد محترم جناب مولانا سیّد بشیر احمد صاحب علی گڈھی تلمیذ رشید حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطیف اللہ علی گڈھی سے مسلم الثبوت پڑھتا تھا، میرے مطالعہ کے علاوہ شرح مسلم الثبوت علامہ بحر العلوم مسمّیٰ بہ **فواتح الرحموت** وشرح مسلم علامہ عبدالحق خیر آبادی وشرح مسلم مولانا بشیر حسن مسمّیٰ بہ **کاشف المبہم** بھی تھی، بلکہ ان سب سے مزید مجموعہ مطبوعہ مصر مختصر علامہ ابن حاجب اور اس کی **شرح عقدیہ** اور **حواشی بردی** وغیرہ کہ اسی زمانہ میں چھپی تھی، جو اصل اور ماخذ مسلم الثبوت کا ہے۔ یہ کتابیں میرے مطالعہ میں تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے حاشیہ مبارک کی شان ہی کچھ اور تھی۔ اسی طرح میرے بخاری شریف پڑھنے کے زمانے میں مصری بخاری کشی بحاشیہ سندھی کے علاوہ جناب مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے تحشیہ والی بخاری، بلکہ شروح میں **عینی**، **فتح الباری**، **ارشاد الساری**، سب کتابیں تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کا نسخہ قلمی بخاری شریف جس میں اعلیٰ حضرت نے پڑھا تھا، اور اپنے پڑھنے کے زمانہ میں معریٰ سے محشیٰ کیا تھا۔ اس کے مضامین وافادات ونکات کی لطافت کا رنگ ہی اور تھا اور پھر لطف یہ کہ جو کچھ تحریر فرمایا تھا، سب ذہن رسا کی جودت وجدت تھی۔ عام محشین کی طرح نہیں، کہ عنایہ، نھایہ، کفایہ، فتح القدیر وغیرہ سے ہدایہ، شرح وقایہ (پر) حاشیہ لکھ ڈالا۔ اگر چہ یہ خدمت بھی بہت ہی قابل ستائش اور طلبہ ومدرسین کی بہت شکر گزاری کا باعث ہے، مگر ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مجھے شیر بیشۂ اہل سنت، ناصر دین وملت، سیف اللہ المسلول مولانا ابوالوقت شاہ محمد ہدایت الرسول صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نہیں بھولتا، بلکہ ہر وقت یاد آتا ہے۔ جب میں نے اعلیٰ حضرت اور بعض معاصرین اعلیٰ حضرت محشی کتب کثیرہ درسیہ میں فرق دریافت کیا تھا۔ فرمایا: میاں ان دونوں کا کیا مقابلہ؟ اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات وافادات ہوتے ہیں اور ان کی مثال وہی ہے 'بیٹھا بنیا کیا کرے اس کوٹھی کا دھان اُس کوٹھی میں، اُس کوٹھی کا دھان اس کوٹھی میں' کسی کتاب کی چند شرحیں، چند حواشی آگے رکھ کر کچھ اس سے کچھ اُس سے لے کر ایک شرح لکھ ڈالی۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں، حاضرین کا مجمع ہے، لوگ مسائل پوچھتے جاتے ہیں، حضور جواب دیتے جا رہے ہیں۔ اس وقت جناب سیّد محمود خان صاحب قادری برکاتی نوری رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں۔ حضور! میں دیکھتا ہوں کہ ہر مسئلہ کا جواب آپ کی نوک زبان پر ہے، کبھی کسی مسئلہ کی نسبت حضور کو یہ

فرماتے نہ سنا کہ کتاب دیکھ کر جواب دیا جائے گا۔ یہ سن کر حضور کسی قدر آبدیدہ ہوئے، اور ارشاد فرمایا: سیّد صاحب! قبر میں مجھ سے ہر مسئلہ کی نسبت سوال ہوگا کہ اس میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ اور اعلیٰ حضرت کی خداداد قابلیت و جامعیت کا اندازہ کریں۔

ذالك فضل الله يو تيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم ۰

حضرت سیّد شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے ایک بار کسی نماز کی دو رکعتوں میں آخر سورہ کی چند آیتیں پڑھیں۔ بعد ختم نماز کے میں نے کہا کہ مولانا یہ مکروہ ہے۔ اس وقت خاموش رہے، پھر فرمایا: بے شک فلاں کتاب میں یہ صورت مکروہ ہے مگر فلاں فلاں معتمد نے اسے جائز غیر مکروہ بتایا ہے۔ کتابوں کے نام مولانا نے بتائے تھے، مجھے یاد نہ رہے۔

(ق ۱۳۱، ۱۳۲)

مولوی محمد حسین صاحب بریلوی ثم المیرٹھی کا بیان ہے کہ میرٹھ کے ایک بہت بڑے رئیس اور بڑے دین دار، جنہوں نے ۱۱ حج کیے، جناب حاجی علاء الدین صاحب نے اپنی کوٹھی میں بالاخانہ بنا دیا، اور اس دیوار پر جو کوٹھی میں مسجد کی جانب تھی، دیوار بلند کی۔ بعدہ یہ خیال ہوا کہ یہ دیوار کہیں مسجد کی نہ ہو۔ یہاں کے علما سے تحقیقات کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں اعلیٰ حضرت سے اس کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ میرا ان کا تعارف نہیں ہے۔ آپ میرے ہمراہ چلئے۔ میں ان کے ہمراہ بریلی گیا، وہ اسٹیشن پر ایک ہوٹل میں مقیم ہوئے، اور شب کو وہاں حاضر ہوئے۔ حضرت بعد عشا کچھ دیر تشریف رکھتے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں، ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں۔ حالانکہ (۱۰/) میں لفافہ آتا ہے حاجی صاحب نے فرمایا کہ حضور ۱۰/ کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خطوط میں لگائے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ بلا وجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا؟ حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور چھوڑنے کا وعدہ کیا۔ پھر حاجی صاحب نے ایک مسئلہ ہیت کا دریافت کیا۔ فرمایا: ان سبھوں میں جو سب سے پہلی قسم ہے۔ اس کی بیس قسمیں ہیں۔ پہلی کا نام یہ ہے، دوسری کا نام یہ، تیسری کا ہے، اسی طرح بیسوں کا نام نمبروار بتایا۔ پھر فرمایا: ان بیس میں جو سب سے پہلے ہے، اس کی چالیس قسمیں ہیں۔ اتنا سن کر حاجی صاحب نے عرض کیا، میں سب کو معلوم نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس ترتیب سے بتانے پر اس قدر حیرت ہوتی ہے کہ گویا یہی مسئلہ ملاحظہ فرما کر تشریف لائے تھے۔ پھر مسجد کی دیوار کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا کہ اس دیوار میں کوٹھی کی جانب طاق ہیں، یا مسجد کی جانب؟ حاجی صاحب نے فرمایا کوٹھی کی طرف۔ فرمایا کہ یہ دیوار کوٹھی کی ہے۔ مگر اس پر دیوار بلند کرنے میں مسجد کے منارے دب گئے ہوں گے، چنانچہ حاجی صاحب نے آتے ہی بلند کرا دیئے۔ (ق ۱۴۰)

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار امام اہل سنت مسلم الثبوت مطالعہ فرما رہے تھے کہ حضرت کے والد ماجد صاحب کا تحریر کیا ہوا اعتراض و جواب نظر پڑا۔ جو رئیس الاتقیا صاحب نے صاحب مسلم الثبوت پر کیا تھا، اور اس کا جواب دیا تھا۔ امام اہل سنت نے اس اعتراض کو دفع فرمایا اور متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ تھا۔ جب پڑھنے کے واسطے حضرت والد ماجد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضرت کی نظر امام اہل سنت کے حاشیہ پر پڑی۔ اتنی

مسرت ہوئی کہ اٹھ کر سینے سے لگالیا اور فرمایا: احمد رضا! تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو، بلکہ تم مجھ کو پڑھاتے ہو۔ پھر اعلیٰ حضرت کے ابتدائی استاذ مکرم جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے لیکن انہوں نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور جناب مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب بہاری سے (کہ بڑے زبردست سنی اور اعلیٰ حضرت کے ہم خیال وہم عقیدہ عالم اس زمانہ میں وہاں پروفیسر دینیات تھے) مشورہ کیا۔ انہوں نے بہت زبردست طریقہ سے نہ صرف مشورہ دیا، بلکہ بہت زور دیا، اور فرمایا کہ ضرور جایئے۔ مخالفین نے اعلیٰ حضرت کو مشہور کر رکھا ہے کہ وہ بہت سخت ہیں، تیز مزاج ہیں۔ آپ ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے، اور ان کا اخلاق دیکھ کر تعجب کریں گے۔ یہ مشورہ دے کر ایک خط احتیاطاً حضرت صاحبزادہ اکبر مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب حجۃ الاسلام کے نام لکھ دیا کہ ’ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب ایک مسئلہ ریاضی کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں، ان کی حسب شان خاطر داری ہونی چاہیے‘۔ جناب مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب کا خیال تھا کہ جب اس غرض سے جاتے ہیں، تو اعلیٰ حضرت ہی کے یہاں ٹھہریں گے۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کسور اعشاریہ متوالیہ میں نصاریٰ تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اسی قدر واقفیت تھی، مگر حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے، حل کردوں گا۔ اس کے بعد مجھے اور برادرم قناعت علی کو وہ قاعدہ تفہیم فرما کر چار مثالیں بھی حل کرادیں۔

اس کے بعد ہی ایک خط جناب سیّد سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج کا حضور کی خدمت میں بایں مضمون آتا ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو ریاضی میں تقریباً ہر ولایت کی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کئے ہوئے ہیں، عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ چونکہ ایک جنٹل مین انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں، اس لیے آتے ہوئے جھجکتے ہیں۔ مگر اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاق ملاقات سے آمادگی ظاہر کی ہے۔ قیام نواب ضمیر احمد صاحب کے بنگلہ پر ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ پہنچیں، تو انہیں باریابی کا موقع دیا جائے۔ حضور نے مولانا صاحب کو جواب دیا کہ وہ بلا تکلف تشریف لے آئیں، فقیر منتظر رہے گا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بدایونی مقدمہ چل رہا تھا۔ دو چار روز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے نواب صاحب کے بنگلہ سے اطلاع کی کہ میں پانچ بجے حاضر خدمت ہوں گا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر موٹر آ گیا، ہم دونوں اس وقت موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو اندر بلالیا گیا۔ شاید نماز عصر ہونے والی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی وضو کیا، اور موزوں پر مسح کیا، مگر نماز پڑھنے کے وقت موزے اتار ڈالے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت نے ان سے پھر پیروں کو دھلوایا۔ بعد نماز کچھ باہمی گفتگو رہی۔ حضور نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکال مثلث اور دوائر کے بنے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب نہایت حیرت واستعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے، اور بالآخر فرمایا: میں نے اس علم کو حاصل کرنے میں غیر ممالک کے اکثر سفر کئے، مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں تو اپنے آپ کو بالکل طفلِ مکتب سمجھ رہا ہوں۔ مولانا! یہ تو فرمایئے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: میرا کوئی استاذ نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے صرف چار قاعدے جمع،

تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لیے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو وہاں کتابیں کہاں سے لاؤں گا۔
(ق ۱۳۷، ۱۳۸)

ریاضی دانی:

مولوی محمد حسین صاحب بریلوی ثم المیرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے وائس چانسلر، جنہوں نے ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں تعلیم پائی تھی، اور ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا، اور ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلے میں اشتباہ ہوا، ہر چند کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ چونکہ صاحب حیثیت تھے اور علم کے شائق، اس لیے قصد کیا کہ جرمن جا کر اس کو حل کریں۔ حسن اتفاق سے جناب مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب سے دریافت کیجیے، وہ ضرور حل کر دیں گے۔ ان صاحب نے کہا: مولانا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ کہاں کہاں تعلیم پا کر میں آیا ہوں، اور حل نہیں کر سکا! اور آپ ان صاحب کا نام لیتے ہیں جو غیر ممالک تو کجا، اپنے شہر کالج میں بھی تعلیم حاصل نہ کی۔ بھلا ان سے کیا معلوم ہو سکتا ہے؟ دو چار دن کے بعد مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر پھر یہی مشورہ دیا۔ پھر ان صاحب نے وہی جواب دیا، اور سفر یورپ کا سامان شروع کر دیا۔ مولانا موصوف نے پھر ان سے فرمایا، تو غصہ بھرے لہجہ میں کہا کہ مولانا! عقل بھی کوئی چیز ہے، آپ مجھ کو کیا رائے دیتے ہیں؟ اس پر مولانا نے فرمایا: آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ اتنے بڑے سفر کے مقابلے میں بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں۔ سیدھی گاڑی جاتی ہے، کئی گھنٹے کا سفر ہے؟ آپ ہو تو آیئے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ میرے قیام بریلی شریف کا زمانہ ہے یعنی ۱۳۲۹ھ کے قبل، ایک مرتبہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے **علم المربعات** کا ایک سوال اخبار دبدبہ سکندری رامپور میں شائع کیا کہ کوئی ریاضی داں صاحب اس کا جواب دیں۔ اخبار دبدبہ سکندری اعلیٰ حضرت کے یہاں آتا تھا، اور مدیران اخبار مذکور کو جو خلوص و عقیدت اعلیٰ حضرت اور ان کے وابستگان کے ساتھ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب تک ضرور آتا ہوگا۔ خیر! بہر کیف اعلیٰ حضرت نے جب اس سوال کو ملاحظہ فرمایا تو اس کا جواب تحریر فرمایا، اور ساتھ ساتھ اسی فن کا ایک سوال بھی جواب کے لیے تحریر فرمایا اور مجھے حکم ہوا کہ اس کی ایک نقل رکھ لی جائے۔ میں اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کا رسالہ **الموهبات فی المربعات** نقل کر رہا تھا، اس لیے کچھ دلچسپی تھی۔ جب وہ جواب اور پھر سوال اخبار میں چھپا، تو ڈاکٹر صاحب موصوف کی نظر سے گزرا۔ ان کو حیرت ہوئی کہ ایک عالم دین بھی اس علم کو جانتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کا جواب اخبار دبدبہ سکندری میں چھپوایا۔ اتفاق وقت کہ وہ جواب غلط تھا، اعلیٰ حضرت نے اس کی تغلیط کی۔ متحیر تو ڈاکٹر صاحب پہلے ہی تھے، اب ان کو سخت تعجب ہوا کہ ایک عالم دین صرف جانتا ہی نہیں بلکہ اس میں کمال رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو اعلیٰ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا، اور علی گڈھ میں اپنے احباب کے حلقہ میں اس کا تذکرہ کیا۔ لوگوں نے منع کیا کہ ہرگز مت جایئے۔ وہ بہت ہی سخت مولوی ہیں

اور آپ ہیں علی گڈھی، داڑھی منڈے۔ مولانا آپ سے بات بھی نہ کریں گے۔ یہ بھی دیکھا کہ مولوی صاحب پڑھ رہے ہیں، اور حضور پیش پیش فرماتے جاتے ہیں کہ اس کے بعد یہ ہونا چاہیے، اس کے بعد یہ باب ہوگا اور وہی نکلتا، مگر حضور کے سمجھاتے وقت معلوم ایسا ہوتا تھا کہ خالی ہاں ہاں کہنے کے سوا سمجھ میں ان کے کچھ بھی نہیں آ رہا ہے۔ غرض مشکل سے تین چار روز رہ کر واپس چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب بیچارے کے سمجھ میں کیا آیا ہوگا؟ اور اگر کچھ ذہن میں آیا بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ بریلی کے اسٹیشن تک۔ علی گڈھ پہنچتے پہنچتے بالکل کورے ہی ہوں گے۔ پھر فرمایا: ڈاکٹر صاحب کے آنے سے پہلے، ایک قسم کا خیال آتا تھا کہ انہوں نے اس علم کے حصول میں اپنی زندگی صرف کردی ہے، نہ معلوم کیا کیا سوالات کریں گے؟ بخلاف اس کے یہاں تو صدہا مصروفتیں ہیں، خدا جانے میں جواب بھی دے سکوں گا یا نہیں؟ مگر الحمد للہ پروردگار عالم نے ان کی پوری تشفی کرادی، اور وہ بہت مسرور گئے۔

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ڈاکٹر صاحب مولانا سلیمان اشرف صاحب کو لے کر مارہرہ شریف پہنچے اور وہاں سے والا درجت جناب سیّد شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشیں مارہرہ شریف پیرزادہ اعلیٰ حضرت کو لے کر بریلی شریف پہنچے۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت مہدی حسن میاں صاحب کی تعظیم وتوقیر شایان شان فرمائی؛ اور جناب مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب کی بوجہ سیادت تعظیم کی، جناب وائس چانسلر صاحب سے بھی مزاج پرسی فرمائی اور تشریف آوری کی غرض دریافت کی۔ وائس چانسلر صاحب موصوف نے فرمایا کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں۔ ارشاد ہوا: فرمایئے۔ انہوں نے کہا: وہ ایسی بات نہیں ہے، جسے میں اتنی جلدی عرض کردوں۔ فرمایا: آخر کچھ تو فرمایئے۔ غرض وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر ان کو حیرت ہوگئی، اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا، بے اختیار بول اٹھے' میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شئی ہے، آج آنکھ سے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلہ کے حل کے لیے جرمن جانا چاہتا تھا کہ ہمارے دینیات کے پروفیسر جناب سیّد سلیمان اشرف صاحب نے میری رہبری فرمائی۔ مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہو رہا ہے، گویا جناب اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے، سنتے ہی فی البدیہ تشفی بخش نہایت اطمینان کا جواب دیا...... اور بہت شاداں وفرحاں علی گڈھ واپس ہوئے۔

(میں) ۱۳۲۹ھ ہی میں برادر دینی منشی عزیز الدین صاحب قادری رضوی بریلوی مقیم شملہ کی کوشش سے شملہ چلا گیا تھا۔ (اس لیے ذاتی مشاہدہ نہیں) کہ ڈاکٹر صاحب کب گئے اور کیا کیا باتیں ہوئیں؟ تاہم سیّد ایوب علی صاحب کا بیان زیادہ قابل وثوق ہے کہ ڈاکٹر صاحب نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ٹھہرے، اور ایک وقت خاص پر حاضر ہوئے، اور سوالات کیے، اور تشفی بخش جوابات پائے۔

(بہر حال) ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب کا مسئلہ ریاضی کی تحقیق میں بریلی شریف آنا اور اعلیٰ حضرت سے وہ مسئلہ دریافت

کرنا اور اس کا تشفی بخش جواب پانا مسلم جس میں اصلاً شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا: کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو؟ مصطفےٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، مکان کی چار دیوار کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے۔ اس کے بعد کسور اعشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی وہی فرمایا کہ تیسری قوت تک ہے۔ اس پر حضور نے میرے اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے یہ دو بچے بیٹھے ہیں۔ انہیں جس قوت کا آپ سوال دے دیں، یہ حل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ حضور اس کا کیا سبب ہے کہ آفتاب حقیقۃً طلوع نہیں ہوا ہے، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہو گیا۔ اس کا جواب علمی اصطلاحات میں حضور نے دیا۔ جسے فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے۔ (۱۵) ہاں! جو مثال بیان فرمائی، وہ یہ تھی کہ:

کسی بند کمرے میں جھروکوں سے اگر روشنی پہنچتی ہو، تو باہر کے چلنے پھرنے والوں کا سایہ الٹا نظر آتا ہے۔ یعنی سر نیچے، پاؤں اوپر۔ اس کے علاوہ اور مشاہدہ کیجیے۔

حاجی کفایت اللہ صاحب نے فرمایا: حاجی صاحب! ایک طشت میں تھوڑا سا پانی ڈال کر ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی۔ اب حضور نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آپ کھڑے ہو کر دیکھئے کہ برتن میں روپیہ نظر آ رہا ہے یا نہیں؟ انہوں نے کچھ فاصلہ سے دیکھ کر عرض کیا: ہاں! نظر آ رہا ہے۔ فرمایا: ذرا اور پیچھے ہٹ آیئے۔ وہ کچھ پیچھے ہٹ آئے اور فرمایا: اب دکھائی نہیں دیتا ہے۔ حضور نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا۔ انہوں نے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: اب نظر آنے لگا۔ فرمایا اور دو قدم پیچھے کو آ جایئے۔ پھر روپیہ نظر سے غائب تھا۔ حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا، روپیہ پھر نمایاں تھا...... بعدہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

افسوس یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی سے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اُردو میں ہو جاتا۔ پھر میں انگریزی کر کے شائع کر دیتا۔

اور فرمایا: میرے یہاں کالج کی لائبریری میں ایک کتاب عربی میں ہے۔ جس کا وجود دنیا میں معدودے چند نسخوں پر ہے۔ یعنی ایک تو میرے یہاں، اور ایک ایک جلد انگلینڈ، گرینچ، بھوپال، ریاست رام پور میں، اور ایک نسخہ قسطنطنیہ میں ہے۔ ویسے میں چاہتا ہوں کہ اس کا ترجمہ انگریزی میں ہو جاتا۔ لہٰذا اگر حضور فرمائیں تو میں ایک مولوی صاحب کو وہ کتاب دے کر خدمت والا میں بھیج دوں۔ تاکہ وہ حضور سے آ کر سمجھ لیں۔ پھر ان سے میں سمجھ لوں گا۔

حضور نے فرمایا: بہتر ہے...... اس کے بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لے گئے۔ حضور نے کچھ مٹھائی تازہ موٹر میں رکھوا دی۔ چند روز کے بعد ڈاکٹر صاحب کے فرستادہ مولوی صاحب وہ کتاب لے کر آئے، اور حضور سے پڑھنا شروع کیا۔ ہماری

آنکھیں شاہد ہیں کہ حضور اس کمیاب بلکہ نایاب کتاب کو بغیر دیکھے۔ بے تکلف مولوی صاحب کو اس طرح سمجھاتے جاتے، جیسے حضور نے اس کو بارہا پڑھایا ہے۔

(کیوں کہ میرے قیام شملہ کے دوران ہی) وہ وائس چانسلر صاحب بھی حسن اتفاق سے شملہ آئے، اور اسپشل ہوٹل میں مقیم ہوئے۔ میں وہاں گیا، اور ان سے ملا، اور کہا کہ میں ایک امر کی تحقیق وتفتیش آپ سے چاہتا ہوں، فرمایا: کل صبح بعد نماز فجر۔ دوسرے دن سویرے ہی گیا اور ان سے دریافت کیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ ریاضی کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بریلی تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کو کیسا پایا؟ فرمایا: بہت ہی خلیق ومنکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی جانتے تھے، باوجودیکہ کسی سے پڑھا نہیں، ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جو بہت مشکل اور لاحل تھا، ایسا فی البدیہ جواب دیا، گویا اسی مسئلہ پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی اور جاننے والا نہیں ہے۔

بریلی سے واپس ہونے پر پروفیسر صاحب نے داڑھی رکھ لی اور نماز بھی پورے پابند ہوگئے۔ **ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم** ۔(ق ۱۵۰،۱۵۷)

ھیئت وتوقیت وغیرہ میں کمال:

اوپر بیان ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے ۱۳رسال ۱۰رماہ کی عمر میں کتب درسیہ مروجہ سے فاتحہ فراغ حاصل فرمایا۔ اس عمر میں انسان کی جیسی عقل ہوتی ہے، جیسی محنت عام طلبہ کرتے ہیں، خصوصاً ایک رئیس کبیر کے صاحب زادے سے جس محنت کی توقع کی جاسکتی ہے، اس کے مقابلہ میں حضور کی لیاقت، فنی قابلیت جو دیکھی جاتی ہے، تو سوا اس کے کہ اس کا اقرار کیا جائے کہ اعلیٰ حضرت کا علم کسبی نہ تھا، بلکہ محض وہبی، لدنی (تھا) اور کوئی چارہ کار نہیں اور یہ صرف میرا خیال نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کا بھی میرے گمان میں یہی عقیدہ تھا۔ اسی لیے حضور اپنے فتاویٰ شریف کا نام العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ رکھا تھا۔ **ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم** ۔ اسی لیے نہ صرف فقہ اور دینیات بلکہ جس فن کی طرف توجہ فرمائی اپنے شعر کو سچ کر دکھایا اور حقائق ودقائق کے دریا بہادیے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

علم ہیئت میں اعلیٰ حضرت نے شرح چغمینی حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رامپوری سے پڑھی۔ لیکن اس فن میں ایسا کمال پیدا فرمایا کہ تصریح شرح چغمینی پر حاشیہ لکھا۔ اس کے مغلق مقامات کو حل فرمایا پھر اعلیٰ حضرت کا کسی کتاب پر حاشیہ لکھنا علمائے معاصرین کی طرح نہ تھا کہ کچھ ادھر سے کچھ ادھر سے نقل کیا اور کسی ایک کتاب پر چسپاں کردیا بقول شخصے

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا

بلکہ جو کچھ تحریر فرماتے، اپنے علم اور فیضان الٰہی سے۔ علم ہیات کو اگر دیکھا جائے، تو سوا چند اصطلاحات جاننے کے فقط

اس سے کوئی کارآمد نتیجہ نہیں نکلتا۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت نے ہیات کے ساتھ علم توقیت اور نجوم کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اگرچہ نجوم کی طرف توجہ محض فنی واقفیت اور علمی حیثیت سے زیادہ کبھی اس کو اہمیت نہ دی۔ پھر بھی جب کبھی نجوم کی طرف توجہ فرمائی تو مشاہیر فن کو اعلیٰ حضرت کی بات ماننی پڑی۔

ایک مرتبہ مولوی غلام حسین صاحب یعنی مولوی محمد حسین صاحب بریلوی موجد طلسمی پریس کے والد ماجد تشریف لائے، جو علم نجوم میں کامل اور اس فن کے ماہر تھے، اور فرمایا...... مولوی! سنتے ہو (۱۶) 'لاہور فتح، دہلی پر دھمک'

اعلیٰ حضرت نے فرمایا...... یہ کیسے؟

انہوں نے ایک زائچہ پیش کیا، جو تیار کر کے لائے تھے، اس کو اعلیٰ حضرت کے سامنے رکھ دیا۔

حضرت نے اس کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا...... یہ نہ ہوگا، بلکہ اس کا حاصل فقط تبدیل سلطنت ہے۔

انہوں نے کہا...... ہاں! یہی ہوگا، جو میں نے حکم لگایا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا...... مجھے اس سے اتفاق نہیں، اس کا اثر میرے خیال میں یہ نہیں۔

یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے، اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد مکان تشریف لے گئے۔ پھر کئی مہینہ کے بعد وہ تشریف لائے۔

اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا...... کہیے حضرت! کہاں لاہور فتح اور دہلی پر دھمک ہوئی؟

انہوں نے کہا...... آپ کا حکم لگانا بھی تو غلط ہوا۔ کہاں تبدیل سلطنت ہوئی؟

ارشاد فرمایا...... سلطنت تو بدل گئی، پہلے ملکہ وکٹوریہ کی سلطنت تھی یعنی ولیم کے خاندان میں اور آج کل ایڈورڈ ہفتم بادشاہ ہیں، ان کا خاندان دوسرا ہے۔ دادیہال سے خاندان لیا جاتا ہے، نہ نانیہال سے۔ شرعاً نسب کا اعتبار باپ کی طرف سے ہوتا ہے، نہ ماں کی جانب سے۔

تب مولوی غلام حسین صاحب خاموش ہو گئے۔

ایک اور واقعہ انہیں کا ہے۔ ایک دن تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا...... فرمائیے! بارش کا کیا انداز ہے، کب تک ہوگی؟

انہوں نے ستارا کی وضع سے زائچہ بنایا، اور فرمایا...... اس مہینہ میں پانی نہیں ہے، آئندہ ماہ میں ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا دیا۔

اعلیٰ حضرت نے دیکھ کر فرمایا...... اللہ کو سب قدرت ہے، چاہے تو آج بارش ہو۔

انہوں نے کہا...... یہ کیسے ہو سکتا ہے، آپ ستاروں کی وضع کو نہیں دیکھتے؟

حضرت نے فرمایا...... میں سب دیکھ رہا ہوں، اور اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کے واضع اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں۔

(پھراس مشکل مسئلہ کوکس قدرآسان طریقہ پرسمجھادیا) سامنے کلاک لگی ہوئی تھی، اعلیٰ حضرت نے ان سے پوچھا......
وقت کیاہے؟

بولے......سواگیارہ بجے ہیں۔

فرمایا......۱۲ربجنے میں کتنی دیرہے؟

بولے......پون گھنٹہ۔

حضرت نے فرمایا......اس سے قبل؟

کہا......نہیں، ٹھیک پون گھنٹہ۔

اعلیٰ حضرت اٹھے، اور بڑی سوئی کو گھمادیا۔ فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ حضرت نے فرمایا......آپ نے فرمایا تھا، ٹھیک پون گھنٹا بارہ بجنے میں ہے۔

بولے......آپ نے اس کی سوئی کھسکادی، ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹے ہی بعد ۱۲ربجتے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا......اسی طرح رب العزۃ جل جلالہ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے، پہنچا دے۔ وہ چاہے تو ایک مہینہ، ایک ہفتہ ایک دن کیا؟ ابھی بارش ہونے لگے۔

اتنا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ چاروں طرف گنگھورگھٹا آ گئی، اور پانی برسنے لگا۔

غرض اعتقاد علم نجوم پر اس قسم کا تھا، ستاروں کے اثرات کے قائل تھے، مگراصل فاعل مختار حضرت عزوجل شانہ کو جانتے تھے۔ ستاروں کی وضع اور رفتار بدلنے کی بھی ضرورت نہیں۔

مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب عرف جیلانی میاں سلمہ کی ولادت کا زائچہ بنایا، اور فن کے اعتبار سے اس پر احکام ثبت فرمائے، جو مستقل ایک رسالہ کی شکل میں خود دست مبارک کا لکھا ہوا، کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے اوپر تحریر فرمایا: الغیب عند اللہ ۔

ہیئت ونجوم میں کمال کے ساتھ علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد کے درجہ پر تھا۔ یعنی اگر اس فن کا موجد کہا جائے، تو بے جا نہ ہوگا۔ علما نے جستہ جستہ اس کو مختلف مقامات پر لکھا ہے۔ لیکن میرے علم میں کوئی مستقل کتاب اس فن میں نہ تھی۔ اس لیے جب میں نے اور میرے ساتھ مولوی سیّد شاہ غلام محمد صاحب بہاری......مولانا مولوی حکیم سیّد شاہ عزیز غوث صاحب بریلوی...... مولوی سیّد محمود جان صاحب بریلوی......حضرت حجۃ الاسلام صاحبزادہ والا جاہ مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی...... مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا، تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی، جس کو ہم لوگ پڑھتے۔ اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت خود ہی اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے۔ اسی کو ہم لوگ لکھ لیتے، اور اسی کے مطابق عمل کر کے اوقات نصف النہار، طلوع، صبح صادق، عشا، ضحوہ کبریٰ، عصر نکالتے۔ ایک زمانہ تک تو وہ قواعد ہم لوگوں کی کاپیوں میں لکھے رہے۔ پھر

میں نے ان سب کو ایک کتاب میں جمع کر کے پوری توضیح وتشریح کے ساتھ مع مثال بلکہ امثلہ لکھ کر اس کا نام الجواھر والیواقیت فی علم التوقیت معروف بہ توضیح التوقیت رکھا۔ الحمدللہ کہ یہ رسالہ مطبع نعیمی مراد آباد میں چھپ کر شائع ہو گیا ہے اور اس سے بہت لوگوں نے اس علم کو حاصل کیا۔

اسی زمانہ میں مجھے بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا، تو ایک نسخہ گرامی جناب محبُّ مکرم جناب حکیم سیّد شاہ عزیز غوث صاحب کے لیے لیتا گیا۔ انہوں نے دیکھا تو بہت خوش ہوئے، اور مولوی صاحب بھی فارسی زبان میں اس فن میں تصنیف فما رہے تھے۔ وہ رسالہ مجھے دکھایا کہ میں نے اس طرح لکھنا شروع کیا تھا۔ لیکن اب توضیح التوقیت کے بعد اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے۔ میں نے بہت اصرار کیا کہ آپ ہرگز ایسا خیال نہ فرمائیں، آپ اس کتاب کو ضرور مرتب کر ڈالیے۔ یہ بھی اعلیٰ حضرت کا فیض اور ان کے علم کی اشاعت ہے۔

ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر ست

یہ نہ معلوم ہو سکا وہ کتاب ان کی زندگی میں چھپ گئی تھی یا نہیں؟ اور اب ان کے صاحب زادوں کا ان کی تصنیفات کی طباعت واشاعت کے متعلق کیا خیال ہے؟ غرض یہ تو اعلیٰ حضرت کے اس فن میں علمی کارنامے ہیں۔ یعنی قواعد کے ذریعہ یہ معلوم کر لینا کہ کس وقت آفتاب طلوع کرے گا، اور کس وقت غروب وغیرہ؟

ساتھ ساتھ ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت اس قدر زبردست تھی کہ مولوی برکات احمد صاحب صدیقی پیلی بھیتی نبیرہ مولوی عبداللطیف صاحب برادر حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب قدست اسرارھما کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کو ستارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے۔

فقیر عبدالرضا غفرلہ نے بوقت شب ستاروں کو ملاحظہ فرما کر وقت بتانے اور گھڑی ملانے کے واقعات بھی سنے اور دیکھے ہیں اور بالکل صحیح وقت ہوتا۔ ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بدایوں تشریف لے گئے۔ حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبدالقادر قادری برکاتی قدس سرہ العزیز کے یہاں مہمان تھے۔ مدرسہ قادریہ مسجد خرما میں خود حضرت تاج الفحول امامت فرماتے۔ جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی، تو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت فاضل بریلی کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز فجر کی امامت کی، اور قرأت اتنی طویل فرمائی کہ مولانا عبدالقادر صاحب کو بعد سلام کے شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہو گیا۔ مسجد سے نکل کر لوگ آفتاب کی جانب دیکھنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا: آفتاب نکلنے میں ابھی تین منٹ، اڑتالیس سکنڈ باقی ہیں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔

مولوی سیّد عبدالعزیز صاحب قادری سہسوانی حال مقامی بریلی شریف محلّہ ملوک پور مسجد شاہ معشوق اللہ صاحب قدس سرہ مجھ سے فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت اور حضرت تاج الفحول میں غایت درجہ محبت تھی گویا دونوں ایک ہی تھے۔ پھر بھی مولانا

عبدالقادر صاحب بدایونی فجر کی نماز ابتدائے اسفار میں پڑھتے تھے جب کبھی حضرت تاج الفحول بریلی تشریف لاتے تو حسب عادت سویرے نماز پڑھا کرتے؛ اور اگر کوئی کہتا کہ اعلیٰ حضرت دیر کر کے پڑھتے ہیں تو فرماتے کہ وہ ہیئت و توقیت جانتے منٹ منٹ کی خبر رکھتے ہیں ان کے لیے اس قدر اسفار زیبا ہے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی سمستی پوری نے لکھا کہ مکرمی حاجی عبدالجامع صاحب جامی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریلی تشریف لے گئے۔ رات زیادہ ہو جانے کے سبب مولانا کو خبر نہیں کی، فجر کی نماز کے لیے سویرے ہی اذان کہی اور تھوڑی دیر انتظار کر کے نماز شروع کر دی۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور اسفار میں نماز فجر ادا فرمائی۔

علم تکسیر میں مہارت:

علم تکسیر بھی اس زمانہ میں انہیں علوم میں سے ہے جس کے جاننے والے ہر صوبہ میں ایک یا دو شخص ہوں گے۔ عوام کو اس سے کیا دلچسپی، علما کو اس سے کیا غرض؟ مشائخ کرام جن کے یہاں کی اور جن کے کام کی چیز ہے، سیکڑے میں اَسّی ایسے ملیں گے، جو اپنے مشائخ کے مجموعہ اعمال یا مجربات یا نافع الخلائق سے نقوش الٹے سیدھے با قاعدہ یا بے قاعدہ لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ۱۸=۱۹ اف صدی نقش مثلث یا مربع قاعدہ مشہورہ سے بھر لینا جانتے ہیں اور پوری چال سے نقوش بھرنا تو شاید چار یا پانچ سو میں دو ایک ہی کا حصہ ہوگا۔

عرصہ کی بات ہے کہ ایک شاہ صاحب مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ تشریف لائے اور محبّ محترم حامی دین، واقف علوم عقلیہ ونقلیہ مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب دربھنگوی مدرس مدرسہ کے مہمان ہوئے اور اپنی عزت بنانے، وقار جمانے کو ادھر ادھر کی بات کرتے ہوئے فن تکسیر کی واقفیت کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب بہت ظریف طبیعت ہیں۔ یہ سن کر ایسا انداز برتا جس سے ان شاہ صاحب نے سمجھا کہ میرے فن دانی کے قائل اور معتقد ہو گئے۔ چنانچہ مہینہ دو مہینہ میں ایک دو پھیرا ادھر ان کا ہونے لگا، اور مولانا کے یہاں ایک دو وقت قیام ضرور کرتے۔ یہ بھی مہمان نوازی فرماتے۔ جب ان کی ڈینگ بہت بڑھی، تو ایک دن بہت بھولی زبان سے فرمایا کہ میرے مدرسہ میں بھی ایک مدرس مولانا ظفر الدین صاحب ہیں، وہ بھی فن تکسیر جانتے ہیں۔ بہت حیرت ہوئی وہ تو سمجھ رہے تھے کہ مولانا مقبول احمد خاں صاحب کے علم میں دنیا میں، میں ہی ایک تکسیر جاننے والا ہوں؛ اور اسی وجہ سے ایسے زبردست معقولی ہونے پر بھی میری عزت کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ اسی پٹنہ میں مولانا کے دستوں میں اسی مدرسہ کے مدرسوں میں، اک شخص فن تکسیر جانتے ہیں، تو حیرت کی حد نہ رہی۔ بولے کہ ان سے میری ملاقات کرا دیجیے گا۔

انہوں نے کہا: اچھا! وہ تو روزانہ مدرسہ کے وقت ۱۰ بجے مدرسہ تشریف لاتے ہیں، اور چار بجے دریاپور واپس جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک دن مولوی صاحب موصوف شاہ صاحب کو لیے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور ان کا تعارف کرتے ہوئے بہت سی خوبیاں بیان کرتے ہوئے خاص انداز سے فرمایا کہ سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے کہ آپ فن تکسیر جانتے ہیں۔ میں سمجھ گیا۔ میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہوگا کہ آپ وہ فن جانتے ہیں، جس کے جاننے والے روئے زمین سے

معدوم ومفقود نہیں تو قلیل الوجود ضرور ہیں۔اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جناب کو بھی فن تکسیر کا علم ہے؟ میں نے کہا یہ مخلصوں کا محض حسن ظن ہے، کسی فن کے چند قواعد کا جان لینا فن کی واقفیت نہیں کہلاتی ہے۔ہاں اس فن سے یک گونہ دلچسپی ضرور ہے۔

اس کے بعد میں نے ان شاہ صاحب سے پوچھا...... جناب مربع کتنے طریقہ سے بھرتے ہیں؟

بہت فخریہ فرمایا......سولہ طریقہ سے۔

میں نے کہا......بس۔

اس پر فرمایا......اور آپ؟

میں نے کہا......گیارہ سو باون طریقے سے۔

بولے......سچ؟

میں نے کہا......جھوٹ کہنا ہوتا تو کیا لاکھ دو لاکھ کا عدد مجھے معلوم نہ تھا گیارہ سو باون کی کیا خصوصیت تھی؟

کہا......میرے سامنے بھر سکتے ہیں؟

میں نے کہا......ضرور، بلکہ میں نے بھر کر رکھ دیا ہے۔آج چار بجے میرے ساتھ دریاپور تشریف لے چلیں۔مولانا مقبول احمد خاں صاحب کو بھی میں دعوت دیتا ہوں، وہیں ناشتہ چائے چلے، وہ کتاب میں حاضر کروں گا۔ایک ہی نقشہ ہے جو اتنے طریقے سے بھرا ہوا ہے، جس میں کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہوا نہیں۔

پوچھا......کن سے سیکھا؟

میں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نام لیا۔

حضرت کے معتقد تھے، نام سن کر ان کو یقین ہو گیا مگر پوچھا......اور اعلیٰ حضرت کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں؟

میں نے کہا......تیئس سو طریقے سے۔

کہا......آپ نے اور کیوں نہیں سیکھا؟

میں نے کہا......وہ تو علم کے دریا نہیں، سمندر ہیں۔جس فن کا ذکر آیا، ایسی گفتگو فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ عمر بھر اسی کو سیکھا اور اسی کی کتب بینی فرمائی ہے۔ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کر سکتا ہوں؟ آخر ۴ بجے وہ میرے ساتھ دریاپور تشریف لائے اور وہ کاغذ جس پر میں نے وہ نقوش لکھے تھے، ملاحظہ فرمایا۔بہت تعجب سے دیکھتے رہے، اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کے مشتاق ہو کر بعد مغرب واپس ہوئے۔پھر نہ معلوم کہ بریلی شریف حاضر ہوئے یا نہیں۔خیر بہر کیف۔

جملہ علوم وفنون کی طرح فن تکسیر سے اعلیٰ حضرت کو نہ صرف واقفیت ہی تھی بلکہ اس فن میں کمال اور مہارت رکھتے تھے۔ بلکہ اگر مجتہد کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔اس کے ثبوت میں ایک تحریر نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔جس کو حضرت عظیم البرکت سیّدنا

سیّد شاہ اولادِ رسول محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ قادریہ، برکاتیہ قاسمیہ مدظلہ العالی نے میری طلب پر روانہ فرمایا۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فصل فی الوفق الوحاوی

فقیر احمد رضا قادری بریلوی غفرلہ القوی درج مجموعہ سیّدنا نور العارفین حضرت سیّد ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ مد ظلہم العالی نقشے بریں صورت دیدہ بود، اما اورا قاعدہ مضبوط وضابطہ مطردہ نیافتہ۔ ناچار بجائے خود فکرے کردم وسہ ضابطہ برآوردم۔ واین نقش را ہم ہر دو ضلع تمام شود، ضلعے قائم وضلعے معترض۔ وفق وحاوی نام نہادم وسیر اورادریں بیت انضباط دادم

چو خواہی بہ نقش وحاوی سیر　　دو رخ درمیان دو فرزیں بگیر

چوں چہاردہم ماہ محرم الحرام ۱۳۰۶ھ شرف خاک بوسی آستانہ عالیہ برکاتیہ بتقریب عرس سراپا قدس حضور صاحب البرکات رضی اللہ عنہ دست داد، ذکر ایں نقش با صاحبزادہ والا احترام حضرت سیّد شاہ ابو القاسم اسمٰعیل حسن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمیاں آمد۔ عرض داشتم کہ من فقیر ایں وفق را چند ضابطہ بروئے کار آوردہ ام۔ ارشاد فرمود کہ بفرست ۱۵/ ماہ مذکور بوطن رسیدم، طرح فکرے تازہ انداختم۔ درساعت قلیل ہفت ضابطہ دیگر روئے نمود، تا آنکہ **تلك عشرة كاملة** شد۔ وباعتبار وجوہ طریق رخت از حدی نہایت برد۔ فقیر اولاً آں سہ قاعدہ پیشیں می نویسم، پس آں ضوابط آخر ذکر خواہم کرد وباللہ التوفیق۔

(ضابطہ اولیٰ) شش طرح وبرسہ تقسیم واز حاصل آغاز وکسر یک در بیت چہارم ودوم درسوم کہ بیت القطب ست وہمین ست نظم واقل **ما یجری فیه تسعة** وسیر از چہار بیت آتشی وہبادی وآبی وخاکی ممکن ست۔ وراہ یمین ویسار ہر دو کشادہ۔

فمن الناری

	۱	
۲	۳	۴
	۵	

	۱	
۴	۳	۲
	۵	

ومن الهوائی

	۴	
۵	۳	۱
	۲	

	۲	
۵	۳	۱
	۴	

ومن المائی

	۲	
۱	۳	۵
	۴	

	۴	
۱	۳	۵

ومن الارضی

	۵				۵	
۲	۳	۴		۴	۳	۲
	۱				۱	

وهذا من عشرة فالكسر واحدا

	۱	
۲	۳	۴
	۶	

وهٰذا من احد عشر فالكسر اثنان

	۱	
۲	۴	۵
	۶	

نقشبست دربست

	۴	
۵	۷	۸
	۹	

(ضابطہ ثانیہ) برطبق مصاریہ کہ عدد اسم مطلوب یا آیت مقصودہ دوبی قطب نویسند وحاصل جمع ضلع سہ مثل اعداد مطلوبہ باشد وحاجت تکسیر نیفتد۔

ایں صورت از سہ تا فوق ممکن وھٰذا وفق ح

	۱	
۲	۳	۴
	۵	

نقش بست دربست

	۱۸	
۱۹	۲۰	۲۱
	۲۲	

(ضابطہ ثالثہ) کہ خانہ قطب بہر کتابتِ مقصود، تہی ماند۔ قانونش آنکہ سہ طرح ومقسوم علیہ، وکسر در چہارم

واقل مایجری فیہ خمسہ

	۱	
۲	مطلب	۳
	۴	

وھذا من ستۃ

	۱	
۲	مطلب	۴
	۵	

نقش بست دربست

	۸	
۹	مطلب	۱۱
	۱۲	

وایں جا قاعدہ مصاریہ جاری نتواں کرد کہ بیت قطب ندارد۔ وایں سہ قاعدہ ست کہ بنگاہ اولیں پردہ از روئے مقصود کشود۔ حالا ضوابط باقیہ برنگارم۔

(ضابطہ رابعہ مشتمل برطرقہ غیر متناھیہ) در نظم طبعی طرح ۶ بود، وسیر برنسق اعداد یک یک فزودن۔ وترا می رسد کہ از اضعاف ستہ ہر قدر کہ خواہی طرح کنی وبحساب آں درزیادت افزائی مثلاً اگر ۱۲ طرح کنی، بہر خانہ دوگاں افزائی۔ ودر طرح ۱۸ سہ گاں۔ ودر اسقاط ۲۴ چہارگاں۔ وہم چنیں الی مالا نہایہ لہ

پیداست کہ چوں تضاعیف ستہ را نہایت نیست، طریق ایں ضابطہ را نیز پایاں نباشد۔ وتقسیم دائما بر سہ واز حاصل شروع ووطیرہ کسر ہماں ست کہ در نظم طبعی گزشت ونذکر امثلۃ بعض الطرقہ۔

(طریقہ اولیٰ) طرح ۱۲ وزیادت دوگاں واقل مایجری

فیہ خمسۃ عشر ھکذا

	۱	
۳	۵	۷
	۹	

و ھذا من ١٦ فالکسر واحد

	۱	
۳	۵	۸
	۱۰	

نقش بست دربست فالکسر اثنان

(طریقہ دوم)

	۲	
۴	۷	۹
	۱۱	

طرح ۱۸اوزیادت سہ گان واقل ما یجری فیہ۲۱

	۱	
۴	۷	۱۰
	۱۳	

نقش اسمِ ذات

	۱۶	
۱۹	۲۲	۲۵
	۲۸	

نقش نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(طریقہ سوم)

	۲۴	
۲۷	۳۱	۳۴
	۳۷	

فالکسر اثنان

طرح ۲۴وزیادت چہارگان واقل مایجری فیہ۲۷

	۱	
۵	۹	۱۳
	۱۷	

(طریقہ چہارم) طرح ۷۸۰ کے یک صدوسی

ضعف ستہ است وزیادت برخانہ ۱۳۰تعویذ تسمیہ

	۱	
۵	۹	۱۳
	۱۷	

وعلیٰ ھٰذا القیاس ازیں ضابطہ طرق غیر متناھیہ توان برآورد کما لا یخفی۔

(**ضابطہ خامسہ ایضا مشتمل بر طرق غیر متناھیہ**) از سہ تا غیر متناہی ہر قدر کہ خواہی طرح نمائی، وتقسیم بر ۲ وتا بیت قطب سیر بر نظم طبعی۔ وبعد ازاں کہ بیت چہارم ست از عدد مطروح ہر قدر کہ باشد سہ کم نمودہ سیر نمائی۔ وظاہر ست کہ دریں صورت کسر نیفتد مگر بیک، آنرا در بیت چہارم بیفزائی مثلاً

(**طریقہ اولیٰ**) چوں طرح سہ لنیم در بیت چہارم از عدد مطروح کہ سہ بود سہ کاستیم، ہیچ نماند۔ آنجا صفر نہند، ودر پنجم یک۔ واقل مایجری

فیہ خمسۃ ھٰکذا

	۱	
۲	۳	۰
	۱	

نقش بست در بست

	۸	
۹	۱۰	۱
	۲	

توضیحش آنکہ از بست سہ تفریق شد، ۱۷ ماند۔ بر دو قسمت کردیم، ہشت صحیح برآمد، وکسر یک۔ ہشت را بخانہ اوّل نہادہ تا قطب سیر نمودیم۔ در بیت چہارم از مطروح سہ کاستیم، فانی شد، صفری بایست۔ اما کسر یک کہ بدست بود، افزودیم۔ یک دریں خانہ آمد، ودو در بیت پنجم۔

(**طریقہ دوم**) طرح ۴ ودر خانہ چہارم وپنجم یک ودو واقل مایجری

فیہ خمسۃ ھٰکذا

	۱	
۲	۳	۱
	۲	

نقش بست در بست بلا کسر

	۸	
۹	۱۰	۱
	۲	

ایں بعینہٖ مثل اوّل برآمد۔ امافرق در طریقہ ست آنجا سہ طرح کردہ بودیم، وکسری ماند، وایں جا چہار انداختیم و بے کسریا فتیم۔

نقشِ اسمِ ذات

	۳۱	
۳۲	۳۳	۱
	۲	

اسمِ ذات پاک احمد صلی اللہ علیہ وسلم اعدادش ۵۳

	۲۴	
۲۵	۲۶	۲
	۳	

(**طریقہ سوم**) طرح ۱۵ ایں جا در خانۂ چہارم ۲ و در پنجم ۳ آید کما لا یخفی واقل

ما یجری فیه سبعة

	۱	
۲	۳	۲
	۳	

نقشِ بست در بست

	۷	
۸	۹	۳
	۴	

(**طریقہ چہارم**) طرح ۷۸۴ تعویذ تسمیہ

وہم چنیں الی مالانہایۃ لہ

	۱	
۲	۳	۷۸۱
	۷۸۲	

(**ضابطہ سادسہ ایضا مشتمل بر طرق غیر متناهیه**) ایں ضابطہ ہیچ طرحے وکسرے محتاج نیست، وہیچ گونہ نظامے وسیاقے نمی خواہد۔ ہر عددے کہ خواہی بہر ہیچ کہ خواہی سہ پارہ کنی وآں پارہ ہارا در بیوت ثلثہ اولین تا بیت القطب نہی۔ چوں بہ بیت چہارم رسی باز از سر آغاز کنی۔ بعدہ از عدد خانہ اوّل بالترتیب نوشتن گیری۔

مثلاً بست را پارہ کردیم ۵، ۷، ۸

	۵	
۷	۸	۵
	۷	

	۱	
۱۶	۳	۱
	۱۶	

یا ۱، ۱۶، ۳

	۱۰	
۴	۶	۱۰
	۴	

یا ۱۰، ۴، ۶

وھکذا ایں جا اگر اختلاف بیوت درعد خواہند، البتہ درکم از سہ جریان نیابد فان اقسامہا ۱، ۲، ۳ و لا یمکن اقل من ذالك مختلفات ورنہ درسہ نیز ممکن ست کما لا یخفی۔

(ضابطہ سابعہ) پنج طرح کنی وباقی را نگاہ داری وسیر مطلقاً از یکے نمائی۔ چوں بہ بیت چہارم آئی، جمیع باقی ماندہ را نہی ودر پنجم برآں یک افزائی کما ھو مقتفی السیر۔

	۱	
۲	۳	۱
	۲	

واقل مایجری فیه ستة

بلکہ درخمسہ نیز ممکن ست کہ چوں بعد طرح پنج از پنج ہیچ نماند، حصہ بیت چہارم صفر آمد، دررنگ آنچہ کہ درضابطہ خامسہ گزشت۔

وھٰذہ صورته

	۱	
۲	۳	۰
	۱	

نقش بست دربست

	۱	
۲	۳	۱۵
	۱۶	

نقش اسم ذات

	۱	
۲	۳	۱۶
	۶۲	

(تنبیہ) ایں ضابطہ را بعبارت آخر ہم تعبیر تواں کرد۔ مثلاً

تعبیر دوم آنکہ ہر بیت آنست کہ دروے رقمے از ارقام ہندسیہ باشد و اقل آنہا یک ست۔ حالا از ہر عدد کہ خواہی شش طرح کنی، و باقی را نگاہ داشتہ تا بیت قطب از یک تا سہ بر نظم طبعی رفتہ، در چہارم جمیع باقی را با یک کہ اقل حقوق بیوت ست جمع کنی۔ مثلاً از بست بعد طرح شش ۱۴ باقی ست، در بیت چہارم ۱۵ نوشتیم و در پنجم ۱۶ کما رائیت۔

تعبیر سوم آنکہ ۹ مطروح و تا بیت القطب از یک تا سہ سیر طبعی، و در چہارم بر مقتضائے نظم طبعی کہ عدد ۴ ست جمیع باقی را اضافہ۔ مثلاً در نقش بدوح بعد طرح ۹ باقی ۱۱ چوں با ۴ جمع کردہ شد، ۱۵ برآمد، و مثل مامرہ شد۔ اینہا بحقیقت راجع بہماں طرح ۵ و کتابت جمیع ماقی در بیت چہارم است۔ فق این است کہ آن شامل تر ست کہ ہم از خمسہ جریان آغاز می کند، واینہا قاصر و ناقص۔ باز دروے قلت و سہولت عمل علاوہ، پس ہمون مختار اُفتاد۔ و بر اینہا تنبیہ کردیم تا متروک زائد ہول عنہ گمان نہ برند۔

(ضابطہ ثامنہ) عدد مطلوب را بر ۹ قسمت نمائی و کسر از یک تا ہشت ہر چند کہ باشد محفوظ داری، و حاصل قسمت را در خانہ مفتاح نہادہ در بیوت باقیہ ہماں حاصل بر حاصل افزودہ باشی۔ مثلاً در ۹ حاصل قسمت یک ست بہر خانہ یگاں یگاں افزائی۔ و در عدد ۱۸ حاصل ۲ است، بہر بیت دوگان زیادہ کنی۔ و در ۲۷ حاصل ۳ ست، بہر بیت سہ گان اضافہ کنی۔ و ہکذا۔ و کسر ہر قدر کہ باشد با ایں حاصل در بیت چہارم جمع نمائی۔

واقل مایجری فیه تسعة

	۱	
۲	۳	۴
	۵	

من ۱۷ فالکسر ۸

	۱	
۲	۳	۱۲
	۱۳	

من بدوح فالحاصل ؟ والکسر ؟

	۲	
۴	۶	۱۰
	۱۲	

من اجل فالحاصل ۲ والکسر ۷

	۳	
۶	۹	۱۹
	۲۲	

من اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم فالحاصل ۱۰ والکسر؟

	۱۰	
۲۰	۳۰	۴۲
	۵۲	

من التسمیۃ فالحاصل ۸۷ والکسر ۳

	۸۷	
۲۷۴	۲۶۱	۲۵۱
	۴۳۸	

(ضابطہ تاسعہ) ذوالکتابۃ در ہر سہ خانہ ضلع عرضی حروف اسم یا کلمات آیت ہر چہ خواہی نویسی، واعداد آنہا را زیر آنہا نگاری، ودر مفتاح از عدد بیت دوم ہر چہ کہ باشد یک کم نہی، ودر مغلاق بر عدد بیت چہارم ہر قدر کہ باشد، یک بیفزائی۔ نقش مراد برکرسی سداد نشیند۔ مثلاً

من محمد رسول اللہ ﷺ

	۲۵	
اللہ ۶۶	رسول ۲۹۶	محمد ۹۲
	۹۳	

من التسمیۃ

	۲۸۸	
الرحیم ۲۸۹	الرحمن ۳۲۹	بسم اللہ ۱۶۸
	۱۲۹	

من اسم الحفیظ

	۸۹۹	
ظ ۹۰۰	فی ۹۰	ح ۸
	۹	

وازلطائفش این ست کہ جزاسے کہ کم از سہ حرف داشتہ باشد کہ تقسیم او بر بیوت ثلثہ ممکن ست، ودر ہر اسم وعبارتُ جاری ست، تا آنکہ دراسم سہ حرفی کہ حرف آخرینش الف باشد، نیز راست می آید۔ حالانکہ بریں تقدیر درخانہ دوم الف افتد، وممکن نباشد کہ در بیت اوّل از وے چیزے کم کردہ بنویسند۔ اماایں جا کم کردن آنست کہ صفر ماند مثلاً نام پاک خدا جل جلالہ

	٠	
و ١	د ٤	خ ٦٠٠
	٦٠١	

(فائدہ) المظهر والمضمر چنانچہ درمربع نویسند، آنجا خود واضح ست۔ زیرا کہ بوجہ زوجیت عدد بیوت تکرار واعادہ حروف واعداد بروجہ کمال ممکن ست۔ اینجا عدد بیوت فرد یعنی پنج ست، چگونہ تکرار کامل صورت بندد۔ اما ایں قدر ممکن ست کہ اسم راسہ جز کردہ در بیوت سہ گانہ پیشیں نویسند، وباز از بیت چہارم تکرار نمودہ تا دو ثلث اعادہ نمایند، یک ثلث باقی می ماند لانعدام المحل مثلاً احد

	ا	
ح ٨	د ٤	و ٦
	ح ٨	

حاصلش راجع ست بضابط سادسہ کہ ذکرش گزشت۔ آرے جائیکہ دوپارہ اولین معنی مناسب دارد، خالی از لطف نیست۔

مثلاً از ربی

	ر ٢٠٠	
ب ٢	ف ٨٠	ر ٢٠٠
	ب ٢	

کہ ربی رب ایں عبارت رابطور جملہ اسمیہ ہم تواں خواند، بہ تنوین رب یعنی پروردگار من پروردگار ست۔ نیز بکسر بائے رب برحذف یائے متکلم یعنی پروردگار من پروردگار من ست۔ نیز رب یعنی پروردگار من پرورد۔ ہم جملہ ندائیہ تواں گفت۔ ہر دو جا بتقدیر حرف ندا ایش ندا مکرر باشد۔ یعنی اے پروردگار من اے پروردگار من۔ یا۔ رب امر از تربیت گیرند، پس دعا باشد۔ اے پروردگار من تربیت فرما۔ رب بفتح با خوانند، یعنی پروردگار من پرورد۔ پنج توجیہ متصور ست...... واز رحمٰن ایں چنیں باشد رحمٰن رحم بترکیب عجمی دعائے رحمت باشد یعنی ای رحمٰن رحم کن

	ر ۲۰۰	
حم ۴۸	ف ۸۰	ر ۲۰۰
	حم ۴۸	

(فائدہ) ازیں ضابطہ تاسعہ قاعدہ دیگر توان فہمید بے آنکہ ذوالکتابۃ باشد وہمونست۔

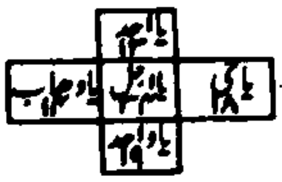
(ضابطہ عاشرہ) کہ ہر عددے راکہ خواہی بہر طور کہ خواہی سہ اقسام متساویہ یا غیر متساویہ متناسبہ یا غیر متناسبہ برآوردہ در سہ خانہ ضلع عرضی نہی۔ ودر خانہ اول، از دوم یک کم، ودر پنجم، بر چہارم یک بیش۔ واین نیز بر تقدیر رعایت اختلاف بیوت فی الاعداد۔ ودر کم از شش جاری نشود ورنہ سہ بند ست۔

	۰	
۱	۱	۱
	۲	

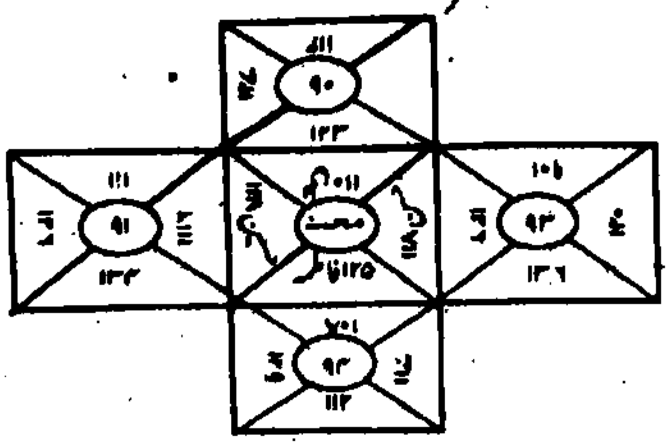
نقش بست دربست

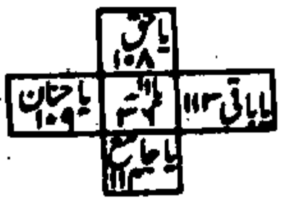
	۳	
۴	۹	۷
	۸	

(فائدہ) دریں طریقہ لطفے آن ست کہ از اعداد بیوت اسمائے دیگر برآوردن سہل وآسان ست۔ چوں عنان تقسیم بدست خود ست، عدد مطلوب را بہر نہجے سہ پارہ کنند کہ ہر ایک از آنہا عدد اسے از اسمائے طیبہ لطفیہ یا قہریہ علی حسب الحاجۃ باشد۔ وممکن کہ عدد مفتاح ومغلاق نیز مساعدت کند، وباعداد اسم دیگر موافق آید۔ مثلاً اعداد اسم ذات را بر ۱۸،۳۴،۱۴ قسمت کردیم کہ اعداد حی واجل ووہاب است۔ وہاب در خانہ دوم آمد، وخانہ اوّل را ۱۳۱ ماند کہ عدد احد است، وپنجم را ۱۹۱ کہ عدد واحد ست، نقش چناں راست کردم



وفق پاک اسم رحیم ایں چنیں عددش ۲۵۸





(فائدہ) نقش محیط الاسرار خود ظاہر ست کہ در جمیع اقسام اوفاق میرست چہ او نباشد مگر جمع کردن چند نقوش در نقش واحد تقسیم کردن ہر بیت بر حد اوّل بیوت عدیدہ، وہم بر طبق مصاریہ ممکن، وہم بروفق نظم مشہور ما، ایں جا نقش وحاوی محیط الاسرار از اسمائے حضرات پنجتن پاک صلوات اللہ وسلامہ علیہم بر طور مصری می نویسم۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۷ محرم ۱۳۰۶ھ۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ یہ دس ضابطے نقش 'وحاوی' کے ۲۷ محرم ۱۳۰۶ھ تک غور وفکر کا نتیجہ تھا۔ جب رسالہ مبارکہ الطائب الاکسیر فی علم التکسیر پر میرے پڑھنے اور علم تکسیر سیکھنے کے زمانہ میں نظر ثانی فرمائی، تو چھیالیس ضابطے استخراج فرمائے اور اگر کچھ اور غور وتامل فرماتے تو ۵۰ تک پہنچا دیتے، بلکہ اس سے بھی زائد فرما دیتے اور واقعی علم لدنی وہبی کی شان یہی ہوتی ہے۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

علم جفر میں کمال:

ایک دن نواب وزیر احمد خان صاحب ایک کتاب جس میں انہوں نے تعریفات اشیا لکھی تھیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بغرض اصلاح سنا رہے تھے۔ علم جفر کی تعریف سناتے وقت حضور نے فرمایا آپ نے علم زائرچہ کی تعریف نہ لکھی، یہ علم جفر کی تعریف سناتے وقت حضور نے فرمایا آپ نے علم زائرچہ کی تعریف نہ لکھی، یہ علم جفر ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اس میں منظوم عربی زبان بحر طویل اور حرف 'ل' کی 'روی' میں آتا ہے، اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا، مقطع نہیں آتا۔ جس کو صاحب علم کی اجازت نہیں ہوتی نہیں آتا۔ میں نے اجازت حاصل کرنا چاہی، اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے، جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اگر اجازت عطا ہوئی حکم مل گیا، ورنہ نہیں۔ میں نے تین چار روز پڑھا، تیسرے روز خواب میں دیکھا۔

ایک وسیع میدان ہے اور اس مین ایک بڑا پختہ کنواں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، اور چند صحابہ کرام بھی حاضر ہیں، جن میں سے میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو پہچانا۔ اس کنوئیں میں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پانی بھر رہے ہیں۔ اس میں سے ایک بڑا تختہ نکلا کہ عرض میں ڈیڑھ گز اور طول میں دو گز ہوگا، اور اس پر سبز کپڑا چڑھا ہوا ہے، جس کے وسط میں سفید روشن بہت جلی قلم سے

اھذا اسی شکل میں لکھے ہوئے تھے۔

جس سے میں نے یہ مطلب نکالا۔

اس کا حاصل کرنا ھذیان فرمایا جاتا ہے۔

اس سے بقاعدہ جفر اذن نکل سکتا تھا۔ کو بطور صدر مؤخر آخر میں رکھا، اس کے عدد ۵ رہیں، اب وہ اپنی پہلی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبہ میں آ گئی، اور پانچ کا دوسرا مرتبہ پانچ دہائی ہے۔ یعنی پچاس، جس کا حرف ن ہے یوں اذن سمجھا جاتا، مگر میں نے اس طرف التفات نہ کیا، اس فن کو چھوڑ دیا کہ ھذ کے معنیٰ ہیں فضول بک۔

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے کسی نے عرض کیا: قیامت کب ہوگی، اور ظہور امام مہدی کب؟

ارشادفرمایا: قیامت کب ہوگی، اسے اللہ جانتا ہےاوراس کے بتانے سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ قیامت ہی کا ذکر کرکے ارشادفرماتا ہے:عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه أحداً الا من ارتضی من رسول ۔ اللہ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے غیب پرکسی کو مسلط نہیں فرماتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر کی متصل آیت میں ذکر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے ملاحظہ احادیث سے حساب لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا الکشف عن تجاوز ھٰذہ الامة الف اس میں ثابت کیا کہ یہ امت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔

امام جلال الدین کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہے، اوراپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ ۱۴۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا۔ بحمداللہ تعالیٰ اسے بھی چھبیس برس گزر گئے اور ہنوز قیامت تو قیامت، اشراط کبریٰ میں سے کچھ نہ آیا۔

امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں، مگران میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے، اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی ظہور فرمائیں۔

کسی نے دریافت کیا کہ حضور نے علم جفر سے معلوم فرمایا؟

ارشاد ہوا: ہاں! اور پھر کسی قدر زبان دبا کر فرمایا: آم کھایئے پیڑ نہ گنیے۔ (پھر خود ہی ارشاد فرمایا) کہ میں نے یہ دونوں ۱۸۳۷ھ میں سلطنت اسلامی کا نہ رہنا اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمانا، سیّدالمکاشفین حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ کے کلام اخذ کیے ہیں۔

اللہ اکبر کیسا زبردست واضح کشف تھا کہ سلطنت ترکی کا بانی اوّل عثمان پاشا حضرت کے مدتوں بعد پیدا ہوا۔ مگر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے اتنے زمانے پہلے عثمان پاشا سے لے کر قریب زمانہ اخیر تک جتنے بادشاہ اسلامی اوران کے وزراء ہوں گے، رموز میں سب کا مختصر ذکر فرمادیا کہ زمانہ کے عظیم وقائع کی طرف بھی اشارے فرمادیئے۔ کسی بادشاہ سے اپنی اسی تحریر میں بہ نرمی خطاب فرماتے ہیں اور کسی پر حالت غضب کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں ختم سلطنت اسلامی کی نسبت لفظ ایقظ فرمایا اور صاف تصریح فرمادی کہ لا اقول ایقظ الھجریة بل ایقظ الجفریة۔

میں نے ایقظ جفریه کا حساب کیا، تو ۱۸۳۷ھ آتے ہیں، اورانہیں کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ میں ظہور امام مہدی کے سن اخذ کیے۔ وہ فرماتے ہیں۔ رباعی

اذا دار الزمان علی حروف بسم اللہ فالمھدی قاما
ویخرج فی الحطیم عقیب صوم الا فاقرء من عندی سلاما

خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرمادیا کہ اتنی مدت تک میری قبر لوگوں کی نظروں سے غائب رہے گی مگر اذا دخل السین فی الشین ظھر قبر محی الدین جب شین میں سین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی۔ سلطان سلیم جب شام

میں داخل ہوئے تو ان کو بشارت دی کہ فلاں مقام میں میری قبر ہے سلطان نے وہاں ایک قبہ بنوا دیا جو زیارت گاہ عام ہے۔

(پھر فرمایا:) چند جداوّل ۲۸ = ۲۸ خانوں کی آپ نے تحریر فرمادی ہیں جن میں ایک ایک خانہ لکھا اور باقی خالی چھوڑ دیئے۔ اب اس کا حساب لگاتے رہیے کہ اس سے کیا مطلب ہے۔

ملفوظات حصہ دوم سفر حج کے بیان میں ہے۔

میں نے یہ خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہاں کا مرجع وملجا ہے، اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں، ممکن کہ کوئی صاحب جفر داں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔ ایک صاحب معلوم ہوئے جفر میں مشہور ہیں۔ نام پوچھا معلوم ہوا مولانا عبدالرحمٰن دھان، حضرت مولانا احمد دہان مکی کے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ نام سنکر اس لیے خوش ہوا کہ یہ اور ان کے بڑے بھائی صاحب مولانا اسد دہان کہ اب قاضی مکہ ہیں، مجھ سے سند حدیث لے چکے تھے۔ میں نے مولانا عبدالرحمٰن کو بلایا، وہ تشریف لائے۔ کئی گھنٹے خلوت رہی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاعدہ جو ان کے پاس ناقص تھا، اس کی تکمیل ہوگئی۔

اسی کے مثل سرکار مدینہ میں واقع ہوا، وہاں بھی ایک صاحب عبدالرحمٰن نام ہی کے ملے، یہ عبدالرحمٰن عربی مکی ہیں، اور وہ عبدالرحمٰن آفندی ترکی شامی۔ کئی روز متصل تشریف لاتے، اور دیر تک بیٹھ کر جاتے۔ ہجوم حضرات اہل علم ومعززین کے سبب انہیں بات کا موقع نہ ملتا۔ ایک دن میں نے ان سے غرض پوچھی، کہا: تنہائی میں کہوں گا۔ دوسرے دن ان کے لیے وقت نکالا۔ کہا: میں جفر میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے فرمایا: یہاں نہ اب میرا زیادہ قیام ہے، نہ تیرا۔ میں خاص اس کی تحصیل کے لیے تیرے پاس ہندوستان آؤں گا۔

وہ تو نہ آئے، مگر مولانا سیّد حسین صاحب مدنی صاحبزادہ حضرت مولانا سیّد عبدالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اور چودہ مہینے فقیر خانہ پر قیام فرمایا، اور علم اوفاق وتکسیر سیکھے۔ انہیں کے لیے میں اپنا رسالہ **اطائب الاکسیر فی علم التکسیر** زبان عربی میں املا کیا۔ یعنی میں عبارت زبانی بولتا جاتا اور وہ لکھتے جاتے، اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے۔ علم جفر میں اتنی دست گاہ ہوگئی تھی کہ پانچ سوالوں میں دو کا جواب صحیح نکال لیتے کہ ان کے لیے میں نے اس علم سے اجازت تعلیم کا سوال پہلے کرلیا تھا اور جواب ملا کہ ضرور بتاؤ کہ یہ اسی کے لیے اتنی دور سے سفر کرکے آئے ہیں۔ اگر چند مہینے اور رہتے تو امید تھی کہ سب جواب صحیح نکالتے ...... میں نے جو جداوّل کثیرہ اس فن کی تسہیل جلیل کے لیے اپنی طبع زاد ایجاد کی تھیں، رخصت کے وقت انہیں نذر کردیں کہ خود اس فن کے ترک کا قصد کرلیا تھا، جس کی وجہ سوالوں کی کثرت سے لوگوں کا پریشان کرنا تھا۔

اور بالخصوص یہ عجیب واقعہ کہ ایک امیر کبیر کی بیگم بیمار ہوئی، جس کا مذہب سنی نہ تھا۔ انہوں نے میرے آقازادے حضرت سیّدنا سیّد شاہ مہدی حسن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے سوال کرایا۔ جواب نکلا۔

'سنیت اختیار کریں ورنہ شفا نہیں'

اور اس فن کا حکم ہے کہ جو جواب نکلے، بلا رورعایت صاف کہہ دیا جائے۔ میں نے یہی لکھ بھیجا...... یہ منظور نہ ہوا، اور مرض

بڑھتا گیا۔

اب حضرت ہی کے ذریعہ سے یہ سوال آیا کہ موت کب اور کہاں ہوگی، اپنے شہر میں یا نینی تال میں؟ کہ اس وقت تبدیل آب وہوا کے لیے مریضہ کا وہیں قیام تھا...... یہ سوال ۸؍شوال المکرّم ۱۳۲۸ھ کو ہوا۔ جواب نکلا۔

'محرم یعنی ماہ محرم میں موت ہوگی'

اور کہاں ہوگی؟ اس کے جواب میں، میں نے ان کے شہر کے نام کا پہلا حرف اور اس کے بعد ق اور اس کے بعد ۲ ہندسہ اور آگے لفظ خویش لکھ دیا۔

وہاں کے جفار بلائے گئے کہ اس معمہ کو حل کریں۔ انہوں نے حرف نام شہر سے تو شہر مراد لیا، اور قاف سے قلعہ، اور آگے نہیں چلتا...... حالانکہ اس حرف سے شہر مراد تھا اور قاف سے قریب، ۲ سے حرف ب کہ اوّل لفظ بیت ہے۔ یعنی موت نینی تال میں نہیں ہوگی، بلکہ اپنے شہر میں، مگر نہ اپنے محل میں بلکہ قریب بیت خویش، دوسری جگہ میں۔

جب اس جواب کا شہرہ ہوا، اطراف سے جلد بازوں کے خط ذی قعدہ ہی سے آنے لگے کہ تم نے موت کی خبر دی تھی، اور ابھی نہیں ہوئی۔

میں نے کہا بھائیو! اگر محرم سے پہلے موت واقع ہو تو جواب غلط ہو جائے گا۔ نہ کہ اس کی صحت کے لیے ابھی سے موت تلاش کر رہے ہو۔

اسی قسم کی طوفان بے تمیزی کے سبب میں نے یہ قصد کر لیا کہ یہ جواب غلط ہوا، تو اس فن پر اتنی محنت کروں گا کہ باذنہ تعالیٰ پھر غلطی نہ ہو...... یہ علم تمام علوم سے مشکل تر اور سکھانے والے مفقود اور اکابرین مصنّفین کو کمال اخفا مقصود۔ جو علوم ظاہر ہیں اور مصنّفین و معلّمین ان کا اعلان چاہتے ہیں، ان کی تو یہ حالت ہے کہ کتاب تو کچھ کہتی ہے، اور ناظر کچھ سمجھتا ہے۔ تو اس علم میں ناظر کی غلط فہمی کیا تعجب ہے؟ اور وہ بھی مجھ جیسے کے لیے، جس نے نہ کسی سے سیکھا، نہ کوئی مشورہ و مذاکرہ کرنے والا۔ صرف ایک قاعدہ بدوح میں کہ مذدوجات سے ہے، والا حضرت عظیم البرکت حضرت سیّدنا سیّد شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ العزیز نے ۱۲۹۴ھ میں تعلیم فرمایا تھا۔ اس کے بعد جو کتابیں اس فن کے نام سے مشہور و رائج ہیں، ان کی نسبت اسی فن سے سوال کیا، اس نے ان پر نہایت تشنیع کی اور کہا 'یہ سب مہمل و باطل اور جلانے کے قابل ہیں' صرف دو کتابوں کی مدح کی، جو ان سب رائج کتابوں سے جدا ہیں۔ جن میں ایک حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے۔

وہ دونوں کتابیں مولیٰ عزوجل نے مجھے بہم کرا دیں۔ انہیں مطالعہ کیا، جہاں تک بزور مطالعہ انکشاف ہوا، ہوا اور جہاں حضرات مصنّفین نے ذہن میں رکھا تھا، اس کی نسبت جتنا قاعدہ معلوم ہو لیا تھا، اس سے سوال کیے، اس نے مطلب بتایا، ایک قاعدہ اور حل ہوا۔ اب جو آگے الجھا، اس سے پوچھا۔ اس نے بتایا، اور حل ہوا۔ اس طور پر اس فن کی قدرے ابجد معلوم ہوئی۔

میری کتاب **سفر السفر عن الجفر بالجفر** انہیں مباحث میں ہے، جس میں ساٹھ سوال و جواب ہیں۔ یعنی جفر سے جفر کو

واضح کرنے کی کتاب۔

اس نے ایک دوسرے علم زائرچہ کے ایک عظیم سرمکتوم کو بھی واضح کیا، جس کی نسبت حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے رسالہ زائرچہ میں ہے کہ زمانہ سیّدنا شیث علیہ السلام سے اس راز کے اخفا کا حلفی عہد (ہے)۔ رسائل فن میں نہایت غامض چیستاں کی طرح اس کے بارہ پتے دیئے گئے ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ خاتم آدم میں ہے۔ میں نے اس کی نسبت بھی اسی پہلے قاعدہ جفر سے سوال کیا۔ اس نے روشن طور پر بتادیا۔ اب جوان بارہ پہیلیوں کو دیکھوں، تو سب خود بخود منکشف ہو گئے۔

خیال ہوا کہ اس فن کی طرف بھی توجہ کروں کہ اس کا راز پنہاں تو کھل ہی گیا ہے۔ اس پر اقدام کا ائمہ فن نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ چند روز کچھ اسما تلاوت کئے جاتے ہیں۔ مدت موعود میں خوش نصیب بندہ بکرم اللہ تعالیٰ زیارت جمال جہاں آرائے حضور انور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتا ہے، اگر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فن میں اشتغال کا اِذن ملے، مشغول ہو۔ ورنہ چھوڑ دے...... میں نے وہ اسمائے طیبہ تلاوت کئے، پہلے ہی ہفتہ میں سرکار کا کرم ہوا۔ جسے شاید میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ اس سے اذن کا استنباط ہو سکتا تھا۔ مگر میں نے ظاہر پر محمول کر کے ترک کر دیا۔

غرض جفر سے جو جواب نکلے گا، ضرور حق ہوگا کہ علم اولیائے کرام کا ہے، اہل بیت عظام کا ہے، امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ مگر اپنی غلط فہمی کچھ اچنبا نہیں۔

تو اگر یہ جواب غلط گیا، کافی محنت کروں گا اور صحیح اترا تو اس فن کا اشتغال چھوڑ دوں گا کہ آئے دن سوالوں کی محنت اور رائلٹے اعتراضوں کی وقت کون سہے؟ جواب بحمد اللہ پورا صحیح اترا (۱۷) اور میں نے اشتغال چھوڑ دیا۔

وہ طبع زاد جداول کہ تدقیق تام سے بنائی تھیں اور جنہوں نے اس فن کے بہت اعمال مشکلہ کو آسان کر دیا تھا چلتے وقت حضرت سیّد (حسین مدنی) صاحب موصوف کے نذر کر دیں۔

ان سے پہلے مولانا عبد الغفار صاحب بخاری اسی فن کے سیکھنے کو تشریف لائے تھے۔ انہوں نے حیدر آباد سے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں عریضہ لکھا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ کام خطوط سے نہیں ہو سکتا، خود آیئے۔ وہ مارہرہ شریف آئے۔ اتنے میں حضرت بریلی تشریف لے آئے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خان سلمہ کے یہاں رونق افروز ہیں کہ عصر کے وقت مولوی صاحب تشریف لائے، ماشاء اللہ کمال متقی وصالح وعالم تھے۔ وہ جہاں ہوں اللہ تعالیٰ انہیں خیر و خوبی سے رکھے۔ حضرت قدس سرہ نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ یہ جو کچھ سیکھیں، ان کو بتاؤ۔

میں ارشاد حضرت کے سبب حسب قاعدہ اس فن سے اجازت طلب نہ کر سکا اگر ممانعت ہوئی تو حکم حضرت کے خلاف کیوں کر کروں گا؟ آٹھ مہینے تک انہیں سکھایا۔ ایام سرما میں بعض دفعہ رات کے دو دو بج جاتے، وہ عالم پورے تھے۔ قواعد خوب منضبط کر لیے۔ آٹھ پہر میں ایک سوال نہایت اُجلا باضابطہ مرتب فرما لیتے، اور جواب تلاش کرتے۔ نہ ملتا، مجھے دکھاتے۔ میں گزارش کرتا، دیکھیے یہ جواب رکھا ہے۔ اپنی ران پر ہاتھ مارتے کہ ہمیں کیوں نظر نہیں آتا؟ میں گزارش کرتا کہ جتنی بات تعلیم

کے متعلق تھی، وہ آپ کو پوری آ گئی۔ رہا جواب، وہ القائے ملک ہے۔ اگر القا نہ ہوا اپنا کیا اختیار؟ یہ اس کا نتیجہ تھا کہ اس علم سے بے اجازت لیے انہیں سکھایا۔ آٹھ مہینے رہے، اور چلتے وقت فرما گئے: میں جیسا آیا تھا ویسا ہی جاتا ہوں۔

ان کی محبت وصلاح وتقویٰ کے سبب اکثر ان کی یاد آتی ہے۔ جزیرہ سنگا پور سے ایک خط ان کا آیا تھا، اس کے بعد کچھ پتا معلوم نہیں۔ سیّد حسین مدنی سا کوئی سیر چشم و بے طمع عربی میں نے ان عرب سے آنے والوں میں نہ دیکھا ان کی خوبیاں دل پر نقش ہیں۔ حضرت سیّد اسماعیل مکی کا تذکرہ اکثر ان کے سامنے کرتا، تو وہ فرماتے: زہے سعادت ان کی کہ ان کی ایسی یاد تمہارے قلب میں ہے۔ اب اپنے چلے جانے کے بعد وہ کیوں کر دیکھیں کہ ان کی کتنی یاد ہے؟ یہاں سے ملک چین کو تشریف لے گئے پھر ان کا کوئی خط بھی نہ آیا نہ مدتوں تک مدینہ طیبہ ان کا کوئی خط گیا۔ ان کے چھوٹے بھائی سیّد ابراہیم مدنی ان سے پہلے یہاں تشریف لائے تھے، وہ اس زمانہ میں قازان کو گئے ہوئے تھے کہ ملک روس میں ہے، اور یہ تبت کو۔ ان کے بڑے بھائی سیّد احمد خطیب مدنی کے خطوط آتے کہ والدہ بہت پریشان ہیں، سیّد حسین کہاں ہیں؟ یہاں کسے پتا معلوم تھا؟ اب سنا گیا ہے کہ شاید مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ یہ سیّد صاحب محمد مدنی بیان ہے، جو پار سال تشریف لائے تھے۔

تاریخ گوئی:

عالم الغیب والشہادۃ علیم وخبیر جل جلالہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اعلیٰ حضرت کو جملہ کمالات انسانی کو جو ایک ولی اللہ یکتائے زمانہ میں ہونے چاہئیں، بروجہ کمال جمع فرما دیا تھا۔ جس وصف کمال کو دیکھئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اسی میں تمام عمر صرف فرما کر اس کو حاصل فرمایا ہے، اور اس میں کمال پیدا کیا ہے۔ حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض موہبت عظمیٰ ونعمت کبریٰ ہے۔ ایک ادنیٰ توجہ سے زیادہ اس کی طرف کبھی صرف نہیں فرمائی۔ ازاں جملہ تاریخ گوئی ہے۔ اس میں وہ کمال اور ملکہ تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے، اعلیٰ حضرت اتنے ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرما دیا کرتے تھے، جس کا بہت بڑا ثبوت حضور کی کتابوں میں اکثر وبیشتر کا تاریخی نام اور وہ بھی ایسا چسپاں کہ بالکل مضمون کتاب کی توضیح وتفصیل کرنے والا، جس کا مفصل بیان ذکر تصنیفات میں ملاحظہ سے گزرے گا۔ اس جگہ چند واقعات تاریخ گوئی اور بعض قطعات تاریخ ناظرین حالات کی خدمت میں پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

۱۲۸۶ھ میں کہ حضور کی عمر شریف کا چودھواں سال تھا۔ ایک صاحب حاضر خدمت اقدس ہوئے، اور عرض کیا: ایک صاحب نے امام باڑا بنایا ہے، چاہتے ہیں کہ کوئی تاریخی نام ہو، تو دروازہ پر کتبہ کر دیں۔ حضور نے فی البدیہ فرمایا: ان سے کہیے بدر رفض [۱۲۸۶ھ] رکھیں۔ اس جواب کو سن کر بولے کہ امام باڑا گذشتہ ہی سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ حضور دوسرا لفظ فرمائیں گے، جس میں لفظ رفض نہ ہو۔ حضور نے فوراً ہی فرمایا: تو دار رفض [۱۲۸۵ھ] رکھیں۔ یہ سن کر بہت چپ ہوئے اور پھر عرض کیا کہ اس کی ابتدا ۱۲۸۴ھ ہی میں کی تھی، اس لیے اسی سن کا نام ہونا مناسب ہے۔ ارشاد فرمایا: تو در رفض [۱۲۸۴ھ] رکھیں۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ پنج شنبہ کا دن ہے اور صبح کا وقت، حضور حجام سے خط بنوا رہے ہیں۔ میں قریب

ہی تپائی پر بیٹھا ہوں کہ ڈاک میں ایک کارڈ مکرمی جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی فاضل بہاری صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ سہسرام مدظلہ العالی کا آیا۔ حسب ارشاد فقیر نے پڑھ کر سنایا اس میں ممدوح نے فرزند ارجمند کی ولادت کی اطلاع دیتے ہوئے تاریخی نام تجویز فرمانے کی درخواست کی تھی۔ حضور نے سنتے ہی فی البدیہ فرمایا: نام تو مختار الدین (۱۳۳۶ھ) ہونا چاہئے اور دیکھئے تو سیّد صاحب! شاید تاریخ ہوگئی۔ میں نے جو شمار کیا تو پورے ۱۳۳۶ھ ہوئے، اور یہی سن ولادت تھا۔

انہیں کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ پھاٹک میں تشریف فرما ہیں۔ حاضرین کا چاروں طرف مجمع ہے ایک صاحب دریافت کرتے ہیں کہ اسم اعظم کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کے لیے اسم اعظم جدا ہے۔ اس کے بعد ہی ایک جانب سے نظر مبارک حاضرین پر دیپورہ فرماتی ہے، اور حضور ہر ایک سے بلا تکلف فرماتے جاتے ہیں۔ یہ تمہارے لیے اسم اعظم ہے، یہ تمہارے لیے اسم اعظم ہے۔ چنانچہ فقیر سے فرمایا: یالطیف یا اللہ پڑھا کرو۔ پھر آخر میں فرمایا کہ ہر ایک صاحب کے نام میں جو حروف ہیں ان کے باقاعدہ ابجد جو مجموعی تعداد ہے اس کے ہم عدد اسمائے الٰہیہ میں ایک اسم ورنہ دو اسم دوگنی مرتبہ ہر روز پڑھا کریں، یہ اس کے لیے مفید ہے (۱۸) اس مجمع میں صرف برادرم قناعت علی کا اسم اعظم نہیں فرمانے پائے تھے کہ عصر کی اذان ہوگئی اور جلسہ برخاست ہوگیا۔ برادرم مذکور اپنی محرومی پر دل ہی دل میں افسوس کر رہے تھے اور بار بار یہ امید لگاتے تھے کہ شاید اب حضور فرمائیں، یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوئی۔ اس وقت حضور شمالی فصیل مسجد پر تشریف فرما تھے غرض مکبر نے تکبیر کہی حضور علی الفلاح پر وہاں اٹھتے ہیں اور مصلّی پر سیدھا قدم رکھا اس وقت برادرم قناعت علی بالکل مایوس ہوگئے اور دل میں وسوسہ آیا کہ آج یہ پہلی مثال نظر آرہی ہے کہ میں محروم رہا جاتا ہوں۔ حضور فوراً اس وسوسہ کو معلوم فرماتے ہیں اور قبل تکبیر تحریمہ ان کی جانب رخ انور کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔ سیّد صاحب! آپ کے لیے اسم اعظم یا خالق یا اللہ......

ناظرین کرام! اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ حضور کو تاریخ گوئی میں کس درجہ ملکہ تھا۔ یعنی الفاظ تاریخی گویا نوک زبان پر تھے، جبھی تو نظر کے ساتھ ساتھ برجستہ ہر ایک کا اسم اعظم فرما دیا۔ پھر یہ کہ فیوض و برکات کی بارش نام لیواؤں پر ہر جلسہ میں عام ہوا کرتی تھی۔ نیز شان روشن ضمیری بھی نمایاں ہو رہی تھی، اور اس مسئلہ کا بھی انکشاف فرمایا جا رہا ہے کہ نماز باجماعت کی تکبیر اقامت کے وقت بیٹھا رہے، اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو...... حقیقت تو یہ ہے کہ اس ذات قدسی صفات کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا غرض کوئی فعل اتباع سنت سے خالی نہ تھا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ مولوی حکیم سیّد شاہ ابوالحسن صاحب ابن جناب سیّد شاہ مظفر حسین صاحب ساکن ضلع پٹنہ کہ میرے مخلص دوستوں میں ہیں، مجھ سے ملنے کو بریلی شریف تشریف لائے۔ میں اس زمانہ بریلی میں نہ تھا، بلکہ ایک مناظرہ میں رنگون گیا ہوا تھا۔ سیّد صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کے اخلاق کریمانہ و سادات نوازی کی وجہ سے کئی دن قیام کیا۔ ایک روز انہوں نے بھی خیر و برکت کے لیے کوئی وظیفہ اور اسم اعظم دریافت کیا، حضور نے سنتے ہی

ارشاد فرمایا کہ آپ کے لیے اسم اعظم یا محسن ہے۔ پھر فرمایا کہ اس اسم سے غفلت نہ کیجیے یہ آپ کے لیے تسخیر ہے، اکسیر ہے۔

یہ واقعہ ۱۳۲۵ھ کا ہے۔ اس کے بعد ۱۳۵۰ھ میں جب سیّد صاحب موصوف یتیم خانہ خادم الاسلام پٹنہ سٹی میں منیجر کی حیثیت سے قیام فرماتے تھے، تو ایک دن مجھ سے اس واقعہ کو بیان کیا اور کہا کہ واقعی اعلیٰ حضرت کا فرمانا لفظ بلفظ ٹھیک پاتا ہوں۔ افسوس کہ بلاناغہ اس پر عمل نہیں ہوتا، مگر جس زمانہ میں پڑھتا ہوں، اکسیری و تسخیری اثر آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہوں۔

حسن اتفاق نے اس وقت میرے پیش نظر رسالہ مبارکہ مواقع النجوم مصنفہ حضرت سیّدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز ہے، جو مطبع گلزار حسنی بمبئی میں حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب قادری نقش بندی کی سعی سے چھپا ہے۔ مگر عجیب اتفاق کہ یہ کتاب پوری چھپنے نہ پائی تھی کہ حضرت مولانا موصوف کا وصال ہو گیا، اس لیے اخیر کتاب میں ان کی تاریخ وصال متخرج اعلیٰ حضرت قدس سرہا شامل کر دی گئی ہے، (۱۹) جس کے ہر ہر مصرع سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ میں اس جگہ اس پوری عبارت کو نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

تواریخ وصال حضرت عظیم البرکة، عمدة الکاملین، زبدة الواصلین، العارف الجلیل مولانا المولوی محمد اسماعیل النقشبندی الشاذلی علیہ رحمة اللہ العلی، از افادات امام البلغاء، مقدام الفصحاء، تاج الفقهاء والمحدثین، فاضل عظیم الشان جناب مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی دام فیضہ الصوری والمعنوی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حمد اله وصلاة على محمد الحكيم [۱۳۱۷ھ] رقعة التاقيت [۱۳۱۷ھ] عام وفاة العليم الثبت [۱۳۱۷ھ] الفاضل الكامل الحسن الجليل [۱۳۱۷ھ] الرضی الاجل اسمٰعیل [۱۳۱۷ھ] مهایمی الحل شاذلی الحسب [۱۳۱۷ھ] قادری القدر اجل الرتب [۱۳۱۷ھ] افاض الودود علیه احسانه الجسیم [۱۳۱۷ھ] والسق اسمٰعیل بخلعة ابراهیم [۱۳۱۷ھ]..............................

لا سمٰعیل اسمٰعیل سنه	أحامی خاله من كل فتنه	[۱۳۱۷ھ]
لا سمٰعیل اسمٰعیل دق	أرادع كل مین عین فطنه	[۱۳۱۷ھ]
لا سمٰعیل اسمٰعیل حق	اتاك الحق نكب كل محنه	[۱۳۱۷ھ]
لا سمٰعیل عند الله انشا	ء موعلة بمكرمة ومنه	[۱۳۱۷ھ]
الا لا یكن قفل سعد	أینقم رجع نفس مطمینه	[۱۳۱۷ھ]
رواح الروح من كنف لسنی	كمزنة انجلی منها ابن مزنه	[۱۳۱۷ھ]
سناه ونفعه باق بهیا	فقطر دحنه وفیر دجنه	[۱۳۱۷ھ]

يـرف الـى جـنـان حـنـان عـفـو لانـوار وأطيـار مـرنـه [۱۳۱۷ھ]
يـحف بـه مـليـكـة أعـزه بـأجـنـحـة كـسـحـب مـزتـعـنـه [۱۳۱۷ھ]
وان أسـئـل لا سـمـعـيل مـنـهـم أجـب ثـقـة بـنـول الله الـه [۱۳۱۷ھ]
لا سـمـاعـى لا سـمـاعيل يمنه نـكـون مـن اهـل يـمـنـة ان يـمـنـه [۱۳۱۷ھ]
فـنـحـن بـمـنـه وهـبـات يـمـنـه نـكـون مـن اهـل يـمـنـة ان يـمـنـه [۱۳۱۷ھ]
الـه أعـطـنـا حـسـن الـرضـاء وأول غـداة وهـف الاول يـمـنـه [۱۳۱۷ھ]

[۱۳۱۷ھ]

تاریخ آخر:

عـدت ام ظـل شـو طـهـا ام اظلت ببـطـن بـطـيـن والـظـلال أقـلـت
فـمـالـى أرى بـاليل طولا كـانـها بـرام تـروم الـجـفـر أوفـيـه حـلـت
انـكـسـهـا اتـبـاع عـال مـغـرب لـربتـهـا فـى السـيـر ام هـى ضـلـت
أمشـرقـة كـانـت مشـرقـة الكلل مـكـلـلـة فيـهـا الـنـواظـر كـلـت
ارجـعـا ولا تـدويـر أم دار مـعـهـد بـصـهـنـا فـبـا لـصـهـبـاء ايـاك عـلـت
بـلـى لـيـل ذى هـم طـويـل سـيّـمـا هـمـوم عـلـى أهـلـى مـهـائـم جـلـت
ولا غـرو ان ضـلـت فـان طـريـقـة تـلـى كـالـتـى فـى وجـهـهـا بـل هـى التبى
يـقـاطـر صـفـر نـفـسـه وكـذا الالف فـمـا بـيـن بـط والـجـيـم ظـلـم أضلت
الاكـل ررزء فـى دنـيـاك مـنـتـه وكـل مـحـاق مـسـفـر عـن أهـلـة
الـم تـر أن الله يـرجـى سـحـابـة فتـسيـل خـجـمـا اذحـوت اذتـجـلت
وتـزهـر ام الـزاهـرات اذا ثـنـت تـدلـت تـولـت اذغـلـت اذتـحـلت
سوى الموت بل عن كل موت خليفة ولا خـلـف عـن فـقـد غـر أجـلـة
شـمـال عـبـيـد الله جـلـت جـلـيـلـة وشـمـلـيـل اسـمٰـعـيـل بـالتلو صـلـت
قـضـى بـخـيـد قـوم نـحـب ونـتـنـظر تـرجـى وتـخـشـى من شرور اضـلـت
مـضـووبـقـيـنـا خـلـف لـم يـك بـيـنـنـا تـراءٍ ولا عـيـن بـرويـا تـسـلـت
وذات خـيـر مـا نـرجـو ان كـان وُدّنـا لـخـالـص ديـن الله مـن دون عـلـة
تـحـابـبـهـم فـى الله ان شـاء مـوصـل مـنـابـر مـن نـور بـمـغـبـط جـلـة

وموعدنا ان من حوض نبينا | ومكرمنا الاتى باكرم ملة
هنا بالمحيا والميا لقينا | مخيا حبيب فى حميا خضلة
قضى الله فى جناته جمع شملنا | وبو أنا فى روضة مخضئلة
فنحن به منه اليه له فان | يمن فهل بحر يغيض ببلة
حبا الله اسماعيل فضلا ورحمة | واكرام مثواه بمنزل خلة
فلم يك فيما جائنا يغتدى ولا | يروح سوى فى خلة اى خلة
صيانة دين أو اهانة بدعة | ابانة حق أو اعانة خلة
نوال مريد أو نكال مريدة | نزال مزل أو نضال مضلة
يرد الردى بالردع عن هوة الهوى | يرى من كلامى جملة بمجلة
وعين الرضا عن كل عيب كليلة | فان يك لم تنظر وان ترغلت
ولكن عينا اسخط تبدى المساويا | كمن دخل البستان مجتل جلة
حياة مواتى حى طبعا بسعيه | فحياه حى لايموت بهلة
مصبى وهو تواق الى الأمن والعلى | فنال العلى والامن فيما محلة
وغسله صوب الصواب بهلة | وكفنه ثوب الثواب بحلة
وشذو شذو ذ الشاذلية حنطه | ورفعة قدر القادرية صلت
ينمق فى تاريخ رحلته الرضا | سخائب ميح السفح مثواك بلت

[۱۳۱۷ھ]

باوفى نوال فوز افضل منزل | واشرف نزل حوز اوفق تلة

[۱۳۱۷ھ]

ومنهمرات السخب من صلواته | على المصطفى والصحب هلت بهلة

[۱۳۱۷ھ]

تديم مداما شاملا لعبيده | وأبعدهم لو ند لم يتقلت
وأرض الرضا ان لم يصب وابل فطل | ندى منك لى كالديمة المستهلة
الهى اليك بالحبيب توسلى | به فاغفر اللهم ذنبى وزلتى

حضرت مولانا نقی علی صاحب اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات رسالہ مبارکہ " جواهر البيان فى اسرار

الارکـــــان“ کے اخیر میں درج فرمائے ہیں۔اسی میں تواریخ ولادت اور تواریخ وصال بھی ہے جن سے اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی کا کمال ثابت ہوتا ہے۔وھی ھذہ ......

تواریخ ولادۃ:

جاء ولی تقی الثیاب علی الشان [١٢٤٦ھ] رضی الاحوال بھی المکان [١٢٤٦ھ] وھو اجل محققی الافاضل [١٢٤٦ھ] شھاب المد قفین الاماثل [١٢٤٦ھ] قمر فی برج الشرف [١٢٤٦ھ] بری من الخسوف والکلف [١٢٤٦ھ] افضل سباق العلماء [١٢٤٦ھ] اقدم حذاق الکرماء [١٢٤٦ھ]

تواریخ وفاۃ:

کان نھایۃ جمع العظماء [١٢٩٧ھ] خاتم الجلۃ الفقھاء [١٢٩٧ھ] امین اللہ فی الارض ابدا [١٢٩٧ھ] ان موتۃ العالم موتۃ العالم [١٢٩٧ھ] وفات عالم الاسلام ثلمۃ فی جمع الانام [١٢٩٧ھ] خلل فی باب العباد لاینبد الی یوم القیامۃ [١٢٩٧ھ] یا غفور [١٢٩٧ھ] کمل لہ ثوابک یوم النشور [١٢٩٧ھ] امنحہ جنۃ اعدت للمتقین [١٢٩٧ھ] صلی اللہ تعالیٰ سیّدنا محمد واھلہ اجمعین [١٢٩٧ھ] ۔

۱۳۲۹ھ میں، میں شملہ جامع مسجد میں خطیب تھا کہ مکان سے خط آیا اور اس میں بڑی لڑکی کی پیدائش کی خوشخبری تھی میں نے اس خط کو اور اس کے ساتھ ایک عریضہ لکھ کر بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر کیا، جس میں تاریخی نام کے لیے عرض کیا تھا۔بہ واپسی ڈاک جواب آیا، جس میں مبارک بادتھی، اور بچی کے لیے دعائے خیر اور تاریخی نام ’زرینہ خاتون‘ [۱۳۲۹ھ] تحریر فرمایا تھا۔اسی طرح رجب ۱۳۳۳ھ میں دوسری لڑکی پیدا ہوئی تو میں نے پٹنہ سے عریضہ حاضر کیا اور تاریخی نام کی درخواست کی تو ’ولیہ خاتون‘ [۱۳۳۳ھ] زبر و بینات سے تاریخی نام تجویز فرمایا۔پھر عزیزی مختاری الدین سلمہ کے بعد ۱۳۳۹ھ میں سہسرام میں لڑکی پیدا ہوئی۔ میں نے اس کی ولادت کی خبر دی اور تاریخی نام کے لیے حضور نے ’ربیع خاتون‘ [۱۳۳۹ھ] تاریخی نام تجویز فرمایا۔

غرض یہ کہنا بالکل بلا مبالغہ ہے کہ جس طرح ہر پڑھے لکھے کے نزدیک لفظ کے تصور یا تلفظ اس کے معنی ذہن نشین ہو جاتے ہیں، اسی طرح اعلیٰ حضرت کے نزدیک لفظ کے تصور کے ساتھ اعداد ذہن میں آجاتے تھے۔

اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی کے سلسلہ میں کتاب مستطاب انوار آفتاب صداقت مصنفہ مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب سنی حنفی نقشبندی مجددی مقیم لدھیانہ مصدقہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و دیگر علمائے کرام حامیان دین وملت قدست اسرارھم کے صفحہ ۴۶۳ سے اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ مع استفتا نقل کرنا افادہ وافاضہ سے خالی نہ ہوگا۔

استفتاوفتویٰ الھامی:

علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے کہ ایک رافضی نے کہا کہ آیہ کریمہ ان من المجرمین منتقمون] کے اعداد (۱۲۰۲) ہیں، اور یہی عدد ابوبکر عمر عثمان کے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ بینوا تو جروا۔

المستفتی قاضی فضل احمد لدھیانوی ۲۱ رصفر ۱۳۳۹ھ

الجواب

روافض لعنھم اللہ تعالیٰ کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا و پا، درہوا، ہے۔

اولا:

ہر آیت عذاب کے عدد اسمائے اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں، اور ہر آیت ثواب کے (عدد) اسمائے کفار سے۔ کہ اسامیں وسعت وسیعہ ہے۔

ثانیا:

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تین صاحب زادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان ہیں۔ رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا، کوئی ناصبی اُدھر پھیر دے گا، اور دونوں ملعون ہیں۔ حدیث میں ہے سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا: أرونی ابنی ماذا سمیتوہ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ مولیٰ علی نے عرض کی: حرب۔ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ حسن ہے۔ پھر سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا؟ مولیٰ علی نے عرض کی حرب۔ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ حسین ہے۔ پھر حضرت محسن کی ولادت پر وہی فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہی عرض کی فرمایا: نہیں، وہ محسن ہے۔ پھر فرمایا: میں نے ان بیٹوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں پر رکھے شبر، شبیر، مشبر۔ حسن، حسین، محسن ان سے ہم وزن و ہم معنی۔

اس سے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں۔ لہٰذا ان کے بعد صاحب زادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، عباس وغیرہ ہم رکھے۔

ثالثا:

رافضی نے اعداد غلط بتلائے۔ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا، تو عدد ۱۲۰۱ ہیں، نہ کہ دو۔

(۱) ہاں او رافضی!

بارہ سو دو عدد کا ہے کے ہیں؟۔ ابن سبا رافضیہ کے۔

(۲) ہاں او رافضی!

بارہ سو دو عدد ان کے ہیں، ابلیس یزید، ابن زیاد، شیطان الطاق، کلینی ابن بابویہ قمی، طوسی، حلی۔

(۳) ہاں او رافضی!

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ط (انعام ۶/۱۶۰) بے شک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے اے نبی تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔ اس آیہ کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں، اور یہی عدد ہیں۔ روافض، اثنا عشریہ، شیطنیہ، اسمٰعیلیہ کے اور اگر اپنی طرح سے اسمٰعیلیہ میں الف چاہیے تو یہی عدد ہیں، روافض، اثنا عشریہ، ونصیریہ، واسماعیلیہ کے۔

(۴) ہاں او رافضی!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ (رعد ۱۳/۲۵) ان کے لیے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے برا گھر۔ اس کے عدد ۶۴۴ ہیں اور یہی عدد ہیں، شیطان الطاق، طوسی، حلی کے۔

(۵) نہیں او رافضی!

بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ اَجْرُهُمْ (حدید ۵۷/۱۹) وہی اپنے رب کے وہاں صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب ہے۔ اس کے عدد (۱۴۴۵) ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، سعید کے۔

(۶) نہیں او رافضی!

بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ط (حدید ۵۷/۱۹) وہی اپنے رب کے حضور صدیق، شہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔ اس کے اعداد (۱۷۹۲) ہیں، اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ۔ زبیر، سعد کے۔

(۷) نہیں او رافضی!

بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ط (حدید ۵۷/۱۹) جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔ آیہ کریمہ کے عدد تین ہزار سولہ اور یہی عدد ہیں صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ، عبدالرحمٰن بن عوف کے۔

الحمد للہ آیہ کریمہ کا تمام و کمال جملہ مدح بھی پورا ہو گیا، اور حضرت عشرہ مبشرہ کے اسمائے طیبہ بھی سب آ گئے۔ جس میں اصلاً تکلف اور تصنع کو دخل نہیں۔

کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے۔ یہ تمام آیات عذاب واسمائے اشرار، وآیات مدح واسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کیے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی۔ مگر بعونہ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے۔ وللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم

اس فتویٰ کو نقل کر کے مولوی صاحب موصوف کتاب مذکور کے ص ۴۶۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ شیعہ رافضی کا تو ماشاءاللہ دلیہ نہیں بلکہ قیمہ ہوگیا۔ اب مجال دم زدن نہیں۔

فقیر نے یہ کرامت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ امام اہل سنت و جماعت بچشم خود ملاحظہ کی کہ چند لمحوں میں ان تمام آیات واعداد کی مطابقت زبان فیض والہام ترجمان سے فرمائی۔ یہ رات کا وقت تھا، قریب نصف گزر چکی تھی واللہ باللہ عدد اخیار واشرار کے اسما بلا سوچے اور ۔۔۔ کئے فرمادیئے کہ فقیر سوا اس کے اور اندازہ نہیں کرسکتا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت کا اظہار بذریعہ القائے ربانی اور الہام سبحانی تھا۔ اس سے پیشتر جب کہ اعلیٰ حضرت نے کتاب کو سماعت فرماتے ہوئے، متعدد جگہ فرقہ وہابیہ اور معترض پر نکات اعداد جمل کی مطابقت ملاحظہ فرمائی تو اسی وقت معاً بلاغور وتامل کے یوں فرمایا: جناب نے فرمایا کہ لکھو۔ فقیر نے تعمیل حکم اس طرح پر کی۔ آیت قرآنی:

1۔ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۔ کے اعداد (۲۶۸) جو برابر ہیں اعداد رشید احمد گنگوہی کے۔

2۔ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ۔
(توبہ ۹/۷۴) کے اعداد (۱۲۶۴) ہیں جو برابر ہیں اشرف علی صاحب تھانوی کے۔

3۔ شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ (نساء ۴/۱۱۸) کے اعداد (۹۸۴۷) برابر ہیں اور وہی عدد ہیں حاجی قاسم صاحب نانوتوی کے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کیا قدرت الٰہیہ کا تماشہ اور تقدیر الٰہی کا نظارہ ہے کہ گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے علم میں ان لوگوں کے حالت کی طرف اشارہ فرمادیا ہے۔ جو بندگان رب العلی اور خاصان بارگاہ خدا اس قسم کے کشف والہام سے بیان فرماسکتے ہیں، اور عوام کو سمجھا سکتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

فتویٰ نویسی

جناب سیّد ایوب علی صاحب نے تحریر کیا کہ امام اہل سنت قدس سرہ نے ۸ رسال کی عمر میں ایک مسئلہ فرائض فرمایا تھا۔ اتفاقاً حضرت رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد کی نظر اس پر پڑ گئی، جب وہ گاؤں سے بذریعہ بیل گاڑی تشریف لائے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ امن میاں (۲۰) نے لکھا ہے ان کو ابھی نہ لکھنا چاہئے مگر ہمیں اس جیسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر دکھا دے تو میں جانوں۔ (ق،۱۳۷)

بتاریخ ۱۴ ر ماہ شعبان ۱۲۸۶ھ میں فاتحہ فراغ کیا اور اسی دن یک رضاعت کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد صاحب نے ذہن نقادو طبع وقاد دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کیا۔

پہلا فتویٰ:

ملفوظات حصہ اوّل ص ۱۱ میں ہے۔ ایک شخص نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا۔

اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر حلق میں پہنچ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا: ''منہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمت رضاعت لائے گا۔'' یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴ ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصب افتاء عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمد اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت دس شوال المکرم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ ر جون ۱۸۵۶ء ۱۱ ر جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت کو ہوئی تو منصب افتاء ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ ر برس دس مہینہ چار دن تھی جب سے اب تک برابر یہ ہی خدمت دین لی جا رہی ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ (قلمی حیات اعلیٰ حضرت)

کمال فتویٰ نویس:

مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی عمر کا چودھواں سال تھا۔ افتا کا کام حضرت نے اپنے ذمہ لے لیا تھا، کہ ایک شخص رامپور سے حضرت اقدس امام المحققین مولانا نقی علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے، اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی کا فتویٰ جس پر اکثر علما کی مواہیر و دستخط ثبت تھے، پیش خدمت کیا۔ حضرت

نے فرمایا کہ کمرہ میں مولوی صاحب ہیں ان کو دے دیجیے جواب لکھ دیں گے وہ کمرہ میں گئے اور آ کر عرض کیا کہ کمرہ میں مولوی صاحب نہیں ہیں۔ فقط ایک صاحبزادہ صاحب ہیں فرمایا: انہیں کو دے دیجیے وہ لکھ دیں گے۔ انہوں نے کہا حضور! میں تو جناب کا شہرہ سن کر آیا تھا حضرت نے فرمایا: آجکل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں۔ انہیں کو دیجیے۔ اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرمایا اور اپنے والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت نے اُس کی تصدیق وتصویب فرمائی۔ پھر وہ صاحب اس فتویٰ کو دوسرے علما کے پاس لے گئے۔ ان لوگوں نے حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب کی شہرت دیکھ کر انہیں کے فتویٰ کی تصدیق کی۔ جب والی رامپور نواب کلب علی خاں صاحب کی خدمت میں وہ فتویٰ پہنچا، آپ نے شروع سے اخیر تک اس فتویٰ کو پڑھا، اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ دیکھا کہ سب علما کی ایک رائے ہیں، صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کو یاد فرمایا۔ حضرت تشریف لائے نواب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت مولانا کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھئے کہ صاف فرمایا: فی الحقیقۃ وہی حکم صحیح ہے جو ان دو صاحبوں نے لکھا۔ نواب صاحب نے پوچھا: پھر اتنے علما نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی۔ ورنہ حق وہی ہے جو انہوں نے لکھا ہے۔ (ق ۱۳۳، ۱۳۴)

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ فقیر کے پیش نظر فتاویٰ متقدمین ومتاخرین سب ہیں۔ متقدمین میں فتاویٰ ہندیہ تو بے شک اس مقدار میں ہے، جسے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے کچھ نسبت دی جاسکتی ہے۔ ورنہ اس وقت کے علما میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جس کے فتاویٰ کو اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے کوئی بھی نسبت ہو۔ یہ تو باعتبار کمیت ہے کہ اوروں کے فتاویٰ چھوٹے چھوٹے اوراق پر ڈیڑھ سو، دوسو، تین سو صفحات، زیادہ سے زیادہ پانچ سو صفحات تک ہوں گے اور اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ تقطیع کلاں، ہدایہ وترمذی سائز پر ۱۲ر جلدوں میں، ہر جلد پچاس ساٹھ نہیں، آٹھ سو یا نو سو صفحات کے درمیان ہے اور باعتبار کیفیت ونفاست مضامین تو اس کا اور معاصروں کے فتاویٰ کو کوئی جوڑ نہیں۔

فتاویٰ جلد اوّل کو چھپے ہوئے عرصہ گزرا۔ یہ جلد آٹھ سو اسی صفحات پر ختم ہے۔ اس جلد میں صرف باب التیمم تک کے مسائل ہیں۔ اس میں بظاہر ۱۱۴ر فتویٰ اور حقیقۃً ہزارہا مسائل ہیں، اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق وتنقیح کے ساتھ کہ آج تک کسی کتاب میں نہ ملے۔ الحمدللہ کتنے معرکۃ الآرا مسائل کہ بوجہ کثرت اختلافات واضطرابات آج تک نا منقح، اُلجھے ہوئے تھے، بفضلہٖ عزوجل ایسے صاف ومنقح ہوئے، جس کی قدر اہل ایمان وانصاف ہی جانیں گے۔ وللہ الحمد۔ اس جلد میں ۲۸ر رسائل ہیں اور ۳۵۳۶ (تین ہزار پانچ سو چھتیس)

اقوال:

یعنی خاص افادات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اور ۱۹۴۵ر تطفل ومعروضہ ورد۔ علامہ قاضی زادہ روم متوفیٰ ۹۸۸ھ نے نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر میں اپنے تین ہزار ابحاث گنائے، جن میں بکثرت شارحین پر لفظی مواخذے ہیں اور

پھر وہ کتاب الوکالۃ سے آخر تک اکتیس کتب فقہ میں ہیں، اوراس میں کتاب الطہارۃ بھی پوری نہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ ساڑھے تین ہزار سے زیادہ ابحاث خاصہ مصنف ہیں، کہ اکثر تنقیح مسائل وتحقیق دلائل سے متعلق ہیں۔ واللہ الحمد حاسدین جب اپنے اساتذہ وآباءواجداد میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں پاتے، ناچار بدگوئی ویاوہ سرائی سے کام لیتے ہیں اور اللہ حسیب اور حساب قریب ہے۔ مگر الحمد للہ کوزمانہ اہل انصاف سے خالی نہیں۔ انشاء اللہ العزیز وہ کہ حاسدوں کی آنکھ میں خار ہے، حق پسندوں کی نگاہ میں نور، اوردل میں انشراح وسرور ہوگا۔ واللہ المستعان

خوش خطی

علمائے کرام جس درجہ علم وفضل میں کامل ہوتے ہیں، نسبتاً خوش خط نہیں ہوا کرتے۔ ایک بہت بڑے عالم کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا خط ایسا تھا کہ دوسرے تو دوسرے بسا اوقات خود ان سے نہیں پڑھا جاتا تھا۔ اسی لیے ان کی تصنیفات کے نسخے مختلف پائے جاتے ہیں۔ کوئی شاگرد لکھنے لگے، کسی جگہ عبارت نہ چلی، حضرت سے دریافت کیا، پڑھا نہ گیا۔ شاگرد نے پوچھا کہ کیا لکھ دوں؟ کوئی لفظ جو اس مفہوم کو ادا کر سکے، بتا دیا۔ دوسری مرتبہ دوسرے نقل کرنے والے نے پوچھا۔ اس وقت جو لفظ مناسب معلوم ہوا، بتا دیا۔ میں نے خود اپنے معاصرین علما و اساتذہ زمان کو دیکھا، مگر خوش خط نہ پایا۔ یہ فضل وکمال اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے تھا۔ جس درجہ علم وفضل میں کمال تھا، اسی درجہ نسخ، نستعلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے، اور حد درجہ گھٹا ہوا تحریر فرماتے تھے، اور بہت ہی زود نویس چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کرنے کو عنایت فرماتے۔ یہ چاروں نقل نہ کرنے پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔ چنانچہ رسالہ مبارکہ فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین علمائے حرمین شریفین کی تصدیق کے لیے بھیجا تھا، اور وقت بہت کم تھا کہ حجاج جلد جانے والے تھے، اس وقت اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کے مسودات کریمہ میں اس کا بھی مشاہدہ کیا گیا کہ ایک سطر کا مضمون، جو بظاہر گنجان بھی نہیں معلوم ہوتا، اگر نقل کیا جائے تو اس کی مساوی سطر میں نہیں آتا، بلکہ تجاوز کر جاتا۔ نیز تیز رقم اس قدر کہ ناظرین کو دست مبارک میں رعشہ کا گمان ہوتا، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ فقیر نے خود فتاویٰ رضویہ کی قلمی مجلد میں ایک رسالہ بخط نستعلیق زیارت کی ہے، جو بغیر امداد مسطر تحریر فرمایا ہے۔ مگر بین السطور و دوائر اس قدر مستقیم و مساوی و دیدہ زیب ہیں کہ اگر پرکار سے پیمائش کی جائے تو سر مو فرق نہ ہو۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی بھی اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس رسالہ کا نام مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید ہے۔ میری رائے ہے کہ یہ رسالہ فوٹو کر کے شائع کیا جائے تو بہت ہو۔ (۲۱)(ق ۹۳، ۱۹۴)

تبلیغ وہدایت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز جس طرح اس امر پر اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت انبیائے کرام علیہ السلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ وہدایت کے لیے بھیجے گئے تھے، اور علمائے کرام ورثۃ الانبیاء ہیں۔ اسی طرح اس پر بھی یقین کامل رکھتے تھے کہ علماء کے ذمہ دو فرض ہیں، ایک تو شریعت مطہرہ پر پورے طور پر عمل کرنا، دوسرا فرض مسلمانوں کو ان کی دینی باتوں سے واقف بنانا، ان پر مطلع کرنا۔ اسی لیے جہاں کسی کو خلاف شرع کرتے ہوئے دیکھتے، فرض تبلیغ بجالاتے، اور اس کو اپنے فرائض میں داخل سمجھتے۔

مناظرہ کے اصول:

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے۔ اس وقت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب اور مولانا مولوی ظفر الدین صاحب اور مولوی احمد مختار صاحب میرٹھی اور مولوی احمد علی صاحب و مولوی رحم الٰہی صاحب ناظم انجمن اہل سنت وغیرہم حضرات علماء کرام حاضر خدمت تھے۔ انجمن آریہ تاریہ کے مقابل جلسے ہو رہے تھے۔ یہ سب حضرات جلسہ مناظرہ سے مظفر و منصور واپس آئے تھے۔ رام چندر مناظر آریہ کی چرب زبانی اور بے حیائی کا ذکر ہو رہا تھا کہ بات سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا، بے حیائی سے کچھ نہ کچھ کہے ضرور جاتا ہے۔

اس پر ارشاد فرمایا: سخت غلطی ہے کہ ایسوں سے زبانی بات چیت ہو۔ اس کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ بکے جائے گا، جس سے لوگ جانیں کہ بڑا مقرر ہے، برابر جواب دے رہا ہے۔ انسان میں یہ قوت نہیں کہ زبان بند کردے۔ بے حیا کفار اللہ عزوجل کے حضور نہ چوکیں گے، وہاں بھی زبان چل ہی جائے گی۔ یہاں تک کہ منہ پر مہر فرمائی جائے گی، اور اعضا کو حکم ہوگا بول چلو۔ أليوم نختم علی أفواههم وتكلمنا أيديهم وتشهد أرجلهم بما كانوا يكسبون ٥ تو ایسوں سے ہمیشہ تحریری مناظرہ ہونا چاہیے، کہ مکرنے، بدلنے، مچلنے کی گلی نہ رہے۔ بہت دھوکا ہوتا ہے (کیوں) کہ وہابیہ، وغیر مقلد، وقادیانی وغیرہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ اصول چھوڑ کر فروعی مسائل میں گفتگو ہو۔ انہیں ہرگز یہ موقع نہ دیا جائے، ان سے یہی کہا جائے کہ پہلے تم اسلام کے دائرہ میں آؤ، اپنا اسلام تو ثابت کرلو، پھر فروعی مسائل میں گفتگو کا حق ہوگا۔ (ق۲۲۶/۲۲۷)

ایک غیر مسلم کا ایمان لانا:

جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز ایک مسلمان کسی غیر مسلم کو اپنے ہمراہ لاتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں کہ یہ مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔

فرمایا کہ کلمہ پڑھوادیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ ابھی نہیں۔

حضور نے بلا تاخیر وتساہل بتعجیل غیر مسلم کو پڑھنے کا اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ تلقین فرمائے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں۔ میں ان پر ایمان لایا، میرا دین مسلمانوں کا دین ہے۔ اس کے سوا جتنے معبود ہیں، سب جھوٹے ہیں، اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں ہے، جلانے والا ایک اللہ ہے، مارنے والا ایک اللہ ہے، پانی برسانے والا ایک اللہ ہے، روزی دینے والا ایک اللہ ہے، سچا دین اسلام ہے، اور جتنے دین ہیں سب جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد مقراض سے سر کی چوٹی کاٹی، اور کٹورے میں پانی منگوا کر تھوڑا سا خود پیا، باقی اسے دیا، اور اس سے جو بچا، وہ حاضرین مسلمانوں نے تھوڑا تھوڑا پیا۔ اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا، بعدہ جو صاحب لے کر آئے تھے، انہیں فہمائش کی کہ جس وقت کوئی اسلام میں آنے کو کہے، فوراً کلمہ پڑھا دینا چاہیے کہ اگر کچھ بھی دیر کی، تو گویا اتنی دیر اس کفر پر رہنے کی معاذ اللہ رضامندی ہے۔ آپ کو کلمہ فوراً پڑھا دینا چاہیے تھا۔ اس کے بعد یہاں لاتے یا اور کہیں لے جاتے۔

ان صاحب نے یہ سن کر دست بستہ عرض کیا کہ حضور مجھے یہ بات معلوم نہ تھی۔ میں توبہ کرتا ہوں۔

حضور نے فرمایا: اللہ معاف کرے، کلمہ پڑھ لیجیے...... انہوں نے کلمہ پڑھا، اور سلام کر کے چلے گئے۔

ایک آریہ کا مسلمان ہونا:

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ قبل ظہر حضرت استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب مرادآبادی، وحضرت مولانا مولوی رحم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی خدمت اقدس میں حاضر ہیں کہ ایک آریہ آتا ہے، اور کہتا ہے: میرے چند سوالات ہیں۔ اگر ان کے جوابات دے دیئے گئے، تو میں اور میری بیوی بچے سب مسلمان ہو جائیں گے۔

چونکہ اذان ہو چکی تھی، نہ معلوم کتنا وقت ہوگا۔ بایں خیال حضور نے فرمایا: ہماری نماز کا وقت ہے، ٹھہر جاؤ، اس کے بعد جو سوال کرو گے، انشاء اللہ تعالیٰ جواب دیا جائے گا۔

وہ کہنے لگا: ایک سوال تو یہ ہے کہ آپ کے یہاں عبادت کے پانچ وقت کیوں مقرر ہیں؟ پرمیشور کی عبادت جتنی بھی کی جائے، اچھا ہے۔

مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا: یہ اعتراض تو خود تمہارے اوپر آتا ہے۔ مولانا رحم الٰہی صاحب نے فرمایا: میرے پاس 'ستیارتھ پرکاش' مکان پر موجود ہے ابھی منگوا کر دکھا سکتا ہوں۔ الغرض! طے پایا کہ جب تک کتاب آئے نماز پڑھ لی جائے...... وہ اتنی دیر پھاٹک میں بیٹھا رہا، بعدہ مندرجہ ذیل سوالات پیش کیے۔

1- قرآن تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوا، ایک دم کیوں نہ آیا؟ جبکہ وہ خدا کا کلام ہے، خدا تو قادر تھا کہ ایک ساتھ اتار دیتا۔

2- آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات خدا نے بلایا تو انہیں پھر دنیا میں واپس کیوں کیا؟ وہ تو اسے محبوب تھے۔

عبادت پانچ وقت کے متعلق 'ستیارتھ پرکاش' کی عبارت دیکھنا مشروط ہوئی۔

مذکورہ بالا سوالات سن کر حضور نے فرمایا: میں تمہارے سوالوں کے جوابات ابھی دیتا ہوں، مگر تم نے جو وعدہ کیا ہے، اس پر قائم رہو۔ اس نے کہا: ہاں! میں پھر کہتا ہوں کہ اگر میرے سوالات کے جوابات آپ نے معقول دے دیئے، تو میں مسلمان ہو جاؤں گا اور بیوی بچوں کو بھی لاکر مسلمان کرادوں گا۔

جب خوب قول وقرار اور پختہ وعدہ کرلیا، تو حضور نے فرمایا:

پہلے سوال کا تو جواب یہ ہے کہ جو شئے عین ضرورت کے وقت دستیاب ہوتی ہے، اس کی وقعت دل میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بتدریج نازل فرمایا۔

پھر فرمایا: انسان بچہ کی صورت میں آتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، پھر بوڑھا۔ اللہ تو قادر تھا بوڑھا ہی کیوں نہ پیدا فرماتا؟

پھر فرمایا: انسان کھیتی کرتا ہے، پہلے پودا نکلتا ہے، پھر کچھ عرصہ کے بعد اس میں بالی آتی ہے، اس کے بعد دانہ برآمد ہوتا ہے۔ وہ تو قادر تھا کہ ایک دم غلہ کیوں نہ پیدا فرمایا؟

اس کے بعد 'ستیارتھ پرکاش' آ گئی۔ جس میں حسب ذیل عبارتیں موجود تھیں۔

باب تیسرا (تعلیم) پندرھواں ہیڈنگ "اگنی ہوتر صبح وشام دو ہی وقت کرے۔

باب چوتھا (خان داری) ۶۳ ہیڈنگ "سندھیا دو ہی وقت کرنا چاہیے۔"

ان عبارات کو سن کر بجز قائل ہونے کے چارہ ہی کیا تھا۔ لہٰذا اعتراف کرتے ہوئے، معراج شریف والے سوال کا جواب چاہا۔ اس کی نسبت حضور نے ارشاد فرمایا:

اسے یوں سمجھو کہ ایک بادشاہ اپنے مملکت کے انتظام کے لیے ایک نائب مقرر کرتا ہے، وہ صوبہ (دار) یا نائب بادشاہ کے حسب منشا خدمات انجام دیتا ہے۔ بادشاہ اس کی کارگزاریوں سے خوش ہو کر اپنے پاس بلاتا ہے، اور انعام وخلعت فاخرہ عطا فرماتا ہے۔ نہ یہ کہ اسے بلا کر معطل کر دیتا ہے اور اپنے پاس روک لیتا ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا کہ آپ نے میری پوری تشفی فرمادی اور میری سمجھ میں خوب آ گیا۔ میں ابھی جا کر بیوی اور بچوں کو لاتا

ہوں اور خود بھی مسلمان ہوتا ہوں، ان کو بھی مسلمان کراتا ہوں۔

علم غیب:

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے: ایک صاحب نے علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سوال کیا (تو) ارشاد فرمایا:

قرآن عظیم فرماتا ہے: ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ۰ اے عام لوگو اللہ اس لیے نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع فرما دے ہاں اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے۔

اور فرماتا ہے: علم الغیب فلا یظھر علی غیبہ أحدا الا من ارتضٰی من رسول ۰ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسول کو...... صرف اظہار ہی نہیں بلکہ رسولوں کو غیب پر مسلط فرما دیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

علمائے اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا اتفاق ہے کہ: جو فضائل اور انبیائے کرام علیہ السلام کو عنایت فرمائے گئے، وہ سب باکمل وجوہ اور ان سے بدر جہا زائد حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوئے اور اہل باطن کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کچھ فضائل اور انبیا صلوات اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کو ملے، وہ سب حضور کے دیے سے، اور حضور کے طفیل میں: اور جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم نے روایت کی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی ۰ میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے:

وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ۰ یعنی ایسا ہی ہم ابراہیم کو آسمان وزمین کی ساری سلطنت دکھاتے ہیں...... لفظ نری استمرار وتجدد پر دال ہے، جس کا یہ مطلب کہ وہ دکھانا ایک بار کے لیے نہ تھا، بلکہ مستمر ہے۔

تو یہ صفت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اکمل طور پر ثابت۔ حضور کے دیے سے اور حضور کے طفیل میں حضور کے جدّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ ابیہ وبارک وسلم کو یہ فضیلت ملی، اس کا انکار نہ کرے گا، مگر کور باطن۔ اعاذنا اللہ من ھذہ العقیدۃ الباطلۃ...... اور لفظ کذالک تشبیہ کے لیے، جسے ہر معمولی عربی داں جانتا ہے اور تشبیہ کے لیے مشبّہ اور مشبّہ بہ ضروری ہے۔ مشبّہ تو خود قرآن کریم میں مذکور ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ باقی رہا مشبّہ بہ وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حبیب لبیب! جیسے ہم آپ کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنتیں دکھا رہے ہیں، یوں ہی آپ کے طفیل میں آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ان کا معائنہ کرا رہے ہیں۔

اور قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: وما ھو علی الغیب بضنین ۰ میرا محبوب غیب پر بخیل نہیں...... یعنی جس میں استعداد پاتے ہیں اسے بتاتے بھی ہیں اور ظاہر کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس مال ہو اور صرف نہ کرے۔ وہ کہ جس کے پاس مال

ہی نہیں کیا بخیل کہا جائے گا؟ اور یہاں بخیل کی نفی کی گئی، تو جب تک کوئی چیز صرف کی نہ ہو، کیا مفاد ہوا؟

لہٰذا معلوم ہو کہ حضور غیب پر مطلع ہیں، اور اپنے غلاموں کو اس پر اطلاع بخشتے ہیں۔

اور فرماتا ہے: نزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیء ○ ہم نے تم پر یہ کتاب ہر شئی کا روشن بیان کردینے کے لیے اُتاری..... تبیانا ارشاد فرمایا، بیاناً نہ فرمایا کہ معلوم ہوجائے کہ اس میں بیان اشیا اس طرح پر ہے کہ اصلاً خفا نہیں۔

اور حدیث میں ہے جسے امام ترمذی وغیرہ نے دس صحابہ سے روایت کیا کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں: ایک روز ہم صبح کو نماز فجر کے لیے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، اور حضور کی تشریف آوری میں دیر ہوئی: حتی کدنا ان نترائی الشمس یعنی قریب تھا کہ آفتاب طلوع کر آئے۔ اتنے میں حضور تشریف لے آئے، اور نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ سے مخاطب ہوکر فرمایا: تم جانتے ہو کیوں دیر ہوئی؟ سب نے عرض کی: اللہ ورسولہ اعلم اللہ ورسول خوب جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اتانی ربی فی احسن صورۃ میرا رب سب سے اچھی تجلی میں میرے پاس تشریف لایا..... یعنی میں ایک دوسری نماز میں مشغول تھا اس نماز میں عبد درگاہ رب معبود میں حاضر ہوتا ہے؛ اور وہاں خود ہی معبود کی عبد پر تجلی ہوئی۔ قال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلیٰ اس نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ فرشتے کس بات میں مخاصمہ اور مباہات کرتے ہیں؟ فقلت لاادری میں نے عرض کی: اے میرے رب! بے تیرے بتائے کیا جانوں؟ فوضع کفه بین کتفی فوجدت برد انا مله بین ثدیی فتجلی لی کل شی وعرفت تو رب العزت اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی، اور میرے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی..... صرف اسی پر اکتفا نہ فرمایا کہ کسی وہابی صاحب کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ کل شیء سے مراد ہر شئے متعلق بشرائع ہے۔ بلکہ ایک روایت میں فرمایا: مافی السماء والارض میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور دوسری روایت میں فرمایا: فعلمت ما بین المشرق والمغرب اور میں نے جان لی جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔

یہ تینوں روایتیں صحیح ہیں تو تینوں لفظ ارشاد اقدس سے ثابت ہیں۔ یعنی میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی، اور میں نے پہچان لی اور روشن ہونے کے ساتھ پہچان لینا اس لیے فرمایا کہ کبھی شی معروف ہوتی ہے پیش نظر نہیں، اور کبھی شی پیش نظر ہوتی ہے، معروف نہیں۔ جیسے ہزاروں آدمیوں کی مجلس کو چھت پر سے دیکھو، وہ سب تمہارے پیش نظر ہوں گے، مگر ان میں بہت کو پہچانتے نہ ہوگے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا کہ تمام اشیائے عالم ہمارے پیش نظر بھی ہوگئیں اور ہم نے پہچان بھی لیں کہ ان میں نہ کوئی ہماری نگاہ سے باہر رہی نہ علم سے خارج۔

والحمد للہ رب العلمین۔

مسلمان دیکھیں! نصوص میں بلاضرورت تاویل وتخصیص باطل ومسموع ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ہر چیز کا روشن بیان کر دینے کو یہ کتاب ہم نے تم پر اتاری۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی، اور میں نے پہچان لی..... تو بلاشبہ یہ

رؤیت و معرفت، جمیع مکنونات قلم و مکتوبات لوح کو شامل ہے، جس میں سب ما کان وما یکون من الیوم الاول الی یوم الاخر و جملہ ضمائر و خواطر سب کچھ داخل۔

والہٰذا طبرانی و نعیم بن حماد استاذ امام بخاری وغیرہا نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانی انظر الیھا و الی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمة کانما انظر الی کفی ھذہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے، تو میں اسے اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

اور حضور کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کے غلاموں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: وہ مرد نہیں جو دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے...... انہوں نے سچ فرمایا، اپنے مرتبہ کا اظہار کیا۔

ان کے بعد حضرت شیخ بہاء الملۃ والدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا: میں کہتا ہوں مرد وہ نہیں جو تمام عالم کو انگوٹھے کے ناخن کے مثل نہ دیکھے۔

اور وہ جو نسب میں حضور کے صاحبزادے اور نسبت میں حضور کے ایک اعلیٰ جاہ کفش برادر ہیں۔ یعنی حضور سیّد غوث اعظم رضی اللہ عنہ عنہ قصیدہ وغوثیہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

نظرت الی بلاد اللہ جمعًا

کخردلة علی حکم اتصال

یعنی میں نے اللہ کے تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے ملاحظہ کیا اور یہ دیکھنا کسی خاص وقت سے خاص نہیں، بلکہ علی الاتصال یہ ہی حکم ہے۔

اور فرماتے ہیں: ان بوبوة عینی فی اللوح المحفظ میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں لگی ہے۔

لوح محفوظ کیا ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کل صغیر و کبیر مستطر • ہر بڑی چھوٹی چیز لکھی ہوئی ہے اور فرماتا ہے: مافرطنا فی الکتب من شیء • ہم نے کتاب میں کوئی شے اٹھا نہ رکھی اور فرماتا ہے: ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین • کوئی تر و خشک ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو...... تو جب لوح محفوظ کی یہ حالت ہے کہ اس میں تمام کائنات روز اوّل سے روز آخر تک محفوظ ہیں تو جس کو اس کا علم ہو بے شک اسے سای کائنات کا علم ہوگا۔ (ق،ن ۲۲۳ تا ۲۲۷)

ملفوظات حصہ اوّل ہی میں ہے:

ایک صاحب شاہ جہاں پور سے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے سنا ہے اور بعض دیوبندیوں کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ حضور، سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر فرماتے ہیں؟ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، اس لیے میں نے چاہا کہ حاضر ہو کر جو کچھ حضرت کا اس بارے میں خیال ہو دریافت کروں۔ اس پر ارشاد فرمایا:

اس کا فیصلہ تو قرآن مجید نے فرمادیا ہے: **فنجعل لعنة الله على الكذبين** ...... جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں، جو چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، اس کا نام ونشان ہو تو کوئی دکھادے۔

ہم اہل سنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عنایت فرمایا۔ رب عزوجل فرماتا ہے: **وما هو على الغيب بضنين** ٭ یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔ تفسیر معالم وخازن میں ہے: یعنی حضور کو علم غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلم فرماتے ہیں ...... اور وہابیوں، دیوبندیوں کا خیال ہے کہ کسی غیب کا حضور کو علم نہیں، اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں، دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں، بلکہ حضور کے لیے علم غیب ماننا شرک ہے اور شیطان کی وسعت علم نص سے ثابت ہے اور اللہ کے دیے سے بھی حضور کو علم غیب حاصل نہیں ہوسکتا۔

برابری تو درکنار، میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے، اور وہ غیر متناہی۔ متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہوسکتی ہے؟۔ (ق، ن ۲۲۷)

فرقہ وھابیہ کب وجود میں آیا:

ملفوظات حصہ اوّل ہی میں ہے: کسی صاحب نے عرض کی: حضور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی فرقہ وہابیہ تھا؟

ارشاد ہوا: ہاں! یہی وہ فرقہ ہے جسے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فہمائش کی اجازت چاہی؛ اور بحکم امیر المومنین تشریف لے گئے، اور ان سے پوچھا: کیا بات امیر المومنین کی تم کو ناپسند آئی؟

انہوں نے کہا: واقعہ صفین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا، یہ شرک ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ان الحكم الا لله** ٭ حکم نہیں مگر اللہ کے لیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی قرآن کریم میں یہ آیت بھی تو ہے: **فابعثوا حكما من أهله وحكما من أهلها ان يريدا اصلاحا يوفق الله بينهما** ٭ زن وشوہر میں خصوصیت ہو تو ایک حکم اس کی طرف سے بھیجو اور ایک حکم اس کی طرف سے اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کردے گا ...... دیکھو وہی طریقہ استدلال ہے، جو وہابیہ کا ہوتا ہے کہ علم غیب وامداد وغیرہما میں ذاتی عطائی کے فرق سے آنکھ بند اور نفی کی آیتوں پر دعویٰ ایمان اور اثبات کی آیتوں سے کفر۔

اس جواب کو سن کر ان میں سے پانچ ہزار تائب ہوئے، اور پانچ ہزار کے سر پر موت سوار تھی، وہ اپنی شیطنت پر قائم رہے۔ امیر المومنین نے ان کے قتل کا حکم فرمایا۔ امام حسن وامام حسین اور دیگر اکابر رضی اللہ عنہ کو ان کے قتل میں تامل ہوا کہ یہ قوم رات بھر تہجد اور دن بھر تلاوت قرآن میں بسر کرتی ہے، ہم کیونکر ان پر تلوار اٹھائیں؟ مگر امیر المومنین کو تو عالم ما کان وما یکون صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دے دی تھی کہ نماز روزہ وغیرہ ظاہری اعمال کے بشدت پابند ہوں گے، بایں ہمہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے، قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ امیر المومنین کے حکم سے لشکر ان کے قتل پر مجبور

ہوا، عین معرکہ میں خبر آئی کہ وہ نہر کے اس پار اتر گئے۔ امیر المومنین نے فرمایا: واللہ ان میں سے دس اس پار نہ جائیں گے، سب اسی طرف قتل ہوں گے۔

جب سب قتل ہو چکے۔ امیر المومنین نے لوگوں کے دلوں سے ان کے تقویٰ وطہارت وتہجد وتلاوت کا وہ خدشہ دفع فرمانے کے لیے فرمایا: تلاش کرو، اگر ان میں ذوالثدیہ پایا جائے تو تم نے بدترین اہل زمین کو قتل کیا...... تلاش کیا گیا، (تو) لاشوں کے نیچے نکلا جس کا ایک ہاتھ پستان زن کے مشابہ تھا۔ امیر المومنین نے تکبیر کہی، اور حمد الٰہی بجالائے، اور لشکر کے دل کا شبہ اس غیب کی خبر بتانے اور مطابق آنے سے زائل ہو گیا۔ کسی نے کہا: حمد ہے اسے جس نے ان کی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا: کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ختم ہو گئے؟ ہرگز نہیں، ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں، کچھ باپ کی پیٹھ میں، جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہوگا، دوسرا سر اٹھائے گا حتی یخرج اخرھم مع الدجال یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔

یہی وہ فرقہ ہے کہ ہر زمانہ میں نئے رنگ، نئے نام سے ظاہر ہوتا رہا، اور اب خیر وقت وہابیہ کے نام سے پیدا ہوا۔ ان کی جو جو علامتیں صحیح حدیثوں میں ارشاد فرمائی ہیں، سب ان میں موجود ہیں۔ **تحقرون صلاتکم عند صلاتھم وصیامکم عند صیامھم واعمالکم عند اعمالھم** تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نماز کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو اور ان کے اعمال کے آگے اپنے اعمال کو...... **یقرء ون القرآن یجاوز تراقیھم** قرآن پڑھیں گے، ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا...... **یقولون من قول خیر البریہ** بظاہر وہ بات کہیں گے کہ سب کی باتوں سے اچھی معلوم ہو...... **یا من قول خیر البریہ** یعنی بات بات پر حدیث کا نام لیں گے اور حال یہ ہوگا کہ...... **یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیہ** دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے **سیما ھم التحلیق** ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر سر مونڈے...... **مشمری الازر** گھٹنی ازاروں والے۔

ان کے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کو سر منڈانے میں یہاں تک غلو تھا کہ جو عورت اس کے دین ناپاک میں داخل ہوتی اس کا بھی سر منڈا دیتا کہ یہ زمانہ کفر کے بال ہیں، انہیں دور کر۔ یہاں تک کہ ایک عورت نے کہا: جو مرد تمہارے دین میں داخل ہو ان کی داڑھیاں منڈوایا کرو کہ وہ بھی تو زمانہ کفر کے بال ہیں۔ اس وقت سے باز آیا...... اور اب وہابیہ کو دیکھیے ان میں اکثر وہی سر منڈانے اور گھٹنے پائچے والے ہیں۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ:

عزوہ حنین میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غنائم تقسیم فرمائے، اس پر ایک وہابی نے کہا کہ میں اس تقسیم میں عدل نہیں پاتا، کیونکہ کسی کو زیادہ کسی کو کم عطا فرمایا۔ اس پر فاروق اعظم نے عرض کیا: اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ اسے رہنے دے کہ اس کی نسل سے ایسے ایسے لوگ (جیسے وہابیہ) پیدا ہونے

والے ہیں اور اس سے فرمایا: افسوس میں تجھ پر عدل نہ کروں، تو کون عدل کرے گا؟ اور فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے میرے بھائی موسیٰ پر کہ اس سے زائد ایذا دیے گئے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اس دن کی عطا سخی بادشاہوں کے عمر بھر کی داد ودہش سے زائد تھی۔ جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں، چھوڑ دیا اور حضور پیچھے ہٹتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب سب اموال تقسیم ہو لیے، ایک اعرابی نے ردائے مبارک بدن اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ وپشت مبارک پر اس کا نشان بن گیا۔ اس پر اتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے...... حق ہے اے مالک عرش کے نائب اکبر! قسم ہے اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی نعمتیں حضور ہی کی عطا ہیں، دونوں جہاں حضور کی عطا سے ایک حصہ ہیں۔

فان من جودك الدنيا وضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

بیشک دنیا وآخرت حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں، اور لوح وقلم کے تمام علوم ما کان وما یکون حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے۔ صلى الله عليه وسلم وعلىٰ اٰلك واصحابك وبارك وكرم۔

ایک روز بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام حاضر ہیں، ایک شخص آیا اور کنارہ مجلس اقدس پر کھڑے ہو کر مسجد میں چلا گیا۔

(حضور نے) فرمایا: کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے، اور جا کر دیکھا، وہ نہایت خضوع وخشوع سے نماز پڑھ رہا ہے...... صدیق اکبر کا ہاتھ نہ اٹھا کہ ایسے نمازی کو عین نماز کی حالت میں قتل کریں۔ واپس حاضر ہوئے، اور سب ماجرا عرض کیا۔

ارشاد فرمایا: کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اٹھے، اور انہیں بھی وہی واقعہ پیش آیا۔

حضور نے پھر ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اٹھے، اور عرض کی: یارسول اللہ! میں۔

فرمایا: ہاں تم! اگر تمہیں ملے، مگر تم اسے نہ پاؤ گے...... یہی ہوا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ جب تک جائیں، وہ نماز پڑھ کر چلتا ہوا۔

ارشاد فرمایا: اگر تم اسے قتل کر دیتے تو امت پر سے بڑا فتنہ اُٹھ جاتا۔

یہ تھا وہابیہ کا باپ جس کی ظاہری ومعنوی نسل آج دنیا کو گندہ کر رہی ہے، اس نے مجلس اقدس کے کنارے کھڑے ہو کر ایک نگاہ سب پر کی، اور دل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ مجھ جیسا ان میں ایک بھی نہیں...... یہ غرور تھا اس خبیث کو اپنی نماز وتقدس پر، اور نہ جانتا کہ نماز ہو یا کوئی عمل صالح وہ سب اس سرکار کی غلامی وبندگی کی فرع ہے، جب تک ان کا غلام نہ ہولے کوئی بندگی کام

نہیں دے سکتی۔ ولہٰذا قرآن عظیم میں ان کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مقدم رکھا کہ فرمایا: لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا ۰ تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ ورسول پر اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو...... تو سب میں مقدم ایمان ہے کہ بے اس کے تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم مقبول نہیں۔ اس کے بعد تعظیم رسول ہے کہ بے اس کے نماز اور کوئی عبادت مقبول نہیں۔ یوں عبداللہ تمام جہاں ہے مگر سچا عبداللہ وہ ہے جو عبدالمصطفیٰ ہے، ورنہ عبدالشیطان ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(ق،ن ۲۲۷ تا ۲۳۱)

قضا نمازیں ادا کرنے کا طریقہ:

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے: کسی نے قضا نمازوں کی ادا کا مسئلہ دریافت کیا۔

ارشاد ہوا: قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں۔ نہ معلوم کس وقت موت آجائے۔ کیا مشکل ہے ایک دن کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں۔ (فجر کے فرضوں کی دو رکعت، ظہر کی چار، عصر کی چار مغرب کی تین عشاء کے چار فرض، تین وتر) ان نمازوں کو سوائے طلوع وغروب وزوال کے (کہ اس وقت سجدہ حرام ہے) ہر وقت ادا کرسکتا ہے، اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرے، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشا کی۔ یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے، اور ان کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ میں باقی نہ رہ جائیں۔ زیادہ ہو جائیں، تو حرج نہیں اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کرے، کاہلی نہ کرے۔ جب تک فرض ذمہ باقی رہتا ہے۔ کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا ہے۔ نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو۔ مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے، تو ہر بار یوں کہے کہ سب سے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی ہے۔ ہر دفعہ یہی کہے۔ یعنی جب ایک ادا ہوئی، تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے۔ اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کرے۔ جس پر بہت سی نمازیں قضا ہوں، اس کے لیے صورت تخفیف، اور جلد ادا ہونے کی یہ ہے کہ خالی رکعتوں میں بجائے الحمد شریف ۳/ بار سبحان اللہ کہے، اگر ایک بار بھی کہہ لے گا، تو فرض ادا ہو جائے گا۔ نیز تسبیحات رکوع وسجود میں صرف ایک بار سبحٰن ربی العظیم، سبحٰن ربی الاعلیٰ پڑھ لینا کافی ہے۔ تشہد کے بعد دونوں درود شریف کے بجائے اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد و آلہ، وتروں میں بجائے دعائے قنوت رب اغفر لی کہنا کافی ہے۔ طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد اور غروب آفتاب سے بیس منٹ قبل نماز ادا کرسکتا ہے، اس کے پہلے یا بعد ناجائز ہے۔ ہر ایسا شخص جس کے ذمہ نمازیں باقی ہیں، چھپ کر پڑھے کہ گناہ کا اعلان جائز نہیں۔

اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

اگر کسی شخص کے ذمہ تیس چالیس سال کی نمازیں واجب الادا ہیں، اس نے اپنے ان ضروری کاموں کے علاوہ، جن کے بغیر گزر نہیں، کاروبار ترک کر کے پڑھنا شروع کیا؛ اور پکا ارادہ کرلیا کہ کل نمازیں ادا کر کے آرام لوں گا؛ اور فرض کیجیے اسی حالت میں ایک مہینہ یا ایک ہی دن کے بعد اس کا انتقال ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اپنے رحمت کاملہ سے اس کی سب نمازیں ادا کردے گا۔ قال اللہ تعالیٰ: ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع أجرہ

علی اللہ • جو اپنے گھر سے اللہ ورسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اسے راستہ میں موت آ جائے۔تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہو چکا...... یہاں مطلق فرمایا، گھر سے اگر ایک ہی قدم نکالا، اور موت نے آ لیا، تو پورا کام اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا، اور کامل ثواب پائے گا۔ وہاں نیت دیکھتے ہیں۔ سارا دارومدار حسن نیت پر ہے۔(ق ۲۳۴/۲۳۵)

نماز میں نظر کہاں ہو:

جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ بعد نماز ظہر حضور مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اجنبی صاحب نے سامنے آ کر نیت باندھی۔ جب رکوع کیا تو گردن اٹھائے ہوئے سجدہ گاہ کو دیکھتے رہے۔ فارغ ہونے پر حضور نے پاس بلا کر دریافت کیا کہ رکوع کی حالت میں اس قدر گردن آپ نے کیوں اٹھائی تھی؟ انہوں نے عرض کیا۔ حضور! سجدہ کی جگہ کو دیکھ رہا تھا۔ فرمایا: سجدہ میں کیا کیجیے گا؟ پھر فرمایا: بحالت قیام نظر سجدہ گاہ پر، اور بحالت رکوع پاؤں کی انگلیوں پر، اور بحالت تسمیع سینہ پر، اور بحالت سجود ناک پر، اور بحالت قعود اپنی گود پر نظر رکھنا چاہئے۔ نیز سلام پھیرتے وقت کاتبین کو ملحوظ رکھتے ہوئے، اپنے شانوں پر نظر ہونا چاہیے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے۔ اسی کے قریب ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا تھا۔ حضور کسی مسجد میں نماز پڑھ کر وظیفہ میں مشغول تھے، کہ ایک صاحب نماز پڑھنے کے لیے تشریف لائے، اور حضور کے قریب ہی نماز پڑھنے لگے۔ جب قیام کیا تو دیوار مسجد کو تاکتے رہے۔ جب رکوع میں گئے' تو ٹھوڑی اوپر اٹھا کر دیوار مسجد کی طرف دیکھتے رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، اس وقت تک اعلیٰ حضرت بھی وظیفہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کو پاس بلا کر مسئلہ بتایا کہ نماز پڑھنے میں کس کس حالت میں کہاں کہاں نگاہ ہونی چاہیے اور فرمایا: بحالت رکوع پاؤں کی انگلیوں پر نگاہ ہونی چاہیے۔

یہ سن کر وہ قابو سے باہر ہو گئے، اور کہنے لگے۔ واہ صاحب! بڑے مولانا بنتے ہیں۔ میرا منہ قبہ سے پھیرے دیتے ہیں۔ نماز میں قبلہ کی طرف منہ ہونا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان صاحب کو سمجھ کے مطابق کلام فرمایا، اور دریافت کیا:

تو سجدہ میں کیا کیجیے گا؟ پیشانی زمین پر لگانے کے بدلے ٹھوڑی زمین پر لگائیے گا؟

یہ چبھتا ہوا فقرہ سن کر بالکل خاموش ہو گئے، اور ان کے سمجھ میں بات آ گئی کہ قبلہ رو ہونے کے یہ معنی ہیں کہ قیام کے وقت نہ کہ از اوّل تا آخر قبلہ کی طرف منہ کر کے دیوار مسجد کو تاکا کرے۔

اللہ کے لیے لفظ میاں کا استعمال:

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اسم جلالت کے ساتھ عوام لفظ میاں لگاتے ہیں، اس سے اجتناب کرنا چاہیے کہ میاں کے دو معنی خراب اور ایک اچھا ہے۔

علیہ السلام اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استعمال:

صرف انبیائے کرام و مرسلین اور فرشتوں کے اسماء طیبہ کے ساتھ علیہ السلام خاص ہے، اور یہی معصوم کہے جا سکتے ہیں۔

خلفائے اربعہ یا امامین کریمین یا دیگر صحابہ و بزرگان دین کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا چاہیے......ص، ع، رض، رح، صلعم ممنوع ہیں۔ بلکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ لکھنا چاہیے۔

نعت شریف لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے:

نعت شریف لکھنا بہت مشکل ہے، تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر اتنا بڑھا کہ الوہیت میں پہنچا جاتا ہے، تو مارا گیا اور شمہ برابر تنقیص ہوئی، تو مارا گیا۔

پھر فرمایا:......وہ الفاظ جو معشوق مجازی کے لیے آتے ہیں جیسے رعنا، دلربا نعت شریف میں ممنوع ہیں۔ نہ تشبیہات تانیثی جیسے لیلیٰ کا استعمال ہو۔ نیز بجائے نام اقدس (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم اسمائے صفاتی ہوں تو بہتر ہے۔ خصوصاً ندا کے وقت مثلاً یارسول اللہ، یا حبیب اللہ، ضروری ہے، نام اقدس لے کر ندا حرام ہے اور غیر ندا میں بھی ''ساقی کوثر، یا آفتاب رسالت، شفیع المذنبین' وغیرہ کہنا اور لکھنا چاہیے۔ اسی طرح 'یثرب، کالی کملیا، رشک قمر وغیرہ متروک ہیں۔ تخیلات خلاف واقع یا مبالغات نہ ہونا چاہیے، مثلاً حضور کے فراق میں دن رات روتا ہوں۔ دیگر انبیائے کرام علیہ السلام کے مراتب عالیہ ملحوظ رہیں۔ معاذ اللہ توہین نہ ہونے پائے۔

لفظ عدالت یا سرکار کا استعمال:

جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بجائے عدالت کے کچہری کا لفظ استعمال فرمایا کرتے۔ کسی صاحب علاقہ، یا رؤسا یا امرا میں سے کسی کو کوئی سرکار کہتا، تو کبیدہ خاطر ہوتے، اور فرماتے کہ سرکار نہ کہیے۔ سرکار صرف سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

اوپر خدا نیچے آپ کہنے کی ممانعت:

دست سوال دراز کرتے وقت بعض مفلوک الحال اپنی عسرت کا اظہار کرتے کرتے، اس نواح میں ایک جملہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں: اوپر خدا ہے، اور نیچے آپ ہیں۔ اس جملہ کو جہاں سائل نے شروع کیا، اعلیٰ حضرت فوراً روک دیا کرتے تھے۔

ناموں میں عبد چھوڑنے کی بلا:

ارشاد فرمایا: یہ ایک عام بلا ہے کہ نام عبدالکریم، عبدالرحیم، عبدالرشید، عبدالجلیل، عبدالقدیر ہیں۔ مگر زبان زد ہے کریم رحیم، رشید، جلیل، قدیر، یوہیں سمیع، بصیر، حکیم، باسط، قادر، رحمٰن، منان، حنان، مبین اور اس مرض میں جاہل، کم فہم طبقہ ہی نہیں، بلکہ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ بھی مبتلا ہیں کہ عبدالرشید، عبدالشکور، عبدالمجید، کو رشید صاحب شکور صاحب، مجید صاحب کہتے ہیں۔ یہ کیسے تعلیم یافتہ ہیں، جنہیں عبد و معبود میں امتیاز نہیں؟ عبدالباسط اور باسط کے ایک معنی ہیں۔ تو اس ترکیب کی رو سے عبدالرحمٰن،

عبداللہ جس کے نام ہیں، انہیں نعوذ باللہ، رحمٰن صاحب، اللہ صاحب کہتے کیوں زبان لکنت کرتی ہے۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم!**

بعض ناموں کے احکام:

محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد، نبی جان، محمد یسین، شفیع الدین، غفور الدین، رحمٰن احمد، سبحان احمد اسمائے ممنوعہ ہیں۔ بجائے ان کے محمد نبیہ، عبیہہ احمد، عبیہہ جان، غلام نبی، غلام محمد، غلام یٰسین، غریب اللہ، عبدالرحمٰن، عبدالسبحان رکھ سکتے ہیں۔ غفور الدین کے معنی ہیں، دین کا مٹانے والا۔

آخری چہار شنبہ:

یہ جو مشہور ہے کہ آخری چہار شنبہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحت ہوئی یہ بے اصل ہے۔

بیت الخلاء میں تخیلات نعت کی ممانعت:

حضرات نعت گو کو چاہیے کہ بیت الخلا میں تخیلات پر زور نہ دیں۔ نیز جو شعر نعت میں آچکا ہو، اس کو من وتو کی طرف منسوب کرنا نہ چاہیے۔

خطبہ کے وقت کی ممنوع چیزیں:

خطیب بارادۂ خطبہ جس وقت منبر کی طرف چلے کلام کرنے کی مقتدیوں کو ممانعت ہے۔ نہ کسی طرح کا اشارہ کرے کہ وہ بھی کلام میں داخل ہے۔ حتیٰ کہ خطبہ میں اگر نام اقدس سنے، تو دل میں درود شریف پڑھے زبان سے نہیں۔ اکثر ناواقف مقتدی اذان خطبہ کے بعد دست دعا دراز کر دیتے ہیں اور بعض لوگ خطبہ ہو رہا ہے، اس وقت سنتیں پڑھنے لگتے ہیں، یہ نہ چاہیے اور مسلمانوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا، اگلی صفوں میں پہنچنے کی سعی نہ کرے۔ ہاں! صف بندی کے وقت کو شاں ہو، تو حرج نہیں، مگر کسی کو ایذا نہ پہنچے۔

چین اور انگوٹھی کے مسائل:

مرد کو ایک انگوٹھی، ایک رنگ کی نقرئی (چاندی کی) ساڑھے چار ماشہ سے کم پہننا چاہیے۔ سونے کی انگوٹھی مرد کو منع ہے۔ ہاں بٹن بغیر زنجیر کے پہن سکتا ہے۔ گھڑی میں چین مطلقاً چاندی کی یا مغرق ٹوپی یا جوتہ یا کلائی پر باندھنے والی گھڑی کی زنجیر چاندی کی ممنوع ہیں۔

جانوروں کو جلانا منع ہے:

جانور موذی ہو یا غیر موذی جلانا نہ چاہیے۔ عام طور سے لوگ چارپائیوں سے کھٹمل دور کرنے کے لیے تیز گرم پانی ڈالا کرتے ہیں، یا بروں کے چھتے میں آگ لگا دیتے ہیں یہ نہ چاہیے۔

ماءِ مستعمل کا ایک مسئلہ: مشہور ہے کہ لوٹے میں بھرا ہوا پانی اگر پانچوں انگلیاں ڈھانکے ہوئے اٹھالیا تو مکروہ ہو جاتا ہے، یہ غلط ہے۔

اگر کوئی ٹونٹی سے پانی پی لیا، تو مستعمل نہ ہوگا۔ ہاں! لوٹے کے گلے سے پیا تو مستعمل ہو جائے گا۔

غسل میت کا گھڑا توڑنا منع ہے:

غسل میت کے لیے جو گھڑا، لوٹے آتے ہیں، انہیں بعد غسل توڑ ڈالتے ہیں۔ یہ تضیع مال ہے۔ مسجد میں رکھوا دینا چاہیے۔

وعظ و تقریر

حضرت سیّد اسماعیل حسن بیان صاحب نے فرمایا: کہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب وعظ بیان فرمانے میں بہت احتراز فرماتے تھے۔ایک بار جامع مسجد سیتاپور میں ایک صاحب نے بلا اجازت وعلم مولانا کے وعظ کا اعلان کر دیا،لوگ رک گئے۔مولانا کو ان کا اعلان کرنا بہت ناگوار گزرا،مگر جناب مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی نے فرمایا کہ مولانا!لوگ رکے ہوئے ہیں،کچھ بیان فرمادیجیے۔سنن و نوافل سے فارغ ہونے کے بعد وضو جدید کر کے سورہ اعلیٰ کا نہایت ہی اعلیٰ بیان فرمایا۔

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ اس قسم کا ایک واقعہ جامع مسجد شمسی بدایوں میں پیش آیا،اور غالباً یہ واقعہ سیتاپور سے پہلے کا ہے۔حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر اطلاع وعلم اعلیٰ حضرت،موذن مسجد سے کہہ دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد جناب مولانا احمد رضا خان صاحب کے وعظ کا اعلان کر دینا،انہوں نے فرض جمعہ کے سلام کے ساتھ ہی کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔

سب حضرات سنن و نوافل کے بعد تشریف رکھیں،اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا وعظ ہوگا۔

جب اعلیٰ حضرت سنن و نوافل سے فارغ ہوئے،دیکھا کہ سب لوگ انتظار میں بہزار ذوق و شوق بیٹھے ہوئے ہیں۔اعلیٰ حضرت نے عذر فرمایا کہ میں تو وعظ نہیں کہا کرتا۔مولانا عبدالقیوم صاحب نے فرمایا: تو آج یہیں سے وعظ کی ابتدا ہو۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے مجھے پہلے سے خبر نہ دی۔مولانا نے فرمایا کہ آپ کے لیے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔اعلیٰ حضرت حسب اصرار منبر پر تشریف لے گئے،اور دو گھنٹے کامل نہایت ہی پراثر زبردست وعظ فرمایا۔مولانا عبدالقیوم صاحب نے بعد ختم وعظ مصافحہ کیا اور فرمایا کہ کوئی عالم کتب دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسے پراز معلومات،پراثر بیان سے حاضرین کو محظوظ نہیں کر سکتا ہے۔یہ وسعت معلومات جناب ہی کا حصہ ہے۔

پٹنہ میں ردّ ندوہ پر تقریر:

حضرت سیّد اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ۱۳۱۸ھ میں ندوہ کا جلسہ پٹنہ میں ہوا تھا۔جناب قاضی عبدالوحید صاحب رحمۃ اللہ علیہ رئیس عظیم آباد محلہ لودی کٹرہ نے مصلحین ندوہ اہل سنت و جماعت کا جلسہ بھی وہیں قائم کیا تھا۔اس میں اکثر و بیشتر علمائے اہل سنت و جماعت تشریف فرماتے تھے۔جب مولانا احمد رضا خان صاحب کا بیان شروع ہوا شب کا وقت تھا۔

میں اور مولانا عبد القادر صاحب جلسہ میں نہ تھے قیام گاہ پر تھے میں سونے کو لیٹ گیا تھا حضرت مولانا عبد القادر صاحب نے مجھے جگا کر فرمایا کہ میاں! مولانا احمد رضا خان صاحب کا بیان ہورہا ہے، اور سنا ہے کہ ندویوں کے سرغنہ بھی آئے ہوئے ہیں۔ اس وقت ہمارے پٹھان کے وارد یکھنے کے قابل ہیں۔ چلیے! ہم سب بھی جلسے میں پہنچے، بہت زوردار بیان مولانا فرمارہے تھے، اور یہ معلوم کر کے کہ ندوی ملاّ نے اپنے کو مخفی کیے ہوئے یہاں موجود ہیں، ندوہ پر اشد کامل ردّ فرمارہے تھے، جس کو سننے کی صناد یدندوہ کو تاب نہ رہی، اور وہ ایک، دو دو کر کے کھسکنا شروع ہوئے۔ یہ دیکھ کر مولوی ہدایت رسول صاحب نے مجمع کے درمیان بآواز بلند فرمایا: ابھی سے کہاں چلے، ابھی تو پہلا ہی چرکہ ہے؟ ذرا تو ٹھہریے۔

جامع کمالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ یہ تمام وکمال وعظ اسی زمانہ میں روداد مجلس اہل سنت وجماعت مسمّٰی بہ دربار حق وہدایت میں چھپ کر شائع ہوچکا ہے۔ دوران جلسہ میں قصیدہ مبارکہ **امال الابرار والام الاشرار** جناب مولوی حکیم عبد الحمید صاحب پریشان عظیم آبادی کے قصیدہ کے جواب میں پڑھا، جس میں مشہور ترین علمائے اہل سنت، حاضرین جلسہ کے نام ایک ایک کر کے گنائے ہیں۔ اسی طرح ردّ ندوہ کا جلسہ جو کلکتہ میں ہوا، دھرم تلہ کی مسجد عظیم الشان میں اعلیٰ حضرت کا وعظ ہوا، جس میں مجمع مسجد کے علاوہ تمام سڑکوں پر بھرا ہوا تھا۔ اس جلسہ میں بھی اعیان ندوہ تشریف لائے تو روئے سخن ندوہ کی طرف پھیرا، اور قرآن وحدیث سے بہت زوردار طریقہ پر ردّ فرمایا کہ کسی کو مجال دم زدن نہ ہوء۔ اسی جلسہ میں بطور رجز یہ اشعار بھی فرمائے تھے۔

منم کہ علم بہ نیروے بازوم نازد — منم کہ حملہ من شیر رابر اندازد
چشیدہ باشی بہ تیر قضامن آنستم — شندیدہ بودی بہ احمد رضا من آنستم

اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے۔ ایک سالانہ جلسہ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرسہ اہل سنت وجماعت مسجد بی بی محلّہ بہاری پور میں۔ دوسرا مجلس میلاد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں، جو حضور کی طرف سے ہر سال ۱۲؍ربیع الاوّل شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشا حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب کے مکان میں کہ وہی آبائی مکان اعلیٰ حضرت کا ہے، منعقد ہوتی تھی۔ جس میں شہر بھر کے عمائد ومعززین مطبوعہ دعوت نامہ کے ذریعہ مدعو ہوتے، اور اس مجلس کا اہتمام اور وعظ کی اہمیت شہر بھر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام وانتظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی۔ جملہ شائقین یہیں آکر شریک جلسہ ہوتے تھے۔ تیسرا وعظ ۱۸؍ذی الحجۃ الحرام عرس سراپا قدس حضرت خاتم الاکابر، وارث العلم والمجد والفضل کابراعن کابر حضرت سیدی ومرشدی شیخی جناب سیّد شاہ آل رسول صاحب مارہری قدس سرہ کے موقع پر، جو اعلیٰ حضرت کے کاشانہ اقدس پر انجام پاتا تھا۔ ان کے علاوہ کبھی کبھی اہل شہر کی دعوت اور عرض وتمنا پر بھی شہر کی بعض مجلس میلاد میں بیان فرمادیا کرتے تھے۔ مگران تین جگہوں میں، تین موقعوں پر، بالالتزام حضور کی تقریر ضرور ہوا کرتی تھی۔ افسوس کہ وہ سب مواعظ حسنہ قلم بند نہ کیے گئے، ورنہ بیش بہا معلومات کا ذریعہ اور علمی دریا کے بیش بہا در بے بہا ہوتے۔

بدایوں میں سورہ والضحیٰ پر چھ گھنٹے تقریر:

جناب ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ سیّد اظہر علی صاحب ساکن محلّہ ذخیرہ، حضور کے مخصوص عقیدت مندوں سے ہیں۔ ممدوح نے خود فقیر سے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف میں بدایوں تشریف لے گئے۔ وہاں نو بجے صبح سے تین بجے تک کامل چھ گھنٹے، سورہ والضحیٰ پر حضور کا بیان ہوا۔ پھر فرمایا کہ اسی سورہ مبارکہ کی کچھ آیات کریمہ کی تفسیر میں اسی (۸۰) جز رقم فرما کر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن پاک کی تفسیر لکھ سکوں۔

بریلی میں بسم اللہ پر تقریر:

جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دن ہے، آستانہ عالیہ قدسیہ رضویہ پر صبح صادق سے چہل پہل، اور انتظامات پرانی حویلی میں (یعنی آبائی مکان جس میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب منجھلے میاں رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ہے) مجلس میلاد فیض بنیاد کے جلد جلد انتظامات ہو رہے ہیں۔ گھر گھر میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ کوئی غسل کر رہا ہے، تو کوئی بہترین لباس پہن کر مسجد شریف میں نماز فجر کے لیے حضور کی آمد کا منتظر ہے ہر خورد و کلاں خوشی سے پھولا نہیں سماتا ہے۔ غرض مریدین و معتقدین و متوسلین جسے دیکھیے، نئے لباس میں دوڑا چلا آ رہا ہے۔ مسجد میں صف بندیاں ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ مختصر یہ کہ حضور کاشانہ اقدس سے تشریف لاتے ہیں، فریضہ فجر ادا کیا جاتا ہے اور جس وقت فارغ ہوتے ہیں، تو قریب قریب مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی ہے۔ اب ہر شخص اس کا منتظر ہے کہ حضور وظائف سے فارغ ہو جائیں، تو دست بوسی کر لی جائے۔ چنانچہ بعد فراغت دست بوس ہوتے جاتے تھے، اور جلد جلد مجلس شریف میں منبر شریف کے قریب تر مل کر بیٹھتے جاتے ہیں، اور اس اضطراب کی وجہ سے دراصل یہ ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کے سال میں صرف تین ہی بیان ہوتے ہیں۔ اس لیے بایں خیال کہ ہمیں منبر کے قریب جگہ مل جائے، مجمع بہت پہلے سے ہو گیا۔ مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب قادری رضوی نے مع اپنے شاگردوں کے منبر شریف پر آ کر ذکر فضائل سیّد عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اور پر کیف نعت خوانی خوش الحانی کے ساتھ شروع فرمادی، اور ٹھیک ۱۰ بجے ذکر میلاد آغاز فرمایا۔ عین قیام کے وقت حضور نے شرکت فرمائی اور منبر شریف پر رونق افروز ہوئے۔ ۱۰، ۲۰ منٹ حضور نے سکوت اختیار فرمایا کہ تشریف آوری پر باہر سے ایک دم ہجوم شائقین کا سیلاب عظیم آ جانے سے چپقلش پیدا ہو گئی تھی، اور ایک پر ایک ریلا آنے سے گر رہا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے خواہ زادے حاجی شاہد علی خاں صاحب نے بآواز بلند مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ درود شریف پڑھتے جایئے، اور آگے بڑھتے جایئے، اس طرح گنجائش ہوئی۔ آپ نے چند بار یہی ہدایت دہرائی، اور گنجائش نکالی، مگر پھر بھی دروازہ پر مجمع موجود تھا، تو آپ نے توجہ دلائی کہ ہر ایک صاحب دونوں زانو اٹھا لیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ مختصر یہ کہ پھر دروازہ کے سامنے کا ہجوم نہ کم ہونا تھا، نہ کم ہوا۔ ہاں ابتداء جیسا شور و غل بڑھا، وہ بالکل جاتا رہا۔ اس کے بعد حضور کے لیے اگلدان اور گلاس پانی کا آیا۔ حضور نے غرارہ فرما کر وعظ مبارک ان الفاظ کریمہ میں شروع فرمایا۔

(نقل تقریر بریلی شریف)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

الحمد لله الذی فضل سیّدنا ومولانا محمدا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی العلیمن جمیعا' واقامه یوم القیمة للمذنبین المتلوثین الخطائین الهالکین شفیعا' وصلی الله تعالیٰ وسلم وبارك علیه' وعلیٰ کل من هو محبوب ومرضی لدیه' صلاة تجنی وتدوم بدوام الملك الحئی القیوم' واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له' واشهد ان محمدا عبده ورسوله' بالهدی ودین الحق ارسله' صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ اٰله صحبه اجمعین وبارك وسلم' قال الله تعالیٰ فی القرآن الحکیم' بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ الحمد لله رب العالمین الرحمن الرحیم ملك یوم الدین ۔ ایاك نعبد وایاك نستعین ۔ اهدنا الصراط المستقیم ۔ صراط الذی انعمت علیهم ۔ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین ۔ آمین

حضرت عزت جل جلالہ اپنی کتاب کریم وذکر حکیم میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت تامہ گستردہ فرماتا، اوران کو اپنے دربار تک وصول کا طریقہ بتاتا ہے۔ یہ سورہ مبارکہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بندوں کو تعلیم فرمائی، اور خود ان کی طرف سے ارشاد ہوئی۔ ابتدا اس کی اور تمام سورہ قرآن عظیم کی بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سے فرمائی گئی۔ اوّل حقیقی اللہ عز وجل ہے: **هو الاول والاخر والظاهر والباط وهو بکل شیء علیم**•

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اسم جلالت اللہ سے ہونی چاہئے تھی کہ **الله الرحمن الرحیم**:.... مگر ابتدا یوں فرمائی گئی بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ......

وہ، جو اوّل حقیقی اللہ کا علم ذات ہے، کہ ذات واجب الوجود مجتمع جمیع صفات کمالیہ پر دال ہے، اس سے پہلے لفظ اسم کا لائے؛ اور اس پر 'ب' کا حرف داخل فرمایا..... گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اپنی الوہیت، وحدانیت، وہویت میں بے غایت ظہور سے بے غایت بطون میں ہے۔ بندوں کو اس تک وصول محال۔ کسی کی عقل، کسی کا وہم، کسی کا خیال، اس تک نہیں پہنچتا، جس کا نام اللہ ہے۔ وہ پاک ومنزہ ہے اس سے کہ اس تک فکر ووہم کا وصول ہو سکے۔ ایسی مخفی وباطن شئے تک وصول کے لیے

علامت درکار ہے۔

اور اسم کہتے ہیں، علامت کو، جو دلالت کرے ذات پر۔ تو اسم اللہ ذریعہ ہوا اس کا۔

اور اسم جبکہ نام ٹھہرا اس شئی کا جو دلالت کرنے والی ہے ذات پر، ذات پاک ہے اس سے کہ اسے کسی چیز کی حاجت ہو، ضرور ہے کہ ذات پر دلالت کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ ایک ذات ہو، دوسرا اس کا غیر ہو، تیسرا بیچ میں کوئی واسطہ ہو، جو دلالت کرے اس غیر کی اس ذات کی طرف۔ وہ ذات، ذات الٰہی ہے۔ وہ غیر، تمام عالم مخلوقات اور کہ اسم اللہ کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تو گویا ابتدا ہی نام پاک سے کی گئی۔

اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا جاتا ہے کہ ذریعہ وصول ہوئے، اسم اللہ تمام مخلوقات کے لیے۔

تو ازل سے ابد تک (جو شئی بھی) وجود میں لائی گئی، ذات اقدس کی طرف دال ہے، اس واسطے کہ تمام جہان کو اللہ کی طرف حضور ہی نے ہدایت فرمائی، حضور ہی ہادی ہیں مخلوق الٰہی کے۔ یہاں تک کہ انبیاء کرام و مرسلین عظام کے بھی ہادی ہیں۔ تو حضور کے سوا جتنے ہادی (ہیں، وہ) دلالت مطلقہ سے موصوف نہیں ہو سکتے۔ کہ انہوں نے تمام مخلوق کو دلالت کی، ان کو کسی نے دلالت نہ کی ہو، ایسا نہیں۔ وہ اگر امتوں کے دال ہیں، تو حضور کے مدلول ہیں۔ دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے ہے۔ تمام غیر کو اللہ کی طرف جس نے دلالت کی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تمام مخلوقات الٰہی میں کچھ تو وہ ہیں، جو اللہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ کچھ وہ ہیں جو علاقہ رکھتے ہیں وسائط کے ساتھ، مگر دوسرا ان سے علاقہ نہیں رکھتا، (وہ) مہدی ہیں، ہادی نہیں۔ یعنی ہادی بالذات نہیں، اگرچہ بالواسطہ ہادی ہوں؛ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق ہادی و مہدی ہیں۔

کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل، حرف۔ حرف تو مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ۔ فعل مسند ہوتا ہے، مگر مسند الیہ نہیں ہوتا۔ اسم مسند بھی ہوتا ہے، مسند الیہ بھی ہوتا ہے۔

تو جو ذات الٰہی سے بے علاقہ ہیں، وہ حرف (ہیں) کہ **ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف ۰ فان أصابه خیرون اطمان به ۰ وان أصابته فتنة ن انقلب علی وجهه ۰ خسر الدنیا والآخرة ذالك هو الخسران المبین ۰** کچھ لوگ وہ ہیں، جو اللہ کو پوجتے ہیں کنارے پر تو اگر بھلائی پہنچ گئی تو مطمئن رہے اور اگر کوئی آزمائش ہوئی تو کنارہ پر کھڑے ہی ہیں، فوراً ایک قدم میں بدل گئے، پلٹ گئے۔ ان کو دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہوا، اور یہی کھلا خسارہ ہے۔ تو یہ نہ مسند ہے، نہ مسند الیہ کہ حرف ہیں...... اور وہ جو خود ذات الٰہی سے علاقہ رکھتے ہیں، مگر بالذات ان سے دوسرا علاقہ نہیں رکھتا، وہ تمام مومنین و ہادین ہیں، کہ مسند ہیں، مگر بالذات مسند الیہ نہیں، وہ فعل ہیں...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریم بے

شک مسند و مسند الیہ بالذات و بے وساطت ہے۔تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسم ہیں، کہ ان کو اپنے رب سے نسبت ہے، اور سب کو ان سے نسبت ہے، اور یہی شان ہے اسم کی۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارک وسلم

اسم کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر حرف تعریف داخل ہو اور تعریف کی حد ہے حمد اور حمد کی تکثیر ہے تحمید اور اسی سے مشتق ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی بار بار اور بکثرت تعریف کیے گئے، حمد کیے گئے۔تو مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق نہیں، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہی اصل جملہ کمالات ہیں، جس کو جو کمال ملا ہے، وہ حضور ہی کے کمال کا صدقہ اور ظل اور پرتو ہے۔امام سیدی محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ ہمزیہ میں عرض کرتے ہیں:

كيف ترقى رفيك الانبياء باسماء ماطا ولتها سماء

لم يدانوك فى علاك قدحا لسنامنك دونهم وسناء

انما مثلوا صفاتك للنا س كمامثل النجوم الماء

انبیاء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی کیسے پاسکیں۔اے وہ آسمان جس سے کوئی آسمان بلندی میں مقابلہ نہیں کرسکتا۔ وہ حضور مراتب بلند کے قریب نہ پہنچے، حضور کی رفعت وروشنی حضور تک پہنچنے سے انہیں حائل ہوگئی۔وہ تو حضور کے صفات کریمہ کا پرتو لوگوں کو دکھا رہے ہیں۔جیسے ستاروں کی شبیہ پانی دکھاتا ہے۔

حضور کی صفات کو نجوم سے تشبیہ دی کہ وہ تولا تعدو لا تحصٰی ہیں۔انبیائے کرام غایت الجلا ہیں، مثل پانی کے ہیں، اپنی صفا کے سبب ان نجوم کا عکس لے کر ظاہر کرتے ہیں۔ صلی اللہ وسلم واله وصحبه وبارك وكرم ۔

حمد ہوا کرتی ہے، مقابل کسی صفت کمال کے، اور تمام صفت مخلوقات میں خاص ہیں حضور کے لیے، باقی کو جو ملا ہے حضور کا عطیہ وصدقہ ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انما انا قاسم و الله المعطى عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے حضور قاسم ہیں۔ایسی جگہ اطلاق دلیل تعمیم ہوتی ہے۔کون سی چیز ہے، جس کا دینے والا اللہ نہیں؟ تو جو چیز جس کو اللہ نے دی، تقسیم فرمانے والے اس کے حضور ہی ہیں۔جو اطلاق وتعمیم وہاں ہے، یہاں بھی ہے۔ جو جس کو ملا اور جو کچھ بٹا اور بٹے گا، ابتدائے خلق سے ابد الآباد تک ظاہر وباطن میں، روح وجسم میں، ارض وسما میں، عرش وفرش میں، دنیا وآخرت میں کو جو کچھ ہے، اس سب کے بانٹنے والے حضور ہی ہیں۔اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا الی ابدا الاباد لہٰذا مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق یہ ہی ہیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیه وعلٰی اٰلہ وصحبه وبارك وسلم ۔

اسم کا خاصہ ہے جر اور جر کے معنی کشش یعنی جذب فرمانا۔یہ خاصہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا...... کھینچنا دو طرح کا ہوتا ہے۔ایک بلا مزاحمت کہ جس کو کھینچا جائے، وہ کھینچ آئے...... دوسرا مزاحمت کے ساتھ کہ کھینچنے والا تو کھینچ رہا ہے، اور یہ کھنچنا نہیں چاہتا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انتم تنقحمون فى النار كالفراش وانا اخذ بحجز كم

ھلم الیّ تم پروانوں کی مانند آگ پر گرے پڑتے ہو اور میں تمہارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ...... یہ شان ہے جر کی یعنی کشش کی۔

اسم نحوی کا خاصہ جر من حیث الوقوع ہے، اور اسم اللہ کامن حیثالصدور۔ ہاں! جران افعال و کیفیات سے ناشی ہوتا ہے، جن پر حروف جارہ دلالت کرتے ہیں، وہ یہاں بروجہ اتم ہیں۔ مثلاً

'ب' کے معنی ہیں الصاق، یعنی ملانا۔ یہ خاص کام ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہ خلق کو خالق سے ملاتے ہیں۔

یا 'من' کہ ابتدائے غایت کے لیے ہے، یہ بھی خاص ہے حضور ہی کے لیے۔ یا جابر ان اللہ خلق قبل کل الاشیاء نور نبیك من نوره ۔ اے جابر! تمام جہاں سے پہل اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم واله وصحبه وبارك وكرم ۔ ہر فضل، ہر کمال حتیٰ کہ وجود میں بھی ابتدا انہیں سے ہے۔ صلی اللہ علیه وسلم ۔

'الی' آتا ہے انتہائے غایت کے لیے۔ انتہائے کمال انہیں پر بلکہ ہر فرد کمال انہیں پر منتہی ہوتا ہے۔ اوّل الانبیا بھی وہی ہیں، اور خاتم النبیین بھی وہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم۔ تلمسانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ایک بار جبرائیل امین علیہ السلام حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور عرض کی: السلام علیك یا اوّل، السلام علیك یا آخر، السلام علیك یا ظاهر، السلام علیك، یا بطن ربّ العزت نے قرآن عظیم میں اپنی صفت فرمائی: هوا الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شئی علیم ۔ اس آیت کے لحاظ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین سے فرمایا کہ یہ صفات میرے رب عزوجل کی ہیں۔ (جبریل امین علیہ السلام نے) عرض کی یہ صفات اللہ عزوجل کی ہیں، اس نے حضور کو بھی ان سے متصف فرمایا۔ اللہ نے حضور کو اوّل کیا، تمام مخلوق سے پہلے حضور کے نور کو پیدا کیا...... اور اللہ نے حضور کو آخر کیا کہ تمام انبیاء کے بعد مبعوث فرمایا...... اور حضور کو ظاہر کیا اپنے معجزات بینہ سے کہ عالم میں کسی کو شک وشبہ کی مجال نہیں...... اور حضور کو باطن کیا ایسے غایت ظہور سے کہ آفتاب اس کے کروڑویں حصہ کو نہیں پہنچتا۔ آفتاب اور جملہ انوار انہیں کے پرتو ہیں۔ آفتاب میں شک ہوسکتا ہے، اور ان میں شک ممکن نہیں۔ فرض کیجیے کہ ہم نصف النہار پر ایک روشن شرارہ آفتاب کے برابر دیکھیں، جسے اپنے گمان سے یقیناً آفتاب سمجھیں اور اس کی دھوپ بھی دوپہر ہی کی طرح پھیلی ہو؛ اور حضور فرمائیں کہ یہ آفتاب نہیں، کوئی کرہ نار کا شرارہ ہے۔ یقیناً ہر مسلمان صدق دل سے فوراً ایمان لائے گا کہ حضور کا ارشاد قطعاً حق وصحیح ہے، اور آفتاب سمجھنا میرے نگاہ وگمان کی غلطی صریح ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ آفتاب ہنوز معرض خفا میں ہے اور حضور پر اصلاً خفا نہیں؟ آفتاب سے کروڑوں درجہ زیادہ روشن ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیٰ اله وصحبه وبارك وسلم ۔

اوران کا یہ غایت ظہور غایت بطون کا سبب ہے...... اور حضور کے بطون کی یہ شان ہے کہ خدا کے سوا حضور کی حقیقت سے کوئی واقف نہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو اعرف الناس یعنی سب سے زیادہ حضور کے پہچاننے والے اس امت مرحومہ

میں ہیں۔اسی واسطے ان کا مرتبہ افضل واعلیٰ ہے۔معرفت الٰہی وہ معرفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔جس کو ان کی معرفت زائد ہے،اس کو معرفت الٰہی بھی زائد ہے۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے اعـرف الـنـاس کہ تمام جہاں سے زیادہ حضور معرفت رکھتے ہیں،ان سے ارشاد فرمایا: یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی اے ابوبکر! جیسا میں ہوں،سوائے میرے رب کے کسی اور نے نہیں پہچانا۔باطن ایسے کہ (اے خدا کے کسی نے ان کو پہچانا ہی نہیں؛ اور ظاہر بھی ایسے کہ ہر پتہ،ہر ذرہ،شجر،حجر،وحوش وطیور حضور کو جانتے ہیں،یہ کمال ظہور ہے۔صدیق اپنے مرتبہ کے لائق حضور کو جانتے ہیں۔جبرئیل امین علیہ السلام اپنے مرتبہ کے لائق پہچانتے ہیں۔انبیاء ومرسلین اپنے اپنے مراتب کے لائق۔باقی رہا،حقیقتاً ان کو پہچاننا،تو ان کا جاننے والا ان کا رب ہے۔ تبارك وتعالیٰ ان کا بنانے والا،ان کا نوازنے والا،ان کی حقیقت کے پہچاننے میں دوسرے واسطے حصہ ہی نہیں رکھا۔

بلاتشبیہ محب نہیں چاہتا کہ جوادا محبوب کی اس کے ساتھ ہے،دوسرے کے ساتھ ہو۔اللہ تعالیٰ تمام جہان سے زیادہ غیرت رکھنے والا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں: ان سـعـدا لغیور وانا اغیر منه واللہ اغیـر منـی سعد غیرت والا ہے،اور میں اس سے زیاد غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔وہ کیونکر روا رکھے گا کہ دوسرا میرے حبیب کی اس خاص ادا پر مطلع ہو،جو میرے ساتھ ہے۔اسی واسطے فرمایا جاتا ہے۔جیسا میں ہوں، میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا۔ہم تو

قوم ینـام تسـلـوا عـنـه بالحلم

ہم تو سوتے ہیں،خواب ہی میں زیارت پر راضی ہیں۔

انصاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حقیقت اقدس کے لحاظ سے اسی کے مصداق ہیں۔

دنیا خواب ہے اور اس کی بیداری نیند۔امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے: الـنـاس نیام فاذا ماتوا انتبھـوا لوگ سوتے ہیں،(جب) مریں گے،جاگیں گے۔خواب اور دنیا کی بیداری میں اتنا فرق ہے کہ خواب کے بعد آنکھ کھلی،اور کچھ نہ تھا،اور یہاں آنکھ بند ہوئی اور کچھ نہ تھا۔نتیجہ دونوں جگہ ایک ہے: وما الحیوۃ الـدنیـا الامتاع الغرور۔ خواب میں جمال اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ضرور حق ہوتی ہے۔خود فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم: مـن رانـی فـقـد رأ الـحـق فـان الـشـیـطـان لایتمثل بی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ پھر لوگ مختلف احوال واشکال میں دیکھتے ہیں۔وہ اختلاف ان کے اپنے ایمان واحوال ہی کا ہے۔ہر ایک اپنے ایمان کے لائق ان کو دیکھتا ہے۔یونہی بیداری (میں) جتنے دیکھنے والے تھے۔سب اس آئینۂ حق نما میں اپنے ایمان کی صورت دیکھتے تھے۔ورنہ ان کی صورت حقیقیہ پر غیرت الٰہیہ کے ستر ہزار پردے ڈالے گئے ہیں کہ ان میں سے اگر ایک پردہ اٹھا دیا جائے،آفتاب جل کر خاک ہو جائے۔جیسے آفتاب کے آگے ستارے غائب ہو جاتے ہیں،اور جو ستارہ اس سے قرآن میں ہو،احتراق میں کہلاتا ہے......تو صحابہ کرام نے بھی خواب ہی میں زیارت کی،نہ رب العزت کو کوئی بیداری میں دنیا میں دیکھ سکتا ہے،نہ جمال انور

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم...... حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں کہ رب العزت جل جلالہ کو بیداری میں دیکھا، وہ دیکھنا دنیا سے ورا تھا، کہ دنیا ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے اور رویت لامکاں میں ہوئی تھی۔

بالجملہ اس وقت بھی ہر شخص نے اپنے ایمان ہی کی صورت دیکھی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ خدا ساز ہیں۔

ابوجہل حاضر ہوکر عرض کرتا ہے۔ زشت نقشے کز بنی آدم شگفت حضور فرماتے ہیں: **صدقت** تو سچ کہتا ہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آکر عرض کرتے ہیں: حضور سے زیادہ خوبصورت کوئی پیدا نہ ہوا، حضور بے مثل ہیں، حضور آفتاب ہیں، نہ شرقی و غربی۔

ارشاد فرمایا: **صداقت** تم سچ کہتے ہو۔

ارشاد فرمایا: ؎

گفت من آئینہ ام مصقول دوست
ترک و ہندو درمن آن بیند کہ اوست

میں اپنے چاہنے والے دوست رب تبارک وتعالیٰ کا اُجالا ہوا آئینہ ہوں۔ ابوجہل کہ ظلمت کفر میں آلودہ ہے، اس کو اپنے کفر کی تاریکی نظر آئی اور ابوبکر سب سے بہتر ہیں، انہوں نے اپنا نور ایمان دیکھا۔ **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارك وسلم** ۔...... لہٰذا ذات کریم جامع کمال ظہور و کمال بطورن ہے۔

ظہور کسی شئی کا جب ایک ترقی محدود تک ہوتا ہے، وہ شے نظر آتی ہے، اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے، تو وہ نظر نہیں آتی۔ آفتاب جب اُفق سے نکلتا ہے، سرخی مائل کچھ بخارات وغبارات میں ہوتا ہے، ہر شخص کی نگاہ اس پر جمتی ہے۔ جب ٹھیک نصف النہار پر پہنچتا ہے، غایت ظہور سے باطن ہو جاتا ہے، اب نگاہیں اس پر نہیں ٹھہر سکتیں، خیرہ ہوکر واپس آجاتی ہیں۔ غایت ظہور پر پہنچا، جس کی وجہ سے غایت بطون میں ہوگیا۔ آفتاب کہ نام ہے ان کی گلی کے ایک ذرہ کا۔ وہ آفتاب حقیقت کہ رب العزت نے اپنی ذات کے لیے اس کو آئینہ کاملہ بنایا ہے، اور اس میں مع ذات وصفات کے تجلی فرمائی ہے، حقیقت اس ذات کی کون پہچان سکتا ہے۔ وہ غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے۔ **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارك وسلم** ۔

اس سبب نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں دونوں رعایتیں رکھی ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت اور بار بار غیر متناہی تعریف کیے گئے...... اطلاق نے تمام تعریفوں کو جمع فرمایا۔ یہ تو شان ہے غایت ظہور کی۔

اور نام اقدس پر الف لام تعریف کا داخل نہیں ہوتا، یعنی ایسے ظاہر ہیں کہ مستغنی من التعریف ہیں، تعریف کی ضرورت نہیں۔ یا ایسے بطون میں ہیں کہ تعریف ہو نہیں سکتی...... تعریف عہد یا استغراق یا جنس کے لیے ہے، وہ اپنے رب کی وحدت حقیقیہ کے مظہر کامل، اپنے جملہ فضائل وکملات، میں شریک سے منزہ ہیں۔ امام شریف الدین بوصیری بردہ شریف میں فرماتے

ہیں۔

منزہٌ عن شریكٍ فی محاسنہٖ فجوھر الحسن فیہ غیرُ منقسم

اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں۔ ان کے حسن کا جوہر فرد قابل انقسام نہیں کہ یہاں جنسیت واستغراق نامتصوراور عہد فرع معرفت ہے، اوران کوذاتاً وحقیقتاً کوئی پہچان ہی نہیں سکتا، تو نام اقدس پر کہ علم ذات ہے، لام تعریف کیونکر داخل ہو۔

جس طرح 'الیٰ' جر کرتے ہیں۔ 'کاف تشبیہ' بھی جر کے لیے آتا ہے۔

ذات الٰہی کمال تنزیہہ کے مرتبہ میں ہے، اور متشابہات میں تشبیہات بھی وارد۔ صحیح مذہب محققین کا یہ ہے کہ تنزیہہ ہے اس کی ذات وصفات کے لیے؛ اور تشبیہہ ہے تجلیات کے لیے۔ دونوں کو اس آیت کریمہ میں جمع فرمادیا۔ لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر ۔ لیس کمثلہ شی • کوئی شی اس کے مثل نہیں۔ یہ تنزیہہ ہے اور وھو السمیع البصیر وہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔ یہ تشبیہہ...... جب تک اللہ تعالیٰ نے عالم نہ بنایا تھا، تشبیہہ نہ تھی۔ جب عالم بنایا، تو نہ عالم خیال میں نہ عالم مثال میں، بلکہ عالم تمثیل میں۔ تجلی تدلی کے لیے ایک تشبیہہ پیدا ہوئی، جو عبارت ہے، ذات اقدس سے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہٖ وبارك وسلم اور اللہ تعالیٰ متعالیٰ ہے تشبیہہ سے۔ ہاں! پہلی تجلی جو فرمائی ہے، اسی کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس تجلی کی اور تجلیات کی گئی ہیں ان کا نام ہے انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہ السلام۔ جس طرح امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اوپر بیان ہوا۔

آگے فرمایا جاتا ہے۔ الرحمٰن الرحیم۔

مدح کا قاعدہ ہے کہ اختصاص پر دلالت کرتی ہے۔

الرحمٰن...... الرحیم سے پہلے لایا گیا الرحمٰن کہ رحمت کاملہ بالغہ رب تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے...... پھر فرمایا گیا:

الرحیم یعنی مطلق رحمت ہی اس کے ساتھ خاص ہے۔

رب العزۃ کی بے انتہا صفات ہیں۔ یہ آئینہ ہے جس سے تمام صفات الٰہیہ کو رحمت کے پردہ میں دکھایا۔ (اس لیے) القھار المنتقم نہیں فرمایا جاتا: الرحمن الرحیم خاص رحمت دکھائی جاتی ہے۔

یہ وہی آئینۂ ذات الٰہی ہے، جس میں صفات قہریہ بھی آکر خالص رحمت سے متلبس ہوجاتی ہیں۔ وما أرسلنك الا رحمۃ للعلمین • صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہٖ وبارك وسلم ۔ اولین کے لیے رحمت آخرین کے لیے رحمت، ملائکہ کے لیے رحمت، تمام مومنین کے لیے رحمت یہاں تک کہ دنیا میں وہ کافرین ومشرکین، منافقین، مرتدین کے لیے بھی رحمت ہیں۔ یہ لوگ بھی آج ان کی رحمت سے دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں۔ ما کان اللہ لیعذبھم وأنت فیھم • اللہ اس لیے نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک کی رحمت عالم تم ان میں ہو۔ اسی لیے ادریس علیہ السلام کی طرح ورفعنہ مکانا علیا • اختیار نہ فرمایا۔ حالانکہ ان کے غلام واہل محبت کی نعش تک آسمان پر اُٹھالی گئی ہے۔ سیدی عمر بن فارض رضی اللہ عنہ نے

جنگل میں ایک جنازہ دیکھا۔ اکابر اولیا جمع ہیں، مگر نماز نہیں ہوتی۔ انہوں نے تاخیر کا سبب پوچھا؟ کہا امام کا انتظار ہے۔ ایک صاحب نہایت جلدی کرتے ہوئے پہاڑ سے اترتے دیکھا، جب قریب آئے معلوم ہوا کہ یہ وہ صاحب ہیں، جن سے شہر میں لڑکے ہنستے اور چپتیں لگاتے ہیں، وہ امام ہوئے۔ سب نے ان کی اقتدا کی۔ نماز ہی میں بکثرت سبز پرندوں کا نعش کے گرد مجمع ہوگیا۔ جب نماز ختم ہوئی، نعش کو اپنی منقاروں میں لے کر آسمان پر اوڑے چلے گئے۔ انہوں نے پوچھا یہ اہل محبت ہیں۔ ان کی میت بھی زمین پر نہیں رہنے پاتی......مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں پر تشریف رکھنا پسند فرمایا کہ خلق کے لیے عذاب عام سے امان ہو۔

جنت تو حضور کی رحمت کا پرتو ہی ہے، دوزخ بھی حضور کی رحمت سے بنی ہے کہ یہاں صفات قہر یہ بھی رحمت ہی کی تجلی میں ہیں...... جنت کا رحمت ہونا ظاہر کہ حضور کے نام لیواؤں کی جاگیر ہے......دوزخ کا بنانا بھی رحمت ہے دو وجہ سے۔

دنیا میں بادشاہ کی اطاعت تین ذرائع سے ہوتی ہے

اول: بادشاہ کی اطاعت خاص اس لیے کہ وہ بادشاہ ہے۔

دوسرے: کچھ انعام کا لالچ دیا جاتا ہے کہ ہمارے احکام مانو گے تو یہ یہ انعام ملیں گے، یہ رحمت ہے۔

تیسرے: فاسق سرکش جو انعام کی پرواہ نہیں کرتے، اطاعت نہیں کرتے، ان کو سزائیں سنا کر ڈرایا جاتا ہے، اگر اطاعت نہ کرو گے تو زنداں میں بھیجے جاؤ گے۔ وہ انعام تو عین رحمت ہے، ظاہر ہے اور کوڑا عذاب کا بھی رحمت ہے، اس لیے کہ رحمت ہی سے ناشی ہے کہ جیل خانہ سے ڈر کو سزا کے مستحق نہ ہوں، اطاعت کریں، انعام کے مستحق ہوں......تو دوزخ بھی رحمت ہے کہ دنیا کو ڈر کے باعث گناہوں سے بچانے والی ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ کفار نے اللہ کے محبوبوں کو ایذا دی، ان کی توہین کی، رب العزت نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے دوزخ کو پیدا فرمایا۔ قدر شی کی، اس کی ضد سے معلوم ہوتی ہے کہ الاشیاء تصرف با ضدا دھا ۰ اہل جنت کو یہ دکھانا ہے کہ دیکھو! اگر تم بھی محبوبان خدا کا دامن نہ تھامتے، ان کی طرح تمہاری جگہ بھی یہی ہوتی۔ اس وقت محبوبان خدا کے دامن تھامنے کی قدر کھلے گی۔ و اللہ الحمد و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارك وسلم‘ اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد معدن الجود والکرم والہ وصحبہ الکرام اجمعین ٭

حضور تمام جہان کے لیے رحمت ہیں۔ رحمت الٰہی کے معنی ہیں بندوں کو ایصال خیر فرمانے کا ارادہ۔ تو رحمت کے لیے دو چیزیں درکار ہیں۔ ایک مخلوق جس کو خیر پہنچائی جائے اور دوسرے خیر......اور دونوں متفرع ہیں وجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اگر حضور نہ ہوتے نہ کوئی خیر ہوتی، نہ خیر پانے والا۔ تو رحمت الٰہی کا ظہور نہ ہوا، مگر وجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں......تمام نعمتیں، تمام کمالات، تمام فضائل متفرع ہیں وجود پر، اور تمام عالم کا وجود متفرع ہے حضور کے وجود پر، تو سب پر حضور ہی کے طفیل رحمت ہوئی۔ ملک ہو، خواہ نبی، یا رسول، جس کو جو نعمت ملی، حضور ہی کے دست عطا سے ملی۔

حضور نعمۃ اللہ ہیں۔قرآن عظیم نے ان کا نام نعمت اللہ رکھا: الـذیـن بدلوا نعمة الله كفرا ۰ کی تفسیر میں حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔نـعـمـة الله محمد صلی الله علیه وسلم نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ولہٰذا ان کی تشریف آوری کا تذکرہ امتثال امرالٰہی۔قـال تـعـالیٰ: وأما بنعمة ربك فحدث ۰ اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ ہے۔یہی تشریف آوری ہے، جس کے طفیل دنیا قبر، حشر، برزخ، آخرت غرض ہروقت، ہرجگہ، ہرآن نعمت ظاہروباطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع اور بہرہ مند ہے، اور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔اپنے رب کے حکم سے اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے۔مجلس میلاد آخر وہی شی ہے، جس کا حکم رب العزت دے رہا ہے: وأمـا بنعمة ربك فحدث ۰ مجلس مبارک کی حقیقت، مجمع مسلمین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری وفضائل جلیلہ وکمالات جمیلہ کا ذکر سنانا ہے۔بُندیا، رقعہ بانٹنا، طعام وشرینی کی تقسیم، اس کا جزء حقیقت نہیں، نہ ان میں کچھ جرم۔

اوّل: دعوت الی الخیر ہے اور دعوت الی الخیر بے شک خیر ہے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے: ومن أحسن قوله ممن دعا الی الله ۰ اس سے زیادہ کس کی بات اچھی، جو اللہ کی طرف بلائے۔صحیح مسلم شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مـن دعـى الـى هـدى كان له الا جر مثل اجور من تبعه ولا ينقص ذلك من اجورهم شيئا جو لوگوں کو کسی ہدایت کی طرف بلائے، جتنے اس کا بلانا قبول کریں، ان سب کے برابر ثواب اسے ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

اور اطعام طعام یا تقسیم شیرینی بروصلہ واحسان وصدقہ ہے اور یہ سب شرعاً محمود۔

ان مجالس کے لیے ایک تمہیں نہیں، ملائکہ بھی تداعی کرتے ہیں۔ جہاں مجلس شریف ہوتے دیکھی۔ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ! یہاں تمہارا مطلوب ہے۔پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے ہیں، تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو، ادھر سے رحمت کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے، وہ بھی ایسی عام کہ نامستحق کو بھی حصہ دیتے ہیں۔هم القوم لايشقى بهم جليسهم ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔

مجلس آج سے نہیں آدم علیہ السلام نے خود کی، اور کرتے رہے اور ان کی اولاد میں برابر ہوتی رہی، کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آدم علیہ السلام ذکر حضور نہ کرتے ہوں، اوّل روز سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم ہی یہ فرمایا گیا کہ میرے ذکر کے ساتھ میرے حبیب ومحبوب کا ذکر کیا کرو۔صـلـى الله تـعـالـىٰ عليه وعلىٰ اله وصحبه وبارك وسلم ۔ ۔ جس کے لیے عملی کاروائی یہ کی گئی کہ جب روح الٰہی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پتلے میں داخل کی گئی۔آنکھ کھلتے ہی نگاہ ساق عرش پر ٹھہرتی ہے، لکھا دیکھتے ہیں۔ لا اله الا الله محمد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اله وصحبه وبارك وسلم ۔

عرض کی: الٰہی! یہ کون ہے، جس کا نام پاک تونے اپنے نام اقدس کے ساتھ لکھا ہے؟

ارشاد ہوا: وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا پیغمبر ہے۔وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا۔ لـولا مـحـمـد ماخلقتك ولا

سماء اسی کے طفیل میں نے تجھے پیدا کیا، اگر وہ منہ ہوتا نہ تجھے پیدا کرتا' نہ میں زمین وآسمان بناتا۔ تو کنیت اپنی ابومحمد کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وبارك وسلم ۔

آنکھ کھلتے ہی نام پاک بتایا گیا، پھر ہروقت ملائکہ کی زبان سے ذکراقدس سنایا گیا، وہ مبارک سبق عمر بھی یادرکھا، ہمیشہ ذکر اور چرچا کرتے رہے، جب زمانہ وصال شریف کا قریب آیا، شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشادفرمایا: اے فرزند! میرے بعد تو خلیفہ ہوگا، عماد تقوی وعروۂ وثقیٰ نہ چھوڑنا۔ العروۃ الوثقیٰ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم عروہ وثقیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب اللہ کو یاد کرے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ضرور کرنا۔ فانی رایت الملئکۃ تذکرہ فی کل ساعاتھا کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے ہروقت، ہرگھڑی ان کی یاد میں مشغول ہیں۔ اسی طور پر چرچا ان کا ہوتا رہا، پچھلی انجمن روز میثاق جمائی گئی۔ اس میں حضور کا ذکر تشریف آوری ہوا۔ واذ أخذ اللّٰہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدقا لما معکم لتو منن بہ ولتنصرنہ • قال أأقررتم وأخذ تم علی ذلکم اسری قالو أقررنا • قال فا شھدوا وأنا معکم من الشاھدین فمن تولی بعد ذلك فأولئك ھم الفاسقون • جب عہد لیا اللہ نے نبیوں سے کہ بے شک میں تمہیں کتاب وحکمت عطا فرماؤں، پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول، تصدیق فرمائیں ان باتوں کی، جو تمہارے ساتھ ہیں، تو ضرور ان پر ایمان لانا، اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا قبل اس کے کہ انبیائے کرام کچھ عرض کرنے پائیں فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ عرض کی: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے، وہی لوگ بے حکم ہیں۔ مجلس میثاق میں رب العزت نے تشریف آوری حضور کا بیان فرمایا اور تمام انبیا علیہ السلام نے سنا، اور انقیاد واطاعت حضور کا قول دیا۔ ان کی نبوت ہی مشروط تھی حضور کے مطیع وامتی بننے پر۔ تو سب سے پہلے حضور کا ذکر تشریف آوری کرنے والا اللہ ہے کہ فرمایا: ثم جاء کم رسول • پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں اور ذکر پاک کی سب میں پہلی مجلس مجلس انبیا علیہ السلام ہے۔ جس میں پڑھنے والا اللہ اور سننے والے انبیاء اللہ۔

غرض اسی طرح ہر زمانہ میں حضور کا ذکر ولادت وتشریف آوری ہوتا رہا۔ ہر قرن میں انبیاء ومرسلین آدم علیہ السلام سے لے کر ابراہیم وموسیٰ وداؤد وسلیمان وزکریا علیہم الصلوٰۃ والسلام تک تمام نبی ورسول اپنے اپنے زمانہ میں مجلس حضور ترتیب دیتے رہے۔ یہاں تک وہ سب میں پچھلا ذکر شریف سنانے والا کنواری، ستھری، پاک بتول کا بیٹا، جسے اللہ تعالیٰ نے بے باپ کے پیدا کیا، نشانی سارے جہاں کے لیے، یعنی سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام تشریف لایا۔ فرماتا ہوا: مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ أحمد • میں بشارت دیتا ہوں ان رسول کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے والے ہیں، جن کا نام پاک احمد ہے۔
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وبارك وسلم ۔

یہ ہے مجلس میلاد شریف۔ جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا، تمام ملک وملکوت میں محفل میلاد تھی۔ عرش پر محفل میلاد،

فرش پر محفل میلاد، ملائکہ میں مجلسِ میلاد ہورہی تھی، خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں، سر جھکائے کھڑے ہیں، جبرئیل ومیکائیل حاضر ہیں۔علیہم الصلوٰۃ والسلام اس دولھا کا انتظار ہورہا ہے، جس کے صدقے میں یہ ساری برات بنائی گئی ہے۔ سبع سموات میں، عرش وفرش پر دھوم ہے۔ ذرا انصاف کرو! تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو، اب وقت آیا ہے، کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا؟ وہ عظیم مقتدر، جو چھ ہزار برس پیشتر، بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرمارہا ہے، اب وقت آیا ہے کہ وہ مراد المریدین ظہور فرمانے والے ہیں، یہ قادر علی کل شئی کیا کچھ خوشی کے سامان مہیا نہ فرمائے گا؟ شیاطین کو اس وقت جلن ہوئی تھی، اور اب جو شیطان ہیں جلتے ہیں، اور ہمیشہ جلیں گے۔ غلام تو خوش ہورہے ہیں، ان کے ہاتھ تو ایسا دامن آیا ہے کہ یہ گر رہے تھے، اس نے بچالیا۔ ایسا سنبھالنے والا ملا کہ اس کی نظیر نہیں۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم ۔

ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے، دو کو بچا سکتا ہے، کوئی قوی ہوگا زیادہ سے زیادہ بیس کو بچالے گا۔ یہاں کروڑوں اربوں پھسلنے والے اور بچانے والے وہی ایک انا اخذ بحجز کم من النار ھلم بی میں تمہارا کمر بند پکڑے دوزخ سے کھینچ رہا ہوں ارے میری طرف آ ؤ۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہٖ وبارک وسلم ۔

یہ فرمان صرف صحابہ سے خاص نہیں، قسم اسکی جس نے انہیں رحمۃ للعلمین بنایا، آج وہ ایک ایک مسلمان کا بند کمر پکڑے، اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہٖ وبارک وسلم ۔

الحمد للہ ! کیا حامی پایا۔ اربوں سے بھی اربوں مراتب زائد گرنے والوں کو ان کا ایک اشارہ کفایت کررہا ہے۔ تو ایسے کے پیدا ہونے کا ابلیس اور اس کی ذریت کو جتنا غم ہو تھوڑا ہے۔ پہاڑوں میں ابلیس اور تمام مردہ سرکش قید کیے گئے تھے، انہیں کے پرواب بھی غم کرتے ہیں۔خوشی کے نام سے مرتے ہیں۔ ملائکہ سبع سموات دھوم مچارہے تھے، عرش عظیم ذوق شوق میں ہلتا تھا۔ ایک علم مشرق، دوسرا مغرب، اور تیسرا بام کعبہ پر نصب کیا گیا؛ اور بتایا گیا کہ ان کا دارالسطنت کعبہ ہے، اور ان کی سلطنت مشرق سے مغرب تک، تمام جہان انہیں کی قلمرو میں داخل ہے۔ اس مراد کے ظاہر ہونے کی گھڑی آ پہنچی کہ اوّل روز سے اس کی محفل میلاد، اس کے خیر مقدم کی مبارکباد ہورہی ہے۔ قادر علی کل شی نے اس کی خوشی میں کیسے کچھ انتظام فرمائے ہوں گے؟ جبرئیل امین ایک پیالہ شربت جنت کا سیّدنا آمنہ رضی اللہ عنہ کے لیے لے کر حاضر ہوئے۔ اس کے نوش فرمانے سے وہ دہشت زائل ہوگئی، جو ایک آواز سننے سے پیدا ہوئی تھی۔ پھر ایک مرغ سفید کی شکل بن کر اپنا پر سیّدنا آمنہ رضی اللہ عنہ کے بطن مبارک سے مل کر عرض کرنے لگے۔ اظھر یا سیّد المرسلین' اظھر یا خاتم النبیّین' اظھر یا اکرم الاولین والآخرین ۔جلوہ فرمایئے اے تمام رسولوں کے سردار! جلوہ فرمایئے اے تمام انبیاء کے خاتم جلوہ فرمایئے اے سب اگلے پچھلوں سے زیادہ کریم! یا اور الفاظ ان کے ہم معنی۔ مطلب یہ کہ دونوں جہاں کے دولہا کی برات سج چکی ہے، اب جلوہ افروزی سرکار کا وقت ہے۔فظھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کالبدر المنیر پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جلوہ فرما ہوئے جیسے چودھویں رات کا چاند۔

(ان لفظوں پر قیام ہوا، اور مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو کر یہ درود عرض کیا)

الصلٰوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ — الصلٰوۃ والسلام علیك یا نبی اللہ

الصلٰوۃ والسلام علیك یا حبیب اللہ — الصلٰوۃ والسلام علیك یا خیر خلق اللہ

الصلٰوۃ والسلام علیك یا سراج افق اللہ — الصلٰوۃ والسلام علیك یا قاسم رزق اللہ

الصلٰوۃ والسلام علیك یا مبعوث تیسر اللہ ووفق اللہ — الصلٰوۃ والسلام علیك یا زینۃ عرش اللہ

الصلٰوۃ والسلام علیك یا سیّد المرسلین — الصلٰوۃ والسلام علیك یا خاتم النبیین

الصلٰوۃ والسلام علیك یا شفیع المذنبین — الصلٰوۃ والسلام علیك یا اکرم الاولین والآخرین

الصلٰوۃ والسلام علیك یا نبی الانبیاء — الصلٰوۃ والسلام علیك یا عظیم الرجا

الصلٰوۃ والسلام علیك یا عمیم الجود ولعطاء — الصلٰوۃ والسلام علیك یا ماحی الذنوب والخطاء

الصلٰوۃ والسلام علیك حبیب رب الارض ولسماء — الصلٰوۃ والسلام علیك یا مصحح الحسنات

الصلٰوۃ والسلام علیك یا مقبل العثرات — الصلٰوۃ والسلام علیك یا نبی الحرمین

الصلٰوۃ والسلام علیك یا امام الثقلین — الصلٰوۃ والسلام علیك یا صاحب قاب قوسین

الصلٰوۃ والسلام علیك یا من زینۃ اللہ بکل زین — الصلٰوۃ والسلام علیك یا جد الحسن والحسین

الصلٰوۃ والسلام علیك یا در اللہ المکنون — الضلٰوۃ والسلام علیك یا نور الافئدہ والعیون

الصلٰوۃ والسلام علیك یا سرور القلب المخزون — الصلٰوۃ والسلام علیك یا عالم ماکان ومایکون

الصلٰوۃ والسلام علیك وعلٰی آلك وصحبك وابنك وحزبك واولیاء امتك وعلماء ملتك وسائر اھل کلمتك اجمعین ابد الابدین وسرمدا دھر الداھرین آمین والحمد للہ رب العالمین ۔

(نقل تقریر پٹنہ):

الحمد للہ زب العامین • حمد الشاکرین • وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علی سیّد المرسلین • خاتم النبین • اکرم الاولین والآخرین • قائد الغر المحجلین • نبی الحریمن • امام القبلتین • سیّد الکونین • وسیلتنا فی الدارین • صاحب قاب قوسین • المزین بکل زین • المنزہ من کل شین • جدالحسن والحسین • نبی الانبیاء • عظیم الرجا' عمیم العطا • ماحی الذنوب والخطا • شفیعنا یوم الجزاء • سر اللہ المخزون • در اللہ المکنون • عالم

ماکان ومایکون• نور الافئدة والعیون• سرور القلب المحزون• سیّدنا ومولانا وحبیبنا ونبینا وشفیعنا ووکیلنا وکفیلنا وعوننا ومعیننا وغوثنا ومغیثنا وغیثنا وغیاثنا سیّدنا ومولانا محمد• النبی المبعوث• رحمة للعلمین• وعلٰی اله الطیبین الطاهرین• وازواجه الطاهرات امهات المومنین• واصحابه المکرمین المعظمین• وابنه الکریم الامین المکین• محی الاسلام والحق والشرع والملة والقلوب والسنة والطریقة والدین• واهب المراد• قطب الارشاد• فرد الافراد• سیّد الاسیاد' صلح البلاد• نافع العباد• دافع الفساد• مرجع الاوتاد• غوث الثقلین• وغیث الکونین• وغیاث الدارین• ومعیث الملوین• امام الفریقین سیّدنا ومولانا ابی محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی الکریم• وعلٰی سائر اولیاء امته الکاملین العارفین وعلماء ملته الراشدین المرشدین• وعلینا معهم اجمعین' یا ارحم الراحمین•

اس خطبہ کے بعد آیہ کریمہ لقد صدق الله رسوله الرؤیا بالحق آخر سورہ تک تلاوت فرمائی۔ پھر اس کی تمہید تفسیر میں نوروالاظہور حضور سیّد یوم النشورا کا ذکر فرمایا کہ:

جب حضرت عزت جل جلالہ نے عالم بنانا چاہا، اپنے نور بے کیف سے نور منیر بشیر ونذیر صلی اللہ علیہ وسلم پیدا فرمایا۔ عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں سیّدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہاں سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور کریم سے پیدا کیا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام عالم کو جلوہ ظہور میں لایا۔

توجس طرح مرتبہ وجود میں صرف اللہ ہے۔ جل وعلا: کل شی هالك الا وجهه•

ع الا کل شئی ما خلا الله باطل

حقیقت وجود اسی کی ذات کریم سے خاص ہے۔ جہان وجہانیان کا اس میں کچھ حصہ نہیں، مگر جس پر وجود حقیقی کے آفتاب عالم تاب نے اپنے نور کا پرتو ڈالا، وہ بقدر نسبت وقابلیت نام موجودیت سے بہرور ہوا۔

یونہی مرتبہ ایجا میں صرف ذات کریم حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے وبس۔ حضور ہی اسر الوجود، ومنبع الوجود واصل ہر بود ہیں۔ وجودات عالم ضرور وجود حقیقی کے ظلال وپرتو ہیں۔

مگر اولا: وبالذات پرتو ذات وظل صفات، جامع الکمالات حضور سیّد الکائنات علیه افضل الصلوات واکمل التسلیمات ہے۔

پھر ثانیا: وبالعرض حضور کی وساطت سے مرتبہ بہ مرتبہ تمام عالم اس تجلی نور سے روشن ہے

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

جیسے بلاتشبیہ شب چہاردہ کو اشیا، کہ آفتاب سے حجاب میں ہیں، بذات خود اس سے نور لینے کے قابل نہیں۔ چودھویں رات کا چمکتا چاند متوسط ہو کر خود آفتاب سے نور لیتا، اور اپنے نور سے تمام روئے زمین کو روشن کر دیتا ہے۔ تو اگر چہ جس قدر چاندنی پھیلی ہوئی ہے، سب روشنی آفتاب ہی کی ہے۔ مگر چاند کے وساطت سے ملی ہے۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ نور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نور الٰہی سے پیدا ہونا عیاذاً باللہ تجزی حضرت وحدت سے اصلاً علاقہ نہیں رکھتا۔ ان مجازی فانی انوار میں دیکھیے۔ آفتاب سے چاند روشن ہوا، چاند سے زمین، چراغ سے چراغ جلایا۔ آفتاب وماہتاب وچراغ اوّل کے نور سے کوئی حصہ جدا ہوا ان مستنیر وں میں نہ آیا، اور انہیں انوار سے ان روشنیوں نے ظہور پایا...... تو جُہال وہابیہ کا حدیث پر اعتراض محض جہالت ہے۔

انوار دو قسم ہیں: معنوی وحسی۔ معنوی کہ چشم جسم ان کے ادراک کی قابلیت نہیں رکھتی۔ جیسے نور قرآن، و نور نماز، و نور وضو...... بعضے مریدین بعد وضو اپنے حجرہ خلوت میں گئے۔ ایک نور عظیم چمکا، بے اختیار پکار اٹھے۔ رایت ربی میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ شیخ نے فرمایا: اے شخص! کہاں تو اور کہاں یہ رتبہ؟ یہ تیرے وضو کا نور تھا کہ یوں چمکا۔

صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ روز جمعہ سورہ کہف کی تلاوت کی جائے۔ مقام تلاوت سے مکہ معظمہ اور اس جمعہ سے جمعہ آئندہ اور تین روز زائد تک روشن کر دیتی ہے۔ (۱)

حسّی کہ لائق احساس بصر ہیں، پھر دو قسم ہیں۔

ظاہر جیسے انوار کواکب، چراغاں۔

اور باطن جیسے حجر اسود، ومقام ابرہیم علیہ السلام کی روشنیاں...... حدیث میں ہے: یہ جنت کے یاقوتوں سے دو یاقوت ہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کا نور نظروں سے چھپا دیا۔ ورنہ دنیا کو روشن کر دیتے۔ مروی ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ بنایا؛ اور حجر اسود آیا اس وقت اس کا نور صرف اس قدر چمکا کہ مکہ معظمہ بنایا؛ اور حجر اسود آیا اس وقت اس کا نور صرف اس قدر چمکا کہ مکہ معظّہ کے گرداگرد چند میل مختلف تک روشن ہو گیا۔ جہاں تک وہ روشنی پہنچی، وہی حدود حرم قرار پائیں۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کہ اصل انوار و معدن انوار و منبع انوار ہیں جمیع اقسام نور کے بروجہ اکمل واتم جامع ہیں۔ (۱)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور معنوی کو کون جان سکتا ہے؟ انبیاء و مرسلین وملائکہ مقربین واولیاء کاملین وعباد اللہ الصالحین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سب حسب استعداد اسی نور منیر سے روشن و مستنیر ہیں۔ علامہ فاسی مطالع المسرات میں حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی اے ابوبکر! مجھے جیسا میں ہوں سوائے میرے رب کے کسی نے نہ پہچانا۔

تراچنانکہ توئی دیدہ کجا بیند بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ حسی ہی کی جھلک، آفتاب و ماہتاب و جملہ مضیات میں چمک رہی ہے۔ ملائکہ کے چہروں میں اسی کی چمک، انسان کی مردمک میں اسی کی دمک، مستفیض وظاہر ہیں اور اس مفیض کریم پر بجمال رحمت وکمال عظمت ستر ہزار پردہائے ہیبت وجلال ورحمت وجمال ڈالے گئے ہیں کہ چشم عالمیان اس کے ادراک سے دور ومہجور ہے۔ العظمة للہ اگر حجاب اٹھا دیں، عالم کی کیا جان؟ کہ اس کی تجلیات کی تاب لا سکے۔ جہان وجہانیان ایک جھلک میں جل کر خاک ہوں۔

سلطان الاولیا حضرت نظام الحق والدین سیّدنا محبوب الٰہی فرماتے ہیں: جب سیّدنا موسیٰ کلیم علیہ السلام بعد تجلی طور واپس آئے کسی کو تاب نہ تھی کہ ان کے جمال مبارک سے نظر ملائے۔ کلیم علیہ السلام نے نقاب ڈالا، فوراً جل گیا۔ یہاں تک کہ لوہے کا نقاب بنا کر روئے مبارک پر ڈالا، وہ بھی خاک ہوگیا۔ آخر بامر الٰہی بعض عاشقان حضرت عزت کے دامن سے نقاب بنایا، وہ قائم رہا۔

ہاں! چہرہ کلیم مہر سپہر جلال تھا۔ نور آفتاب ہلکا ہونے کے لیے قمر درکار ہے کہ اس کی تجلیوں کا بار اپنے اوپر لے، اور اس سے ٹھنڈی ہلکی روشنی اوروں پر منکشف ہو...... جب جمال کلیم علیہ السلام کا اس آسان تر تجلی سے یہ حال تھا، تو اس ذات کریم کا کیا پوچھنا، جو نور حقیقی کے مظہر اوّل اتم واکمل وجامع تجلیات ذات وصفات اعلیٰ اقصی الغایات بلکہ بے حد ونہایات ہے، جسے جمال ازلی نے اپنا خاص آئینہ بنایا۔ جس کے ہر جلوہ میں من رأنی فقد رأ الحق کا دریا لہرایا، اس کے تاب کی کسے تاب؟

کیا منہ ہے آئینے کا تری تاب لا سکے
خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

تو لازم ہوا کہ نور کریم حجاب رحمت وتعظیم میں رہے۔

وہ حجاب کیا ہے؟ کیا غیر اس کا حجاب ہوسکتا ہے، غیر اسے چھپا سکتا ہے؟ حاشا، بلکہ خود اس کا کمال ظہور ہی اس کا پردہ نور ہوا..... نور کے لیے ایک حد ظہور ہے کہ جب اس حد تک رہے، نظر اس پر کام کرے اور جب اس سے ترقی کرے، اس کی تابش ہی اس کے لیے حجاب ہو کہ نظر بوجہ خیرگی، اس پر کام نہیں کرتی۔ آخر نہ دیکھا کہ آفتاب افق میں حجاب سحاب رقیق سے بروجہ کمال نظر آتا ہے اور نصف النہار پر روز صاف میں طائر نظر کے پر جلاتا ہے۔ پھر جس قدر ترقی زائد، احتجاب زائد۔

نور کریم کی ترقی بے نہایت کے حضور، ابصار تو ابصار، بصیرت کی وہ حالت ہوگی، جو مہر عالم تاب کے حضور خفاش کی۔ لاجرم غایت ظہور ہی مستلزم غایت بطون ہوئی۔ پھر بھی اس کی خفیف جھلک جس میں نگاہ ظاہر کا حصہ رہا کہ اس بارگاہ کرم سے محروم مطلق نہ رہے، وہ ہے جو حدیث صحیح میں آیا: کان الشمس تجری فی وجهه گویا آفتاب چہرہ پرنور میں رواں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: جب تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا گمان کرتا کہ آفتاب طلوع کر رہا ہے۔ تیسری حدیث میں ہے: اذا تکلم رئ کالنور یخرج من بین ثنایاہ جب کلام فرماتے، دندان پیشیں کے درمیان سے نور ساچھنتا نظر آتا۔

چوتھی حدیث میں ہے: له نور يعلوه يحبه من لم يتأمل رشم بني پرنور پرنور کا بُکّا بلند تھا، جوغور سے نہ دیکھتا، بنی اقدس کو اس نور کے سبب بہت بلند گمان کرتا۔ پانچویں حدیث میں ہے: لم يقع مع الشمس الا غلب ضوئه ضوئها حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب آفتاب کے سامنے کھڑے ہوتے حضور کا نور آفتاب کی ضیا کو دبالیتا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم

اس بیان کا سلسلہ یہاں تک پہنچایا کہ:

عرفان ونورِ ایماں سب اسی نورِ والاظہور کے پرتو ہیں، بلکہ ایمان صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت وعظمت کا نام ہے۔ تو جس کے دل میں جس قدر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت وعظمت زائد، اسی قدر اس کا ایمان اکمل؛ اور جس قدر کم، اتنا ہی ایمان ناقص؛ اور جس کے دل میں بالکل نہیں، وہ مطلقا کافر ہے۔ لا يومن احد كم حتى اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين قطعاً اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ بے شک جب تک محبت دینی، ایمانی اختیاری، ایقانی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہان اور خود اپنی جان سے زیادہ نہ چاہے، ہرگز مومن نہیں۔

انزال کتب وارسال رُسل، بلکہ تخلیق آدم وعالم، سب اظہار عظمت عظیمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ ابن عساکر سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے راوی: حضرت عزت جل جلالہ نے حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی بھیجی اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کیا، تمہیں اپنا حبیب کیا؛ اور تم سے زیادہ اپنی بارگاہ میں عزت وکرامت والا کوئی نہ بنایا۔ ولقد خلقت الدنيا واهلها لا عرفهم كرامتك ومنزلتك عندى ولو لاك لما خلقت الدنيا میں نے دنیا ومخلوقات دنیا اسی لیے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو منزلت وعزت تمہاری ہے، ان پر ظاہر فرمادوں، اگر تم نہ ہوتے، میں دنیا نہ بناتا۔ یعنی دنیا وآخرت کچھ نہ ہوتی کہ آخرت دارالجزاء ہے اور دارالجزاء کو دارالعمل کا تقدم ضروری۔ جب دارالعمل بلکہ عالمین ہی نہ ہوتے، دارالجزاء کہاں سے آتی؟...... حاکم نے صحیح مستدرک میں روایت کی۔ حضرت عزوجل وعلا نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی: لولا محمد ماخلقتك ولا ارضا ولاسماء اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے نہ میں تمہیں پیدا کرتا، نہ آسمان زمین بناتا۔

قال الله تعالیٰ: وما جعلنا القبلة التي كنت عليها الا لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب على عقبيه ٥ (بقرہ ۲/۱۴۳) ہم نے نہ کیا وہ قبلہ جس پر تم تھے، مگر اس لیے کہ علانیہ ظاہر ہوجائے کہ کون براہ غلامی تمہارا اتباع کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے۔

دیکھو! آیہ کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ فرضیت قبلہ صرف اس لیے ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واطاعت کرنے والوں کی پہچان سب کو معلوم ہوجائے۔ آیہ کریمہ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ٥ (طور ۵۲/۵۶) میں نے جن وانسان اسی لیے بنائے کہ میری عبادت کریں۔ حدیث مذکور سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے منافی نہیں۔ تخلیق جن وانس، عبادت کے لئے اور عبادت سے حضرت عزت جل جلالہ کو نہ کوئی نفع، نہ اس کے ترک سے کوئی ضرر۔ وہ غنی، حمید ہے۔ احکام عبادت کی تشریع اسی لیے ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان، مطیع وفرماں برادر، ان کے حکم سے الٹے پاؤں پھر

جانے والے نابکار، سب پر ظاہر ہو جائے کہ عبادت الٰہی و تعظیم و محبت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم متلازمین ہیں۔ متلازمین میں ایک کا ذکر دوسرے کا موکد ہوتا ہے نہ کہ نافی و منافی۔

ایمان کے دو رکن ہیں۔ **لا الٰہ الا اللہ ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**

آیہ کریمہ رکن اوّل کو بتاتی ہے...... **الا لیعبدون** اس لیے بنایا کہ میری پرستش کریں۔ یعنی **لا الٰہ الا اللہ۔**

اور حدیث شریف رکن دوم کا اشعار فرما رہی ہے: **لا عرفهم كرامتك** اسی لیے بنایا کہ تمہارا مرتبہ پہچانیں۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ......ولہٰذا اہل ادب و ایمان کے نزدیک تعظیم و محبت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اصل کار و اہم فرائض و مناط قبول جملہ اعمال حسنہ ہے۔

اہم فرائض ارکان ہیں، اور اہم ارکان اربعہ نماز، اور تعظیم و محبت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً نماز سے اہم و اعظم۔ غزوہ خیبر سے پلٹتے ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منزل صہبا میں بعد نماز عصر سیّدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زانوئے مبارک پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا۔ مولیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ابھی نماز نہ پڑھی تھی۔ جب وقت تنگ ہونے پر آیا، مضطرب ہوئے کہ اگر اٹھتا ہوں، محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب راحت میں خلل آتا ہے۔ معہٰذا کیا معلوم کہ حضور کو خواب میں کیا وحی ہو رہی ہو؟ اور اگر بیٹھا رہتا ہوں تو نماز جاتی ہے۔ آخر وہی تعظیم و محبت کا پلہ غالب آیا، اور اسد اللہ الغالب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جگا دینے پر نماز جانے کو گوارا کیا۔ **حتی توارت بالحجاب** یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اب کہ وقت مغرب ہوا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم حق بین کھلی۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو مضطرب پایا، سبب دریافت کیا۔

عرض کی: یارسول اللہ! میں نے عصر کی نماز نہ پڑھی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مشکل کشائی بلند فرمائے، اور اپنے رب عزوجل سے عرض کی:

الٰہی! علی تیرے رسول کے کام میں تھا...... اور آفتاب کو حکم دیا کہ پلٹ آئے۔ فوراً ڈوبا ہوا آفتاب اُفق غربی سے حکم کا باندھا ہوا کھنچا چلا آیا، وقت عصر ہو گیا۔ امیر المومنین نے نماز ادا فرمائی، پھر ڈوب گیا۔ امام اجل ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔

جان رکھنا سب سے زیادہ فرض اہم ہے۔ اگر بوجہ ظلم عدو مکابر وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاک جان کا یقین ہو، اس وقت ترک نماز کی اجازت ہوگی۔ امام الصدیقین، اکمل الاولیاء العارفین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت کو حفظ جان پر مقدم رکھا۔ سفر ہجرت میں جب آفتاب رسالت و ماہتاب صدیقیت صلی اللہ علیہ وسلم برج ثور بیت الشرف قمر میں اجتماع نیرین کی طرح غار ثور پر جلوہ فرما ہوئے۔ صدیق اکبر نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

یارسول اللہ! حضور باہر توقف فرمائیں، پہلے میں اندر جا کر غار کو صاف کر دوں کہ اگر کوئی چیز ہو تو مجھے پہنچے...... غار چند ہزار سال کا تھا، بہت سوراخ تھے، صدیق نے سنگریزوں سے، پھر کپڑے پھاڑ پھاڑ کران سے بند کئے۔ ایک سوراخ رہ گیا، اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھا، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ حضور نے ان کے زانو پر سر انور رکھ کر آرام فرمایا۔ وہاں ایک سانپ مدت سے بہ تمنائے دیدار فائض الانوار حضور پرنور سیّد الابرار صلی اللہ علیہ وسلم رہتا تھا، کہ اس نے قرون سابقہ میں علمائے امم سابقہ کو باہم ذکر کرتے سنا تھا، کہ حضور اقدس نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت اور غار ثور میں اقامت فرمائیں گے۔ سانپ نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے پر رگڑا۔ انہوں نے جانا کہ سانپ ہے۔ مگر اس خیال سے کہ جان جائے، مگر محبوب کی نیند میں خلل نہ آئے، پاؤں نہ ہٹایا۔ یہاں تک کہ اس نے کاٹا، صدیق نے بکمال ادب جنبش نہ کی، مگر شدت ضبط کے باعث آنسو نکل کر رخسار محبوب رب العالمین پر پڑے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم جانفزا کھلی، صدیق سے حال پوچھا۔

عرض کی: لدغت بابی انت وامی یا رسول اللہ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے سانپ نے کاٹا...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن اقدس لگا دیا، فوراً آرام ہوگیا۔

یہی تعظیم، محبت، جاں نثاری اور پروانہ واری شمع رسالت بعد انبیاء ومرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام جہاں پر باعث تفوق ہے۔ جس نے صدیق اکبر کو ان کے بعد تمام عالم، تمام خلق اللہ، تمام اولیا، تمام عرفا سے افضل واکرم واکمل واعظم کر دیا۔ یہی وہ سرّ ہے، جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ ابوبکر کو کثرت صوم وصلاۃ کی وجہ تم پر فضیلت نہ ہوئی ولکن بشی وقر فی صدرہ بلکہ اس سر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و متمکن ہے۔ یہی وہ راز ہے جس کے باعث ارشاد ہوا کہ: لو زن ایمان ابی بکر بایمان امتی لرجح ایمان ابی بکر اگر ابوبکر کا ایمان میری تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان غالب آئے۔ والہذا قرآن عظیم نے اپنے نصوص قطعیہ سے، شکل اوّل بدیہی الانتاج، افضلیت مطلقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر قائم فرمادی۔ قال اللہ تعالیٰ عز وجل: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ۰ (حجرات ۴۹/۱۳) تم سب میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ عزوجل کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقیٰ ہے اور دوسری آیہ کریمہ میں صاف فرمادیا: اتقیٰ کون ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ قال تعالیٰ: وسیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی ۰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضی ۰ (الیل ۹۲/۱۷،۲۱) قریب ہے جہنم سے بچایا جائے گا وہ سب سے اتقیٰ جو اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہونے کو، اور اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں، جس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر اپنے پروردگار برتر کا وجہ کریم چاہنا اور قریب ہے کہ وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔ بشہادت آیت اولیٰ ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے، جو افضل واکرم امت مرحومہ ہے اور وہ نہیں مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

اور تفضیلیہ وروافض کے یہاں امیر المومنین مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم...... مگر اللہ عزوجل کے لیے حمد کہ اس نے کسی کی

تلبیس وتدلیس کو جگہ نہ چھوڑی۔ آیہ کریمہ نے ایسے وصف خاص سے التقٰی کی تعیین فرمادی، جو صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آ ہی نہیں سکتا۔ فرماتا ہے: وما لاحد عندهٗ من نعمة تجزی ۰ اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الاعظم ومحسن ومنعم تمام عالم ہیں...... حضور کے احسانات کہ بے حد وغایات ہیں:

دینیہ کہ اوّلین وآخرین حتیٰ کہ انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین علیھم الصلوٰة والسلام اجمعین ۰۰ جس نے جو نعمت ایمان ودولت عرفان پائی حضور خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاتھوں سے ملی۔ حضور ہی کی بدولت ہاتھ آئی۔ والہٰذا تمام انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلا اجمعین سے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔

اور دنیویہ...... پھر یہ دو قسم ہیں:

اول عامہ باطنہ، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بحکم خلافت رب العالمین جل وعلا جملہ نعمتہائے الٰہیہ کے قاسم ہیں۔ خود فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم: انما انا قاسم واللہ المعطی بانٹنے والا میں ہوں اور دینے والا عز وجل۔ روز اوّل سے آج تک، آج سے روز قیامت تک، روز قیامت سے ابد الآباد تک، جو نعمت جسے ملی، یا ملتی ہے، یا ملے گی، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے بٹی، اور بٹتی ہے، اور بٹے گی۔ جس طرح دین وملت واسلام وسنت وصلاح وعبادت وزہد وطہارت وعلم ومعرفت یہ سب نعمتہائے دینیہ ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں...... یوں ہی مال ودولت، شفا وصحت، عزت ورفعت، امارت وسلطنت، فرزند وعشیرت یہ سب نعم دنیویہ بھی انہیں کے دست اقدس سے ملی ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: أغنا هم الله ورسوله من فضله ۰ انہیں غنی کر دیا، اللہ ورسول نے اپنے فضل سے اور فرماتا ہے: ولو أنهم رضوا ماآتهم الله ورسوله وقالوا حسبنا الله سيوتينا الله من فضلهٖ ورسوله انا الى الله راغبون ۰ (توبہ ۹/۵۹) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ ورسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے ہیں خدا کافی ہے۔ آپ ہمیں دیتے ہیں اللہ ورسول اپنے فضل سے ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

وہابیہ شرک فروش اسنادات حقیقت وتجوز وعطا وتسبّب میں فرق نہ کر کے احمد بخش، محمد بخش ناموں کو شرک بتاتے ہیں......

حالانکہ قرآن عظیم جبریل امین علیہ السلام کا حضرت مریم سے فرمانا مذکور انما انا رسول ربك لا هب لك غلاما زكيا ۰ (مریم ۱۹/۱۹) میں تو تیرے رب کا رسول ہوں تاکہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔ دیکھو! قرآن عظیم سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو 'جبریل بخش' فرما رہا ہے...... یہ عجیب شرک مقبول ومحمود ہے کہ قرآن عظیم میں موجود ہے۔ ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔

دوم خاصہ ظاہرہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بکمال رحمت ورافت ظاہر بشریت کی طرف تنزل فرما کر اپنے غلاموں، کنیزوں سے حسب عرف وعادت باہمی معاملت فرماتے۔ جیسے انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم سرکار کی روٹی سرکار سے مقرر تھی۔ حالانکہ واللہ تمام جہان کو روٹی سرکار ہی سے ملتی ہے۔ لوگوں کو مانگے اور بے مانگے بے شمار نعمتیں عطا فرمادیں، جن کی بعض تفصیل کتب حدیث میں مذکور۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی دو قسم کی نعمتیں ہرگز اس قسم سے نہیں، جن کا کوئی بدلہ دے سکے۔ نعم دینیہ کا معاوضہ نہ ہو سکنا تو ظاہر، اور نعم عامہ باطنہ دینویہ، بحکم خلافت رب العزت ہیں...... اللہ عزوجل کو کون عوض دے؟ ہاں! قسم سوم ہی کی نعمتیں کہ باہمی معاملات عرفیہ کے طور پر تھیں، صالح عوض ومجازات ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بعد انبیاء ومرسلین علیہ السلام حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قدر احسانات وانعامات قسم اوّل کے ہیں، تمام عالم میں کسی پر نہیں اور قسم دوم میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تمام عالم شریک ہیں۔ مگر قسم سوم، یعنی معاملات باہمی قابل معاوضہ میں ہمیشہ صدیق اکبر کی طرف سے بندگی وغلامی وخدمت ونیاز مندی، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے براہ بندہ نوازی، قبول وپزیرائی وعطائے سعادت مندی کا برتاؤ رہا۔ یہاں تک کہ خود صدیق اکبر کے مولائے اکرم وآقائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انہ لیس فی الناس احدا من علی فی نفسہ ومالہ من ابن ابی قحافہ** ٭ بے شک تمام آدمیوں میں اپنی جان ومال سے میرے ساتھ کسی نے ایسا سلوک نہ کیا جیسا کہ ابوبکر نے اور فرمایا: **مالا حد عندنا ید الا وقد کافیناہ بھا ماخلا ابابکر فان لہ عندنا یدا یکافئہ اللہ بھا یوم القیامۃ وما نفعنی مال احد قط مانفعنی مال ابی بکر** ٭ کسی کا ہمارے ساتھ کوئی حسن سلوک ایسا نہیں جس کا ہم نے عوض نہ کر دیا ہو سوا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسن سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت دے گا مجھے کسی کے مال نے ایسا نفع نہیں دیا جیسا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ والا میں حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا کی نسبت درخواست عرض کی۔ حضور پرنور نے صغر سن کا عذر فرمایا۔

فقیر کہتا ہے اس میں ایک حکمت جلیلہ یہ بھی تھی کہ دامادی میں قبول کرنا انہیں دنیاوی احسانات سے ہے، جن میں جزا ومکافات جاری۔ حدیث میں ہے کہ جو کچھ ہدیہ وعطیہ عقد نکاح سے پہلے دیا جائے، وہ عورت کا ہے۔ ار جو بعد کو دیا جائے وہ اس کا ہے جسے دیا جائے۔ یعنی خسر وخوشدامن وغیرہما۔ پھر فرمایا: **واحق ما یکرم الرجل بہ ابنتہ او اختہ** ٭ اور آدمی جن ذرائع سے اکرام ونیک سلوک کا مستحق ہو ان سب میں زیادہ ذریعہ اس کی بیٹی یا بہن ہے اور اللہ ورسول کو منظور نہ تھا کہ صدیق پر ان کے احسانات ناممکن العوض کے سوا کوئی احسان قابل معاوضہ دنیویہ ہو لہٰذا عذر فرما دیا۔

بخلاف سیّدنا امیر المومنین مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ: کہ ان پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پایاں احسانات دو قسم اولین کے سوا قسم سوم کے بھی بہت احسان ہیں۔ انہوں نے پرورش ہی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال سے پائی۔ حدیث میں ہے: قبل ظہور نور نبوت مکہ معظمہ میں گرانی ہوئی، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم دیکھتے ہو کہ زمانہ گرانی کا ہے، اور ابو طالب کے عیال کثیر۔ آؤ! کہ ہم ان پر تخفیف فرما دیں۔ یہ فرما کر حضور، اور حضور کے ہمراہ رکاب حضرت عباس، ابو طالب کے پاس تشریف لائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو اپنی پرورش میں لے لیا، اور حضرت عباس نے حضرت جعفر یا حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کو۔ پھر تمیم نعمت کبریٰ، ترویج

حضرت بتول زہرا سے ہوئی۔ صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم

تو آیہ کریمہ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ ۔ سے مولیٰ علی قطعاً مراد نہیں ہوسکتے، بلکہ بالیقین صدیق اکبر ہی مقصود ہیں، اور اسی پر اجماع مفسرین موجود۔ اسی افضلیت مطلقہ صدیقی کے مناشی سے ہے اس جناب کا کمال تشبیہ حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونا۔

اول ظہور بعثت شریفہ میں جب حضور نے فرمایا تھا: لقد خشیت علیٰ نفسی مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ اس وقت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور کے جو اوصاف کریمہ شمار کئے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضور کو ضائع نہ چھوڑے گا۔ حضور یہ یہ کمالات عالیہ رکھتے ہیں بعینہا وہی کمالات انہیں الفاظ سے ابن الدغنہ نے صدیق کے لیے بیان کئے۔ جب قبل ہجرت بقصد ہجرت تشریف لے چلے ہیں راہ میں ابن الدغنہ ملا، حال معلوم ہوا۔ کہا: کیا آپ جیسا وطن سے جدا کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ یہ یہ کمالات عالیہ رکھتے ہیں۔

یوں ہی جب صلح حدیبیہ ہوئی، اور مسلمان اس سال مکہ معظمہ جانے سے باز رکھے گئے، یہ امر ان پر، بالخصوص اشدھم فی امر اللہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر سخت شاق گزرا۔ حضور پرنور رضی اللہ عنہ کو رب عزوجل نے سفر حدیبیہ سے پہلے خواب دکھایا تھا کہ حضور مع صحابہ کرام مسجد الحرام میں باامن وامان داخل ہوئے، اور مناسک حج ادا فرمائے۔

صحابہ کا گمان تھا کہ اس خواب کی تصدیق اسی سفر میں واقع ہوگی۔ جب اس سال واپسی کی ٹھہری، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خدمت اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، اور عرض کی:

یارسول اللہ! کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا: ضرور

عرض کی: کیا ہمارے شہدا جنت میں، اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں؟

عرض کی: کیا ہم اپنے دین میں دبتی کیوں رکھیں؟

فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، اور اس کی نافرمانی نہ کروں گا: اور وہ ضرور میری مدد فرمائے گا۔

عرض کی: کیا حضور نے ہمیں خبر نہ دی تھی، کہ ہم کعبہ معظمہ جائیں گے، اور طواف بجالائیں گے؟

فرمایا: ہاں! خبر دی تھی، پھر کیا یہ فرمادیا تھا کہ اسی سال؟

عرض کی: نہ۔

فرمایا: تو ضرور تم کعبے جاؤ گے، اور طواف بجالاؤ گے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس تمنا پر کہ شاید صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شفاعت کریں، اور ان کی مراد کہ کفار سے جہاد اور بالجبر

داخلی کعبہ معظمہ ہے، حاصل ہو جائے۔ خدمت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوئے، اور گزارش کی:

کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا: ضرور۔

کہا: کیا ہمارے شہدا جنت میں، اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں۔

کہا: پھر ہم اپنے دین میں دبتی کیوں رکھیں؟

فرمایا: اے شخص! وہ اللہ کے رسول ہیں، اور اس کی نافرمانی نہ کریں گے، اور وہ ضرور ان کی مدد فرمائے گا۔ ان کی رکاب تھام لے، کہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

کہا: کیا ہمیں خبر نہ دی تھی، کہ ہم کعبہ معظمہ جائیں گے، اور طواف بجالائیں گے؟

فرمایا: ہاں! خبر دی تھی، پھر کیا یہ فرمادیا تھا کہ اسی سال؟

کہا: نہ!

فرمایا: تو ضرور تم کعبے جاؤ گے...... اور طواف بجالاؤ گے۔

دیکھو بعینہٖ حرف وہی جواب ہیں، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ...... یہ وہی بات ہے کہ قلب صدیقی آئینۂ قلب حضور سیّد الکائنات ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وکرم۔ آیہ کریمہ میں اسی خواب کا ذکر ہے۔

یہاں سے تفسیرات کی طرف رجوع کی، متعلق تفسیر صرف اس قدر بیان ہوا تھا کہ:

باآں کہ خطاب مصدقین سے ہے، نہ منکرین سے قرآن عظیم کو اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تصدیق خواب وتسکین اصحاب میں کس قدر اہتمام ہے کہ اسے طرح طرح سے موکد فرمایا۔

اول: تو صدق اللہ خود ہی جملہ بدیہی الصدق تھا کہ صدق کی نسبت حضرت عزت کی طرف واجب الصدق ہے، کذب وہاں محال بالذات ہے۔ امکان کا ماننے والا گمراہ، بدذات ہے۔

ثانیا: 'قد'

ثالثا: 'لام'

رابعا: 'بالحق' سے اس کی تاکیدیں ارشاد ہوئیں ...... پھر رؤیا کا بیان اور اس کے متعلق لطائف حکمیہ کا تبیان، اور یہ کہ خواب انبیا وحی ہوتی ہے؛ اور اس پر خواب سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا بیان اور اس کے سبب ذبح ولد پر اقدام کہ بے نص قطعی قطعاً حرام۔ تو خواب انبیاء ضرور نص قاطع کی طرح مثبت احکام۔

یہی بیان ہو رہا تھا کہ فاضل نوجوان مولانا مولوی محمد رضا خان سلمہ المنان نے آکر کان میں کہا کہ کچھ ندوی حضرات آگئے

ہیں معاً عنان عزیمت جانب اظہار مکائد ندوہ پھیری کہ:

وعدہ الٰہیہ صادق آیا۔ سال آئندہ کہ مکہ معظمہ فتح ہوا، لوگ فوج فوج دین خدا میں داخل ہوئے۔

اسلام کی ترقیاں، صحابہ کی جانثاریاں، ہجرت کے احوال، نصرت ذی الجلال کا بیان کیا کہ:

اس وقت ظہور مدد عظیم و فتح مبین کیا محل عجب تھا؟ مولیٰ عزوجل نے اس وقت اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نصرت ظاہرہ، باہرہ، قاہرہ، زاہرہ فرمائی، جب ظاہری سامان اصلاً نہ تھا۔ فوج، نہ لشکر، نہ ہتھیار، نہ مقاتلے میں اذن پروردگار، اور ایک جہان برسر پیکار۔ جب کفار نے دارالندوہ میں جماؤ کیا، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشورے ہوئے۔ شیخ نجدی ملعون، پیر مرد بن کر آیا؛ اور اس گمراہ انجمن کا رکن اعظم بنا۔ مگر انجام کیا ہوا کہ **جعل کلمة الذین کفروا السفلی و کلمة اللہ ھی العلیا •** اللہ تعالیٰ نے کافروں کا قول پست و ذلیل فرمادیا، اور اللہ ہی کا بول بولا ہے اور ہمیشہ سنت الٰہیہ ہے کہ باطل کے لیے ابتدا میں ایک صولت ہوتی ہے کہ صادق و کاذب کا امتحان ہو: **لیھلك من ھلك عن بینة ویحی من حی عن بینة •** انجام کار ظفر و نصرت نصیبہ اہل حق ہے: **قل جآء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھو قا •...... والعاقبة للمتقین •**

اسی کی مثالوں میں اس ندوہ ہالکہ کا پچھلا جانشین اس ندوہ پسیں کا ابتداً خروج اور نیچریوں، رافضیوں، وہابیوں، غیر مقلدوں کے جرگوں سے اس کا عروج اور جس روز جلسہ دستار بندی مدرسہ فیض عام کانپور کے پچھلے دنوں بنائے ندوہ کی پہلی اینٹ رکھی جاتی تھی، علمائے اہل سنت کا اسی وقت خلاف فرمانا۔ مفتی لطف اللہ صاحب کا مقاصد ندوہ کے ضلال مبین و مضر مسلمین ہونے پر اقرار کرنا اور کہنا کہ میں بھی تو صبح سے یہی چھینک رہا ہوں۔ میری کوئی نہیں سنتا۔ پھر جو حالتیں اس کے جلسات پر وارد ہوئیں، جو صریح ضلالتیں اس کی روداددوں میں سال بسال بڑھتی گئیں۔ علمائے اہل سنت کا ناظم وغیرہ مدعیان سنت کو اولاً بزمی و خوشامد، پابندی مذہب اہل سنت کی طرف بلانا، پھر بعد جواب صاف علانیہ ردّ و خلاف فرمانا، ندویوں کا جواب سے عاجز آنا، فتاویٰ السنہ کا مرتب ہونا، پھلواروی صاحب رکن رکین ندوہ کا بریلی آنا، طعام و کلام دونوں دعوتوں کا دیا جانا، پھلواری صاحب کا دعوت طعام قبول و دعوت کلام سے صراحۃً عدول کر جانا، اور صاف لکھ دینا کہ میں مرد میدان مناظرہ نہیں۔ پھر باوصف وعدہ طعام میں بھی حاضر نہ آنا، دوبارہ بلایا جانا، دستوں کا بہانا فرمانا، حالانکہ نئے اور پرانے شہر دونوں میں روزانہ وعظ کو جانا، وہاں اس حال اسہال کا مانع نہ آنا، پھر بعد تقاضائے بسیار و شدت انتظار بمشکل تمام حضرات کا تشریف لانا، مجمع میں فتاویٰ السنہ سنایا جنا، پھلواروی صاحب کا تمام جوابوں کو تسلیم فرمانا، پھر یہ گفتگو پیش آنا: جب جواب حق ہیں، مہر کیجیے! کہا: اس میں صاف ندوہ کا نام لکھا ہے، لہٰذا مہر نہیں کر سکتا۔ کہا گیا: بہت اچھا، سوالات میں بجائے ندوہ زید و عمر لکھ کر جوابوں کی تصدیق کیجیے، کہا: کتاب لیے جاتا ہوں، پندرہ دن کی مہلت دیجیے۔ ان سوالوں کے بھی جواب خود

اپنے قلم سے لکھ کر بھیج دوں گا۔ فرمایا گیا: پندرہ دن نہیں، مہینہ بھر کی مہلت سہی۔ الحمد للہ کہ آپ کو ان گمراہوں کی ضلالت تو مسلم رہی۔ کہا: مولانا! ضلالت نہ فرمایئے، مداہنت فرمایئے۔ جلسہ تو ان ٹالے پالے پر ختم ہوا، مگر مہینہ نہ سال، برسیں گزریں۔ جواب نہ دینا تھا، نہ دیا۔

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا　　　تمام رات قیامت کا انتظار کیا

ان تمام مطالب اور ندوے کی ضلالت اقوال وشناعت مقاصد ومفاسد ومکائد کا حال بوضاحت تام بیان کیا۔

(اور) جب وبغض پر کلام میں کہا:

ندوہ تمام بد دینوں، گمراہوں سے وداد واتحاد فرض کرتی ہے کہ اتحاد نہ ہو تو ایمان نہ دارد، اور ایمان نہیں، تو جنت سے کیا سروکار؟ مسلمانان ہند کے سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں، سوا نااتفاقی کے۔ سب کلمہ گو حق پر ہیں۔ خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر دیکھتا ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے۔ اس کے معاملے دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔ کلمہ گو کیسا ہی بد دین، بد مذہب ہو، ان میں جو زیادہ متقی ہے، خدا کو زیادہ پیارا ہے۔ ان میں جس کی توہین کیجئے، خدا اور رسول پر حرف آتا ہے۔ یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو رو داد ہے، جو مقال ہے، ایسی ہی باتوں سے مالا مال ہے۔ سب صریح وشدید نکال وعظیم وبال وموجب غضب ذی الجلال ہیں۔ امیر المومنین مولیٰ المسلمین شیر خدا مشکل کشا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں خوارج رحمۃ اللہ علیہ نے ظہور کیا، وہ علما تھے، عبّاد تھے، قراء کہلاتے، راتیں شب بیداری، اور دن تلاوت قرآن وذکر باری میں گزارتے، مگر گمراہ تھے، اہل سنت کے مخالف وبدخواہ تھے۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ الکریم نے نہ ان کے علم وفضل پر نظر فرمائی، نہ ان سے اخوت اسلامی کی ٹھہرائی، بلکہ ان پر لشکر کشی فرمائی۔ سر اشرار پر برق بار ذوالفقار چمکائی۔ وہ دس ہزار مولویوں کا ندوہ تھا، فقط دو روپے کے ٹکٹ لے کر مولوی نہ بنتے تھے، بلکہ واقعی علم رکھتے تھے، حدیث جانتے، قرآن پڑھتے تھے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے شکوک کہ بعینہ وہابیہ کے شکوک تھے، رفع فرمائے۔ پانچ ہزار حق کی طرف رجوع لائے، پانچ ہزار ختم الله علی قلوبهم رہے۔ ان پر تیغ شرربار اشرار شکار اسد کردگار حیدر کرار چمکی، اور ایک ایک کر کے ہر گردن کشیدہ خاک ذلت پر فرش کی۔ وہ خبیث قتل ہو رہے تھے، کسی نے آ کر خبر دی کہ بھاگ کر نہر کے پار گئے۔ عالم ما کان وما یکون صلی الله علیه وسلم کے نائب اسد اللہ الغالب نے فرمایا: ہرگز نہیں ہے ان میں سے دس نہر کے پار نہ جا سکیں گے' سب ادھر ہی قتل ہوں گے۔ پھر بہت وثوق کی خبریں آئیں کہ پار بھاگ گئے۔ فرمایا: واللہ وہ ادھر نہ جائیں گے، اس پار ہلاک ہوں گے۔ سچا وعدہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کا، جل جلالہ وصلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔ بالآخر تحقیق ہوا کہ واقعی دس بھی نہ جا سکے، سب اسی طرف کنارہ آب سے کنارہ نار میں جاگزیں ہوئے۔ کسی نے کہا خدا کا شکر ہے کہ جس نے زمین کو ان کی نجاست سے پاک کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا: واللہ! وہ ابھی مردوں کی پیٹھ میں ہیں، عورتوں کے پیٹ میں ہیں، وہ قرن قرن ظاہر ہوتے رہے گے۔ کلما قطع قرن نشأ قرن جب ان کی ایک سنگت

کاٹ دی جائے، دوسری سر اٹھائے گی۔ حتی یخرج آخر هم مع المسیح الدجال یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال ملعون کے ساتھ نکلے گا۔

اس وعدہ صادقہ کے مطابق، ایسے مولویوں کی سنگت، ہر زمانہ، ہر قرن میں مختلف نام مختلف صورت سے ظاہر ہوتی رہی، یہاں تک کہ بارہویں صدی میں نجدی خبیث ظاہر ہوا، اور مذہب وہابیہ نے کہ خوارج مخذولین کا سچا فضلہ خوار ہے، شیوع کیا۔ ان کے وہی عقائد وہی مکائد، وہی دھوکے، وہی تلبیس، وہی ادعائے حمل قرآن وحدیث...... ان خبیثوں کا اعتراض تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان الحکم الا لِلّٰہ ٭ حکم نہیں مگر اللہ کے، یہ شرک ہوا۔ حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: فابعثوا حکماً من أهله وحكماً من أهلها ٭ مرد وزن میں خلاف ہو تو ایک حکم اس کے لوگوں سے بھیجو اور ایک حکم اس کے لوگوں سے۔ حدیث میں ہے ینزل عیسیٰ حکما مقسطا یعنی عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل ہو کر نزول فرمائیں گے...... یہ وہابیہ، ان خوارج کے شاگرد، کہتے ہیں۔ اہل سنت انبیاء اولیا سے استعانت کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ایاك نعبد وایاك نستعین ٭ ہم تجھی کو پوجیں ہم تجھی سے مدد چاہیں۔ یہ شرک ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تعاونوا على البر والتقویٰ ٭ نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ حدیث شریف میں ہے: فلیناد اعینونی یا عباد اللہ ٭ یوں پکارے مدد کرو میری اے اللہ کے بندو۔

حقیقت ذاتیہ وعطائیہ میں نہ ان خبیثوں نے فرق کیا، نہ انہوں نے۔ کذالك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار ٭ یہ سب گمراہ فرقے ائمہ ہدیٰ واکابر محبوبان خدا کے دشمن ہیں...... رافضیوں کی عداوت تو ہر بچے پر ظاہر۔ اللہ اللہ وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، جن کے فضائل سے ایک شمہ سن چکے۔ وہ صدیقہ بنت الصدیق ام المومنین رضی اللہ عنہ جن کا محبوب بہ سیّد المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہونا آفتاب نیم روز سے روشن تر...... وہ صدیقہ جن کی تصویر بہشتی حریر میں روح القدس خدمت اقدس سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر لائیں...... وہ ام المومنین کہ جبریل امین با آں فضل مبین، انہیں سلام کریں، اور ان کے کاشانہ عزت وطہارت میں بے اذن لیے حاضر نہ ہوسکیں...... وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں...... وہ ام المومنین کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی سفر میں بے ان کے تشریف لے جائیں، ان کی یاد میں واعروساہ! فرمائیں...... وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ السلام کی برات کی شہادت اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے، بتول مریم کا تبریہ روح اللہ وکلمۃ اللہ فرمائے، مگر ان کی برات وطیب وطہارت کی گواہی میں قرآن کی آیتیں نزول فرمائیں...... وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لب ہائے مبارک، خدا پسند، وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ یہ اشقیائے ملاعنہ خذلہم اللہ ایسے محبوبان خدا اور رسول کے دشمن، ایسوں کے بدگو، ایسوں پر طعنہ زن؛ اور ندوہ مخذولہ ان سب کی دوست، ان سب کی انجمن۔ فاتلها الله من ندیة الفتن۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے، اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے، برا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا؟ اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ مسلمانوں کی مائیں ندوہ مخذولہ کی آنکھ میں یوں بے قدر ہوں کہ ان کی بد گویوں سے اتحادووداد فرض ہو، اتحاد نہ ہو تو ایمان ندارد؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی توہین تو خدا اور رسول کی توہین نہ ٹھہری، مگر رافضیوں وہابیوں کی توہین، خدا اور رسول کی توہین؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عداوت والوں کا ایمان (تو) بڑے اعلیٰ درجہ کا ہو، ان میں جو اتقی ہے، اللہ کے نزدیک بڑے رتبہ والا ہو، مگر رافضیوں وہابیوں سے مخالفت (کرنے والوں کا) کا ایمان ندارد، جنت سے محرومی۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون!**

علما فرماتے ہیں۔ **اعدائك ثلاثة** تیرے دشمن تین ہیں:

عدوك الذی عاداك ایک تو آپ تیرا دشمن۔

وعدو صدیقك اور تیرے دوست کا دشمن۔

و صدیق عدوك اور تیرے دشمن کا دوست

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قسم اوّل کے دشمن تو کھلے کفار ہیں۔

اور قسم دوم کے دشمن روافض، نواصب و خوارج و وہابیہ کہ محبوبان خدا و ائمہ ہدیٰ۔ کے اعدا ہیں۔

اور قسم سوم کے دشمن یہ ندوی حضرات کہ ان دشمنوں کے دوست ہیں۔

اللہ سب دشمنوں کے شر سے بچائے، اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور ان کے سب دشمنوں سے کامل عداوت عطا فرمائے، اور اسی حب و بغض پر کہ اسے محبوب و مقبول ہے، دنیا سے اٹھائے۔ آمین!

ندوی صاحبوں نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے ایک بے معنی تحریر رو داد میں شائع کی کہ علمائے معظمہ نے ندوہ کی خوبی وضرورت پر مہر کردی۔

اس تحریر کو دیکھئے تو گنتی کے صرف چند ہندی حضرات ہیں، جو بعض بنام ہجرت اور بعض بقصد حج گئے ہوئے تھے، کوئی کرانے کا، کوئی لکھنؤ کا، کوئی بریلی کا، کوئی کہیں کا، نام کو ایک شخص عرب کا ساکن بھی نہیں۔ علمائے مکہ ہونا تو بڑی بات ہے......
جب اخباروں، اشتہاروں میں اس بادہ سرائی کا خاکہ اڑا، دماغ میں سمائی کہ علمائے حرمین شریفین کو کچھ دھوکہ دیجیے، کسی طرح تحریر حاصل کیجیے۔ ایک صاحب بظاہر حج کا نام اور باطن میں اسی مفسدے کا احترام کر کے حرمین پہنچے۔ علمائے کرام مکہ معظمہ بحمد اللہ تعالیٰ مولوی محمد عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر وغیرہ علما کی معرفت اس ندوہ مخذولہ کی شرارت سے چرچ گئے تھے۔ وہاں دال نہ گلی۔ مدینہ طیبہ میں ہمسایگانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغالطہ دینے کی گلی ملی۔ وہاں سوال کیا کہ:

ایک جلسہ علمائے اہل سنت نے قائم کیا، کہ اس میں طرز عرب پر تعلیم ہو، مساکین و یتامیٰ کی پرورش ہو، ترویج دین متین ہو، یہ جلسہ کیسا؟ اور جو اس کی تخریب چاہے کیسا؟

اس سوال کا جو جواب تھا، ظاہر تھا۔ ناحق اتنی دور کی تکلیف اٹھائی۔ یہ سوال ہمارے پاس بھیج دیتے، ہم بھی وہی جواب لکھتے، جو اہل مدینہ نے ارشاد فرمایا۔

سوال تو یوں کرنا تھا کہ:

ایک جلسہ سنیوں، رافضیوں، وہابیوں، نیچریوں، غیر مقلدوں سب کا جرگہ بنا کر قائم ہوا، جس نے تمام بد مذہبوں سے اتحاد و وداد فرض کیا، خدا کو انگریزی گورنمنٹ کے مثل بتایا، سب گمراہیوں سے راضی بتایا، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی میں باعتبار عقائد، اسلام و کفر کا فرق مانا۔ تمام بد مذہبوں کو حق پر جانا، دعویٰ مذہب سے عام دست برادری چاہی، مدح و تعظیم کلاب النار حد سے زائد بتائی۔ الیٰ غیر ذالك من الضلالات والد واهی وہ جلسہ کیسا؟ اور جو اس کی اصلاح چاہے کیسا؟

پھر دیکھتے علما کیا جواب دیتے ہیں؟ ناچار ضرور ہوا کہ جس طرح علمائے ہند کی مہروں سے فتاویٰ السنة لا لجام الفتنه رندوہ مخذولہ میں تیار ہوا۔ یوں ہی حضرات علمائے کرام حرمین محترمین زاد هما الله شرفا وتکریما سے بھی استفسار ہو۔ امر واقعی کا پورا اظہار ہو۔ کتب ندوہ جن میں کلمات ضالہ تحریر ہیں، ساتھ مرسل ہوں کہ عیان و بیان مجتمع ہو کر، جواب مطابق سوال و موافق واقع مکمل ہوں۔ الحمد للہ اعانت الٰہی و عنایت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مقصود حاصل ہوا۔ اہل ریب کا ریب زائل ہوا، مولانا فاضل حاجی عبد الرزاق بن عبد الصمد قادر مکی و مولانا فاضل مطوف شیخ احمد بن ضیاء الدین محمد مکی نے کہ یہ حاجی امداد اللہ صاحب کے خلیفہ ہیں، اور دونوں صاحب عربی و اردو دونوں زبانوں سے خوب ماہر ہیں، وہ مسئلہ مع کتب ندوہ حضرات علمائے کرام کی خدمت میں پیش کیا اور تصدیقات علیہ و تحقیقات جلیلہ اکابر علما حق عز و جل نے حق کو وضوح بین دیا۔ والحمد لله رب العالمین۔ وہ فتویٰ یہ ہے، جو اس وقت میرے ہاتھ میں موجود ہے۔ جس کا قدرے خلاصہ حضرات سامعین سے گزارش کرتا ہوں۔

پھر سوال و جواب پڑھے ان کے ترجمے کئے، یہ بیان آٹھ بجے شب سے نماز عشا پڑھتے ہی شروع ہوا تھا ابتدائی بیانات ہی میں وقت بارہ کے قریب پہنچا تو دس ہی جوابوں کا خلاصہ ہونے پایا تھا کہ آدھی رات سے زیادہ وقت گزرا لا جرم بخیال کلفت بعض سامعین ودعا ہدایت و استقامت سنت پر بیان ختم ہوا اور اکثر مسلمین کو دربار فتویٰ تکمیل اجتماع کا اشتیاق باقی رہا۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ سیّد المرسلین محمد و اله وصحبه اجمعین ۔ آمین

اسفار

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا کسی جگہ کا سفر کرنا عدم کے حکم میں تھا۔ ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے سفر سے اس درجہ کوفت ہوتا ہے کہ جب کسی جگہ سفر کا خیال ہوتا ہے تو دو تین دن قبل سے اس کی پریشانی رہتی ہے، اور سفر سے واپسی سے دو تین دن تک اس کا اثر رہتا ہے۔

اور واقعی اعلیٰ حضرت کا سفر ایک خاص اہتمام چاہتا تھا۔ اس لیے کبھی کہیں بے ضرورت شدید تشریف نہ لے گئے۔ جب کبھی کہیں جانے کی دینی ضرورت پیش آتی، یا مریدین کا اصرار ہوتا، یا کسی دینی مدرسہ اہل سنت میں دستار بندی کا جلسہ ہوتا، اور وہاں کے لوگوں، مدرسہ کے اراکین کی خواہش ہوتی کہ اعلیٰ حضرت ہی کے دست مبارک سے دستار بندی ہو وغیرہا من الضروریات الدینیہ تو البتہ سفر کا ارادہ فرماتے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تحقیق یہ تھی کہ چلتی ریل میں نماز درست نہیں۔ نماز کے لیے استقرار علی الارض حتی الامکان ضروری ہے۔ اس لیے قبل روانگی جس گاڑی سے سفر کرنا ہوتا، اور جس سے واپسی کا قصد ہوتا، پانچوں نمازوں کا وقت جس اسٹیشن پر شروع ہوتا، اور جس جس اسٹیشن تک رہتا، ان جگہوں پر نشان اوقات دے دیا جاتا، اور وقتوں کے نام لکھ دیے جاتے۔ اس لیے ضروری تھا کہ ٹائم ٹیبل منگوا کر گاڑیوں کے رکنے کے اوقات و مقامات معلوم کیے جاتے۔ پھر بقواعد علم ہیئت ان جگہوں کا طول و عرض معلوم کر کے اوقات صلاۃ نکالے جاتے۔ جب اس طرح پورا اطمینان ہو جاتا کہ اس سفر میں سب نمازیں با جماعت وقت پر ادا ہو سکیں گی، تب قصد مصمم فرماتے، اور وعدہ کرتے، اور اسی مقررہ نقشہ کے مطابق ایک دو اسٹیشن پہلے سے وضو وغیرہ کر کے سب تیار رہتے، اور جب وہ اسٹیشن آتا، جہاں نماز کا وقت لکھا ہے، جماعت کھڑی ہو جاتی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز حضر و سفر، صحت و علالت ہر حال میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ضروری خیال فرماتے تھے۔ خود ارشاد فرمایا کرتے:

مردوں کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ہونی چاہیے، عورتوں کی نماز علیٰحدہ گھر میں ہوتی ہے۔

سفر کی حالت میں مسجد میں جا کر سب نمازوں کو ادا کرنا دشوار ہے، خصوصاً لمبے سفر میں۔ تاہم اعلیٰ حضرت سے نماز ادا کرنے کو ضروری خیال فرماتے، اور اس پر سختی سے عامل تھے۔ اگر گاڑی سے سفر کرنے میں اوقات نماز اسٹیشن پر نہیں ملتا، تو اس گاڑی پر سفر نہیں کرتے، دوسری گاڑی اختیار فرماتے، یا نماز با جماعت کے لیے اسٹیشن پر اتر جاتے، اور اس گاڑی کو چھوڑ دیتے،

اورنماز باجماعت ادا کرنے کے بعد جو گاڑی ملتی، اس سے بقیہ سفر پورا فرماتے۔

اس لیے اخیر سفر حج وزیارت ۱۳۲۳ھ میں اگر گاڑی رزرو نہیں ہوتی تو اسٹیشن آگرہ پر گاڑی بدلنے میں نماز کا وقت چلا جاتا، اور نماز نہیں ملتی۔ لیکن گاڑی رزرو کرالینے کی صورت میں بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ سکنڈ کلاس کا وہ ڈبہ ہی کاٹ کر دوسری گاڑی بمبئی جانے والی میں جوڑ دیا جاتا، اور نماز باجماعت مل جاتی، باوجودیکہ حضور تن تنہا تھے، اور گھر کے لوگوں میں کوئی بھی ساتھ نہ تھا کہ وہ سب پہلے ہی بمبئی روانہ ہو چکے تھے۔ صرف ایک خادم حاجی کفایت اللہ صاحب، اور ایک شاگرد مولوی نذیر احمد صاحب جو اس زمانے میں علم تکسیر وجفر سیکھ رہے تھے، ساتھ تھے۔ لیکن دوسو پینتیس (۲۳۵) روپے تیرہ آنے میں سکنڈ کلاس کا ایک ڈبہ ہی رزرو کرالیا تھا۔ بوجودیکہ جناب ننھے میاں صاحب نے مخالفت بھی کی، اور حضور اپنے دونوں بھائیوں کو حد سے زیادہ مانتے تھے، اور ان کی دل شکنی نہیں چاہتے تھے، مگر نماز کے معاملے میں ان کی مخالفت کی بھی پرواہ نہ کی، اور اس قدر کثیر رقم صرف کر کے صرف نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے لیے سکنڈ کلاس کا ایک ڈبہ بریلی شریف سے بمبئی تک رزرو کر کے سفر اختیار فرمایا۔ جب آگرہ پہنچے، اور حضور نے باجماعت نماز ادا فرمائی، تو اسٹیشن ہی سے خط تحریر فرمایا کہ الحمد للہ نماز باجماعت ادا ہو گئی، میرے روپے وصول ہو گئے، آگے مفت جا رہا ہوں۔

اگر چہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ آگرہ میں سفر قطع فرمادیتے اور نماز کے لیے اس گاڑی کو چھوڑ دیتے، پھر کسی دوسری گاڑی سے بمبئی تشریف لے جاتے۔ لیکن اس صورت میں اس جہاز سے جس میں صاحبزادہ صاحب اور گھر کے لوگ جا رہے تھے، وہ نہ ملتے، اس طرح نماز باجماعت بھی ادا ہو گئی، اور سب عزیزوں کا جہاز میں ساتھ بھی ہو گیا۔ غرض انہیں احتیاطوں کی وجہ سے اعلیٰ حضرت سفر بہت کم کرتے تھے گویا نہیں کرتے تھے۔ (جلد صفحہ ۱/۴)

پہلا سفر برائے حج وزیارت:

اعلیٰ حضرت نے حج وزیارت کے لیے پہلا سفر ۱۲۹۵ھ والدین کریمین کے ساتھ کیا، اس کے بعض نہایت مختصر احوال الملفوظ حصہ دوم میں ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

پہلی بار کی حاضری حضرات والدین ماجدین کی ہمراہ رکاب تھی، اس وقت مجھے تیسواں سال تھا، واپسی میں تین دن طوفان شدید رہا۔ اس کی تفصیل میں بہت طول ہے۔ لوگوں نے کفن پہن لیے تھے۔ حضرت والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کی تسکین کے لیے بے ساختہ میری زبان سے نکلا: آپ اطمینان رکھیں، خدا کی قسم یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ یہ قسم میں نے حدیث ہی کی اطمینان پر کھائی تھی، جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے، میں نے وہ پڑھ لی تھی۔ لہٰذا حدیث کے وعدہ صادقہ پر مطمئن تھا۔ پھر قسم نکل جانے پر خود مجھے اندیشہ ہوا، اور معاً حدیث یاد آئی: من یتال علی اللہ بکذبہ حضرت عزت کی طرف رجوع کی، اور سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی۔ الحمد للہ وہ مخالف ہوا کہ تین دن سے شدید

چل رہی تھی، دو گھڑی میں بالکل موقوف ہوگئی، اور جہاز نے نجات پائی۔

ماں کی محبت و تین شبانہ روز کی تکلیف یاد تھی، مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھ سے یہ فرمایا: حج فرض، اللہ تعالیٰ نے ادا فرمادیا، اب میری زندگی بھر دوبارہ ارادہ نہ کرنا۔ (صفحہ ۳/۲)

دوسرا سفر برائے حج وزیارت:

اعلیٰ حضرت نے دوسرا حج وزیارت ۱۳۲۳ھ میں کیا، اس کے کچھ تفصیلی الملفوظ حصہ دوم میں ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

دوسری بار جب مکہ معظمہ حاضر ہوا، یکا یک جانا ہوگیا، پہلے سے کوئی ارادہ نہ تھا۔ ننھے میاں (برادر خورد) اور حامد رضا خان (خلف اکبر) مع متعلقین بارادہ حج روانہ ہوئے۔ لکھنؤ تک ان لوگوں کو پہنچا کر میں واپس آ گیا، لیکن طبیعت میں ایک قسم کا انتشار رہا، ایک ہفتہ یہاں رہا، طبیعت سخت پریشان رہی۔

ایک روز عصر کے وقت زیادہ اضطراب ہوا، اور دل وہاں کی حاضری کے لیے بے چین ہوا۔ بعد مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئی تک سکنڈ کلاس رزرو کرالیں کہ نمازوں کا آرام رہے۔ انہوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی مانگی، اس نے پوچھا: کس ٹرین سے ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: اسی شب کی دس بجے والی گاڑی سے۔ وہ بولا: یہ گاڑی نہیں مل سکتی ہے۔ اگر آپ کو اس سے جانا تھا تو چوبیس گھنٹے پیشتر اطلاع دیتے۔ بیچارے مایوس ہو کر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک ٹکٹ کلکٹر جو قریب ہی رہتا تھا مل گیا، اس نے کہا: تم گھبراو مت، میں چلتا ہوں، اور اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہا کہ یہ تو مجھ سے کل کہہ گئے تھے، میں آپ سے کہنا بھول گیا۔ اس نے ایک سو تریسٹھ روپے پانچ آنہ لے کر سکنڈ کلاس کا کمرہ رزرو کرادیا۔ عشا کی نماز سے اوّل وقت فارغ ہوگیا، صرف والدہ ماجدہ سے اجازت لینا باقی رہ گئی، جو نہایت اہم مسئلہ تھا، اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اجازت نہ دیں گی، کس طرح عرض کروں؟ اور بغیر اجازت والدہ حج نفل کو جانا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرما رہی ہیں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں، اور فرمایا: کیا ہے؟ میں نے کہا: حضور! مجھے حج کی اجازت دیجیے۔ پہلا لفظ جو فرمایا، یہ تھا: خدا حافظ۔ یہ انہیں دعاؤں کا اثر تھا، میں الٹے پیروں باہر آیا، اور فوراً سوار ہو کر اسٹیشن پہنچا۔ بعد واپسی معلوم ہوا کہ میں اسٹیشن تک نہ پہنچا ہوں گا، اور انہوں نے فرمایا: میں اجازت نہیں دیتی، اسے بلالو۔ مگر میں جا چکا تھا، کون بلاتا؟ چلتے وقت جس لگن میں، میں نے وضو کیا تھا، اس کا پانی واپسی تک نہ پھینکنے دیا کہ اس کے وضو کا پانی ہے۔

بریلی کے اسٹیشن سے میں نے ایک تار اپنی روانگی کا بمبئی روانہ کردیا۔ وہاں سب نے یہ خیال کیا کہ شاید حسن میاں (اعلیٰ حضرت کے مدظلہ کے منجھلے بھائی) تشریف لا رہے ہیں۔ اس واسطے کہ ان کا سال آئندہ میں ارادہ تھا۔ میرا کسی کو گمان بھی نہ تھا۔ غرض دن کے دن تک سب کو تذبذب رہا، اور ادھر مجھے راستہ میں ایک دن کی دیر ہوگئی۔ آگرہ میں میل نکل گیا اور ہمارے

گاڑی نے پسنجر کا انتظار کیا۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے اسٹیشن ماسٹر سے پوچھا کہ ہماری گاڑی کیوں کاٹ کر جدا کرلی؟ کہا: میل رزرو نہ تھا، آپ کو پسنجر میں جانا ہوگا۔

یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جس روز حجاج بمبئی کے قرنطینہ میں داخل ہوے والے تھے، اور میں اس وقت تک نہ پہنچ سکا۔ اب سخت مشکل کا سامنا تھا کہ ہمارے لوگ قرنطینہ میں داخل ہوجائیں گے، اور میں رہ گیا۔ اب جانا کیوں کر ہوگا؟ یہ دن پنجشنبہ کا ہے، تار آ چکا تھا کہ پنجشنبہ کو بھپارہ ہو کر لوگ قرنطینہ میں داخل ہوجائیں گے۔ گاڑی کٹ جانے نے یہ تاخیر کی کہ جمعہ کے دن صبح ۸ر بجے پہنچا۔ اسٹیشن پر دیکھا کہ بمبئی کے احباب کا ہجوم ہے، حاجی قاسم وغیرہ گاڑیاں لیے موجود ہیں۔ سلام ومصافحہ کے بعد پہلا لفظ جوانہوں نے کہا یہ تھا: شہر کو نہ چلیے، سیدھے قرنطینہ چلیے، ابھی آپ کے لوگ داخل نہیں ہوئے۔ میں شکر الٰہی بجالایا، اور اپنے لوگوں کے ساتھ داخل قرنطینہ ہوا۔ یہ حدیث کی انہیں دعاؤں کی برکت تھی کہ گئی ہوئی مراد عطا فرمائی۔

میں نے واقعہ پوچھا۔ وہاں کے لوگوں نے کہا: عجیب ہے، اور سخت عجیب ہے، ایسا کبھی نہیں ہوا۔ پنجشنبہ کو روز موعود پر ڈاکٹر آیا، اور آدھے لوگوں کو بھپارا دیا کہ دفعۃً اسے سخت گھبراہٹ ہوئی، اور کہا کہ باقی بھپارا کل ہوگا۔ یوں تمہارے لوگ باقی رہ گئے اب ایک اور وقت پیش آئی کہ اس جہاز کا ٹکٹ بالکل ختم ہو چکا تھا، جس میں ہمارے لوگ جانے والے تھے۔ بمجبوری دوسرے جہاز کا ٹکٹ خریدا، اور وہ بھی تیسرے درجہ کا ملا، جس کی حکمت آگے ظاہر ہوگی۔ حدیث کی دعائیں پڑھیں کہ سرکار مجھے اپنوں کا ساتھ عطا فرمائیں، ان سے چھوٹ کر میں تنہا کیوں کر حاضر ہوں گا؟ تلاش کی گئی کہ اس جہاز میں کوئی صاحب ایسے ہیں، جو اکیلے جانے والے ہوں، جنہیں یہ اور وہ دونوں جہاز برابر ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ ایک بڑے میاں ہمارے ہی ضلع بریلی مقام بہیڑی کے ساکن مل گئے، جنہوں نے بخوشی ٹکٹ بدل لیا۔ وہ اس جہاز میں گئے، اور میں بفضلہٖ تعالیٰ اپنے ساتھیوں کے جہاز میں رہا۔ سرکار نے پہلا ٹکٹ تیسرے درجہ کا اسی لیے دلوایا تھا کہ وہ بڑے میاں ملنے والے تھے، جن کا ٹکٹ تیسرے درجہ کا تھا، ان سے تبدیل میں مالی نقصان نہ ہو۔ بعد قرنطینہ اس جہاز پر سوار ہو کر سوا سو روپیہ داخل کر کے اوّل درجے کا ٹکٹ تبدیل کرالیا۔

جب عدن کے قریب جہاز پہنچا، میں نماز عصر پڑھ رہا تھا۔ نماز میں ایک عربی صاحب کی آواز میرے کان میں پہنچی کہ سمت قبلہ یہ نہیں ہے۔ میں نے کچھ خیال نہ کیا، اس لیے کہ میں موامرہ ہندسیہ سے عدن وکامران کی سمت قبلہ نکال چکا تھا۔ وہ اتنی دیر کے میں نے نماز پڑھی، وظیفہ پڑھا، بیٹھے رہے۔ جب میں فارغ ہوا تو ان سے پوچھا: اس وقت بتائیے، سمت قبلہ کدھر ہے؟ اور پانچ منٹ پہلے کس طرف تھی؟ اور حساب لگا کر سمجھایا تو اس سمت قبلہ ہی نماز ہوئی، جس کو انہوں نے بھی تسلیم کرلیا۔

کامران میں قیام:

جب کامران آیا، قرنطینہ میں داخل ہوئے، وہاں دس روز ٹھہرنا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان ترکی کارکنوں کو جزائے خیر دے۔ حجاج کو ایسا آرام دیا کہ لوگوں کو میں نے یہ کہتے سنا کہ حج کا وقت قریب ہے ورنہ کچھ دنوں بیمار رہتے، اور یہاں کے آرام کا لطف

اٹھاتے۔ بمبئی میں کیا مجال تھی کہ کوئی اس احاطہ سے باہر قدم رکھتا۔ احاطہ کے اندر ہر بات کی روک ٹوک تھی۔ سپاہی قصداً حجاج کو تنگ کرتے تھے۔

یہاں میں نے سنا کہ کامران سے کوئی ایک میل فاصلہ پر کسی بزرگ کا مزار ہے۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے حاضری کا ارادہ کیا۔ ترکی ڈاکٹر سے پوچھا: بکشادہ پیشانی اجازت دی اور کہا: آپ کے ساتھ کے آدمی ہوں گے؟ میں نے کہا: دس بارہ۔ ان سب کو بھی اجازت دی، اور ہم زیارت سے فارغ ہو کر آئے۔

جہاز اور کامران میں تقریباً روزانہ میرے بیانات ہوتے، جس میں اکثر مناسک حج کی تعلیم ہوتی، اور وہ، جو ہمیشہ میرے بیان کا مقصودِ اعظم رہتا ہے، یعنی تعظیم شان حضور سیّد عالم۔ ایک بہت بڑا رئیس بھی جہاز میں تھا، شریک وعظ ہوتا، مسائل سنا کرتا، مگر تعظیم شان اقدس کے ذکر کے وقت اس کے چہرہ پر بشاشت کی جگہ کدورت ہوتی۔ میں سمجھا کہ وہابی ہے۔ دریافت کیے سے معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب کا مرید ہے۔ اس روز میں نے روئے سخن ردّ وہابیہ وگنگوہی کی طرف پھیرا۔ جبراً قہراً سنتا رہا، مگر دوسرے دن سے بیان میں نہ آیا۔ میں نے حمد کی کہ جلسہ پاک ہوا۔

اب یہاں کامران میں نو دن ہو چکے کل جہاز پر جانا ہے۔ دفعۃً رات کو میرے سب ساتھیوں کو دردِ شکم واسہال عارض ہوا۔ میرے درد تو نہ تھا، مگر پانچ بار اجابت کو مجھے جانا ہوا۔ دن چڑھ گیا، اور ڈاکٹر کے آنے کا وقت ہوا، باہر ترکی مرد اور اندر عورتوں کو ترکیہ عورت روزانہ آکر دیکھا کرتے۔ میرے بھائی ننھے میاں سلمٰی کو اندیشہ ہوا، اور عزم کرلیا کہ اپنی حالتوں کو ڈاکٹر سے کہہ دو۔ مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے کہا: اگر بیمار سمجھ کر روک لیے گئے، اور حج کا وقت قریب ہے، معاذ اللہ وقت پر نہ پہنچ سکے، تو کیسا خسارہ ہوگا؟ کہا: اب ڈاکٹر اور ڈاکٹرنی آتے ہوں گے۔ اگر انہیں اطلاع ہوئی، تو ہمارا نہ کہنا اخفا میں ٹھہرے گا۔ میں نے کہا: ذرا ٹھہرو! میں اپنے حکیم سے کہہ لوں۔

مکان سے باہر جنگل میں آیا، اور حدیث کی دعائیں پڑھیں، اور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے استمداد کی کہ دفعۃً سامنے سے حضرت سیّد شاہ غلام جیلانی صاحب سجادہ نشین سرکار بانسہ شریف کہ اولاد امجاد حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے تھے، اور بمبئی سے ہمارا ان کا ساتھ ہو گیا تھا، سامنے سے تشریف لائے، ان کی تشریف آوری فال حسن تھی۔ میں نے ان سے بھی دعا کو کہا، انہوں نے بھی دعا فرمائی۔ مجھے مکان سے باہر آئے شاید دس منٹ ہوئے ہوں گے، اب جو مکان میں جا کر دیکھا بحمد اللہ سب کو ایسا تندرست پایا کہ گویا مرض ہی نہ تھا، درد وغیرہ کیسا؟ اس کا ضعف بھی نہ رہا۔ سب ڈھائی تین میل پیادہ چل کر سمندر کے کنارے پہنچے۔

جدہ میں غیبی نصرت:

جدہ شریف میں جب جہاز پہنچا، حجاج کی بیحد کثرت، اور جانے کا صرف ایک راستہ، جو دو طرفہ ٹٹیوں سے بہت دور تک محدود۔ بھلا ایسی حالت میں کس طرح گزر ہو؟ (جب کہ) زنانی سواریاں ساتھ۔ پانچ گھنٹے اسی انتظار میں گزر گئے کہ ذرا ہجوم

کم ہو تو سواریوں کو لے چلیں۔ لیکن اس وقت تک سلسلہ منقطع نہ ہوتا تھا، نہ ہوا۔ یہاں تک کہ دو پہر قریب ہو گیا۔ دھوپ اور بھوک اور پیاس سب باتیں جمع تھیں کہ ننھے میاں اور سب لوگ نہایت پریشان۔ جب بہت دیر ہو گئی، تو ننھے میاں اور حامد رضا خان نے مجھ سے آ کر کہا: یہاں آخر کب تک بھوکے پیاسے دھوپ میں کھڑے رہیں گے؟ میں نے کہا: تمہیں جلدی ہے، تو جاؤ۔ میں تاوقتیکہ بھیڑ کم نہ ہو، زنانی سواریوں کو نہیں لے جاؤں گا۔ اب کسی کی مجال تھی، جو کچھ کہتا، مجبوراً خاموش ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب جن کو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، میرے پاس تشریف لائے، اور بعد سلام علیک پہلا لفظ یہ فرمایا: یا شیخ مالی اراک حزینا کیا سبب ہے کہ میں آپ کو پریشان دیکھ رہا ہوں؟۔ میں نے عرض کیا: پریشانی ظاہر ہے۔ ہمارے ساتھ مستورات ہیں، اور مردوں کا یہ کثیر ہجوم ہے، پانچ گھنٹے یہیں کھڑے ہو گئے، فرمایا: اپنے مردوں کا حلقہ بنا کر عورتوں کو درمیان میں لے لو اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ غرض حلقہ میں عورتوں کو لے کر ان عربی صاحب کے پیچھے ہو لیے۔ ہم نے دیکھا کہ راستہ میں ہمارے شانے سے بھی کسی غیر شخص کا شانہ نہیں لگا۔ جب راستہ طے ہوا، فوراً وہ عربی صاحب نظروں سے غائب ہو گئے۔

جدہ پہنچتے ہی مجھے بخار آ گیا، اور میری عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے۔ محاذات یلملم سے بحمد اللہ تعالیٰ احرام بندھ چکا تھا۔ اس سردی میں رزائی گردن تک اوپر سے ڈال لیتا کہ احرام میں چہرہ چھپانا منع ہے، سو جاتا، آنکھ کھلتی، تو بحمد اللہ تعالیٰ رزائی گردن سے اصلاً نہ بڑھی ہوتی۔ تین روز جدہ میں رہنا ہوا، اور بخار ترقی پر ہے۔ آج چل کر جدہ کے کھلے میدان میں رات بسر کرنی ہوگی، بخار میں کیا حالت ہوگی؟ سرکار اقدس سے عرض کی۔ بحمد اللہ تعالیٰ بخار معاً جاتا رہا، اور تیرہویں تک عود نہ کیا۔ گیارہویں ذی الحجہ کو بفضلہٖ تعالیٰ بہت لطف کا طواف نصیب ہوا، طواف زیارت کے لیے، کہ بعد وقوف عرفہ فرض ہے، عام حجاج دسویں ہی کو منیٰ سے مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ میرے ساتھ مستورات تھیں، خود بھی بخار اٹھائے ہوئے تھا، گیارہویں کو بعد زوال رمی جمار کر کے اونٹوں پر مع مستورات روانہ ہوا۔ حرم شریف میں نماز عصر ادا کی، آج تمام حجاج منیٰ میں تھے حرم شریف میں صرف پچیس تیس آدمی یہ طواف نہایت اطمینان سے ہوا۔ ہر بار جی بھر کر سنگ اسود شریف پر منہ ملنا، اور بوسہ لینا نصیب ہوتا۔ ایک عربی صاحب کو جنھیں پہچانتا نہیں مولیٰ تعالیٰ نے بے کہے مہربان فرما دیا، یہ ہر پھیرے کے ختم پر چند آدمی جو طواف کر رہے تھے انہیں روک کر کھڑے ہو جاتے کہ بہنوں کو سنگ اسود شریف کا بوسہ لینے دو۔ یوں ہر پھیرے پر میرے ساتھ کی مستورات بھی مشرف بہ بوسہ سنگ اسود ہوئیں۔ والحمد للہ وتقبل اللہ

بعد ختم طواف میں دیوار کعبہ معظمہ سے لپٹا، اور غلاف مبارک ہاتھ میں لے کر یہ دعا عرض کرنی شروع کی: یا واجد یا ماجد لا تزل عنی نعمة انعمتها علی اور بہت پر کیف رقت طاری ہوئی کہ آزادی اور یکسوئی تھی، مگر تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب میرے برابر آ کر کھڑے ہوئے، اور بآواز چلا کر رونا شروع کیا، ان کے چلانے سے کچھ طبیعت بٹی، پھر خیال آیا ممکن کہ یہ مقبولان بارگاہ سے ہوں، اور ان کے قرب کا فیض مجھ پر تجلی ڈالے۔ اس تصور سے پھر اطمینان ہو گیا، مغرب

پڑھ کر منیٰ کو واپس آئے۔ جب بفضلہٖ تعالیٰ تمام مناسک حج سے فارغ ہو لیے، تیرہویں تاریخ بخار نے عود کیا، میں نے کہا: اب آیا کیجیے، ہمارا کام اللہ رب العزت نے پورا کر دیا۔

مولانا سیّد اسمٰعیل خلیل مکّی سے ملاقات:

بعد فراغ مناسک کتب خانہ حرم محترم کی حاضری کا شغل رہا۔ پہلے روز جو حاضر ہوا، حامد رضا خاں ساتھ تھے۔ محافظ کتب حرم ایک وجیہہ وجمیل عالم نبیل مولانا سیّد اسماعیل تھے۔ یہ پہلا دن ان کی زیارت کا تھا، یہ حضرت مثل دیگر اکابر مکہ مکرمہ اس فقیر سے غائبانہ خلوص تام رکھتے تھے، جس کا سبب میرے فتویٰ مسمّیٰ بہ **فتاوىٰ الحرمين لرجف ندوة المين** تھا کہ سات برس پہلے ۱۳۱۶ھ میں رد ندوہ کے لیے اٹھائیس سوال وجواب پر مشتمل، جسے میں نے بیس گھنٹے سے کم میں لکھا تھا، بذریعہ بعض حجاج خادمان دین ان حضرات کے حضور پیش ہوا، اور انہوں نے گراں بہا تقریظات سے اسے مزین فرمایا، اور فقیر کو بے شمار اعلیٰ اعلیٰ درجے کے کلمات دعا وثنا کا شرف دیا اور وہ مع ترجمہ ایک مبسوط کتاب ہو کر بمبئی ۱۳۱۷ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا تھا۔ اس وقت سے مولیٰ عزوجل نے اس ذرہ بے مقدار کی کمال محبت ووقعت ان جلیل قلوب میں ڈال دی تھی۔ مگر ملاقات ظاہری نہ ہوئی تھی۔ حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لیے نکلوائیں۔ حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ قبل زوال رمی کیسی؟ مولانا نے فرمایا: یہاں کے علما نے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔ حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، مجھ سے استفسار ہوا۔ میں نے کہا: خلاف مذہب ہے۔ مولانا سیّد صاحب نے ایک متداول کتاب کا نام لیا کہ اس میں جواز کو 'علیه الفتوى' لکھا ہے۔ میں نے کہا: ممکن کہ روایت جواز ہو، مگر 'علیه الفتوى' ہرگز نہ ہوگا۔ وہ کتاب لے آئے، مسئلہ نکالا، اور اسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گزارش کی تھی۔ یعنی اس میں علیه الفتوىٰ کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے حامد رضا سے کان میں جھک کر مجھے پوچھا، یہ کون ہے؟ اور حامد رضا خان کو بھی نہ جانتے تھے، مگر اس وقت گفتگو انہیں سے ہو رہی تھی، لہٰذا ان سے پوچھا۔ انہوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے آ کر فقیر سے لپٹ گئے، پھر تو بحمداللہ تعالیٰ وداد نے کامل ترقی کی۔

اس بار سرکار حرم محترم میری حاضری بے اپنے ارادے کے جس غیر متوقع طور اور غیر معمولی طریقوں پر ہوئی، اس کا کچھ بیان اوپر ہو چکا ہے۔ وہ حکمت الٰہیہ یہاں آ کر کھلی۔ سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں، جن میں خلیل احمد انبیٹھوی، اور بعض وزرائے ریاست ودیگر اہل ثروت بھی ہیں۔ حضرت شریف تک رسائی پیدا کی ہے، اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے، اور اس کے متعلق کچھ سوال اعلم علمائے مکہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ، ومفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے۔

حضرت مفتی احناف کی خدمت میں:

میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا۔ حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدّث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے

صاحبزادے عزیزی مولوی عبدالاحد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ میں نے بعد سلام ومصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی، اور دو گھنٹے تک اسے آیات واحادیث واقوال ائمہ سے ثابت کیا، اور مخالفین جو شہادت کیا کرتے ہیں، ان کا رد کیا۔ اس دو گھنٹے تک حضرت موصوف محض سکوت کے ساتھ ہمہ تن گوش ہوکر میرا منہ دیکھتے رہے۔ جب میں نے تقریر ختم کی، چپکے اٹھے، قریب الماری رکھی تھی، وہاں تشریف لے گئے، اوایک کاغذ نکال لائے، جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ اعلام الاذکیا کے اس قول کے متعلق کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو **ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شی علیم** لکھا، چند سوال تھے، اور جواب کی چار سطریں ناتمام اٹھالائے۔ مجھے دکھایا، اور فرمایا: تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا، ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جاچکتا۔ میں حمد الٰہی بجالایا، اور فرودگاہ پر واپس آیا۔

مولانا سے مقام قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا، اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں، اور حج کا ہنگامہ، اور جائے قیام نہ معلوم۔ آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانہ میں آیا کرتا ہوگا۔ ۲۵ رذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے، بعد نماز عصر، میں کتب خانے کے زینے پر چڑھ رہا ہوں، پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی، دیکھا، تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال ہیں۔ بعد سلام ومصافحہ دفتر کتب خانہ میں جاکر بیٹھے۔ وہاں حضرت مولانا سیّد اسماعیل اور ان کے نوجوان سعید رشید بھائی سیّد مصطفےٰ اور ان کے والد ماجد مولانا سیّد خلیل، اور بعض حضرت بھی کہ اس وقت یاد نہیں تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا، جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے۔ یہ وہی سوال تھے جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا، اور تقریر فقیر کے بعد چاک فرمادیا تھا۔ (مولانا نے) مجھ سے فرمایا: یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیّدنا کے ذریعہ سے پیش کیے ہیں، اور آپ سے جواب مقصود ہے۔ سیّدنا وہاں شریف مکہ کو کہتے ہیں کہ اس وقت شریف علی پاشا تھے۔ میں نے مولانا سیّد مصطفےٰ سے گزارش کی کہ قلم ودوات دیجیے۔ حضرت مولانا شیخ کمال، ومولانا سیّد اسماعیل، ومولانا سیّد خلیل سب اکابر نے کہ تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے، بلکہ ایسا جواب ہو کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔ میں نے عرض کی کہ اس کے لیے قدرے مہلت چاہیے، دو گھڑی دن باقی ہے، اس میں کیا ہوسکتا ہے؟ حضرت مولانا شیخ کمال نے فرمایا کہ کل سہ شنبہ، پرسوں چہار شنبہ ہے۔ ان دو روز میں ہوکر پنج شنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کردوں۔

الدولۃ المکیۃ کی تالیف:

میں نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی کی اعانت پر بھروسہ کرکے وعدہ کرلیا اور شان الٰہی کہ دوسرے ہی دن سے بخار نے پھر عود کیا، اسی حالت تپ میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خان تبییض کرتے۔ اس کا شہرہ مکہ معظمہ میں ہوا کہ وہابیہ نے فلاں کی طرف سوال متوجہ کیا ہے، اور وہ جواب لکھ رہا ہے۔ میں نے اس رسالہ میں غیوب خمسہ کی بحث نہ چھیڑی تھی کہ سائلوں کے سوال میں نہ تھی، اور مجھے بخار کی حالت میں بکمال تعجیل قصد تکمیل۔

شیخ الخطبا کا اشتیاق سماعت:

آج ہی کہ میں لکھ رہا ہوں حضرت شیخ الخطبا، کبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابوالخیر مرداد کا پیغام آیا کہ میں پاؤں سے معذور ہوں اور تیرا رسالہ سننا چاہتا ہوں۔ میں اسی حالت میں جتنے اوراق لکھے گئے تھے، لے کر حاضر ہوا۔ رسالہ کی قسم اوّل ختم ہو چکی تھی جس میں اپنے مسلک کا ثبوت ہے۔ قسم دوم لکھی جارہی تھی جس میں وہابیہ کا ردّ اور ان کے سوالوں کا جواب ہے۔ حضرت شیخ الخطبا نے اوّل تا آخر سن کر فرمایا: اس میں علم خمس کی بحث نہ آئی۔ میں نے عرض کی کہ سوال میں نہ تھی۔ فرمایا: میری خواہش ہے کہ ضرور زیادہ ہو میں نے قبول کیا۔ رخصت ہوتے وقت ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا، حضرت موصوف نے باآں فضل وکمال وباآں کبر سال کہ عمر شریف ستر برس سے متجاوز تھی یہ لفظ فرمایا کہ: انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دوں۔ یہ میرے حبیب کریم کی رحمت کہ ایسے اکابر کے قلوب میں اس بے وقعت کی یہ وقعت؟ میں واپس آیا، اور شب ہی میں بحث خمس کو بڑھایا۔

اب دوسرا دن چہار شنبہ کا ہے، صبح کی نماز پڑھ کر حرم شریف سے آتا ہوں کہ مولانا سیّد عبدالحیٔ ابن مولانا سیّد عبدالکبیر محدث ملک مغرب جن کی اس وقت تک چالیس کتابیں علوم حدیثیہ ودینیہ میں مصر میں چھپ چکی تھیں، ان کا خادم پیام لایا کہ مولانا تجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ وعدے میں آج ہی کا دن باقی ہے، اور ابھی بہت کچھ لکھنا ہے، عذر کر بھیجا کہ آج کی معافی دیں کل میں خود حاضر ہوں گا۔ فوراً خادم واپس آیا کہ میں آج ہی مدینہ طیبہ جاتا ہوں، تبریز ہو چکی ہے یعنی قافلے کے اونٹ بیرون شہر جمع ہو لیے ہیں، ظہر پڑھ کر سوار ہو جاؤں گا۔ اب میں مجبور ہوا اور مولانا کو تشریف آوری کی اجازت دی۔ وہ تشریف لائے اور علوم حدیث کی اجازتیں فقیر سے طلب فرمائی، اور لکھوائی، اور علمی مذاکرات ہوتے رہے، یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوئی۔ وہاں زوال ہوتے ہی معاً اذان ہو جاتی ہے۔ میں اور وہ نماز میں حاضر ہوئے، بعد نماز وہ عازم مدینہ طیبہ ہوئے، اور میں فرودگاہ پر آیا۔

الدولة المكية شریف مکہ کے دربار میں:

آج کے دن کا بڑا حصہ یوں بالکل خالی گیا، اور بخار ساتھ ہے۔ بقیہ دن میں بعد عشا فضل الٰہی اور عنایت رسالت پناہی نے کتاب کی تکمیل وتبییض سب پوری کرادی۔ الدولة المكية بالمادة الغيبة اس کا تاریخی نام ہوا، اور پنج شنبہ کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچا دی گئی۔ مولانا نے دن میں اسے کامل طور پر مطالعہ فرمایا، اور شام کو شریف صاحب کے یہاں لے کر تشریف لے گئے۔ عشا کی نماز وہاں شروع وقت پر ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد سے نصف شب تک عربی گھڑیوں میں چھ بجتے ہیں، شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نے دربار میں کتاب پیش کی، اور علی الاعلان فرمایا: اس شخص نے وہ علم ظاہر کیا، جس کے انوار چمک اٹھے، اور جو ہماری خواب میں بھی نہ تھا۔ حضرت شریف نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ دربار میں دو وہابی بھی بیٹھے تھے۔ ایک احمد فقیہ کہلاتا، دوسرا عبدالرحمٰن اسکوبی۔ انہوں نے مقدمہ کتاب کی آمد

ہی سن کر سمجھ لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی، شریف ذی علم ہے، مسئلہ ان پر منکشف ہو جائے گا۔لہٰذا چاہا کہ سننے نہ دیں، بحث میں الجھا کر وقت گزار دیں۔ کتاب پر کچھ اعتراض کیا۔ حضرت مولانا شیخ کمال نے جواب دیا، آگے بڑھے۔انہوں نے پھر ایک مہمل اعتراض کیا، حضرت مولانا نے جواب دیا، اور فرمایا: کتاب سن لیجیے، پوری کتاب سننے سے پہلے اعتراض بے قاعدہ ہے، ممکن ہے کہ آپ کے شکوک کا جواب کتاب ہی میں آئے، اور نہ ہو تو میں جواب کا ذمہ دار ہوں، اور مجھ سے نہ ہو سکا تو مصنف موجود ہے۔ یہ فرما کر آگے پڑھنا شروع کیا، کچھ دور پہنچے تھے انہیں الجھانا مقصود تھا، پھر معترض ہوئے۔اب حضرت مولانا نے حضرت شریف سے کہا: یا سیّدنا! حضرت کا حکم ہے کہ میں کتاب پڑھ کر سناؤں، اور یہ جا بجا بے جا الجھتے ہیں، حکم ہو تو ان کے اعتراضوں کا جواب دوں یا حکم ہو تو کتاب سناؤں۔ شریف نے فرمایا: اقرأ آپ پڑھیے۔اب ان کی ہاں کو کون نا کر سکتا تھا؟ معترضوں کا منہ مارا گیا، اور مولانا کتاب سناتے رہے۔اس کے دلائل قاہرہ سن کر مولانا شریف نے بآواز بلند فرمایا: اللّٰہ یعطی وھٰؤلاء یمنعون یعنی اللہ تو اپنے حبیب کو علم غیب عطا فرماتا، اور یہ وہابیہ منع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نصف شب تک نصف کتاب سنائی۔اب دربار برخواست ہونے کا وقت آ گیا۔ شریف صاحب نے حضرت مولانا سے فرمایا: یہاں نشانی رکھ دو۔ کتاب بغل میں لے کر بالاخانہ پر تشریف لے گئے، وہ کتاب آج تک انہیں کے پاس ہے۔

الدولۃ المکیۃ کی اکابر علمائے مکہ میں مقبولیت:

اصل سے متعدد نقلیں مکہ معظمہ کے علمائے کرام نے لیں، اور تمام مکہ معظمہ میں کتاب کا شہرہ ہوا، وہابیہ پر اوس پڑ گئی۔ بفضلہٖ تعالیٰ سب لوہے ٹھنڈے ہو گئے۔گلی کوچے میں مکہ معظمہ کے لڑکے ان سے تمسخر کرتے کہ اب کچھ نہیں کہتے، اب وہ جوش کیا ہوئے، اب وہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علوم غیب ماننے والوں کو کافر کہنا کدھر گیا؟ تمہارا کفر و شرک تمہیں پر پلٹا۔ وہابیہ کہتے، اس شخص نے کتاب میں منطقی تقریریں بھر کر شریف پر جادو کر دیا۔ مولیٰ عزوجل کا فضل، حبیب اکرم کا کرم کہ علمائے کرام نے کتاب پر دھوم دھامی تقریظیں لکھنی شروع کیں۔ وہابیہ کا دل جلتا، اور بس نہ چلتا، آخر اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح فریب کر کے تقریظات تلف کر دی جائیں، ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت مولانا شیخ مراد اد سے عرض کی کہ ہم بھی کتاب پر تقریظیں لکھنا چاہتے ہیں، کتاب ہمیں منگوا دیجیے۔ وہ سیدھے مقدس بزرگ ان کے فریبوں کو کیا جانیں؟ اپنے صاحبزادے مولانا عبداللہ مرداد کو میرے پاس بھیجا، یہ صاحب مسجد حرام کے امام ہیں، اور اسی زمانے میں فقیر کے ہاتھ پر بیعت فرما چکے تھے۔ حضرت مولانا ابوالخیر کا منگانا اور مولانا عبداللہ مرداد کا لینے کو آنا مجھے شبہہ کی کوئی وجہ نہ ہوتی، مگر مولیٰ عزوجل جناب عالیہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے، قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں، نہایت ترشی اور جلال سیادت سے فرمایا: کتاب ہرگز نہ دی جائے گی، جو تقریظیں لکھنی ہوں لکھ کر بھیج دو۔ میں نے گزارش بھی کی کہ حضرت مولانا ابوالخیر منگاتے ہیں، اور ان کے صاحبزادے لینے آئے ہیں، اور ان کا تعلق جو فقیر سے ہے، آپ کو معلوم ہے۔ فرمایا: جو لوگ وہاں جمع ہیں، ان کو میں جانتا ہوں، وہ منافقین ہیں۔ مولانا ابوالخیر کو انہوں نے دھوکہ دیا ہے۔ یوں اس عالم نبیل سیّد جلیل کی برکت نے کتاب

بحمداللہ تعالیٰ محفوظ رکھی۔ و للہ الحمد

جب وہابیہ کا یہ مکر نہ چلا، اور مولانا شریف کے یہاں سے ان کا منہ کالا ہوا ایک ناخواندہ جاہل کہ نائب الحرم کہلاتا اسے کسی طرح اپنے موافق کیا۔ احمد راتب پاشا اس زمانہ میں گورنر مکہ معظمہ تھے، آدمی ناخواندہ مگر دین دار ہر روز بعد عصر طواف کرتے۔ خیال کیا کہ شریف ذی علم تھے کتاب سن کر معتقد ہو گئے۔ یہ بے پڑھا فوجی آدمی ہمارے بھڑکائے سے بڑھک جائے گا۔ ایک روز یہ طواف سے فارغ ہوئے ہیں کہ نائب الحرم نے ان سے گزارش کی: ایک ہندی عالم نے ہندوستان میں بہت لوگوں کے عقیدے بگاڑ دیے ہیں اور اب اہل مکہ کے عقیدے خراب کرنے آیا، اور ساتھ ہی دل میں سوچا کہ یہ کیوں کر جچے گی کہ ایک ہندی مکّیوں کے عقیدے بگاڑ دے، لہٰذا مجبورانہ اس کے ساتھ یہ کہنا پڑا کہ اور اکابر مکہ مثل شیخ العلماء سیّد محمد سعید بابصیل م مولانا شیخ صالح کمال، ومولانا ابوالخیر مرداد اس کے ساتھ ہو گئے۔ مولیٰ تعالیٰ کی شان کہ یہ واقع بات جو اس نے مجبورانہ کہی، اس پر الٹی پڑی۔ پاشا نے بکمال غضب ایک چپت اس کی گردن پر جمائی، اور کہا: **یا خبیث ابن الخبیث یا کلب ابن الکلب اذا کان ھو لاء معہ فھو یفسد ام یصلح** • اے خبیث ابن خبیث، اے کلب ابن کلب! جب یہ اکابر اس کے ساتھ ہیں تو وہ خرابی ڈالے گا یا اصلاح کرے گا؟ اس روز سے مولانا سیّد اسماعیل وغیرہ اسے ناھب الحرم کہتے، اور احمد فکیہ کو احمق سفیہ اور ایک او مخالف کو مفصوم۔ مولانا شریف کا دربار مہذب دربار تھا، وہاں وہابیہ کو مہذب ذلت پہنچی، یہ ایک جنگی فوجی ترک کا سامنا تھا، اسی طریقے کی ذلت پائی۔

دولت مکیہ کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے کچھ پہلے سے بفضلہٖ تعالیٰ حسام الحرمین کی کاروائی جاری کی۔ اکابر نے جو عالی شان تقریظات اس پر لکھیں، آپ حضرات کے پیش نظر ہیں۔ ابتداہی میں یہ فتویٰ حضرت مولانا شیخ صالح کے پاس تقریظ کو گیا تھا، ادھر حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنانے کے ضمن میں حضرت شریف سے خلیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کی کتاب **براھین قاطعہ** کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ انبیٹھی صاحب کو خبر ہوئی، مولانا کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے، اور عرض کی کہ حضرت مجھ پر کیوں ناراض ہیں؟ فرمایا: کیا تم خلیل احمد ہو؟ کہا: ہاں! مولانا نے فرمایا: تجھ پر افسوس! تو نے **براھین قاطعہ** میں وہ شنیع باتیں کیسے لکھیں؟ میں تو تجھے زندیق لکھ چکا ہوں۔ اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم کتاب **تقدیس الوکیل عن توھین الرشید والخلیل** لکھ کر علمائے مکہ سے تقریظیں لے چکے تھے اس پر مولانا شیخ صالح کمال کی بھی تقریظ ہے اور اس میں انبیٹھی صاحب اور ان کے استاذ گنگوہی صاحب کو زندیق لکھا ہے۔

انبیٹھی صاحب نے کہا: حضرت جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں افترا ہیں، میری کتاب میں نہیں ہیں۔ فرمایا: تمہاری کتاب **براھین قاطعہ** چھپ کر شائع ہو چکی ہے، اور میرے پاس موجود ہے۔ انبیٹھی نے کہا: حضرت! کیا کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا: ہوتی ہے۔ مولانا نے چاہا کہ کسی مترجم کو بلائیں، اور **براھین قاطعہ** انبیٹھی صاحب کو دکھا کر ان کلمات کا اقرار کرا کر توبہ لیں، مگر انبیٹھی صاحب رات ہی کو جدہ فرار ہو گئے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے حضرت مولانا سیّد اسماعیل کو اس واقعہ کی اطلاع کا خط بھیجا، اور انہوں نے بعینہٖ اپنے خط میں رکھ کر مجھے بھیج دیا، وہ اب تک میرے پاس موجود

ہے۔ صبح کو حضرت مولانا شیخ کمال فقیر کے پاس تشریف لائے، اور خود یہ واقعہ بیان کیا، اور فرمایا: میں نے سنا کہ وہ رات ہی میں بھاگ گیا۔ میں نے کہا: مولانا آپ نے بھگا دیا۔ فرمایا: میں نے؟ میں نے کہا: ہاں! آپ نے۔ فرمایا: یہ کیوں کر؟ میں نے عرض کیا: جب اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی؟ آپ نے کیا فرمایا؟ فرمایا: میں نے کہا: ہوتی ہے۔ میں نے کہا: اسی نے اسے بھگایا، آپ یہ فرماتا تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے، اس کی توبہ قبول نہیں۔ فرمایا: واللہ یہ مجھ سے رہ گئی۔ میں نے کہا: تو آپ ہی نے بھگایا۔

دعوتوں کا اہتمام اور علمائے کرام کی تشریف آوری:

زمانہ قیام میں علما و عظمائے مکہ معظمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں۔ ہر دعوت میں علما کا مجمع ہوتا، مذاکرات علمیہ رہتے۔ شیخ عبدالقادر کردی، مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے، مسجد الحرام شریف کے احاطے ہی میں ان کا امکان تھا، انہوں نے تقرر دعوت سے پہلے باصرار تام پوچھا: تجھے کیا چیز مرغوب ہے؟ ہر چند عذر کیا، نہ مانا۔ آخر گزارش کی کہ الحلو البارد شریں سرد۔ ان کے یہاں دعوت میں انواع اطعمہ جیسے اور جگہ ہوتے تھے، ان کے علاوہ ایک عجیب نفیس چیز پائی کہ اس الحلو البارد کی پوری مصداق تھی، نہایت شریں و سرد خوش ذائقہ۔ ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے؟ کہا: رضی الوالدین اور وجہ تسمیہ یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں، یہ پکا کر کھلائے راضی ہو جائیں گے۔

فقیر دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملنے کو جاتا۔

1- مولانا شیخ صالح کمال۔
2- شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل۔
3- مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی،
4- اور کتب خانہ میں مولانا سیّد اسماعیل کے پاس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

یہ حضرات اور باقی تمام حضرات فرودگاہ فقیر پر تشریف لایا کرتے۔ صبح سے نصف شب کے قریب تک ملاقاتوں ہی میں وقت صرف ہوتا۔ مولانا شیخ صالح کمال کی تشریف آوری کی تو گنتی نہیں، اور مولانا سیّد اسماعیل التزاماً روزانہ تشریف لاتے، خصوصاً ایام علالت میں کہ یکم محرم ۱۳۲۴ھ سے سلخ محرم تک مسلسل رہی، دن میں دو بار بھی تشریف لاتے، اور ایک بار کا آنا تو ناغہ ہی نہ ہوتا۔ آخر محرم میں کہ طبیعت بہت رو بصحت ہوگئی تھی، ایک ضرورت کے سبب دو روز تشریف لانا نہ ہوا، ان دو روز میں میرا ان کی طرف اشتیاق میں ہی جانتا ہوں، میں نے ان سیّد جلیل کو ایک پرچہ پر یہ تین شعر لکھ بھیجے

هذان يومان ما فزنا بطلعتكم
ولو قدرنا جعلنا راسنا قدما
قالوا لقاء خليل للعليل شفاء
الا تحبون ان تبروا لنا سقما

عودتمونا طلوع الشمس کل ضحی
وھل سمعتم کریما یقطع الکرما

یہ دو دن ہیں کہ ہمیں دیدار نہ ملا، اور ہمیں طاقت ہوئی تو سر سے آتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ لقائے خلیل شفائے علیل ہے۔ یعنی دوست کا آنا مرض کا جانا ہے۔ کیا آپ ہمارے مرض کی شفا نہیں چاہتے؟ آپ نے ہمیں عادی کر دیا کہ ہر چاشت کو سورج طلوع کرے، اور آپ نے کسی کریم کو سنا ہے کہ کرم قطع کرے۔

اس رقعہ کو دیکھ کر سیّد موصوف کی جو کیفیت ہوئی، حامل رقعہ نے دیکھی۔ فوراً اس کے ساتھ ہی تشریف لے آئے، اور پھر روز رخصت تک کوئی دن خالی جانا مجھے یاد نہیں۔

حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی کو چالیس سال سے زیادہ مکہ معظمہ میں گزرے تھے، کبھی شریف کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے، قیام گاہ فقیر پر دوبار تشریف لائے۔ مولانا سیّد اسماعیل وغیرہ ان کے تلامذہ فرماتے تھے کہ یہ محض خرق عادت ہے، مولانا دم بساغنیمت تھا ہندی تھے مگر ان کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے، التزاماً ہر سال حج کرتے۔ مولانا سیّد اسماعیل فرماتے تھے کہ ایک سال زمانہ حج میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب بہت علیل اور صاحب فراش تھے، نویں تاریخ اپنے تلامذہ سے کہا: مجھے حرم شریف میں لے چلو، کئی آدمی اٹھا کر لائے، کعبہ معظمہ کے سامنے بٹھا دیا، زمزم شریف منگا کر پیا، اور دعا کی کہ الٰہی! حج سے محروم نہ رکھ۔ اسی وقت مولیٰ تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی کہ اٹھ کر اپنے پاؤں سے عرفات شریف گئے، اور حج ادا کیا۔

مکہ معظمہ میں بنام علم کوئی صاحب ایسے نہ تھے، جو فقیر سے ملنے نہ آئے ہوں، سوا شیخ عبداللہ بن صدیق بن عباس کے کہ اس وقت مفتی حنفیہ تھے، اور وہاں مفتی حنفیہ کا منصب، شریف سے دوسرے درجے میں سمجھا جاتا ہے، اپنے منصب کی جلالت قدر نے انہیں فقیر غریب الوطن کے پاس آنے سے روکا۔ اپنے ایک شاگرد خاص کو فقیر کے پاس بھیجا کہ حضرت مفتی حنفیہ نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں۔ مولانا سیّد محمد اسماعیل اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے، میں چاہا کہ حاضری کا وعدہ کروں، مگر اللہ اعلم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم نے ان اکابر کے دل میں اس ذرہ بے مقدار کی کیسی وقعت ڈالی تھی، فوراً روکا، اور فرمایا: واللہ یہ نہ ہوگا، تمام علما ملنے آتے ہیں، وہ کیوں نہیں آتے؟ ان کی قسم کے سبب مجبور رہا۔ مگر تقدیر الٰہی میں ان سے ملنا تھا، اور نئی شان سے تھا۔

کفل الفقیہ کی تصنیف:

اس کا ذریعہ یہ ہوا کہ انہیں دنوں میں مولانا عبداللہ مرداد، مولانا حامد احمد محمد جداوی نے نوٹ کے بارے میں فقیر سے استفتا کیا تھا، جس میں بارہ سوال تھے، اور میں نے بکمال استعجال اس کے جواب میں رسالہ **کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم** تصنیف کیا تھا، وہ تبییض کے لیے حرم شریف کے کتب خانہ سیّد مصطفیٰ برادر خورد مولانا سیّد اسماعیل کے پاس تھا کہ نہایت جمیل الخط ہیں۔ زمانہ سابق میں جب میرے استاذ الاستاذ حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی حنفیہ تھے، ان سے نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا، اور جواب تحریر فرمایا تھا کہ علم علما کی گردنوں میں امانت ہے، مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتا نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔

ایک دن میں کتب خانہ میں جاتا، اور ایک شاندار صاحب کو بیٹھے دیکھتا ہوں کہ میرا رسالہ کفل الفقیہ مطالعہ کر رہے ہیں، جب اس مقام پر پہنچے جہاں میں نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ایک کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپیہ کو بیچے تو جائز ہے مکروہ نہیں، بھڑک اٹھے، اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے: **این جمال بن عبد اللہ من ھذا النص الصریح** حضرت جمال بن عبد اللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہے؟۔ پھر کوئی مسئلہ دیکھنا تھا، اس کے لیے کتابیں نکلوائیں ان کی عبارتیں نکال کر نقل کرنا چاہتے تھے، اور میں رسالہ کی نقل کی تصحیح کر رہا تھا، اس وقت تک نہ انہوں نے مجھے جانا ہے نہ میں نے ان کو۔ اتنے میں انہوں نے دوات ایک ایسی کتاب پر رکھ دی، جسے نہ دیکھ رہے تھے، نہ اس سے کچھ نقل کر رہے تھے، میں نے ان پر نہ اعتراض، بلکہ کتاب کی تعظیم کے لیے اتار کر نیچے رکھ دی۔ انہوں نے پھر اٹھا کر کتاب پر رکھ دی، اور کہا: **بحر الرائق کتاب الکراھیۃ** میں اس کے جواز کی تصریح ہے۔ میں نے ان سے یہ تو نہ کہا کہ بحر الرائق ' **کتاب الکراھیۃ** تک کب پہنچی؟ وہ کتاب القضاء ہی میں ختم ہوگئی ہے۔ ہاں! یہ کہا کہ ایسا نہیں، بلکہ ممانعت کی تصریح فرمائی ہے۔ مگر لکھتے وقت بضرورت مثلاً ورق ہوا سے اُڑیں نہیں۔ کہا کہ میں لکھنا ہی تو چاہتا ہوں؟ میں نے کہا: ابھی لکھتے تو نہیں ہو؟ وہ خاموش ہو رہے اور حضرت سیّد اسماعیل سے مجھے پوچھا: انہوں نے فرمایا کہ یہی اس رسالہ کا مصنف ہے۔ اب ملے مگر خجلت کے ساتھ، اور عجلت کے ساتھ اٹھ گئے۔ حضرت سیّد اسماعیل نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ کیسا واقعہ ہوا؟ یہ چہارم صفر ۱۳۲۴ھ تھی۔

علالت:

اس سے پہلے محرم شریف میں شدید و مدید دورہ بخار کا رہ چکا تھا، دوبارہ مسہل ہوئے۔ ایک بار ایک ہندی کی رائے سے اور نفع نہ ہوا، دوبارہ ایک ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے بہت قلیل مقدار میں ایک نمک دیا کہ آب زمزم شریف میں ملا کر پی لو، اور پیاس بے پیاس زمزم شریف کی کثرت کرو۔ اس سے بحمد اللہ تعالیٰ بہت نفع ہوا، اور انہوں نے دواوہ بتائی جو مجھے بالطبع محبوب و مرغوب تھی یعنی زمزم شریف کہ مجھے ہر مشروب سے زیادہ عزیز ہے۔ میری عادت ہے کہ باسی پانی کبھی نہیں پیتا، اور اگر پیوں تو آنکہ مزاج گرم ہے فوراً زکام ہو جاتا ہے۔ میری پیدائش سے پہلے حکیم سعید وزیر علی مرحوم نے میرے یہاں باسی کو منع کر دیا تھا، جب سے معمول ہے کہ رات کے گھڑے بالکل خالی کر کے پینے کا پانی بھرا جاتا ہے، تو میں نے دودھ بھی باسی پانی کا نہ پیا، نہ کبھی نہار منہ پانی پیتا ہوں، نہ کبھی کھانے کے سوا اور وقت میں، گرمیوں کے سہ پہر میں جو پیاس ہوتی ہے، کلیاں کرتا ہوں، اس سے تسکین ہوتی ہے۔ مگر زمزم شریف کی برکت کہ صحت میں، مرض میں، دن میں، رات میں زیادہ باسی بکثرت پیا، اور نفع ہی کیا، زورقین ہر وقت بھری رکھی رہتی تھی۔ بخار کی شدت میں رات کو جب آنکھ کھلی، کلی کر کے زمزم شریف پی لی، صبح وضو سے پہلے پیتا، وضو کے بعد پیتا، بارہ بارہ زورقیں ایک دن رات میں صرف میرے صرف میں آتیں۔ پونے تین مہینے کے قیام مکہ

معظمہ میں میں نے حساب کیا تو تقریباً چار من زمزم شریف میرے پینے میں آیا ہوگا۔ حضرت مولانا سیّد اسماعیل کو اللہ تعالیٰ جنات عالیہ نصیب فرمائے، میری واپسی حج کے چند سال بعد جب ۱۳۲۸ھ میں مجھ سے ملنے آئے ہیں، اور میرے شوق زمزم کا ذکر ہوا، فرمایا تھا کہ ہر مہینے اتنے ٹنک یعنی پیپے بھیج دیا کروں گا کہ تمہارے ایک مہینے کے صرف کو کافی ہوں، مگر یہاں سے جاتے ہی انہیں سفر باب عالی کی ضرورت ہوئی اور مشیت الٰہی کہ وہیں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

محرم شریف مجھے تقریباً بخار ہی میں گزرا، اسی حالت میں علمائے کرام کو اجازت لکھی جاتیں، اور اسی حالت میں کفل الفقیہ تصنیف ہوا۔ وہاں پلنگ کا بھی رواج نہیں، بالا خانوں میں زمین پر فرش ہیں، اس پر سوتے ہیں مگر حضرت سیّد اسماعیل، وحضرت مولانا شیخ صالح کمال رحمہما اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ایک عمدہ پلنگ منگوادیا تھا، ایام مرض میں میں اسی پر ہوتا، اور علماء عظما اعادت کو آتے، اور فرش پر تشریف رکھتے، اس سے نادم ہوتا ہر چند چاہتا کہ نیچے اتروں، میں قسموں سے مجبور فرماتے۔ امتداد مرض میں مجھے زیادہ فکر حاضری سرکار اعظم کی تھی، جب بخار کو امتداد دیکھا، میں نے اسی حالت میں قصد حاضری سرکار اعظم کی تھی، جب بخار کو امتداد دیکھا، میں نے اسی حالت میں قصد حاضری کیا، یہ علما مانع ہوئے، اوّل تو یہ فرمایا کہ حالت تمہاری یہ ہے اور سفر طویل۔ میں نے عرض کی: اگر سچ پوچھیے تو حاضری کا اصل مقصود زیارت طیبہ ہے۔ دونوں بار اسی نیت سے گھر سے چلا، معاذ اللہ اگر یہ نہ ہو تو حج کا کچھ لطف نہیں۔ انہوں نے پھر اصرار اور میری حالت کا اشعار کیا، میں نے حدیث: **من حج ولم یزرنی فقد جفانی** پڑھی۔ فرمایا: تم ایک بار زیارت شریف کر چکے ہو۔ میں نے کہا: میرے نزدیک حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ عمر میں کتنے ہی حج کرے، زیارت ایک بار کافی ہے، بلکہ ہر حج کے ساتھ زیارت ضرور ہے۔ اب آپ دعا فرمائیے کہ میں سرکار تک پہنچ لوں روضہ اقدس پر ایک نگاہ پڑ جائے، اگر چہ اسی وقت دم نکل جائے۔ یہ سن کر حضرت مولانا شیخ صالح کمال کا غصہ سے رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا: ہرگز نہیں بلکہ **تعود ثم تعود ثم یکون** تو روضہ انوار پر اب حاضر ہو پھر حاضر ہو پھر حاضر ہو، پھر مدینہ طیبہ میں وفات نصیب ہو۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائے۔

حضرت مولانا شیخ صالح کمال کو جنات عالیہ عطا فرمائے، باآں فضل وکمال کہ میرے نزدیک مکہ معظمہ ان کے پائے کا دوسرا عالم نہ تھا، اس فقیر حقیر کے ساتھ غایت اعزاز بلکہ ادب کا برتاؤ رکھتے۔ بار بار کے اصرار کے ساتھ مجھ سے اجازت نامہ لکھوایا جسے میں نے ادبا کئی روز ٹالا، جب مجبور فرمایا لکھ دیا۔ تین تین پہر میری ان کی مجالست ہوتی، اور اس میں سوا مذاکرات علمیہ کے کچھ نہ ہوتا۔ جس زمانہ میں قاضی مکہ معظمہ رہے تھے، اس وقت کے اپنے فیصلوں کے مسئلے دریافت فرماتے، حقیر جو بیان کرتا، اگر ان کے فیصلہ کے مطابق ہوتا بشاشت وخوشی کا اثر چہرہ مبارک ظاہر ہوتا؛ اور مخالف ہوتا، تو ملال وکبیدگی اور یہ سمجھتے کہ مجھ سے حکم میں لغزش ہوئی۔ مجھے بھی ان دونوں صاحبوں کے کرم کے سبب ان سے کمال بے تکلفی ہر قسم کی بات گزارش کر دیتا۔ ایک بار کہا: مؤذنوں نے یہ جواذان واقامت وتکبیرات انتقال میں نغمات ایجاد کیے ہیں آپ حضرات ان سے منع نہیں فرماتے۔ **فتح القدیر** میں مبلغ (یعنی مکبّر) کے نغموں کو مفسد نماز لکھا ہے اور یہ کہ اس کی تکبیرات پر جو مقتدی رکوع وسجود وغیرہ

افعال نماز کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی۔ فرمایا: حکم یہی ہے، مگر ان پر علما کا بس نہیں، یہ جانب سلطنت سے ہیں۔

ایک جمعہ میں، میں خطیب کے قریب تھا، اس نے خطبہ میں پڑا: وارض عن اعمام نبیك الا طالب حمزه والعباس وابی طالب یہ بدعت تازہ ایجاد ہوئی، پہلی بار کی حاضری میں نہ تھی؛ اور یہ بداہۃً جانب حکومت سے تھی، اسے سنتے ہی فوراً میری زبان سے بآواز بلند نکلا: اللهم هٰذا منکر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: من رأی منکم منکر فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذالك اضعف الايمان فقیر فتوفیق رب کریم یہ حکم احکم بروجہ اوسط بجالایا؛ اور مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ کسی کو تعرض کی جرأت نہ ہوئی۔ فرضوں کے بعد ایک اعرابی نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا: رأیت تم نے دیکھا؟ میں نے کہا: رأیت ہاں دیکھا۔ کہا: لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم اور تشریف لے گئے۔ ان دونوں اکابر علما نے ہماری مجلس خلوت میں اس کی مبارک باد دی کہ اس ردِ منکر پر کوئی معترض نہ ہوا، اور ساتھ ہی فرمایا کہ ایسے امور میں کہ جانب حکومت سے ہیں سکوت شایاں ہے۔

اسی واقعہ مفتی حنفیہ کے وقت میں نے جناب سیّد مصطفےٰ خلیل برادر حضرت مولانا سیّد اسماعیل سے کہا: هل عندكم شیء من هزمة جبريل آپ کے پاس سیّدنا جبریل علیہ السلام کی ٹھوکر کا کچھ بقیہ ہے؟ سیّد زادے نے فرمایا: نعم! اور کٹورے میں زمزم شریف لائے۔ میں اسے ضعف کے سبب بیٹھا ہی ہوا پی رہا تھا، آنکھیں نیچی تھیں، جب نظر اٹھائی، دیکھا تو وہ سیّد جلیل مودب ہاتھ باندھے کھڑے ہیں، یہاں تک کہ کٹورا میں نے انہیں دیا۔ یہ حال ان معظم ومعزز بندگان خدا کے ادب واجلال کا تھا۔

اقامت کے لیے اکابر علما کا اصرار:

وہ حضرت علما بہت اس کے متمنی رہتے کہ کسی طرح میرا وہاں قیام زائد ہو حضرت مولانا سیّد اسماعیل نے فرمایا: یہاں کی شدت گرمی تمہارے لیے باعث تپ ہے۔ طائف شریف میں موسم نہایت معتدل اور وہاں میرا مکان بہت پرفضا ہے، چلیے گرمی کا موسم وہاں گزاریں۔ میں نے گزارش کی کہ اس حالت مرض میں قابلیت سفر ہو تو سرکار اعظم ہی کی حاضری ہو، ہنس کر فرمایا میرا مقصود یہ تھا کہ چند مہینے وہاں تنہائی میں رہ کر تم سے کچھ پڑھتے کہ یہاں تو آمد و شد کے ہجوم سے تمہیں فرصت نہیں۔ مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا: اجازت ہو تو ہم یہاں تمہاری شادی کی تجویز کریں؟ میں نے کہا: وہ کنیز بارگاہ الٰہی، جسے میں اس کے دربار میں لایا، اور اس نے مناسک حج ادا کیے، کیا اس کا بدلہ یہی ہے کہ میں اسے یوں مغموم کروں؟ فرمایا: ہمارا خیال یہ تھا کہ یوں یہاں تمہارے قیام کا سامان ہو جاتا۔

اس طول مرض میں کئی ہفتہ حاضری مسجد اقدس سے محروم رہا کہ میں جس بالا خانہ پر تھا چالیس زینے کا تھا اس سے اترنا اور چڑھنا نامقدور تھا۔ مسجد الحرام شریف میں کوئی ناآشنا سا بزرگ میرے بھائی مولوی محمد رضا خاں کو ملے تو فرمایا: کئی دن سے تمہارے بھائی کو نہ دیکھا؟ انہوں نے عرض کیا: علیل ہیں۔ پانی دم فرما کر دیا کہ یہ پلاؤ اور اگر بخار باقی رہے تو میں دس بجے دن

کے تم کو یہیں ملوں گا۔ دس بجے دن کے نہ بخار رہا، نہ وہ ملے اور اب میں مسجد شریف اور کتب خانہ حرم شریف میں حاضر ہونے لگا، جس میں چوتھی صفر کا وہ واقعہ تھا جو مفتی حنفیہ کے ساتھ پیش آیا۔ نماز صبح کے سوا کہ ہمارے نزدیک اس میں اسفار یعنی وقت خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے، اور شافعیہ کے نزدیک تغلیس یعنی خوب اندھیرے سے پڑھنا، تینوں مصلوں پر نماز پہلے ہو جاتی، اور مصلائے حنفی پر سب کے بعد۔ باقی چاروں نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہوتی ہیں۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وقت عصر دو مثل سایہ گزر کر ہے، اس کے بعد نماز حنفی ہوتی، اس کے بعد باقی تینوں مصلوں پر وہ لوگ اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے آخر کوشش کر کے حنفیہ سے یہ کرالیا کہ تمام عصر مطابق قول صاحبین رضی اللہ عنہ مثل دوم کے شروع میں پڑھ لیں۔ اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی، اگر چہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا، مگر اصح واحوط واقدم قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ ہے، اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول گوارا نہیں کرتا۔ جس کی تفصیل جلیل میرے رسالہ اجلی الا علام بان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام میں ہے۔

اذا قال الامام فصدقوہ　　　فان القول ما قال الامام

ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی یا شیبانی۔ میں اس بار جماعت عصر میں بہ نیت نفل شریک ہو جاتا، اور فرض عصر مثل دوم کے بعد، میں اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال، حضرت مولانا سیّد اسماعیل و دیگر بعض محتاطین حنفیہ اپنی جماعت سے پڑھتے، جس میں وہ حضرات امامت پر اس فقیر کو مجبور فرماتے۔ پہلے شیخ عمر حجی کا مکان کرایہ پر لیا تھا، پھر سیّد عمر رشیدی ابن سیّد ابوبکر رشیدی اپنے مکان پر لے گئے۔ بالا خانہ کے درِ وسطانی پر میری نشست تھی، دروازوں پر جو طاق تھے، بائیں جانب کے طاق میں وحشی کبوتر کا ایک جوڑا رہتا، وہ تنکے لاتے اور گرایا کرتے، اس طرف کے بیٹھنے والوں پر گرتے، جب علالت میں میرے لیے پلنگ لایا گیا، وہ اس در کے سامنے بچھایا گیا کہ تشریف لانے والوں کے لیے جگہ وسیع رہے، اس وقت سے کبوتروں نے وہ طاق چھوڑ کر دروازہ وسطانی کے طاق میں بیٹھنا شروع کیا کہ اب جو وہاں بیٹھتے، ان پر تنکے گرتے۔ حضرت مولانا سیّد اسماعیل نے فرمایا: وحشی کبوتر بھی تیرا لحاظ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی: صالحناھم فصالحونا ہم نے ان سے صلح کی تو انہوں نے بھی ہم سے صلح کی۔ اس پر بعض علمائے حاضرین نے فرمایا کہ ہم پر کیوں تنکے پھینکتے ہیں، ہم نے ان سے کون سی جنگ کی ہے؟ میں نے کہا: میں یہاں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ یہ جہاں آ کر بیٹھتے ہیں، انہیں اڑاتے ہیں، کنکریاں مارتے ہیں، سلامیوں کی توپیں جب چھوٹتی ہیں، یہ خوف سے تھرتھرا تھرتھرا کر رہ جاتے ہیں، یہ سب میرا مشاہدہ ہے۔ حالانکہ یہ حرم محترم کے وحشی ہیں، انہیں اڑانا یا ڈرانا منع ہے۔ پیڑ کے سائے میں حرم کا ہرن بیٹھا ہو، آدمی کو اجازت نہیں کہ اسے اٹھا کر خود بیٹھے۔ ان عالم نے فرمایا: یہ کبوتر ایذا دیتے ہیں، اور اوپر سے کنکریاں پھینکتے ہیں، لیمپ کی چمنی توڑ دیتے ہیں۔ میں نے کہا: کیا یہ ابتدا بالایذا کرتے ہیں؟ کہا: ہاں! میں نے کہا: تو فاسق ہوئے، اور کبوتر بالاجماع فاسق نہیں۔ چیل کوے فاسق ہیں۔ وہ ساکت ہو گئے۔ شریعت میں وہ جانور فاسق ہے، جو بغیر اپنے نفع کے بالقصد ابتداء ایذا پہنچائے، ایسے جانور کا قتل حرم شریف میں بھی جائز ہے۔ جیسے چیل، کوا، بندر، چوہا۔ چیل

کوے زیور اٹھا کر لے جاتے ہیں، بندر کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں، چوہے کتابیں کترتے ہیں، جس میں ان کا کوئی نفع نہیں۔ محض براہ شرارت ایذا دیتے ہیں، لہٰذا فاسق ہیں۔ بخلاف بلی کے کہ اگرچہ مرغی پکڑتی، کبوتر توڑتی ہے، مگر اپنی غذا کے لیے نہ تمہارے ایذا کے لیے۔ کنکریاں اگر طاق میں ہوں، کبوتر کے چلنے پھرنے سے گریں گی، نہ یہ کہ چمنی پر کنکری مارنا انہیں مقصود ہو۔

جب اواخر محرم میں بفضلہٖ تعالیٰ صحت ہوئی، وہاں ایک سلطانی حمام ہے میں اس میں نہایا۔ باہر نکلا ہوں کہ ابر دیکھا، حرم شریف پہنچتے پہنچتے برسنا شروع ہوا، مجھے حدیث یاد آئی کہ جو مینہ برستے میں طواف کرے، وہ رحمت الٰہی میں تیرتا ہے۔ فوراً سنگ اسود شریف کا بوسہ لے کر بارش ہی میں سات پھیرے طواف کیا، بخار پھر عود کر آیا۔ مولانا سیّد اسماعیل نے فرمایا: ایک ضعیف حدیث کے لیے تم نے اپنے بدن کی یہ بے احتیاطی کی؟ میں نے کہا: حدیث ضعیف ہے، مگر امید بحمدہٖ تعالیٰ قوی ہے۔ یہ طواف بحمدہٖ تعالیٰ بہت مزے کا تھا۔ بارش کے سبب طائفین کی وہ کثرت نہ تھی۔

کعبہ جاں کی طرف روانگی:

صفر کے پہلے عشرہ میں عزم حاضری سرکار اعظم مصمم ہو گیا۔ اونٹ کرایا کر لیے، سب اشرفیاں پیشگی دے دیں۔ آج سب اکابر علما سے رخصت ہونے کو ملا۔ وہاں پان کی جگہ چائے کی تواضع ہے، اور انکار سے برا مانتے ہیں، ہر جگہ چائے پینی ہوئی، جس کا شمار نو فنجان تک پہنچا، اور وہاں بے دودھ کی چائے پیتے ہیں، جس کا میں عادی نہیں، اور چائے گردے کو مضر ہے، اور میرے گردے ضعیف۔ رات کو معاذ اللہ بشدت حوالی گردہ کا درد ہوا، ساری شب جاگتے کٹی، صبح ہی سفر کا قصد تھا کہ مجبورانہ ملتوی رہا۔ جمالوں سے کہہ دیا گیا کہ تا شفا نہیں جا سکتے، وہ چلے گئے، اور اشرفیاں بھی انہیں کے ساتھ گئیں۔ ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے پلاسٹر لگائے۔ دو ہفتے سے زیادہ تک معالجے کیے، بحمد اللہ تعالیٰ شفا ہوئی مگر، اب بھی دن میں پانچ چھ بار چمک ہو جاتی تھی، اسی حالت میں دوبارہ اونٹ کرایا کیے، سب نے کہا کہ اونٹ کی سواری میں حال بہت ہوگی، اور حال یہ ہے۔ مگر میں نہ مانا، اور توکلا علی اللہ تعالیٰ چوبیس صفر ۱۳۲۴ھ کعبہ تن سے کعبہ جاں کی طرف روانہ ہوا۔ براہ بشریت مجھے بھی خیال آتا تھا کہ اونٹ کی ہال سے کیا حال ہوگا؟ ولہٰذا اس بار سلطانی راستہ اختیار نہ کیا کہ بارہ منزلیں اونٹ پر ہوں گی، بلکہ جدہ سے براہ کشتی رابغ جانے کا قصد کیا، مگر ان کے کرم کے صدقے ان سے استعانت عرض کی، اور ان کا نام پاک لے اونٹ پر سوار ہوا۔ ہال کا ضرر پہنچنا در کنا، وہ چمک کہ روزانہ پانچ چھ بار ہو جاتی تھی دفعۃً دفع ہو گئی۔ وہ دن اور آج کا دن ایک قرن سے زیادہ گزرا کہ بفضلہٖ تعالیٰ اب تک نہ ہوئی۔ یہ ہے ان کی رحمت، یہ ہے ان سے استعانت کی برکت صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مولانا سیّد اسماعیل اور بعض دیگر حضرات شہر مبارک سے باہر دور تک برسم مشایعت تشریف لائے، مجھ میں بوجہ ضعف مرض پیادہ چلنے کی طاقت نہ تھی، پھر بھی ان کی تعظیم کے لیے ہر چند اترنا چاہا، مگر ان حضرات نے مجبور کیا۔ پہلی رات کہ جنگل میں آئی، صبح کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی، جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہ 'حضور جان نور' میں کیا، جو حاضری دربار معلی میں لکھا گیا تھا۔

وہ دیکھ جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست، چہارم صفر کی ہے

جدہ سے کشتی میں سوار ہوئے، کوئی تیس چالیس آدمی اور ہوں گے، کشتی بہت بڑی تھی، جسے ساعیہ کہتے ہیں، اس میں جہاز کا سا مستول تھا، ہوا کے لیے بردے حسب حاجت مختلف جہات پر بدلے جاتے، حبشی ملاح کہ اس کام پر مقرر تھے، ان کے کھولنے باندھنے کے وقت اکابر اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کو عجب اچھے لہجے سے ندا کرتے جاتے۔ ایک حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو تو دوسرا حضرت سیدی احمد کبیر، تیسرا حضرت سیدی احمد رفاعی کو، چوتھا حضرت سیّد احمد ل کو علی ھذا القیاس رضی اللہ عنہ۔ ہر کشش پر ان کی یہ آوازیں عجب دل کش لہجے سے ہوتیں، اور بہت خوش آتیں۔ ایک بصری صاحب نے اپنی حاجت سے بہت زیادہ جگہ پر قبضہ کر رکھا تھا، ان سے کہا گیا نہ مانے، معلوم ہوا کہ ان پر اثر ان دوسرے بصری شیخ عثمان کا ہے، میں نے ان سے کہا: یا شیخ! انہوں نے کہا: الشیخ عبد القار الجیلانی رضی اللہ عنہ شیخ تو حضرت عبد القادر جیلانی ہیں۔ ان کے اس کہنے کی لذت آج تک میرے قلب میں ہے۔ انہوں نے ان پہلے بزرگ کو سمجھا دیا۔ اس کے بعد جب ان کو کچھ حالات معلوم ہوئے، پھر تو وہ نہایت مخلص بلکہ کمال مطیع تھے۔ تین روز میں کشتی رابغ پہنچی۔

ایک مقدمے کا تصفیہ:

یہاں کے سردار شیخ حسین تھے۔ مٹیوں کے مکان قیام کے لیے تھے، جب ان میں اترنا ہوا، اللہ اعلم لوگوں کو کس نے اطلاع دی۔ ان کے بھائی ابراہیم معہ اپنے اعزہ کے ایک جماعت کے تشریف لائے، اور اپنے یہاں کا ایک نزاعی مقدمہ کو مدت سے نافیصل پڑا تھا، پیش کیا۔ میں نے حکم شرعی عرض کیا، بحمدہ تعالیٰ باتوں ہی باتوں میں باہم فیصلہ ہوگیا۔ ربیع الاول شریف کا ہلال ہم کو یہیں ہوا۔ یہاں سے اونٹ کرایا کیے گئے نماز عصر پڑھ کر سوار ہونا ہوا، تمام اسباب قلعہ کے سامنے سڑک پر نکال رکھا تھا، گنتی کیے اونٹوں کا قافلہ تھا، ہم لوگ سوار ہو گئے، اور یہ خیال کیا کہ حاجی صاحب اسباب بار کرا دیں گے، حاجی صاحب بھی سوار ہو گئے، اور اسباب وہیں سڑک پر پڑا رہ گیا، جب منزل پر پہنچے، اب نہ کپڑے ہیں، نہ برتن ہیں، نہ گھی ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نماز کی خاطر قافلہ سے جدائی اور سرکار کا کرم:

راہ میں جب بیر شیخ پر پہنچے ہیں، منزل چند میل باقی تھی، اور وقت فجر تھوڑا۔ جمالوں نے منزل ہی پر رکنا چاہا، اور جب تک وقت نماز نہ رہتا۔ میں اور میرے رفقا اتر پڑے، قافلہ چلا گیا، کرچ کا ڈول پاس تھا، رسی نہیں، اور کنواں گہرا، عمامے باندھ کر پانی بھرا، وضو کیا، بحمد اللہ تعالیٰ نماز ہوگئی۔ اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ طول مرض سے ضعف شدید ہے، اتنے میل پیادہ کیوں کر چلنا ہوگا، منہ پھیر کر دیکھا، ایک جمال محض اجنبی اپنا اونٹ لیے میرے انتظار میں کھڑا ہے، حمد الٰہی بجا لایا، اس پر سوار ہوا، اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم یہ اونٹ کیسا لائے؟ کہا: ہمیں شیخ حسین نے تاکید کر دی تھی کہ شیخ کی خدمت میں کمی نہ کرنا۔ کچھ دور آگے چلے

تھے کہ میرا اپنا جمال اپنا اونٹ لیے کھڑا ہے، اس سے پوچھا۔ کہا: جب قافلے کے جمال نہ ٹھہرے، میں نے سوچا شیخ کو تکلیف ہو گی، قافلہ میں سے اونٹ کھول کر واپس لایا، یہ سب میری سرکار کرم کی رحمتیں تھیں۔ صلی اللہ تعالیٰ وبارك وسلم علیه وعلیٰ عترته قدر رأفته ورحمته ۔ ورنہ کہاں یہ فقیر، اور کہاں سرکار رابغ شیخ حسین؟ جن سے جان نہ پہچان، اور کہاں وحشی مزاج جمال، اور ان کی یہ خارق العادت روشیں؟

سرکار اعظم میں حاضری:

بدن کے کپڑے میلے ہو گئے تھے، اور کپڑے رابغ میں چھوٹ گئے تھے، اور ایک یا دو منزل پہلے شب کو ایک جوتا کہیں راستہ میں نکل گیا، یہاں عربی وضع کا لباس اور جوتا خرید کر پہنا، اور یوں مواجہہ اقدس کی حاضری نصیب ہوئی۔ یہ بھی سرکار ہی کی طرف سے تھا کہ اس لباس میں بلانا چاہا، دوسرے دن رابغ سے ایک بدوی پہنچا، اور اونٹ پر سوار، اور ہمارا تمام اسباب کہ چلتے وقت قلعہ کے سامنے چھوٹ گیا تھا اس پر بار، اس نے شیخ حسین کا رقعہ لا کر دیا کہ آپ کا یہ اسباب رہ گیا تھا، روانہ کرتا ہوں۔ میں ہر چنداں بدوی صاحب کو آتے جاتے دس منزلوں کی محنت کا نذرانہ دیتا رہا، مگر انہوں نے نہ لیا، اور کہا: ہمیں شیخ حسین نے تاکید فرمادی ہے کہ شیخ سے کچھ نہ لینا۔ یہاں کے حضرات کرام کو حضرات مکہ معظمہ سے زیادہ اپنے اوپر مہربان پایا۔ بحمدہ تعالیٰ اکیس روز حاضری نصیب ہوئی، بارہویں شریف کی مجلس مبارک یہیں ہوئی۔

علمائے کرام کا ہجوم:

صبح سے عشا تک علماء عظما کا ہجوم رہتا، بیرون باب مجیدی مولانا کریم اللہ رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر اللہ آبادی رہتے تھے، ان کے خلوص کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ حسام الحرمین والدولة المکیة پر تقریظات میں انہوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی۔ جزاه الله خیرًا کثیرًا یہاں بھی اہل علم نے الدولة المکیة کی نقلیں لیں۔ ایک نقل بالخصوص مولانا کریم اللہ نے مزید تقریظات کے لیے اپنے پاس رکھی، میرے چلے آنے کے بعد بھی مصر و شام و بغداد مقدس وغیرہا کے علما جو موسم میں خاک بوس آستانہ اقدس ہوتے، جن کا ذرا بھی زیادہ قیام دیکھتے، اور موقع پاتے ان کے سامنے کتاب پیش کرتے، اور تقریظیں لیتے؛ اور بصیغہ رجسٹری مجھے بھیجتے رہتے۔ رحمة الله تعالیٰ علیه رحمة واسعة ۔

علمائے کرام کی طرف سے طلب سند و اجازت:

علمائے کرام نے یہاں بھی فقیر سے سندیں اور اجازتیں لیں، خصوصاً شیخ الدلائل حضرت مولانا سیّد محمد سعید مغربی کے الطاف کی تو حد ہی نہ تھی، اس فقیر سے خطاب میں یا سیّد فرماتے، میں شرمندہ ہوتا۔ ایک بار میں نے عرض کی: حضرت سیّد تو آپ ہیں؟ فرمایا: واللہ تم سیّد ہو۔ میں نے عرض کی: میں سیدوں کا غلام ہوں۔ فرمایا: تو یوں بھی سیّد ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مولیٰ القوم منهم قوم کا غلام آزاد شدہ انہیں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سادات کرام کی سچی غلامی اور ان کے صدقے میں آفات و دنیا و عذاب قبر و عذاب حشر سے کامل آزادی عطا فرمائے۔ آمین!

یوں ہی مولانا حضرت سیّد عباس رضوان ...... مولانا سیّد مامون بری ...... مولانا سیّد احمد جزائری ...... مولانا شیخ ابراہیم خربوطی ...... مفتی حنفیہ مولانا تاج الدین الیاس ...... مفتی حنفیہ سابقاً مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستانی وغیرہم حضرت کے کرم بھولنے کے نہیں، ان مولانا داغستانی سے قبا شریف میں ملاقات ہوئی تھی کہ وہیں اٹھ گئے تھے، مکہ معظمہ کی طرح زیادہ اہم حسام الحرمین کی تصدیقات تھیں، جو بحمد اللہ تعالیٰ بہت خیر وخوبی کے ساتھ ہوئیں، زیادہ زمانہ قیام انہیں میں گزر گیا کہ ہر صاحب پوری کتاب مع تقریظات مکہ معظمہ دیکھتے، اور کئی کئی روز میں تقریظ لکھ کر دیتے۔ مفتی شافعیہ حضرت سیّد احمد برزنجی نے حسام الحرمین پر چند ورق کی تقریظ لکھی، اور فرمایا کہ اس کتاب کی تائید میں اسے ہمارا مستقل رسالہ کر کے شائع کرنا، ایسا ہی کیا گیا۔

حسام الحرمین کا کام پورا ہونے کے بعد الدولۃ المکیہ پر تقریظات کا خیال ہوا، دونوں حضرات مفتی حنفیہ نے مدینہ طیبہ اور قبا شریف میں تقریظیں تحریر فرمائیں، تیسری باری مفتی شافعیہ کی آئی، یہ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے، یہ ٹھہری کہ ان کے داماد سیّد عبداللہ کے مکان پر اس کتاب کے سننے کی مجلس ہو، عشاء کی نماز وہاں اوّل وقت ہوتی ہے، پڑھ کر بیٹھے، میں نے کتاب سنانی شروع کی، بعض جگہ مفتی صاحب کو شکوک ہوئے، میری غلطی تھی، میں حسب عادت جرأت کے ساتھ مسکت جواب دیئے، جو مفتی صاحب کو اپنی عظمت شان کے سبب ناگوار ہوئے۔ جا بجا ان کا ذکر میں نے الفیوض لمکیۃ حاشیہ الدولۃ المکیۃ میں کر دیا ہے۔ بارہ بجے جلسہ ختم ہوا، اور مفتی صاحب کے قلب میں ان جوابوں کا غبار رہا۔ مجھے بعد کو معلوم ہوا، اس وقت اگر اطلاع ہوتی میں معذرت کر لیتا۔ ایک رات ان کے شاگرد شیخ عبدالقادر طرابلسی شلبی کہ مدرس ہیں، فقیر کے پاس آئے، اور بعض مسائل میں کچھ الجھنے لگے، حامد رضا خاں نے انہیں جواب دیئے، جن کا جواب وہ نہ دے سکے، اور وہ بھی سینہ میں غبار لے کر اٹھے، ان کا غبار مجھے معلوم ہو گیا تھا، جس کی میں نے پرواہ نہ کی۔ انصاف پسند تو اس کے ممنون ہوتے ہیں جو انہیں ثواب کی طرف راہ بتائے نہ یہ کہ بات سمجھ لیں جواب نہ دے سکیں اور بتانے سے رنجیدہ ہوں اور فقیر کو متواتر ناسازیوں کے بعد مکہ معظمہ میں جو کئی مہینے گزرے واللہ اعلم وہ کیا بات تھی جس نے حضرات کرام مدینہ طیبہ کو اس ذرّہ بے مقدار کا مشتاق کر رکھا تھا' یہاں تک کہ مولانا کریم اللہ صاحب فرماتے تھے کہ علما تو علما اہل بازار تک کو تیرا اشتیاق تھا، اور یہ جملہ فرمایا کہ ہم سالہا سال سے سرکار میں مقیم ہیں، اطراف وآفاق سے علما آتے ہیں واللہ یہ لفظ تھا کہ جوتیاں چٹکاتے چلے جاتے ہیں، کوئی بات نہیں پوچھتا، اور تمہارے پاس علماء یہ ہجوم ہے۔ میں نے عرض کی: میرے سرکار کا کرم صلی اللہ علیہ وسلم

کریماں کہ در فضل بالا ترند
سگاں پرو ند وچناں پر ورند
اپنے کرم کا جب وہ صدقہ نکالتے ہیں
ہموں کو پالتے ہیں، اور ایسا پالتے ہیں

مسجد قبا اور مزار حمزہ کی زیارت:

ایام اقامت سرکار اعظم میں صرف ایک بار مسجد قبا کو گیا، اور ایک بار زیارت حضرت سیّد الشہدا حمزہ کو حاضر ہوا، باقی سرکار اقدس ہی کی حاضری رکھی، سرکار کریم ہیں اپنے کرم سے قبول فرمائیں، اور خیریت ظاہر و باطن کے ساتھ پھر بلائیں۔

ہم کو مشکل ہے انہیں آسان ہے

مدینہ طیبہ سے رخصت:

رخصت کے وقت قافلہ کے اونٹ آ لیے ہیں، پا بر کاب ہوں، اس وقت تک علما کو اجازت نامے لکھ کر دیئے، وہ سب تو الا جزات المتینہ میں طبع ہو گئے، اور یہاں آنے کے بعد دونوں حرم محترم سے درخواستیں آیا کیں، اور اجازت نامے لکھ کر گئے یہ درج رسالہ نہیں۔ چلتے وقت حضرات مدینہ کریمہ نے بیرون شہر دور تک مشایعت فرمائی، اب مجھ میں طاقت تھی، ان کی معاودت تک میں بھی پیادہ ہی رہا۔ اونٹ جدہ کے لیے کیے تھے، اب موسم سخت گرمی کا آ گیا تھا، اور بارہ منزلیں۔ منزل پر ظہر کی نماز کہ ٹھیک زوال ہوتے ہی پڑھتا تھا، اور معاً قافلہ روانہ ہوتا تھا، سر پر آفتاب اور پاؤں نیچے گرم ریت یا پتھر، اللہ تعالیٰ مولوی نذیر احمد صاحب کا بھلا کرے، فرضوں میں تو مجبور تھے کہ خود بھی شریک جماعت ہوتے، مگر جب میں سنتوں کی نیت باندھتا چھتری لے کر سایہ کرتے، جب پہلی رکعت کے سجدے میں جاتا پاؤں کے نیچے اپنا عمامہ رکھ دیتے کہ باقی رکعتوں میں پاؤں نہ جلے، ابتدا سے یوں وہ کر سکتے تھے کہ میں عمامہ رکھنا در کنار نماز میں چھتری لگانے پر بھی ہرگز راضی نہ ہوتا۔ انہوں نے اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس سفر مبارک میں بلا طمع بلا معاوضہ محض اللہ و رسول کے لیے جیسے آرام دیئے، اللہ تعالیٰ ان کا اجر عظیم دنیا و آخرت میں ان صاحبوں کو عطا فرمائے، آمین!

جدہ پہنچ کر جہاز تیار ملا بمبئی کے ٹکٹ بٹ رہے تھے، خریدے، اور روانہ ہوئے۔ جب عدن پہنچے، معلوم ہوا کہ جہاز والے نے کہ رافضی تھا، دھوکا دیا۔ عدن پہنچ کر اعلان کیا کہ جہاز کراچی جائے گا۔ ہم لوگوں نے قصد کیا کہ اتر لیں، اور بمبئی جانے والے جہاز میں سوار ہوں، اتنے میں انگریز ڈاکٹر آیا، اور اس نے کہا: بمبئی جانے والوں کو قرنطینہ میں رہنا ہو گا۔ ہم نے کہا: اس مصیبت کو کون جھیلے، اس سے کراچی ہی بھلی، راستہ میں طوفان آیا، اور ایسا سخت کہ جہاز کا لنگر ٹوٹ گیا، سخت ہولناک آواز پیدا ہوئی مگر دعاؤں کی برکت کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہر طرح امان رکھی۔ جب کراچی پہونچے ہیں ہمارے پاس صرف دو روپے باقی تھے، اور اس زمانے تک وہاں کسی سے تعارف نہ تھا، جہاز کنارے کے قریب ہی لگا، اور عین ساحل پر چنگی کی چوکی، جس پر انگریز یا کوئی گورا نوکر، اسباب کثیر، یہاں محصول تک دینے کو نہیں، ہر چیز کی تعلیم و دعا ارشاد فرمانے والے پر بے شمار درود و سلام، ان کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا پڑھی، وہ گورا آیا، اور اسباب دیکھ کر بارہ آنے محصول کہا۔ ہم نے شکر الٰہی کیا اور بارہ آنے دے دیئے، چند منٹ بعد وہ واپس آیا، اور کہا: نہیں نہیں اسباب دکھاؤ، سب صندوق وغیرہ دیکھے، اور پھر بارہ آنے کہہ کر چلا گیا۔ پھر واپس آیا، اور سب صندوق کھلوا کر اندر سے دیکھے، اور پھر بارہ ہی آنے کہے اور رسید دے کر چلا گیا۔ اب سوا روپے باقی رہا، اس میں سے

منجھلے بھائی مرحوم مولوی حسن رضا خاں کو تار دیا کہ دوسو روپیہ بھیجو، یہاں وہ تار مشتبہ ٹھہرا کہ بمبئی سے آتا کراچی سے کیسے آیا؟ بارہ روپے پہنچ گئے، بمبئی کے احباب وہاں لے جانے پر مصر ہوئے، وہاں جانا پڑا۔ مولوی حکیم عبد الرحیم صاحب وغیرہ احباب احمد آباد کو اطلاع ہوئی، آدمی بھیجے، باصرار احمد آباد لے گئے۔ سواریوں کو بمبئی سے محمد رضا خاں و حامد رضا خاں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا، میں ہندوستان میں اترنے سے ایک مہینہ بعد مکان پر پہنچا۔

جبل پور کا پہلا سفر:

ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ دوسرے سفر حج و زیارت سے واپسی پر بمبئی رونق افروز ہوئے۔ حضرت عید الاسلام مولانا شاہ عبد السلام صاحب جبل پوری زیارت کے لیے بمبئی تشریف لے گئے اور دیرینہ نیاز مندی کی وجہ سے جبل پور میں رونق افروزی کی دعوت دی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمایا: ابھی تو سرکار اجمیر مقدس کی حاضری کا شرف حاصل کرنا ہے، آئندہ موقع نکال کر ضرور آنے کی کوشش کروں گا۔

۱۳۲۶ھ میں اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سفر حج و زیارت سے واپس آئے تو اعلیٰ حضرت قبلہ نے ان کے استقبال کا ارادہ فرمایا، اور حضرت مولانا عبد السلام صاحب کو کرامت نامہ تحریر فرمایا کہ میں حسن میاں کے استقبال کے لیے بمبئی کے لیے عزم کر چکا ہوں، اگر تاریخ سے آگاہی ہوگئی اور وقت ملا تو دو ایک روز جناب کی زیارت سے مشرف ہو کر بمبئی جاؤں گا۔

حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے خط سے آپ کی آمد کی تاریخ معلوم ہوگئی تو حضور حسب الارشاد جبل پور رونق افروز ہوئے، اور چار دن قیام فرمایا۔ اسی موقع پر حضرت مولانا کی اہلیہ محترمہ اور دوسرے اعزہ داخل سلسلہ ہوئے۔

جبل پور کا دوسرا سفر:

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مولانا عبد الباقی برہان الحق صاحب قادری رضوی جبل پوری اپنے والد ماجد عید الاسلام حضرت مولانا عبد السلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دعوت نامہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، بعد ملاحظہ حضور نے فرمایا: مولانا کے بے حد کلمات تواضع نے پہلو عذر کا چھوڑا ہی نہیں، اگر بالفرض کسی کے لبوں پر بھی دم ہو وہ بھی انکار نہیں کر سکتا، ان کلمات کو سن کر یہی کہے گا کہ میں حاضر ہوں...... اور وعدہ فرما لیا اور سفر کی تیاریاں ہونے لگے۔

حضرت مولانا برہان الحق صاحب نے دریافت کیا کہ حضور کے ساتھ کون کون تشریف لے جائیں گے؟ فرمایا: مولانا! مجھے تو صرف دو آدمیوں کی ضرورت پڑے گی، ایک حاجی کفایت اللہ صاحب کی، اور دوسرے افتا کے کام کے لیے مولوی شفیع احمد خاں صاحب بیسلپوری کافی ہیں وہ خاموش ہو گئے۔ حضور نے فرمایا: یہ تو آپ کی مرضی پر ہے، آپ اور جسے چاہیں لے چلیں، مجھ سے نہ پوچھیے، مجھے جن کی ضرورت تھی آپ سے کہہ دیا۔

چنانچہ مولانا نے دو صاحب تو یہی جنہیں حضور نے فرمایا تھا، اور تیسرے خلف اصغر حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب

مفتی اعظم، اور چوتھے مولانا حسنین رضا خاں صاحب، برادر زادہ اعلیٰ حضرت منتخب کیے اب مجھے اور برادرم قناعت علی کو نہایت بے کلی ہوئی کہ کسی طرح ہم لوگوں کا بھی ساتھ میں جانا ہو جاتا، اس کے متمنی نہیں تھے کہ کوئی ہمارے مصارف سفر کا متحمل ہو۔ میں نے خلف اصغر حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم سے اپنی اور برادرم قناعت علی کی خواہش کا اظہار کیا، انہوں نے اعلیٰ حضرت سے کہہ کر ہم لوگوں کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت دلا دی۔

بعد نماز ظہر مولانا برہان الحق صاحب نے حضور سے دوسرے روز صبح پنجاب میل سے روانگی کا ارادہ ظاہر کیا، اور سکنڈ کلاس کا ڈبہ رزرو کرالیا، ہم لوگوں نے تیسرے درجے کے ٹکٹ لیے۔ مولانا نے یہ طے کیا کہ صبح چار بجے سب حضرات کو علاوہ اعلیٰ حضرت قبلہ کے مع، سامان اسٹیشن روانہ ہو جانا چاہیے۔ لہٰذا ہم لوگ نماز عشا پڑھ کر اپنے اپنے گھر رخصت ہونے اور سامان ضروری لینے کے لیے چلے گئے، اور تقریباً ڈیڑھ بجے شب کے پھاٹک میں آ گئے۔ پھر ہم لوگ چار بجے سامان وغیرہ کے ساتھ اسٹیشن پہنچ گئے، اور سوا پانچ بجے پنجاب میل آ گیا، مگر حضور اس وقت تک تشریف نہیں لائے۔ برہان میاں اور سب لوگ ٹکٹکی لگائے شہر سے آنے والے مسافروں کو دیکھ رہے تھے۔ شدید انتظار کے بعد دور سے ایک یکہ جس کا جانور بھی خیر سے نہایت سست رفتار تھا، نظر پڑا۔ دیکھا کہ حضور اس میں تنہا تشریف لا رہے ہیں، اور جیسے ہی اسٹیشن پر آئے حاجی صاحب سے فرمایا: مصلیٰ بچھایئے میں نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ فوراً ایک گوشہ میں مصلیٰ بچھایا گیا اور حضور نے نیت باندھ لی کہ اتنے میں انجن نے سیٹی دی، سب لوگ یہ سمجھے کہ بس اب گاڑی چھوٹنے والی ہے۔ برہان میاں نے جلدی جلدی کچھ ساتھ جانے والوں کو گاڑی میں بٹھا دیا، مگر ہم لوگ حضور کے پاس ہی کھڑے رہے اور یہ دیکھتے رہے کہ حضور کو نماز میں کچھ اضطراب ہوتا ہے یا نہیں۔ لیکن واللہ العظیم ابتدا سے آخر تک حسب عادت کریمہ اسی اطمینان اور خشوع وخضوع سے نماز ادا فرمائی، اور یہی نہیں بلکہ وہ وظیفہ جو بغیر پہلو تبدیل کیے بعد نماز فجر پڑھنے کا تھا، اسی اطمینان سے ختم کیا۔ برہان میاں حضور کے فارغ ہونے کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے، اب جلدی سے عرض کیا: حضور! گاڑی چھوٹنے والی ہے، تشریف لے چلیں، اور باقی وظیفہ گاڑی میں پڑھ لیں۔ فرمایا: اچھا چلیے۔ پھر فرمایا: عجیب بیہودہ سواری ہے، اور گاڑی میں بیٹھ گئے، عوام جلد جلد دست بوسی اور مصافحہ کرنے لگے، اور اسی میں سلسلہ بیعت شروع ہو گیا، اور گروہ کے گروہ مرید ہونے لگے۔ چونکہ فقیر نے رجسٹر مریدین اور شجرہ شریف ساتھ لے لیا تھا کہ یہ خدمت میرے ہی سپرد تھی، لہٰذا جو صاحب مرید ہوتے جاتے تھے، شجرہ شریف بعد اندراج نام درج رجسٹر فقیر دیتا جاتا تھا۔ اس سلسلہ کو بھی بہت دیر ہو گئی، مگر گاڑی جب بھی نہ چھوٹی، یہاں تک کہ آفتاب خوب بلند ہو گیا۔ بعض حضرات نے اسٹیشن ماسٹر سے جا کر سبب دریافت کیا، معلوم ہوا کہ لائن صاف نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا: برہان میاں کہاں ہیں؟ جو کہہ رہے تھے کہ گاڑی چھوٹنے والی ہے، غرض گاڑی بدستور کھڑی ہے، اور لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں اور مرید ہوتے جا رہے ہیں۔

اسی ہجوم میں حضور کے پوتے جیلانی میاں کھڑکی کے پاس آئے، اور حضور کی دست بوسی کی۔ انہیں معمولی لباس میں دیکھ کر فرمایا: کیا تم نہیں چلو گے؟ انہوں نے عرض کیا: جیسا حکم فرمائیں، مگر میں تو یونہی کرتہ پہنے ہوئے چلا آیا ہوں، کپڑے مکان پر

ہیں۔فرمایا: کوئی حرج نہیں، اور حاجی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ تانگہ میں بیٹھ کر مکان چلے جاؤ، اور جیلانی کے کپڑے لے آؤ۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں وہ کپڑے لے کر واپس آ گئے۔

بڑے مولانا صاحب (حضور کے خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب) مصافحہ کر کے دست بوس ہوئے، حضور نے ان سے بھی یہی سوال فرمایا کہ کیا تم چل رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: مجھ سے کسی نے چلنے کو کہا نہیں۔ ارشاد فرمایا: میں تم سے کہتا ہوں چلو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں تو حضور کو رخصت کرنے اسی کرتہ میں چلا آیا تھا۔ فرمایا: کچھ حرج نہیں، وہیں چل کر کپڑے سل جائیں گے، بیٹھ جاؤ۔ برہان میاں صاحب نے جلدی سے ٹکٹ سکنڈ کلاس کے خرید کر لیا۔

اس وقت اسٹیشن ماسٹر سے معلوم ہوا کہ کسی اسٹیشن پر گاڑی کا پہیہ لائن سے اتر گیا جس کے باعث لائن خراب ہوگئی، اسے درست اور صاف کرنے میں اتنی دیر ہوگئی، اب عنقریب ٹرین چھوڑنے والا ہوں۔ غرض یہ مبارک سفر ۱۹ ر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۷ھ روز شنبہ کو ہوا، اور دس بجے ان کی گاڑی روانہ ہوئی۔

ایک بات آج تک سمجھ میں نہ آئی یعنی بریلی سے جبل پور تک اکثر اسٹیشوں پر مسلمانوں کی جماعت کو حضور کا منتظر پاتا۔ نہ معلوم کس طرح بجلی کی طرح تمام جگہ خبر پھیل گئی تھی کہ حضور فلاں ٹرین سے تشریف لا رہے ہیں لکھنؤ اسٹیشن پر حضرت سلطان الواعظین مولوی حاجی محمد عبدالاحد صاحب قادری رضوی کو دیکھا۔ ان سے حضور نے فرمایا: مولانا! آپ تو ابھی یہیں موجود ہیں۔ انہوں نے نیچی نظروں سے عرض کیا کہ حضور کا والا نامہ ملتے ہی میں پیلی بھیت سے حساب لگا کر چلا تھا کہ ایک روز پہلے جبل پور جاؤں گا لیکن لکھنؤ آ کر گاڑی چھوٹ گئی مگر قصداً کہ دل نے یہی کہا کہ حضور کے ساتھ جاؤں گا، حضور مسکرا کر خاموش ہو گئے۔ یہاں بھی اکثر حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔ میرے خیال میں شاذ و نادر ایسے اسٹیشن گزرے ہوں گے، جن پر کوئی مرید نہیں ہوا ہو، ورنہ تقریباً ہر اسٹیشن پر عوام حلقہ بگوش ہوئے، بلکہ بعض اسٹیشنوں پر گاڑی چل دی اور لوگ دوڑ کر عرض کرتے جاتے حضور! ہم بھی مرید ہونا چاہتے ہیں، اور حضور فرماتے جاتے کہ میں نے غوث پاک کی غلامی میں آپ حضرات کو قبول کیا، اور فرماتے کہ شجرہ واپسی میں ملے گا، یا ڈاک سے منگا لیجیے گا پھر گاڑی پرتاب گڑھ پہنچی، وہاں سکنڈ کلاس کا ڈبہ میل سے کاٹ کر الہٰ آباد والی ریل میں لگا دیا گیا، ریل ساڑھے تین بجے الہٰ آباد پہنچی، وہاں بھی مسلمانوں کے گروہ جوق در جوق آئے اور دست بوس ہونے لگے، مغرب کے بعد ساڑھے سات بجے ریل الہٰ آباد سے روانہ ہوئی اور قریب چار بجے شب کٹنی اسٹیشن آیا، یہاں حاجی عبدالرزاق صاحب قادری رضوی حضور کے خلیفہ کثیر جماعت کے ساتھ موجود تھے، اور خود حضرت عید الاسلام مولانا عبد السلام جبلپوری بھی اہالیان جبل پور سے ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ خیر مقدم کے لیے تشریف لائے تھے۔ یہاں سے ہر دو جماعت کے افراد ساتھ ہو لیے۔ سپیدہ سحر نمودار ہو چکا تھا، ایک چھوٹے اسٹیشن پر جس پر ٹرین صرف دو منٹ ٹھہرتی تھی، سب لوگ فریضہ فجر ادا کرنے کے لیے پلیٹ فارم پر اتر پڑے، بعض کو چلتی گاڑی میں وضو کرنے کا موقع مل گیا تھا، اور اکثر نے اسٹیشن پر اتر کر وضو کیا، جبلپوری حضرات، کوری مارکین کے تھان اپنے ہمراہ لیتے آئے تھے جو طویل رقبہ میں بچھائے گئے تھے، ان پر

دور تک مسلمانوں نے صف بندی کی، حضور نے امامت فرمائی۔ بعد سلام، طویل دعا کے بعد حسب معمول بغیر پہلو بدلے وظیفہ پڑھا، اور سب حضرات بھی اپنے اپنے اوراد و وظائف پڑھتے رہے، جو لوگ قریب تھے، انہوں نے مصافحے اور دست بوسی کی اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ نصف گھنٹے سے زائد ہی ٹرین کھڑی رہی، اسٹیشن ماسٹر کا برہان میاں نے شکریہ ادا کیا، اور فرمایا کہ اب گاڑی چھوڑ دیجیے۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا: مولانا! یہ آپ کیا فرمارہے ہیں؟ اگر آپ فرمائیں تو اور روک سکتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا: نہیں، اب کوئی ضرورت نہیں، آپ کی عنایت ہے۔ سب حضرات اطمینان سے بیٹھ گئے، اسٹیشن ماسٹر نے سلام کیا، اور سبز جھنڈی کو حرکت ہوئی گارڈ نے بریک کھول دیا اور ڈرائیور نے وقت پورا کرنے کے لیے پوری اسٹیم سے ڈاک گاڑی چھوڑ دی۔

اہالیان جبل پور نے، جب حضور وظائف سے فارغ ہوئے، بڑے پیمانہ پر چلتی گاڑی میں سب کو ناشتہ کھلایا۔ دس بجے دن کے ٹرین اسٹیشن جبل پور پہنچی۔ اہل جبل پور کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ جس طرف نظر پڑتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آرہا تھا، تمام پلیٹ فارم اور پل اور پلیٹ فارم کے بالمقابل لین کے کنارے، اور مسافر خانے اور بیرون اسٹیشن کھچا کھچ بھرا تھا۔ گاڑی پہنچتے ہی چاروں طرف سے نعرہ تکبیر ورسالت سے سارا اسٹیشن گونج گیا۔ پولیس کے جوان اور انسپکٹران وغیرہ اگرچہ کافی تعداد میں موجود تھے، وہ ہر چند کوشش کررہے تھے کہ حلقہ باندھ کر مسافروں کو باہر اسٹیشن کے لے چلیں، مگر مجمع کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا نہ آیا۔ بالآخر عاجز آکر علیحدہ کھڑے ہوگئے اور حضرت مولانا عبد السلام صاحب قبلہ اور برہان میاں سے عرض کیا کہ اب آپ ہی اپنے مہمانوں کی سہولت پہنچائیں گے، ہمارے قابو سے باہر ہے۔

بڑی مشکل سے سکنڈ کلاس کے آگے سے ہجوم کو قدرے ہٹایا گیا، اور اس قدر گل ریزی ہوئی کہ تمام درجہ میں پھول ہی پھول نظر آرہے تھے، بڑے بڑے ٹوکروں میں گلاب کے پھولوں کے موٹے موٹے گجرے اور پھولوں کے گل دستے بھرے ہوئے آئے تھے، جو ہر ایک کے گلے میں بکثرت ڈالے گئے، اور دونوں ہاتھوں میں ایک ایک گلدستہ دے کر پلیٹ فارم پر سب کو اتار کر دو بڑے حلقے میں لے کر نعرہ لگاتے ہوئے پھاٹک پر پہنچے، تو اسے مقفل پایا، اسٹیشن ماسٹر نے قصداً بند کردیا تھا کہ اس حیلہ سے مولانا عبد السلام کے پیر کو اچھی طرح دیکھ سکوں گا۔ چنانچہ فوراً آکر قفل کھول دیا۔

باہر اسٹیشن کے بکثرت موٹر، فٹنیں اور سیکڑوں تانگے کھڑے ہوئے ہیں، ایک بہترین موٹر جو ہار پھولوں سے مزین کیا گیا تھا حضور کے لیے لایا گیا۔ حضور اور حضرت مولانا شاہ عبد السلام صاحب اور حضور کے دونوں شاہزادگان سوار ہوئے۔ اس موٹر کے پیچھے دوسرے موٹر میں دیگر لواحقین اور فٹنوں تانگوں میں متوسلین اور معتقدین بیٹھے۔ ان کے علاوہ دورویہ سلسلہ عوام کا تھا جو پیدل ہمراہ تھے۔ یہ جلوس میری نگاہ میں ایک میل سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ تھوڑے تھوڑے فصل سے سڑک پر نہایت ہی شاندار سبزی کے پھاٹک لگائے گئے تھے، چند سرخ ٹول میں جلی قلم سے سنہری حروف سے اسی پر لکھا تھا: **السلام علیکم یا امام اهل سنة** کسی پر تحریر تھا: **السلام علیکم یا مجدد ماة حاضره** یورپین انگریز اور ان کی میمیں اور بچے اپنے بنگلوں سے باہر آکر کھڑے ہوکر، جابجا عوام اور مستورات مکانات کی چھتوں پر، دوکاندار اپنی اپنی دوکانوں سے نیچے اتر کر پرے جمائے

وست بستہ ٹکٹکی لگائے اس شاندار جلوس کو دیکھ رہے تھے، بازار کی خرید وفروخت کاروبار مطلقاً موقوف، ہر ایک اس پر فضا منظر کو مشتاق نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

الغرض جلوس بڑی آن بان کے ساتھ خراماں خراماں کئی گھنٹے میں حضرت، مولانا عبدالسلام صاحب جبل پوری کے کاشانہ اقدس پر رونق افروز ہوا، وہاں مکان کی زیب وزینت اور آئینہ بندی قابل دید تھی، اندرونی وبیرونی تمام حصوں میں ترکی قالینیں بچھائی گئی تھیں، درودیوار سب بیش قیمت کپڑوں سے سجادیے گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے تشریف رکھنے پر منقبت خوانی کا سلسلہ شروع ہوا اور دیر تک مختلف حضرات کی جانب سے منو نامی نعت خواں نے نہایت ہی خوش الحانی کے ساتھ پر کیف مناقب پڑھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ حرمین طیبین میں جیسا اس فقیر کو نوازا اس کے بعد نمبر ہے تو آپ حضرات کا، بعدہ جلسہ برخواست ہوا۔

مغرب کی نماز کے وقت جامع مسجد جو حضرت مولانا کے مکان سے قریب ہے جونہی حضور نے فرش مسجد پر قدم رکھا، فرمایا: اس مسجد کی سمت قبلہ صحیح نہیں ہے لہٰذا صفوف وتراً قائم ہو پانچوں وقت کی نماز باجماعت حضور اسی مسجد میں پڑھا کرتے، اور دن میں تحریری کام جو ان کی غذائے روحی تھا کرتے رہتے، البتہ مابین عصر ومغرب نہ تحریر فرمایا کرتے، نہ کتب بینی کرتے۔ یہ نہ صرف یہاں بلکہ ہمیشہ کا معمول تھا، اور بسا اوقات فرماتے کہ اس وقت لکھنے پڑھنے کا کام نہیں کرنا چاہیے، بینائی کم ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت سے ملاقات کے وقت مقرر تھے صبح ۸؍ بجے سے ۱۰؍ بجے تک اور سہ پہر کو بعد نماز ظہر سے عصر تک اور بعد عشا بھی کافی وقت دیا جاتا تھا۔ عصر کے بعد کا وقت خالی تھا لہٰذا طے پایا کہ بعد نماز عصر حضور کو شہر سے باہر بغرض تفریح دماغ لے جایا کریں گے، جسے حضور نے ان لوگوں کی دل شکنی کا خیال فرماتے ہوئے منظور فرمالیا، چنانچہ روزانہ بعد نماز عصر دروازہ مسجد پر موٹر، ٹمٹمیں تانگے تیار رہا کرتے، نماز مغرب بیرون شہر میدان میں اکثر ہوا کرتی۔ ایک مرتبہ جماعت قائم ہو رہی تھی کہ ہمراہیان میں سے کسی نے کسی راہگیر کو سامنے سے گزرنے کو منع کیا، آپ نے فرمایا: کیوں روکتے ہو؟ جانے دو، کوئی حرج نہیں۔ جنگل یا مسجد کبیر میں سامنے سے گزر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا: مسجد کبیر کوئی مسجد نہیں بجز مسجد خوارزم کے کہ جس کا مربع چالیس ہزار ستون پر ہے، ان مساجد میں دیوار قبلہ تک سامنے سے نہیں گزر سکتے۔

قدرتی مناظر کی دید:

ایک روز قرار پایا کہ کچھ قدرتی مناظر دکھانا چاہیے، چنانچہ بھیرا گھاٹ جسے دھواں دھار بھی کہتے ہیں، اور جو دس بارہ میل کے فاصلے پر تھا، علی الصباح چلنا تجویز کیا۔ لہٰذا ناشتہ کرنے کے بعد ہی موٹر وغیرہ آگئے ہم سب لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہوئے، ابھی وہ مقام تقریباً پانچ چھ میل تھا کہ ایسی آواز سنائی دی جیسے بڑے زور میں ریل گاڑی آرہی ہے۔ مقامی حضرات سے معلوم ہوا کہ ریل کی آواز نہیں ہے بلکہ دھواں دھار کی آواز ہے، جو دم بدم مہیب ہوتی جاتی تھی۔ الحاصل قریب دو پہر کے ایک ڈاک بنگلہ میں حضور کو مع ہمراہیان ٹھہرایا گیا، اور چونکہ رات ہی میں جملہ سامان رسد وغیرہ مع باورچی یہاں پہنچ گیا تھا، لہٰذا

تھوڑی دیر میں دسترخوان بچھایا گیا اور پر تکلف طعام چنے گئے۔ بعد فراغت حضور نے قدرے آرام کیا۔ باہر ڈاک بنگلہ کے ایک صاحب خوش نما پتھر کی کچھ چیزیں فروخت کر رہے تھے جن میں کچھ پتھر کے ٹکڑے بھی تھے، جن میں رنگ برنگ قدرتی نقش ونگار قابل دید تھے، ہم لوگوں کو اس کی قدرتی صنعت پر تعجب ہو رہا تھا، اور خداوند عالم کی شان خالقیت کے جلوے نظر آ رہے تھے۔

اب دھواں دھار چلنے کی رائے قرار پائی حضور کی سہولت وآرام کی خاطر ایک ڈولی بنا کر اس میں حضور کو بٹھا دیا گیا اور دھواں دھار کی طرف لے چلے، کچھ دور پہنچنے کے بعد دریائے نربدا بہتا نظر آیا جس کا نصف پاٹ تو ایسا تھا کہ پہاڑ کے پتھر جس پر پہا ؤتھا قریب قریب ابھرے ہوئے تھے جن پر ہم لوگ پاؤں رکھتے ہوئے حضور کی ڈولی کے ساتھ ساتھ بے تکلف چلے گئے۔ اب آگے پتھر نمایاں نہ تھے، بلکہ پانی ہی پانی نظر آرہا تھا، کئی سوفٹ نیچے ایک پہاڑی کے درّہ میں گر رہا تھا، گرتے وقت مثلِ دودھ کے پانی سفید ہو جاتا تھا، درّہ میں تپہ کھا کر دھوئیں کی شکل میں اٹھ رہا تھا۔

ناظرین کرام خیال فرما سکتے ہیں کہ ایک پورا دریا ایک دم بلندی سے نیچے گرے کس قدر خوفناک آواز پیدا ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ میلوں دور اس گراؤ کی آواز پہنچ رہی تھی۔ یہاں سے واپس آکر حضور نے ڈاک بنگلہ میں آرام فرمایا بعدہ نماز ظہر ہوئی۔

اس کے بعد عبد الکریم پہلوان قادری رضوی نے حضور سے عرض کیا: میں کچھ ورزش دکھانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ باہر میدان میں سب حضرات جمع ہوگئے، حضور بھی ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلوان صاحب موصوف نے وہیں پہاڑ کی گھاٹی سے ایک پتھر تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا اور ۳ر۴ انچ موٹا اٹھا کر اپنے داہنے ہاتھ کی کلائی سے دوسری ضرب میں بال ڈال دیا، اور تیسری ضرب میں دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر ایک بہت بڑا پتھر جو ۶ر۷ من سے وزن میں کم نہ ہوگا، اشارہ کر کے کہا کہ اس پتھر کو میرے پاس لے آؤ۔ لہٰذا کچھ مضبوط آدمی بڑی مشکل سے دھکیلتے ہوئے قریب لائے، پہلوان چت لیٹ گئے، لوگوں نے بکوشش کچھ پتھر اوپر پہنچایا اور کچھ پہلوان صاحب نے کوشش کر کے سینہ پر لا دلیا اور حیرت کی بات یہ ہوئی کہ باجودے کہ وزنی پتھر سینہ پر تھا مگر کلام کرتے جاتے تھے، چنانچہ پتھر کو اوپر رکھ لیا تھا کہنے لگے، اب اس پتھر پر جو آدمی آسکیں کھڑے ہو کر خوب کو دیں۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا: بھائی عبد الکریم! پتھر ہی کا وزن کیا کم جو اور آدمیوں کو سوار کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا: حضور ملاحظہ تو فرمائیں، کوئی حرج نہیں۔ لہٰذا ایک صاحب پتھر پر کھڑے ہو کر کودنے لگے، اس کے بعد پہلو کی طرف سے لوگوں کو بٹھا کر ایک اشارہ میں پتھر کو سینے سے جدا کر دیا، سامنے لانبی بیل گاڑی خالی کھڑی تھی جس پر شہر سے سامان آیا تھا، بایمائے پہلوان صاحب لوگ اسے کھینچ لائے، پہلوان صاحب نے فرمایا: اس میں جتنے حضرات آسکیں بھر جائیں، بقیہ لوگ کھینچیں، اور میرے اوپر سے اتار دیں غرض آدمیوں سے بھری ہوئی گاڑی کا ایک پہیہ اپنی رانوں پر سے اور دوسرا شانوں پر سے لیٹ کر اتروا دیا، بعدہ حضور نے بطور انعام کچھ رقم عطا فرمائی۔

اس کے بعد وہیں قریب میں ایک پہاڑی پر جانے کا اتفاق ہوا، جس پر پہنچنے کے لیے ۵۰۰ سیڑھی پتھر کی تھیں، اس مقام کا نام چونسٹھ چگنی تھا یعنی وہاں وہ بت محفوظ تھے جنہیں شہنشاہ دین پرور حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے توڑا تھا، پہلی

سیڑھی کے پاس دوستون پھاٹک کے قائم تھے، ان میں سے ایک پر ایک سین بورڈ گورنمنٹ کی جانب سے لگا ہوا تھا، جس میں بخط اُردو انگریزی یہ ہدایت لکھی ہوئی کہ کوئی ان بتوں کی مرمت نہ کرے...... حضور نے اس نوٹس کو پڑھا، اور مسکرا کر فرمایا: جن کی حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرمت کی ہو، ان کی مرمت کون کر سکتا ہے؟ اوپر گھاٹی کے جا کر دیکھا کہ بیچ میں ایک مندر ہے اور چاروں طرف احاطہ میں بڑے بڑے بت رکھے ہیں جو تعداد میں ۸۴ ہیں، مگر کوئی سالم نہیں کسی کی پستان کٹی ہوئی، کسی کا ناک، کسی کا بازو، حضور نے اور تمام ہمراہیان نے بآواز بلند پڑھا: **اشھد الا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الٰھا واحدا لا نعبد الا ایاہ** اسی نواح میں ایک گھاٹی پر راستہ میں ایک پتھر یا چھوٹی سی بشکل بت پڑی تھی مگر سالم وہ بھی نہ تھی، جس سے پتا چلتا ہے کہ جس وقت حضرت سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے بت شکنی فرمائی ہے تو اس میں فرشتوں کا بھی ہاتھ تھا، ورنہ کوئی بت تو سالم دکھائی دیتا۔

بعد نماز عصر کشتی میں سب لوگ سوار ہوئے، اور اس بحری درّہ میں جس کے دونوں جانب سنگ مرمر کی سر بفلک چٹانیں کھڑی ہیں، اور قدرتی عجائبات قابل دید تھے کسی جگہ چاند کی شکل بن گئی، ایک جگہ پہاڑ کے اوپر بجنسہ ہی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی سیاہ فام شخص برہنہ سر سفید کرتا پہنے کنارہ پر بیٹھا ہے، حضور نے ان پہاڑوں کو دیکھ کر فرمایا کہ ایک صاحب مسجد میں آتے وقت طاق میں جوڑ ھیلے رکھے تھے، انہیں شاہد بنالیا کرتے تھے، یعنی کلمہ شہادت پڑھ لیا کرتے تھے۔ بعد انتقال کسی نے ان سے خواب میں پوچھا: تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ کہنے لگے مجھے حکم دوزخ کا ہوا، فرشتے دوزخ کی طرف لے چلے مگر جس دروازہ پہنچتے ہیں اس کے سامنے ایک پہاڑ حائل ہے، فرشتوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اے ہمارے رب! یہ پہاڑ کیسے ہیں، ارشاد باری ہوتا ہے، اے میرے فرشتوں! یہ پہاڑ ان ڈھیلوں کے ہیں جنہیں یہ مرا بندہ شاہد بنالیا کرتا تھا، اب اسے لے جاؤ میری رحمت سے جنت میں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ جب ڈھیلے پہاڑ ہو گئے تو یہ تو پہاڑ ہیں کیوں نہ شاہد بنالیا جائے۔ لہٰذا حضور کے ساتھ سب نے بآواز بلند بار بار کلمہ شہادت **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ** پڑھنا شروع کر دیا، جس سے وہ پہاڑ گونج گئے، بعدہ حضور نے فرمایا: اب سے پہلے تقریباً بارہ سال ہوئے کہ میں نے اس درّہ میں ایک فقیر صاحب کو ایک جھونپڑی میں دیکھا تھا، غرض کشتی آگے بڑھی دور سے دیکھا کہ جھونپڑی کے آثار پائے جاتے ہیں فقیر صاحب کا پتا نہ تھا اور وہیں دیکھا کہ پانی پر درہ تک سیاہ کائی سی جمی تھی، ملاحوں نے فوراً کشتی روکی اور گھبرا کر کہا کہ کوئی بیڑی پینے کے لیے دیا سلائی نہ جلائیں کہ شہد کی مکھی پانی پی رہی ہے، خیریت گزری کہ ابھی کشتی کی رفتار سے پانی کی لہر وہاں تک پہنچنے نہیں پائی ہے اور نہایت تیزی کے ساتھ کشتی کا رخ پھیر کر گھاٹ پر آ کر دم لیا، اور کہنے لگے کہ یہ حضور کے قدموں کی برکت تھی کہ سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے ورنہ ایک بھی نہ بچتا اگر وہ خبردار ہو کر پلٹ جاتی۔ سب نے مغرب کی نماز پڑھی اور خدا کا شکر ادا کیا اور شہر کو واپس آ گئے۔

دعوتوں کا سلسلہ:

جبل پور ۲۸ ر یوم حضور کا قیام رہا، اور اسی عرصہ میں قریب قریب روزانہ کبھی ایک وقت اور کبھی دونوں وقت شہر میں دعوتوں

کا سلسلہ رہا، اور دعوتوں میں صرف ہم ہی لوگ مدعو نہ ہوتے تھے بلکہ مقامی حضرات بھی شریک ہوتے تھے اور اس بڑی جماعت کے خانے کا اہتمام ہو جاتا تھا یہاں ہر دعوت میں یہ دستور تھا کہ بعد فراغ طعام حاضرین کو معطر کر کے ایک گجرا پھولوں کا ضرور ڈالا جاتا تھا، چونکہ حضور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے مہمان تھے اس لیے ہر میزبان کی دعوت بمنظوری حضرت ممدوح مقرر ہوتی تھی بعد دعوتوں میں ہمراہیان حضور کو بھی حضور کے ساتھ بیش بہا عمامے نذر کیے گئے، مکرمی سیٹھ عبد الکریم صاحب قادری رضوی عرف میں سیٹھ صاحب نے جنہوں نے حضور کی تشریف آوری جبل پور میں بڑا حصہ لیا تھا بڑے پیمانہ پر دعوت کا اہتمام کیا دعوت کی جگہ خاص طور پر ایک لانبے کمرے کی صورت میں تھی جس کے طول میں ہر دو جانب برابر دروازے تھے، اس دعوت میں گرچہ معمول سے کہیں زائد اجتماع تھا مگر کمرہ اتنا وسیع تھا کہ بیک وقت سب حضرات کے روبرو دستر خوان بچھ گیا، اور ایک ساتھ ہی سب کے ہاتھ دھل گئے کہ ہر در میں آفتابے ہر ایک کے سامنے آ گئے، اور یوں ہی بیک وقت کھانہ روبرو اتار دیا گیا، میں جملہ اقسام کا شمار کیا تو ۴۸ قسمیں تھیں، جب سب حضرات کھا چکے، آن واحد میں جملہ ظروف اور دستر خوان اٹھ گئے، میں نے سیٹھ صاحب سے آہستہ سے کان میں کہا کہ سیٹھ صاحب! یہ دعوت کی، یا بائسکوپ کا تماشہ دکھایا، وہ مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

سیٹھ دادا بھائی سلامی نے بھی زبردست دعوت کی، یعنی پلاؤ روغن بادام میں پکوایا تھا۔ سیّد عبدالکبیر صاحب قادری رضوی نے دعوت کی، اور سب کو لسٹری قیمتی عمامے تقسیم کیے خود حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس کے یہاں تو مستقل مہمان ہی تھے، پھر بھی مخصوص طور پر دعوت فرمائی اور نہایت خوبصورت سچے پلوؤں کے عمامہ تقسیم کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا ممدوح نے حق میزبانی پورا پورا ادا فرمایا، جس جگہ بالا خانہ پر حضور کا قیام تھا، ایک صاحب مولانا کے مریدین خاص سے بروقت اس کام پر متعین تھے کہ پان بناتے، چنانچہ ہم لوگوں کی ڈبیہ پانوں سے خالی نہیں رہتی تھی، اگر پان دیر کے بنے ہوئے ہوتے تو انہیں تبدیل کرتے رہتے، نیز حاضر ہونے والے حضرات کی خدمات میں بلا تاخیر پانوں کی تھالی پیش کرتے، دوسرے صاحب کی تحویل میں متفرقات تھی یعنی سوڈے کی بوتلیں، برف، بیڑی، سگریٹ، دیا سلائی، کارڈ لفافہ ٹکٹ ڈاک سادہ لفافہ کاغذ پینسل وغیرہ ان کا فرض منصبی تھا کہ مہمان سے دن سے تین چار مرتبہ دریافت کر لیا کرتے، حجام روزانہ صبح کے وقت خط بنوانے کے لیے ہر ایک سے دریافت کر جاتا، کثیف کپڑے دھلنے کے واسطے لے لیے جاتے تھے۔

ٹیلر ماسٹر حیدر صاحب قادری رضوی جن کی مشہور و معروف دکان صدر بازار کی ایک شاندار کوٹھی میں تھی، اس کے متمنی تھے کہ حضور کی دعوت میں بھی کرتا، مگر جب جس تاریخ کی دعوت کی درخواست کرتے، وہ تاریخ خالی نہ پاتے، مجبوراً مضمحل ہو کر واپس چلے جاتے، ایک روز پھر ایسا اتفاق ہوا کہ انہوں نے درخواست کی، مگر عبدالکبیر صاحب کی یہاں کی دعوت کے باعث جو صدر ہی میں تھی مسترد کر دی گئی تو انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ اچھا میرے یہاں اسی روز چائے کی دعوت منظور فرمائی جائے، اس پر خود حضور پرنور اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ماسٹر حیدر صاحب آپ کی قلبی تکلیف کو عرصہ سے محسوس کر رہا ہوں، اچھا

میں کل آپ کی چائے کی دعوت منظور کرتا ہوں، یہ الفاظ کریمہ سنتے ہی ماسٹر صاحب نے دست بوسی کی، اور خوش خوش اپنے مکان چلے گئے اور دوسرے روز منجملہ دیگر سواریوں کے حضور کے واسطے چار گھوڑوں کی بہترین فٹن بعد مغرب لے کر حاضر ہوئے، سب لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہوئے جس وقت ماسٹر صاحب کی کوٹھی قریب آئی، گیس کی روشنی میں ایک سنہری کا پھاٹک تقریباً دوفرلانگ کے فصل سے لگایا تھا اس کے محاذ پر پہنچتے ہی ایک گولا آواز کا چھوڑا گیا مگر حضور کو پہلے کہیں اور جانا تھا اس لیے گاڑی سیدھی نکلی ہوئی چلی گئی بقیہ جتنے حضرات تھے وہ سب پھاٹک پر اتر پڑے ہم لوگوں نے دیکھا کہ چھوٹتے ہی ایک یورپین افسر اور چند گورے بارکوں میں سے نکل آئے، اور مولانا عبدالباقی برہان الحق صاحب سے دریافت کرنے لگے، انہوں نے کچھ ایسے فرمائے، یعنی آل ورلڈ پاڈری اس نے پوچھا: انہوں نے حضور کا اسم مبارک بتایا، کہنے لگے: ہاں! ہم نے یہ نام سنا ہے، اور اس وقت تک اشتیاق میں کھڑا رہا جب تک حضور تشریف نہ لائے۔

ماسٹر حید رصاحب نے پھاٹک سے کوٹھی تک سڑک پر ٹول کی روش بنائی تھی، اور دورویہ تریاں وغیرہ لگا کر کوٹھی کے سامنے شامیانہ وغیرہ سے آراستہ کیا تھا، جا بجا بجلی کے قمقمے مختلف رنگ کے آویزاں کیے تھے، غرض کوٹھی کے وسطی وسیع کمرہ میں نہایت پرتکلف مسند پر حضور جلوہ فرما ہوئے اور بقیہ حضرات قیمتی قالینوں پر جو موزونیت کے ساتھ بچھائے گئے تھے تشریف فرما ہوئے، کوٹھی میں قلعی سبز رنگ کی تھی اور سبز ہی تیز روشنی بجلی تھی۔ مختصر یہ کہ سب مہمانوں کے سامنے مختلف اقسام کے بسکٹ کیک وغیرہ چائے کے ساتھ پیش کیے، اور اخیر میں سگریٹ پان کی تواضع کی، اور ایک بند لفافہ جس میں ایک ایک نوٹ علیٰ قدر مراتب بطور نذر ہر ایک کا نام لکھ کر پیش کیا۔

جبل پور والوں کی عید:

غرض اٹھائیسوں رات کامل جبل پور والوں کے لیے ہر روز، روز عید، اور ہر شب، شب برات کی مثال تھی، اور اعلیٰ حضرت کے دم قدم کے برکات سے دینی و دنیوی انوار کا نزول ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا تھا، آخر تا کجے؟ اگرچہ جبل پور والوں کے ذوق وشوق کی حالت ودلی تمنا یہ تھی کہ اسی طرح عمر گزر بسر جائے کہ اعلیٰ حضرت کی میزبانی کا شرف ہم لوگوں کو عمر بھر نصیب ہو، مگر اعلیٰ حضرت کے ضروری مشاغل دینیہ میں بہت فرق آ گیا تھا، تصنیفات وتالیفات کا سلسلہ اگرچہ یہاں بھی جاری تھا مگر جس یکسوئی کے ساتھ بریلی شریف میں یہ خدمت ہوتی تھی یہاں زائرین کے ہجوم، بیعت ہونے والوں کے ذوق شوق، ملاقات کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے ناممکن تھا، اس لیے اعلیٰ حضرت نے بریلی شریف واپسی کا ارادہ ظاہر فرمادیا۔

آج وہ رات ہے، جس کی صبح کو حضور بریلی شریف مراجعت فرمانے والے ہیں۔ برہان میاں بازار سے کچھ کھلونے چینی کے، اور کچھ گڑیا پارچہ گتا کے تحفہ بچوں کے لیے لائے۔ کسی نے عرض کیا: حضور! ان کا شمار بتوں میں ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ بچے انہیں معبود نہیں سمجھتے، بلکہ تھوڑی سی دیر میں توڑ پھوڑ کر فنا کے گھاٹ اتار دیتے ہیں، پھر فرمایا: گڑیوں میں حرج نہیں:

خود ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک طاق میں گڑیا رکھی تھیں اور کچھ گھوڑے پر دار بنا کر بیچ میں

لٹکاتے تھے اور بایں خیال کہ کہیں حضور نہ دیکھ لیں طاق پر پردہ پڑا رہتا تھا، ایک روز جس وقت حضور تشریف لائے اتفاقیہ ہوا کے جھونکے سے پردہ اٹھ گیا حضور نے دیکھ کر دریافت فرمایا: اے عائشہ! ام المومنین نے عرض کیا: حضور! یہ گڑیا ہے، حضور نے گھوڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اور یہ کیا ہیں؟ ام المومنین نے عرض کیا: حضور! یہ گھوڑے ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! گھوڑے کے پر کب ہوتے ہیں؟ ام المومنین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں پردار گھوڑے ہوتے تھے، حضور مسکرا کر خاموش ہو گئے، اور کچھ نہ فرمایا۔

اب صبح نماز فجر کے بعد سے جو کچھ سامان باقی رہ گیا تھا درست کیا گیا، اہالیان جبل پور پر اداسی چھائی ہوئی تھی، جسے دیکھیے مغموم و مضمحل آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے، دل ایسے بھرے ہوئے کہ بات کرنا دشوار، خلاصہ یہ کہ ان مجبوروں کی حالت دیکھ کر ہم لوگوں کے دل بھر آئے، مجمع دم بدم بڑھ رہا تھا۔

اس وقت حضرت عیدالاسلام جناب مولانا شاہ عبدالسلام صاحب مدظلہم الاقدس نے مبلغ ایک ہزار روپے سکہ رائج الوقت ایک سفید چینے کے قاب میں نذر کیے، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرماتے ہوئے کہ مولانا! یہی کیا کم تھا جو آپ کو اس وقت تک صرف کیا، قبول فرمالیا۔

اس کے بعد حضور نے اپنے وظیفہ کی صندوقچی میں سے جس میں سوائے وظیفہ کی کتاب کے اور کچھ نہیں رہتا تھا، نہ کسی چیز کے رکھنے کی گنجائش تھی، مگر اسی میں سے خادم و خادمہ ملازمین حضرات مولانا کے لیے نقود اور میوے وغیرہ، عزیزوں کے لیے طلائی زیورات اسی طرح معززین مریدین سیٹھ صاحبوں کی بچیوں بہوؤں کے لیے عطا فرمائے۔ مولوی حسنین رضا خاں صاحب بہت ہی حیرت اور تعجب کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ زیورات کب اعلیٰ حضرت نے خریدے اور کب اس صندوقچی میں رکھے اس کے علاوہ اس صندوقچی میں تو وظیفہ کی کتابوں کے سوا کچھ جگہ بھی نہ تھی، اتنے زیور اس میں کہاں سے آگئے، اور کیسے گنجائش ہوئی؟ واقعی یہ واقعہ جس طرح اعلیٰ حضرت کی سیر چشمی کی دلیل ہے جود و سخا کا روشن برہان، اسی طرح بین کرامت کا پرزور ثبوت ہے۔

پھر ایک عجیب واقعہ ہوا کہ چار پانچ آدمی ہاتھوں میں لکڑیاں لیے فرش کے کنارے آ کر کھڑے ہو گئے اور سرغنہ تقدیم سلام کے بعد حضور سے بایں الفاظ مخاطبہ کیا۔ آپ نے مجھے پہچانا میں کون ہوں؟ حضور نے لاعلمی ظاہر کی کہنے لگا: میرا نام افتخار الحق ہے۔ پھر قاضی قاسم میاں قادری ساکن گونڈل جو حضور کی تشریف آوری جبل پور کی خبر سن کر آگئے اور اس جلسہ میں تشریف فرما تھے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ قاسم جو سامنے بیٹھا ہے یہ پہلے میرا مرید تھا اس نے آپ سے میرے نام کفر کا فتویٰ لے کر اسے چھپوایا اور مجھے تمام کاٹھیاوار میں بدنام کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میرے یہاں کسی کے نام پر فتویٰ نہیں دیا جاتا بلکہ قائل کے قول پر حکم شرعی بتایا جاتا ہے۔ کہنے لگا: خیر میں یہی دریافت کرنے آیا ہوں کہ آپ نے میری کیسے تکفیر کر دی میں

سمجھنا چاہتا ہوں۔

یہ سنتے ہی مولانا شفیع احمد خاں صاحب قادری رضوی بیسلپوری نے جو امین الفتویٰ تھے اور اس سفر میں بھی افتا کے کام کے لیے حضور کے ساتھ تھے ایک جست لگائی اور بیچ میں آ کر بیٹھ گئے اور افتخار الحق کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اگر چہ میں اس واقعہ سے خالی الذہن ہوں مجھے معلوم نہیں کہ سوال کیا تھا اور تکفیر کس قول پر ہوئی ہے مگر تمہاری تشفی کے لیے تیار ہوں اگر مجھ سے تشفی نہ ہو پھر اعلیٰ حضرت سے مخاطبہ کرنا۔ بتایئے کس قول پر کفر فتویٰ ہوا ہے؟ اس پر افتخار الحق نے کہا: میرا دعویٰ یہ تھا کہ میری شان ہے لم یلد ولم یولد اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ میری شان ہے لم یلد ولم یولد ۔ مولانا شفیع احمد خاں صاحب نے فرمایا: تمہارے اس قول کو کچھ لوگوں نے سنا اور کچھ لوگوں نے نہیں سنا، ذرا آواز سے کہیے اس پر افتخار الحق نے کھسیانے لہجے میں اعادہ کیا، مولانا نے فرمایا: ادھر دالان میں بھی اندر تک آدمی ہیں، ذرا بلند آواز سے ایک بار اور بھی اپنا دعویٰ بیان کر دو تا کہ سب لوگ اچھی طرح سن لیں، چنانچہ تیسری مرتبہ خوب غصے میں بھر کر خوب زور سے اپنے قول کو ظاہر کیا: اس کے بعد مولانا نے حاضرین جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا: کیا آپ لوگوں نے اس کے قول کو سن لیا؟ مجمع سے متفقہ طور پر آواز آئی، ہاں سن لیا۔ اس کے بعد افتخار الحق سے پوچھا: آپ مجہول النسب ہیں یعنی آپ کا کوئی باپ نہیں؟ افتخار الحق رہتکی نے کہا: ہاں! میرا کوئی باپ نہیں۔ اتفاق سے افتخار الحق کے باپ بھی دالان میں سب کے پیچھے کھڑے تھے چنانچہ مقامی حضرات میں سے ایک صاحب ان کا بازو پکڑے ہوئے اندر سے لائے اور افتخار الحق سے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ یہ کون ہیں؟ اس پر جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ یہ سن کر ان کے والد نے رانیں پیٹتے ہوئے کہا: مولانا کس کے منہ لگے ہو، یہ تو پاگل ہو گیا ہے پاگل، غرض تمام حاضرین افتخار کو دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگے۔

ہم لوگ رات ہی کو اسٹیشن آ گئے اور وہیں قیام ہوا، یہاں بھی لوگ برابر آتے رہے، اور بیعت کا سلسلہ جاری رہا، صبح کو قریب ساڑھے آٹھ بجے گاڑی روانہ ہوئی، گاڑی چلتے میں بھی لوگ دوڑ دوڑ کر مرید ہو رہے تھے، اور اکثر لوگ زار زار روتے جاتے تھے، یہاں تک کہ گاڑی کی رفتار تیز ہو گئی، اور سب لوگ منتہائے نظر تک پلیٹ فارم پر حسرت بھری نگاہوں سے ٹرین کو دیکھتے رہ گئے، مختصر یہ کہ ہم سب بخیر و عافیت ابتدائی شب میں بریلی شریف واپس آ گئے۔

گنج مراد آباد کا سفر:

دبدبہ سکندری مورخہ یکم اپریل ۱۹۱۲ء میں ہے کہ رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ کا مبارک مہینہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مد ظلہم الاقدس گنج مراد تشریف لے گئے اور ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہمراہیوں کو (حضرت) شیخ (فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی) علیہ الرحمۃ کی خدمت مبارک میں بھیجا اور تاکید فرما دی کہ صرف اتنا کہنا: ایک شخص بریلی سے آیا ہے ملنا چاہتا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے معاً فرمایا: وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ ان کے دادا اتنے بڑے عالم، ان کے والد اتنے بڑے عالم، اور وہ خود عالم فقیر کے پاس کیا دھرا ہے؟ پھر نرم ہو کر بکمال لطف فرمایا: بلایئے تشریف لائیں۔

بعد ملاقات اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے مجلس شریف کی نسبت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا۔ ارشاد فرمایا: تم عالم ہو پہلے تم بتاؤ۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے فرمایا: آپ لوگ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں، اور میں سنت جانتا ہوں۔ صحابہ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ یہی نا کہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا، انہوں نے یہ معجزے دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیے؛ اور میلاد شریف میں کیا ہوتا ہے؟ یہیں بیان ہوتے ہیں جو صحابہ اس مجمع میں کرتے تھے۔ فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڈو) بانٹتے ہو، وہ اپنی مجلس میں موڑ (سر) بانٹتے تھے۔

غرض شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کو بکمال اعزاز واکرام باصرار تام تین روز ٹھہرایا انتیس ماہ مبارک کو رخصت کیا جب عید سر پر آ گئی؛ اور وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: تکفیر میں جلدی نہ کرنا۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے دل میں یہ خیال کیا کہ میں تو ان کو کافر کہتا ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان انور میں گستاخی کرتے ہیں۔ یہ خیال لاتے ہی معاً حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! جو ادنیٰ حرف گستاخی کا شان اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بکے ضرور کافر کہنا، بے شک کافر ہے۔ پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارا جی چاہتا کہ اپنے موڑ کی ٹپیا تمہارے موڑ پر رکھ دیں اور تمہارے موڑ کی اپنے موڑ پر دھر لیں۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے براہ ادب سر جھکا لیا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کی کلاہ مبارک اپنے سر مقدس پر رکھی اور اپنی کلاہ مقدس اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کے سر مبارک پر رکھ دی۔ جو آج تک بطور تبرک محفوظ رکھی گئی ہے۔

حواشی

(۱) حضرت امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد۲ صفحہ ۸۰ میں اسی مفہوم کی حدیث ابونعیم کی تخریج سے نقل فرمائی ہے۔ (فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی)

(۲) یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ کسی رواج یا فتنہ برائی سے لوگوں کو براہ راست روکنے میں وہ اثر نہیں ہوتا ہے جو اس کے برے ہونے کا احساس دلانے میں ہوتا ہے۔ پھر یہ احساس دلانا بھی وعظ و نصیحت کے معروف طریقہ سے ہٹ کر نادر اور اچھوتے انداز میں ہو تو اثر دوبالا اور دیرپا ہو جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ٭ (پ۱۴، س نحل آیت ۱۲۵) اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ (کنز الایمان)

یہودیوں میں کھلے عام ننگے نہانے اور ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنے کا رواج عام تھا، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں سے الگ تنہائی میں نہاتے تھے، تو یہودی بجائے اس کے کہ اثر قبول کرتے، آپ کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے کہ ان کو ہائڈروسل کی بیماری ہے، اس لیے وہ ہمارے ساتھ ننگے نہانے میں عار محسوس کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جب کوئی نہیں تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیے، اور دریا میں نہانے لگے۔ پتھر میں قدرت کی طرف سے جان آ گئی اور وہ کپڑے لے کر آبادی کی طرف دوڑ پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ پڑی تو اس خیال سے پریشان ہو اٹھے کہ پتھر سے کپڑے نہیں لیے گئے تو لوگوں کے سامنے کس طرح جاؤں گا؟ بے تابانہ، اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، کہتے ہوئے اس کے تعاقب میں دوڑ پڑے اور یہ بات ذہن سے محو ہو گئی کہ ستر کھلا ہوا ہے۔ نتیجۃً لوگوں نے آپ کو کھلے ستر دیکھ لیا، جس سے ان کو احساس ہوا کہ آپ ہائڈروسل کے مریض نہیں ہیں، بلکہ کھلے عام ننگے نہانا اور ایک دوسرے کا ستر دیکھنا برا ہے، اس لیے آپ اس سے احتراز فرماتے ہیں۔

وکان الحکمۃ فی ان بنی اسرائیل کانوا یغتسلون عراۃ ینظر بعضھم الی سوءۃ بعض وکان موسیٰ علیہ السلام یغتسل وحدہ فقالو او اللہ مایمنع موسیٰ ان یغتسل معنا الا انہ آدر ...... فذھب یغتسل مرۃ فوضع ثوبہ علی حجر ففر الحجر بثوبہ فذھب موسیٰ فی الحجر علی ملامن بنی اسرائیل فنظروا الی سؤۃ موسیٰ علیہ السلام فقالوا واللہ ما بموسی من بأس فبرأ اللہ تعالیٰ موسیٰ بسبب فرار ذلك الحجر ممار موہ بہ من الادرۃ فوقف الحجر بعد ما نظر والیہ فاخذ ثوبہ ...... (شیخ زادہ علی البیضاوی)

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اضطراراً کھلے ستر ہی پتھر کے تعاقب میں نہ چلے گئے ہوتے، تو یہودیوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں، اور وہ اپنے برے کرتوت کی برائی کا احساس نہیں کر پاتے۔

یاایھا الذین امنو لا تکونوا کالذین اذوا موسیٰ فبراہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا ٭ اے ایمان والو ان جیسے نہ ہونا

جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ستایا تو اللہ نے اسے بری فرمادیا اس بات سے جو انہوں نے کہی، اور موسیٰ علیہ السلام اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔ (کنز الایمان)

اسلام میں غیر محرم عورتوں کو استثنائی حالات کے سوا بالقصد دیکھنا ناجائز وحرام ہے۔ حدیث میں اسے 'آنکھوں کا زنا' بتایا گیا ہے۔ خصوصاً طوائفوں کو دیکھنا جو طرح طرح کے بناؤ سنگار اور دلفریب اداؤں کے ساتھ لوگوں کو گناہ کی دعوت دیتی ہیں، اور اپنے دام میں لانے کی کوشش کرتی ہیں۔ جس سے کتنے ہی پیران فرتوت کے ہاتھوں سے تقدس کی تسبیحیں گر جاتی ہیں، کتنے ہی زاہدان صد سالہ خراب ہو کر مسجدوں سے باہر نکل آتے تھے۔

پڑھتے ہی فاتحہ جو وہ اک سمت پھر گئی
اک پیر کے تو ہاتھ سے تسبیح گر گئی
ماہ من در نیم شب چوں بے حجاب آید بروں
زاہد صد سالہ از مسجد خراب آید برون

امام احمد رضا ایک شرعی گھرانے کے ہونہار فرزند تھے۔ آپ کی گھٹی میں یہ بات ڈال دی گئی تھی کہ 'غیر محرم عورتوں کو باقصد دیکھنا گناہ ہے' اس لیے طوائفوں کو دیکھ کر اضطرار ایسا واقعہ ہوا۔ اگر امام احمد رضا اضطراراً کرتے کا دامن اٹھا لینے کے بجائے ہاتھوں ہی سے آنکھیں بند کر لیتے، تو طوائفوں کو تمسخر آمیز سوال کا موقع نہیں ملتا، اور وہ ننھے بچے کے اس بلیغ جواب سے آشنا ہو کر اپنے کرتوت کی برائی کا صحیح احساس نہیں کر پاتیں۔

مگر برا ہو چشم بد اندیش کا جس میں ہنر بھی عیب نظر آتا ہے

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنر در نظرش

کچھ مخالفین آپ کے اضطرار کرتے کا دامن اٹھا لینے، اور اس بلیغ انداز ہدایت پر اعتراض کرتے ہیں۔ کیا اس طرح یہ حضرت امام احمد رضا کے پردے میں خدا کے یہاں وجاہت رکھنے والے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق نہیں اڑا رہے ہیں؟ پھر جبکہ یہ امام احمد رضا کے بچپنے کا واقعہ ہے جب آپ مکلف نہیں تھے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جوانی کا واقعہ جب آپ نے صرف یہ کہ مکلف تھے بلکہ منصب نبوت کی عظیم ذمہ داری بھی آپ کے سر تھی۔ (امام احمد رضا حقائق کے اجالے میں' ص ۳۹ تا ۴۰، از فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی)

۳) ہم لوگوں کو اس سے پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ بھی شرف بیعت سے مشرف ہیں بس یہ جانتے تھے کہ حضور کے پڑوسی اور برادری کے آدمی اور ایک زمیندار ہیں۔ (ملک العلماء)

۴) روزنامہ الجمعیۃ دہلی کا خصوصی شمارہ شیخ الاسلام نمبر مجریہ ۱۵ر فروری ۱۹۵۸ء کے صفحہ ۱۳ پر مولانا حسین احمد مدنی سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند تک کے لیے لکھا گیا ہے 'وہ عالم نور میں رہتے ہیں ان کی آنکھوں میں بھی نور ہے ان کے چاروں طرف نور ہی نور ہے وہ خود نور ہو گئے ہیں وہ اس دعا کے مصداق ہیں جو صحیح حدیث میں آتی ہے: اللھم اجعل فی سمعی نورا فی بصری نور الحدیث اور اب وہ سراسر نور ہیں'۔

(فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی)

۵) بعد میں تین صاحبزادے اور ہوئے۔ مولانا اختر رضا خاں ازہری۔ قمر رضا خاں۔ منان رضا خاں۔

(فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی)

۶) یہ ابتدائی دور کی بات ہے ورنہ بعد میں سمجھ میں آ گیا تھا اس لیے المعتمد المستند میں اس کو مفصل ومدلل بیان فرمایا۔ (فقیر رضوی)

۷) جو اعلیٰ حضرت کے بہت ہی جان نثار خادم اور سفر وحضر میں کبھی اعلیٰ حضرت کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے، اور اب بعد وصال بھی مزار شریف پر برابر حاضر باش۔ محض محبت شیخ میں ان کی دلی تمنا ہے کہ بعد موت بھی اعلیٰ حضرت کے قدموں ہی میں رہیں اور اسی لیے صاحبزادگان والاشان ودیگر مخلصین ومحبین وخلفاء ومریدین اعلیٰ حضرت سے اس قسم کی تحریرات حاصل کی ہیں جن کو ایک کتاب کی شکل میں شائع بھی کر دیا ہے۔ (ملک العلماء)

چنانچہ انہیں تحریروں کے مطابق اعلیٰ حضرت کے قدموں میں مدفون ہوئے (فقیر رضوی)

۸) فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ ایک زمانہ میں میرا خیال تھا کہ اس قسم کے گالی نامے عوام بد تمیز لوگ لکھا کرتے ہیں، کیونکہ بیچارے علم سے کورے ہیں، جب سنتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کا فلاں شخص نے رڈ کیا ہے، اس کے رسائل و مسائل کا جواب لکھا ہے تو ہوش میں نہیں رہتے، جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ چونکہ علمی سرمایہ سے بے بہرہ ہیں، اس لیے وہ نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں کہ بات کیا ہے؟ کون حق پر ہے، کس کی زیادتی ہے؟ اس کے پاس علم کا سرمایہ تو ہے نہیں، جو علمی باتوں کا جواب دے سکیں، اس لیے بیچارے جو پونجی رکھتے ہیں، وہی پیش کرتے ہیں، اور گالیوں میں ماں، بہن کی مغلظات تک دینے سے باز نہیں آتے۔ لیکن مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا انتقال ہوا اور ان کے معتقد خاص مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے ایک کتاب دو حصوں میں بنام تذکرۃ الرشید چھاپی۔ اس کتاب میں کیا ہونا چاہیے، موضوع کتاب تو نام ہی سے ظاہر ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے حالات اس کتاب میں ہوں گے، مگر ہے کیا؟ مولوی صاحب کے حالات تو چند ورقوں سے زائد نہیں، لیکن ان کے دادا پیر اور اپنے ہم خیال لوگوں کی خوبیوں کا طومار اور علمائے اہل سنت و ماع پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ ہے اور خصوصاً سنی حضرات میں جنہوں نے تقریراً یا تحریراً گنگوہی صاحب کا رد کیا ہے اور حق کی حمایت کی ہے ان کی توہین و تذلیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ چھوٹے چھوٹے واقعات اور قصے گڑھ کر سینوں کی دل آزادی کی، اور اپنے وصاف باطن کا جلوہ دکھایا ہے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ گالی نامے جاہلوں کے کام نہ تھے، بلکہ اس حمام میں سب ننگے کا مضمون ہے، ان کے یہاں پڑھے لکھے، عوام کے کان کترتے ہیں۔ (۷۰ن،ق)

تذکرۃ الرشید حصہ دوم، ص ۸۲ پر محض جھوٹا واقعہ گڑھا، اور گنگوہی صاحب کے اخلاق میں شمار کیا، جس کو میں انہیں کے لفظوں میں لکھتا ہوں، تاکہ لوگ ان کی دیانت اور صداقت کو پرکھیں کہ اس میں کیسے کورے ہیں:

دشمن سے دشمن کے لیے بھی آپ نے کبھی بد دعا نہیں کی، اور اگر منجانب اللہ آپ کا دشمن کسی آفت سماوی میں مبتلا ہوا تو اس کو سن کر کبھی آپ خوش نہیں ہوئے، بد گوئی و خرافات نویسی کی جتنی ایذائیں آپ کو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی سے پہنچیں شاید اتنی نہ دوسرے کو مولوی احمد رضا صاحب نے پہنچائی ہوں، اور نہ دوسرے سے حضرت امام ربانی کو پہنچی ہوں، مگر واللہ العظیم کہ حضرت کی زبان سے عمر بھر میں کبھی ایک کلمہ بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے یہ بھی معلوم ہو کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں، جس زمانہ مولوی احمد رضا خان صاحب کو مرض جذام لاحق ہوا، اور خون میں فساد آیا تو بعض لوگوں کو مسرت ہوئی کہ سب و شتم کا ثمرہ دنیا ہی میں ظاہر ہوا مگر جس وقت کسی شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ بریلوی مولوی کوڑھی ہو گئے، تو حضرت گھبرا اٹھے اور یہ الفاظ فرمائے کہ میاں کسی کی مصیبت پر خوش نہ ہونا چاہیے، خدا جانے اپنی تقدیر میں کیا لکھا ہے۔

اس مضمون کو اگر نثر میں مولوی عاشق الٰہی صاحب کی شاعری کہی جائے، تو اس کی حقیقت خود ظاہر آشکارا ہے۔ عوام بد دعا کے موقع پر بولا کرتے ہیں، خدا کرے اندھا ہو جائے، خدا کرے کوڑھی ہو جائے۔ مذاق کا بھی فقرہ مشہور ہے: اللہ نے ملائی جوڑی ایک اندھا ایک کوڑھی۔ شاید اسی بنا پر جب اللہ تعالیٰ نے مولوی رشید احمد صاحب کو بنا دیا تو ہوا خواہوں خصوصاً مولوی عاشق الٰہی صاحب جیسے جاں نثاروں نے اعلیٰ حضرت کے متعلق جذامی افترا کیا۔ ہر عقلمند جانتا ہے کہ بڑی سے بڑی ایذا اگر ہو سکتی ہے، تو مولوی صاحب کے الفاظ کفریہ، توہین رسول اللہ و تکذیب خداوند جل وعلا پر کفر کا فتویٰ، جو اعلیٰ حضرت نے کتاب مستطاب المعتقد المنتقد کے حاشیہ المعتمد المستند میں تحریر فرمایا۔ جو ۱۳۲۰ھ کی تصنیف ہے، اور ۱۳۲۱ھ میں چھپ کر شائع ہوا۔ اس کے بعد مولوی گنگوہی صاحب دو برس سے کم ہی بچے، جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں انتقال ہی کر گئے۔ ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۲ھ تک میں خود بریلی شریف حاضر رہا، اور بخدائے لایزال بقسم شرعی کہتا ہوں کہ میں نے اعلیٰ حضرت کو بالکل صحیح تندرست دیکھا، جذام کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ یہ بہتانیوں کا نرا بہتان ہے، اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے، میں پڑھوں لعنۃ اللہ علی الکذبین اور تذکرۃ الرشید کے مصنف صاحب کہیں: پیش باد۔ پھر اس فتویٰ تکفیر کے متعلق یہ لکھتا کہ:

شاید اتنی نہ دوسرے کو مولوی احمد رضا صاحب نے پہنچائی ہو۔

یہ بھی جھوٹ اور بالکل غلط ہے، خود اسی کتاب میں اسی جگہ اور دوسرے منکرین ضروریات دین کی بھی تکفیر ہے، اس لیے کہ گنگوہی صاحب سے نہ کبھی کی عداوت، نہ زر زمین زن کا قصہ کہ اس عداوت کی وجہ سے تکفیر کی گئی، بلکہ یہ تو وعدہ الٰہیہ وعہد ربانی واذ اُخذ اللہ میثاق الذین اُوتو الکتب لتبینہ للناس ولاتکتمونہ کی تعمیل وتکمیل ہے، جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور اللہ جل جلالہ کی تکذیب کی، تو ان کی تکفیر کی گئی، پھر دوسرے منکرین ضروریات دین کی پاسداری کیوں کی جاتی؟ نیز دوسرا فقرہ بھی بالکل غلط ہے:

نہ دوسرے امام ربانی کو پہنچی ہوں۔

یہ بھی بالکل خلاف واقع ہے۔ کیا مولوی عاشق الٰہی صاحب کو یاد نہیں کہ وقوع کذب باری تعالیٰ ماننے پر اعلیٰ حضرت سے، بہت پہلے جناب مولانا نذیر احمد خاں صاحب رامپوری ثم احمد آبادی نے کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۳۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا۔ نیز اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی تصدیق بے شمار علمائے حرمین شریفین، اہل ہند نے فرمائی، سب مسئلہ کفر میں اعلیٰ حضرت کے ہم خیال ہیں، تو یہ لکھنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

نہ دوسرے امام ربانی کو پہنچی ہوں۔

پھر یہ جملہ بھی کس قدر بھولے پن کا ہے کہ:

عمر بھر کبھی ایک کلمہ بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے معلوم ہو کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔

اولاً: کیا مولوی صاحب یوم ولادت یا یوم تکلم سے مرتے دم تک گنگوہی صاحب کے ساتھ رہے جو سننے کی نفی سے واقعہ کا انکار کرتے ہیں۔

ثانیاً: ایسا بھی سہی کہ آپ نے عمر بھر نہ سنا، اس سے کیسے معلوم ہوا کہ انہوں نے کبھی نہ کہا۔

ثالثاً: یہ بھی مان لیا کہ انہوں نے عمر بھر نہ کہا، تو اس میں دشمن سمجھنے کی کیا بات ہے؟ نہ اعلیٰ حضرت، مولوی رشید احمد صاحب کو اپنا دشمن جانتے تھے، نہ گنگوہی صاحب، اعلیٰ حضرت کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ یہ اختلاف مذہبی تھے۔ جو خیالات واعتقادات اعلیٰ حضرت کے تھے، گنگوہی صاحب کی نزدیک بدعت یا کفر وشرک تھے، اس پر وہ بے محابا کفر وشرک کے فتویٰ دیتے تھے۔ یہ اپنی اپنی تحقیق تھی، اس میں دشمنی وعداوت کی کیا بات تھی، جو آپ نے نہیں سنا، یا گنگوہی صاحب نے کمال کیا کہ دشمن نہ جانا، تو بہت تیر مارا۔ نیز اس کذاب مفتری کے اس صریح جھوٹ سے گھبرا اٹھنا بھی عجیب سادگی اور ان کی بزرگی وکرامت کا اظہار ہے، مگر درحقیقت کرامت کا صفایا ہے، جس طرح کرامت میں گڑھا تو یہ کہ موت کی خبر آپ کو معلوم تھی کہ کہدیا کہ تم نہیں مرو گے اور مرو گے تو میرے بعد مرو گے، اور واقعہ یہ تھا کہ پاس کی چیز بھی نہیں سوجھائی دیتی تھی کہ لوٹا ہے یا گلدان اور فلاں شخص صحیح ہے یا مریض، اگر کچھ بھی کشف وکرامت ہوتی تو فوراً کہتا تھا کیوں جھوٹ بول کر اپنی عاقبت بگاڑتے ہو خدا کی لعنت کے حقدار بنتے ہو، کب انہیں جذام ہوا، وہ تو ہٹے کٹے بریلی میں ڈٹے ہوئے ہیں مگر ہے یہ کہ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند۔ پیر من خس است اعتقاد من بس است تو جھوٹی باتیں گڑھنی ہی ہوں گی۔

ب: دوسرا واقعہ حضرت شیر بیشہ سنت سیف اللہ المسلول مولانا ہدایت رسول صاحب قادری برکاتی نوری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا گڑھا، اور ان پر اتہام لگایا، بہتان اٹھایا ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۸۳:

ایک دن آپ ڈاک میں آئے ہوئے خطوط سنتے بیٹھے سب سے پہلا خط جو پڑھا گیا بمبئی سے آیا ہوا کارڈ تھا۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ مولوی ہدایت الرسول کو ایک منکوحہ عورت سے نکاح کرنے کے جرم میں عدالت سے سزائے قید کا حکم سنایا گیا۔ بعض سامعین کو تو مسرت ہوئی کہ یہ حضرت کے بڑے مخالف تھے مگر آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ واقعہ بھی بالکل جھوٹ اور سر سے پا تک افترا و بہتان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت شیر بیشہ سنت کو محض حق گوئی اور گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف بولنے کی وجہ سے ضرور سزائے قید ہوئی، مگر کسی شوہر دار عورت سے نکاح کرنے کے الزام میں ہرگز انہیں سزا نہ ہوئی۔ یہ بھی بے سروپا بالکل جھوٹ

بہتان محض ہے، جس کی علت وہی ہے کہ یہ حضرت کے بڑے مخالف تھے۔ تو جو حضرت کا مخالف ہوا مورد الزام بنا۔

ج: حضرت سیّد الفحول عاشق رسول مولانا فضل رسول صاحب بدایونی قدس سرہ نے حق کی حمایت میں تقریر و تحریر کا پورا زور صرف فرمایا، اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کا ناطقہ بند کر دیا، اسی وجہ سے ان کے متعلق بھی ایک مضحکہ خیز قصہ گڑھا، اور اس پر اپنی علمی قابلیت سے حاشیہ بھی چڑھایا، حالانکہ یہ سب مولوی عاشق الٰہی صاحب کی بے عملی و کم نہی ہے۔ اگر انہوں نے ایسا وعظ کہا تو ٹھیک کہا اور بالکل درست فرمایا، ان کی تجہیل میرٹھی صاحب کی نادانی وحماقت ہے ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید حصہ اوّل ص ۳۶ مولوی گنگوہی صاحب کی طالب علمی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں مولوی فضل رسول صاحب دہلی آئے اور ان کے وعظ میں ہم بھی گئے، وہ بیان کر رہے تھے...... 'لوگ بزرگوں کے نام کے جانوروں کو حرام کہتے ہیں، بھلا اس فعل سے اس جانور کی جنس یا فصل کون سی چیز بدل گئی، جس کی وجہ سے اس کی ماہیت میں فرق آ گیا؟ اور پھر جب غیر اللہ کے نام سے نامزد ہونے سے حرام ہوتا ہے تو جس کی عبادت کی جائے، وہ تو بدرجہ اولیٰ حرام ہونا چاہیے۔ سو اب گنگا کا پانی حرام ہونا چاہیے...... حضرت مولانا نے فرمایا: ہمیں تو یہ باتیں اور دلیلیں سن کر ان کی تقریر سے نفرت ہو گئی، اٹھ کر چلے آئے اور پھر کبھی ان کے پاس نہیں گئے۔

مولوی رشید احمد صاحب نے بے شک سچ کہا، ضرور حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب کی تقریر سن کر ان کو نفرت ہو گئی ہو گی، اٹھ کر چلے آئے ہوں گے، اور پھر کبھی ان کے پاس نہیں گئے ہوں گے۔ مگر اس میں حضرت مولانا فضل رسول صاحب یا ان کی تقریر کا قصور نہیں، بلکہ گنگوہی صاحب کے مرض قلبی وہابیت کے سبب ایسا ہوا۔ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہے:

قد تنکر العین ضوء الشمس من رمد ویـنـکـر الفم طعم الماء من سقم

دکھتی ہوئی آنکھوں کو برا لگتا ہے سورج
بیمار زبانوں کو برا لگتا ہے پانی

جب دکھتی ہوئی آنکھوں کی یہ حالت ہے تو آنکھوں کا اندھا سورج کو کیا دیکھ سکتا ہے، اور بیمار زبان کی جب یہ کیفیت ہے، تو بیمار دل اگر آب حیات وعظ ہدایت کو برا جانے کیا عجب۔ مولوی عاشق الٰہی صاحب نے اس واقعہ کو نقل کر کے تین جگہ حاشیہ چڑھایا ہے، اس کو نقل کر کے اس کی اصلاح مناسب جانتا ہوں۔

سب سے پہلے لفظ لوگ پر حاشیہ لکھا...... (۱)

بندہ خدا سے کوئی پوچھے کہ ما اھل بہ لغیر اللہ ۰ کس لوگ کا کہا ہوا ہے؟ پھر حاشیوں کے اخیر میں لکھا...... ۱۲ منہ

مولوی صاحب کو اس کی بھی خبر نہیں کہ منہ کس موقع پر لکھتے ہیں، اور اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

منہ اس جگہ لکھتے ہیں کہ وہ حاشیہ اسی شخص کا ہو جس کی عبارت ومتن ہے، اس کو منہیہ کہا کرتے ہیں۔ یہ عبارت تو ان کے ادعا کے مطابق حضرت مولانا فضل رسول صاحب کی ہے تو کیا یہ حاشیہ بھی انہیں کا ہے، جو اس پر منہ لکھا؟ اور جب ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو اب اس پر منہ لکھنا غلط۔

دوسرے نمبر پر باعتبار نقل یہ عبارت گنگوہی صاحب کی ہو سکتی ہے کہ مفہوم حضرت مولانا فضل رسول صاحب کا ہے اور عبارت گنگوہی صاحب کی، پھر بھی اس پر منہ لکھنا صحیح نہیں کہ یہ حاشیہ ہرگز گنگوہی صاحب کا نہیں، اور اگر بالفرض حاشیہ بھی انہیں کا ہے تو بندہ خدا سے کوئی اور کون پوچھتا، آپ ہی جلسہ میں موجود تھے پوچھ لیتے، تو وہ آپ کو تفسیر کی کتابیں پڑھنے کی ہدایت فرماتے کہ مفسرین ما اھل بہ لغیر اللہ ۰ کے معنی ما ذبح لغیر اللہ فرماتے ہیں۔ الا ھلال کے لغوی معنی ہرگز یہاں مراد نہیں، بلکہ جو جانور کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے، ورنہ دنیا بھر کے سب حلال جانور

حرام ہوجائیں گے کہ یہ زید کی بکری، یہ عمر کی گائے ہے، یہ بکر کا اونٹ ہے، عام طور سر پر شرقاً غرباً اسی طرح مروج ہے، اور ہر ایک کے زبان زد ہے، تو بروادیتے سب ما أهل به لغير الله میں داخل ہوں، اور سب کا کھانا حرام ہوجائے۔ ع: آفریں ہے اس ذکاء وفہم پر

مـا أهـل بـه لـغير الله الاصنام (تفسير مدارك سوره بقره) ما أهل به لغير الله اى ماذكر عليه غير الله وهو ما كان يـذبـح لا هـل الاصـنـام (جـامـع المضمرات ...... مفردات راغب اصفهانى) ما أهل به لغير الله هو ما ذبح لآلهة (لسان العرب) ما أهل به لغير الله اى ماسمى غير الله عند ذبحه (مصباح) قوله ما أهل به لغير الله هو الذبح لغير الله (فتح الرحمن بكشف ما يلبس فى القرآن) وما أهل به لغير الله اى رفع الصوت لغير الله به وهو قولهم باسم الات والـعـزى عنه ذبحه (تفسير كشاف) وما أهل به لغير الله اى رفع به الصوت عند ذبحه للصنم (بيضاوى) ورفـع الصوت للصنم ان يذكر اسمه عند الذبح (الكواشى ...... تاج البيهقى...... حاشيه عبد الحكيم) قوله اى رفع به الصوت عند ذبحه للصنم هذا اصله ثم جعل عبارة عما ذبح لغير الله (حاشيه) فمعنى قوله مااهل به لغير الله مـاذبـح لـلاصـنـام والـطـواغيت (شيخ زاده) مااهل به لغير الله يعنى ما ذبح للاصنام والطواغيت (خازن) اوفسـقـااهـل لغير الله به يعنى ماذبح على غير اسم الله (خازن تفسير سوره انعام) وما اهل به لغير الله اى مارفع مـلـتـبـسـا بـه اى بذبحه الصوت لغير الله (روح المعانى) وما اهل به لغير الله كانوا يقولو عند الذبح باسم اللات والـعـزى فـحـرم الله تـعـالىٰ ذلك (تـفـسـيـر كـبـيـر) ومـا اهـل به لغير الله اى رفع به الصوت عند ذبحه للصنم (ابـوسـعـود) وما اهل به لغير الله اى ماذكر على ذبحه على غير اسم الله (تفسير بغوى) وما اهل به لغير الله عند الـمـان سـواه الـمـراد منحط لد ماهم (سوا طع الالهام) وما اهل به لغير الله ماذبح لغير اسم الله عمدا للاصنام (تـنوير المقياس) وما اهل به لغير الله اى ذبح على اسم غيره تعالىٰ (جلالين) والباء بمعنى فى ولا بد من حذف مضاف اى فى ذبحه لان المعنى وما صيح فى ذبحه لغير الله (حاشيه جمل) اهل اى صوت فيه باسم لغير الله به بسبب ذبحه (تبصرة الرحمٰن) وما اهل به اى وحرم ماذكر عليه بذبحه اسم لغير الله (عيون التفاسير) وما اهل به لغير الله اى رفع فيه الصوت بذكر غير الله وهو ماذبح للاصنام (تفصير علامه نسفى) وما اهل به لغير الله اى ذبـح عـلـى اسم غيره (سـراج منير) وما اهل به لغير الله قال الربيع بن انس يعنى ماذكر عند ذبحه اسم غير الله (تـفـسـر مـظـهـرى) ومـا اهـل بـه لـغير الله اى رفع به الصوت عند ذبحه لغير الله صنما كان اونارا اوغير ذالك (تـفـسـيـر ابن كمال باشا) وما اهل به لغير الله وآنچه آواز بلند كرده شو ددر ذبح بغير خدا (فتح الرحمٰن شاه ولـى الله دهلوى) وما اهل به وانچه بسمل كرده شده ست برائے غير خدا (تفسير توضيح) وما اهل به وحرام كـرده آنـچـه آواز بـردارند بآں بوقت ذبح لغير الله اى غير خدا بنام بتاں يا باسم پيغمبراں بكشند اخرج ابن الـمـنـذر عن بن عباس فى قوله تعالىٰ وما اهل قال ذبح (درمنشور ......فتح القدير) وما اهل به لغير الله اى على غيـر اسـم الله (تـفسير ابن كثير) و مااهل به لغير الله اى وحرم مارفع به الصوت عند ذبح للصنم (روح البيان) وما اهل به لغير الله معناه ذبح به لاسم غير الله (تفسير عارف بالله محى الدين بن العربى رحمه الله)

سردست چھتیس تفسیر کی کتابوں کی یہی عبارتیں حاضر ہیں؛ اور آیت کریمہ جہاں جہاں آئی ہے، ہر جگہ دیکھیے تو عبارتیں بیشار ہوجائیں گی، اور دین ودیانت والے کے لیے چند عبارتیں بھی کافی ہیں کہ اس آیہ کریمہ کا کیا مطلب علما کے نزدیک ہے، پھر اس عبارت کو پیش کرنا اپنی جہالت کا پردہ

فاش کرنا ہے۔

دوسرا حاشیہ ’کون سی چیز بدل گئی‘ پر لکھا:

گردن مروڑی مرغی شاید آپ کے نزدیک حلال ہو کیونکہ اس کی جنس و فعل نہیں بدلی۔۱۲ منہ

مولوی عاشق الٰہی صاحب نے منطق کی کوئی ایک کتاب بھی پڑھی ہے یا بدعت سمجھ کر بالکل کنارہ کش ہی رہے؟ میرے خیال میں اگر ’ایساغوجی‘ ہی پڑھے ہوتے تو گردن مروڑی مرغی کے بارے میں ایسا سوال نہ کرتے، اور جان لیتے کہ جس مرغی کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھانا جائز ہے، وہ جوہر جسم نامی، حساس، متحرک بالارادہ تھی اور گلا مروڑ دینے کے بعد نہ وہ جسم نامی ہے، نہ حساس، نہ متحرک بالارادہ (تو وہ) مرغی کی نہ جنس میں داخل، نہ فصل میں شامل، بلکہ اب سوا جوہر و جسم کے اجناس بعیدہ میں بھی اشتراک ندارد۔ واقعی کسی نے سچ کہا ہے کہ وہابیت اور عقل میں تبائن کی نسبت ہے، کبھی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔

تیسرا حاشیہ ’وہ تو بدرجہ اولیٰ‘ پر لکھا:

کیا عجیب قیاس ہے اس قاعدے کے موافق تو جس خون کے قطرہ سے نمازی کے کپڑے اور کنوئیں کا منوں پانی ناپاک ہوجائے تو بدن جس میں اس کے سینکڑوں قطرے بھرے ہیں بدرجہ اولیٰ ناپاک ہوا اور نماز کے قابل نہیں، چلو نماز سے چھٹی، مگر ساتھ اس کیا وہ جانور جس کا گوشت خون سے بنا ہے ذبح کے بعد بھی نجس ہے گوشت بھی حرام ہوا۔۱۲ منہ

یہ حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر افترا کیا، حالانکہ اس قسم کی لغویات سے ان کی شان ارفع واعلیٰ ہے، یہ مولوی صاحب کی فقہ دانی، مناظرہ دانی ہے، حضرت مولانا کی تقریر بہت واضح اور صاف ہے کہ......

اگر وہابیوں کے اعتقاد کے مطابق حلال محض غیر خدا کا نام لگ جانے سے حرام ہوجائے تو جس حلال چیز کی پرستش وعبادت کی جاتی ہو جیسے گنگا کا پانی وہ تو بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔

اس پر مولوی صاحب یہ اعتراض کرتے ہیں کہ:

ایک قطرہ خون سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے، تو بدن جس میں سینکڑوں قطرے خون بھرے ہوئے ہیں بدرجہ اولیٰ ناپاک ہوگا۔

قربان جایئے آپ کی لیاقت اور فقہی قابلیت کے۔ کیا بہترین قیاس فرمایا ہے، کیوں جناب! کیا خون کی بھی کوئی عبادت کرتا ہے، جو آپ فرماتے ہیں ’اس قاعدہ کے موافق الخ‘ علاوہ بریں اس معارضہ سے اسے کیا نسبت؟ فقہی حیثیت سے بھی یہ قیاس غلط ہے۔ اس لیے کہ کنوئیں میں دم مسفوح پڑنے سے ناپاک ہوجاتا ہے تو اسی طرح جب بدن پر بھی دم مسفوح کہیں سے پڑے گا ضرور بدن ناپاک ہوجائے گا۔ خون جب تک اپنے محل میں جسم کے اندر ہے مسفوح کب ہے، جو اس کی ناپاکی کا حکم دیا جائے؟ نیز فقہائے کرام خروج دم کو ناقض وضو لکھتے ہیں، نہ وجود دم کو اور یہ مسئلہ تو شاید جناب کے دشمنوں ہی کو معلوم ہو کہ نجاست جب تک اپنی جگہ پر رہتی ہے ناپاکی کا حکم اس پر شرعاً نہیں، ورنہ پیٹ میں غلیظ، مثانہ میں پیشاب رہنے کی وجہ سے انسان کو ہر وقت ناپاک ہونا چاہیے، اور آپ کے قاعدہ سے نماز کے قابل نہیں۔ چلیے چھٹی ہوئی خوب ہی قاعدہ کا مسئلہ گڑھا کہ نماز سے ہمیشہ کے لئے فرصت ہوگئی۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسرا قیاس کہ ’جانور چونکہ خون سے بنا ہے اس لیے بعد ذبح بھی ناپاک ہونا چاہیے‘ اس نے تو قابلیت میں چار چاند لگا دیئے۔ کیا استحالہ کے بعد بھی شی کا وہی حکم رہتا ہے، جو پہلے تھا؟ آپ کو معلوم ہے کہ گوبر کا اوپلا ناپاک ہے، جل کے جب راکھ ہوگیا کیا اب بھی ناپاک رہا یا پاک ہوگیا؟ شراب ناپاک وحرام ہے جب سرکہ بن گئی اور شراب نہ رہی تو کیا سرکہ ہونے کے بعد بھی ناپاک وحرام ہی رہے گا؟ تو جب دم مسفوح بعد استحالہ حیوان کے بدن میں گوشت ہوگیا، اس کی نجاست وحرمت کیسے باقی رہے گی؟ مگر ہے یہ کہ حامی دین وملت ماحی وہابیت حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں آپ کے عقل وعلم سب پر پانی پھیر دیا۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنہ پا کاں برد

د: حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ ولی اللہ صاحب کی طرح مست بادہ الست تھے کہ ہر طرح کی کہا کرتے (ان کی کتابوں میں الحاقات کو دیکھتے ہوئے)، نہ معاذ اللہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی طرح دریدہ دہن بدزبان تھے کہ جو جی میں آیا کہہ دیا، بزرگوں کا خیال، نہ بڑوں کا ادب، بلکہ متبع سنت، حامی ملت، دینی عالم، وارث الانبیاء، رسول اللہ کے دین کے سچے ناشر کو جیسا ہونا چاہیے ان تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ اسی لیے وہابیہ ان سے خوش نہیں، مگر صاف طور پر ان کو برا بھی نہیں کہہ سکتے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے چچا، استاد، دادا پیر تھے، نہ ان کے نسب پر طعن کرتے بنتی، نہ علم پر، نہ مرتبہ ولایت پر، لاجرم دل ہی دل میں کڑھتے، اور موقع بموقع گول مول سنا دیا کرتے ہیں۔ تذکرۃ الرشید جلد ۲، ص ۲۴۷ (میں ہے)

ایک دفعہ مولانا ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا اس کی کیا وجہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو سب لوگ اچھا کہتے ہیں، اور مانتے ہیں مگر اسی خاندان کے دوسرے حضرات کو برا کہتے ہیں، حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا: میاں! کہوں گا تو تمہیں بھی بری لگے گی اور مجھے بھی بات یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بعض لوگوں کے اعتراضات تھے شاہ عبدالعزیز صاحب ان کو رفع کرنا چاہتے تھے، اس وجہ سے کہ بات لگا کر کہتے تھے، ایک مرتبہ شاہ صاحب سے وعظ کے بعد کسی شخص نے پوچھا: حضرت بڑے پیر صاحب کا دوگانہ پڑھنا کیسا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا: بھائی حدیث میں تو کہیں نہیں آیا ہے، ہاں! فعل مشائخ ہے۔ میر محبوب علی صاحب وہاں موجود تھے کہنے لگے سائل حدیث اور فعل مشائخ کو نہیں پوچھتا وہ تو جواز و عدم جواز دریافت کرتا ہے شاہ صاحب نے پھر وہی فرمایا اس پر محبوب علی صاحب نے کہا صاف فرمائیے، جائز ہے یا ناجائز۔ تب تو سائل بھی کہنے لگا: جی ہاں! میری غرض یہی ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے میر محبوب علی کو ڈانٹ کر کہا تو مجھے لوگوں سے گالیاں سنوانی چاہتا ہے۔ ایک مرتبہ ما اھل کا مسئلہ لکھا تھا تو اب تک گالیاں سن رہا ہوں اس وقت میر محبوب علی صاحب نے سائل سے کہا سن لو! حضرت اس نماز کو ناجائز فرما رہے ہیں، مگر گالیوں کی ڈر سے صاف جواب نہیں دیتے اس قصہ کے بعد امام ربانی نے فرمایا کہ بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا، بری بات چھوٹتی نہیں، شاہ اسحٰق مولوی اسمٰعیل صاحب ان سب حضرات کا ایک ہی مشرب تھا۔ شاہ اسحٰق صاحب نے شقوق نکال کر کہا کچھ فائدہ نہ ہوا مولوی اسمٰعیل صاحب نے صاف منع کیا بہتیرے مان گئے۔ الخ

آپ نے دیکھا! کیسے مزے میں شاہ عبدالعزیز صاحب کو بنایا ہے؟ ابتدا میں کہا کہ وہ بات لگا کر کہا کرتے تھے، اخیر میں کہا بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا، غرض یہ کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے علم و فتویٰ سے کچھ نفع نہیں ہوا (شاید اس لیے کہ وہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی طرح بات بت پر لوگوں کو مشرک نہیں کہا کرتے تھے) پھر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے متعلق یہ خیال کہ وہ گالیوں کے ڈر سے حق چھپاتے تھے اور صاف نہیں کہتے تھے کس درجہ ان کی کھلی توہین ہے اور ما اھل کے مسئلہ کو ثبوت میں پیش کرنا الٹی آنتیں گلے میں ڈالنا ہے، اس لیے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا مسلک ما اھل میں بھی اہل حق کے مطابق و موافق ہے، جیسا کہ رسالہ **عمدۃ النصائح فی مسئلۃ الذبائح** سے واضح تو اس بارے میں اگر گالیاں دی ہوں گی تو وہابیہ مولوی اسمٰعیل کے متبعین ہی نے دی ہوں گی۔ پھر میر محبوب علی صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت نماز کو ناجائز سمجھتے ہیں مگر گالیوں کے ڈر سے صاف جواب نہیں کہتے، عجیب خوش فہمی ہے۔ بلکہ اگر یہ واقعہ واقعی حق ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے نزدیک یہ نماز جائز ہے فعل مشائخ سے ثابت ہے حدیث میں اس کا حکم نہیں تو ممانعت بھی نہیں لیکن صراحۃً جواز کا فتویٰ دوں تو وہابی حضرات گالیاں دینی شروع کر دیں گے، جس طرح وما اھل کے مسئلہ میں رسالہ لکھا تو ان لوگوں نے گالیاں دیں۔ حالانکہ یہ بھی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کی تضحیک کے لیے گڑھا، وہ حق کہنے میں کبھی لومۃ لائم کی پروانہ کرتے تھے، جو بات حق ہوئی اس کو بیان فرماتے اور اگر تفصیل طلب ہوتی تو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔ اگر گالیوں

کے ڈر سے حق چھپانے والے ہوتے تو اتنی بڑی، ضخیم کتاب تحفہ اثنا عشریہ تحریر نہ فرماتے بات لگا کر رکھنے کی انہیں ضرورت کیا تھی اس مسئلہ میں بھی صاف فرمایا کہ حدیث سے ثابت نہیں اس لیے تم اپنے کو اگر اہل حدیث سمجھتے ہو، اور جو بات حدیث سے ثابت ہو صرف وہی کرنا چاہتے ہو تو تم مت پڑھو، اعمال مشائخ سے ثابت ہے، جو سنی حضرات مشائخ کے ماننے والے ہیں ان کو چاہئے کہ پڑھیں۔ کس قدر صاف اور سیدھی بات تفصیل کے ساتھ جواب ہے، اس کو برے لفظوں سے تعبیر کیا، اور بات لگا کر جواب دینا بتایا۔ بات وہی ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب شرک فروش، مشرک گر، نہ تھے اس لیے باوجود استاذ الاساتذہ ہونے کے ان پر بھی چوٹ کر ہی دی اور ان کو کتمان حق کرنے والا مداھن فی الدین وغیرہ بنا دیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

ہ: جناب مفتی صدرالدین صاحب مولوی عبدالغنی صاحب وحضرت شاہ احمد سعید صاحب یہ تینوں حضرات مولوی گنگوہی صاحب کے استاذ تھے، لیکن مولوی عبدالغنی صاحب کے ایسے خیالات ان دونوں حضرات کے نہ تھے، اس لیے ان دونوں کو طرح طرح سے بنایا ہے۔ ایک واقعہ لکھا ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید حصہ اوّل ص ۱۳۱۔

> اس زمانہ میں دہلی کے اندر مولود کے بڑے جھگڑے پڑے تھے۔ انہیں دنوں جناب مفتی صدرالدین صاحب مرحوم ایک مضمون جواز قیام کا لکھ کر شاہ احمد سعید صاحب کی خدمت میں لائے، اور پڑھ کر سنایا۔ شاہ صاحب نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔ اتفاق سے جلسہ میں شاہ عبدالغنی صاحب موجود تھے مفتی صاحب ان کی طرف مخاطب ہوئے گویا ان سے بھی داد لینا چاہتے تھے تب شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ ان باتوں کو کون منع کرتا ہے کہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نہیں جائز ہے، انکار تو اس پر ہے کہ قیام سے تعظیم مدنظر ہے تو پھر اس کی کیا وجہ کہ فقط ذکر ولادت شریف کے وقت قیام ہو، اور وقت نہ ہو بلکہ ذکر ولادت شریف بھی اگر مجلس مولود کے علاوہ دوسری جگہ ہو تو کوئی کھڑا نہ ہو۔ آپ ان باتوں کی دلیل لکھیں جن کا انکار ہے۔ اس تقریر پر شاہ احمد سعید صاحب نے بھی فرمایا کہ ہاں ٹھیک تو کہتے ہیں آخر مفتی صاحب ہکا بکا رہ گئے اور اپنی تحریر لے کر چلے گئے۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا: میں دونوں صاحبوں شاہ احمد سعید صاحب اور مفتی صاحب کا شاگرد ہوں مفتی صاحب نے اس تحریر کو ایسا بند کر کے رکھا کہ پھر کبھی ظاہر نہ کیا۔

اس واقعہ میں مفتی صدرالدین صاحب کے ساتھ شاہ احمد سعید صاحب کو بھی لے ڈالا کہ ان کی بات کا کوئی وزن نہ تھا ان کی تصدیق کی کوئی وقعت نہ تھی، پہلے مفتی صاحب کے فتویٰ کی تصدیق کی، پھر شاہ عبدالغنی صاحب کی بات کو ٹھیک کہا، حالانکہ یہ سب بالکل گپ اور علمی پائے سے گری ہوئی بات ہے اس لیے کہ جب قیام سے انکار نہیں تو اعتراض اس پر کرنا چاہئے کہ اور وقت کیوں نہیں کرتے ہیں نہ کہ اس وقت خاص میں کرنے پر۔ کیا کوئی جائز مباح مستحب کام اگر کسی وقت کریں اور دوسرے وقت نہ کریں تو نہ کرنے پر اعتراض ہونا چاہیے، نہ کہ کرنے پر اور جب کرنے پر اعتراض ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو جائز سمجھنے کا دعویٰ زبانی ہے۔ اس کو اس طرح خیال کرنا چاہئے کہ کوئی شخص مثلاً صرف فجر کی نماز پڑھا کرے، اور وقت کی نہ پڑھے تو اس کو یوں کہنا چاہئے کہ اور وقتوں کی نماز کیوں نہیں پڑھتے ہو نہ یہ کہ تم فجر کی نماز کیوں پڑھتے ہو؟ یہی شاہ عبدالغنی صاحب کا پہاڑ اتنا بڑا اعتراض تھا جس کو سن کر بقول ان کے مفتی صاحب ہکا بکا رہ گئے، نیز تمام علمائے کرام وصوفیائے عظام جو قیام وقت ذکر ولادت باسعادت کو مستحسن سمجھتے ہیں وہ ان گنگوہی صاحب یا ان کے استاد شاہ عبدالغنی صاحب اتنا بھی علم نہیں رکھتے تھے مگر ہے یہ کہ عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے۔ اب میں بعض علمائے کرام کے اسمائے کرام لکھتا ہوں، جو قیام میلاد شریف کو مستحسن فرماتے ہیں تاکہ عام لوگوں پر ان حضرات کی حقیقت کھل جائے۔

(۱) علامہ علی بن برہان الدین حلبی صاحب سیرت مبارکہ انسان العیون

(۲) علامہ تقی الدین سبکی

(۳) علامہ سیّد جعفر برزنجی صاحب رسالہ عقد الجوهر

(۴) مولانا رفیع الدین صاحب تاریخ الحرمین

(۵) فاضل اجل جعفر بن اسمٰعیل مدنی صاحب الکوکب الازھر علی عقد الجوھر

(۶) فقیہ محدث عثمان حسن دمیاطی صاحب رسالہ اثبات القیام جنہوں نے تصریح فرمائی: قد اجتمعت الامة المحمدیه من اهل السنة والجماعة علی استحسان القیام المذکور وقال صلی اللہ علیه وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالة ۔ یعنی بے شک امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اہل سنت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی

(۷) علامہ مدالقی رحمۃ اللہ علیہ

(۸) علامہ بوزید مصنف رسالہ میلاد

(۹) حضرت زین الحرم عین الکرم مولانا سیّد احمد بن زین دحلان مکی مصنف کتاب مستطاب السدر السنیہ فی الرد علی الوھابیہ

(۱۰) علامہ جمال بن عبداللہ بن عمر مکی مفتی حنفیہ مکہ معظمہ

(۱۱) علامہ انباری مصنف مورد الظمان

(۱۲) مولانا جمال عمر

(۱۳) مولانا صدیق بن عبدالرحمٰن کمال

(۱۴) مولانا محمد بن کتبی مکی

(۱۵) مولانا حسین بن ابراہیم مکی مالکی

(۱۶) مولانا محمد بن یحیٰی حنبلی مفتی حنابلہ

(۱۷) مولانا عبداللہ بن محمد مفتی حنفیہ

(۱۸) سراج العلماء مولانا عبداللہ سراج مکی مفتی حنفیہ

(۱۹) مولانا عمر بن ابی بکر شافع

(۲۰) مولانا محمد بن حسین کتبی حنفی

(۲۱) مولانا محمد بن عرب شافعی

(۲۲) مولانا عبدالکریم بن عبدالحکیم حنفی مدنی

(۲۳) مولانا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ

(۲۴) مولانا ابراہیم بن محمد خیار حسینی شافعی مدنی

(۲۵) مولانا ناصر بن علی ابن احمد

(۲۶) مولانا عباس بن جعفر بن صدیق

(۲۷) مولانا احمد فتاح

(۲۸) مولانا محمد بن سلیمان

(۲۹) مولانا محمد عباس

(۳۰) مولانا محمد صالح

(۳۱) مولانا یحیٰی بن مکرم

(۳۲) مولانا علی شامی

(۳۳) مولانا علی بن عبداللہ

(۳۴) مولانا علی ملحان

(۳۵) مولانا محمد بن داؤد بن عبدالرحمٰن

(۳۶) مولانا محمد بن عبداللہ

(۳۷) مولانا احمد بن محمد خلیل

(۳۸) مولانا عبدالرحمٰن بن علی حضری۔

ان تمام علما کی عبارتیں جن کو دیکھنی ہوں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ فاضل بریلوی قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ **اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام النبی تھامہ** مطالعہ کرے اس کے علاوہ علمائے مدینہ منورہ نے استحباب واستحسان قیام وقت ذکر ولادت شریف کے بارے میں فتویٰ دیا، جس پر تیس علمائے کرام کی مہریں ہیں، نیز علمائے مکہ معظمہ نے بھی میلاد وقیام کے استحباب کا فتویٰ دیا جس میں فرمایا: **فالمنکر لھذا مبتدع بدعۃ سنیۃ مذمومۃ لا نکارہ علی شی حسن عند اللہ وعند المسلمین** ۔یعنی قیام ومجلس میلاد کا منکر بدعتی ہے، اور اس کی بدعت سئیہ مذمومہ ہے۔ کہ اس نے ایسی چیز کا انکار کیا جو خدا اور مسلمانوں کے نزدیک نیک تھی۔ اس پر پینتالیس علمائے کرام کی مواہیر وتصدیقات ہیں، ان کے علاوہ رسالہ غایت المرام میں علمائے ہند کے بھی چھپے ہیں، جن پر پچاس سے زائد مہر ودستخط ہیں اب مصنف انصاف کرے، آیا اس قدر علمائے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جدہ، حدیدہ، روم، شام، مصر، میاط، یمن، زبید، بصرہ، حضرموت، حلب، جبش، برزنج، برع، کرد، داغستان، اندلس، ہند کا اتفاق قابل قبول ارباب عقول ہے، یا چند وہابیہ بدمذہب اوسران کے ہم خیال مولویوں کا قول بلا دلیل۔ رہا یہ کہ وقت ذکر ولادت کے کیوں قیام ہوتا ہے؟ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں:

> اس کی وجہ نہایت روشن اولاً صدہا سال سے علمائے کرام وبلاد دارالاسلام میں یوہیں معمول ثانیاً ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ ذکر پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مثل ذات اقدس کے ہے اور صورت تعظیم سے ایک صورت قیام بھی ہے اور یہ صورت وقت قدوم معظم بجالائی جاتی ہے اور ذکر ولادت حضور سیّد المعظمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ تعظیم اسی ذکر کے ساتھ مناسب ہوئی۔ واللہ اعلم۔

و: پھر اسی کتاب کے ص ۲۲ پر مفتی صدرالدین صاحب سے ملنے اور ان کی دعوت کرنے کا حال لکھ کر لکھا کہ:

> ان باتوں کے بعد نہایت محبت سے فرمانے لگے میاں رشید! یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم اور تم کھانا ایک جگہ کھاویں، حضرت مولانا نے مناسب طرز پر جواب دیا، اور آخر مفتی صاحب کے اصرار سے کھانا وہیں تناول فرمایا، مفتی صاحب نے فرمایا: میاں رشید! تم ہی اچھے ہو کہ تارک دنیا ہوگئے، ہماری نوکری جائز نہیں تھی اور ہم خوب سمجھتے تھے کہ جائز نہیں ہے مگر بزور علم اس کو جائز کہتے تھے!

نعوذ باللہ منھا افترا کسی آدمی پر کرے تو ایسا ہی جیتا افترا جس میں ایک لفظ بھی صحیح نہ ہو۔ کہاں حضرت مفتی صاحب صدرالصدور اور کہاں یہ میاں رشید شاگرد رشید؟ اور ان سے لجاجت سے یہ فرمایا کہ 'یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم تو کھانا ایک جگہ کھائیں' گپ کی بھی حد ہوگئی۔ مفتی صاحب کا فرمانا ان کے لیے کافی تھا کہ کل تم میرے یہاں کھانا کھانا اور ان کی سعادت مندی تھی اس کو قبول کرنا۔ دوسری گپ جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ ''تم ہی اچھے

رہے کہ تارک الدنیا ہو گئے'' تارک الدنیا کی بھی ایک ہی کہی، حضرت مفتی صاحب کام کر کے ملازمت کر کے روپیہ حاصل فرماتے تھے، انہوں نے دنیا کمانے کا ذریعہ نہ تو پیری مریدی قرار دیا تھا، اور نہ مریدوں کے نذر و ہدایا سے دنیا چلتی تھی۔

تارک الدنیا ہونے کی بھی خوب رہی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ جب ۱۳۲۳ھ میں گنگوہی صاحب کا انتقال ہوا، تو ایک شخص نے جو غالباً مرید ورنہ معتقد ضرور تھے فخریہ بیان کیا تھا کہ حضرت کے یہاں نذر و نذور کی اس درکثرت تھی کہ جب ان کا انتقال سے تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان کے صاحبزادہ نے اعلان کیا تھا کہ اگر ستر ہزار کی جائیداد یکجائی کہیں فروخت ہوتی ہو تو میں لوں گا، اور پھر یہ تارک الدنیا تھے؟ اور جناب مفتی صاحب معاذ اللہ دنیادار جن کو حلال و حرام کی بھی تمیز نہ تھی، بلکہ جان بوجھ کر حرام کو حلال کہتے تھے۔

ز: اسی کتاب کے ص۳۴ پر شاہ عبدالغنی صاحب کی تعریف کر کے مفتی صدر الدین صاحب کو اس طرح بنایا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے احتیاط تقویٰ کا یہ حال تھا کہ ایک دن مفتی صدر الدین صاحب نے ایک کتاب شاہ صاحب کے یہاں سے منگوالی اور چونکہ اس کتاب کی جلد کہنگی کے باعث خراب ہو گئی تھی، اس لیے مفتی صدر الدین صاحب نے اس کی نئی جلد بندھوا کر شاہ صاحب کے پاس اس کتاب کو واپس کیا، اور لے جانے والے سے کہ دیا کہ شاہ صاحب سے یہ عرض دینا کہ موروثی دکانوں کے کرایہ سے جلد بندی کی اجرت دی گئی ہے، تنخواہ سے نہیں دی گئی مفتی صدر الدین صاحب سرکاری ملازم بعہد صدر الصدور مامور تھے، اور اس کی تنخواہ فقہ سے ناجائز ہے اس وقت تو شاہ عبدالغنی صاحب نے کتاب رکھ لی، دوسرے دن جلد توڑ علیحدہ کر دی۔

کیوں جناب! یہ کہاں کی فقہ دانی و دیانت ہے، فقہ کا کون سا جزئیہ ہے، جس سے سرکاری نوکری حرام ہے، اور اس کی تنخواہ ناجائز؟ اور اگر بالفرض یوں ہی سہی، تو جناب مفتی صاحب نے کہلوا بھیجا تھا کہ موروثی دکانوں کے کرایہ سے جلد بندی کی اجرت دی گئی ہے۔ اس کے ماننے میں شاہ صاحب کو کیا عذر تھا، اور ان کی تکذیب کی کیا وجہ؟ کیا جو شخص سرکاری ملازم ہو، اس کی موروثی چیزیں ناجائز و حرام ہو جاتی ہیں؟ علاوہ بریں جلد توڑ کر اضاعت مال یہ کہاں کا مسئلہ ہے؟ بہت احتیاط تھی تو اس کی اجرت اپنے پاس سے بھجوا دیتے۔ یہ دونوں استادوں کی تعریف ہے، یا۔۔؟

نیز مولوی عاشق الٰہی صاحب کے شیخ الہند کے والد ماجد مولوی ذوالفقار علی صاحب بھی تو سرکاری ملازم تھے، ان کی تنخواہ جس سے شیخ الہند اور ان کے اعزہ کا گوشت پوست پلا، جائز تھی یا حرام؟ مہربانی کر کے مولوی عاشق الٰہی صاحب اس پر روشنی ڈالیں گے؟

ح: اس صفحہ پر ایک اور واقعہ لکھا:

ایک دن حضرت مولانا نے مفتی صدر الدین کا تذکرہ فرمایا کہ مرض الموت میں جب مفتی صاحب پر فالج گرا تو خوف الٰہی اس قدر غالب ہوا کہ برابر رویا کرتے تھے، اور جب کوئی شخص عیادت کے لیے پاس جاتا تو فرمایا کرتے تھے کہ بھائی! تمام عمر میری حرام خوری میں گزری، اگر چہ میں علم کے زور سے لوگوں کو منوا دیتا تھا، بھلا پھر نجات کی صورت کہاں؟ یہ الفاظ فرماتے اور بے اختیار رویا کرتے۔

صدر الصدور کی نوکری فقہ کے رو سے ناجائز نہ ہرگز جناب مفتی صدر الدین صاحب نے یہ فرمایا ہوگا کہ تمام عمر میری حرام خوری میں گذری، میں علم کے زور سے لوگوں کو منوا دیتا تھا، معاذ اللہ معاذ اللہ ایک عالم دین ایسا کہے، جان بوجھ کر دیدہ دانستہ ناجائز حرام کمائی کمائے، ہاں! خوف الٰہی سے رونا یہ ان کے مرتبہ علیا کی دلیل ہے۔

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

کا مضمون ہے۔ جناب مفتی صاحب کا جو مرتبہ تھا، اس مرتبہ کے لحاظ سے فتویٰ کے اعتبار سے تقویٰ کا خیال زیادہ ہوگا، اور بات بات میں خوف وخشیت الٰہی کا لحاظ رکھتے ہوں گے مگر یہ ناممکن ہے کہ حرام جان کر پھر بھی اس کو کر رہے ہیں۔ مگر جناب مفتی صدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سنی صحیح العقیدہ تھے، میلاد شریف وغیرہ کو جائز جانتے تھے، مولوی اسمٰعیل دہلوی کا رد کیا تھا، اس لیے ان کی توہین وہجو کی جاری ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی

الظلمین۔

ط: حضرت شاہ احمد سعید صاحب سے مولوی رشید احمد صاحب کو شرف تلمذ تھا لیکن چونکہ شاہ صاحب بھی سنی صحیح العقیدہ تھے اور مولوی اسحٰق صاحب دہلوی کی کتاب کا جواب لکھا تھا اس لیے مولوی صاحب نے ان کی بھی ہجو کر ڈالی۔ ص ۱۱ میں ہے:

ایک مرتبہ مولوی ولایت علی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے مائۃ مسائل مولانا اسحٰق صاحب کا رد کیا ہے اور وہ چھپ بھی گیا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ شاہ صاحب سے تو بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ جواب لکھیں ہاں یہ ممکن ہے کہ مائۃ مسائل کے دو چار مسئلوں سے ان کو خلاف ہو مگر یہ کہ سب سے خلاف ہو اور رد لکھیں سمجھ میں نہیں آتا۔

مائۃ مسائل کا جواب ان کی تصنیف سے موجود، پھر اس میں سمجھ نہ آنے کی کیا بات ہے؟ اور رد کرنے کے لیے سب مسئلے سے خلاف ہونا کیا ضرور؟ آپ نے انوار ساطعہ کا رد براہین قاطعہ لکھا، اور اپنے شاگرد مولوی خلیل احمد صاحب کے نام سے چھپوایا تو کیا آپ کو اس کے سب مضامین سے اختلاف تھا؟

غرض اس کے بعد شاہ صاحب کے دو تین واقعے ابلہ پنے کے بیان کیے جن کو لفظ استغراق سے چھپایا ہے، استغراق اور شے ہے، حماقت چیزے دیگرے۔ لکھتے ہیں کہ:

استغراق کا یہ حال تھا کہ ایک شخص ماشاء اللہ خان نامی بوڑھا آدمی ہمیشہ سے ان کے ساتھ رہا، ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا، مگر داڑھی منڈی رکھتا تھا۔ کسی شخص نے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا کہ ماشاء اللہ داڑھی منڈواتا ہے اور برابر آپ کی مجلس میں آیا کرتا ہے، شاہ صاحب نے تعجب سے فرمایا کہ اچھا وہ ایسا کرتے ہیں اب آئیں گے تو منع کروں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد خان صاحب جو حاضر ہوئے تو شاہ صاحب نے ان سے پوچھا کہ خاں صاحب تم داڑھی منڈاتے ہو خاں صاحب نے جواب دیا کہ حضرت ابھی میری داڑھی نکلی کہاں ہے؟ شاہ صاحب کو فوراً یقین آ گیا اور فرمایا: ہاں سچ ہے اور شکایت کرنے والوں سے کہا کہ میاں ابھی ان کی داڑھی نکلی کہاں ہے؟

اگر اسی کا نام استغراق ہے تو مولوی رشید احمد صاحب کا استغراق جناب شاہ احمد سعید صاحب سے بڑھا ہوا ہے اس لیے کہ ممکن ہے کہ ایک صوفی صافی دوسرے کے عیوب کی طرف خیال نہ کرے، اور ایک مسلمان کو سچا جان کر بوڑھے شخص کے کہنے پر یقین کر لے کہ ابھی اس کی داڑھی نہیں نکلی ہے، اس لیے کہ جس کے مزاج میں برودت غالب ہوتی ہے اس کی داڑھی عام مردوں کی طرح نہیں نکلتی ہے، لیکن مولوی رشید احمد صاحب کا یہ استغراق بہت بڑھا ہوا ہے کہ مولوی صاحب جناب شاہ احمد سعید صاحب کے شاگرد ہیں، لیکن استغراق کی وجہ سے کچھ خبر نہیں کہ شاہ صاحب نے مولوی اسحٰق صاحب کے مائۃ مسائل کا جواب لکھا یا مسائل اربعین کا رد کیا ہے، نیز یہ ڈبل استغراق ہے کہ سائل صاحب کہہ رہے ہیں کہ وہ رد چھپ گیا ہے پھر بھی آپ فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب سے بعید معلوم ہوتا ہے اور یہ استغراق بالائے استغراق ہے کہ رد کے معنی یہ ہیں کہ پوری کتاب کا جواب لکھا جائے، رد کیا جائے۔ یوں تو حضرت سیّد الفحول مولانا شاہ فضل رسول صاحب نے بھی مائۃ مسائل کا جواب نہیں تحریر فرمایا ہوگا، اس لیے کہ مائۃ المسائل میں جو مسائل مسلک حق کے خلاف ہیں تصحیح المسائل میں انہیں کا جواب لکھا ہے، نہ کہ ایک ایک کر کے تمام مسائل کا اور یہ مولوی ولایت حسن صاحب دیوروی شاگرد مولوی رشید احمد صاحب کا بھی استغراق میں استغراق بھی کچھ کم نہیں۔ حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے مائۃ مسائل کا جواب کہاں اور کب لکھا ہے اور وہ کس مطبع میں چھپا ہے؟ شاہ صاحب نے مسائل اربعین کا رد لکھا مائۃ کا رد جناب مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے، مگر یہ کہ۔ ایں خانہ تمام آفتاب است

ی: اسی حصہ میں ہے:

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: شاہ احمد سعید صاحب کے یہاں جیسا کہ صوفیوں کا حال ہے کچی پکی سب طرح کی باتیں تھیں۔ (صفحہ ۳۴)

شاہ احمد سعید صاحب تو کسی کو رنجیدہ کرنا جانتے ہی نہ تھے، جو کسی نے کہا: "سو اگر کسی نے کچھ لکھ کر پیش کر دیا ہو اور آپ کا نام اس پر درج کرنے کو کہا ہو اور آپ نے ہاں کر لیا ہو اور پھر تحریر حضرت کے نام سے مشہور کر دی گئی ہو تو عجیب نہیں۔ (صفحہ ۳۳)

شاہ احمد سعید صاحب پر ایک حالت کا غلبہ تھا جس میں شاہ صاحب معذور تھے، حسن ظن دلدہی مروت اور سب سے زیادہ استغراق ومحویت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ مبتدعین کو بھی فی الجملہ کار برآری کا موقع مل جاتا۔ (صفحہ ۳۳)

انا للہ وانا الیہ راجعون استاد کی تجہیل وتحمیق کی حد ہوگئی۔ ناظرین! انصاف فرمائیں کہ ایک عالم متقی پاکباز صوفی، شرعی ذمہ دار شخص کی کیا یہ واقع تعریف ہے، یا سنی صحیح العقیدہ راڈِ وہابیہ ہونے کی وجہ سے ہجو ملیح؟

تو جب ان سعادت مندوں کی زبان وقلم سے ان کی سنی اساتذہ بھی محفوظ نہ رہے، تو ایک معاصر اور وہ بھی شیر بیشہ حق ودیانت جو ہمیشہ ان کی اصلاح کے درپے ان کی غلطیوں کو درست کرتا رہا، ان کی کتابوں، مسئلوں کا دنداں شکن جواب تحریر کرتا رہا ہو، جس پر دانت پیسنے اور خاموش ہورہنے کے سوا مرتے دم تک کسی تحریر کے جواب دینے کی ہمت نہ پڑی ہو، اس کے خلاف وہ اور ان کی ذریات جس درجہ دریدہ دہنی بدزبانی کریں، بہت تھوڑا ہے۔ مگر یقین کرنا چاہئے کہ قیامت کے دن ان جھوٹوں کا پردہ چاک ہوگا، اور اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین الالعنۃ اللہ علی الکٰفرین۔ (ملک العلماء)

۹: میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم ومغفور کو دیکھا تھا۔ گورا چٹا رنگ عمر تقریباً اسی سال، داڑھی اور سر کے بال ایک ایک کر کے سفید۔ عمامہ باندھے رہتے۔ جب کبھی اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے، اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت وتکریم کے ساتھ پیش آتے۔ ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امرتلالین میں تھا۔ وہاں سے اکثر سوالات جواب طلب بھیجا کرتے، فتاویٰ میں اکثر استفتا ان کے ہیں، انہیں کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سیّد المرسلین تحریر فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت ان کی بات بہت مانا کرتے، جب کوئی اہم کام سمجھا جاتا تو لوگ مرزا صاحب مرحوم کو سفارشی لاتے۔ ان کی سفارش کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ اعلیٰ حضرت ان کا بہت زیادہ خیال فرماتے اور وہ کچھ عرض کرتے ان کی عرض قبول فرماتے۔ بڑے صاحب تقویٰ اور اعلیٰ حضرت کے فدائی اور جاں نثار تھے۔ خدا کے فضل سے صاحب اولاد ہیں ایک صاحبزادہ جن کا نام نامی مرزا عبدالعزیز بیگ صاحب ہے دینیات سے واقف اور طبیب ہیں۔ اگرچہ آج کل ان کی صحت اچھی نہیں ہے، مگر بہت خوبیوں کے آدمی ہیں۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے کہ اعلیٰ حضرت کے استاد کی یادگار ہیں بریلی جامع مسجد کے قریب مکان ہے پنج وقتہ نماز جامع مسجد میں ادا کیا کرتے ہیں۔ (ملک العلماء)

۱۰): یعنی شمال سے جنوب اور جنوب سے شمال کی جانب واپسی قبلہ رو ہونے کے بعد ہوتی۔ (فقیر رضوی)

۱۱): یہ حضرت کے معتقدوں میں تھے اور اسی بنا پر ایک مرتبہ نینی تال اپنی کوٹھی میں مدعو بھی کیا تھا چنانچہ حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب قبلہ وہاں بھی تشریف لے گئے تھے اور قریب ایک ہفتہ کے وہاں قیام بھی فرمایا تھا۔ (ملک العلماء)

۱۲): جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ ان مرزا صاحب کا نام مرزا اسماعیل بیگ تھا۔ یہ اعلیٰ حضرت کے قریبی رشتہ دار تھے، اور اعلیٰ حضرت کے مکان سے پچھم ان کا مکان تھا، جس کا ایک حصہ حضرت حجۃ الاسلام نے خرید کر خانقاہ میں شامل کر لیا ہے، اور دوسرے حصہ کے متعلق مفتی اعظم کے لیے بات چیت مرزا صاحب مرحوم کے منجھلے صاحبزادے احمد مرزا صاحب سے ہو رہی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بھی شامل خانقاہ ہو جائے۔ مرزا اسماعیل بیگ صاحب کے والد کا نام نامی مرزا ابراہیم بیگ تھا، جو مرزا اسفندیار بیگ کے صاحبزادے تھے، انہیں مرزا اسفندیار بیگ کی صاحبزادی حسینی خانم سے حضرت رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خان صاحب کی شادی ہوئی، اس وجہ سے جناب مرزا اسماعیل بیگ صاحب اعلیٰ حضرت

کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے۔

۱۳): مشکوٰۃ شریف جلد اوّل صفحہ ۱۶ میں امام احمد سے روایت ہے: ایک بار صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کسی سوچ میں ڈوبے بیٹھے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آ کر سلام کیا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب نہیں دیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر شکایت کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لیے ہوئے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ پوچھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آمد ہی کا انکار کر دیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ قسم کھا بیٹھے۔ اس پر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی قسم کھالی اور کہا خدا کی قسم! مجھے آپ کے تشریف لانے اور سلام کرنے کا احساس تک نہیں ہوا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی اور فرمایا کہ ہاں! آدمی فکر میں غلطاں رہے تو احساس نہیں ہو پاتا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بستان المحدثین میں مشہور محدث حضرت امام مسلم کی وفات کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ سے مذاکرہ حدیث کی ایک مجلس میں کسی نے کوئی حدیث پوچھی بروقت یاد نہیں آئی تو گھر آ کر کتابوں کے مطالعے میں منہمک ہو گئے قریب ہی کھجور سے بھرا ہوا ٹوکرا رکھا تھا۔ ایک ایک کھجور اٹھا کر منہ میں دینے لگے اور احساس تک نہیں ہو سکا کہ پورا ٹوکرا کھا گئے ہیں، جب حدیث مل گئی تو احساس ہوا۔ کہتے ہیں اس وقت کی یہی بسیار خوری آپ کی موت کا سبب بن گئی۔

وسبب وفات او نیز عزا بے وارد گویند روزے مجلس مذاکرہ حدیث ورااز حدیثے پرسیدند وآں حدیث را نہ شناخت بمنزل خود آمد و یک سبد خرما نزد او گزاشتند در کتابہائے خود آں حدیث را تجسس می کرد یکاں یکاں خرما بطریق نقل از سبد برمیداشت وی خورد تا آنکہ حدیث یافتہ شد وخرما تمام گشت درغمزہ فکر علمی او را شعورے نماند وایں کثرت اکل سبب موت او شد۔

جو لوگ امام احمد رضا کے اس واقعہ ذہول پر اعتراض کرتے ہیں، کیا ان کا اعتراض امام احمد رضا کے پردے میں درحقیقت امام مسلم اور صحابی رسول حضرت عثمان غنی پر بھی نہیں ہو رہا ہے؟ (ملخص از امام احمد رضا حقائق کے اجالے میں' از فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہ)

۱۴): اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہ ہے اللہ عزوجل کا فضل اپنے اس بندے پر جس نے یہ علوم اصلاً کسی سے نہ سیکھے نہ ان میں کوئی کتاب پڑھی مگر تحریر اقلیدس کی صرف پہلی شکل اور دو جز تصریح حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد اور شرح چغمینی صرف پندرہ ورق جناب مولانا مولوی عبدالعلی صاحب رامپوری مرحوم مغفور سے وہ بھی جناب موصوف کے فرمانے ہی سے۔ اس وقت عمر انیس سال تھی درس مدتوں کا ختم ہو گیا تھا رام پور بوجہ قرابت جانا اور کچھ دن ٹھہرنا ہوا تھا صاحب مکان مرحوم کے یہاں حضرت موصوف تشریف لائے مسئلہ امتناع نظیر تذکرہ ہوا فقیر نے اس میں وہ تقریرات بیان کیں کہ مولانا ان پر متعجب ہوئے اور فرمایا: کیا پڑھتے ہو؟ عرض کی: درس کئی سال پیشتر ختم ہو گیا سب کچھ اپنے حضرت والد ماجد سے پڑھا۔ فرمایا: شرح چغمینی پڑھی ہے؟ عرض کی: نہ! فرمایا: اسے ہم سے پڑھ لو کہ اس فن کا ایسا جاننے والا نہ پاؤ گے۔ ان کے فرمانے سے اس چند روزہ قیام میں یہ پندرہ ورق پڑھے کسی دن ڈھائی ورق ہوتے کہ فقیر صرف عبارت پڑھتا چلا جاتا جہاں حضرت کو خیال ہوتا کہ نہ سمجھا ہو گا استفسار فرما لیتے مطلب عرض کر دیتا کسی دن آدھی سطر ہوتی جس دن فقیر کو کوئی شبہ ہوتا اس کی تقریر و بحث میں وقت ختم ہو جاتا۔ مولانا موصوف کی اس نعمت کا اظہار ضروری تھا کہ ناشکری نہ ہو۔ (کشف العلۃ صفحہ ۹۹ تا ۱۰۰)

۱۵): جامع حالات فقیر ظفر الدین رضوی غفرلہ القوی کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا وجہ ہے کہ آفتاب قبل طلوع کے معلوم ہونے لگتا ہے، اور اسی طرح بعد غروب ہو جانے کے بھی معلوم ہوتا ہے؟ غالباً اعلیٰ حضرت نے یہ جواب دیا ہو گا، جو سیّد صاحب کے سمجھ میں نہ آیا اور اسے نہ لکھ سکے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ علم المناظر میں ثابت ہو چکا ہے کہ نگاہ جب (ایسے) دو ملاء مختلف میں ہو کر گزرے جو کثافت و لطافت میں اختلاف رکھتے ہوں تو خطوط شعاعیہ جب ان دونوں ملا کے ملتقیٰ پر پہنچیں گے، ٹوٹ جائے گی، اور جس سمت میں جارہی تھی، اس کے نیچے ہو کر

گزرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر دریا یا تالاب میں کوئی لکڑی سیدھی اس طرح قائم کی جائے کہ اس کا ایک حصہ پانی میں ہو، اور ایک حصہ باہر۔ تو پانی کی سطح پر جو اس کا حصہ ہے، نگاہ سے دیکھنے میں ٹوٹا ہوا معلوم ہوگا۔ کہ پہلے نگاہ ملاء ہوا ہی گزری، پھر ملاء آب میں کہ بہ نسبت ملاء ہوا کے کثیف تر ہے۔ یوں ہی طلوع وغروب کے وقت آسمان کی طرف دیکھنے میں نگاہ کو دو ملاء قطع کرنا پڑتا ہے۔ ایک عالم نسیم کا کہ کثیف ہے، دوسرا اس کے بعد کی ہوا کا کہ بہ نسبت اس کے لطیف ہے۔ لاجرم خطوط شعاعیہ منتہی پر پہنچ کر ٹوٹ جائیں گی، اور نیچے ہو کر گزریں گی۔ تو اُفق حقیقی کہ بظاہر نگاہ کو وہیں تک پہنچنا چاہیے تھا، اس انکسار کے سبب نگاہ اس سے نیچے پہنچے گی، اور آفتاب جانب شرق قبل اس کے افق پر آئے، ہمیں مرئی ہوگا اور جانب غرب بعد اس کے افق سے گزر جائے مرئی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶): یہ اعلیٰ حضرت سے سن میں بہت بڑے اور اعلیٰ حضرت کے والد ماجد صاحب قدس سرہ کے ملنے والوں سے تھے اس لیے پیار امحبت اس طرح خطاب فرمایا۔ (فقیر رضوی)

۱۷): ۱۷ محرم کو اپنے شہر رام پور کے ایک باغ کے اندر موت واقع ہوئی۔

۱۸): مثلاً ایوب علی کے اعداد ۱۲۹ ہیں اور لطیف کے بھی ۱۲۹ لہٰذا اس روز سے فقیر ۲۹۸ بار بلا ناغہ پڑھ لیتا ہے؛ اور اس کے بے شمار برکات بکرمہ تعالیٰ میں نے پائے۔ (سید ایوب علی صاحب)

۱۹): اس مقام پر اس سے نقل شدہ عبارت اس قدر اغلاط پر مشتمل تھی کہ جب اس کی تصحیح میں دشواری ہوئی تو فقیر نے اس کتاب کی جستجو میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا مگر افسوس کہ کہیں سے دستیاب نہیں ہوئی۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں اس کا قلمی نسخہ ہے۔ محبّ گرامی حضرت مولانا سیّد شاہد علی صاحب نے ہزار مشکلوں کے ساتھ رضا لائبریری رام پور سے اس کا جو عکس حاصل کیا اور اس فقیر کو ارسال فرمایا وہ مطبوعہ مصر ہے۔ بہر حال اس سے میری ضرورت تو پوری نہیں ہوئی، پھر بھی میں مولانا موصوف کی کرم فرمائی کا حد درجہ ممنون ہوں۔

۲۰): اعلیٰ حضرت کے والدین پیار سے حضور کو امن میاں کہتے تھے۔ (ملک العلماء)

۲۱): یہ رسالہ جس کا عرفی نام 'فلسفہ اور اسلام' ہے۔ **الجمع الاسلامی** مبارکپور سے شائع ہو چکا ہے۔

۲۲): اہل سنت کے لیے سوائے بارگاہ رضوی کے دوسری جگہ تعلیم کی نہ تھی۔ اگر چہ بریلی میں ۱۳۱۲ھ میں ایک مدرسہ سرائے خام میں قائم ہوا تھا اور اس کا نام **اشاعت العلوم** تھا۔ اس کے بانی مولوی محمد یٰسین صاحب پنجابی شاگرد حضرت استاذی مولانا احمد حسن صاحب کانپوری تھے۔ یہ ایک زمانہ تک تو خاموشی کے ساتھ صرف درس وتدریس میں مشغول تھے۔ جب دیوبندیوں نے ۱۳۲۷ھ میں اپنی جماعت بندی اور جتھا قائم کرنے کے لیے ابتدائے قیام مدرسہ دیوبند سے اس وقت تک جتنے فارغ التحصیل ہوئے تھے یا وہاں پہنچ کر حدیث کا دورہ تمام کیا یا کچھ دنوں کے لیے شریک درس ہو گئے تھے اگر چہ کسی جگہ کے فارغ ہوں، ان سب کو بلا کر ان کی دستار بندی کر دی تھی۔ مولوی محمد یٰسین صاحب بھی انہیں لوگوں میں تھے کہ کانپور میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے کتابیں تمام کیں، چند دنوں کے لیے دیوبند جا کر دورہ میں شرکت کی تھی، ان کی بھی دستار بندی دیوبندیوں نے کر دی تھی۔ اس زمانہ سے ان کا میلان دیوبندیوں کی طرف زیادہ ہونے لگا اور اعلیٰ حضرت کے یہاں آمد ورفت میں کمی شروع کر دی تھی اور رفتہ رفتہ وہابی دیوبندی ہو گئے۔ ورنہ پہلے ان کے تعلقات اعلیٰ حضرت سے اچھے تھے، اور اعلیٰ حضرت کو بمنزلہ اپنے استاد کے سمجھتے تھے اس لیے کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اعلیٰ حضرت کی بے حد عزت کرتے اور بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ (ملک العلماء)

کلمات دعائیہ

از: جانشین مفتی اعظم حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ، بریلی شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یہ جان کر بہت مسرت ہوئی کہ "حیات اعلیٰ حضرت"، مکمل عنقریب پہلی مرتبہ منظر عام پر آ رہی ہے۔ مولانا المحترم مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مضطؔر رضوی نے جدوجہد سے اسے حاصل کیا پھر اس کی ترتیب وتہذیب، تصحیح وتحشیہ اور فہرست سازی میں جو عرق ریزیاں فرمائیں ان کے لئے وہ مبارک باد اور لائق صد ستائش ہیں۔

حضرت مولانا موصوف نے چند مقامات مجھے دکھائے جہاں توقیت کے حساب میں ہند سے غلط چھپ گئے تھے اور ترتیب اور بہت الٹ پھیر کاتب کی غلطی سے ہو گیا تھا۔ الحمدللہ انہوں نے "حیات اعلیٰ حضرت" کے ساتھ ساتھ "فتاویٰ رضویہ" میں بھی مطبوعہ ان غلطیوں کی تصحیح کردی۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب موصوف کو بہتر جزاء اس عمل خیر کی عطاء فرمائے اور اس میں جو بھی ان کے مدد ومعاون ہوئے ان سب کو برکات دارین سے نوازے آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلٰی الہ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

۲۳/ جمادی الثانی ۲۳ھ جری

ارشادات عالیہ

از: امینِ ملت حضرت ڈاکٹر سیّد شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، پروفیسر شعبہ اُردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فقیر برکاتی نے حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطرؔ کی مرتبہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے ضخیم مسودے کو گہرائی سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ مفتی صاحب نے جس قدر کاوش کی وہ بے مثال ہے۔

اردو میں سوانح نگاری کا فن لیا نہیں ہے۔ مجدد اعظم امام رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی نثری سوانح ان کے چہیتے شاگرد اور خلیفہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف فرمائی، ان سے پہلے مفتی محمود جان قادری جودھ پوری رحمۃ اللہ علیہ حیات اعلیٰ حضرت کی مختصر منظوم سوانح لکھ چکے تھے ملک العلماء نے ایک تحقیقی منصوبہ بندی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی وقیع سوانح لکھی جو چار جلدوں پر مشتمل تھی۔ چوتھی جلد فی الحال مفتی صاحب کی دسترس سے باہر ہے انشاء اللہ اس کی دستیابی جلد متوقع ہے۔

اس سوانح کو مرتبہ کرنے میں طویل مدت صرف ہوئی۔ مفتی صاحب نے بے شمار کتابوں کی مدد سے جگہ جگہ حاشئے لگا کر سونے پر سہاگہ کر دیا۔

جو قومیں اپنے اکابر کے حالات سے صرف نظر کرتی ہیں ان کی مثال بے منزل کے مسافر جیسی ہوتی ہے اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنے اسلاف اور اکابر کے کارناموں کو یاد کرتے رہیں اور روشنی حاصل کرتے رہیں۔

رضا اکادمی ممبئی کے روح رواں اور محب سنّیت عزیزم محمد سعید نوری اور مفتی صاحب کا سنیوں پر احسان ہے کہ ''سوانح حیات اعلیٰ حضرت'' ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

میں ہر دو حضرات کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ادبی، علمی، سماجی اور دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین برحمتك یا ارحم الرحمن۔

گدائے برکات:

ڈاکٹر سیّد شاہ محمد امین قادری

خادم سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ (ایٹہ)

پروفیسر شعبہ اُردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲۸ / اگست ۲۰۰۳ء

جلددوم

تصانیف

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی پیدائش اور نشو نما اس خاندان میں ہوئی جو علمی و عملی خاندان تھا، جہاں درس و تدریس وعظ و تقریر اور سب سے زیادہ تصنیف و تالیف، انشاء و تحریر کا دستور تھا۔ اس لیے آپ نے ہوش سنبھالتے ہی تصنیف و تالیف کا چرچا دیکھا۔ (کذا) اس لیے قدرتاً آپ کی طبیعت کا میلان تدریس و تقریر سے کہیں زیادہ تصنیف و تالیف کی طرف تھا۔ اس کے علاوہ قدرت کو آگے چل کر انہیں مجدد مائۃ حاضرہ بنانا اور ان کے علوم و فنون سے زمانۂ دراز تک عرب و عجم، روم و شام اور تمام ممالک اسلامیہ کو فیضیاب کرنا تھا، اس لیے بھی ضروری تھا کہ حضور تدرس و تقریر کے اعتبار سے تصنیف و تحریر کی طرف زیادہ توجہ فرمائیں۔

اس لیے کہ تدرس و تقریر کا اثر محدود، خام اور جلد ختم ہونے والا ہے اور تصنیف و تحریر کا اثر غیر محدود و پختہ اور رہتی دنیا تک باقی رہنے والا ہوتا ہے۔ دنیا میں علماء کرام لاکھوں کیا کروڑوں ہوئے، جنھوں نے اپنے اپنے زمانے میں عالم کو اپنے علوم و فنون سے مستفیض فرمایا۔ جہان میں اپنے علوم کی روشنی پھیلا کر تاریکی و جہالت دور کی۔ مگر آج ہم ان کے نام سے بھی واقف نہیں کہ وہ کون کون تھے؟ کہاں کہاں تھے؟ کن کن علوم کے جامع تھے؟ بہتوں کے ناموں اور ان کے معارف کا کچھ پتا بھی چلتا ہے، تو دوسرے علماء و معاصرین یا بعد کے لوگوں کی تحریر ہی کی بدولت۔ بخلاف امام غزالی، امام رازی، اصحاب صحاح ستہ، ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کہ ان کی تالیفات و تصنیفات کی بدولت آج (لوگ) براہ راست ان کے علوم و فنون سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

محرر المذہب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی برکت سے امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علوم و معارف اور اجتہادیات زندہ ہیں۔ تصوف کی معلومات امام غزالی کی احیاء العلوم، حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین عالم ہیں۔

ان سب وجوہ سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے بھی تدریس و وعظ کے اعتبار سے تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ فرمائی۔ جس وقت آٹھ سال کی عمر شریف تھی، آپ نے ھدایۃ النحو کی شرح عربی زبان میں تالیف فرمائی۔ اس کے بعد تیرہواں سال جب عمر شریف کا ہوا، اس وقت حمد و ہدایت کی تعریف میں عربی زبان میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام ضوء النہایۃ فی اعلام الحمد و الہدایۃ ہے۔

میں نے ۱۳۲۷ھ میں حسب فرمائش مولانا المکرم حبینا الافخم جناب مولانا مولوی سیّد محمد عبدالجبار صاحب قادری

حیدرآبادی غفرلہ رحمۃ اللہ رحمتہ واسعتہ یوم ینادی المنادی، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی پچاس علوم وفنون میں تصانیف کثیرہ کی فہرست مع فن وزبان وکیفیت ومضمون وسال تصنیف کے بیان میں، ایک رسالہ مسمّیٰ بنام تاریخی المجمل المورد اا التالیفات المجدد تحریر کیا تھا، جو اسی زمانے میں مطبع پٹنہ میں باہتمام حضرت مولانا ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ چھپ کر شائع ہو چکا تھا۔ اس میں ساڑھے تین سو تصنیفات وتالیفات کی مفصل فہرست درج تھی۔

اس کے بعد جب ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ میں چار مہینے کی فرصت لے کر اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی اشاعت کے سلسلے میں بریلی شریف قیام کا موقع ملا۔ تو ۱۳۲۷ھ کے بعد سے وصال تک جس قدر تصنیفات ملی تھیں، ان کو بطور ضمیمہ اس رسالہ کے، اضافہ کیا، تو تصنیفات چھ سو سے فاضل ہوگئیں۔ جو چار قسموں پر منقسم ہیں:

1۔ تصانیف خاصہ جن کے نام تاریخی ہیں۔

2۔ وہ تصانیف خاصہ جن کے نام تاریخی نہیں۔

3۔ تصنیفات اصحاب وقدسی احباب جن کے نام تاریخی ہیں۔

4۔ وہ تصنیفات اصحاب جن کے نام تاریخی نہیں۔

قسم سوم وچہارم، اگرچہ بنام تلامذہ واصحاب ہیں، لیکن درحقیقت (ان کو) اعلیٰ حضرت ہی کی تصنیف سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ یہ وہ کتابیں ہیں، جو تلامذہ نے لکھ کر بغرض اصلاح پیش کیں، لیکن ان پر اصلاح کیا ہوئی! وہ مستقل تصنیف ہی ہوگئیں۔ اس لے ایسی کتابوں کو اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہ فرمایا۔ علاوہ بریں یہ اساتذہ علماء کی قدیم عادت ہے کہ کسی مصلحت سے اپنی کتاب کو کسی شاگرد کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، اور قدیم زمانہ سے حال تک، اس کا بلانکیر رواج ہے۔ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ۱۳۲۷ھ تک ساڑھے تین سو تھیں، جن کا بیان میں نے اپنے رسالہ المجمل المورد لتالیفات المجدد میں کیا ہے۔ پہلے ان سب کو اسی ترتیب سے ذکر کروں گا۔ اس کے بعد پھر ان کو ترتیب فنون وس علوم ذکر کر کے جو کتابیں میرے پاس ہیں، یا میری نظر سے گزری ہیں، ان کے کچھ تفصیلی حالات لکھوں گا۔ ورنہ فقط نام اور مجمل حالت پر اکتفا کروں گا۔ اس کے بعد بطور ضمیمہ رسالہ المجمل المورد ۱۳۲۷ھ کے بعد سے سال وفات تک تصنیفات کو اسی طرح چار حصے کر کے ان کا شمار، سال تصنیف، نام کتاب، فن، زبان، کیفیت مضمون لکھوں گا۔ اس کے بعد پھر ان سب کو بھی بترتیب علوم وفنون ذکر کر کے تفصیلی حالت بیان کروں گا۔

وباالله التوفيق و بيده ازمة التحقيق

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

نمبرشمار	سن تصنیف	نام کتاب	فن	زبان	کیفیت	مضمون کتاب
۱	۱۲۸۵	ضوء النهایه فی اعلام الحمد والهدایة	کلام	ع	مبیضہ	حمد وہدایت کی تعریف
۲	۱۲۸۸	حل خطاء الخط	ردّوہابیہ	ع	مبیضہ	ردّخط اسماعیل دہلوی
۳	۱۲۹۰	السعی المشکور فی ابداء الحق والمهجور	کلام	ع	مسودہ	مسئلہ صفات باری تعالیٰ وتحقیق مذہب اہل سنت
۴	۱۲۹۴	معتبر الطالب فی شیون ابی طالب	کلام	ف	مبیضہ	شرح ابی طالب میں داخل کردیا گیا
۵	۱۲۹۵	نقاء النیره فی شرح الجوهره ملقب به النیرة الوضیة فی شرح الجوهرة المضیئة	فقہ	ف	مطبوعہ لکھنؤ	مسائل حج وزیارت کا بیان یہ رسالہ بار اوّل کے حج میں مکہ مکرمہ میں ایک دن میں تالیف فرمایا (م)
۶	۱۲۹۶	اطائب الاکسیر فی علم التکسیر	تکسیر	ع	ناتمام	علم تکسیر اور مصنف کے ایجادات کثیرہ
۷	=	نفی الفئی عمن بنوره انار کل شیء	فضائل	ف	مبیضہ	اس بارے میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا (م)
۸	۱۲۹۷	الکلام الهی فی تشبه الصدیق بالنبی	مناقب	ف	مبیضہ	صدیق اکبر کی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہتیں
۹	=	وجد المشرق فی بخلوة اسماء الصدیق والفاروق	مناقب	ف	مبیضہ	صدیق وفاروق کے صدہا تا کہ احادیث میں آئے
۱۰	=	مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین	عقائد	ف	مبیضہ	تفضیل شیخین پر کمال مبسوط کتاب (م)
۱۱	=	سلطنة المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی	فضائل ورد	ف	مسودہ	فضائل اقدس میں ایمان افروز کتاب (م)

۱۲	۱۲۹۸	اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب	عقائد	ھ	مبیضہ	اللہ ورسول وآل واصحاب کے باب میں اہل سنت کے اعتقاد (م)
۱۳	=	احکام الا الاحکام فی التناول من ید من مالہ حرام	فقہ	ھ	اکثر مبیضہ	مال حرام والے کے ساتھ معاملات اور اس کے نفقات
۱۴	=	انفس الفکر فی قربان البقر	فقہ ورڈ ھنود	ھ	مبیضہ	ہندوستان میں گائے کی قربانی جاری رکھنا واجب ہے (م)
۱۵	=	اجلال جبریل بجعلہ خادما للمحبوب الجمیل	فضائل	ھ	مسودہ	جبریل امین خادم مصطفیٰ ﷺ ہیں
۱۶	=	الامر باحترام المقابر	فقہ ورد	ھ	مطبوعہ	اہلاک الوہابین میں شامل کیا گیا (م)
۱۷	۱۲۹۹	اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ	فقہ ورڈ وہابیۃ	ھ	مبیضہ	مسئلہ قیام مجلس میلاد مبارک (م)
۱۸	۱۲۹۹	ھدی الحیران فی نفی الفیء عن شمس الاکوان	فضائل ورڈ	ھ	مبیضہ	نبی ﷺ کے سایہ نہ ہونے کے باب میں ایک مخالف کا رڈ (م)
۱۹	=	حسن البراعۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ	فقہ	ع	مسودہ	جماعت اولیٰ اور مسجد واجب ہے۔
۲۰	=	النعیم المقیم فی فرحۃ مولد النبی الکریم	فقہ ورڈ	ھ	مطبع	رشاقۃ الکلام میں شامل کیا گیا۔
۲۱	۱۳۰۰	الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ	تفسیر ورڈ تفضیلیہ	ع	مبیضہ	آیۃ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی تفسیر (م)
۲۲	=	بذل الصفا لعبد المصطفیٰ	عقائد ورڈ وہابیہ	ھ	مسودہ	عبدالنبی غلام مصطفیٰ نبی بخش ناموں کا جواز
۲۳	=	البشری العاجلۃ من تحف آجلہ	عقائدہ ورڈ معترفہ	ع		تفضیلیہ ومفسقان امیر معاویہ کا رڈ

۲۴	=	النذیر الهائل لکل حلف جاهل	مناظرہ وردّ	ھ	مبیضہ	مجلس میلاد مبارک کے بارے میں مولوی نذیر احمد دہلوی کے ایک فتویٰ کا انہیں کے دوسرے فتوے سے ردّ
۲۵	۱۳۰۱	منیر العینین فی حکم تقبیل الابهامین	فقہ ورد	ھ	مطبع	اذان میں نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا
۲۶	=	المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة	فقہ	خ	مسودہ	جو بدعت کفری رکھتا ہو تمام احکام میں مثل مرتد ہے
۲۷	=	المجمل المسدد ان ساب المصطفی مرتد	فقہ	خ	مبیضہ	حضور اقدس ﷺ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ہے۔
۲۸	۱۳۰۲	اجود القریٰ لمن یطلب الصحة فی اجارة القریٰ	فقہ	ھ	مبیضہ	دیہات کا رائج ٹھیکہ حرام اور جواز کی صورت
۲۹	=	نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا	فقہ وردّ وہابیہ	ھ	مسودہ	دافع وبا کو اذان
۳۰	۱۳۰۳	الاحلیٰ من السکر لطلبة سکرر وسر	فقہ	ھ	مطبع حنفیہ	شکر روسر وغیرہ صدہا جزئیات کا قانون
۳۱	۱۳۰۳	الاهلال بفیض الاولیاء ...... بعد الوصال	ردّ وہابیہ	ھ	بمبئی	حیات الموات میں شامل کیا گیا (م)
۳۲	=	مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم	مناقب	ف	مبیضہ	فضائل سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۳	=	جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال	فقہ	ع	مسودہ	نیا جوتا پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے اور استعمالی جوتا پہن کر پڑھنے اور مسجد میں جانے کا حکم
۳۴	=	منزع المرام فی التداوی بالحرام	فقہ	چ	ناتمام	حرام چیز بطور دوا بھی استعمال نہیں ہو سکتی
۳۵	۱۳۰۴	مقام الحدید علیٰ خد المنطق الجدید	کلام	ھ	مبیضہ	فلسفہ جدیدہ کا مخالف عقائد ہونا (م)

۳۶	=	معدل الزلال فی اثبات الھلال	فقہ	ھ	مبیضہ	انجمن اسلامیہ بریلی کو اثبات ہلال میں غلط فہمی پر تنبیہ اور مسائل شرعیہ کی تعلیم
۳۷	=	طوالع النور فی حکم السرج علی القبور	فقہ وردّ وہابیہ	ھ	ناتمام	قبروں پر چراغ جلانے کے تفصیلی احکام
۳۸	=	البارقۃ اللمعا علی سامد نطق بالکفر طوعا	فقہ	ع	مسودہ	جو قصداً کلمہ کفر کہے اگرچہ معتقد نہ ہو کافر ہے
۳۹	=	جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ	فقہ	ع	مسودہ	مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے اس کو گناہ کہنا خطا ہے
۴۰	=	انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ	فقہ ورد	ھ	مسودہ	یارسول اللہ یا علی کہنے کا جواز
۴۱	=	التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل	اصول فقہ	ع	ناتمام	لفظ کان یفعل دوام میں نص نہیں
۴۲	۱۳۰۵	تجلی الیقین بان نبینا سیّد المرسلین	عقائد	ھ	مطبع قادری بریلی	سید انبیاء ﷺ کے سب انبیاء سے افضل ہونے پر دلیل (تین سو حدیثیں)
۴۳	=	حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات	عقائد وردّ وہابیہ	ھ	مطبوعہ بمبئی	اموات کے دیکھنے سننے کا ثبوت اور بعد وصال اولیاء کے فیوض و برکات (م)
۴۴	=	انھار الانوار من یم صلاۃ الاسرار	فقہ ورد	ھ	مطبوعہ بریلی	نماز غوثیہ کا ثبوت مطبوعہ
۴۵	=	ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار	اذکار	ع	مبیضہ	طریقہ ونکات نماز غوثیہ (م)
۴۶	=	اسماع الاربعین فی شفاعۃ سیّد المحبوبین	حدیث وردّ وہابیہ	ع ھ	مبیضہ	شفاعت اقدس ﷺ میں چہل حدیث (م)
۴۷	=	البسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجل	فقہ	ھ	مبیضہ	زوجہ بعد وطی بھی مہر موجل لینے کے لیے اپنے نفس کو روک سکتی ہے

۴۸	=	النهی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید	فقہ وردّ غیر مقلدین	ھ		غیر مقلدوں کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے۔(م)
۴۹	=	صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین	فقہ	ع		حرمین میں مہاجر بن کر رہنا کیسا ہے۔(م)
۵۰	=	ازکی الاهلال بابطال ما احدث الناس فی امرالهلال	فقہ وردّ گنگوہی	ھ	کلکتہ	چاند کی خبر میں تار اور خط پر اعتبار نہیں (م)
۵۱	=	باب غلام مصطفٰی	فقہ وردّ وہابیہ	ھ	مبیضہ	شامل رسالہ بذل الصفا کیا گیا
۵۲	=	تلالو الافلاك بجلائل حدیث لولاك	حدیث	ع ھ	مسودہ	حدیث لولاک کا ثبوت
۵۳	=	التحبیر بباب التدبیر	فقہ	ھ	مبیضہ	تقدیر پر ایمان کے ساتھ تدبیر سنت ہے اور منکر گمراہ(م)
۵۴	=	احسن المقاصد فی بیان ما تنزه عنه المساجد	فقہ	ھ	ناتمام	کیا کیا کام مسجد میں ناروا ہیں
۵۵	=	ازین کافل لحکم القعدة فی المکتوبة و النوافل	فقہ	ع	ناتمام	فرض ونفل میں قعدہ فرض ہے یا واجب
۵۶	=	زهر الصلاۃ من شجرۃ اکارم الهداۃ	اذکار	ع	مبیضہ	درود میں شجرۂ طیبہ کے اسماء بمعنی دیگر (م)
۵۷	۱۳۰۶	صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین	فقہ وردّ غیر مقلدین	ھ	اہل سنت	مصافحہ دونوں ہاتھوں سے سنت ہے (م)
۵۸	=	جاه القصیدۃ البغدادیة ملقب به الزمزمة القمریة فی الذب عن الخمریة	شتی	ھ	مطبع اہل سنت بریلی	قصیدہ غوثیہ پر بعض جہال کے اعتراض کا ردّ
۵۹	=	اعلام الاعلام بان هندوستان دار الاسلام	فقہ	ع ھ	مبیضہ	ہندوستان دار الحرب نہیں (م)

۶۰	=	تبیان الوضوء	فقہ	ھ	مبیضہ	وضووغسل کی احتیاطیں (م)
۶۱	=	الحلاوۃ والطلاوۃ فی موجب سجود التلاوۃ	فقہ	ع	مسودہ	سجدۂ تلاوت کتنا پڑھنے سے واجب ہوتا ہے
۶۲	=	الادلۃ الاطاعنہ فی اذان الملاعنہ	ردّروافض	ھ	مبیضہ	روافض کہ اذان میں کلمہ بلافصل بڑھانے میں انہیں کی کتب سے اسکاردوان پرلعنت (م)
۶۳	=	الاشکال الاقیدس لتکسیر اشکال اقلیدس	ہندسہ	ع	مسودہ	اقلیدس کے بعض اشکال پر امتحانی اعتراض
۶۴	=	عروس الاسماء الحسنٰی فیما لنبینا من الاسماء الحسنٰی	فضائل	ع ھ	ناتمام	حضور اکرم ﷺ کے لیے ہزار سے زائد اسماء
۶۵	=	نائل الراح فی فرق الریح والریاح	تفسیر	ف	مبیضہ	اطلاق ریح وریاح کا فرق
۶۶	۱۳۰۷	حکم رجوع من ولی فی نفقۃ العرس والجھاز والحلی	فقہ	ھ	مبیضہ	جس نے دلہن کوجہیز دیا اور شادی میں خرچ اٹھایا وہ اس کی واپسی کا دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے اور شوہر کی طرف سے بری میں جوزیور یا جوڑا آتا ہے وہ کس کی ملک ہے؟
۶۷	=	المنح الملیحہ فیما نھی من اجزاء الذبیحہ	فقہ	ع	مسودہ	ذبیحہ سے بائیس چیز کھانے کی ممانعت (م)
۶۸	=	سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح	عقائد وردّ وہابیہ	ھ	مطبوعہ لکھنؤ پٹنہ	امکان کذب کا ردّ
۶۹	=	الزھر الباسم فی حرمۃ الزکاۃ علی بنی ھاشم	فقہ	ھ	مطبع حنفیہ پٹنہ	سادات پرزکاۃ حرام ہے ان کے دیئے ادانہ ہوگی
۷۰	=	تجلی المشکاۃ لانارۃ اسئلۃ الزکاۃ	فقہ	ھ	حنفیہ پٹنہ	مسائل زکاۃ کے نفیس قانون (م)
۷۱	=	التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد	فقہ	ھ	مبیضہ	مسجد کا صحن بھی مسجد ہے۔ (م)

۷۲	=	شرح الحقوق لطرح العقوق	اخلاق	ھ	مبیضہ	ابوین' زوجین' استاذ وغیرہ کے حقوق (م)
۷۳	=	حك العيب فى حرمة تسويد الشيب	فقہ	ھ	مبیضہ	سیاہ خضاب حرام ہے
۷۴	=	حقة المرجان لمهم حكم الدخان	فقہ	ھ	حنفیہ	حقے اور تمبا کو کے احکام (م)
۷۵	=	عباب الانوار ان لا نكاح بمجرد الاقرار	فقہ	ھ	مبیضہ	صرف مرد وزن کے اس اقرار سے کہ ہم زن وشوہر ہیں' نکاح نہیں ہوتا۔(م)
۷۶	=	الحجة الفائحه بطيب التعيين والفاتحة	فقہ ورد وہابیہ	ھ	مبیضہ	دن معین کرنے اور دیگر تقییدات فاتحہ کا حکم (م)
۷۷	=	سرور العيد السعيد فى حل الدعاء بعد صلاة العيد	فقہ ورد وہابیہ	ھ	مبیضہ	نماز عید کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت (م)
۷۸	=	الصافية الموحيه لحكم جلود الاضحيه	فقہ ورد گنگوہی	ع	مبیضہ	پوست قربانی مسجد ومدرسہ میں صرف کرنا (م)
۷۹	=	الطرة فى سطر العورة	فقہ	ع	مسودہ	ستر عورت مرد وزن کی تفصیل
۸۰	۱۳۰۸	كشف حقائق واسرار و دقائق	تصوف	ھ	مطبوعہ سیتاپور	سوالات تصوف کا جواب
۸۱	=	الحرف الحسن فى الكتابة على الكفن	فقہ ورد وہابیہ	ھ	مبیضہ	کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنے کا مسئلہ (م)
۸۲	=	ابر المقام فى استحسان قبلة الاجلال	فقہ ورد وہابیہ	ھ	مبیضہ	دست وپائے مشائخ وعلماء وآستانہ مزارات وغیرہ پر بوسہائے تعظیمی کا بیان (م)
۸۳	=	فتح المليك فى حكم التمليك	فقہ	ع	مبیضہ	تملیک نامہ وہبہ نامہ میں فرق نہیں
۸۴	۱۳۰۹	الياقوتة الواسطه فى قلب عقد الرابطه	سلوک ورد وہابیہ	ھ	اہل سنت بریلی	تصور برزخ کا جواز
۸۵	=	النير الشهابى على تدليس الوهابى	ردّ غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	در بارہ تقلید غیر مقلدوں کے بعض شبہات کا جواب (م)

۸۶	=	اعز الاکتناہ فی ردّ صدقۃ مانع الزکاۃ	ترغیب و ترہیب	ھ	مبیضہ	جوزکاۃ نہ دے اس کا صدقہ قبول نہیں (م)
۸۷	=	الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز	فقہ	ھ	مبیضہ	چاندی سونے کی کیا چیزیں مردوں عورتوں کو جائز ہیں اور کیا کیا ناجائز (م)
۸۸	=	سبحان القدوس عن تقدیس نحس منکوس	عقائدوردّ وہابیہ	ھ	مسودہ	ردّ امکان کذب وابطال خرافات رسالہ تقدیس القدیر
۸۹	=	انباء الحذاق بمسالك النفاق	حدیث	ھ	مسودہ	نفاق اعتقادی وعملی کا فرق اور اس کے بارے میں احادیث کثیرہ کا جمع کرنا
۹۰	=	انوار الحلم فی معانی میعاد استجب لکم	تفسیر	ف	مسودہ	اجابت دعا کے کیا کیا معنی ہیں اثر ظاہر نہ ہوتا دیکھ کر بیدل ہوجانا حماقت ہے
۹۱	۱۳۱۰	اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد	حدیث	ھ	مبیضہ	کن کن عمل کے سب حقوق العباد سے نجات مل سکتی ہے (م)
۹۲	=	مشعلۃ الارشاد الٰی حقوق الاولاد	اخلاق	ھ	مبیضہ	اولاد کے پیدا ہونے بلکہ شکم مادر میں آنے سے پہلے جوحقوق ہیں (م)
۹۳	=	رفیع المدارك فی حکم السوائب وطرح المالك	فقہ	ھ	مبیضہ	بجار اور ھندو گنگا میں گھناڈالتے ہیں ان کا حکم
۹۴	=	جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام الموت	فقہ	ھ	مبیضہ	اہل میت کی طرف سے اغنیا کی دعوت منع ہے (م)
۹۵	=	یسر الزاد لمن ام الضاد	فقہ	ع	مسودہ	تحقیقات حرف ضاددرراہ مارہرہ گم شدہ
۹۶	۱۳۱۱	الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء	فقہ وفضائل وردّوہابیہ	ھ	مطبع اہل سنت	فضائل اقدس وردّ شرک وہابیہ میں بے مثل کتاب (م)
۹۷	=	منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب	فضائل	ھ	اہل سنت	تمام احکام شرعیہ حضور کے اختیار میں شامل الامن والعلٰی

۹۸	=	برکات الامداد لاهل الاستمداد	فقہ ورد	ھ	اہل سنت	اولیاء سے استعانت کا ثبوت
۹۹	=	بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز	فقہ وردّ وہابیہ	ھ	مطبوعہ بمبئی	نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کا جواز
۱۰۰	=	الهدایة المبارکه فی خلق الملئکة	حدیث	ھ	مبیضہ	ملئکہ کی پیدائش وموت کا بیان (م)
۱۰۱	=	رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق	فقہ	ھ	مبیضہ	۲۲۰ الفاظ طلاق کا بیان کہ ان سے بائن پڑتی ہے اوران سے رجعی (م)
۱۰۲	=	فیح النسرین بجواب الاسئلة العشرین	ردّ وہابیہ	ھ	مسودہ	وہابیہ کے متعلق ۲۰ سوالوں کا جواب
۱۰۳	=	بوارق تلوح من حقیقة الروح	تصوف	ع	مسودہ	روح کیا شے ہے؟
۱۰۴	=	المنی والدرر لمن عمد منی آردر	فقہ وردّ گنگوہی	ھ	مسودہ	منی آرڈر کرنا رواہے اورفتوائے گنگوہی کارد (م)
۱۰۵	۱۳۱۲	الکوبة الشهابیة فی کفریات ابی الوهابیة	کلام وردّ وہابیہ	ھ	اہل سنت	ستر وجہ سے امام وہابیہ پر فقہا کے نزدیک لزوم کفر (م)
۱۰۶	=	سبل السیوف الهندیه علی کفریات بابا النجدیة	ایضاً	ھ	مطبع حنفیہ پٹنہ	الکوکبۃ الشہابیہ کا خلاصہ (م)
۱۰۷	=	وشاح الجید فی تحلیل معانقة العید	فقہ وردّ وہابیہ	ھ	اہل سنت	عید کے بعد معانقہ نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے (م)
۱۰۸	=	وصاف الرجیح فی بسملة التراویح	فقہ وردّ غیر مقلد	ھ	اہل سنت	ختم تراویح میں ایک ہی بار بسم اللہ بآواز پڑھیں اور گنگوہی کا ردّ (م)
۱۰۹	=	السیوف المخیفه علی عائب ابی حنیفه	اصول فقہ وردّ غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	فتاویٰ عالمگیری سے اس قول کی شرح کہ جو شخص قیاس امام اعظم کو ناحق کہے کافر ہے
۱۱۰	=	العروس المعطار فی زمن دعوة الافطار	اذکار	ھ	مبیضہ	دعائے افطار افطار سے پہلے ہو یا بعد (م)

۱۱۱	=	القلادة المرصعه فی نحر الاجوبة الاربعة	فقہ	ھ	مبیضہ	اشرف علی تھانوی کے چار فتووں پر تحریر (م)
۱۱۲	=	سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء	فقہ ورد وہابیہ	ھ	اہل سنت	مدار کے مرغ اور چہل تن کی گائے وغیرہ کا حکم (م)
۱۱۳	=	ستر جمیل فی مسائل السراویل	فقہ	ھ	مبیضہ	ڈھیلے اور تنگ پائجاموں اور تہبند کا حکم
۱۱۴	=	التلطف بجواب مسائل التصوف	تصوف	ھ	مسودہ	سوالات تصوف کا جواب
۱۱۵	=	اطائب التهانی فی النکاح الثانی	فقہ ورد وہابیہ	ھ	مبیضہ	نکاح ثانی میں وہابیہ کا تشدد باطل ہے (م)
۱۱۶	=	راد القحط والوباء بدعوة الجیران و مواساة الفقراء	فقہ	ھ	مبیضہ	قحط وبا میں مسلمانوں کی دعوت نافع ہے
۱۱۷	=	تنزیه المکانة الحیدریة عن وصمة عهد الجاهلیة	فضائل	ھ	مبیضہ	مولیٰ علی پر کبھی بالتبع بھی لفظ کفر نہیں آیا (م)
۱۱۸	=	انجاء البری عن وسواس المفتری	مناقب	ع ھ	مبیضہ	شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی جناب میں عقیدت
۱۱۹	=	سلب الثلب عن القائلین بطهارة الکلب	فقہ	ع ف	مبیضہ	صحیح یہ ہے کہ کتے کا صرف لعاب نجس ہے
۱۲۰	=	رعایة المنه فی ان التهجد نفل او سنه	فقہ	ھ	مبیضہ	تہجد نفل ہے یا سنت
۱۲۱	=	حق الاحقاق فی حادثة من نوازل الطلاق	فقہ	ھ	مبیضہ	ایک مسئلہ طلاق کی نفیس تحقیق
۱۲۲	=	جمیل ثناء الائمه علی علم سراج الامه	مناقب ورد غیر مقلد	ھ	مسودہ	ائمہ نے امام اعظم کی کیا کیا مدح کی
۱۲۳	=	عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوك الاسلام	عقائد ورد مفتقہ	ھ	مسودہ	فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

۱۲۴	=	اعلام الصحابة الموافقين للامير معوية و اُم المؤمنين	تاریخ ورد مفسقہ	ھ	ناتمام	کون کون صحابہ امیر معویہ اور ام المؤمنین کے ساتھ تھے
۱۲۵	=	ذب الاهواء الوهيه فى باب الامير معاويه	عقائد ورد مفسقہ	ھ	ناتمام	امیر معویہ پر سے مطاعن کا دفع
۱۲۶	۱۳۱۳	اعز النكات بجواب سوال الركات ملقب به الفضل الموهبى فى معنى اذا صح الحديث فهو مذهبى	اصول فقہ	ھ	اہل سنت	حدیث پر چلنے کے لیے کیا کیا درکار ہے اور غیر مقلدین کی جہالت کا رد
۱۲۷	=	فتاوٰى القدوة لكشف دفين الندوة	عقائد ورد	ھ	قادری	ردّ عقائد ندوہ
۱۲۸	=	مراسلات سنت ندوه	مناظرہ ورد ندوۃ	ھ	مطبع نظامی	ناظم ندوہ سے دربارۂ ندوہ جو خط و کتابت ہوئے
۱۲۹	=	سوالات حقائق نما بروس ندوة العلماء	ردّ ندوہ	ھ	مطبوعہ بدایوں و کلکتہ	ندوہ پر ستر سوال جن کے جواب سے علمائے ندوہ آج تک عاجز ہیں
۱۳۰	=	حاجز البحرين الواقى عن جمع الصلاتين	فقہ ورد غیر مقلدین	ھ	مطبع اہل سنت	سفر میں دو نماز ملا کر پڑھنا جائز نہیں ورد اشد نذیر حسین دہلوی
۱۳۱	=	الهاد الكاف فى حكم الضعاف	اصول حدیث	ھ	بمبئی	حدیث ضعیف پر عمل کے احکام
۱۳۲	=	لوامع البها فى المصر للجمعة والاربع عقبيها	فقہ ورد غیر مقلدین	ف	مبیضہ	جمعہ کے لیے شہر شرط اور چار رکعت احتیاطی کا بیان
۱۳۳	=	الكاس الدهاق باضافة الطلاق	فقہ	ع	مبیضہ	طلاق میں زوجہ کی طرف اضافت کا بیان
۱۳۴	=	مدارج طبقات الحديث	اصول حدیث	ع	مبیضہ	کتب حدیث کا تفرقہ مراتب
۱۳۵	=	القطوف الدانيه لمن احسن الجماعة الثانية	فقہ ورد گنگوہی	ع ھ	مبیضہ	جماعت ثانیہ کا جواز اور اس کی تفصیل (م)

۱۳۶	=	الاحادیث الروایة لمدح الامیر معویة	حدیث ورد مفسقہ	ع ھ	مسودہ	مناقب امیر معویہ کی حدیثیں
۱۳۷	=	الردّ الاشد البهی فی هجر الجماعة علیٰ الگنگهی	فقہ ورد گنگوہی	ھ	مسودہ	دربارہ جماعت ثانیہ فتویٰ گنگوہی کارد
۱۳۸	۱۳۱۴	نقد البیان لحرمة ابنة اخی اللبان	فقہ	ع	مبیضہ	دودہ کی بھتیجی حرام ہے اور ایک بیباک کا ردّ
۱۳۹	=	هادی الاضحیة بالشاء الهندیة	فقہ	ھ	مبیضہ	چھ مہینے کی بھیڑ قربانی میں روا ہے
۱۴۰	۱۳۱۵	لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللحی	فقہ ورد نیچریہ	ھ	مطبوعہ حیدرآباد	داڑھی رکھنے کا وجوب اور اس کے کتروانے والے پر سخت وعیدیں
۱۴۱	=	النهی الحاجز عن تکرار صلاة الجنائز	فقہ ورد غیر مقلدین	ھ	بانکی پور	ایک جنازہ پر دوبار نماز جائز نہیں ہے
۱۴۲	=	شفاء الواله فی صور الحبیب و مزاره و نعاله	فقہ ورد وہابیہ	ھ	حنفیہ	نقشہ مزار اقدس و نعل مبارک کا ادب
۱۴۳	=	الصمصام علی مشکك فی آیة علوم الارحام	تفسیر ورد نصاریٰ	ھ	مبیضہ	ڈاکٹروں کے ادعا اور پادریوں کا ردّ (م)
۱۴۴	=	مروج النجا لخروج النساء	فقہ	ھ	مسودہ	عورت کو کہاں کہاں جانا جائز ہے (م)
۱۴۵	=	النفحة الفائحة من مسك سورة الفاتحة	تفسیر و فضائل ورد وہابیہ	ھ	مبیضہ	سورہ فاتحہ سے نبی کریم ﷺ کے فضائل کا ثبوت اور وہابیہ کا ردّ
۱۴۶	=	نعم الزاد لروم الضاد	تجوید	ف	مبیضہ	حرف ضاد کی تحقیق (م)
۱۴۷	=	تجویز الردّ عن تزویج الابعد	فقہ	ھ	مبیضہ	ولی ابعد کا نکاح کیا ہوا کس صورت میں ردّ ہو سکتا ہے اور ولی اقرب سے کیا مراد ہے
۱۴۸	=	شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام	فضائل	ھ	مبیضہ	حضور اقدس ﷺ کے والدین آدم وحوا سے عبد اللہ و آمنہ تک سب اہل توحید نجات ہیں

۱۴۹	=	هبة النسا فی تحقیق المصاهرة بالزنا	فقہ ورد غیر مقلد	ھ	مطبوعہ کانپور	ساس کو شہوت سے چھونے سے عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے
۱۵۰	=	الاعلام بحال البخور فی الصیام	فقہ	ھ	مبیضہ	دھویں کے پاس جانے یا دھوئیں کا کام کرنے سے روزہ نہیں جاتا (م)
۱۵۱	=	المقصد النافع فی عصوبة الصنف الرابع	فرائض	ھ	مبیضہ	جو عصبہ مثلاً بیں پشت میں جا کر ملے اس کی وراثت میں شبہات کا جواب
۱۵۲	=	التحریر الجید فی بیع حق المسجد	فقہ	ھ	اہل سنت	مسجد میں سے کوئی شے بیچنے کے احکام
۱۵۳	۱۳۱۶	شرح المطالب فی مبحث ابی طالب	کلام	ھ	بمبئی	ابو طالب کی موت اسلام پر نہ ہوئی
۱۵۴	=	الوفاق المتین بین سماع الدفین و جواب الیمین	فقہ ورد وہابیہ	ھ	اہل سنت	سماع موتیٰ کے جواب میں مسئلہ قسم سے استدلال اور وہابیہ کا رد جلیل
۱۵۵	=	ازالة العار بحجر الکرائم عن کلاب النار	فقہ ورد وہابیہ	ھ	مبیضہ	بدمذہب سے شادی کرنا منع ہے (م)
۱۵۶	=	تفاسیر الاحکام لفدیة الصلاة والصیام	فقہ	ھ	مبیضہ	بعد موت نماز روزہ کے فدیہ کے مفصل مسائل (م)
۱۵۷	=	جمان التاج فی بیان الصلاة قبل المعراج	سیر	ع ھ	مبیضہ	معراج سے پہلے نماز کس طرح تھی (م)
۱۵۸	=	انجح الجد فی حفظ المسجد	فقہ	ھ	مبیضہ	مسجد قدیم پر سے دعوے کا رد
۱۵۹	۱۳۱۷	جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة	عقائد ورد	ھ	اہل سنت	منکرانِ ختم نبوت کے رد میں سو حدیثیں
۱۶۰	=	الشرعة البهیه فی تجدید الوصیه	فقہ	ھ	مبیضہ	وصیت کی جامع مانع تعریف کیا ہے اور اس کی دونوں قسموں کا بیان
۱۶۱	=	ماحی الضلالة فی انکحة الهندوبنجاله	فقہ		مبیضہ	ہندوستان و بنگالہ میں نکاح کے جو طریقے رائج ہیں ان کی اصلاح

۱۶۲	=	نطق الهلال بارخ ولاد الحبيب والوصال	سیر	ھ	حنفیہ پٹنہ	نبی کریم ﷺ کے روز و ماہ و تاریخ ولادت اقدس و وفات کی جلیل تحقیق
۱۶۳	=	فتاوى الحرمين برجف ندوة المين	عقائد ورد ندوہ	ع	بمبئی	ردِّ ندوہ میں حرمین شریفین کے فتاوے
۱۶۴	=	ترجمة الفتوى وجه هدم البلوى	عقائد ورد ندوہ	ھ	بمبئی	فتاویٰ مذکور کا ترجمہ
۱۶۵	=	خلص فوائد فتوى	عقائد ورد ندوہ	ھ	بمبئی	خلاصہ مضامین فتاوائے مذکور
۱۶۶	=	الجام الصاد عن سنن الضاد	فقہ و تجوید	ھ	حنفیہ پٹنہ	مسائل حرف ضاد اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ
۱۶۷	=	طيب الامعان فى تعدد الجهات والابدان	فرائض	ع ھ	مبیضہ	ذوی الارحام میں تعدد جہات فروع سے تعدد اصل کی تحقیق مفرد
۱۶۸	۱۳۱۸	انباء المصطفى بحال سر واخفى	فضائل ورد وہابیہ	ھ	بمبئی و مراد آباد	مسئلہ علم غیب کا مجمل و کافی بیان
۱۶۹	=	اللؤلؤ المكنون فى علم البشير بما كان وما يكون	فضائل ورد وہابیہ	ھ	مسودہ	مسئلہ علم غیب کا مفصل و شافی بیان
۱۷۰	=	مالى الحبيب بعلوم الغيب	فضائل ورد وہابیہ	ع ھ	مبیضہ	مسئلہ علم غیب کے متعلق احادیث و اقوال ائمہ کا ذخیرہ
۱۷۱	=	ابجل ابداع فى حد الرضاع	فقہ	ع	ناتمام	مدت رضاعت میں قول امام کی تحقیق
۱۷۲	=	قوارع القهار على المجسمة الفجار	عقائد ورد غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	وہابیہ کے اس خیال کا رد کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے (م)
۱۷۳	=	لب الشعور باحكام الشعور	فقہ	ھ	مبیضہ	موئے سر وریش کے متعلق احکام
۱۷۴	=	خير الامال فى حكم الكسب والسوال	فقہ	ھ	مبیضہ	کمانے اور سوال کرنے کا حکم (م)

۱۷۵	=	المنة الممتازه فی دعوات الجنازه	اذکار	ع ھ	مبیضہ	جنازہ میں جو دعائیں حدیث میں ہیں ان کا بیان (م)
۱۷۶	=	رادع التعسف عن الامام ابی یوسف	ردِّ غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	حیلۂ زکاۃ کے بارے میں امام ابو یوسف پر غیر مقلدوں کے اعتراض کا جواب (م)
۱۷۷	=	الفقه التسجیلی فی عجین النار جیلی	فقہ	ع	مسودہ	دربارہ اشربہ قول امام کی تحقیق اور سیندھی اور نان پاؤ کا حکم (م)
۱۷۸	=	افصح البیان فی حکم مزرع هندوستان	فقہ	ع ھ	حنفیہ	ہندوستان کی زمین پر شرعی وظیفہ کیا ہے اور کیونکہ ادا کریں
۱۷۹	۱۳۱۹	المقال الباهر ان منکر الفقه کافر	کلام ورد	ھ	مبیضہ	فقہ کا منکر کافر ہے
۱۸۰	=	نقاء السلافه فی البیعة و الخلافة	سلوک	ھ	مبیضہ	بیعت وخلافت کے احکام (م)
۱۸۱	=	اطائب الصیب علی ارض الطیب	اصلو فقہ	ع ھ	اہل سنت	فرضیت تقلید
۱۸۲	=	عزم البازی فی جو الریاضی	ریاضی	ع ھ	مبیضہ	مختلف علوم ریاضی میں تحریرات نفیسہ
۱۸۳	=	الموهبات فی المربعات	ارثماطیقی	ع	مسودہ	ہم ایک مربع بنانا چاہتے ہیں کہ جس قدر مربع منظور ہوں ان کا مجموعہ ہو اور ایسے مربعات کے سلاسل کا بیان
۱۸۴	=	اقمار الانشراح لحقیقة الاصباح	ہیات	ع	مسودہ	صبح کیونکر ہوتی ہے اور اس کا سبب کیا ہے اور اس کے بارے میں امام فخر الدین رازی کے اعتراضات کا جواب
۱۸۵	=	الصراح الموجز فی تعدیل المرکز	ہیات	ف	مبیضہ	ہئیت قدیمہ وجدیدہ دونوں پر مرکز شمس کی تعدیل معلوم کرنے کا طریقہ جس سے تقویم حاصل ہو

۱۸۶	=	الانجب الانیق فی طرق التعلیق	توقیت	ف	مبیضہ	نماز روزہ کے اوقات کلیہ سے مہینہ کے اوقات جزئیہ نکالنے کے طریقے
۱۸۷	=	اعالی العطایا فی الاضلاع والزوایا	ھندسہ	ع ف	مبیضہ	مثلث مسطح ومثلث کروی کے اضلاع و زوایا میں معلوم سے مجہول کا جاننا اور شکل مغنی وظنی ونافع کا بیان
۱۸۸	=	کلام الفہیم فی سلاسل الجمع والتقسیم	حساب	ع	مبیضہ	سلسلہ جمع وتفریق وسلسلہ ضرب وتقسیم کا بیان اور علوم تازہ کا اضافہ
۱۸۹	۱۳۱۹	زیج الاوقات للصوم والصلوات	توقیت	ھ	ناتمام	ہندوستان بلکہ تمام ایشیا کے شہروں میں ہر روز کے لیے اوقات نماز وروزہ کا استخراج
۱۹۰	۱۳۲۰	المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد	کلام	ع	اہل سنت	عقائد اہل سنت کا بیان اور طوائف باطلہ کا ردّ
۱۹۱	۱۳۲۰	السوء والعقاب علی المسیح الکذاب	عقائد وردّ قادیانی	ھ	اہل سنت	قادیانی کی تکفیر (م)
۱۹۲	=	ردّ الرفضہ	کلام	ھ	اہل سنت	روافض زمانہ سنی کے وارث نہیں (م)
۱۹۳	=	الحلیۃ الاسماء لحکم بعض الاسماء	فقہ	ھ	حنفیہ	بعض ناموں کا جواز وعدم جواز
۱۹۴	=	الجزاء المہیا لغلمۃ کنہیا	ردّ وہابیہ گنگوہی	ھ	مبیضہ	مجلس میلاد مبارک میں فتویٰ گنگوہی کا ردّ
۱۹۵	=	طرق اثبات الھلال	فقہ	ھ	مبیضہ	ثبوت ہلال کے سات طریق شرعی کا بیان (م)
۱۹۶	=	تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب	فقہ	ف	مبیضہ	معانی محراب اور اس میں قیام امام کی تحقیق (م)
۱۹۷	=	نور الج وھرہ فی السمسرۃ والسکرہ	فقہ	ع	مبیضہ	بحار کا بیمہ

۱۹۸	=	الاحکام و العلل فی اشکال الاحتلام و البلل	فقہ	ع ہ	مسودہ	احتلام اور تری دیکھنے کی صورتیں اور ان کے عکسوں کی تحقیق (م)
۱۹۹	=	اظهار الحق الجلی	ردّ غیر مقلدین	ہ	مبیضہ	مقدمہ غیر مقلدین آرہ ۹۶ا معاملات اہل سنت و وہابیہ و دیوبند میں کمیشن آئے اور زبانی ان کے جوابات لکھے گئے (م)
۲۰۰	=	معارك الجروح علی التویب المصبوح	ردّ غیرمقلدین	ہ	مبیضہ	یہ وہ ۹٦ فیصد میں ہیں جو اہل سنت کی طرف سے بمقدمہ مذکورہ کچہری میں داخل کی گئیں
۲۰۱	=	مرقاة الجمان فی الهبوط عن المنبر لمدح السلطان	فقہ	ہ	مبیضہ	خطبہ میں مدح سلطان کے وقت ایک سیڑھی اترنے کا حکم (م)
۲۰۲	=	احل التحبیز فی حکم السماع و المزامیر	فقہ و رد	ہ	مبیضہ	سماع ومزامیر و وجد کا بیان
۲۰۳	=	الموهبة الجدیدة فی وجود الحبیب بمواضع عدیده	فضائل و ردّ وہابیہ	ہ	مبیضہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وقت میں کئی جگہ تشریف فرما ہونا
۲۰۴	=	بیبل مژده ارا و کیفر کفران نصاری	ردّ نصاریٰ	ہ	مبیضہ	بیبل سے اسلام کی حقانیت اور بطلان نصرانیت
۲۰۵	=	منیة المنیة لوصول الحبیب الی العرش والرویة	سیر و فضائل	ہ	مبیضہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش تک جانا اور دیدارِ الٰہی پانا (م)
۲۰٦	=	تاج توقیت	توقیت	ف	مبیضہ	اوقات خمسہ نماز و سحری و افطار نکالنے کے قواعد
۲۰۷	=	رامی راغیان معروف به دفع زیغ زاغ	فضائل و مناظرہ	ہ	اہل سنت و حنفیہ	کوے کی حرمت اور گنگوہی کا ردّ
۲۰۸	=	اوفی اللمعة فی اذان الجمعة	فقہ	ہ	حنفیہ	جمعہ کی اذان ثانی بیرون مسجد محاذی منبر ہونا سنت ہے

۲۰۹	=	الجمل الدائرة فی خطوط الدائرة	ھندسہ	ف	مبیضہ	حبیب وظل وسہم وتر وضلع کے بیان اور استخراج کا طریقہ
۲۱۰	۱۳۲۱	اصلاح النظیر	ردّ غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	مساجد اہل سنت میں غیر مقلدیوں کے آنے پر جونظیر محمود کی پیش کی جاتی ہے اس کا جواب
۲۱۱	=	افصح الحکومة فی فصل الخصومة	فقہ	ھ	مبیضہ	ایک مقدمہ کافیہ کہ علوم کثیرہ پر مشتمل
۲۱۲	=	اکمل البحث علی اھل الحدث	ردّ غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	وہابیہ کو مساجد سے نکالنے کی بحث کہ اہل سنت کی طرف سے داخل کچہری ہوئی
۲۱۳	=	تجلیة السلم فی مسائل من نصف العلم	فرائض	ف ھ	مبیضہ	بعض مسائل فرائض کی تحقیق اور اوہام بعض ابنائے زمان کی اصلاح (م)
۲۱۴	=	اعالی الافادة فی تعزیة الھند و بیان الشھادة	فقہ	ھ	اکثر مطبوع	تعزیہ داری وشہادت ونامہ مرثیہ خوانی کا بیان
۲۱۵	=	افقه المجاوبة عن حلف الطالب علی طالب المواثبة	فقہ	ھ	مبیضہ	شفیع اگر طلب شہادت سے پہلے اپنا طلب مواثبہ کرنا حلف بیان کردے بے گواہوں کے مقبول ہوگا
۲۱۶	=	اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح	شتی وردّ وہابیہ	ھ	مبیضہ	روحوں کا بعد موت اپنے گھر میں آنا اور گنگوہی کا ردّ (م)
۲۱۷	۱۳۲۲	اکد التحقیق بباب التعلیق	فقہ	ف ھ	مبیضہ	ایک تعلیق طلاق کے مسئلہ میں نفیس تحقیق (م)
۲۱۸	=	جالب الحنان فی رسم الحرف من القرآن	رسم خط	ھ	مبیضہ	قرآن عظیم کے بعض کلمات کے رسم خط کی تحقیق (م)
۲۱۹	=	جمع القرآن وبم عزوہ لعثمان	تاریخ	ھ	مبیضہ	قرآن عظیم کیونکر جمع ہوا اور امیر المؤمنین عثمان کو جامع القرآن کیوں کہتے ہیں (م)

۲۲۰	=	دفعة الباس علی جاحد الفاتحة والفلق والناس	دم وردّ روافض	ھ	مبیضہ	جو سورہ فاتحہ یا معوذتین کی قرآنیت کا منکر ہو کافر ہے
۲۲۱	=	اهلاك الوهابيين علی توهين قبور المسلمين	نقد وردّ وہابیہ	ھ	اہل سنت	مسلمانوں کی قبر پر چلنا بیٹھنا مکان بنانا منع ہے اور گنگوہی کا ردّ
۲۲۲	۱۳۲۳	الاجازات المتينه لعلماء بكة والمدينه	حدیث	ع	اہل سنت	علمائے حرمین کو حدیث کا اجازت نامہ
۲۲۳	=	الدولة المكية بالمادة الغيبيه	فضائل وردّ وہابیہ	ع	مبیضہ	علم غیب کا رسالہ جو مکہ مکرمہ میں تصنیف ہوا (م)
۲۲۴	=	قهر الديان علی مرتد بقاديان	عقائد وردّ قادیانی	ھ	اہل سنت	ردّ خباثات قادیانی
۲۲۵	=	هداية الجنان باحكام رمضان	فقہ	ھ	مبیضہ	سحری وافطار اوران کے اوقات وشب قدر وغیرہا مسائل متعلقہ رمضان
۲۲۶	=	هادی الناس فی رسوم الاعراس	فقہ وردّ وہابیہ	ھ	مبیضہ	شادی کی بعض رسوں کے متعلق فتویٰ (م)
۲۲۷	=	ستين ولو گارثم	ریاضی	ھ	مبیضہ	حساب اور لوگارثم بنانے اور جدول سے نکالنے کے قاعدے
۲۲۸	=	البدور فی اوج المجذور	ارثماطیقی	ف	مبیضہ	مربع ومکعب وغیرہ قوتوں کے قاعدے
۲۲۹	=	ما يجلی الاضر عن تحديد المصر	فقہ	ھ	مبیضہ	شہر کے کیا معنی ہیں جمعہ وعیدین کہاں کہاں جائز ہیں؟
۲۳۰	=	ردّ القضاة الی حكم الولاة	فقہ	ھ	مبیضہ	ریاستوں کے فیصلے جو بطور مرافعہ آئے اوران کے اغلاط ظاہر کیے گئے
۲۳۱	۱۳۲۴	حسام الحرمين علی منحر الكفر والمين	عقائد وردّ قادیانی دیوبندیہ	ع	اہل سنت	قادیانی، تھانوی، انبیٹھوی نانوتوی کے بارے میں حرمین شریفین کے فتوے
۲۳۲	=	خلاصة فوائد فتاوی	عقائد وردّ قادیانی خلیل ودیوبندیہ	ھ	اہل سنت	فتویٰ مذکور کا خلاصہ مضامین

۲۳۳	=	الجود الحلو فی ارکان الوضوء	فقہ	ع ھ	اہل سنت	وضو میں چار فرض اعتقادی اور کتنے فرض عملی ہیں
۲۳۴	=	تنویر القندیل فی احکام المندیل	فقہ	ع ھ	اہل سنت	بعد وضو غسل رومال سے بدن پوچھنا
۲۳۵	=	الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم	فقہ	ع ھ	اہل سنت	کیسے خون نکلنے سے وضو نہیں جاتا
۲۳۶	=	لمع الاحکام ان لا وضو من الزکام	فقہ	ع ھ	اہل سنت	زکام رہنے سے وضو میں خلل نہیں آتا
۲۳۷	۱۳۲۴	ھدایة المتعال فی حد الاستقبال	فقہ	ھ	مبیضہ	سمت قبلہ کہاں تک پھرنے سے باقی رہتی ہے (م)
۲۳۸	=	کشف العله عن سمت القبله	توقیت	ھ	مبیضہ	ہر شہر کے لیے ٹھیک سمت قبلہ نکالنے کا طریقہ
۲۳۹	=	الحق المجتلی فی احکام المبتلی	فقہ	ھ	مبیضہ	جذامی سے بھاگنے نہ بھاگنے کی تحقیق (م)
۲۴۰	=	مسفر المطالع للتقویم والطالع	زیجات	ف	مبیضہ	المنک سے ستاروں کی تقویم اور وقت کا طالع نکالنے کے قاعدے
۲۴۱	=	کفل الفقیه الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم	فقہ	ع	اہل سنت	نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہیہ کے بیان میں جو رسالہ مکہ میں تصنیف ہوا
۲۴۲	۱۳۲۵	نبه القوم ان الوضوء من ای نوم	فقہ	ع ھ	اہل سنت	کیسے سونے سے وضو نہیں جاتا
۲۴۳	=	مبین احکام وتصدیقات اعلام	عقائد	ھ	اہل سنت	ترجمہ حسام الحرمین
۲۴۴	=	حدائق بخشش	نعت شریف	ھ	حنفیہ	منتخب دیوان نعت
۲۴۵	=	ثلج الصدر لایمان القدر	عقائد ورد	ھ	حنفیہ	مسئلہ تقدیر کا نفیس بیان

۲۴۶	=	الفیوضات الملکیه لمحب الدولة المکیه	عقائدورد	ع	مسوده	الدولۃ المکیہ پرحضرت مصنف مدظلہم کا حاشیہ(م)
۲۴۷	=	تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون	فقہ	ھ	حنفیہ و لاہور	طاعون سے بھاگنا حرام ہے
۲۴۸	=	السهم الشهابی علی خداع الوهابی	فقہ ورد	ھ	مبیضہ	ایک غیرمقلد نے حنفی کون ہیں؟ کتاب چھاپ کر پھیلائی اوراس میں مکر سے مسائل غیرمقلدین دیے اس میں اس کا کشف مکر ہے
۲۴۹	=	زاکی البها فی قوة الکواکب وضعفها	تنجیم	ف	مبیضہ	زائچہ ولادت میں ستارہ کن کن وجوہ سے بخیال اہل تنجیم قوی یا ضعیف ہوتا ہے
۲۵۰	=	حل المعادلات لقوی المکعبات	جبرومقابلہ	ف	ناتمام	جبرومقابلہ کے مساوات درجہ سوم پر نظر
۲۵۱	=	کتاب الارثما طیقی	ارثماطیقی	ف	مبیضہ	اعمال اربعہ حسابیہ اوران کے نتائج و باہمی نسب کی اعلیٰ کنہ وحقیقت جو اسی رسالہ میں ملے گی
۲۵۲	=	[illegible]ة الطلوع والممر للسیارة والنجوم والقمر	ھیات	ع	مبیضہ	قمرومتحیرات وثوابت کے طلوع وغروب ومرور نصف النہار کا وقت نکالنا
۲۵۳	۱۳۲۶	تمهید ایمان بایات قرآن	عقائدوردّ وہابیہ	ھ	اہل سنت	شان رسالت میں ادنیٰ گستاخی کفر ہے اور گستاخان زمانہ کی تکفیروآیات کا بیان
۲۵۴	=	فقه شهنشاه وان القلوب بید المحبوب بعطاء الله	فقہ وردّ وہابیہ	ھ	حنفیہ پٹنہ	نبی ﷺ کو شہنشاہ کہنا اور یہ کہ لوگوں کے دل بحکم خدا سرکارغوثیت کے قبضے میں ہیں
۲۵۵	=	مفاد الحبر فی الصلاة بمقبرة اوجنب قبر	فقہ ورد	ھ	مبیضہ	قبر کے پاس یا مقبرہ میں نماز پڑھنے کی تحقیق

۲۵۶	=	درء القبح عن درك وقت الصبح	توقیت	ھ	مبیضہ	سحری کے وقت کی جلیل تحقیق اور یہ کہ اسے مطلقارات کا ساتواں حصہ سمجھنا محض خطا ہے (م)
۲۵۷	=	بدر الانوار فی اداب الآثار	فقہ وفضائل ورد	ھ	مبیضہ	تبرکات شریفہ کے متعلق احکام اور زیارت پر معاوضہ کا بیان (م)
۲۵۸	=	انباء الحی ان کتابه المصون تبیان لکل شیء	تفسیر ورد	ھ	مبیضہ	قرآن پاک میں تمام اشیائے عالم کا مفصل بیان (م)
۲۵۹	=	دامان باغ سبحان السبوح	عقائد و تفسیر و	ھ	مطبع اہل سنت	امکان کذب میں خیالات امام الوہابیہ کا رد' شامل چابک لیث (م)
۲۶۰	=	المبین ختم النبیین	عقائد و تفسیر ورد	ھ	مسودہ	خاتم النبیین میں لام تعریف کی تحقیق (م)
۲۶۱	۱۳۲۷	مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء	عقائد ورد باطلہ	ھ	مطبع حنفیہ پٹنہ	جو طریقت کو شریعت سے جدا جانے وہ بد دین ہے اہل طریقت علم وعلما کے محتاج ہیں
۲۶۲	=	الهادی الحاجب عن جنازة الغائب	فقہ ورد غیر مقلدین	ھ	اہل سنت	غائب کے جنازہ پر نماز جنازہ جائز نہیں
۲۶۳	=	شمائم العنبر فی اداب النداء امام المنبر	فقہ	ع	مبیضہ	اذان بیرون مسجد محاذی منبر چاہیے (م)
۲۶۴	۱۲۹۵	الطرة الرضیه علی النیرة الوضیه	فقہ	ھ	لکھنو	النیرۃ الوضیہ پر کہ مکہ معظمہ میں تصنیف ہوا تھا مصنف کا حاشیہ
۲۶۵	۱۲۹۶	قمر التمام فی نفی الفیء عن سیّد الانام	فضائل ورد وہابیہ	ھ	مسودہ	سایہ اقدس نہ ہونے میں کمال مفصل رسالہ (م)
۲۶۶	=	النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب	حدیث	ع	مسودہ	فضائل علم میں رسالہ والد ماجد قدس سرہ کے احادیث کی تخریج

۲۶۷	۱۲۹۶	فصل القضاء فی رسم الافتاء	فقہ	ع	ناتمام	رسم مفتی کا جامع بیان اور کتب فقہ سمجھنے اور فتویٰ دینے کے طریق (م)
۲۶۸	=	نور عینی فی الانتصار للامام العینی	شتی	ع	مسودہ	امام عینی کے ایک کلام پر احسن الفوائد والے کے اعتراض کا دفع اور خود اس کی متعدد جہتیں نکالنے کا اظہار
۲۶۹	=	الجوھر الثمین فیما تنعقد به الیمین	فقہ	ع	ناتمام	کن کن چیزوں کی قسم شرعی قسم ہے
۲۷۰	=	الطراز المذھب فی التزویج لغیر الکفو ومخالف المذھب	فقہ	ع	ناتمام	غیر کفو وخلاف مذہب سے نکاح کے احکام
۲۷۱	=	مرتجی الاجابات لدعاء الاموات	شتی	ہ	ناتمام	کیا اموات بھی دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے
۲۷۲	=	الروض البھیج فی آداب التخریج	حدیث	ع	مسودہ	حدیث کی تخریج میں عالم کو کس کس بات کا لحاظ درکار ہے
۲۷۳	۱۲۹۹	عبقری حسان فی اجابة الاذان	فقہ	ع	مسودہ	اذان کا جواب دینا زبان سے واجب ہے یا قدم سے
۲۷۴	۱۳۰۰	سوارق السبا فی حد المصر والفنا	فقہ	ع	مسودہ	مصروفنائے مصر کی تعریف
۲۷۵	=	لمعة الشمعة فی اشتراط المصر للجمعة	فقہ ورد غیر مقلدین	ع	مسودہ	جمعہ کے لیے شہر شرط ہونے کا ثبوت (م)
۲۷۶	=	احسن الحلوہ فی تحقیق المیل والذراع والفرسخ والغلوہ	لغة الفقہ	ع	مبیضہ	میل وزراع وفرسخ وغلوہ کی تحقیق مقادیر
۲۷۷	۱۳۰۴	ماقل وکفی من ادعیة المصطفیٰ	اذکار	ہ	مسودہ	صبح وشام واوقات خاصہ کی کارآمد دعائیں
۲۷۸	=	البدور الاجلہ فی امور الاھلہ	فقہ	ہ	مسودہ	تحقیق ہلال کے شرعی مسائل (م)
۲۷۹	=	نور الادلة للبدور الاجلة	فقہ	ہ	مسودہ	رسالہ سابقہ کی شرح (م)

۲۸۰	=	رفع العلة عن نور الادلة	فقہ	ھ	مسودہ	اس شرح پر حاشیہ (م)
۲۸۱	۱۳۰۵	البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص	حدیث	ع	مسودہ	حدیث خصائص اقدس کے طرق والفاظ کی جمع
۲۸۲	=	اللولو المعقود لبیان حکم امراة المفقود	فقہ	ع ھ	مبیضہ	مفقود کی عورت چار برس کے بعد نکاح نہیں کرسکتی
۲۸۳	۱۳۰۶	ذیل المدعا لاحسن الوعا	حدیث	ھ	اہل سنت	دعا کے آداب واوقات ومکانات و اسباب اجابت کے بیان میں رسالہ حضرت والد ماجد قدس سرہ کا ذیل
۲۸۴	۱۳۰۷	ایذان الاجر فی اذان القبر	فقہ وردوھا	ھ	اہل سنت	قبر پر اذان دینے کا جواز
۲۸۵	۱۳۱۰	فتوائے کرامات غوثیہ	فضائل ورد گنگوہی	ھ	بمبئی	ذکر بعض کرامات شریفہ ورد وہابیہ وگنگوہی
۲۸۶	=	رعایة المذهبین فی الدعاء بین الخطبتین	فقہ ورد وہابیہ	ھ	بمبئی	دونوں خطبوں کے بیچ میں امام یا مقتدیوں کے دعا مانگنے کا بیان
۲۸۷	۱۳۱۱	رشاقة الكلام فی حواشی اذاقة الاثام	فقہ ورد وہابیہ	ھ	اہل سنت	دربارۂ مجلس میلاد شریف وقیام رسالہ والد ماجد پر حاشیہ
۲۸۸	۱۳۱۲	لمعة الشمعة لهدی شیعة الشنعه	عقائد ورد روافض	ھ	مسودہ	تفصیلیہ وتفسیقیہ کے متعلق سات سوالوں کا جواب
۲۸۹	=	فتح المعطی بتحقیق معنی الخاطی والمخطی	لغت	ھ	مبیضہ	خاطی ومخطی میں کیا فرق ہے؟
۲۹۰	۱۳۱۳	الثواقب الرضوية عی الكواكب الدرية	جفر	ع	مبیضہ	کواکب دریہ پر مصنف کے حواشی
۲۹۱	=	الجداول الرضوية للمسائل الجفرية	جفر	ع	مبیضہ	علم جفر کے متعلق مصنف کی ایجادی جدولیں (م)
۲۹۲	=	الاجوبة الرضوية للمسائل الجفرية	جفر	ع	مبیضہ	سوالات جفر سے مصنف کا جواب

۲۹۳	۱۳۱۹	جداول الریاضی	ریاضی	ع ف	مبیضہ	جداول میل وظلال وقواطع میول درج تامہ ومطالع استوائیہ ومقاطع بالقبہ بعرض بریلی تعدیل النہار ومطالع البروج واوقات وسطیہ تعدیل النھار و طلوع وغروب نجومی وتحویل شیء بجشری و بالعکس واستخراج خود مصنف
۲۹۴	۱۳۲۶	البیان شافیا لفونو غرافیا	فقہ	ھ	مبیضہ	فوٹوگراف سننے کے احکام
۲۹۵	=	الموز بالامال فی الاوفاق والاعمال	علم الوفق	ع ف	مبیضہ	اعمال ونقوش وتعویذات خاندانی و ایجادی کا مجموعہ
۲۹۶	=	جد الممتار من ردّ المحتار	فقہ	ع	مسودہ	ردالمحتار پر حاشیہ دوجلدیں مطبوعہ باقی نامطبوع
۲۹۷	=	العطایہ النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ	فقہ	ع ف ھ	اہل سنت بریلی	بارہ جلدمیں مصنف کے فتاوے کا مجموعہ
۲۹۸	=	البارقۃ الشارقۃ علی المارقۃ المشارقۃ	ردوہابیہ	ع ف ھ	مبیضہ	مجموعہ فتاوائے کثیرہ مصنف ردّردّ وہابیہ
۲۹۹	=	صنائع بدیعہ	ادب	ع ف ھ	مبیضہ و مسودہ	دیوان صنائع وبدائع وتواریخ
۳۰۰	=	دیوان القصائد	مناقب و فضائل	ع ف ھ	مبیضہ و مسودہ	قصائد نعت ومنقبت کا مجموعہ

۱	۱۳۰۲	اکسیر اعظم	مناقب	ف	مبیضہ	قصیدہ درمنقبت حضور سیّدنا غوث اعظم
۲	۱۳۰۴	سلسلۃ الذھب نافیہ الارب	مناقب و فضائل	ف	بریلی	شجرۂ عالیہ قادریہ منظومیہ
۳	۱۳۰۵	ذریعہ قادریہ	مناقب	ھ	حیدرآباد و پٹنہ	نظم ونعت ومنقبت حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ
۴	۱۳۰۸	فضائل فاروق	مناقب وردّ روافض	ھ	ناتمام	قصیدہ و منقبت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (م)
۵	۱۳۰۹	نظم معطر	مناقب	ف	قادری	۶۰ رباعیاں منقبت غوث اعظم
۶	۱۳۱۵	مشرقستان قدس	مناقب	ھ		قصیدہ مدحیہ حضرت شاہ ابوالحسین نوری (م)
۷	۱۳۱۵	چراغ انس	مناقب	ھ		قصیدہ مدحیہ تاج الفحول بدایونی رحمہ اللہ (م)
۸	۱۳۲۱	وظیفہ قادریہ	مناقب	ف	اہل سنت	قصیدہ غوثیہ شریف کا منظوم ترجمہ مع عرض مدعا
۹	۱۳۲۴	حضور جان نور	فضائل	ھ	اہل سنت	حاضری روضہ اقدس پر جو قصیدہ عرض کیا
۱۰	=	نعت و استعارات	فضائل	ھ	ناتمام	نعت شریف کا رسالہ پُرمغز استعاروں اور علم ہیات کی تشبیب پر مشتمل (م)
۱۱	=	سلام و سیر	سیرو فضائل	ھ	ناتمام	بضمن سلام ولادت شریفہ سے وفات اقدس تک کا بیان
۱۲	=	سراپا نور	فضائل	ھ	ناتمام	قصیدہ نعت مبارک ساٹھ مطلع نور پر مشتمل (م)
۱۳	=	مناقب صدیقیہ	مناقب	ھ	ناتمام	اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی منقبت (م)

۱۴	۱۳۰۰	حمائد فضل رسول	مناقب	ع	بدایوں	مولانا فضل رسول صاحب بدایونی
۱۵	۱۳۰۰	مدائح فضل رسول	مناقب	ع	مبیضہ	=(م)
۱۶	=	نذر گدا در تهنیت شادی اسرا	فضائل	ھ	اہل سنت	معراج اقدس کا بیان
۳۰۱	۱۲۹۲	تنبیه الجهال بالهام الباسط المتعال	کلام وردّ وہابیہ	ھ	مطبع کشمیر	چھ خاتم النبیین والوں کا ردّ
۳۰۲	=	جوابهائے ترکی بترکی	کلام وردّ وہابیہ	ھ	مطبع کشمیر	=
۳۰۳	۱۲۹۹	سیف المصطفیٰ علیٰ ادیان الافتراء	ردّ عمائد وہابیہ	ھ	مبیضہ	وہابیہ کے پیشوا نقل عبارت میں کیا کیا خیانتیں کرتے ہیں (م)
۳۰۴	۱۳۰۰	فتح خیبر	شتی	ھ	میرٹھ	مناظران تفضیلیہ کے فرار کا واقعہ
۳۰۵	=	الرائحة العنبرية من المجمرة الحيدرية	عقائد وردّ تفضیلیہ	ھ	میرٹھ	مسئلہ تفضیل کا بیان وردّ تفضیلیہ
۳۰۶	۱۳۰۳	الاسد الصؤل علی اجتهاد الطرار الجهول	فقہ	ھ	مبیضہ	مسئلہ رضاعت میں ایک وہابی کا ردّ
۳۰۷	=	نشاط السكين علی حلق البقر السمين	ردّ وہابیہ	ھ	مبیضہ	مسئلہ فاتحہ و تقبیل ابہامین وغیرہ میں ایک فربہ وہابی کا ردّ (م)
۳۰۸	۱۳۰۴	الصمصام الحيدری علی عنق العيار المفتری	کلام وردّ مفسقہ	ھ	مبیضہ	تفضیلیہ و مفسقہ کا رد
۳۰۹	۱۳۰۵	الجرح الوالج فی بطن الخوارج	کلام ورد	ھ	مبیضہ	ایضاً
۳۱۰	=	صمصام حديد بر كولی بی قيد عدو تقليد	ردّ غیر مقلدین	ھ	مبیضہ	ردّ غیر مقلدین (م)
۳۱۱	۱۳۰۶	براءت نامه انجمن اسلاميه بريلی	فقہ	ھ	نظامی	متعلق کاروائی انجمن دربارہ رویت ہلال
۳۱۲	۱۳۰۷	اخباريه كی خبر گيری	عقائد وردّ وہابیہ	ھ	لکھنؤ پٹنہ	مسئلہ امکان کذب میں دیوبندی تحریر کا رد

۳۱۳	=	نہایۃ النصرہ بردّ الاجوبہ العشرہ	ردّوہابیہ	ھ	مبیضہ	ایک وہابی کے دس مسائل کا ردّ
۳۱۴	۱۳۱۲	انتصار الھدی من شعوب الھوی	مناظرہ	ھ	اہل سنت	ختم تراویح میں ۱۴بار بسم اللہ پکار کر پڑھنے والوں کا ردّ
۳۱۵	۱۳۱۳	سرگزشت وما جرائے ندوہ	تاریخ ورد	ھ	قادری	ندوہ پر بریلی میں کیا گزری
۳۱۶	=	اشتہارات خمسہ	ردّ ندوہ	ھ	اہل سنت	ردّ ندوہ
۳۱۷	=	غزوہ لھدم سماك الندوہ	ردّ ندوہ	ھ	اہل سنت	خرافات ندوہ کا ردّ
۳۱۸	=	ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ	ردّ ندوہ	ھ	اہل سنت	ندوہ کی تیسری روداد کا ردّ
۳۱۹	۱۳۱۵	الصارم الربانی علی اسراف القادیانی	عقائد وردّ قادیانی	ھ	حنفیہ	خیالات قادیانی کا ردّ
۳۲۰	=	شرح مقامہ مذاقیہ	ادب	ھ	میرٹھ	ایک مدعی ادب کی جہالت عربیت کا ردّ
۳۲۱	=	بارش بھاری بر صدف بھاری	ردّ ندوہ	ھ	اہل سنت	ایک ندوی تحریر کا ردّ
۳۲۲	=	سیوف العنوہ علی زمائم ندوہ	ردّ ندوہ	ھ	اہل سنت	ردّ ندوہ
۳۲۳	۱۳۱۶	صمصام سنیت بہ گلوئے نجدیت	مناظرہ وردّ وہابیہ	ھ	اہل سنت	ایک وہابی نے کفریات دہلوی کے کچھ جوابات دیے ان کا ردّ
۳۲۴	=	مشرقستان اقدس	ادب	ھ	اہل سنت	قصیدہ مشرقستان قدس پر جاہلوں کے اعتراض کا ردّ
۳۲۵	=	عذاب ادنٰی بر ردّ اَوْ اَدْنٰی	ادب	ھ	اہل سنت	اوادنیٰ باسقاط الف دوم پر اعتراض کا ردّ
۳۲۶	=	اجتناب العمال عن فتاویٰ الجھال	فقہ و مناظرہ	ھ	حنفیہ	قنوت نازلہ کا بیان اور ایک وہابی کا ردّ
۳۲۷	=	ھدم النصرانی والتقسیم الایمانی	فرائض وردّ	ھ	حنفیہ	بعض پادریوں نے تقسیم حصص فرائض پر اعتراض کیا تھا اس کا ردّ
۳۲۸	۱۳۱۸	امال الابرار والام الاشرار	ادب وردّ ندوہ	ع ھ	حنفیہ	قصیدہ غرا در بارہ مجلس اہل سنت مقابل ندوہ
۳۲۹	=	سکین و نورہ بر کاکل پریشان ندوہ	ایضاً	ھ	حنفیہ	ندوہ کے ایک قصیدہ پر اعتراضات

۳۳۰	=	سیف ولایتی برواهم ولایتی	فقہ و مناظرہ	ھ	مبیضہ	مسئلہ روشنی میں ایک معترض کا ردّ
۳۳۱	۱۳۲۰	البرق المخیب علی بقاع طیّب	اصول فقہ و مناظرہ	ھ	مبیضہ	ایک غیر مقلد کے رسالہ ملاطفہ کا پہلا ردّ
۳۳۲	=	سر الاوقات	توقیت و ردّ گنگوہی	ھ	محمود المطابع	تعدیل لاایام کا بے مثل بیان اور اوقات رمضان نکالنے میں اہلِ مصر کی غلطیوں پر تنبیہ
۳۳۳	۱۳۲۱	صمصام القیوم علی تاج الندوہ عبدالقیوم	ردّ ندوہ	ھ	اہل سنت	ردّ تحریر رکن ندوہ
۳۳۴	=	العطر المطیب لبنت شقة الطیب	اصول فقہ و مناظرہ	ع ھ	مسودہ	رسالہ ملاطفہ کا دوسرا ردّ
۳۳۵	=	الامة القاصفه لکفریات الملاطفه	ایضاً	ع ھ	مسودہ	رسالہ ملاطفہ کا تیسرا ردّ
۳۳۶	۱۳۲۲	الجائفة علی تهافة الملاطفه	ایضاً	ع ھ	مسودہ	رسالہ ملاطفہ کا چوتھا ردّ
۳۳۷	۱۳۲۳	سیاط المؤدب علی رقبة المستعرب	ایضاً	ع ھ	مسودہ	رسالہ ملاطفہ کا پانچواں ردّ
۳۳۸	=	ظفر الدین الجید ملقب به بطش غیب	کلام و مناظرہ	ھ	اہل سنت	مسئلہ علم غیب میں سوالات اور تھانوی کا فرار
۳۳۹	=	براء المجنون عن فتهاکه علم المکنون	فضائل و مناظرہ	ع	مبیضہ	مسئلہ علم غیب میں رسالہ ابراء المکنون کا ردّ
۳۴۰	۱۳۲۴	مبین الهدی فی نفی امکان مثل المصطفیٰ	عقائد و ردّ وہابیہ	ھ	حنفیہ	رسول اللہ ﷺ کا مثل محال ہے اور وہابیہ کا ردّ
۳۴۱	=	ماحیة الجیب بایمان الغیب	فضائل و ردّ وہابیہ	ھ	مبیضہ	علم غیب میں مولوی عین القضاۃ وغیرہ کے فتووں کا ردّ

۳۴۲	۱۳۲۵	میل الهداة لبرء عین القذاة	فضائل وم	ع	مبیضہ	مسئلہ علم غیب میں التحقیق المجتبیٰ کا ردّ
۳۴۳	۱۳۲۶	اراحة جوانح الغيب عن ازاحة اهل العيب	فضائل وم	ع	مبیضہ	مسئلہ علم غیب میں ازاحۃ العیب کارد
۳۴۴	=	الجلاء الكامل لعين قضاة الباطل	فضائل وم	ع	مبیضہ	مسئلہ علم غیب میں البیان الصائب کاردّ
۳۴۵	=	جابك ليث بر اهل حديث	کلام وردّ وہابیہ	ہ	مطبع حنفیہ	عقائد وہابیہ کا ابطال اور ثناء اللہ امرتسری کا ردّ بالغ بے مثال
۳۴۶	=	الردّ الناهز علىٰ ذام النهى الحاجز	فقہ وردّ غیر مقلدین	ہ	مسودہ	النہی الحاجز پر بعض جہال کی زبان درازی کا ردّ
۳۴۷	=	پرده در امرتسری	ردّ آریہ وہابیہ ونیچریہ	ہ	مطبع اہل سنت بریلی	ردّ آریہ ونیچریہ وامام الوہابیہ وسائر وہابیہ خصوصاً ثناء اللہ امرتسری اور وہابیہ کے ساتھ ترک اسلام کی جنگ زرگری

غیر تاریخی اسمائے کتب

نمبرشمار	سن تصنیف	نام کتاب	فن	زبان	کیفیت	مضمون کتاب
۳۴۸	۱۳۰۰	الاسئلة الفاضلة علىٰ الطوائف الباطله	مناظرہ وردّ وہابیہ وندوہ وغیر مقلدین	ہ	مطبوعہ ومبیضہ	اس رسالے میں وہ سوالات جمع کئے گئے ہیں جو وقتاً فوقتاً طوائف ضالہ ندویہ وغیر مقلدین و دیوبندیہ سے کئے گئے اور وہ ان کے جواب سے اب تک عاجز رہے
۳۴۹	۱۳۱۹	سوالات علماء وجوابات ندوة العلماء	ردّ ندوہ	ہ	اہل سنت بریلی	خیالات ندوہ کا بے مثل ظریف ردّ
۳۵۰	۱۳۲۶	کیفر کفر آریہ	ردّ آریہ	ہ	مبیضہ	شیطنت آریہ کا ردّ (م)

فہرست ان پچاس فنون وموضوعات کی جن میں تصانیف مذکورہ ہیں

عقائد	کلام	تفسیر	تجوید	رسم خط قرآن	حدیث	اصول حدیث	فضائل ومناقب	اذکار	ترغیب وترہیب
سیر	فقہ	اصول فقہ	تصوف	سلوک	اخلاق	ادب	لغت	تاریخ	مناظرہ
تکسیر	علم اوفق	جفر	توقیت	ریاضی وہندسہ	ہیئت	زیجات	حساب	ارثماطیقی	جبرومقابلہ
تنجیم	ردّ ہنود	ردّ آریہ	ردّ نصاریٰ	ردّ نیچریہ	ردّ ندوہ	ردّ قادیانیہ	ردّ اسماعیل دہلوی	ردّ نانوتوی	ردّ گنگوہی
ردّ تھانوی	ردّ نذیر حسین	ردّ غیر مقلدین	ردّ وہابیہ	ردّ روافض	ردّ نواصب	ردّ مفسقہ	ردّ تفضیلیہ	ردّ متصوفہ	شتی
	مطبوع	مبیضہ	مسودہ	ناتمام	ازانجملہ گم شدہ	عربی	فارسی	اُردو	

ان فنون و موضوعات پر اعلیٰ حضرت کی تین سو پچاس تصنیفات ہیں، جو ۱۳۲۷ھ کے ابتدائی مہینوں تک تالیف ہوئیں۔ بقیہ تصنیفات یعنی ۱۳۲۷ھ سے سال انتقال پر ملال کا بیان ضمیمہ یا حصہ دوم المجمل المورد میں اسی تفصیل سے حوالہ قلم ہوگا۔ اسی طرح بہت ممکن ہے کہ ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۴۰ھ تک کی تصنیفات میں بعض کتابیں ان علوم وفنون کے علاوہ کسی اور فن میں ہوں، اس لیے کہ **وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما** کی اتباع اور غلامی سے اعلیٰ حضرت کا علم بھی یوماً فیوماً زائد متزائد تھا۔ **ذلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم**

تفصیل کتب باعتبار فن وموضوع

اب میں فن وار ہر فن کو جدا جدا لکھتا ہوں اور اس فن کی تعریف کر کے اس فن میں جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، ان کو نمبر وار ذکر کروں گا۔ اسی طرح موضوع کے اعتبار سے بھی یعنی جس موضوع پر جو تصنیفات ہوں گی ان کو تفصیل کے ساتھ نمبر وار لکھوں گا، پھر جو جو کتابیں میرے مطالعے سے گزری ہیں، ان پر مختصر ریویو (Review) کروں گا۔

تصنیفات باعتبارفن

[۱]علم عقائد[۳۱]

احکام شرعیہ جن کا تعلق ذات باری تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودیگرانبیائے کرام وملائکہ وقرآن شریف وغیرہ سے ہو،اس علم کوعلم عقائد کہتے ہیں۔

علم عقائد میں اکتیس کتابیں حسب تفصیل ذیل ہیں:

[۱۰] (۱) مطلع القمرین فی ابانة سبقته العمرین

[۱۲] (۲) اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والاصحاب

[۲۳] (۳) البشری العاجلته من تحف آجله

[۴۳] (۴) حیاته الموات فی بیان سماع الاموات

[۴۲] (۵) نجلی الیقین بان نبینا سیّد المرسلین

[۶۷] (۶) سبحان عن عیب کذب مقبوح

[۸۸] (۷) سبحان القدوس عن تقدیس نحس منکوس

[۲۳] (۸) عرش الاعزاز و الاکرام لا ول ملوك الاسلام

[۱۲۵] (۹) ذب الا هو اء الواهیته فی باب الامیر معٰویه

[۱۲۸] (۱۰) فتاوی القدوة لکشف دفین الندوه

[۱۵۹] (۱۱) جزاء اللہ عدوه بانه ختم النبوه

[۱۶۳] (۱۲) فتاویٰ الحرمین بر نجف ندوته المین

[۱۶۴] (۱۳) ترجمة الفتوی وجه هدم البلوی

[۱۶۵] (۱۴) خلص فوائد فتوی

[۱۷۶] (۱۵) قوارع القهار علی المجسمة الفجار

[۱۹۱] (۱۶) السوء والعقاب علَی المسیح الکذاب

[۲۲۴] (۱۷) قهر الدیان علی مرتد بقادیان

[۲۳۱] (۱۸) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

[۲۳۲] (۱۹) خلاصة فوائد فتاویٰ

[۲۴۳] (۲۰) مبین احکام و تصدیقات مرام

[۲۴۵] (۲۱) ثلج الصدر لا یمان القدر

[۲۴۶] (۲۲) الفیوض الملکیته لحب الدولته المکیة

[۲۵۳] (۲۳) تمهید ایمان بایات قرآن

[۲۵۹] (۲۴) دامان باغ سبحٰن السبوح

[۲۶۰] (۲۵) المبین ختم النبیین

[۲۶۱] (۲۶) مقال عرفاء باعزاز شرع وعلماء

[۲۸۸] (۲۷) لمعته الشمعته لهدی شیعته الشنعه

[۳۰۵] (۲۸) الرائحة العنبریة من المجمرة الحیدریة

[۳۱۲] (۲۹) اخباریہ کی خبرگیری

[۳۱۹] (۳۰) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

[۳۴۰] (۳۱) مبین الهدی فی نفی امکان مثل المصطفیٰ صلی اللہ علیه وسلم

[۲] علم کلام [۱۷]

جس علم کے ذریعہ انسان قادر ہو کہ عقائد حقہ دینیہ کو دلیلوں سے ثابت کر سکے، اور اس پر سے شبہات وشکوک کو دفع کرے، وہ علم کلام ہے۔ اس علم کا موضوع متقدمین کے نزدیک ذات باری تعالیٰ وصفات الٰہی ہے اور بعض کے نزدیک اس کا موضوع موجود من حیث هو موجود ہے۔ متاخرین کے نزدیک علم کلام کا موضوع معلوم ہے، اس حیثیت سے کہ اس کا تعلق اثبات عقائد دینیہ سے ہے، عام ازیں کہ وہ تعلق قریب ہو یا بعید، اور دین سے مراد دین سرور عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی سترہ تصنیفات حسب ذیل ہیں:

[۱] (۱) ضوء النهایة فی اعلام الحمد و الهدایة

[۳۳] (۲) السعی المشکور فی ابداء الحق المهجور

[۳۴] (۳) معتبر الطالب فی شیون ابی طالب

[۳۵] (۴) مقامع الحدید علی خد المنطق الحدید

[۱۰۵] (۵) الکوکب الشہابیہ فی کفریات ابی الوھابیۃ

[۱۰۶] (۶) سل السیوف الھندیۃ علیٰ کفریات بابا النجدیۃ

[۱۵۲] (۷) شرح المطالب فی منکر مبحث ابی طالب

[۷۹] (۸) المقال الباھر ان منکر الفقہ کافر

[۱۹۰] (۹) المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد

[۱۹۲] (۱۰) ردّ الرفضہ

[۲۲۰] (۱۱) دفعۃ الباس علی جاحد الفاتحہ والفلق والناس

[۳۰۱] (۱۲) تنبیہ الجھال با بھام الباسط المتعال

[۳۰۲] (۱۳) جوابہائے ترکی بترکی

[۳۰۸] (۱۴) الصمصام الحیدری علیٰ حمق العیار المفتری

[۳۰۹] (۱۵) الجرح الوالج فی بطن الخوارج

[۳۳۸] (۱۶) ظفر الدین الجید ملقب بہ بطش غیب

[۳۴۵] (۱۷) چابک لیث براہل حدیث

[۳] علم تجوید [۲]

جس علم میں قرآن مجید کو اچھی طرح تلاوت کرنے سے بحث کی جائے، مخارج حروف اوران کی صفات کے لحاظ اور ترتیل نظم قرآن کی وصل، وقف، مد، تخفیف، قلب، تسہیل وغیرہ قواعد کے اعتبار سے اس کو علم تجوید کہتے ہیں۔ اس کا موضوع اور غایت ونفع ظاہر ہے، یہ علم فنون قرات کا نتیجہ اور ثمرہ ہے، اور موسیقی کی طرح عملی علم ہے۔ یعنی صرف قواعد کا جان لینا کافی نہیں ہے، بلکہ اساتذہ سے سن کر، سیکھ کر، خود تمام حروف والفاظ کو قواعد مقررہ کے مطابق ادا کرنے کا ملکہ حاصل کرنا ہے۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:

[۱۴۶] (۱) نعم الزاد لروم الضاد

[۱۶۶] (۲) الجام الصاد عن سنن الضاد

[۴] علم تفسیر [۶]

جو علم معانی نظم قرآن سے بحسب طاقت بشریہ ومقتضائے قوائد عربیہ بحث کرتا ہے، وہ علم تفسیر ہے۔ اس کے مبادی علوم عربیہ، اصول کلام، اصول فقہ، جدل وغیرہ علوم کثیرہ ہیں۔ اس علم کی غرض معانی نظم قرآن مجید کی معرفت ہے۔ اس کا فائدہ بروجہ صحت احکام شرعیہ کے استنباط پر قدرت حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کا موضوع کلام اللہ سبحانہ تعالیٰ ہے، جو ہر حکمت کا منبع اور فضیلت کا معدن ہے۔ اس کی غایت، فہم معانی قرآن اور اس کے احکام مستنبط کرنے کی معرفت توصل ہے، تاکہ اس کے ذریعہ سعادت دنیویہ واخرویہ حاصل کی جائے، اور شرف علم کا باعتبار شرفِ موضوع اور بہترین غایت کی وجہ سے ہے۔ اس لیے یہ علم سب سے افضل واعلیٰ ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی چھ تصنیفات حسب تفصیل ذیل ہیں:

[۲] (۱) الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی

[۶۵] (۲) تائل الراح فی فرق الریح والریاح

[۹۰] (۳) انوار العلم فی معانی میعاد استجیب لکم

[۴۳] (۴) الصمصام علی مشکك فی آیة علوم الارحام

[۱۴۵] (۵) النفیحة الفائحه من مسك سورة الفاتحه

[۲۵۸] (۶) ابناء الحی ان کتابه المصؤن تبیان لکل شیء

[۵] علم اصول حدیث [۲]

یہ علم متعلق بروایت حدیث ہے۔ جس علم میں بحث کی جائے کیفیت اتصال احادیث سے، ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے من حیث احوالِ رواۃ، باعتبار ضبط وعدالت کے اور من حیث کیفیت سند کے، کہ وہ متصل ہے یا منقطع یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہے یا صرف صحابہ پر ہی ختم ہوگئی یا منتہائے سند تابعی ہے۔ جو کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف دو رسالے ہیں:

[۱۳۱] (۱) الهاد الکاف فی حکم الضعاف

[۱۳۴] (۲) مدارج طبقات الحدیث

[٦] علم حدیث [۱۱]

علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ اقوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے افعال و احوال کی معرفت حاصل ہو۔ اس تعریف سے اس کا موضوع ظاہر ہو گیا اور غایت، سعادت دارین کا حصول ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم روایت حدیث، دوم علم درایت حدیث۔ اول اصول حدیث کے نام سے مشہور ہے، جس کا بیان گزر چکا ہے۔ دوم یعنی درایت حدیث وہ علم ہے جو بحث کرتا ہے اس معنیٰ سے، جو الفاظ حدیث سے سمجھے جاتے ہیں، اور جو اس سے مراد ہے من حیث قواعد عربیہ ضوابط شرعیہ و مطابقت احوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کا موضوع احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس حیثیت سے کہ معانی، مفہوم یا مراد پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کی غایت آداب نبویہ سے مزین ہونا اور منہیات و مکروہات شرعیہ سے اجتناب کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس فن کا نفع اعظم المنافع ہے۔ اس کے مبادی تمام علوم عربیہ اور ان اخبار و قصص کی معرفت ہے، جن کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات سے ہو۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات گیارہ ہیں:

[۴۶] (۱) اسماع الا ربعين فی شفاعة سيّد المحبوبين

[۵۲] (۲) تلا لؤ الافلاك بجلالك حديث لو لاك

[۸۹] (۳) انباء الحذاق بمسالك حديث النفاق

[۹۱] (۴) اعجب الامداد فی مكفرات حقوق العباد

[۱۰۰] (۵) الهداية المباركة فی خلق الملائكة

[۱۳۶] (٦) الاحاديث الراويه لمدح الامير معاويه

[۲۲۲] (۷) الا جازات المتينه لعلماء بكة و المدينه

[۲۶۶] (۸) النجوم الثواقب فی تخريج احاديث الكواكب

[۲۷۲] (۹) الروض البهيج فی آداب التخريج

[۲۸۱] (۱۰) البحث الفاحص عن طرق احاديث الخصائص

[۲۸۳] (۱۱) ذيل المدعى لا حسن الوعا

[۷] علم اصول فقہ [۹]

جس علم کے ذریعہ احکام شرعیہ کا استنباط ادلہ اجمالیہ سے معلوم ہو، وہ علم اصول فقہ ہے۔ موضوع اس کا ادلہ شرعیہ کلیہ ہیں، اس حیثیت سے کہ کس طرح اس سے احکام شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں۔ اس کے مبادی قواعد عربیہ اور بعض علوم شرعیہ مثل اصول کلام، تفسیر، حدیث اور بعض علوم عقلیہ ہیں۔ غرض اس علم سے یہ ہے کہ احکام شرعیہ فرعیہ کے استنباط کا ملکہ ادلہ اربعہ شرعیہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع وقیاس سے حاصل ہو۔ اس کا فائدہ احکام شرعیہ کو صحیح طریقہ پر استنباط کرنا ہے۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات نو ہیں:

[۴۱] (۱) التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل
[۱۰۹] (۲) السیوف المخیفۃ علی عائب ابی حنیفہ
[۱۲۶] (۳) اعز النکات بجواب سوال الرکات ملقب بہ الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی
[۱۸۱] (۴) اطائب الصیب علی ارض الطیب
[۳۳۱] (۵) البرق المخیب علی بقاع طیب
[۳۳۴] (۶) العطر المطیب لبنت شفۃ الطیب
[۳۳۵] (۷) الامۃ القاصفۃ لکفریات الملا طفۃ
[۳۳۶] (۸) الجائفۃ علی تہافت الملا طفہ
[۳۳۷] (۹) سیاط المؤدب علی رقبۃ المستعرب

[۸] علم فقہ [۵۰]

جس علم میں احکام شرعیہ فرعیہ عملیہ اس حیثیت سے کہ ادلہ شرعیہ تفصیلیہ سے ان کا استنباط ہوتا ہے، بحث کی جائے، وہ علم فقہ ہے۔ اس کے مبادی مسائل اصول فقہ ہیں۔ اس میں تمام علوم شرعیہ اور عربیہ سے استمداد حاصل کیا جاتا ہے۔ اس علم کا فائدہ بروجہ مشروع حصول عمل ہے اور اس سے غرض اعمال شرعیہ پر ملکہ اقتدار حاصل کرنا ہے۔

چونکہ غایت وغرض، علوم عملیہ میں ظن سے حاصل ہوتا ہے، نہ کہ یقین سے، اس لیے اکثر مسائل ظنی الدلالۃ محل اجتہاد ہیں۔ اسی وجہ سے مقلد اختیار ہے کہ مذہب اربعہ مشہورہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی سے جس کو چاہے، اختیار کرے۔ مگر ان سب میں احق واولیٰ اور تمام روئے زمین میں جس کے ماننے والے سب سے زیادہ ہیں، مذہب امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اہل کشف وولایت کا مشاہدہ ہے کہ بقیہ سب مذاہب آگے جا کر خشک ہوجائیں گے اور ان

کے ماننے والے باقی نہ رہیں گے، لیکن امام اعظم صاحب کا مذہب قیامت تک باقی رہے گا، جسے اس کی تحقیق مقصود ہو، وہ امام شعرانی کی کتاب مستطاب میزان الشریعۃ الکبریٰ ملاحظہ کرے کہ انہوں نے باوجود شافعی المذہب ہونے کے اس کی تصریح کی۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ایک سو پچاس ہیں:

[۵](۱) نقاء النیرہ فی شرح الجوھرہ ملقب به النیرة الوضیه فی شرح الجوهرة المضية

[۱۳](۲) احکام الاحکام فی التناول من ید من ماله حرام

[۱۴](۳) انفس الفکر فی قربان البقر

[۱۶](۴) الامر باحترام المقابر

[۱۷](۵) اقامة القيامة على طاعن القيام لنبی تهامة

[۱۹](۶) حسن البراعة فی تنفیذ حکم الجماعة

[۲۰](۷) النعیم المقیم فی فرحة مولد النبی الکریم

[۲۲](۸) بذل الصفا لعبد المصطفیٰ

[۲۵](۹) منیر العینین فی حکم تقبیل الابهامین

[۲۶](۱۰) المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة

[۲۷](۱۱) المجمل المسدد ان ساب المصطفیٰ مرتد

[۲۸](۱۲) اجود القری لمن یطلب الصحة فی اجارة القری

[۲۹](۱۳) نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء

[۳۰](۱۴) الاحلی من السکر لطلبه سکرروسر

[۳۲](۱۵) جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال

[۳۴](۱۶) منزع المرام فی التداوی بالحرام

[۳۶](۱۷) معدل الزال فی اثبات الهلال

[۳۷](۱۸) طوالع النور فی حکم السراج علی القبور

[۳۸](۱۹) البارقة اللمعا علی سامد نطق بالکفر طوعا

[۳۹](۲۰) جمل مجلیه ان المکروه تنزیها لیس بمعصیة

[۴۰](۲۱) انوار الانتباه فی حل نداء یارسول الله

[۴۴](۲۲) الهار الانوار من یم صلاۃ الاسرار
[۴۷](۲۳) السط المسجل فی امتاع الروحۃ بعد الوطی للمعجل۔
[۴۸](۲۴) النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید
[۴۹](۲۵) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین
[۵۰](۲۶) ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال
[۵۱](۲۷) باب غلام مصطفیٰ
[۵۳](۲۸) التحبیر بباب التدبیر
[۵۴](۲۹) احسن المقاصد فی بیان ما تنزہ عنہ المساجد
[۵۵](۳۰) ازین کافل لحکم القعدۃ فی المکتوبہ والنوافل
[۵۷](۳۱) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین
[۵۹](۳۲) اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام
[۶۰](۳۳) تبیان الوضوء
[۶۱](۳۴) الحلاوۃ والطلاوۃ فی کلم تو جب سجود التلاوۃ
[۶۶](۳۵) حکم رجوع من ولی فی نفقۃ العرس والجہاز والحلی
[۶۷](۳۶) المنح الملیحہ فیما نہی من اجزاء الذبیحہ
[۶۹](۳۷) الزر الباسم فی حرمۃ الزکاۃ علی بنی ہاشم
[۷۰](۳۸) تجلیٰ المشکوٰۃ لانارۃ اسئلۃ الزکاۃ
[۷۱](۳۹) التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد
[۷۳](۴۰) حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب
[۷۴](۴۱) حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان
[۷۵](۴۲) عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار
[۷۶](۴۳) العجۃ الفائحۃ بطیب التعیین والفاتحہ
[۷۷](۴۴) سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید
[۷۸](۴۵) العافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ
[۷۹](۴۶) الطرہ فی ستر العورہ

[۲۴۷](۱۲۲) تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون
[۲۴۸](۱۲۳) السهم الشهابی علی خداع الوهابی
[۲۵۴](۱۲۴) فقه شهنشاه وان القلوب بید المحبوب بعطاء الله
[۲۵۷](۱۲۵) بدء الانوار فی اداب الاثار
[۲۵۵](۱۲۶) مفاد الحبر فی الصلاة بمقبرة او جنب قبر
[۲۶۲](۱۲۷) الهادی الحاجب عن جنازة الغائب
[۲۶۳](۱۲۸) شمامة العنبر فی محل النداء بازاء المنبر
[۲۶۴](۱۲۹) الطرة الرضیة علی النیرة الوضیه
[۲۶۷](۱۳۰) فصل القضاء فی رسم الافتاء
[۲۶۹](۱۳۱) الجوهر الثمین فیما تنعقد به الیمین
[۲۷۰](۱۳۲) الطراز المذهب فی الترویج بغیر الکفو ومخالف المذهب
[۲۷۳](۱۳۳) عبقری حسان فی اجابة الإذان
[۲۷۴](۱۳۴) شوارق السنا فی حد المصر والفنا
[۲۷۵](۱۳۵) لمعة الشمعه فی اشتراط المصر للجمعة
[۲۷۸](۱۳۶) البدور الاجله فی امور الاهله
[۲۷۹](۱۳۷) نور الادله للبدور الاجله
[۲۸۰](۱۳۸) رفع العلة عن نور الادله
[۲۸۲](۱۳۹) اللواء المعقود لبیان حکم امرء المفقود
[۲۸۴](۱۴۰) ایذان الاجر فی اذان القبر
[۲۸۶](۱۴۱) رعایة المذ هبین فی الدعاء بین الخطبتین
[۲۸۷](۱۴۲) رشاقة الکلام فی حواشی اذاقة الاثام
[۲۹۴](۱۴۳) البیان شافیا لفونو غرافیا
[۲۹۶](۱۴۴) جد الممتار من ردّ المحتار
[۲۹۷](۱۴۵) العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویة
[۳۰۶](۱۴۶) الاسد الصؤل علی اجتهاد الطرار الجهول

[۳۱۱](۱۴۷) براءت نامہ انجمن اسلامیہ بانس بریلی

[۳۲۶](۱۴۸) اجتناب العمال عن فتاویٰ الجھال

[۳۳۰](۱۴۹) سیف ولایتی بر داھم ولایتی

[۳۴۶](۱۵۰) الردّ الناھز علی ذام النھی الحاجز

[۹] علم الفرائض [۴]

علم الفرائض ان قواعد و جزئیات کا علم ہے، جن کے ذریعہ ترکہ کو وارث کی طرف ان کے حق کے مطابق صرف کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔ اس کا موضوع ترکہ اور وارث ہیں۔ اس لیے کہ فرائضی ترکہ اور اس کے مستحقین سے بحث کرتا ہے کہ میت کا ترکہ اس کے ورثائے مستحقین کو قواعد معینہ شرعیہ سے کس کو کتنا کتنا ملے گا؟

یہ علم بہت اہم علم ہے، یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نصف علم فرمایا: **تعلموا الفرائض وعلموھا الناس فانھا نصف العلم** علمائے کرام کا اختلاف ہے کہ یہ نصف علم کس طرح ہے، اور اس کے کیا معنی ہیں؟ تو ایک جماعت علماء اس طرف گئی ہے، کہ ہم پر واجب حضور کے ارشاد مبارک کی تعمیل ہے، ہم اس کے معنی سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ تو نصف علم حضور نے فرائض کو کیوں فرمایا، اس کے جاننے کی ہمیں ضرورت نہیں؟ اس ارشاد مبارک کے مطابق اس علم کو سیکھنا اور سکھانا چاہیے۔ ایک جماعت نے کہا کہ حضور نے جو کچھ فرمایا، بیشک ہم پر اس کی تعمیل ضروری ہے۔ مگر ساتھ ساتھ ہمیں اس کو سمجھنا بھی چاہیے کہ ارشاد مبارک معقول المعنیٰ ہے۔ تو اس بارے میں اس جماعت علماء کے دس قول ہیں۔

اول: امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عموم بلویٰ کی وجہ سے نصف علم اس کو فرمایا۔

دوم: نہایہ میں ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں۔ حالت حیات، اور حالت موت۔ تو نصف علم کا تعلق حالت حیات سے ہے، اور نصف علم کا تعلق بعد الموت سے۔ وہ علم فرائض ہے۔

سوم: ملک کے اسباب دو قسم کے ہیں۔

(الف) اختیاری: جیسے خرید و فروخت، قبول ھدیہ، وصیت وغیرہ۔

(ب) ضروری: یہ ارث ہے، اس لیے کہ لینا چاہیے کہ نہیں، مورث کے مرنے کے بعد کل ترکہ بعد ادائے حقوق سب وارثوں کا حسب سہام شرعی ہے۔ یہ قول صاحب ضوء کا ہے۔

چہارم: ابتہاج میں کہا گیا کہ اس کی بڑائی اور تعظیم کے لئے اس کو نصف علم فرمایا۔

پنجم: صاحب اعانۃ السہاج کا قول ہے: چونکہ فرائض کے شعبے بہت ہیں، اور اس میں حساب کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے نصف علم فرمایا۔

ششم: زیادتی مشقت کی وجہ سے اس کو نصف علم ارشاد فرمایا۔

ہفتم: صاحب ضوء نے فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ علم ہے، جس کی وجہ سے اسباب ارث کی معرفت ہوتی ہے۔ دوسرا وہ علم، جس کی وجہ سے جو واجب ہوتا ہے، معلوم کیا جاتا ہے اور یہی علم فرائض ہے۔

ہشتم: نصف علم باعتبار ثواب فرمایا، اس لیے کہ انسان فقہ کے ایک مسئلہ سمجھنے پر دس نیکی کا مستحق ہوتا ہے، اور فرائض کے ایک مسئلہ پر سو نیکی کا حقدار ہوتا ہے۔ تو اگر تمامی مسائل کو دس مسئلے اور تمامی فقہ کو سو مسئلے پر فرض کریں تو دونوں کی نیکیاں ہزار ہزار ہوں گی۔ تو فرائض باعتبار ثواب پورے فقہ کے برابر ہوا۔

نہم: صاحب شرح سراجیہ فرماتے ہیں: نصف علم فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر فرائض کے مسائل کو پھیلایا جائے، تو اس کے فروع و جزئیات تمام علوم کی جزئیات کے برابر ہوں گے۔

دہم: نصف علم اس لیے فرمایا کہ طلبہ کو اس علم کے سیکھنے کی ترغیب ہو۔

یہ دس قول صاحب کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون نے بیان فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی علم الفرائض میں چار کتابیں ہیں:

[۱۵۱](۱) المقصد النافع فی عصوبۃ النصف الرابع

[۱۶۷](۲) طیب الامعان فی تعدد الجہات والابدان

[۲۱۳](۳) تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم

[۳۲۷](۴) ہدم النصرانی والتقسیم الایمانی

[۱۰] علم رسم خط قرآن مجید [۱]

اگلی کتابیں جتنی ہیں، ان کے ماننے والوں نے اپنی خواہش کے مطابق ان میں تحریف و تبدیل کر دیا اور یہ تبدیل و تحریف صرف معنوی ہی نہ رہی کہ اصل معنی و مطلب کو چھوڑ کر اپنے مقصد کے مطابق معنی گڑھ لیا، بلکہ لفظی تحریف بھی کر لیا: یحرفون الکلم عن مواضعہ لیکن خداوند عالم کا ہزار ہزار احسان امت محمدیہ پر، کہ ان کی کتاب کی حفاظت اس کے ماننے والوں کے متعلق نہ رکھا، بلکہ اپنے فضل و کرم سے اپنے ذمے پر اس کی حفاظت رکھی: انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون بیشک ہم نے اس قرآن شریف کو اتارا اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ اسی لیے آج تک ایک لفظ تو بڑی بات ہے، ایک حرف، ایک نقطہ، ایک زیر، ایک زبر کا بھی فرق نہیں ہوا۔

علمائے کرام نے بھی اس کی حفاظت کے لیے قرآن مجید کے لکھنے میں رسم خط عثمانی کا اتباع واجب قرار دیا۔ اسی لیے

قرآن مجید میں لفظ صلوۃ، زکوۃ، علٰو، جای وغیرہ الفاظ اسی طرح سے لکھے جائیں گے۔ اگر چہ اردو میں صلاۃ، زکاۃ، علما کی کتابت اس طریقہ پر ضروری نہیں۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف ایک رسالہ ہے:

[۲۱۸](۱) جالب الجنان فی رسم احرف من القرآن

[۱۱] علم الادب العربی [۶]

جس علم کے ذریعہ کلام عرب میں لفظاً و معناً غلطی سے محفوظ رہے، وہ علم ادب ہے۔ علم ادب بہت وسیع علم ہے، جو متعدد علوم کو شامل ہے۔ علامہ سیّد شریف فرماتے ہیں: علم ادب کے اصول اور فروع ہیں۔ اصول ہیں تو بحث مفردات سے ہوگی، یا مرکبات سے۔ اگر مفردات سے ہے تو اگر

(۱) بحیثیت جواہر اور مواد اور حیات ترکیبیہ ہے، تو وہ علم لغت ہے۔

(۲) بحیثیت صوت ولفظ اور ہیئت ہے، تو علم صرف ہے۔

(۳) اور بحیثیت انتساب بعض کو ساتھ بعض کے باعتبار اصل وفرع ہونے کے ہے تو علم اشتقاق ہے۔

(۴) اور اگر بحث مرکبات سے علی الاطلاق ہے تو باعتبار ہیئت ترکیبیہ اور ادائے معانی اصلیہ ہو، علم نحو ہے۔

(۵) باعتبار افادہ ایسے معانی کے ہے، جو مغائر اصل معنی ہیں، تو علم معانی ہے۔

(۶) باعتبار کیفیت افادہ جو مختلف ہو مراتب ظہور وخفا ہیں، تو علم بیان ہے۔

(۷) اور ان دونوں علم معانی وبیان کا ذیل علم بدیع ہے۔ اس لیے کہ یہ رعایت ومطابقت مقتضی حال، اور وضوح دلالت علی المرام کے بعد ان وجوہ کا نام ہے، جن سے کلام میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً صنعت تجنیس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا یہ شعر۔

سر توئی سرور توئی سررا سرو ساماں توئی
جان توئی جاناں توئی جاں را قرار جاں توئی

(۸) اور اگر بحث مرکبات موزونہ سے ہو، تو بحیثیت وزن ہے، تو علم عروض ہے۔

(۹) بحیثیت اواخر ہے، تو علم قوافی ہے۔

یہ نو قسمیں اصول کی ہوئیں۔

اور فروع میں بحث:

(۱) متعلق بنقوش کتابت ہو، تو علم خط ہے۔

(۲) مختص بالمنظوم ہے، تو فرض شعر ہے۔
(۳) اور نثر کے ساتھ مخصوص ہے، تو علم الانشاء ہے۔
(۴) کسی کے ساتھ مختص نہیں، تو علم محاضرات ہے اور اسی قسم سے علم تاریخ ہے۔

علم ادب میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات سے چھ کتابیں ہیں:

[۲۹۹](۱) صنائع بدیعة
[۳۲۰](۲) شرح مقائمه مذاقیه
[۳۲۴](۳) مشرقستان اقدس
[۳۲۵](۴) عذاب ادنیٰ بررد او ادنیٰ
[۳۲۸](۵) آمال الابرار و آلام الاشرار
[۳۲۹](۶) سکین و نورہ بر کاکلِ پریشاں ندوہ

[۱۲] علم لغت [۲]

جو علم کہ مدلولات جواہر مفردات اور ان کی ہیئت جزئیہ سے بحث کرے کہ وہ وضع شخصی سے ان مدلولات کے لیے وضع کیے گئے ہیں، اور اس چیز سے بحث کرے جو ترکیب بر جوہر اور ان کی ہیئت سے بحیثیت وضع و دلالت علی المعانی الجزئیہ حاصل ہوئی ہو، وہ علم لغت ہے۔ اس علم کی غایت معانی وضعیہ کے سمجھنے اور کلمات عرب سے جو مفہوم ہوتا ہے، اس پر واقفیت میں خطا سے بچنا ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:

[۲۶۷](۱) احسن الجلوه فی تحقیق المیل والذراع والفرسخ والغلوه
[۶۸۹](۲) فتح المعتی بتحقیق مغنیٰ الخاطی والمخطی

[۱۳] علم سیر [۳]

جس کے ذریعے احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و معجزات و وقائع حیات و حالات غزوات وغیرہ معلوم ہوں، وہ علم سیر ہے۔ اس میں سب سے پہلے علامہ محمد بن اسحٰق رئیس المغازی متوفی ۱۵۱ھ نے تالیف کی۔ پھر اس کی تدوین و ترتیب ابو محمد عبد الملک بن ہشام حمیری متوفی ۲۱۸ھ نے کی اور علماء نے اس کتاب کو بہت پسند کیا، اور بہترین کتاب سیر کبیر امام محمد تلمیذ امام الائمہ کی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف سے تین کتابیں ہیں:

[۱۵۷](۱) جمان التاج فی بیان الصلاۃ قبل المعراج

[۲](۲) نطق الهلال بارخ ولاد الحبیب والوصال

[۳](۳) منبة المنیه بوصول الحبیب الی العرش والرویه

[۱۴] علم الفضائل [۳۰]

یہ وہ علم ہے جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و مراتب عالیہ جو حضرت عزت نے انہیں اپنے فضل وکرم سے عطا فرمائے ہیں، ان کا بیان ہے۔ اس کا موضوع ظاہر ہے، اور غایت وغرض ان کمالات کی واقفیت ہے، تاکہ اس کے ذریعہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ ہو، اور اس کے ذریعہ سعادت ابدی وشرافت سرمدی حاصل ہو۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات تیس ہیں:

[۷](۱) نفی الفی عمن بنوره انار کل شئی

[۱۱](۲) سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ

[۱۵](۳) الجلال جبریل بجعله خادما للمحبوب الجمیل

[۱۸](۴) هدی الحیران فی نفی الفی عن شمس الاکوان

[۶۴](۵) العروس الاسماء الحسنیٰ فیما لنبینا من الاسماء الحسنیٰ

[۹۶](۶) الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء

[۹۷](۷) منیة اللبیب فی ان التشریع بید الحبیب

[۱۴۵](۸) النفحة الفائحة من مسك سورة الفاتحه

[۱۴۸](۹) شمول الاسلام لا باء الرسول الکرام

[۱۵۸](۱۰) انباء المصطفیٰ بحال سرو اخفیٰ

[۱۷۰](۱۱) مالی الحبیب بعلوم الغیب

[۱۷۹](۱۲) اللؤ لؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون

[۲۰۳](۱۳) الموهبة الجدیدة فی وجوه الحبیب فی مواضع عدیده

[۲۰۵](۱۴) منیة المنیة بوصول الحبیب الیٰ العرش والرؤیة

[۲۲۳](۱۵) الدولة المکیة با لمادةالغیبیة

[۲۴۴](۱۶) حدائق بخشش

[۲۵۷](۱۷) بدرا الانوار فی آذاب الآثار

[۲۶۵](۱۸) قمر التمام فی نفی الفئی عن سیّد الانام

[۳۰۰/۲](۱۹) سلسلۃ الذھب نافیۃ الارب

[۳۰۰/۳](۲۰) ذریعہ قادریہ

[۳۰۰/۹](۲۱) حضور جان نور

[۳۰۰/۱۰](۲۲) نعت واستعارات

[۳۰۰/۱۱](۲۳) سلام وسیر

[۳۰۰/۱۲](۲۴) سراپانور

[۳۰۰/۶۰](۲۵) نذر گدادر تہنیت شادی اسراء

[۲۳۹](۲۶) ابراء المجنون عن انتھاک علم المکنون

[۳۴۱](۲۷) ماحیۃ العیب با یمان الغیب

[۳۴۲](۲۸) میل الھداۃ لبرء عین القذاۃ

[۳۴۳](۲۹) اراحۃ جوانح الغیب عن ازاحۃ اھل العیب

[۳۴۴](۳۰) الجلاء الکامل لعین قضاۃ الباطل

[۱۵] علم المناقب [۱۸]

وہ علم ہے جس میں حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام ومشائخ فخام وعلمائے اسلام کے کمالات وکرامات ومدائح وصفات کا بیان ہو۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات اٹھارہ ہیں:

[۸](۱) الکلام البھی فی تشبہ الصدیق با لنبی

[۹](۲) وجد المشوق بجلوۃ اسماء الصدیق والفاروق

[۳۲](۳) مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم

[۱۱۷](۴) تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصمۃ عھد الجاھلیۃ

[۱۱۸](۵) انجاء البری عن وسواس المفتری

[۱۲۲](۶) جمیل ثناء الائمۃ علی علم سراج الامۃ

[۳۸۵](۷) فتوائے کرامات غوثیہ

[۳۰۰/۱](۸) اکسیراعظم

[۳۰۰/۲](۹) سلسلة الذهب نافية الارب

[۳۰۰/۳](۱۰) ذریعہ قادریہ

[۳۰۰/۴](۱۱) فضائل فاروق

[۳۰۰/۵](۱۲) نظم معطر

[۳۰۰/۶](۱۳) مشرقستان قدس

[۳۰۰/۷](۱۴) چراغ انس

[۳۰۰/۸](۱۵) وظیفہ قادریہ

[۳۰۰/۱۳](۱۶) مناقب صدیقیہ

[۳۰۰/۱۴](۱۷) حمائد فضل رسول

[۳۰۰/۱۵](۱۸) مدائح فضل رسول

[۱۶] علم سلوک [۲]

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:

[۸۴](۱) الياقوة الواسطه فی قلب عقد الرابطه

[۱۸۰](۲) نقاء السلافه فی البیعة والخلافة

[۱۷] علم الاخلاق [۲]

جس علم سے فضائل اوران کے حاصل کرنے کی کیفیت معلوم ہوتا کہ انسان اپنے نفس کوان سے مزین کرے، نیز رزائل اوران سے بچنے کے طریقے معلوم کیے جائیں، تاکہ نفس ان سے مخلی کیا جائے، وہ علم الاخلاق ہے اور یہ ایک قسم حکمت عملیہ کی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں ہیں:

[۷۲](۱) شرح الحقوق لطرح العقوق

[۹۲](۲) مشعلة الارشاد الیٰ حقوق الاولاد

[۱۸] علم تصوف [۳]

علم تصوف وہ علم ہے کہ اس کے ذریعہ مدارج سعادت میں اہل کمال انسان کے ترقی کی کیفیت، اور وہ امور جو ان کے درجات میں عارض ہوں، بقدر طاقت بشریہ معلوم ہوں۔

سان درجات ومقامات کی کما حقہ تعبیر ناممکن ہے، اس لیے کہ عبارات ان معانی کے لیے وضع کیے گئے ہیں جہاں تک اہل لغات کے فہم پہنچ سکتے ہیں' لیکن وہ معانی جن تک رسائی صرف ایسے ہی شخص کی ہے، جو اپنے قوائے بدنیہ بلکہ اپنی ذات سے غائب ہو، تو اس کے لیے وضع الفاظ ممکن نہیں، چہ جائیکہ اس کو الفاظ سے تعبیر کریں۔ تو جس طرح معقولات کو اوہام سے ادراک نہیں کر سکتے، اور نہ موہومات کو خیالات سے ادراک کر سکتے ہیں، خیالات کا ادراک حواس سے ممکن ہے۔ اسی طرح جس چیز کو عین الیقین کے ساتھ معائنہ کرنا چاہیے، اس کا ادراک علم الیقین کے ساتھ ممکن نہیں۔ تو جس شخص کی خواہش اس فن کی تکمیل ہو، اس کو چاہیے کہ وصول بالبیان کی کوشش نہ کرے، بیان سے طلب کرنے پر اکتفانہ کرے۔ **فانه طور وراء طور العقل** اور کیا اچھا کسی نے کہا ہے: **جزاه الله الدارین خیراً۔**

علم التصوف علم ليس يعرفه
الا اخو فطنة بالحق معروف
وليس يعرفه من ليس يشهده
وكيف يشهد ضوء الشمس مكفوف

یعنی علم تصوف وہ علم ہے جس کو نہیں پہچان سکتا ہے مگر تیز طبع ذہین جو حق کے ساتھ معروف ومشہور ہے اور اس کو نہیں جان سکتا ہے جو اسے مشاہدہ نہ کرے، اور کس طرح آفتاب کی روشنی کو نابینا دیکھ سکتا ہے؟

اس فن میں اعلیٰ حضرت نے تین کتابیں تصنیف فرمائیں:

[۸۰] (۱) کشف حقائق واسرار ودقائق

[۱۰۳] (۲) **بوارق تلوح من حقيقة الروح**

[۱۱۴] (۳) **التلطف بجواب التصوف**

[۱۹] علم اذکار [۵]

علم اذکار اور اسی کو علم الادعیۃ والاوراد بھی کہتے ہیں۔ جو علم ادعیہ ماثورہ اور اوراد مشہورہ سے اس کی تصحیح وضبط اور تصحیح روایت اور بیان خواص اور عدد تکرار اور اوقات قرآت اور شرائط سے بحث کرے، وہ علم الاذکار، علم الادعیہ اور اوراد ہے اور اس سے غرض ان ادعیہ اور اوراد کا بروجہ مذکورہ جاننا ہے، تاکہ مطابق قائدہ اس کے عمل سے فوائد دینیہ اور دنیویہ حاصل ہوں۔

بعض علماء نے اس کو علم حدیث کی فرع قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ اس میں کتب احادیث سے استنباط کی جاتی ہے۔
اس فن میں اعلیٰ حضرت کی پانچ کتابیں ہیں:

[۴۵](۱) ازهار الانوار من صبا صلاة الاسرار
[۵۶](۲) زهر الصلاة من شجرة اكارم الهداة
[۱۱۰](۳) العروس المعطار فی زمن دعوة الافطار
[۱۷۵](۴) المنة الممتازه فی دعوات الجنازة
[۲۷۷](۵) ماقل و كفى من ادعية المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم

[۲۰] علم ترغیب وترھیب [۱]

وہ علم ہے جس میں ایسی باتیں بیان کی جائیں، جن کے کرنے کی شرع میں ترغیب دلائی گئی ہو، اور ایسی باتیں ذکر کریں، جن کے کرنے کی شرع میں ممانعت ہو۔ یا اوّل پر وعدہ ثواب ہو اور دوم پر وعید عذاب وعقاب۔ اس فن میں مشہور ترین کتاب امام حافظ ذکی الدین ابوالعظیم ابن عبدالقوی منذری متوفیٰ ۶۵۶ھ کی کتاب ترغیب وترھیب ہے۔ یہ بھی فروع علم حدیث سے ہے۔ اس لیے کہ مدار اس کا احادیث اصحاب کتب مشہورہ صحیحین، سنن اربعہ، مسانید، معاجیم محدثین ہے۔
اس فن میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:

[۸۶] اعز الا كتناه فی ردّ صدقة مانع الزكوه

[۲۱] علم تاریخ [۳]

علم تاریخ، معرفت احوال جماعت اور ان کے شہروں اور رسوم وعادات، اور ان کے صنائع وانساب اور ان کے وفیات کا نام ہے۔ اس کا موضوع احوال اشخاص ماضیہ: حضرات انبیائے کرام واولیائے عظام وعلمائے فخام وحکما وملوک وشعراوغیرہ ہیں اور اس علم کی غرض احوال ماضیہ پر واقف ہونا ہے اور اس علم کا فائدہ ان احوال سے عبرت ونصیحت حاصل کرنا اور حوادث روزگار و تقلبات زمانہ پر واقفیت کی وجہ سے تجربہ کا ملکہ حاصل کرنا ہے، تاکہ ان لوگوں کے احوال میں جو مضرت کی باتیں ہیں، ان سے احتراز کیا جائے، اور منافع وکارآمد باتوں کو حاصل کیا جائے۔
اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:

[۱۲۵](۱) اعلام الصحابة الموافقين للامير معوية وام المومنين
[۲۱۹](۲) جمع القرآن وبم عزوه لعثمان
[۳۱۵](۳) سرگزشت وماجرائے ندوہ۔

[۲۲] علم مناظرہ [۱۸]

جس علم میں دو مناظروں کے درمیان گفتگو کرنے کی کیفیت سے بحث کی جائے، وہ علم مناظرہ ہے۔ اس کا موضوع ادلہ ہیں، اس حیثیت سے کہ ان سے غیر پر اپنا مدعیٰ ثابت کیا جاتا ہے۔ اس کے مبادی امور بینہ بنفسہا ہیں۔ غرض اس سے مناظرہ کرنے کا ملکہ حاصل کرنا ہے، تاکہ بحث میں خبط نہ واقع ہو۔

علامہ ابن صدر الدین نے فوائد خاقانیہ میں فرمایا کہ یہ علم منطق کی طرح جملہ علوم کی خدمت کرتا ہے، اس لیے کہ بحث و مناظرہ صواب ظاہر کرنے اور الزام خصم کے لیے نسبت بین الشیئین میں جانبین سے نظر کرنے کا نام ہے۔

اعلیٰ حضرت کی اس فن میں اٹھارہ کتب مصنفہ ہیں:

[۱۲۴](۱) النذیر الهامل لکل جلف جاهل
[۱۲۸](۲) مراسلات سنت وندوہ
[۲۰۷](۳) رامی زاغیان معروف دفع زیغ زاغ
[۳۱۴](۴) انتصار الهدیٰ من شعوب الهویٰ
[۳۲۳](۵) صمصام سنیت بگلوئے نجدیت
[۳۲۶](۶) اجتناب العمال عن فتاویٰ الجهال
[۳۳۰](۷) سیف ولایتی برواہم ولایتی
[۳۳۱](۸) البرق المخیب علی بقاع طیب
[۳۳۴](۹) العطر المصیب لبنت شفة الطیب
[۳۳۵](۱۰) الامة القاصفه لکفریات الملاطفه
[۳۳۶](۱۱) الجائفه علی تهافت الملاطفه
[۳۳۷](۱۲) سیاط المؤدب علی رقبة المستعرب
[۳۳۸](۱۳) ظفر الدین الجید ملقب به بطش غیب
[۳۳۹](۱۴) ابراء المجنون عن انتها که علم المکنون
[۳۴۲](۱۵) میل الهداة لبرء عین القذاة
[۳۴۳](۱۶) اراحة جوانح الغیب عن ازاحة اهل العیب
[۳۴۴](۱۷) الجلاء الکامل لعین قضاة الباطل
[۳۴۸](۱۸) الاسئلة الفاضلة علی الطوائف الباطلة

[۲۳] علم تکسیر [۱]

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:

[۶](۱) اطائب الاکسیر فی علم التکسیر

[۲۴] علم الوفق [۱]

اس فن میں بھی اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:

[۲۹۵](۱) الفوز بالآمال فی الاوفاق والاعمال

[۲۵] علم التوقیت [۶]

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف کردہ چھ کتابیں ہیں:

[۱۸۶](۱) الانجب الانیق فی طرق التعلیق

[۱۸۹](۲) زیج الاوقات للصوم والصلوات

[۲۰۶](۳) تاج توقیت

[۲۳۸](۴) کشف العله عن سمت قبله

[۲۵۶](۵) درء القبح عن درك وقت الصبح

[۲۳۲](۶) سر الاوقات

[۲۶] علم ھیئت [۳]

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:

[۱۸۴](۱) اقمار الانشراح بحقیقة الاصباح

[۱۸۵](۲) الصراح الموجز فی تعدیل المرکز

[۲۵۲](۳) جادة الطلوع والحمر للسیارة والنجوم والقمر

[۲۷] علم الحساب [۱]

علم الحساب ان قواعد کا علم ہے جن کے ذریعہ استخراج مجہولات عددیہ کا معلومات عددیہ مخصوصہ سے ہوتا ہے۔ استخراج سے مراد ان کی کمیات کی معرفت ہے۔ موضوع اس کا عدد ہے۔ اس لیے کہ اس علم میں عدد ہی کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی

ہے۔عدد کمیت کو کہتے ہیں، جو چند وحدات سے مرکب ہو۔اس کا نفع و فائدہ ضبط معاملات و حفظ اموال، قضائے دیون، قسمت ترکات ہے۔اس کی ضرورت علم فلکیہ اور مساحت وطب میں بھی ہوتی ہے،اور بعضوں نے کہا اس علم کی ضرورت جملہ علوم میں پڑتی ہے اور اس سے کوئی شخص مستغنی نہیں۔بادشاہ ہو، یا عالم، یا بازاری ہر ایک کو اس کی ضرورت ہے۔اس فن کی شرافت کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ قول: و کفیٰ بنا حاسبین کافی ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت محاسب ہونا بیان فرمایا، تو کون عقلمند اس کی خوبی میں کلام کرسکتا ہے؟ اسی لیے علمائے کرام نے اس فن میں بہت کتابیں تصنیف کیں،اور لوگوں نے دیار و امصار میں ان کو تعلیم کے لیے دست بدست لیا،اور حکماء کی عادت تھی کہ بچوں کی تعلیم اسی علم سے شروع کرتے تھے۔ان کا خیال یہ تھا کہ جو شخص ابتداء حساب کی تعلیم پاتا ہے،اس پر صدق غالب آتا ہے۔اس لیے کہ حساب میں صحت مبانی ہے، تو سچ بولنا اس کی عادت بلکہ فطرت ہوجاتی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:

[۱۸۸](۱) کلام الفھم فی سلاسل الجمع و التقسیم

[۲۸] علم ارثماطیقی [۳]

وہ علم ہے جو بحث کرتا ہے عدد کے خواص سے۔

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:

[۱۸۳](۱) الموھبات فی المربعات

[۲۲۸](۲) البدور فی اوج المجذور

[۲۵۱](۳) کتاب الارثماطیقی

[۲۹] علم ریاضی [۳]

یہ حکمت نظریہ کی ایک قسم ہے، جو علم بحث کرے ایسے امور مادیہ سے جن کو مادہ سے بحث میں مجرد کرنا ممکن ہو۔اس کو ریاضی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حکماء کی عادت تھی کہ ابتداء بچوں کو یہ علم تعلیم دیتے تھے،اور خوب ریاضت کرایا کرتے تھے۔اسی لیے اس کو علم تعلیمی بھی کہتے ہیں،اور اس کو علم اوسط بھی کہتے ہیں۔اس لیے کہ یہ علم، متوسط ہے ان دو علموں کے درمیان جو مادہ کے محتاج ہیں،اور جو مادہ کے محتاج نہیں ہیں اور اس کے چند اصول ہیں،اور ہر ایک اصل کے فروع ہیں۔اصول چار ہیں۔

۱۔ہندسہ ۲۔ہیئت ۳۔حساب ۴۔موسیقی

اعلیٰ حضرت کی اس فن میں تین کتابیں ہیں:

[۱۸۲](۱) عزم البازی فی جواھر الریاضی

[۲۲۷](۲) ستّین ولوگارثم

[۲۹۳](۳) جداول الریاضی

[۳۰] علم الھندسہ [۳]

علم ہندسہ ان قوانین کا علم ہے، جن کے ذریعہ انسان ان اصول کو جانتا ہے، جو کم کو من حیث کم ہونے کے عارض ہوتا ہے۔

اور اعلیٰ حضرت کی اس فن میں بھی تین کتابیں ہیں:

[۲۳](۱) الاشکال آلاقیدس لنکس اشکال اقلیدس

[۱۸۷](۲) اعالی العطایا فی الاضلاع والزوایا

[۲۰۹](۳) الجمل الدائرہ فی خطوط الدائرہ

[۳۱] علم جبر ومقابلہ [۱]

یہ علم حساب کی فرع ہے، اس لیے کی یہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ معلومات عددیہ مخصوصہ سے استخراج مجہولات عددیہ کی کیفیت بروجہ مخصوص معلوم ہوتی ہے۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ ہے:

[۲۵۰] حل المعادلات لقوی المکعبات

[۳۲] علم الزیجات [۱]

اس علم میں اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے:

[۲۴۰] مسفر المطالع للتقویم والطالع

[۳۳] علم الجفر [۳]

اس کو جفر وجامع بھی کہتے ہیں۔ لوح قضاء وقدر جو تمام ماکان و مایکون کو کلیاً و جزئیاً محتوی ہے، اس کے علم اجمالی کا نام جفر وجامع ہے۔ جفر، لوح وقضا کو کہتے ہیں، جو عقل کل ہے، اور جامع، لوح قدر کو کہتے ہیں، جو نفس کل ہے۔ ایک جماعت علماء کا دعویٰ ہے کہ حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے ۲۸، حروف تہجی کو بسط اعظم کے طریقے پر ایک جلد میں تحریر کیا ہے، جس سے بطریق مخصوصہ و شرائط معینہ والفاظ مخصوصہ جو کچھ لوح قضا وقدر میں ہے، سب معلوم کر سکتے

ہیں۔ یہ علم وراثۃً اہل بیت اوران کے منتسبین میں چلا آرہا ہے، اور انہیں سے مشائخ کاملین نے حاصل کیا، اور غیروں سے اس کو پورے طور پر چھپاتے آئے ہیں۔

بعضوں کا خیال ہے کہ اس کتاب کو کما حقہ سوائے حضرت امام مہدی منتظر رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

منقول ہے کہ خلیفہ مامون رشید نے جب اپنے بعد حضرت علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کی خلافت کا عہد نامہ لکھا، اوران کے پاس بھیج دیا، توانہوں نے اس کے نیچے تحریر فرمایا: **نعم الا ان الجفر والجامعة يدلان علىٰ ان هٰذا الامر لايتم** اچھا! مگر جفر و جامعہ سے معلوم ہوتا کہ کہ ایسا ہوگا نہیں اور واقعی وہی ہوا جو امام نے فرمایا تھا۔

اس فن میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:

[۲۹۰](۱) **الثواقب الرضوية علىٰ الكواكب الدرية**

[۲۹۱](۲) **الجداول الرضوية علىٰ الكواكب الدرية**

[۲۹۲](۳) **الاجوبة الرضوية للمسائل الجفرية**

ان تینوں کتابوں کے متعلق اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے کہ یہ تینوں رسالے نہ چھاپے جائیں گے، نہ ان کی نقل مل سکتی ہے۔ جب تک اس علم کی اہلیت نہ ثابت ہو۔

[۳۴] علم النجوم [۱]

جس علم کے ذریعہ حوادث کون وفساد پر تشکلات فلکیہ، اوضاع افلاک وکواکب، مقارنہ ومقابلہ، تثلیث وتسدیس وتربیع وغیرہ سے استدلال کیا جائے، وہ علم نجوم ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ حسابیات، طبعیات، وہمیات۔

حسابیات علم یقینی ہے، اور کبھی اس پر شرعاً بھی عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً طلوع وغروب شمس، اوقات نماز وافطار کے لیے۔

طبعیات جیسے بروج فلکیہ میں انتقال شمس سے استدلال، تبدیل فصول جاڑا گرمی اور اعتدال پر۔ تو شرعاً ان کے انکار اور رد کی کوئی وجہ نہیں۔

وہمیات جیسے اتصالات کواکب سے بطریق عموم یا خصوص حوادث سفلیہ خیر وشر پر استدلال کرنا۔ چونکہ شرع میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اسی لیے شرعاً مردود ہے۔

علم نجوم میں اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ ہے:

[۲۹۳] **ذاكي البها في قوة الكواكب وضعفها**

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ یہ چونتیس علوم وفنون مروجہ وغیر مروجہ، درسیہ وغیر درسیہ، مشہورہ غیر مشہورہ، جن میں اکثر نہیں تو بعض کے نام سے بھی علمائے زمانہ واقف نہیں۔ اس علم وفن سے واقفیت تو کجا؟ اور یہ اعلیٰ

حضرت کی اعلیٰ درجہ کمال کی دلیل ہے کہ اتنے علوم وفنون سے نہ صرف واقف بلکہ اس میں ماہر اور کامل بلکہ صاحب تصنیف ہیں۔

ان کے علاوہ وہ علوم وفنون آتے ہیں، جن میں محض حمایت ونکایت مفسدین کے لیے کتب تصنیف فرمائیں، جو اصل شان مجددیت ہے۔ یعنی اسلام پر اپنے اور غیر لوگوں نے اپنی جہالت ونادانی یا بدمذہبی اور بے دینی کی وجہ سے جو خس وخاشاک ڈال رکھا تھا، اس کو دور کر کے دین اسلام کو پھر مجلیٰ اور از سر نو نیا کر دیا۔

اس کے لیے ضروری تھا کہ جو شرع کی نگاہ میں جس حیثیت کا ہو، اس کی حیثیت بلا رورعایت اور بلا خوف لومۃ الائم ظاہر کر دی، اور اس میں اس کا ہرگز خیال نہ فرمایا کہ اگر ہم کسی کا رڈ کریں گے یا اس کے بارے میں جو حکم شرع کا ہے ظاہر کریں گے تو وہ مجھے برا بھلا کہے گا، یا دشمن ہو جائے گا، یا میری مقبولیت میں فرق آجائے گا، اس لیے کہ ان کے تمام اعمال وافعال، اقوال و احوال محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تھے، کسی این وآں، چنیں وچناں، مدح وستائش یا ذم سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ خود فرماتے ہیں ۔

نہ مرا نوش زتحسین نہ مرا نیش زطعن نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دورے جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

چنانچہ مجھ سے میرے ایک ملنے والے صاحب نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کا علم وعمل، تقویٰ وفضل، جامعیت کمال ظاہری و باطنی کا کوئی بھی منکر نہیں، اگر اعلیٰ حضرت کسی کا رڈ اور مناظرہ وغیرہ نہ کرتے، تو ان سے بڑھ کر ہندوستان میں کس کی عزت ہوتی؟ اور از گنگ تا سنگ واز کشمیر تا راج کماری ان کی مقبولیت ہر طبقہ ہر گروہ میں ہوتی۔

میں نے کہا یہ تو خدا پرستی نہ ہوئی، بلکہ خود بینی وخود پرستی ہوئی۔ الحب فی اللہ والبغض للہ بھی کوئی چیز شرعی ہے یا نہیں؟ رہی عوام اور بدمذہبوں میں حق گوئی کی وجہ سے عدم مقبولیت، تو آپ نے مثنوی شریف کے یہ اشعار سنے ہیں یا نہیں؟

مولانا فرماتے ہیں ۔

گرد وسہ ابلہ ترا منکر شوند تلخ کے گردی چوں ہستی کان قند
گرد وسہ احمق ترا تہمت نہد حق برائے تو گواہی می دہد
گر خفاشے راز خورشیدے خورے ست آں دلیل آمد کہ او خورشید نیست
نفرت خفاشکاں باشد دلیل کہ منم خورشید تابان جلیل
گر گلابے را جعل راغب شود آں دلیل نا گلابی می شود
ور شود قلبے خریدار محک در محکی اش در آید نقص و شک
فارقم فاروقیم غربیل وار تا کہ کاہ ازمن نمی یابد گزار

ازورا پیدا کنم من ازبسوس   تا نمایم ایں نقوش ست ایں نفوس
من چو میزان خدایم درجہاں   وانمایم ہر سبک را از گراں

عزیزی نورالعین مولوی مختارالدین احمد آرزو رضوی فاضل شمسی ایم،اے (علیگ) سلمہ علی گڑھ سے ایک مرتبہ آئے،تو چند کتابیں اپنے ساتھ لیتے آئے۔اس میں سے ایک رسالہ استاذ العلماء مجھے دیکھنے کے لیے دیا گیا۔دیکھا کہ نواب حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی رئیس حبیب گنج صدرالصدور حیدرآباد دکن کی تصنیف حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے۔رسالہ اگرچہ بہت ہی مختصر ہے،مگر کافی معلومات سے پر ہے۔اس میں ایک جگہ تحریر ہے کہ:

آپ کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ کہیں آپ کی زبان کسی کی تکفیر سے ملوث نہیں ہوئی۔

اس کو دیکھ کر متردد ہوا کہ یہ کیا لکھا ہے؟ پھر حیات شبلی دیکھنے کا اتفاق ہوا،تو صفحہ ۳۰۲ پر اس میں بھی لکھا ہے۔

حضرت مفتی لطف اللہ صاحب کی دو خصوصیتیں قابل ذکر ہیں ایک یہ کہ انہوں نے عمر بھر کسی کی تکفیر نہیں کی،دوسری یہ کہ کانپور کے ہی قیام کے زمانے میں انگریزی سے اتنے حروف شناس ہو گئے کہ تار وغیرہ پڑھ لیتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ علم شئی بہ از جہل شئی ہے۔اس وجہ سے اتنی انگریزی سے واقفیت کہ تار وغیرہ پڑھ لیں،ضرور قابل تعریف اور خصوصیت میں شمار ہو سکنے کے لائق ہے،لیکن عمر بھر کسی کی تکفیر نہیں کی میں بہت غور وخوض کرنے پر نہ سمجھ سکا کہ یہ کون سی تعریف کی بات ہے؟ اوران دونوں حضرات نے اس کو تعریف میں کس طرح شمار کیا؟ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے:

اللھم ارنا الاشیاء کماھی ۔حکمت کی تعریف بھی علمانے فرمائی:**ھو علم یبحث فیہ عن حقائق الاشیاء علیٰ ماھی علیہ فی نفس الامر بقدر الطاقۃ البشریۃ بعض المحققین با حوال اعیان الموجو دات علی ماھی علیہفی نفس الامر بقدر الطاقۃ البشریۃ** ۔تو اگر کسی کی،سے مراد کسی مسلمان کی ہے،تو یہ تعریف بے شک تعریف ہے کہ کس مسلمان کی جب تک وہ مسلمان ہے،اور کوئی کلمہ کفریہ اس سے سرزد نہیں ہوا،کبھی آپ نے تکفیر نہ کی۔مگر یہ کوئی خصوصیت حضرت استاذ الاساتذہ کی نہیں۔

یہ صفت اور تعریف کل علما ورنہ اکثر علمائے کرام کی ضرور ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ باوجود کلمۂ کفر،پھر بھی اسے کافر نہ کہا اور زبان دبائے رہے،تو میں نہیں سمجھتا کہ یہ کس طرح تعریف وتوصیف کے شمار میں آسکتی ہے؟ جبکہ خداوند عالم نے علما سے عہد لیا ہے کہ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اسے حق بیان کر دینا،چھپانا نہیں:واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس ولاتکتمونہ ہو سکتا ہے کہ جناب صدر الصدور صاحب اپنے استاذ کی یہ تعریف پسند کرتے ہوں اور ضرور پسند کرتے ہیں،جب تو لکھا اور چھاپ کر شائع کیا۔لیکن میں اپنے استاذ الاساتذہ کی یہ تعریف کرنا کسی طرح پسند نہیں کرتا ہوں کہ سب مسائل تو بیان فرمادیا

کرتے تھے، اور مطابق شرع شریف فتویٰ دیا کرتے۔ لیکن جب کسی مسئلہ کفریہ سے سوال ہوتا تو خاموشی اختیار فرماتے، زبان دبا لیتے۔ آیت قرآنیہ مسطور بالا کے خلاف کرتے، عہد الٰہی کو پس پشت ڈال دیتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ الساکت عن الحق شیطان اخرس حق سے سکوت کرنے والا گونگا شیطان ہے۔ اس حدیث شریف کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

ہاں! یہ دوسری بات ہے کہ کسی شخص نے ان سے کسی کے اقوال کفریہ پیش کر کے اس کا حکم پوچھا ہی نہیں۔ اس لیے آپ نے کسی کی تکفیر نہ کی۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ کوئی مسئلہ ایسا پوچھا جائے، جس کا جواب شرعی یہ ہے کہ ایسا شخص کافر ہو، مگر حضرت استاذ الاساتذہ نے معاذ اللہ غلط جواب دیا ہو، اور کلمات کفریہ کے صدور کے بعد بھی مسلمان بتایا ہو، یا جواب سے اعراض و سکوت کیا ہو۔ اور کبھی کسی کی تکفیر نہ کرنا کیونکر قابل تعریف بات ہو سکتی ہے؟ جب خداوند عالم نے تکفیر کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکفیر کی۔ صحابہ کرام نے تکفیر کی۔ تابعین عظام نے تکفیر کی۔ ائمہ اسلام، مجتہدین مذاہب اربعہ نے تکفیر کی۔ حضرت عزحق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: **یحلفون باالله ما قالو ا ولقد كلمة الكفر و كفرو بعدا سلامهم** خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کلمہ کفریہ نہ کہا اور البتہ بیشک وہ کلمہ کفر بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔

اس آیت میں **و كفرو ا بعد ا سلامهم** ہر وقت یاد رکھنے کے قابل ہے۔ ابن جریر وطبرانی وابوالشیخ وابن مردویہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیڑ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ ارشاد فرمایا:

> عنقریب ایک شخص آئے گا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا، وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔
>
> کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا:
>
> تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں؟

وہ گیا، اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا۔ سب نے آ کر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی، اور بے شک ضرور یہ کفر کا کلمہ بولے، اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمۂ کفر ہے، اور اسے کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ لاکھ مسلمانی کا مدعی، کروڑ بار کا کلمہ گو ہو۔

اور فرماتا ہے: **ولئن سئلتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قل اباالله واية ورسوله كنتم تستهزون ٭ لا تعتذرو اقد كفرتم بعد ايمانكم** اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرما دو: کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو اپنے ایمان کے بعد۔

ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں: **انه قال في قوله تعالىٰ: ولئن سئلتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب٭ قال رجل من**

المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلاں بوادی کذا و کذا او ما یدریه بالغیب ۔ یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی، اس کی تلاش تھی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد غیب کیا جانیں؟ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ۔ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہوگئے۔

(ملاحظہ ہو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم ص ۱۰۵ و تفسیر در منثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم ص ۲۵۴)

حدیثوں میں جو کفر کے فتوے دیے گئے ہیں، اگر ان سب کو جمع کیا جائے، تو ایک جز سے زائد ہو، نہ احصا کی ضرورت، نہ اس کی فرصت۔ چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

☆ من اتی عرافا او کاهنا فصدقه بما یقول کفر انزل علیٰ محمد صلی اللہ علیه وسلم

(رواہ الامام احمد والحاکم عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه)

☆ من اتی کاهنا فصدقه بما یقول او اتی امرأة حائضا او اتی امرأة فی دبرها فقد بریٔ بما انزل علیٰ محمد صلی اللہ علیه وسلم

(رواہ الامام احمد وابو داود والترمذی والنسائی و ابن ماجه)

☆ من اتی کاهنا فسأله عن شیء حجبت عنه التوبة اربعین لیلة فان صدقه بما قال کفر

(روایة طبرانی فی الکبیر عن واثله رضی اللہ تعالیٰ عنه)

☆ من ترک الصلوٰة متعمدا فقد کفر جهارا

(رواہ الطبری فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه)

☆ من حلف بغیر اللہ فقد اشرک

(رواہ الامام احمد والترمذی والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما)

☆ من کذب بالقدر فقد کفر بما جئت به

(رواہ عدی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما)

صحابہ کرام کا کفر کا فتویٰ دینا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد و دیگر صحابہ کرام کے اجماع سے ابین و روشن کہ آپ نے منکر زکوٰۃ کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا، اور ان پر جہاد کو کفار ترک و دیلم پر جہاد کے مثل قرار دیا۔

فقہائے کرام حنفیہ کے فتاوائے کفر دیکھنا ہو تو فتاویٰ عالم گیری و شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں موجبات کفر کی بحث دیکھیے۔

پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک عالم کے لیے خلاف طریقہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام و فقہائے عظام روش کیونکر قابل مدح و ستائش ہو سکتی ہے؟۔

بات اصل یہ ہے کہ زمانہ میں دو ذہنیت کے انسان ہیں۔ بعض نرم طبیعت کے ہیں۔ ان کے خیال میں ہے کہ کوئی کیسا ہی ہو، ہم کیوں اپنی زبان یا قلم سے ایسا حکم لکھیں، جو اس کی تکلیف اور دل آزاری کا سبب ہو۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ہم بااختیار نہیں ہیں، ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ عقائد سے لے کر اعمال، طہارت کے مسائل سے فرائض تک جو مسئلہ مجھ سے پوچھا جائے گا، اس کا جواب دینا ہم پر فرض ہے۔ اس میں کسی شخص کی دل آزاری اور خوشنودی کے خیال سے بڑھ کر حضرت عزت سبحانہ وتعالیٰ کی خوشی اور اس کی طرف کی ذمہ داری ہے اور اگر نہ کیا جائے، تو دین میں سخت فتنہ انگیزی ہوگی۔ جس مصلحت سے حضرات محدثین کرام نے رواۃ کی جرح کی ضرورت جانی، کہ بے رو رعایت کذاب، وضاع، متہم، مختلط، سیٔ الحفظ، کثیر الوہم، جو جیسا ہو اس کو بیان کر دیں اس میں رو رعایت نہ کریں، ورنہ دین میں رخنہ اندازی ہوگی۔ اسی طرح سے یہ جماعت نہ ان لوگوں کو ذلیل اور بدنام کرنے کی نیت سے، بلکہ ان کی صحیح حالت بتا کر دوسرے مسلمان بھائیوں کو ان کے شر سے بچانا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس کیا ورع سمجھتے ہو فاجر کے ذکر سے، کب اسے لوگ پہچانیں گے؟ ذکر کرو فاجر کو اس وصف کے ساتھ جو اس میں ہے۔ تا کہ لوگ اس سے بچیں۔

رواه ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة الحکیم منهم فی نوادر الاصول والحاکم فی المستدرک والشیرازی فی الالقاب وابن عدی الطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی السنن والخطیب البغدادی عن بهز بن حکیم عن ابیه عن جده ۔

یہ وجہ صاف صاف ان کے حکم خداوندی کو بیان کر دینے کی ہے کہ اگر توفیق رفیق ہو تو توبہ کر کے دائرۂ اسلام یا ورع وتقویٰ میں آئیں۔ ورنہ دوسرے مسلمان اس کی ضلالت اور بے دینی کا شکار ہونے سے بچیں گے۔

جب فاجر کے ذکر کی یہ ترغیب ہے، تو کافر کے کفر پر پردہ ڈالنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ علاوہ بریں کسی شخص کی یہ تعریف کرنا کہ اس نے ہر اچھے برے کو اچھا ہی سمجھا، تمام گورے کالے کو گورا ہی جانا، کسی کو برا نہ کہا، نہ کسی کو کالا کہا، کم از کم میری سمجھ سے باہر ہے۔

اسی لیے میں اپنے استاذ اور شیخ پیرومرشد مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، جناب مولانا مولوی حاجی حافظ قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی نہ یہ تعریف کرتا ہوں، نہ ایسی تعریف کرنا پسند کرتا ہوں، اور اگر اثر زمانہ سے متاثر ہو کر میں یہ تعریف کروں کہ انہوں نے کسی کی تفسیق، تضلیل، تکفیر نہ کی، تو واقعہ کے خلاف، اور ان کے اصل کمال پر پردہ ڈالنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر حقائق اشیا کما ھی علیہ فی نفس الامر ظاہر کر دیا تھا، جو جیسا ہے، ویسا ہی ان کو دکھا دیا تھا۔ اس لیے وہ جس طرح اللہ کو ایک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا، اور خاتم الانبیاء رسول، قرآن شریف کو الٰہی کتاب، فرشتوں کو معصوم مخلوق، دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی آدم سے عیسیٰ علیہ السلام تک خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول مانتے تھے۔ اولیائے

کرام، صلحا، سالکین، فانیین، وواصلین، نجبا، نقبا، ابدال، بدلا، اوتاد، امامین، قطب، غوث، صدیق کو اعلیٰ فرق مراتب، خداوند عالم کے مقبول بندے مانتے اور تقریر وتحریر میں ان کے رتبہ کے مطابق ان کی تعظیم وتوقیر کرتے، اور مخالفین کی پرواہ نہ کرتے کہ ان کی تعظیم وتوقیر تعریف وتوصیف کی وجہ سے وہ جلیں گے، میری مخالفت کریں گے۔اسی طرح فاسق، فاجر، تارک الصلوٰۃ، داڑھی منڈے، شرابی، جواری، بدمذہب، بددین، مفسقہ، تفضیلیہ، نواصب، روافض، خوارج، ندویہ، وہابیہ، دیوبندیہ، قادیانیہ، گاندھویہ، نیچریہ، نصاریٰ، آریہ اور ہنود سے کبھی محبت والفت، بر وموالات، تعظیم وتوقیر، تعریف وتوصیف نہ فرمائی اور نہ ان کے موافقین ومعتقدین کی کوئی پرواہ کی کہ وہ لوگ ہمیں برا سمجھیں گے، بے قدری کریں گے، نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھیں گے، بلکہ تحریر میں، تقریر میں، جب کبھی موقع ہوا اور ضرورت پڑی بے تامل، بلالحاظ مصلحت بینی، ومآل اندیشی، جو حکم شرعی جس کا تھا، یا جس مسئلہ میں جس کی ردّ کی ضرورت جانی، ردّ کیا۔تصنیفات کا یہ حصہ انہیں لوگوں کے ردّ جواب پر مشتمل ہے۔

اعلیٰ حضرت کا مسلک محبت وعداوت میں بالکل اس حدیث کا آئینہ تھا: **من احب للہ و ابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان** جس نے محض اللہ کے لیے محبت کی (جس سے بھی محبت کی) اور اللہ ہی کے لیے عداوت کی (جس سے بھی عداوت کی) اور (جس کو جو کچھ دیا وہ) اللہ ہی کی رضا کے لیے دیا اور جس کو منع کیا وہ بھی اللہ ہی کے لیے، اس نے اپنے ایمان کو کامل کیا۔ **رواہ ابوداود عن ابی امامہ الترمذی عن معاذ بن جمبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔**

دوسری حدیث میں ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوحی اللہ تعالیٰ نبی من الانبیاء ان قل لفلان العابد اما زھدك فی الدنیا فتعجلت راحۃ لنفسك واما انقطا عك الی فتعذزت بہ فما لی علیك قال یا رب وما لك علی قال ھل والیت لی ولیا او عادیت لی عدوا یعنی اللہ عزوجل نے انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کو وحی بھیجا کہ فلاں عابد سے کہہ دیجیے کہ تیرا دنیا میں زہد اختیار کرنا، تو اس سے تو نے اپنے نفس کی راحت جلد حاصل کر لی اور دنیا سے کٹ کر میری طرف متوجہ ہونا تو اس ذریعہ سے تو عزت حاصل کر لی، تو جو حق میرا تجھ پر ہے اس کے بارے میں تو نے کیا کیا؟۔عابد نے کہا، اے میرے رب! اور تیرا حق مجھ پر کیا ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا۔کیا میرے لیے کسی شخص سے تو نے دوستی کی، اور میرے لیے کسی شخص کو دشمن بنایا؟ **رواہ ابونعیم فی الحلیۃ والخطب فی التاریخ وغیرہ فی غیرہ عن بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔**

[۳۵] شتی [5]

یعنی علوم وفنون متفرق ومختلف میں، یعنی ان کتابوں کوکسی خاص فن سے تعلق نہیں بلکہ عام اور مفید امور سے اس کا تعلق ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی اس فن میں پانچ کتابیں ہیں:

[۵۸] (۱) جاه القصیده البغدادیه ملقب به الزمزمة القمرية فی الذب عن الخمرية۔

قصیده غوثیه شریف جس کا مطلع

سقاني الحب كاسات الوصول

فقلت لخمرتی نحوی تعالی

ہے، بعض جاہلوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے (اس پر) جاہلانہ اعتراضات شعری ونحوی وغیرہ کا کیا تھا، یہ اس کا مسکت جواب ہے۔

[۲۱۶](۲) اتیان الارواح لدیارهم بعد الرواح

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مرنے کے بعد روح دنیا سے بالکل بے تعلق ہو جاتی ہے، اور وہ اچھی ہے تو علیین میں، اور بری ہے تو سجین میں رہتی ہے، دنیا میں نہیں آسکتی۔ یہ اس کا مدلل ردّ ہے۔ خصوصاً اچھی روحیں مرنے کے بعد آزاد ہو جاتی ہیں، اور ان کو پورا اختیار دیا جاتا ہے، سیر کرتی ہیں، جہاں چاہتی ہیں۔ دنیا میں بھی آتی ہیں، اور اپنے مریدوں کی مدد کرتی ہیں۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت شاہ ابوالرضا کے متعلق لکھا ہے۔

[۲۶۸](۳) نور عینی فی الانتصار للامام العینی

امام عین کے ایک کلام پر احسن الفوائد والے کے اعتراض کا ردّ اور اس کی متعدد کا اظہار۔

[۲۷۱](۴) مرتجی الاجابات لدعاء الاموات

اس کا ثبوت کہ مردے بھی دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔

[۳۰۴](۵) فتح خیبر

تفضیلیہ کی پارٹی، جو بصدارت مولانا محمد حسین سنبھلی مناظرہ کے لیے آئی تھی، اس کا فرار۔

تصانیف باعتبار موضوع

[۳۶] تردید نصاریٰ [۳]

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بے شمار انبیائے کرام بھیجے۔ جن میں بعض کا تذکرہ قرآن شریف اور حدیثوں میں آیا ہے، اور اکثر کا تذکرہ ان میں نہیں ہے۔ ان انبیاء میں اکثر پر صحیفے نازل ہوئے، اور چار نبی اولوالعزم پر چار بڑی کتابیں اتاریں۔ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، اور قرآن شریف سیّد المرسلین آقائے دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امتوں کو عیسائی اور نصاریٰ کہتے ہیں۔

اس زمانے میں اصل انجیل کہیں نہیں ہے۔ ہاں! مختلف زمانوں میں جو ترجمے ہوئے ہیں، انہیں کا وجود ہے، اور ان میں زیادہ مشہور و مروج چار انجیلیں ہیں، جو در حقیقت مسیح علیہ السلام کی سیرت ہے، جسے ان کے چار ماننے والے، متی، لوقا، مرقس، اور یوحنا نے جمع و ترتیب دیا ہے۔ ان میں سوائے یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کے اور متی کے باقی دو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تک نہیں۔ متی نے بھی اسی سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جس سال آسمان پر اٹھائے گئے، اور اس نے اس کتاب کو شہر سکندریہ میں اپنے ہاتھ سے لکھا، اور اس میں واقعات ولادت و معجزات و حالات وغیرہ کا بیان کیا۔

عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق لوقا نے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا، اور نہ ان کو دیکھا۔ وہ تو بعد رفع عیسیٰ علیہ السلام بولص کے ہاتھ پر نصرانی ہوا۔

اسی طرح مرقس نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ دیکھا۔ وہ بھی رفع کے بعد بیرو حواری کے ہاتھ پر نصرانی ہو، اور اسی سے انجیل شہر رومہ میں پڑھا، اور اس نے اپنے تینوں اصحاب کے خلاف واقعات لکھے ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ننھیالی رشتہ دار خاص تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شادی میں شریک ہوئے، اور نصاریٰ کے بقول اپنے معجزہ سے پانی کو شراب کر دیا، اور یہ سب سے پہلا معجزہ تھا، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہوا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جب یہ معجزہ دیکھا، تو دنیا سے برداشتہ خاطر ہوئے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین اور سیاست دونوں کے تابع ہو گئے۔ یہ چوتھے شخص ہیں، جنہوں نے انجیل لکھا۔ لیکن انہوں نے شہر افسوس میں یونانی زبان میں لکھا تھا۔

کچھ نصاریٰ الوہیت کے قائل اور بعض انبیاء کی نبوت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ لیکن جمہور نصاریٰ خالص توحید کے قائل

نہیں، بلکہ تثلیث کے معتقد ہیں۔اب،ابن،روح القدس کوخدا مانتے ہیں۔

اصحاب بوریوس جواسکندریہ کا پادری تھا،ان کا عقیدہ توحید کا ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندہ اور مخلوق ہیں۔اللہ کے کلمہ ہیں۔یہ شخص قسطنطین اوّل بانی قسطنطنیہ کے زمانہ میں تھا۔اصحاب بولس جوانطاکیہ کا پادری تھا،ان لوگوں کا عقیدہ بھی توحید کا ہے،اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ لوگ دیگر انبیاء کی طرح خدا کا بندہ،اور خدا کا رسول جانتے ہیں،اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں،کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے پیٹ سے بغیر واسطہ کسی مرد کے پیدا کیا۔اصحاب مقدونیوس بھی توحید کے قائل ہیں۔اس کا زمانہ بانی قسطنطنیہ کے بیٹے کا زمانہ ہے،اور وہ اس زمانے میں قسطنطنیہ کا پادری تھا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بندہ،انسان،اور دیگر انبیائے کرام کی طرح یہ لوگ خدا کا رسول مانتے تھے۔مگر اب ان لوگوں کا وجود نہیں۔نہ ایسے عقیدے والے مشہور ومعروف ہیں۔ممکن ہے کہ شاذ ونادر کوئی کسی جگہ حق اعتقاد رکھنے والا نصرانی ہو۔

ورنہ اس زمانے میں جتنے نصاریٰ ہیں،وہ سب تثلیث کے قائل ہیں،فاسد العقیدہ لوگ ہیں اور وہ تین فرقے پر منقسم ہیں۔

اول:ملکانیہ،اس مذہب کے ماننے والے تمام لوگ نصاریٰ ہیں۔اسی مذہب والے حبشہ،نوبہ،افریقہ،صقلیہ،اندلس اور جمہور شام کے لوگ ہیں۔ان کا عقیدہ ہے اللہ اب،ابن،روح القدس ہے،اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کامل انسان،کامل خدا ہیں۔انسان عیسیٰ کو صولی دیا گیا،اور قتل کیا گیا،اور خدا عیسیٰ کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔حضرت مریم نے خدا اور انسان دونوں کو جنا،اور یہ دونوں معاً ایک شی ہیں تعالیٰ اللہ عن ذالك علوا کبیرا ۔

دوم:نسطوریہ،ان کا عقیدہ بھی ملکانیہ ایسا ہے۔فرق صرف اس قدر ہے کہ وہ لوگ اس کے قائل نہیں ہیں،کہ حضرت مریم نے خدا کو جنا،بلکہ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو جنا،اور اللہ نے اللہ کو جنا۔اس فرقہ کے لوگ زیادہ موصل،عراق،فارس،خراسان میں ہیں۔یہ لوگ نسطور کی طرف منسوب ہیں،جو قسطنطنیہ کا پادری تھا۔

سوم:یعقوبیہ،ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح بعینہٖ اللہ ہیں۔اس کو یہودیوں نے صولی دیا،اور قتل کردیا۔تین دن تک دنیا بلا مدبر رہی،اور اسی طرح تین دن تک آسمان بھی بلا مدبر رہا۔پھر تین دن کے بعد اللہ کھڑا ہوگیا،اور اپنی جگہ آگیا۔اللہ تعالیٰ حادث ہوگیا،اور حادث قدیم ہوگیا،اور اللہ ہی حضرت مریم کے پیٹ میں تھا۔اس مذہب والے مصر اور نوبہ حبشہ کے لوگ ہیں۔یہ فرقہ یعقوب برزعانی راہب قسطنطنیہ کی طرف منسوب ہے۔

ان تینوں فرقوں کے عقیدے ایسے گندے اور گھناؤنے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کا ذکر قرآن شریف میں نہ فرماتا:لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھوا لمسیح بن مریم اور ان اللہ ثالث ثلثة اور أأنت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ تو کسی مومن کی زبان پر ایسے شنیع وخبیث کلمات نقلاً بھی نہ آتے۔(ملل ونحل ابن حزم جلد اول ص ۴۹)

عیسائیوں کی تردید میں اعلیٰ حضرت کی تین کتابیں ہیں:

[۱۴۳][۱) الصمصام علی مشکك فی آیة علوم الارحام
[۲۰۴][۲) بیل مژدہ آراوکیفرکفران نصاریٰ
[۳۳۷][۳) ھدم النصرانی والتقسیم الایمانی

[۳۷] تردید ہنود [۱]

یہ پرانے باشندے ہندوستان کے ہیں۔ان کے عقائد عجیب وغریب ہیں۔
اعلیٰ حضرت نے ہنود کی تردید میں ایک کتاب تصنیف فرمائی:
[۱۴] انفس الفکر فی قربان البقر

[۳۷] تردید آریہ [۲]

آریہ سماج ہندوؤں ہی کا ایک فرقہ ہے،جس کی بنیاد دیانند سرسوتی نے ڈالی ہے۔
اعلیٰ حضرت نے آریہ کی تردید میں دو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں:
[۳۴۷](۱) پردہ درامرتسری
[۳۵۰](۲) کیفرکفرآریہ

[۳۹] تردید نیچریہ [۷]

یہ فرقہ نیچر کی طرف منسوب ہے،یعنی طبیعت۔ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی چیز مقتضائے طبیعت کے خلاف،کسی صورت،کسی حالت،کسی وجہ سے نہیں ہوسکتی۔اسی لیے یہ لوگ معجزات کے قائل نہیں کہ یہ خلاف نیچر،خلاف فطرت ہے۔اس فرقہ کے بانی کا نام سرسید احمد خان دہلوی مسکناً علی گڑھی مدفناً ہے۔ان کی ولادت ۵ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دلی میں ہوئی۔
۱۸۵۷ء میں جبکہ گورنمنٹ برطانیہ مسلمانوں سے سخت بدظن تھی۔انہوں نے ایسی ترکیبیں کیں،جن سے گورنمنٹ کے خیالات درست ہوئے،اور اس وقت سے مسلمانوں کی دنیوی بہبود میں بہت سرگرمی سے حصہ لینا شروع کیا،اور علی گڑھ میں ایک انگریزی تعلیم گاہ کی بنیاد ڈالی،جو ترقی کرتے کرتے،آج یونیورسٹی کی حیثیت میں قوم کے سامنے موجود ہے،جس میں ہر قسم کے علوم وفنون کی اعلیٰ تعلیم کا سامان ہے،جو آج مسلمانوں کی ایک مایہ ناز انگریزی تعلیم گاہ ہے۔
ان سب باتوں کے باوجود سخت افسوس ناک اور حسرت سے لکھے جانے کی یہ بات ہے کہ سرسید نے اپنے اجتہاد اور ریفارمری کے زعم میں دینیات میں بھی قطع برید شروع کی،اور ایسی باتیں اپنی تصنیفات وتحریرات میں لکھیں،جن سے عام علماء ان سے علیحدہ ہوگئے،اور ان کو مخرب دین وایمان سمجھا۔ان مسائل کی ایک فہرست ان کے بڑے معتقد اور سوانح نگار الطاف

حسین حالی نے حیات جاوید جلد۲، ص ۲۸۷ پر سپرد قلم کیا ہے۔ان میں کی بعض باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں:

[۱] اجماع حجت شرعی نہیں۔

[۲] قیاس حجت شرعی نہیں۔

[۳] تقلید واجب نہیں۔

[۴] قرآن کا کوئی حکم دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوا۔

[۵] شیطان یا ابلیس کا لفظ جو قرآن مجید میں آیا ہے اس سے کوئی وجود خارج عن الانسان مراد نہیں۔

[۶] طیور مخنقہ جن کو نصاریٰ نے گلا گھونٹ مار ڈالا ہو مسلمانوں کو ان کا کھانا حلال ہے۔

[۷] سوائے ان کفار ومشرکین کے جن کا ذکر آیت کریمہ **انما ینھکم اللہ الایۃ** میں ہے، تمام کفار ومشرکین سے دوستی و موالات کرنا جائز ہے۔

[۸] وضع ولباس وغیرہ میں کفار کے ساتھ تشبہ شرعاً ممنوع نہیں۔

[۹] معراج اور شق صدر دونوں رویا میں واقع ہوئے نہ بیداری میں۔ کیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور کیا مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک۔

[۱۰] ملک یا ملائکہ کے جو الفاظ قرآن میں وارد ہوئے ہیں۔ان سے یہ مراد نہیں کہ وہ کوئی جدا مخلوق انسان سے بالاتر ہے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ نے جو مختلف قویٰ اپنی قدرت کاملہ سے مادہ میں ودیعت کئے ہیں، انہیں کو ملائک یا ملائکہ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

[۱۱] آدم اور ملائکہ اور ابلیس کا قصہ جو قرآن میں بیان ہوا ہے، یہ کسی واقعہ کی خبر نہیں، بلکہ یہ ایک تمثیل ہے۔

[۱۲] معجزہ دلیل نبوت نہیں ہوسکتا۔

[۱۳] قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معجزہ کے صادر ہونے کا ذکر نہیں۔

[۱۴] آیہ میراث سے وصیت کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ پس جو وصیت وارث کے حق میں کی جائے، وہ نافذ ہے۔

[۱۵] قرآن میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے، جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہو۔

[۱۶] شہدا کی نسبت جو قرآن میں آیا ہے کہ ان کو مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ درحقیقت زندہ ہیں۔

[۱۷] صور کا لفظ جو قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے، اس سے فی الواقع کوئی آلہ مثل نرسنگے، یا سنکھ یا ترئی، یا قرنا مراد نہیں ہے، بلکہ یہ محض استعارہ ہے۔

[۱۸] خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات اور اسماء وافعال کے متعلق جو کچھ قرآن وحدیثوں میں بیان ہوا ہے، وہ سب بطریق

مزاج و استعارہ و تمثیل کے بیان ہوا ہے اور اسی طرح معاد کے متعلق جو کچھ بیان ہوا ہے۔جیسے بعث ونشر،حساب و کتاب،میزان،صراط،جنت،دوزخ وغیرہ وغیرہ وہ بھی سب مجاز پر محمول ہے،نہ حقیقت پر۔

[۱۹] قرآن میں جو خدا کا آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے،اس سے کسی واقعہ کی خبر دینا مقصود نہیں ہے۔

[۲۰] خدا کا دیدار کیا دنیا میں کیا عقبیٰ میں،نہ ان ظاہری آنکھوں سے ممکن ہے،نہ دل کی آنکھوں سے۔

[۲۱] قرآن مجید میں جو جنگ بدر وحنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر کیا گیا ہے،اس سے ان لڑائیوں میں فرشتوں کا آنا ثابت نہیں ہوتا۔

[۲۲] حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔

[۲۳] کوئی امر عادت الٰہی یا قانون طبعی کے خلاف کبھی وقوع میں نہیں آتا۔

[۲۴] نبوت کا ملکہ نبی کی اصل فطرت میں ودیعت ہوتا ہے۔اسی لیے جو وحی اس پر نازل ہوتی ہے،وہ کسی ایلچی یا قاصد(یعنی فرشتہ) کی وساطت سے نازل نہیں ہوتی،بلکہ خود بخود ایک چیز اس کے دل سے اٹھتی ہے،اور اسی پر گرتی ہے۔

[۲۵] قرآن سے جنات کا ایسا وجود،جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ہوائی آگ کے شعلہ سے پیدا ہوئے ہیں،اور ان میں مرد و عورت دونوں ہوتے ہیں،جس شکل میں چاہتے ہیں،ظاہر ہوسکتے ہیں،ثابت نہیں ہوتا۔

آگے حالی صاحب لکھتے ہیں۔

ہاں!چند اختلاف سرسید نے علمائے سلف سے ایسے کیے ہیں،جن میں ظاہراً وہ منفرد معلوم ہوتے ہیں۔وہ اختلاف یہ ہیں۔

[۱] اسلام نے غلامی کو ہمیشہ کے لئے موقوف کردیا۔

[۲] دعا ایک قسم کی عبادت ہے،پس دعا کے مستجاب ہونے سے اس مطلب کا جس کے لیے دعا کی جاتی ہے،حاصل ہونا مراد نہیں۔

[۳] آیت یا آیات بینات کے الفاظ جو قرآن مجید میں جابجا آئے ہیں،ان سے وہ احکام یا مواعظ ونصائح مراد ہیں،جو خدائے تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے آپ پر نازل کیے،نہ معجزات،جیسا کہ عموماً علمائے کرام نے بیان کیا ہے۔

[۴] سارق کے لئے قطع ید کی سزا،جو قرآن میں بیان ہوئی ہے،لازمی نہیں ہے۔

[۵] قرآن میں جن اور اجنہ کے الفاظ سے چھپے ہوئے یا پہاڑی یا صحرائی لوگ مراد ہیں،نہ کہ وہمی مخلوق،جو دیو اور بھوت وغیرہ کے الفاظ سے مفہوم ہوتی ہے۔

[۶] سورہ فیل (الم تر کیف) میں جن الفاظ سے اصحاب فیل پر ابابیل کا کنکریاں پھینکنا مراد لیا جاتا ہے،وہ درحقیقت مرض چیچک سے استعارہ ہے۔

[۷] حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور تمام انبیائے کرام سابقین کے قصوں میں جس قدر واقعات بظاہر خلاف قانون فطرت معلوم ہوتے ہیں، جیسے ید بیضاء، عصا کا اژدھا بن جانا، فرعون اور اس کے لشکر کا غرق ہونا، خدا کا موسیٰ سے کلام کرنا، پہاڑ پر تجلی کا ہونا، گوسالہ سامری کا بولنا، ابر کا سایہ کرنا، من وسلویٰ کا اترنا، یا عیسیٰ کا گہوارہ میں بولنا، خلق طیر، اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنا، مردوں کو زندہ کرنا، مائدہ کا نزول وغیرہ وغیرہ ان کی تفسیر میں جو کچھ سرسید نے لکھا ہے، وہ غالبًا پہلے کسی مفسر نے نہیں لکھا۔

اس کے بعد حالی صاحب نے مولوی امداد العلی صاحب کے، تین استفتا ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں بھیج کر سرسید کے کفر وارتداد کے فتویٰ حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے، اور ان استفتاؤں کی تفصیل لکھی ہے۔ اور پھر لکھا ہے کہ یہ تمام فتوے اور استفتے مولوی امداد العلی نے اپنے ایک رسالہ کے اخیر میں جس کا نام: امداد الآفاق برجم اهل نفاق بجواب پرچه تهذيب الاخلاق ہے، چھاپ کر اس رسالہ کو تمام ہندوستان میں مفت تقسیم کیا تھا۔

اس کی ایک جلد ہماری نظر سے بھی گزری ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے جتنے فرقے ہندوستان میں ہیں، کیا سنی، کیا شیعہ، کیا غیر مقلد، کیا وہابی (دیوبندی) سب فرقوں کے مشہور اور غیر مشہور عالموں اور مولویوں کی ان فتوں پر مہریں یا دستخط ہیں، اور، خاص کر سنی مولویوں میں سے اکثر نے بہت شرح وبسط کے ساتھ جوابات لکھے ہیں۔

پھر (حالی نے) مولوی کریم اللہ صاحب دہلوی اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتاوے کے کچھ فقرے بطور نمونہ نقل کیا ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتویٰ کی عبارت منقولہ یہ ہے:

وجود شیطان اور اجنہ کا منصوص قطعی ہیں اور منکر اس کا شیطان ہے۔ بلکہ اس سے بھی زائد، کیونکہ خود شیطان کو بھی اپنے وجود سے انکار نہیں۔ اور وجود آسمان منصوص قرآنی ہے، منکر اس کا مبتلائے وسواس شیطانی ہے۔ حرمت مخققہ طیور منصوص کلام رب غفور ہے۔ اور سلف سے تا خلف اتفاق اس پر ماثور ہے۔ انکار اس کا موجب گمراہی و فجور ہے۔ مذہب نیچر خدا جانے کیسی بلا ہے؟ ہر متشرع اور متدین کو اس کے قبول سے ابا ہے۔ ہر مسلمان کو حق جل شانہ اتباع شریعت محمدیہ پر قائم رکھے، اور مذہب نیچر اور مشرب بدتر سے محفوظ رکھے، جو شخص کہ اعتقادات اس کے فاسدہ ہیں، جو کہ سوال میں مسطور ہوئے ہیں، وہ شخص مخرب دین، ابلیس لعین کے وسوسے سے صورت اسلام میں تخریب دین محمدی کی فکر میں ہے، اور بنام تجدید مدرسہ جدیدہ افساد شریعت اس کو منظور نظر ہے۔ جو چیزیں کہ اس کے نزدیک موجب تہذیب ہیں اہل سنت کے نزدیک باعث تخریب ہیں۔ فالحذر الحذر يا ايها المسلمون والهرب يا ايها المومنون .

تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ خود سرسید کے معتقدین مخلصین کے نزدیک ان کے اقوال ایسے ہیں، جو آج تک علماء اسلام میں کوئی اس کا قائل نہیں۔ پھر ان اقوال وافعال پر ہندوستان کے تمام علما نے تکفیر کی۔ مگر سرسید نے ان کی طرف توجہ نہ کی، اور نہ اپنے کفریات سے توبہ کیا۔ اور اسی حال میں ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو رات کے دس بجے حاجی اسمٰعیل خان کی کوٹھی میں وفات پائی،

اور ۲۸ مارچ کو قبیل مغرب مسجد مدرسہ العلوم کی شمالی پہلو میں ان کو دفن کیا گیا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے سات کتابیں نیچریہ کی تردید میں تصنیف فرمائیں:

[۱۴۰](۱) لمعة الضحٰی فی اعفاء اللحٰی

[۱۶۳](۲) فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین

[۱۶۴](۳) ترجمة الفتویٰ وجه هدم البلویٰ

[۱۶۵](۴) خلص فوائد فتویٰ

[۲۵۳](۵) تمهید ایمان بآیات قرآن

[۳۱۸](۶) غزوه لهدم سماك دار الندوه

[۳۴۸](۷) پردہ درامرتسری

[۴۰] تردید قادیانیہ [۶]

قادیانیہ صفت فرقہ یا جماعت کی ہے۔ یہ قادیان کی طرف منسوب ہے۔ جو ضلع گرداس پور پنجاب میں ایک مشہور قصبہ ہے۔ یہ لاہور سے تخمیناً پچاس (۵۰) کوس گوشہ شمال میں واقع ہے۔

(اس فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد نے) اپنی خودنوشت میں لکھا ہے:

جب والد صاحب کا انتقال ہو، مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب اس کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ جب مجھے یہ الہام ہوا یعنی والد صاحب کی وفات کے متعلق تو بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدنی والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں، پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلا ہمیں پیش آئے گا۔ تب اسی وقت یہ دوسرا الہام ہوا: أليس الله بكاف عبدهٗ اور میرے والد صاحب اسی دن بعد غروب آفتاب فوت ہو گئے۔ غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد صاحب کے گزری۔ ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھایا جانا تھا، اور ایک طرف بڑے زور وشور سے سلسلہ مکالمت الٰہی کا مجھ سے شروع ہوا۔ میں کچھ بیان نہیں کرسکتا کہ میرا کون سا عمل تھا، جس کی وجہ سے یہ عنایت الٰہی شامل حال ہوئی۔ البتہ روزہ میں بہت رکھا کرتا تھا، اور کھانے کو کم کرتا گیا، یہاں تک کہ صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسے ہی کیا، اور اس قسم کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے، وہ لطیف مکاشفات ہیں، جو اس زمانہ میں میرے اوپر کھلے۔ لیکن روحانی سختی کشی کا حصہ ہنوز باقی تھا۔ سو وہ حصہ ان دنوں میں مجھے اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور تکفیر اور توہین اور ایسا ہی دوسرے جہلا کے دشنام اور دل آزاری سے مل گیا۔ اور جس قدر یہ حصہ بھی مجھے ملا، میری رائے ہے کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم کسی کو ملا ہوگا۔ میرے لیے تکفیر کے فتوے تیار ہو کر مجھے تمام مشرکوں

اور عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھہرایا گیا، اور قوم کے سفہاء نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں کہ اب تک مجھے کسی دوسرے کی سوانح میں ان کی نظیر نہیں ملی۔ پھر جب تیرہویں صدی کا اخیر اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا، تو مجھے الہام ہوا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے، اور اللہ کی طرف سے یہ الہام ہوا: الرحمٰن علم القرآن الخ۔ اور یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے۔ اور براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں، جن میں خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا ہے۔ غرض اس وقت تک کہ تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا، اور صرف مجدد چودہویں صدی ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا۔ کوئی بڑی مخالفت علماء کی طرف سے نہیں ہوئی۔ مگر اس دعوائے مسیحیت کے وقت میں عجیب طور کا شعور علما میں پھیلا، اور ان میں سے اکثر لوگوں نے انواع و اقسام کی خیانت سے عوام کو دھوکا دیا۔ اور بعضوں نے ان میں میری تکفیر کے بارے میں استفتا تیار کیا، اور بڑی کوشش کر کے صد حا کم فہم اور موٹی عقل والے لوگوں کے اس پر دستخط کرائے۔ اس جگہ اس بات کا لکھا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرا یہ دعویٰ کہ میں مسیح موعود ہوں، ایسا دعویٰ ہے جس کے ظہور کی طرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔ اور احادیث نبویہ کی متعدد پیشین گوئیوں کو پڑھ کر ہر ایک شخص اس بات کا منتظر تھا کہ کب وہ بشارتیں ظہور میں آتی ہیں؟ بہت سے اہل کشف نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر خبر دی کہ وہ مسیح موعود چودہویں صدی کے سر پر ظہور کرے گا۔ جس شخص کو اسلامی تاریخ سے خبر ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ اسلامی پیشین گوئیوں میں سے کوئی ایسی پیشین گوئی نہیں، جو تواتر کی رو سے اس پیشین گوئی سے بڑھ کر ہو۔ مگر افسوس! ہمارے زمانے کے علما نے اس پیشین گوئی کے صحیح صحیح معنی سمجھنے میں دھوکا کھایا، اور ایسے تعارضات و تناقضات اس پیشین گوئی میں جمع کر دیئے کہ نو تعلیم یافتہ لوگوں کو اس پیشین گوئی سے، باوجود اعلیٰ درجہ کے تواتر کے، انکار کرنا پڑا۔ پس طریق انصاف اور حق پرستی یہ تھا کہ خبر متواتر کی تردید نہ کرتے۔ ہاں ان معنوں کی تردید کرتے، جو نادان مولویوں نے کئے ہیں۔ جن سے کئی قسم کے تناقض لازم آئے۔ اس زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے چودہویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیشین گوئی کی معقولیت کو کھول دیا کہ مسیح کا دوبارہ آنا اسی رنگ و طریق سے مقدر تھا، جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا، ملاکی نبی کتاب میں لکھا گیا تھا۔ تو جب ایلیا نبی کے دوبارہ آنے سے کسی مثیل ایلیا کا آنا مراد لیا جائے، اور وہ مثیل یوحنا یعنی یحییٰ زکریا کا بیٹا ہے۔ اسی طرح مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا بھی ایلیا کے دوبارہ دنیا میں آنے کے مانند ہے۔ ہمارے علما اگر ایلیا کے دوبارہ آنے کے قصہ سے نصیحت پکڑتے، اور حضرت عیسیٰ کے آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کے وہی معنی لیتے، تو بہت خوش قسمت ہوتے۔

مرزا نے دعوے مہدیت، مسیحیت، پھر نبوت کے ساتھ حضرات انبیائے کرام خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی ایسی ایسی توہین کے کلمات لکھے، جن کا پڑھنا، سننا عام مسلمانوں کے تحمل سے باہر تھا۔ مثلاً

(۱) اعجاز احمدی ص ۱۳ پر صاف لکھ دیا کہ:

یہود عیسیٰ کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں، بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور

عیسیٰ نبی ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے، اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی، بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔

(۲) اس میں ص ۲۴ پر ہے:

کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔

(۳) پھر اسی ص ۲۴ پر ہے:

ان کی اکثر پیشین گوئیاں غلطی سے پر ہیں۔

(۴) دافع البلائل ٹائٹل پیج ص ۳ پر ہے:

ہم مسیح کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا۔

(۵) اسی پر ہے:

حقیقی منجی وہ ہے، جو حجاز میں پیدا ہوا تھا، اور اب بھی آیا۔ مگر بروز کے طور پر۔ خاکسار غلام احمد قادیان۔

(۶) کتاب مذکور صفحہ ۳ پر ہی ہے:

یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے۔ ورنہ ممکن ہے کہ عیسیٰ کے وقت میں بعض راست باز اپنی راست بازی میں عیسیٰ سے بھی اعلیٰ ہوں۔

(۷) ص ۷ پر ہے:

عیسیٰ کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے۔

(۸) ص ۴ پر ہے:

مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے، کیونکہ وہ [یعنی یحییٰ] شراب نہ پیتا تھا، اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا، مگر مسیح کا نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

(۹) اسی کو رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں ص ۷ میں یوں لکھا:

آپ کا کنجریوں سے ملان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا

آدمی ہوسکتا ہے۔

(۱۰ تا ۶۲) اس رسالہ میں ص ۴ سے ص ۸ تک مناظرہ کی آڑ لے کر خوب ہی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ اللہ عزوجل کے سچے نبی مسیح عیسیٰ بن مریم کو،

[۱۰] نادان اسرائیلی [۱۱] شریر [۱۲] مکار [۱۳] بدعقل [۱۴] زنا خیال والا [۱۵] فحش گو [۱۶] بدزبان [۱۷] کٹیل [۱۸] جھوٹا [۱۹] چور [۲۰و۲۱] علمی وعملی قوت میں بہت کچا [۲۲] خلل دماغ والا [۲۳] گندی گالیاں دینے والا [۲۴] بدقسمت [۲۵] نرا فریبی [۲۶] پیروئے شیطان وغیرہ۔

لکھا ہے۔

(۲۷) صفحہ ۷:

حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ صادر نہ ہوا۔

(۲۸) ص ۷:

اس زمانے میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا، (اگر ہوا) بھی تو وہ آپ کا نہیں، اس تالاب کا ہے، آپ کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے کچھ نہ تھا۔

(۲۹) صفحہ ۷ ہی پر لکھا ہے:

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک ومطہر ہے، تین دائیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔

(۳۰) کشتی نوح صفحہ ۶۱:

مسیح تو مسیح، میں اس کے چاروں بھائیوں کی عزت کرتا ہوں۔ مسیح کی دونوں ہمشیرہ کو بھی مقدس سمجھتا ہوں۔ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔

(۳۱) اسی دافع البلاء کے صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے:

خدا ایسے (یعنی عیسیٰ) کو کسی طرح دنیا میں دوبارہ نہیں لاسکتا، جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کردیا۔

(۳۲) اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۳:

کامل مہدی، نہ موسیٰ تھا، نہ عیسیٰ۔

(۳۳) مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۲:

لو قدر اللہ رجوع عیسیٰ الذی ہو من الیہود لرجع العزۃ الیٰ تلک القوم (یعنی عیسیٰ کہ یہودی تھا، اگر اس کا دوبارہ آنا اللہ تعالیٰ مقدور فرماتا تو ضرور یہود کی عزت لوٹ آتی)۔

(۳۴) کشتی نوح صفحہ ۱۸:

جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں، ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔ کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔

(۳۵) کشتی نوح صفحہ ۳:

احیائے جسمانی کچھ چیز یں نہیں۔ احیائے روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے۔

(۳۶) ایضاً صفحہ ۴:

ماسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے، جو محض افترا یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں، تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا، بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا؟

(۳۷) ایضاً ص ۴ و ۵:

زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہر گز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا، پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

ازالہ اوہام میں آخر صفحہ ۱۵۱ سے آخر صفحہ ۱۶۲ تک تو نوٹ میں پیٹ بھر کر رسول اللہ و کلمۃ اللہ کو وہ گالیاں دیں، اور آیات و کلام اللہ سے وہ مسخرگیاں کیں، جن کی حد و نہایت نہیں۔ صاف لکھ دیا کہ:

(۳۸) جیسے عجائب انہوں نے دکھائے عام لوگ کر لیتے تھے اب بھی ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔

(۳۹) بلکہ آج کل کے کرشمے ان سے زیادہ بے لاگ ہیں۔

(۴۰) وہ معجزے نہ تھے کل کا زور تھا عیسیٰ نے اپنے باپ بڑھئی کے ساتھ بڑھئی کا کام کیا تھا، اس سے یہ کلیں بنانی آ گئی تھیں۔

(۴۱) عیسیٰ کے سب کرشمے مسمریزم سے تھے۔

(۴۲) وہ جھوٹی جھلک تھی۔

(۴۳) سب کھیل تھا اور سب لعب تھا۔

(۴۴) سامری جادوگر کے گوسالے کے مانند تھا۔

(۴۵) بہت مکروہ قابل نفرت کام تھے۔

(۴۶) اہل کمال کو کیسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔

(۴۷) روحانی علاج میں بہت ضعیف اور نکما تھا۔

مرزا کے اصل عبارات بروجہ التقاط یہ ہیں:

انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہیں۔ایک سماوی جس میں انسان کی تدبیر و عقل کو کچھ دخل نہیں۔جیسے شق القمر۔دوسرے عقلی جو خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں، جو الہام سے ملتی ہے۔جیسے سلیمان کا معجزہ صرح ممرد من قواریر بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوتے تھے، جو شعبدہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے، اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے۔مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے۔سو کچھ تعجب نہیں کہ خدا تعالیٰ نے عقلی طور پر مسیح کو ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو، جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو، جیسے پرندہ، یا پیروں سے چلتا ہو، کیونکہ مسیح اپنے باپ کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں۔اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح یہ معجزہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں۔حال کے زمانہ میں بھی اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں، دم بھی ہلاتی ہیں۔اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ پرواز بھی کرتی ہیں۔بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں۔اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔

ماسوا اس کے یہ بھی قرن قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل التراب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔کیوں کہ مسمریزم میں ایسے ایسے عجائبات ہیں، سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرندہ بنا کر پرواز کرتا دکھا دے، تو کچھ بعید نہیں۔کیونکہ کچھ اندازہ نہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک انتہا ہے۔سلب الرض عمل الترب [مسمریزم] کی شاخ ہے۔ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں، اور اب بھی ہیں، جو اس عمل سے سلب امراض کرتے ہیں، اور مفلوج و مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں۔بعض نقشبندی وغیرہ نے بھی اس کی طرف بہت توجہ کی تھی۔محی الدین بن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی۔کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں، اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ مسیح بحکم الٰہی اس عمل [مسمریزم] میں کمال رکھتے تھے۔مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں، جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ و قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان عجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔اس عمل کا ایک نہایت برا خاصہ ہے کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے، وہ روحانی تاثیروں میں جو جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں، بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل [مسمریزم] کے ذریعہ اچھا کرتے رہے۔مگر ہدایت و توحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی جہالت، جھوٹی جھلک نمودار ہو جاتی تھی۔تو ہم اس کو تسلیم کر چکے ہیں۔ممکن ہے، [مسمریزم] کے ذریعہ سے پھونک میں وہی قوت ہو جائے، جو اس دخان میں ہوتی ہے، جس میں غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا، وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے، بلکہ وہ ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔

خدائے تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک ظرفی طاقت تھی، جو ہر فرد بشر میں ہے، مسیح کی کچھ خصوصیت نہیں۔ چنانچہ اس کا تجربہ اس زمانے میں ہورہا ہے۔ مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق و بے قدر تھے، جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہر عجائبات تھا، جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام قسم کے مجذوب، مفلوج، مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہوجاتے تھے۔ لیکن بعض بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے، اس وقت تو کوئی تالاب بھی نہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا، جس میں روح القدس کی تاثیر تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا، جیسے سامری کا گوسالہ[ص ۱۵۱ تا ۱۶۲]

(۴۸) التبلیغ صفحہ ۳۸۴:

آیات صدقی انہ تعالیٰ وفقنی باتباع رسولہ و اقتداء نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فما رأیت من آثار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاقفوتہ

(۴۹) ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶:

نہایت شرم کی یہ بات ہے کہ اپنے پہاڑی تعلیم کو یہودیوں کی کتاب طالمور سے لکھا ہے، اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔

(۵۰) ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۸:

آیت ہے: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔ یعنی تمہیں علم نہ ہو تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو، ان کی کتابوں پر نظر ڈالو۔ تاکہ اصل حقیقت ظاہر ہو۔ ہم نے موافق حکم اس آیت کے یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا، تو معلوم ہو کہ مسیح کے فیصلے کا ہمارے ساتھ اتفاق ہے۔ دیکھو کتاب صلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل۔

(۵۱) ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶۷۳:

میں احمد ہوں جو آیت: مبشر ابرسول یاتی من بعدی اسمہ أحمد میں مراد ہے۔

(۵۲) توضیع مرام طبع دوم صفحہ ۹:

میں محدث ہوں، اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

(۵۳) دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹:

سچا خدا وہی ہے، جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(۵۴) براھین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے، اور نبی بھی۔

(۵۵) دافع البلاء صفحہ ۱۰ پر حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔

(۵۶) اسی رسالہ کے صفحہ ۱۷ پر ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑدو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(۵۷)اشتہار معیار الاخبار:
میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں۔
(۵۸)ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر معجزات مسیح کو مسمریزم بتاتے ہوئے لکھا ہے:
اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔
(۵۹)ازالہ صفحہ ۱۶۱ پر حضرت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کے نسبت لکھا ہے:
بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام رہے۔
(۶۰)ازالہ صفحہ ۶۲۹:
ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشین گوئی غلط ہوئی۔
اسی قسم کے کلمات کفریہ قادیانی کی کتابوں میں بھرے ہوئے ہیں کہ اگر ان سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے۔اسی وجہ سے تمام علمائے ہند نے قادیانیوں کے کفر کے فتوے صادر فرمائے۔
اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے قادیانی کی تردید میں چھ کتابیں تصنیف وتالیف فرمائیں، جزاہ اللہ خیراً:

[۱۵۹](۱) جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ
[۱۹۱](۲) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب
[۲۲۴](۳) قہر الدیان علی مرتد بقادیان
[۲۳۱](۴) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین
[۲۳۲](۵) خلاصہ فوائد فتاوی
[۳۱۹](۶) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

[۴۱] تردید روافض [۴]

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے فرائض انجام دے دیے،اور رفیق اعلیٰ کے مشتاق ہوئے،تو رب العزت جل جلالہ نے بھی اپنے پاس بلانا چاہا۔سورہ نصر شریف میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ جب خدا کی مدد اور فتح آجائے اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکو،اور دیکھو لوگوں کو کہ دین اسلام میں فوج فوج،گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں،تو تم اللہ کی پاکی بیان کرو اور استغفار کرو،یعنی خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔چنانچہ حضرت عزرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے،اور

اجازت چاہی، اور خداوند عالم کا سلام شوق پہنچایا۔ حضور بھی ہزار جان سے دیدار الٰہی کے مشتاق ہوئے، اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ صحابہ کرام نے آپس کے مشورہ سے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور کا جانشین تجویز کیا۔ مگر جو کچھ لوگ اس کے موافق نہ ہوئے اور انہوں نے بوجہ قرابت و رشتہ داری حضرت سیّدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ حضرت مولائے کائنات نے اس کو غور کیا، تو غور کرنے کے بعد آپ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلی، اور آپ کو خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلیم کرلیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے، تو ان کو بھی خلیفہ مانا۔ اسی طرح جب ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا، تو ان کو بھی خلیفہ تسلیم کیا۔ ان کے وصال کے بعد چوتھے خلیفہ ہوئے۔

مگر کچھ لوگ اس خیال کے ہوئے کہ خلافت کا حق حضرت علی ہی کا تھا، اور وہ تینوں خلافتیں غلط ہوئیں۔ اس لیے وہ لوگ حضرت علی کو خلیفہ بلافصل مانتے ہیں۔ اور حضرت علی کی محبت میں حد سے زیادہ غلو ظاہر کرتے ہیں، اور یہ لوگ اپنے کو شیعہ کہتے ہیں، اور مخالفین ان کو رافضی کہتے ہیں۔ ان کی بارہ شاخیں ہیں۔

(۱) علویہ: یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نبی جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نے بھول سے وحی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچادی ہے۔

(۲) ابدیہ: یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شریک خدا اور شریک نبوت جانتے ہیں۔

(۳) شیعہ: یہ کہتے ہیں کہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب صحابہ سے زیادہ دوست نہ رکھے، کافر ہے۔

(۴) اسحاقیہ: ان کا قول ہے کہ نبوت ختم نہیں ہوئی ہے، اور زمین کسی وقت پیغمبر سے خالی نہیں رہتی۔

(۵) زیدیہ: ان کے تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ جس نے حضرت علی کے رہتے ہوئے کسی دوسرے صحابی سے بیعت کی، وہ کافر ہے۔ دوسرے کا قول یہ ہے کہ (معاذ اللہ) حضرت عثمان حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت ام المومنین محبوبہ رسول رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ بنت الصدیق کافر ہیں۔ تیسرے کا قول یہ ہے کہ سوائے اولاد حضرت علی کے کسی کی امامت جائز نہیں۔

(۶) عباسیہ: ان کا قول ہے کہ بجز اولاد حضرت عباس بن عبدالمطلب کے کوئی امامت کے لائق نہیں۔

(۷) امامیہ: یہ بجز بنی ہاشم کے دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

(۸) ناوسیہ: یہ کہتے ہیں کہ جو دوسرے سے اپنے کو افضل سمجھے کافر ہے۔

(۹) متناسخیہ: یہ کہتے ہیں کہ روح مردے کے بدن سے نکل کر دوسرے کے قالب میں جا پہنچتی ہے۔

(۱۰) لاعنیہ: یہ حضرت طلحہ و زبیر و معاویہ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم پر لعنت کرتے ہیں۔

(۱۱) راجعیہ: یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت کہتے ہیں کہ ابر میں اور کڑک میں آواز، قدم دلدل کی ہے۔ اور بجلی، اس

کے سم سے آگ جھڑتی ہے۔اور قیامت سے پہلے دنیا میں ایک بار آئیں گے،اور مردوں کو زندہ کر کے سنیوں کو دوزخ،اور شیعوں کو جنت میں داخل کریں گے۔

(۱۲) متزالیہ: یہ کہتے ہیں کہ مسلمان بادشاہ سے لڑنا جائز ہے۔اور عاصی ہونا روا ہے۔

یہ بارہ فرقے چودہ باتوں میں مختلف ہیں۔

اول: نماز پنجگانہ جماعت سے پڑھنا سنت نہیں جانتے ہیں۔

دوم: دونوں موزوں پر مسح کرنا روا نہیں رکھتے۔

سوم: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو برا کہتے ہیں۔

چہارم: سوائے حضرت علی کے سب صحابہ کرام سے بیزار ہیں،اور ان کی اہانت کرتے ہیں۔

پنجم: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اہانت کرتے ہیں۔

ششم: کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوت سے پیغمبری نہیں کر سکتے تھے،بغیر حضرت علی مرتضیٰ کے۔

ہفتم: حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کا نام بے ادبی سے لیتے ہیں۔

ہشتم: خدا کی رحمت اور اس کے دیدار سے ناامید ہیں۔

نہم: نماز تراویح کو سنت نہیں جانتے۔

دہم: تین طلاق جو کوئی ایک مرتبہ دے،تو کہتے ہیں طلاق نہیں ہوتی۔

یازدہم: داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر قیام صلوٰۃ میں رکھنا سنت نہیں جانتے۔

دوازدہم: خطیب کو سیاہ کپڑے پہناتے ہیں۔

سیزدہم: روزہ جلد کھولنا سنت نہیں جانتے۔

چہار دہم: مغرب کی نماز کا وقت آفتاب کے غروب ہوتے ہی سنت نہیں جانتے۔جب تک تارے نہ چمک جائیں،مغرب کی نماز نہیں پڑھتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے ان کی تردید میں تحفہ اثنا عشریہ بہت ہی زبردست کتاب تصنیف فرمائی ہے کہ تمام شیعہ باوجود سعی بلیغ اس کے جواب سے قاصر ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے چھ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں:

[۲۱۲](۱) الادلة الطاعنه فی اذان الملاعنه

[۲۲۰](۲) دفعة العباس علی جاحذ الفاتحة والفلق والناس

[۲۴۴](۳) ثلج الصدر لا یمان القدر

[۱۹۲](۴) ردّ الرفضه

[۶۷۷](۵) لمعة الشمعه شیعة الشنیعه

[۴/۳۰۰](۶) فضائل فاروق رضی اللہ عنہ

[۴۲] تردیدِ نواصب [۷۶]

نواصب جمع ناصبی جس طرح روافض جمع روافضی کی ہے۔اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے نواصب کی تردید میں ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے:

[۳۰۵] الرائحة العنبریه من المجمرة الحیدریه

[۴۳] تردیدِ وہابیہ [۷۶]

یعنی ہم خیالان محمد بن عبدالوہاب نجدی و مولوی اسماعیل دہلوی جو بظاہر تقلید کرتے ہیں، عام ازیں کہ عرف میں وہابی کر کے مشہور ہوں، یا بنام دیوبندی شہرت یافتہ ہوں، یا دیوبندیوں کے ائمہ و پیشوا ہوں، جیسے کہ مولوی رشید احمد صاحب کے فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں سوال و جواب حسب ذیل ہے:

سوال: وہابی کون لوگ ہیں اور عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنی حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

الجواب: محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ان کے عقائد عمدہ تھے، اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی۔مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔مگر ہاں! جو حد سے بڑھ گئے، ان میں فساد آ گیا ہے۔اور عقائد سب کے متحد ہیں۔اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۸۰ مطبوعہ گلستان کتاب گھر دیوبند)

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ص ۶۳ و ۶۴ پر ہے:

سوال: تقویۃ الایمان میں کوئی ایسا مسئلہ بھی ہے جو قابل عمل نہیں، یا کل اس کے مسائل صحیح، اور علمائے دین کو مقبول ہیں؟

الجواب: بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں (ص ۸۴)

اسی طرح تقویۃ الایمان کے متعلق سوال ہوا تو اس کا جواب دیا کہ:

(میرے نزدیک) اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔(ص ۸۶/۷۸)

مسلمانو! ذرا انصاف، یہ تو قرآن شریف سے بھی بڑھا دینا ہوا۔کیونکہ قرآن شریف کو ماننا بے شک ایمان ہے، نہ کہ

اس کا پڑھنا، بلکہ رکھنا۔ کیا بیسیوں کافر قرآن شریف نہیں پڑھتے؟ تو کیا وہ بغیر تصدیق کے فقط پڑھنے سے مسلمان ہو جائیں گے؟ کیا ہزاروں ہنود تاجران کتب کے یہاں قرآن شریف نہیں؟ کیا ہندو اہل مطابع اسے چھاپتے نہیں؟ تو کیا چھاپ کر رکھنے یا تجارت کے لیے رکھنے سے قرآن شریف کے ہندو مسلمان ہو جائیگا؟ ہرگز نہیں۔ لیکن گنگوہی صاحب کے نزدیک تقویۃ الایمان ایسی کتاب ہے: ''جس کا رکھنا، اور پڑھنا، جزء اسلام بھی نہیں، بلکہ عین اسلام ہے''۔

یہ ہیں ان حضرات کے اعتقادات وخیالات۔

بعض لوگوں کو ان کی حنفیت کی وجہ سے دھوکہ ہوتا ہے، اور خیال کرتے ہیں کہ یہ تو حنفی ہیں، پھر وہابی کیسے ہو سکتے ہیں؟۔

تو ان کو جاننا چاہیے کہ سنی اور حنفی دونوں کا مفہوم ایک نہیں کہ جو حنفی ہو، وہ سنی بھی ہو۔ یا اسی طرح جو سنی ہو، حنفی بھی ہو۔ سنی وہ ہے جو اعتقاداً اہل سنت و جماعت کے مسلک کا ہو۔ فروعاً حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔ اور حنفی وہ ہے جو جزئیات فقہیہ اور فروع مذاہب میں امام الائمہ امام اعظم کا مقلد ہو، خواہ اعتقاداً سنی ہو یا معتزلی یا وہابی۔ تو غیر مقلدین نہ سنی ہیں، نہ حنفی۔ دیوبندی حنفی ہیں، مگر سنی نہیں۔ شوافع وغیرہ سنی ہیں، مگر حنفی نہیں۔ علمائے اہل حق، اہل بریلی و بدایوں ورام پور و پیلی بھیت وغیرہ، یہ سب بحمد اللہ تعالیٰ سنی حنفی دونوں ہیں۔

ان غیر مقلدین اور وہابیہ دیوبند کے عقائد اور اقوال علیحدہ نہ شمار کیے گئے کہ جو نیت امام کی، وہی نیت مقتدی کی۔ مولوی اسماعیل دہلوی کے جملہ اقوال ان کے اقوال ہیں۔ جن میں بعض عبارتیں اوپر مذکور ہوئیں، اور بعض یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) تقویۃ الایمان ص ۲۱ مطبع صدیقی دہلی ۱۲۷۰ھ میں ہے:

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (ص ۱۳ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۲) صفحہ ۱۸:

اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (ص ۵ مطبوعہ مجتبائی، دہلی)

(۳) صفحہ ۱۹:

(اللہ صاحب نے فرمایا) کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔ (ص ۱۲ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۴) صفحہ ۱۷:

جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔

(ص ۱۱ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۵) (یہ دعوی کر کے کہ کسی انبیا اولیا کی یہ شان نہیں کہا:)

جو کسی کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ (مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۶) صفحہ ۲۲ پر اس کے ثبوت میں کہا:

ہمارا جب خالق اللہ ہے تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے۔(ص۱۳/۱۴ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(۷، ۸) تقویۃ الایمان ص۱۶ (ص۱۰ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجیے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(۹) تقویۃ الایمان صفحہ ۴۷ (ص۴۰ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

سب انبیا اور اولیا اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

(۱۰) (ص۲۱/۲۱ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

اللہ زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجیے۔

(۱۱) کتاب مذکورہ صفحہ ۸۵/۸۶ (ص۴۶ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمین دار سوان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔اھ

(۱۲) کتاب مذکور صفحہ ۱۸ (ص۴۳ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔۔۔ہم چھوٹے ہیں۔

(۱۳) کتاب مذکور صفحہ ۸۰ (ص۴۳ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

سو بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔

(۱۴) کتاب مذکور صفحہ ۸۵ (ص۴۶ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو سو ان میں بھی اختصار ہی کرو۔

(۱۵) کتاب مذکور ص۸۳ (ص۴۵ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

(پیغمبر خدا نے فرمایا) یہی کہو کہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کا رسول یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو بخشے ہیں سو بیان کرو وہ سب رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں۔

(۱۶) کتاب مذکور صفحہ ۲۹ (ص۱۷ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں۔

(۱۷) کتاب مذکور صفحہ ۸۹ (ص ۴۸ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل ہیں۔

اب ہدایت بھی گئی، نری احکام دانی رہ گئی۔ وہاں بڑائی کا ذکر تھا یہاں مطلق امتیاز کا اسی میں حصر ہو گیا۔

(۱۸) کتاب مذکور ص ۱۳، ۱۴ (ص ۸/۹ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

کھانے پینے پہننے میں اس کے حکم پر چلنا یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا اس کو برتنا۔ اور جو منع کیا اس سے دور رہنا۔۔۔۔۔۔ اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بتائی ہیں پھر جو کوئی کسی انبیا و اولیا کی۔۔۔۔۔۔ اس قسم کی تعظیم کرے۔۔۔ ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔

(۱۹) کتاب مذکور صفحہ ۴۹ (ص ۲۸ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

نام جپنا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ صاحب نے خاص اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔

کلمہ طیبہ میں حضور کا نام جپتا ہے تو کلمہ پڑھنا بھی شرک ہو گا۔

(۲۰) کتاب مذکور صفحہ ۳۸ (ص ۲۲ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔

(۲۱) کتاب مذکور صفحہ ۳۸ (ص ۲۲ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی۔۔۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں، اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے۔

مسلمانو! کیا تمہارے نبی محبوب الٰہی نہیں، کیا ان کی محبوبیت وجہ قبول شفاعت نہیں؟

(۲۲) کتاب مذکور صفحہ ۴۶ (ص ۲۶ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

اے فاطمہ! بچا تو اپنی جان کو آگ سے مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آوٴں گا میں تیرے اللہ کے یہاں کچھ۔۔۔ سو انہوں نے سب کو، اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ۔۔۔ اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے، میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔

یہ ان عظیم الشان حدیثوں کا انکار ہے جو مسلمانوں کے گوش زد ہے کہ سب انبیا نفسی نفسی فرمائیں گے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انا لہا فرمائیں گے۔

(۲۳) کتاب مذکور صفحہ ۳۵ (ص ۲۹ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

(۲۴) کتاب مذکور صفحہ ۳۵ (ص ۲۰ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں،۔۔۔ کچھ فائدہ ونقصان نہیں پہنچا سکتے۔

(۲۵) کتاب مذکور صفحہ ۴۹ (ص ۲۸ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

نفع ونقصان کی امید رکھنی [اللہ] سے چاہیے کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے۔

(۲۶) کتاب مذکور صفحہ ۷۷ (ص ۴۲ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(۲۷) کتاب مذکور صفحہ ۵۴ (ص ۳۰ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

کسی کی محض تعظیم کے واسطے اس کے روبرو ادب سے کھڑے رہنا انھیں کاموں سے ہے کہ اللہ نے اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں۔

(وغیر ذالك من الخرافات)

(۲۸) صراط مستقیم مطبع ۱۲۷۵ھ دیباچہ میں اپنے پیر کو لکھا ہے کہ:

آپ کی ذات والا صفات ابتدائے فطرت سے جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی اس لیے آپ کی لوح فطرت علوم رسمیہ کے نقش اور تحریر و تقریر کے دانش مندوں کی راہ وروش سے خالی تھی۔ (ص ۳ مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۳۲۱ھ)

شفاء قاضی عیاض صفحہ ۲۲۷ میں ہے: کون النبی امیا آیة له کون هذا امیا تفیصة و جهالة (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا آپ کا معجزہ ہے اور دوسرے کا ناخواندہ رہ جانا جہالت وعیب ۱۲ رضوی)

(۲۹) منصب امامت مولوی اسمٰعیل دہلوی ص ۱۳ وفتاویٰ گنگوہی حصہ ۳ ص ۲۳:

بہت چیزیں کہ مقبولوں کی معجزہ گنی جاتی ہیں ویسی بلکہ قوت وکمال میں ان سے بڑھ کر جادوگر اور طلسمات والے کر سکتے ہیں۔ (بسیار چیز است کہ ظہور از مقبولین از قبیل خرق عادت شمردہ می شود حالاں کہ امثال ہما افعال بلکہ واکمل ازاں ارباب سحر طلسم ممکن الوقوع باشد)، (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۹۸ مطبوعہ گلستان کتاب گھر دیوبندی)

(۳۰) ایضاً:

(معجزات کو دیکھ کر) جو یہ سمجھے کہ حق تعالیٰ نے انبیا کو تصرف کی قدرت دی ہے وہ بے شک کافر ومشرک ہے۔ (ایں کہ جل وعلا ایشاں را قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ وکاروبار بنی آدم بایں شاں تفویض نمودہ پس ایشاں بامر الٰہی خود تصرف می نمایند وایں تصرفات گوناگوں وتغیرات بوقلموں در عالم کون برروئے کار ے آرند کہ ایں اعتقاد شرک محض است وکفر بحت ہر کہ

بجناب ایشاں ایں عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بے شک مشرک مردود است وکافر مطرود)۔فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۹۹ مطبوعہ گلستان گھر دیوبندی)

(حالانکہ) مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس صفحہ ۸ میں ہے۔

معجزہ خاص ہر نبی کو جو مثل پروانہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے مثل عنایات خاصہ گہ وبیگانہ کا قبضہ نہیں ہوتا۔

(معاذ اللہ تصرف کی قدرت ماننا شرک ہو تو نبی کو معجزہ پر قدرت کیا ہوگی؟)

مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہست قدرت اولیا را ازالہ
تیر جستہ باز گرد اند زراہ

(۳۱) صراط مستقیم ص ۳۸:

بعض اولیا کو احکام شرعیہ بے وساطت انبیا بھی پہونچتے ہیں۔احکام شرعیہ میں ان پر وحی آتی ہے۔وہ ایک طرح تقلید نبی سے آزاد اور احکام شرعیہ میں خود محقق ہوتے ہیں۔وہ انبیا کے ہم استاد ہیں۔تحقیقی علم وہی ہے جو انہیں اپنی وحی باطنی سے ملتا ہے،وہ جو انبیا سے ملا تقلیدی ہے۔وہ علم میں انبیا کے برابر ہوتے ہیں۔(مترجماً ملتقطاً)

کتاب مذکور ص ۳۸:

بالضرورت ان ولیوں کو ایک محافظت دیتے ہیں کہ محافظت انبیا کے مثل ہوتی ہے،جس کا نام عصمت ہے۔(مترجماً)

جب انبیا کی طرح معصوم بھی ہوئے اور احکام شرعیہ کی وحی بھی آئی اور ان میں تقلید انبیا کے پابند نہ ہوئے پھر نبی بلکہ رسول ہونے میں کیا رہ گیا؟

(۳۳) یکروزہ مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی میں ہے:

اتارنے کے بعد قرآن کا فنا کر دینا ممکن ہے۔(مترجماً)

قدیم فنا نہیں ہوسکتا تو قرآن مجید حادث اور مخلوق ہوا۔

(۳۴) تنویر العینین مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی:

ایک امام کی پیروی کہ اس کی سند پکڑے اگرچہ حدیث وکتاب سے خلاف پر دلیلیں ثابت ہوں۔اس قول کے موافق اس کی تاویل کرے یہ نصرانی ہونے کا میل اور شرک کا حصہ ہے۔تم ڈرتے نہیں کہ تم نے اماموں کو اللہ کا شریک کر دیا۔(مترجماً)

(۳۵) صراط مستقیم صفحہ ۱۶۵ اپنے پیر کے متعلق لکھا:

ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کا سیدھا ہاتھ اپنے دست قدرت میں لیا،اور عالم قدس کی ایک بہت عجیب وعظیم چیز ان کو

پیشکش کی اور فرمایا: تجھے دی اور اور چیزیں بھی دوں گا۔ (مترجما) (ص ۱۷۶ رمترجم مطبوعہ ۱۳۲۴ھ مطبع احمدی لاہور)

(۳۶) صراط مستقیم میں ہے:

مکالمہ و مسامرہ بدست می آید (ص ۱۴۳) یعنی اللہ سے کلام بطور باہم داستان گوئی ہوتی ہے۔ گاہے کلام حقیقی ہم می شود (ص ۱۵۴) کبھی کلام حقیقی بھی ہوتا ہے۔ (ص ۱۵۴ رمترجم مطبوعہ ۱۳۲۴ھ مطبع احمد لاہور)

(۳۷) تقدیس القدیر صفحہ ۵۸ میں یہ بحث چھیڑ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاذ اللہ! مشرک ہونا اور حضور کے تمام اعمال معاذ اللہ! برباد ہو جانا ممکن ہے یا نہیں؟ نتیجہ میں لکھا ہے۔

صدور شرک آں جناب سے محالہ ممکن ہے۔ جب شرک ممکن ہوا تو حبط اعمال بدرجہ اولیٰ ممکن۔

اور ضمن استدلال میں یہ آیتیں پیش کیں: **ووجدك ضالا فهدى وما كنت تدرى ما الكتاب ولا الايمان** یعنی وہ وحی سے پہلے گمراہ تھے وحی سے پہلے ایمان نہ رکھتے تھے معاذ اللہ! معاذ اللہ! ایسے ایسے کلمات اہانت آمیز خدا اور رسول کی شان میں لکھنا ان وہابیوں کی خاص صفت ہوگئی ہے۔ انہیں وجوہ سے علمائے اہل سنت نے ان کے عقائد باطلہ و تحریرات عاطلہ کی تردید کیں، اور حکم شرعی جو کتب فقہیہ میں تھا، وہ ظاہر کیا۔ زبان سے کہا، اور تحریرات کے ذریعہ رسائل و کتب مصنفہ میں شائع کر کے ان لوگوں تک پہنچایا۔ رجسٹری کر کے بھیجا تاکہ ٹھنڈے دل سے تنہائی میں غور کریں۔

مگر ہدایت خداوند عالم کے اختیار میں ہے: **انك لا تهدى من أحببت ولكن الله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم**

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے وہابیہ کی تردید میں ۷۶ کتابیں مفصلہ ذیل تصنیف فرمائی ہیں:

[۲] (۱) **حل خطاء الخط**

[۱۰۱] (۲) **سلطنة المصطفى فى ملكوت كل الورى**

[۱۰۶] (۳) **الأمر باحترام المقابر**

[۱۷] (۴) **اقامة القيامة على طاعن القيام لنبى تهامه**

[۱۸] (۵) **هدى الحيران فى نفى الفئى عن شمس الاكوان**

[۲۰] (۶) **النعيم المقيم فى فرحة مولد النبى الكريم**

[۲۲] (۷) **بذل الصفا لعبد المصطفى**

[۲۴] (۸) **النذير الهائل لكل حلف جاهل**

[۲۵] (۹) **منير العين فى حكم تقبيل الابهامين**

[۲۹] (۱۰) **نسيم الصبا فى ان الاذان يحول الوبا**

[۲۸۶](۶۱) رعاية المذهبين فى الدعاء بين الخطبتين

[۲۸۷](۶۲) رشاقة الكلام فى حواشى اذاقة الاثام

[۲۹۸](۶۳) البارقة الشارقة على المارقة المشارقة

[۳۰۱](۶۴) تنبيه الجهال بالهام الباسط المتعال (۱)

[۳۰۲](۶۵) جوابہائے ترکی بترکی

[۳۰۳](۶۶) سيف المصطفى على اديان الافتراء

[۳۰۸](۶۷) نشاط السكين على حلق البقر السمين (۲)

[۳۱۲](۶۸) اخباریہ کی خبر گیری

[۳۱۳](۶۹) نهاية النصرة برد الاجوبة العشرة

[۳۲۳](۷۰) صمصام سنیت بگلوئے نجدیت

[۳۳۸](۷۱) ظفر الدين الجيد ملقب به بطش غيب

[۳۴۰](۷۲) مبين الهدى فى نفى امكان مثل المصطفىٰ

[۳۴۱](۷۳) ماحية العيب بايمان الغيب

[۳۴۵](۷۴) چابک لیث براہل حدیث

[۳۴۷](۷۵) پردہ درامرتسری

[۳۴۸](۷۶) الاسئلة الفاضلة على الطوائف الباطلة

[۴۴] تردیدِ غیر مقلدین [۲۶]

یہ وہابیہ کے گروہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے ماننے والے ہیں۔ محمد بن عبد الوہاب رئیس نجد کا لڑکا تھا، بڑا چالاک ہوشیار تھا، اور باپ دادا اس کے نظم ظاہری اور باطنی میں اس جگہ کے مقتدا، اور صاحب سلسلہ تھے۔ اس کے خاندان کا اس اطراف میں بڑا اعتبار تھا۔ ابن عبد الوہاب نے سلطنت کی حکمرانی کا ارادہ کیا، اور یہ صلاح ٹھہرائی کہ دین داری کے حیلہ سے لوگوں کو جمع کر کے، مکہ اور مدینہ کو اپنے تصرف میں لے لیا جائے، کہ فوج ولشکر سے خالی ہیں، اور مال وخزانہ ان میں بے شمار ہے۔ چنانچہ اس نے جب مال وخزانہ اور ایک بڑے گروہ کو اپنے قبضہ میں کرلیا، تو وعظ میں یہ بیان کیا کہ

سب حاضرین مل کر ایک شخص کو سردار مقرر کریں۔ مگر مجھ کو معاف رکھیں کہ دنیا کی رغبت نہیں رکھتا ہوں۔ تو پہلے ان لوگوں نے جو ملے ہوئے تھے، پھر سبھوں نے کہا کہ سوائے آپ کی ذات شریفہ کے اور کوئی اس کام کے لائق نہیں۔ تب اس نے کہا کہ

میں مجبور ہوں کہ مسلمانوں کا گروہ مجھے سرداری کے لیے منتخب کرتا ہے۔ میں خلاف کیسے کرسکتا ہوں؟ لاچار ہو کر قبول کرتا ہوں۔ مگر ایک شرط یہ ہے کہ اعمال میں میرے تمام لوگ میرے مطیع رہو، اور میرے حکم سے نہ پھرو۔

آخر سب سے بیعت لے کر امیر المومنین بنا، اور نام اس کا سلطان کے نام کی جگہ خطبہ میں داخل ہوا۔ قصبہ درعیہ جو وطن اس کا تھا، وہی تخت گاہ قرار دے کر اپنی اولاد واقارب کو شہروں کا حاکم کیا، اور آپ خود ایک نیا مذہب جاری کیا، جس کی رو سے تمام اہل سنت و جماعت کافر ٹھہریں۔ کچھ مسئلے متفرق خارجیوں کے، کچھ معتزلہ کے، کچھ ملاحدہ ظاہر کے مذہبوں سے لے کر، کچھ اپنے جی سے جوڑ کر ایک رسالہ بنایا اور اس کا نام کتاب التوحید رکھا۔ جس میں تمام امت مرحومہ کو کافر لکھا۔ خصوصاً ساکنان حرمین محترمین کو۔ تاکہ ان کا لوٹنا اور مارنا جہاد ٹھہرے۔ تاکہ خوب مال وزر جمع ہو جائے۔ ایسی کاروائی سے اس وہابیہ فرقہ نے ترقی کی، اور اس نے اپنا نام محمدی قرار دیا، لیکن محمدی تو سب مسلمان ہیں، اس لیے سنیوں نے اس فرقہ کا نام محمد بن عبد الوہاب کے باپ کی طرف منسوب کر کے وہابیہ رکھا۔ جو سارے عرب وعجم، روم وشام میں مشہور ہوگیا۔

ہندوستان میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا خاندان بہت علمی تھا۔ اور قریب قریب ہندوستان کے تمام یا اکثر علما فن حدیث میں انہیں کے خوشہ چین اور مستفیدین تھے۔ اسمٰعیل ان کا یتیم بھتیجا تھا، جن کے باپ مولوی عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ صاحب اپنے بڑے بھائیوں کے سامنے انتقال کر چکے تھے، اس لیے لوگ رحم وکرم کرتے، اور پھر مانتے تھے۔ لیکن طبیعت میں جاہ پسندی اور حب دنیا تھی۔ یہاں ہندوستان کی سلطنت بھی کمزور ہو رہی تھی، اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ جب تک مولانا عبدالعزیز صاحب زندہ تھے، اعلانیہ ان کی مخالفت کی ہمت نہ پڑی۔ جب ان کا انتقال ہوگیا، تو بھتیجے صاحب کو کھل کھیلے۔ نجدی کی کتاب التوحید کہیں سے ان کو ہاتھ لگ گئی تھی، اسی کی تبلیغ وتلقین شروع کی، اور اس کا چربہ بنام ''تقویۃ الایمان'' لکھ کر اطراف واکناف میں پھیلایا۔ اس میں بات بات پر حکم شرک وکفر جڑا۔ انبیاء ورسل ملائکہ وصالحین کی سخت توہین کی۔

تنویر العینین میں لکھا:

ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین تمکن الرجوع الیٰ الروایات المنقولة عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصریحة الدالة علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترك قول امامه ففیه شائبة من الشرك ۔

یعنی میں نہیں سمجھتا کہ ایک شخص معین کی تقلید کرنا کیونکر جائز ہوگا باوجود ممکن ہونے رجوع ان روایتوں کی طرف جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں جو مخالف امام مقلد کے قول کے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں اگر اپنے امام مقلد کے قول کو نہ چھوڑے، تو اس میں آمیزش شرک کی ہے۔

تو جو لوگ یہاں مولوی اسماعیل دہلوی کے معتقد اور ہم خیال اور کتاب التوحید وتقویۃ الایمان کے ماننے والے ہوئے، ان کو وہابی کہتے ہیں۔ ہندوستان میں وہابیہ کی دو شاخیں ہیں۔

ایک: جو صرف عقائد میں ان کے ہم خیال، اور عمل میں بظاہر مخالف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے تقلید کے قائل۔
دوسرے: عقائد میں بھی ہم خیال، اور عمل میں بھی۔ یعنی تقلید کے مخالف آمین بالجہر، رفع یدین کرنے والے۔۔۔ان کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے غیر مقلدوں کی تردید میں چھبیس کتابیں حسب ذیل تصنیف فرمائیں ہیں:

[۴۸](۱) النهى الاكيد عن الصلاة وراء عدى التقليد
[۵۷](۲) صفايح اللجين فى كون التصافح بكفى اليدين
[۱۰۸](۳) وصاف الرجيح فى بسملة التراويح
[۱۰۹](۴) السيوف المخيفة على عائب ابى حنيفة
[۱۲۲](۵) جميل ثناء الائمة على علم سراج الامة
[۱۲۶](۶) اعز النكات بجواب سوال الركات ملقب بلقب الفضل الموهبى فى معنى اذاصح الحديث فهو مذهبى
[۱۳۰](۷) حاجز البحرين الوافى عن جمع الصلاتين
[۱۳۲](۸) لوامع البها فى المصر للجمعة والاربع عقبيها
[۱۴۱](۹) النهى الحاجز عن تكرار صلاة الجنائز
[۱۴۹](۱۰) هبة السنافى تحقيق المصاهره بالزنا
[۱۶۶](۱۱) الجام الصاد عن سنن الضاد
[۱۷۲](۱۲) قوارع القهار على المجسمة الفجار
[۱۷۶](۱۳) رادع التعسف عن الامام ابى يوسف
[۱۷۹](۱۴) المقال الباهر ان منكر الفقه كافر
[۱۸۱](۱۵) التائب الصيب على ارض الطيب
[۱۹۹](۱۶) اظهار الحق الجلى
[۲۰۰](۱۷) معارك الجروح على التوهب المقبوح
[۲۰۱](۱۸) اصلاح النظير
[۲۱۲](۱۹) اكمل البحث على اهل الحدث
[۲۴۸](۲۰) السهم الشهابى على خداع الوهابى

[۲۶۲](۲۱) الهادی الحاجب عن جنازة الغائب

[۲۷۵](۲۲) لمة الشمعة فی اشراط المصر للجمعة

[۳۱۰](۲۳) صمصام حدید بر کولی بے قید عدو تقلید

[۳۴۰](۲۴) مبین الهدی فی نفی امکان مثل المصطفی

[۳۴۶](۲۵) الرد الناهز علی زعم النهی الحاجز

[۳۴۸](۲۶) الاسئلة الفاضله علی الطوائف الباطله

[۴۵] تردید ندوہ [۱۷]

ندوہ کی داغ بیل ۱۳۱۰ھ میں پڑی اور ۱۳۱۱ھ میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ استاذ الاساتذہ حضرت مفتی عنایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۷۷ھ میں کان پور میں مدرسہ عام قائم کیا۔ دو برس تک خود ہی مدرس اوّل رہے، اس کے بعد اپنے لائق فائق شاگرد استاذ العلما (حضرت مولانا لطف اللہ صاحب) کو اپنی جگہ رکھ کر حج کے لیے روانہ ہوئے۔

حضرت مولانا لطف اللہ صاحب سات برس تک کانپور میں اپنے درس سے طلبائے علوم دینیہ کو فیضیاب فرما کر علی گڑھ تشریف لے گئے، اور مدرسہ جامع مسجد میں لوگوں کو درس دینا شروع کیا۔ مگر آپ کے تشریف لے جانے کے بعد بھی مدرسہ فیض عام کا فیض، عام رہا اور طلبہ برابر پڑھ کر فارغ التحصیل ہوا کیے۔ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں جو طلبہ فارغ التحصیل ہوئے ان کی دستار بندی کا جلسہ تھا، اور مشاہیر وقت استاد العلما مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی، حضرت حافظ شاہ محمد حسین صاحب الٰہ آبادی، حضرت استاذی مولانا احمد حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ فیض عام کانپور، مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی قادری چشتی وغیرہ اکابر علما و مشائخ کرام تشریف فرما تھے کہ ان کے باہمی مشورہ سے یہ طے پایا کہ علما کی ایک مجلس قائم کی جائے اور آئندہ سال فیض عام کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ہندوستان کے تمام مشاہیر علما کو اس کے لیے عام دعوت دی جائے، اور اس مجلس کا نام ندوۃ العلما قرار پایا۔ جس کے ناظم مولانا محمد علی مونگیری مقرر ہوئے۔

چنانچہ دوسرے سال یعنی ۱۳۱۱ھ، ۱۵/۱۶/۱۷ رشوال مطابق ۲۲/۲۳/۲۴ راپریل ۱۸۹۴ء مدرسہ کے چودہ فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کا جلسہ ہوا۔ حضرت استاذ العلما جناب مولانا لطف اللہ صاحب اس جلسہ کے صدر قرار پائے۔ جناب شاہ سلیمان صاحب پھلواروی چشتی نے سورہ جمعہ کا بہت ہی موثر وعظ فرمایا۔ اگر اس جلسہ میں خالص علمائے اہل سنت ہی مدعو ہوتے اور انہیں کا مخصوص جلسہ ہوتا، تو بلاشبہ قوم وملک کے لیے یہ بہت ہی مفید مجلس ثابت ہوتی۔ مگر شیطان کی شیطان بازی یہ ہے کہ جب انسان کوئی اچھا کام کرنے لگتا ہے تو وہ بھی چپکے سے آ کر شامل ہو جاتا ہے، اور ایک ایسی رائے ٹھونک دیتا ہے جو بظاہر بہت اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن وہی بس کی گانٹھ اور زہر ہلاہل ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح سر سید احمد خان نے مسلمانوں کی دنیوی

فلاح و بہبود کی ترکیبیں بہت معقول نکالی تھیں، کاش تقسیم عمل کے وصول پر اکتفاء کرتے اور دینی امور میں دخل نہ دیتے تو تمام ہندوستان کے لوگ متفقہ طریقے پر ان کا ساتھ دیتے، لیکن ان کی دینی تجدید نے مسلمانوں کو ان سے علیحٰدہ کردیا۔

اسی طرح کاش! یہ دینی جلسہ صرف دیندار علما و مشائخ اہل سنت کا ہوتا تو واقعی بہت مفید ہوتا، اور ہندوستان کے تمام اہل سنت اس سے اتفاق کرتے، مگر غضب یہ کیا کہ اس کو ایک مذہبی جلسہ کی حیثیت سے ہٹا کر ایک میلہ کی شکل بنادی۔ چنانچہ اس جلسہ کے ایک معتبر وثقہ شریک نے ان لفظوں میں اس کا نقشہ کھینچا ہے۔

شوال ۱۳۱۱ھ میں پہلا اجلاس ہوا۔ یہ اجلاس اپنی شان اور اجتماع میں خود اپنی نظیر تھا، ایک شان یہ تھی کہ ہر فرقہ کے صنادید علما شریک جلسہ تھے علمائے حنفی کے علاوہ اہل حدیث میں سے ابراہیم آروی مولوی محمد حسین بٹالوی شیعہ مجتہدین میں مولوی غلام الحسنین کنوری شریک تھے۔

اور ظاہر ہے جب مختلف الخیال مختلف عقیدہ کے لوگ مدعو ہیں، اور ہر مذہب والا اپنے مذہب کو حق جانتا ہے تو یقیناً ہر ایک وہی بولی بولے گا، جس کا وہ معتقد ہے۔ ایسی صورت میں عام مسلمانان شرکائے جلسہ کو اس جلسہ سے فائدہ پہونچے گا یا سراسر نقصان ہی نقصان؟ چنانچہ پہلے ہی جلسہ میں مولوی غلام حسین کنوری مجتہد روافض نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل بیان کیا، اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر پر ان کے سر عمامہ خلافت باندھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے حضرت الاسد الاسند الاشد الارشد حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کو اشارہ سے بلایا اور فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اسی وقت وہ دونوں حضرات اٹھے اور حضرت استاذ العلما مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی کی خدمت میں پہونچے اور فرمایا کہ یہ کیسا جلسہ ہے اور کیا ہو رہا ہے؟ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ صبح سے میں بھی تو یہی جھینک رہا ہوں۔ چنانچہ ناظم ندوہ جناب مولانا محمد علی صاحب کو کہا گیا اور ان کی شناعت ظاہر کی۔ انھوں نے یہ عذر کیا کہ ہم نے تو پھیلایا ہے، سمیٹیں کیونکر؟ آئندہ سال سے اس کا خیال کیا جائے گا۔ روداد اوّل صفحہ ۶۴ ملاحظہ ہو۔ اسی بیان کے متعلق لکھا ہے:

اس بیان سے حاضرین جلسہ کو فی الجملہ تکدر ہوا اور بعض اشخاص نے بولنا بھی چاہا۔ مگر چونکہ یہ بات قرار پا چکی تھی کہ مجلس میں کسی قسم کی ردوقدح نہ ہو اسی لیے خاموشی اختیار کی گئی۔

اس طرف تو یہ اخلاق اور ادہران مجتہد صاحب نے رسالہ ''آئینۂ حق نما'' میں چھاپ دیا کہ:

ہم دوسو علما نے ندوہ کے مواجہہ میں خلافت بلا فصل بیان کر آئے اور کسی نے کان نہ ہلایا۔

معلوم ہوا کہ یہ کوئی اضطراری بات نہ تھی کہ مجتہد صاحب کی زبان سے بے سوچے سمجھے نکل گئی۔ بلکہ جان بوجھ کو یہ تیر ابکا، اور اس پر فخر کیا، اور اسے چھاپا۔ جبکہ ادھر سے نہ صرف سکوت ہی رہا بلکہ ان کا شکریہ ادا کیا گیا، ان کی تعریف کی گئی۔ روداد اول ۶۳ پر ہے:

مولوی عبدالحق نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ مولوی غلام حسین صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ ہمارے اس جلسہ میں تشریف لائے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ہماری اتحادی مجلس میں مستند علمائے شیعی شریک ہوئے۔

اور ہر سال اس کی شاعتیں بڑھتی گئیں۔ علمائے اہل سنت برابر اصلاح کی کوششیں کرتے رہے اور ادھر سے ہمیشہ وعدے کئے گئے مگر کبھی وہ وعدہ وفا نہ ہوا۔

اب میں چند عبارتیں اور اقوال ان کے نقل کرتا ہوں جو باعث اختلاف علمائے اہل سنت ہوا، اور علمائے ندوہ نے باوجود وعدہائے مکرران کی اصلاح نہ کی۔ ورنہ مسلمانوں کے لیے بہت ہی مفید جماعت ہوتی۔ مگر شیطان نے بیچ میں گھس کر ایسے اقوال ان سے کہلوائے، اور ایسی عبارتیں لکھوائیں، جس کی وجہ سے اختلاف بڑھتے گئے۔ اور یہ مفید جماعت دین و مذہب کے لیے مضر ہو کر رہی۔

(۱) مولوی غلام صاحب مجتہد کی منقولہ بالا عبارت

(۲) روداد اوّل ص ۶۱، ۶۲۔ (تقریر حقانی صاحب دہلوی)

ہندوستان میں تین قسم کے مسلمان ہیں۔ سنی، شیعہ، پھر سنیوں میں مقلد غیر مقلد۔ افسوس ہے کہ سب کا ایک قرآن، ایک کعبہ، ایک نبی۔ وہ امور جو مرشد کامل سے قطعی الثبوت ہیں، عقائد سے لے کر عملیات تک ان سب میں سب کا اتفاق۔ (الیٰ قولہ) پھر صاحبو! یہ جھگڑا اور تو تو میں میں کیسی؟ ذرا ذرا باتوں کو پہاڑ بنا کر کہاں تک نوبت پہنچائی گئی ہے۔

(۳) اسی میں ہے:

اس سردار سے تم کو کیا فائدے پہنچیں گے؟ اول تو تمہارے مذہبی اختلافات دور ہو جائیں گے جو ہر ایک طبیعت کے مولوی صاحب سے دور ہونے ممکن نہیں۔

(۴) اسی حصہ میں ہے:

اول برکت اس جلسہ کی یہ ہے کہ اس نے شیعہ اور سنی اور مقلدین اور اہل حدیث مختلف اذواق کے لوگوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ امید ہے کہ جیسے قوائے مختلفہ کے اکٹھا ہونے سے ایک کیفیت متشابہ پیدا ہو جاتی ہے، جس کو مزاج کہتے ہیں۔ ان طبائع مختلفہ کے اجتماع سے ایک دوسری حالت پیدا ہو، جو قریب قریب اعتدال حقیقی ہو جائے۔

(۵) اسی حصہ میں ص ۱۰۹ پر ہے۔ (تقریر مولوی عبداللہ انصاری):

اس وقت لازم ہے کہ جملہ کلمہ گو اہل قبلہ اپنے اپنے دعووں کو واپس لیں، اور آپس کے مباحثہ کو ترک کر کے اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

(۶) مضامین اربعہ روداد میں ہے۔ (رسالہ اتفاق مولوی آروی):

اگر کسی کافر کو مسلمان کرتے ہیں، تو اس سے فقط کلمہ شہادت پڑھواتے ہیں، جہاں اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا، سب نے

اسے مسلمان جان لیا۔

(۷) اسی میں ہے:

مسلمانوں کا کوئی فرد ایسا ہے جو کلمہ شہادت کا اقرار نہیں کرتا؟ پھر اس کی ہتک حرمت کیوں کر حلال ہو سکتی ہے؟

(۸) اسی حصہ روداد میں ہے:

جب تم نے باوجود اس نسبت کے کہ وہ بلا اکراہ اللہ کو ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہتا ہے، اس کی اہانت کی۔ تو اب جس قدر اہانت کی جاتی ہے، وہ اہانت اللہ کے نام اور رسول اللہ کی اہانت ہے۔

(۹) اسی میں ہے:

ندوہ یہ چاہتا ہے کہ ہر فرقہ کے مسلمان اپنے اپنے مذہب پر دیانۃً قائم رہنے کے ساتھ ملے جلے رہیں۔ ان میں مذہب ایک نہیں چاہے سو ہوں۔

(۱۰) اسی میں ہے:

ہر وہ شخص جو بلا اکراہ اللہ و رسول کو مانتا ہے اور اسلام سے راضی ہے بے شک میرا مسلمان بھائی ہے۔ کسے باشد! ان میں جو اللہ و رسول سے جہاں تک محبت اور تقویٰ رکھتا ہے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ رتبہ رکھتا ہے، کوئی مذہب والا مسلمان ہو۔

(۱۱) اسی میں ہے:

ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلف ہے، اور ہر امر میں حقیقۃ الحال خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا، اور وہ شخص خدا اور رسول کی اطاعت دیانۃً اسی میں سمجھتا ہے، جس کو ہم خلاف حق خیال کرتے ہیں، تو ہمارا خلاف حق سمجھنا دوسرے کے حق میں کیا ضرر پہنچ سکتا ہے؟ اللہ کے معاملے نرالے معاملات نہیں۔ دنیاوی معاملات سے مذہبی معاملات کا مقابلہ کر کے بہت اچھی طرح سمجھے جا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے سیکڑوں فرقوں میں حق پر کون شخص ہے اور ناحق پر کون؟ خدا کس سے راضی ہے، اور کس سے ناراض؟ حضرات! مقام غور ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی رعایا کے ملت و مذہب میں کس قدر اختلافات ہیں۔ گورنمنٹ سب کو اپنا مطیع خیال کر کے ایک نظر سے دیکھتی ہے۔ تو بات یوں ٹھہری کہ جو اللہ و رسول کو بلا اکراہ مانتا ہے اور اپنی سمجھ میں اللہ و رسول کی اطاعت اپنے اوپر فرض جانتا ہے اور مذہبی کام جو کچھ بھی وہ کرتا ہے اس میں اللہ و رسول کی اطاعت و خوشنودی کا خیال کرتا ہے وہ یقیناً مسلمان ہے، کسے باشد! تو جیسے گورنمنٹ کے ہوا خواہ، وفادار رعایا کو باغی کہنا نہایت ہی سنگین جرم ہے، اسی طرح جو شخص مومن کو کافر کہتا ہے، خدا بھی اس کی سنگین سزا کرے گا۔ کسی کی ہوا خواہ وفادار رعایا کو باغی کہنا نہایت ہی سنگین جرم ہے۔ دیکھو تعزیزات ہند ص ۲۱۱

(۱۲) اسی میں ہے:

مسلمانوں کے آپس میں محبت نہیں تو ایمان ندارد۔ اور ایمان رخصت تو جنت سے کیا سروکار!

(۱۳) اسی میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغض وعناد کو جو اتفاق شکن چیز ہے، حالقہ فرمایا ہے، اور تصریح فرمادی کہ بغض وعناد سروں کو نہیں مونڈتے، بلکہ دین کو مونڈ ڈالتے ہیں۔

(۱۴) حصہ مضامین نظم ونثر میں ہے:

یہاں تو ایک دوسرے کی تکفیر وتفسیق پر اپنی تمام ہمت کو صرف کرنا زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتے ہیں۔ اسلام میں یہ بلا، سب بلاؤں سے زیادہ سخت ہے۔

(۱۵) اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ اور اس کے اصول سب فرقوں میں یکساں مرتبہ رکھتے ہیں۔

(۱۶) حصہ مضامین ثلثہ میں ہے:

میں بالخصوص اس رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جو ۹۴ء کے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس نے اس مجلس کی تائید میں پاس کی ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ نامور اہل الرائے مسلمانوں کا ایک جلسہ ہے۔ جس جوش وہمدردی کے ساتھ ندوۃ العلما کی تائید اس جلسہ کی گئی ہے، اس کی کیفیت ستر صفحوں پر چھاپی گئی ہے۔ یہ تجویز نواب محسن الملک نے پیش کی تھی، اور سید محمود صاحب نے اس کی تائید فرمائی تھی، جن کی نسبت یہ کہنا بالکل بے مبالغہ ہے کہ مثل ان کی تربیت یافتہ عالی خیال مسلمان انگریزی تعلیم نے اس وقت تک ہندوستان میں پیدا نہیں کیا۔ [ملاحظہ ہو رسالہ منورہ فی اتباع الندوہ فصل اوّل اور اس کی مفصل تردید فصل دوم میں مصنفہ مولوی غلام احمد صاحب بجواڑی]

(۱۷) روداد دوم ص ۱۰ میں ہے:

حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کے عقائد میں بھی اس حد کا اختلاف ہے کہ ایک کے عقیدے کے مطابق دوسرے پر کفر کا الزام عائد ہوتا ہے۔ ان کے عقائد کے رو سے ان کی باہمی اسلامی شرکت بھی نہیں۔ اس لیے کہ ایک شئی حنفیہ کے یہاں فرض یا واجب اور شافعیہ کے یہاں حرام یا مکروہ۔ اور فرض کو ممنوع یا حرام کو حلال جاننے والا کافر ہوتا ہے۔

(۱۸) روداد دوم ص ۹ (تقریر ناظم صاحب):

مقلد غیر مقلد کا اختلاف ایسا ہے کہ جیسا حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کا۔

(۱۹) روداد سوم میں ہے:

دار العلوم کی تجویز پیش ہوئی۔ مولوی ابراہیم صاحب آروی نے اختلاف کیا اور وجہ بیان کی کہ اس دار العلوم میں خصوصیت مذہب رکھنا مناسب نہیں۔ ناظم صاحب نے کہا اس کا خیال رکھا جائے گا۔ باتفاق عام یہ تجویز پیش ہوئی۔

(۲۰) مضامین نظم ونثر میں ہے:

(الف) ص ۲۴ میں ہے:

غیر مقلدین اتقیائے اہل سنت ہیں۔

(ب) صفحہ ۲۳ میں ہے:

ان کے اختلافات سراسر مفید ہیں۔

(ج) صفحہ ۳۲ میں ہے:

مذہب اسلام کے معین و مددگار ہیں۔ان سے بنائے اسلام قائم ہے۔ان سے اسلام کی ادق تحقیقات اور ذوق وعرفان الٰہی مرتب ہے۔

(۲۱) روداد دوم میں ہے:

ایک محکمۂ افتا قائم کیا جائے۔جو شخص کس قسم کا سوال ندوے سے کرے،اس کا جواب دیا جائے۔

(ص ۶۰)۔۔۔۔۔۔۔۔

بہت غیر مناسب ہے کہ نائبان پیغمبر کی مجلس ہو،اور لوگ کسی امر کی ہدایت چاہیں اور ان کی جانب قطع نظر بدنمائی اور بددلی کے مواخذہ اخروی کا بھی خوف ہے۔(ص ۶۲) انھیں جواب نہ ملے،یا دیر ہو جائے تو جو جی میں آئے اس پر عمل کرنے کا بہت بڑا حیا ہے۔یہ حالت عوام کو کس قدر مطلق العنانی کا باعث ہے،جو مسائل اس وقت باعث نزاع ہو رہے ہیں،ان کے جواب سے سکوت رہے۔(ص ۶۳)

(۲۲) روداد اول صفحہ ۶۸ میں ہے۔(تقریر میر محمد شاہ رام پوری):

شافعی،حنفی غیر مقلد بھی تم ہو گئے،تو خدا کے نزدیک تو کچھ رتبہ نہ بڑھ گیا۔اس کے نزدیک اس کی قدر ہے،جس کے دل میں ایک ذرہ محبت کا ہے۔چاہے شافعی ہو،چاہے حنفی،چاہے غیر مقلد۔

(۲۳) اتمام الحجہ صفحہ ۱۵ میں ہے:

ایک شخص تمام اصول دین کا مقرر ہے،بعض میں خلاف کرتا ہے،ایسے مقام پر حب فی اللہ کا مقتضی بھی ہوگا کہ محبت اس سے غالب ہو اور بغض مغلوب۔

(۲۴) القول الفاضل ص ۶،علمائے ندوہ کی حقیقت کے وجوہات صفحہ ۳ میں ہے:

ابن ماجہ کے صفحہ ۲۹۶ میں ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقسم فرمایا:میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی،ایک جنتی ہوگا،باقی جہنمی۔لوگوں نے عرض کیا:حضرت!جنتی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا:جماعت۔یعنی جدھر مجمع زیادہ ہو۔۔۔۔جو ان حدیثوں پر غور کرے گا،ہرگز ندوہ کی مخالفت نہ کرے گا۔

(۲۵) اسی کے صفحہ ۵ میں ہے:

قرآن کے ساتھ تمسک کی یہی صورت ہوگی کہ ندوہ کے ساتھ اتفاق کریں۔ورنہ جہنم ہی ٹھکانہ ہے۔فرمایا اللہ تعالیٰ

نے: ومن یتبع غیر المؤمنین نولہ ما تولّٰی ونصلہ جھنم جو مسلمان کے طریق کے سوا کوئی دوسری سبیل چاہے تو اس کو ہم پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور ڈال دیں گے اس کو جہنم ہیں۔

(۲۶) روداد اول ص ۶۲ میں ہے۔ (تقریر حقانی صاحب):

یہ مجلس کافہ اسلام کے علما کی ہے۔ سنی، شیعہ، مقلد، غیر مقلد سب مل کر سرانجام کریں۔

اس کے علاوہ مضامین اربعہ:

ص ۱۲ ص ۱۴ صفحہ ۱۶ صفحہ ۱۷ صفحہ ۱۸ صفحہ ۲۰ صفحہ ۲۱ صفحہ ۲۲ صفحہ ۲۳ صفحہ ۲۵ صفحہ ۲۶ صفحہ ۲۷ صفحہ ۳۶ صفحہ ۳۷ صفحہ ۳۹ مضامین و نثر صفحہ ۲۳ صفحہ ۲۴ صفحہ ۲۵ صفحہ ۲۸ صفحہ ۳۲ صفحہ ۳۸ صفحہ ۴۶ صفحہ ۴۷ صفحہ ۸۵ صفحہ ۹۱ صفحہ ۹۲ صفحہ ۹۳ روداد سال دو صفحہ ۸ صفحہ ۱۰ صفحہ ۶۰ صفحہ ۶۱ وغیرہ۔

یہ مختصر نمونہ از خروارے ان کے اقوال شناعت اشتمال کے ہیں۔ جن کی وجہ سے دیندار علمائے اہل سنت ندوہ سے علیحدہ ہو گئے، اور علیحدہ رہے اور لوگوں کو تحریراً اور تقریراً اس کی شناعت پر مطلع کرتے اور علیحدہ رکھنے کی ہدایت کرتے رہے۔ جن میں اشہر مشاہیر

[۱] حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی

[۲] اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی

[۳] حضرت کنز الکرامت جبل الاستقامت الاسد الاسد الاشد الارشد مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیت

[۴] حضرت والا درجت حافظ صحیح بخاری مولانا مولوی سیّد عبدالصمد صاحب نقوی سہسوانی پھپھوند ضلع اٹاوہ

[۵] حضرت والا درجت شاہ امین احمد صاحب جناب حضور سجادہ نشین حضرت مخدوم الملک بہاری

[۶] حضرت استاذ مولانا مولوی ہدایت اللہ خان صاحب جونپوری رامپوری

[۷] مولانا شاہ نصیر الحق صاحب چشتی نظامی زیب سجادہ عظیم آباد

[۸] مولانا سیّد شاہ وحید الحق صاحب زیب سجادہ شیخ پورہ بہار شریف

[۹] حضرت مولانا شاہ شہود الحق صاحب نظامی چشتی سجادہ نشین سپری گڑھ پٹنہ

[۱۰] حضرت مولانا مطیع الرسول شاہ عبدالقادر صاحب صاحبزادہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول بدایونی۔

[۱۱] حضرت مولانا شاہ عبدالقیوم صاحب شہید فی سبیل اللہ بدایونی۔

[۱۲] حضرت مولانا ابوالوفاء سراج الدین شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری

[۱۳] حضرت مولانا حافظ عنایت اللہ خان صاحب رامپوری

[۱۴] حضرت مولانا اعجاز حسین صاحب برادر مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب رامپوری

[۱۵] حضرت مولانا شاہ ارشد علی صاحب رامپوری
[۱۶] حضرت مولانا عبدالغفور خان صاحب رامپوری
[۱۷] حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رامپوری از تلامذہ حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب
[۱۸] حضرت مولانا سیّد شاہ محمد محسن صاحب صاحبزادہ مولانا حاج سیّد شاہ محمد اکبر صاحب ابوالعلائی زیب سجادہ داناپور
[۱۹] حضرت مولانا حاجی قاری شاہ محمد حامد رضا خان صاحب خلف اکبر اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت فاضل بریلوی
[۲۰] حضرت مولانا احمد علی شاہ نقشبندی
[۲۱] حضرت مولانا محمد رمضان صاحب اکبر آبادی مدرس وواعظ جامع مسجد آگرہ
[۲۲] حضرت والا درجت جناب سیّد شاہ اسمٰعیل حسن میاں مارہروی [۲۲] حضرت مولانا سیّد اعظم شاہ صاحب شاہ جہاں پوری
[۲۳] حضرت مولانا شاہ عبدالکافی صاحب مدرس اوّل و مہتمم مدرسہ سبحانیہ الٰہ آبادی
[۲۴] حضرت استاذی وملاذی مولانا عبید اللہ صاحب پنجابی الٰہ آبادی
[۲۵] حضرت مولانا محمد بشیر صاحب اجملی الٰہ آبادی
[۲۶] حضرت مولانا محمد بشیر صاحب جبل پوری
[۲۷] حضرت گرامی منزلت مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قادری رضوی جبل پوری
[۲۸] حضرت مولانا عبدالواحد خان صاحب رامپوری بہاری مدرس و بانی مدرسہ فیض رسول، بہار شریف
[۲۹] حضرت مولانا سیّد شاہ کریم رضا صاحب تلمیذ اعلیٰ حضرت مولانا نقی علی خان صاحب بریلوی متوطن تیتھو شریف صاحب گنج گیا
[۳۰] حضرت مولانا سیّد شاہ بشارت کریم صاحب، صاحب گنج
[۳۱] حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سورتی برادر حضرت محدث سورتی متوطن پیلی بھیت
[۳۲] جناب مولانا حکیم محمد خلیل الرحمٰن صاحب پیلی بھیتی
[۳۳] حضرت مولانا سراج الحق صاحب، علی گڑھی
[۳۴] حضرت مولانا حافظ بخش صاحب مدرس مدرسہ محمدیہ بدایوں
[۳۵] حضرت مولانا فضل المجید صاحب بدایونی
[۳۶] حضرت استاذی مولانا مولوی قاری حافظ حاجی حکیم محمد امیر اللہ صاحب بریلوی مدرس مدرسہ خانقاہ اقدس مارہرہ شریف
[۳۷] جناب مولانا مولوی حکیم مومن سجاد صاحب کانپوری چشتی نظامی فخری
[۳۸] جناب مولانا مولوی حافظ عبدالمجید صاحب متوطن آنولہ ضلع بریلی (والد ماجد حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مفتی آگرہ)

[۳۹] جناب مولانا مسیح الدین صاحب الہ آبادی

[۴۰] جناب مولانا ابوطاہر نبی بخش صاحب بہاری

[۴۱] جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب عاجز بھوساہوی

[۴۲] جناب مولانا امام الدین صاحب مدرس مدرسہ اٹالہ

[۴۳] جناب مولانا عبدالرحیم صاحب ہروی

[۴۴] جناب مولانا سیّد شاہ محمد سعید صاحب صاحبزادہ جناب حضور شاہ امین احمد صاحب بہاری

[۴۵] جناب مولانا سیّد شاہ محی الدین صاحب صاحبزادہ حضرت شاہ بدرالدین صاحب سجادہ نشین پھلواری شریف

[۴۶] حضرت والا درجت شاہ غلام حسین صاحب بہاری

[۴۷] حضرت مولانا درجت شاہ غلام مظفر صاحب بلخی سجادہ نشین خانقاہ رائے پور، فتوحہ

[۴۸] حضرت شاہ عزیز الدین صاحب قمری

[۴۹] حضرت شاہ امیر الدین صاحب رئیس موضع جڑہوہ

[۵۰] حامی دین متین گرامی جناب والا القاب قاضی غلام صدیق عبدالوحید صاحب رئیس عظیم آباد بانی جلسہ اہل سنت ۱۳۱۸ھ پٹنہ

[۵۱] حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب حسن برادر اوسط اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی

[۵۲] حضرت مولانا محمد رضا خان صاحب ننھے میاں برادر خرد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی

[۵۳] والا جناب معلّی القاب مولانا مولوی حافظ حکیم شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی

[۵۴] جناب مولانا مولوی حکیم عظمت حسین صاحب

[۵۵] جناب حقائق دستگاہ احمد میاں صاحب خلف الرشید جناب مولانا مولوی شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی

[۵۶] جناب مولانا مولوی حبیب علی صاحب علوی مقیم اٹاوہ

[۵۷] جناب مولانا مولوی ابوالافضال فضل حق صاحب مدرس مدرسہ عالیہ، رامپور

[۵۸] حضرت مولانا مولوی حافظ سیّد محمد عبدالکریم قادری برکاتی بریلوی

[۵۹] جناب مولانا مولوی منصور علی خان صاحب مرادآبادی مصنف فتح المتین مدرس مدرسہ طیبہ حیدرآباد

[۶۰] جناب مولانا مولوی مفتی سیّد عبدالفتاح صاحب حسینی گلشن آبادی ساکن ناسک درگاہ محلہ

[۶۱] جناب مولوی محمد اظہر امام صاحب رضوی مشہدی قادری ابوالعلائی بہار شریف

[۶۲] جناب مولوی غلام غوث صاحب غوثی عباسی گوالیاری

[۶۳] جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب حنفی قادری، پٹنہ

[۶۴] جناب مولوی سیّد شاہ احمد حسین صاحب حنفی رئیس موضع قادری جڑ ہوہ مظفر پور

[۶۵] جناب مولوی ابوالاسلام محمد اسحٰق صاحب خلف جناب مولانا مولوی حکیم حافظ محمد اسحاق حنفی چشتی صابری محلہ دوندی بازار پٹنہ

[۶۶] جناب مولوی حکیم حافظ محمد اسحاق صاحب حنفی چشتی صابری محلّہ دوندی بازار، پٹنہ

[۶۷] جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب انگریز آبادی پٹنہ

[۶۸] جناب مولوی سیّد امام الدین احمد صاحب نقوی عسکری متوطن ناسک

[۶۹] جناب مولانا سیّد امین الدین عماد الدین صاحب ابوالعباس حسینی رفاعی ممبئی

[۷۰] جناب مولوی سیّد حبیب صاحب نائب قاضی ناسک

[۷۱] جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مصنف رسالہ صفات الاولیاء برہان پور

[۷۲] جناب مولوی محمد خلیل الرحمٰن صاحب، پشاور

[۷۳] جناب مولوی رئیس الدین صاحب بمبئی ماہمی، رامپور

[۷۴] جناب شیخ صدرالدین محمد علی اختر صاحب صدیقی حنفی وکیل مجلس اہل سنت متوطن بہار شریف، کلکتہ

[۷۵] جناب مولانا مولوی سیّد عبدالعزیز صاحب منطقی چشتی صابری انبیٹھوی تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی رامپور

[۷۶] جناب مولوی حکیم عبدالعلی صاحب چشتی صابری حنفی، پٹنہ

[۷۷] جناب مولانا مولوی قاضی محمد معین الدین صاحب کیفی قادری میرٹھی مصنف **اسعاد الفضلاء لسلب الحاد الجہلاء**

[۷۸] جناب مولانا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب دہلوی مصنف اظہار مکائد ندوہ

[۷۹] حضرت والا درجت مولانا المجد ذی الفضل المفرد مولانا مولوی محمد نذیر احمد خان صاحب اعلیٰ مدرس مدرسہ طیبہ احمد آباد گجرات مصنف رسالہ **النذیر الاحمد لمن مطا والحمد والنذیر المبین للندویین**

[۸۰] جناب مولانا مولوی شاہ محمد ابراہیم صاحب حنفی قادری ملتانی مدراسی مقیم حیدرآباد، دکن

[۸۱] جناب مولوی محمد حسین صاحب قادری رضوی بریلوی صاحب تقریرات ثلثہ

[۸۲] جناب مولانا مولوی حکیم سیّد شاہ ابوسعید صاحب شمس العلما ایرایانی

[۸۳] جناب مولانا مولوی سیّد محمد نزیر الحسن ایرایانی مصنف رسالہ آہ مظلوم

[۸۴] جناب مولانا مولوی حافظ محمد صدیق علی صاحب خلف الرشید جناب مولانا مولوی لائق علی صاحب محلہ گڑھیا، بریلی

[۸۵] حضرت عبداللہ بن محمد بغدادی نزیل بمبئی

[۸۶] جناب مولوی عبداللہ ولد محمد اشرف صاحب احمد آباد، گجرات

[۸۷] جناب مولوی حکیم عبداللہ صاحب قادری حنفی، کلکتہ

[۸۸] جناب مولوی سیّد عظمت علی صاحب واعظ سکندر پور ضلع فرخ آباد

[۸۹] جناب مولوی ابوسعید محمد علیم اللہ صاحب، احمد آباد

[۹۰] جناب مولوی عنایت العلی صاحب خلف مولوی کرامت العلی صاحب محدث حیدر آباد

[۹۱] جناب مولوی غیاث الدین صاحب قاضی شہر ناسک

[۹۲] جناب مولوی غیاث الدین صاحب صدیقی حنفی، بہار شریف

[۹۳] جناب مولوی فضل احمد صاحب بدایونی

[۹۴] جناب مولوی فقیر محمد صاحب حنفی قادری پشاروی حیدر آباد دکن

[۹۵] جناب مولانا مولوی سیّد لطف علی شاہ صاحب صاحبزادہ چشت مبارک وخلیفہ مولانا فضل رحمٰن صاحب

[۹۶] جناب مولوی سیّد بادشاہ صاحب قادری ملتانی حیدر آباد دکن

[۹۷] جناب مولوی سیّد محمد سعید صاحب تلمیذ التلمیذ جناب مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی الہ آبادی

[۹۸] جناب مولوی محمد طاہر صاحب بمبئی

[۹۹] جناب مولوی سیّد شاہ محمد علی صاحب قادری مصنف جواهر الحقائق و جواهر الملوك، حیدر آباد دکن

[۱۰۰] جناب مولوی محی الدین بادشاہ صاحب ملتانی حیدر آباد

[۱۰۱] جناب مولوی ناظر حسن صاحب متوطن دیوبند

[۱۰۲] جناب مولوی خواجہ عبداللہ صاحب دہلوی

[۱۰۳] جناب مولوی عبدالقدیر صاحب حنفی نقشبندی حیدر آبادی

[۱۰۴] حضرت مولانا ابوالمحمود احمد اشرف صاحب کچھوچھا شریف

[۱۰۵] جناب مولوی محبوب نواز الدولہ صاحب مفتی اوّل دار القضاء حیدر آباد

[۱۰۶] جناب مولوی ضیاء الدین صاحب مفتی دوم حیدر آباد

[۱۰۷] جناب مولوی محمد عبدالغنی صاحب مرشد آبادی

[۱۰۸] جناب محمد نور الحسن صاحب حیدر آبادی

[۱۰۹] جناب مولانا قاضی شریف محمد صالح ابن المرحوم قاضی شریف عبداللطیف صاحب لونڈے، بمبئی
[۱۱۰] جناب مولانا قاضی شیخ محمد مرگھے صاحب قاضی شہر بمبئی
[۱۱۱] جناب مولانا قاضی محمد اسماعیل صاحب المہر ی، بمبئی
[۱۱۲] جناب مولانا مولوی قاضی اسمٰعیل جلمائی شافعی، بمبئی
[۱۱۳] جناب مولانا مولوی عبیداللہ صاحب استاذ مدرسہ جامع مسجد ممبئی
[۱۱۴] جناب مولانا مولوی گل محمد صاحب مدرس مسجد جامع، علی گڑھ
[۱۱۵] جناب مولانا مولوی غلام محمد صاحب مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور
[۱۱۶] جناب مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب لاہوری
[۱۱۷] جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری
[۱۱۸] جناب مولانا مولوی محمد عادل صاحب کان پوری
[۱۱۹] استاذی وملاذی جناب مولانا حافظ شاہ احمد حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ دارالعلوم مسجد رنگیاں کان پور محشی مثنوی شریف
[۱۲۰] جناب مولانا سیّد غلام حسین صاحب واعظ بمبئی متوطن جونا گڑھ
[۱۲۱] جناب مولانا مولوی عبدالغفور صاحب مدرس وواعظ بمبئی
[۱۲۲] جناب مولانا مولوی حسن ابن نور محمد صاحب
[۱۲۳] جناب مولانا مولوی سیّد عمر صاحب قادری حنبلی حیدرآبادی
[۱۲۴] جناب مولانا مولوی غلام محمد برہان الدین صاحب مفتی سابق گلبرگہ شریف متوطن حیدرآباد
[۱۲۵] جناب مولانا سیّد شاہ محبوب بادشاہ قادری
[۱۲۶] جناب مولانا شاہ ملک محمود صاحب قادری
[۱۲۷] جناب مولانا محمد حماد صاحب قادری
[۱۲۸] جناب مولانا سیّد حبیب ابن سیّد صادق انعام دار نائب قاضی متوطن گلشن آباد
[۱۲۹] حضرت مولانا سیّد نظام الدین ابن محمد نذر علی سپرزادہ ناسک حسنی قادری حنفی گلشن آبادی
[۱۳۰] جناب مولوی عبدالکریم ولد عبدالغنی صاحب احمد آباد گجرات دکن
[۱۳۱] جناب مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب دہلوی
[۱۳۲] جناب مولانا مولوی کرامت اللہ خان صاحب دہلوی واعظ ومدرس مدرسہ دہلی
[۱۳۳] جناب مولانا ابوسعید محمد علیم اللہ صاحب دہلوی

[۱۳۴] جناب مولانا مولوی فوز احمد صاحب کابلی مدرسہ علی گڑھ
[۱۳۵] جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کٹیلی مدرسہ اسلامیہ علی گڑھ
[۱۳۶] جناب مولانا مولوی سلطان احمد خان صاحب قادری نوری
[۱۳۷] جناب مولانا مولوی حکیم خلیل اللہ خان صاحب بریلوی رام پوری
[۱۳۸] عالی جناب حضرت مولانا سیّد شاہ محمد غوث صاحب سجادہ نشین جناب شاہ فضل غوث صاحب ساقی بریلوی
[۱۳۹] جناب مولانا مولوی محمد حبیب اللہ خان صاحب ولد مولانا مولوی عنایت اللہ خان صاحب رامپوری
[۱۴۰] جناب مولانا مولوی معز اللہ خان صاحب ولد عباد اللہ خان صاحب
[۱۴۱] جناب مولانا مولوی محمد مبارک اللہ خان صاحب
[۱۴۲] جناب مولانا مولوی ابوالفضل صاحب مرادآبادی
[۱۴۳] جناب مولانا مولوی محمد ہدایت علی صاحب بریلوی
[۱۴۴] جناب مولانا مولوی حکیم احمد حسن خاں صاحب
[۱۴۵] جناب مولانا مولوی محمد قاسم علی صاحب مرادآبادی
[۱۴۶] جناب مولوی محمد دائم علی صاحب مرادآبادی
[۱۴۷] جناب مولانا مولوی محمود حسن صاحب سہوانی مدرس مدرسہ اسلامیہ مرادآبادی
[۱۴۸] جناب مولانا مولوی محمد حسن صاحب نواب پوری
[۱۴۹] جناب مولانا مولوی مرزا جان صاحب ولایتی
[۱۵۰] جناب مولانا مولوی محمد حسن صاحب مرادآبادی مدرس مدرسہ گلاوٹھی ضلع بلندشہر
[۱۵۱] جناب مولانا مولوی مقصود علی صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ تلہر ضلع شاہ جہاں پور
[۱۵۲] جناب مولانا مولوی سیّد حسن صاحب سند یافتہ کالج یونیورسٹی لاہور
[۱۵۳] جناب مولانا مولوی ریاست علی خان صاحب شاہ جہاں پوری
[۱۵۴] جناب مولانا مولوی سیّد نور محمد صاحب دہلوی
[۱۵۵] جناب مولانا مولوی امین الدین صاحب حنفی مذہبا چشتی مشربا زاہدی نسبا بہاری توطنا
[۱۵۶] جناب مولانا مولوی محمد وحید الدین صاحب
[۱۵۷] جناب مولانا مولوی سیّد تفضّل حسین صاحب حسنی ابوالعلائی
[۱۵۸] جناب مولانا مولوی فتح الدین صاحب پنجابی مدرس صدر مجلس اہل سنت پٹنہ

[۱۵۹] جناب مولانا مولوی امیر علی صاحب نائب صدر اہل سنت پٹنہ
[۱۶۰] جناب مولانا مولوی قاضی محمد وزیر الدین ابن مولوی عبد الغنی صاحب محدث نبیرہ حضرت شاہ رمضان صاحب ساکن مہیم قریب دہلی
[۱۶۱] جناب مولانا مولوی سیّد محمد ہادی صاحب قادری ناپاروی
[۱۶۲] حضرت والا درجت گرامی منزلت سیدی ومرشدی جناب مولانا مولوی سیّد ابوالحسن احمد نوری عرف میاں صاحب سجادہ نشین درگاہ کلاں مارہرہ شریف
[۱۶۳] جناب مولانا مولوی عبد الرسول محب احمد صاحب قادری بدایونی
[۱۶۴] جناب والا القاب سیّد حسین حیدر صاحب قادری مارہروی
[۱۶۵] جناب والا جناب شمس العلما مولانا مولوی محمد نعیم صاحب لکھنوی
[۱۶۶] حضرت والا جناب مولانا عبد الوہاب صاحب لکھنوی
[۱۶۷] حضرت والا درجت عالی جناب مولانا شاہ التفات احمد صاحب سجادہ نشین ردولی شریف
[۱۶۸] جناب مولانا مولوی ابوالعلم محمد اعلم صاحب نبیرہ جناب شمس العلما مولوی محمد نعیم صاحب لکھنوی
[۱۶۹] جناب مولانا مولوی ابوالسلم محمد اسلم صاحب نبیرہ شمس العلما ممدوح
[۱۷۰] جناب مولانا مولوی ابوالحیا محمد عبد الحلیم صاحب فرنگی محلی برادر زادہ حضرت شمس العلما موصوف
[۱۷۱] جناب والا القاب مولانا مولوی ابوالغنا محمد عبد المجید صاحب برادر زادہ شمس العلما موصوف
[۱۷۲] جناب مولانا مولوی قیام الدین محمد عبد الباری صاحب لکھنوی
[۱۷۳] جناب مولانا مولوی محمد عبد الہادی صاحب ابن مولانا علی محمد صاحب انصاری
[۱۷۴] حضرت مولانا شاہ محمد کرم رحمٰن صاحب سجادہ نشین درگاہ قطب العارفین حضرت مخدوم شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ
[۱۷۵] جناب مولانا مولوی محمد عبد الغنی صاحب قادری ردولوی الانصاری
[۱۷۶] جناب مولانا مولوی فیض الحسن صاحب کاندھلوی صدیقی حنفی قدسی صابری قادری برکاتی
[۱۷۷] جناب مولانا مولوی سیّد شاہ فصاحت عالم صاحب پچروکھوی رجہتی بہاری برادر کلاں محبی جناب مولانا مولوی سیّد احمد عالم صاحب قادری برکاتی رضوی
[۱۷۸] جناب مولانا مولوی سیّد شاہ تبارک حسین صاحب امجہری خسر مولانا شاہ محی الدین صاحب سجادہ نشین پھلواری
[۱۷۹] جناب مولانا مولوی سیّد جعفر حسن صاحب ہتھوی تلمیذ جناب مولانا رضا کریم صاحب
[۱۸۰] جناب مولانا مولوی فدا محمد صاحب سلروی تلمیذ جناب مولانا بشارت کریم صاحب

[۱۸۱] جناب مولانا مولوی محمد ضمیر الدین صاحب پٹھانوی صاحب کنجی
[۱۸۲] جناب مولانا مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب سلروی تلمیذ جناب مولانا ہدایت اللہ خان صاحب رامپوری
[۱۸۳] جناب مولانا مولوی حکیم ریاض الدین صاحب فردہ چکی تلمیذ جناب مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی
[۱۸۴] جناب مولانا مولوی محمد عبدالقیوم صاحب سلروی تلمیذ جناب مولانا سیّد کریم رضا صاحب بیتھوی
[۱۸۵] جناب مولانا مولوی عبدالقادر صاحب کنجی
[۱۸۶] جناب مولانا مولوی نذیر الحسن صاحب نزیل کلکتہ
[۱۸۷] جناب مولانا مولوی الٰہی بخش صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ بارک پور کلکتہ
[۱۸۸] جناب مولانا مولوی قیوم الدین احمد صاحب شاگرد جناب مولانا ولایت حسین صاحب کلکتہ
[۱۸۹] جناب والا القاب حضرت مولانا مولوی شاہ عبیداللہ صاحب حسنی الحسینی بغدادی نزیل کلکتہ
[۱۹۰] جناب مولانا مولوی حافظ حاجی محمد حاتم علی صاحب تلمیذ رشید جناب مولانا احمد علی صاحب محدث سہان پوری
[۱۹۱] جناب مولانا مولوی عبدالجلیل صاحب خلف وشاگرد حضرت مولانا حاج محمد عبدالقادر صاحب کلکتہ
[۱۹۲] جناب مولانا مولوی محمود ابن صبغۃ اللہ مدراسی
[۱۹۳] جناب مولانا مولوی عبیداللہ صاحب مفتی وقاضی اہل سنت مدراس
[۱۹۴] حضرت مولانا مولوی سیّد شاہ محمد عبدالقدوس صاحب قادری خطیب وامام جامع مسجد معسکر بنگلور
[۱۹۵] جناب مولانا مولوی سیّد شاہ محمد عبدالغفار صاحب قادری حنفی مدرس مدرسہ عربیہ جامع العلوم معسکر بنگلور
[۱۹۶] جناب مولانا مولوی سیّد محی الدین ابن حکیم قدیم صدر مدرس مدرسہ قدوسیہ جامع العلوم بنگلور
[۱۹۷] جناب مولانا مولوی سیّد عبدالباسط صاحب مدرس مدرسہ قدسیہ جامع العلوم بنگلور
[۱۹۸] جناب مولانا مولوی سیّد جمال الدین قادری صاحب
[۱۹۹] جناب مولانا مولوی سیّد جمال الدین حسینی صاحب
[۲۰۰] جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب شاہ نوری مدرس مدرسہ نظامیہ چنیا بازار حیدرآباد دکن
[۲۰۱] جناب مولانا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب دہلوی مصنف رسالہ **جزاء العیون لا مالی الغبون**
[۲۰۲] جناب مولانا مولوی حاجی عبدالرزاق صاحب مکی حیدرآبادی مصنف رسالہ **فتاویٰ السنہ لا لجام الفتنہ** (۱۳۱۴)
[۲۰۳] جناب مولانا مولوی سیّد احمد علی صاحب حسنی حسینی حیدرآبادی مصنف رسالہ رغم الجملہ (۱۳۱۴)
[۲۰۴] جناب مولانا مولوی حافظ یقین الدین صاحب بریلوی مصنف رسالہ **غزوہ لہدم مال الندوہ** (۱۳۱۴)
[۲۰۵] جناب مولانا مولوی محمد عبدالحئی صاحب مصنف رسالہ 'سرگزشت وماجرائے ندوہ' (۱۳۱۴)

[۲۰۶] جناب مولانا مولوی سیّد اخلاص حسین صاحب چشتی نظامی سہوانی مصنف رسالہ حادثہ جانکاہ مفتی لطف اللہ' (۱۳۱۴)

[۲۰۷] جناب مولانا مولوی سیّد ابو سعید صاحب فتح پوری مصنف رسالہ قطع الحجه

[۲۰۸] جناب مولانا مولوی ضیاء الدین خان صاحب بریلوی مصنف رسالہ 'مزق شرارات ندوہ'

[۲۰۹] جناب مولانا ارشاد حسین ہدایت دہلوی مصنف رسالہ 'اظہار مکائد اہل ندوہ'

[۲۱۰] جناب مولانا مولوی حکیم محمد یوسف حسن صاحب قادری عظیم آبادی مصنف رسالہ فـاه الـكـونـين بـاتـبـاع اهـالـي الحرمین

[۲۱۱] جناب مولانا مولوی سیّد محمد علی صاحب عاشق بریلوی مالک واڈیٹر اخبار 'روز افزوں' ورسالہ 'سوالات علما وجوابات ندوۃ العلما'

[۲۱۲] جناب مولانا مولوی غلام شبر صاحب صدیقی حنفی قادری رئیس بلندشہر مصنف رسالہ 'طلسم کشائے فرندوہ'

[۲۱۳] حضرت مولانا مولوی سیّد شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری برکاتی صاحبزادہ سرکار مارہرہ مطہرہ

[۲۱۴] جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب قبل پوری

[۲۱۵] جناب مولانا مولوی ابوالحسن صاحب جوہر میرٹھی قادری فضل رحمانی

[۲۱۶] جناب مولانا مولوی لطف اللہ صاحب پشاروی

[۲۱۷] جناب مولوی محمد احمد صاحب سابق دوستدار ندوہ جالندھری

[۲۱۸] جناب مولوی شیخ احمد بخش صاحب

[۲۱۹] جناب مولوی امیر احمد صاحب رئیس

[۲۲۰] جناب مولوی محمد حسین صاحب اتر شنبہ بڑادہ

[۲۲۱] جناب مولانا مولوی محمد ادریس صاحب نگرامی

[۲۲۲] جناب مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ

[۲۲۳] جناب مولوی سیّد شاہ آل حسن صاحب رئیس نوآبادہ

[۲۲۴] حضرت والا درجت جناب مولانا مولوی سیّد شاہ بدرالدین صاحب جعفری زینبی زیب سجادہ پھلواری شریف

[۲۲۵] جناب مولوی برکت اللہ خان صاحب جام بھیڑی

[۲۲۶] جناب مولوی برکت اللہ شیر خان صاحب میرٹھ

[۲۲۷] جناب مولوی ثناء اللہ صاحب ڈپٹی پینشن یافتہ

[۲۲۸] جناب مولوی سیّد شاہ حبیب الرحمٰن صاحب عرف شاہ مبارک حسین صاحب رئیس اعظم عظیم آباد پٹنہ

[۲۲۹] حضرت والا درجت جناب صوفی باصفا مولانا مولوی محمد حفیظ الدین صاحب حنفی صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ سہسرام سجادہ نشین خانقاہ منعمیہ عشقیہ لطیفیہ رحمان پور ضلع، پورنیہ

[۲۳۰] جناب مولانا مولوی حافظ رحیم اللہ صاحب مدرس مسجد جامع آگرہ

[۲۳۱] جناب مولانا مولوی رضی احمد صاحب وارد رام پور

[۲۳۲] جناب مولوی نواب سیّد سردار علی خان صاحب بہادر ابن نواب سیّد سردار دلبر الملک بہادر سکندر آبادی

[۲۳۳] جناب سیّد سرفراز علی خان صاحب فرزند اکبر نواب سیّد دلبر الملک مرحوم

[۲۳۴] جناب مولوی ڈاکٹر شرف الدین صاحب محمود آبادی

[۲۳۵] جناب مولانا مولوی شاہ محمد شریف خان صاحب افغانی نزیل مزار جنابِ مجدد الف ثانی

[۲۳۶] حضرت والا درجت گرامی منزلت شاہ محمد شفیع صاحب ناصر چشتی صابری رام پوری سہارنپوری مسکنا بریادی مدفنا

[۲۳۷] جناب مولوی سیّد شفیع احمد صاحب سہوانی

[۲۳۸] جناب مولوی سیّد شمس الدین علی خان خاور حسنی حسینی قادری ڈپٹی کمشنر صوبہ برار

[۲۳۹] جناب مولوی حافظ شوکت علی صاحب رئیس پیلی بھیت

[۲۴۰] جناب مولوی حکیم محمد صادق صاحب ابن مولوی عبد القادر صاحب صاحب گنجی

[۲۴۱] جناب مولوی صدر الدین صاحب محمد قمر علی اختر صدیقی نعمانی صاحب

[۲۴۲] جناب مولوی سیّد شاہ صوفی جان صاحب صابری میرٹھی

[۲۴۳] جناب مولانا مولوی عبد الحق صاحب مدرس مدرسہ علی آباد ضلع بارہ بنکی

[۲۴۴] جناب حامی دین متین مولانا مولوی محمد عبد الحمید صاحب پانی پتی امام جامع مسجد بٹیا بنارس

[۲۴۵] جناب مولانا مولوی عبد الرحمٰن صاحب حبشانی شافعی بنارسی

[۲۴۶] حضرت حامی دینِ وملت جناب مولانا عبد السمیع صاحب مصنف ''انوار ساطعہ''

[۲۴۷] جناب مولانا مولوی سیّد شاہ محمد عبد القادر صاحب فردوسی بہاری

[۲۴۸] جناب مولانا مولوی محمد عبد القیوم صاحب گنجی

[۲۴۹] جناب مولوی حکیم ابو العلاء محمد عبد اللہ صاحب گورکھپوری

[۲۵۰] جناب مولوی عبد اللہ صاحب قادری جونپوری

[۲۵۱] حضرت والا درجت مولانا حاجی شاہ محمد اکبر صاحب ابو العلائی سجادہ نشین خانقاہ دانا پور

[۲۵۲] جناب مولانا مولوی حکیم ابو سعید محمد عبد المجید خان صاحب خلف الصدق جناب حکیم محمود خان صاحب دہلوی

[۲۵۳] جناب مولوی غیاث الدین صاحب صدیقی حنفی برادر معظم جناب وکیل اہل سنت پٹنہ
[۲۵۴] جناب مولوی حافظ سلامت اللہ صاحب صدیقی حنفی رئیس پٹنہ
[۲۵۵] جناب مولوی سیّد شاہ معین الدین عرف سیّد شاہ محمد جلال صاحب حنفی مجددی رحمانی
[۲۵۶] جناب مولوی سیّد لطف الرحمٰن صاحب حنفی مجددی رحمانی
[۲۵۷] جناب مولانا مولوی حافظ وقاری صوفی عین الہدیٰ صاحب قادری بنارسی
[۲۵۸] جناب مولانا مولوی لطف الرحمٰن صاحب بردوانی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ ارشد تلامذہ جناب مولانا ہدایت اللہ خان صاحب جون پوری
[۲۵۹] جناب مولانا مولوی محمد عتیق احمد صاحب نائب دبیر انجمن اسلامیہ پیلی بھیت
[۲۶۰] حامی دین متین جناب مولانا مولوی عمر الدین صاحب ہزاروی مدرس مدرسہ بمبئی
[۲۶۱] جناب مولوی غلام اولیا صاحب دہلوی
[۲۶۲] جناب مولوی غیاث الدین صاحب مخدوم پوری
[۲۶۳] جناب مولوی محمد فرید الدین احمد صاحب رئیس ردولی شریف
[۲۶۴] حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رام پوری تلمیذ حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب۔
[۲۶۵] جناب مولوی ابو الحسن محمد قطب الدین صاحب واعظ رڈنصاری علی گڑھ
[۲۶۶] جناب مولوی کریم اللہ صاحب، رام پور
[۲۶۷] جناب مولوی حافظ کریم بخش صاحب قادری شاگرد مفتی لطف اللہ صاحب
[۲۶۸] جناب مولانا مولوی سیّد محمد حسنین صاحب مدرس اوجھیانوی
[۲۶۹] جناب مولوی محمد حسین خان صاحب وکیل حیدر آباد، دکن
[۲۷۰] جناب مولانا مولوی سیّد محمد رضا صاحب سندیلوی پوت داماد حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی
[۲۷۱] جناب نواب مولوی محمد علی خان صاحب بہادر القادری الحنفی الحسنیلی صاحبزادہ ریاست، رامپور
[۲۷۲] جناب مولوی شاہ محمد مختیار احمد صاحب احمد ردولوی
[۲۷۳] جناب مولوی حکیم محمد میاں صاحب خلف مولانا مولوی عبد السمیع صاحب
[۲۷۴] جناب مولوی مظاہر حسن صاحب صاحب گنجی
[۲۷۵] جناب مولوی مظہر حسین صاحب سنبھلی
[۲۷۶] جناب مولوی مظہر الحق صاحب ردولوی نائب ریاست عثمان پور مصنف مظہر حق

[۲۷۷] جناب مولوی ممتاز الحق صاحب حنفی صدیقی رئیس اعظم جڑ ہوہ

[۲۷۸] جناب ممتاز الفقہاء قاضی مولوی محمد ممتاز حسین صاحب ممتاز پیلی بھیتی

[۲۷۹] جناب مولوی سیّد نور الحسن صاحب رئیس محلہ میدان فصاحت پٹنہ

[۲۸۰] جناب مولوی ولایت علی صاحب، دربھنگہ

[۲۸۱] جناب مولوی حکیم محمد یوسف صاحب حنفی سر بہدوی

[۲۸۲] جناب مولانا مولوی محمد عظیم صاحب مدرس مدرسہ مغلپورہ پٹنہ

[۲۸۳] جناب مولانا مولوی سیّد شاہ محمد حسین صاحب حنفی قادری سجادہ نشین درگاہ مامون بھانجا حاجی پور

[۲۸۴] جناب مولانا قاضی نور جمال صاحب سواتی مقیم مدرسہ اسلامیہ علی گڑھ

[۲۸۵] جناب مولوی سیّد آل احمد صاحب قادری برکاتی مجیدی ملوک پور

[۲۸۶] جناب مولوی سیّد شاہ آل رسول صاحب عرف سیّد نذیر احمد صاحب ملقب بہ محبوب علی حسین المشتہر رنگیلے میاں قادری چشتی نظامی زنبیل شاہی بریلوی

[۲۸۷] جناب مولوی محمد احسن خان صاحب شہر کہنہ بریلی

[۲۸۸] جناب مولوی احمد حسن صاحب عرف بنجھلے میاں خواجہ قطب بریلی

[۲۸۹] والاحضرت حامی سنت ناصر ملت جناب سیّد احمد شاہ صاحب از اجلہ سادات کرام بریلی

[۲۹۰] جناب مولوی سیّد اظہر حسن صاحب وکیل پیلی بھیت

[۲۹۱] جناب مولوی اعظم علی صاحب وکیل بدایوں

[۲۹۲] جناب مولوی محمد حکیم اکرام الدین صاحب رئیس بریلی

[۲۹۳] جناب مولوی التفات حسین صاحب وکیل بدایوں

[۲۹۴] جناب مولوی امتیاز احمد صاحب تاثیر مالک مطبع نسیم سحر بدایوں

[۲۹۵] جناب مولوی امیر احمد صاحب از سادات کرام بخارا شریف بریلی

[۲۹۶] جناب مولوی حامد بخش صاحب رئیس بدایوں

[۲۹۷] جناب مولوی ملا حسن صاحب پشاوری

[۲۹۸] جناب مولوی حشمت اللہ خان صاحب قادری برکاتی ارسولی شاہ جہاں پوری

[۲۹۹] جناب مولوی رضی الدین صاحب، بدایوں

[۳۰۰] جناب مولوی سیّد محمد سعید صاحب شیر کوٹ، بجنور

[۳۰۱] جناب مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ جامع مسجد پیلی بھیت

[۳۰۲] جناب مولوی عبدالنعیم خاں صاحب واعظ رائے بریلی

[۳۰۳] جناب مولانا مولوی علی احمد صاحب علی تلمیذ رشید جناب مولانا مفتی عنایت احمد مصنف 'تواریخ حبیب الہٰ' 'علم الصیغہ'

[۳۰۴] عالی جناب شاہ محمد فخر عالم صاحب قادری برکاتی از اجل خلفائے اعلیٰ حضرت جناب میاں صاحب مارہروی

[۳۰۵] حضرت مولوی سیّد فضل رسول عرف فضل علی شاہ قادری چشتی نظامی رنبیل شاہی بریلی

[۳۰۶] جناب مولوی سیّد محمد شاہ صاحب سیّد قادری برکاتی ابوالحسینی امروہہ

[۳۰۷] جناب مولوی سیّد محمود جان صاحب قادری برکاتی ابوالحسینی گڑھی بریلی

[۳۰۸] جناب مولوی سیّد نظیر الحسین صاحب انبیٹھوی، جے پور

[۳۰۹] جناب مولوی حکیم نور علی خان صاحب ساکن گورگاؤں مدرسہ طبیہ دہلی

[۳۱۰] جناب مولوی ابوالفضل صاحب، مرادآباد

[۳۱۱] جناب مولوی سیّد امیر الدین صاحب رفیعی قادری نقشبندی الہ آبادی

[۳۱۲] جناب مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری برکاتی زیب سجادہ عزیزیہ دہلی

[۳۱۳] حضرت والا درجت منزلت حاجی محمد شیر صاحب شیخ وقت پیلی بھیت۔

معزز ناظرین کرام! یہ تین سہ تیرہ اسمائے گرامی بقدر تعداد و شمار اصحاب بدر اس وقت پیش کیے گئے، جو مشتے نمونہ از خروارے و یکے از ہزارے ہیں۔ ورنہ حق یہ ہے کہ پہلے ندوہ کی ظاہری ٹھاٹ باٹ دیکھ کر بہت سے حضرات شریک ہو گئے تھے۔ مگر جیسے جیسے شناعت ندوہ ظاہر ہوتی گئی، لوگ چھٹتے گئے، سوائے چند آزاد خیال لوگوں کے، یا جو خاص ارکان ندوہ کے تھے، سبھی علیحدہ ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے یہ وہ کارنامے ہیں، جن کی علمائے عرب و عجم نے مدح و ستائش کی، اور وقعت و عظمت کی نظر سے دیکھا اور انہیں مسلمانوں پر عظیم احسان مانا کہ انہوں نے مسلمانوں کو اس تہلکہ سے نجات دیا، جس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رسالہ مبارکہ **فتاویٰ الحرمین بر جف ندوۃ المین** اور رسالہ **مکتوبات و کلام اھل صفا** جس میں اکابر و مشاہیر کے دوسو دو خط درج ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ندوہ کی تردید میں سترہ کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں:

[۱۲۷] (۱) **فتاویٰ القدوہ لکشف دفین الندوہ**

[۱۲۸] (۲) **مراسلات و سنت ندوہ**

[۱۲۹] (۳) **سوالات حقائق نما بروس ندوۃ العلماء**

[۱۶۳](۴) فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین

[۱۶۴](۵) ترجمۃ الفتویٰ وجہ ھدم البلوی

[۱۶۵](۶) خلص فوائد فتوی

[۳۱۵](۷) سرگزشت وماجرائے ندوہ

[۳۱۶](۸) اشتہارات خمسہ

[۳۱۷](۹) غزوہ لھدم سماك الندوہ

[۳۱۸](۱۰) ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ

[۳۲۱](۱۱) بارش بہاری برصدف بہاری

[۳۲۲](۱۲) سیوف العنوہ علیٰ زمائم الندوہ

[۳۲۸](۱۳) آمال الابرار وآلام الاشرار

[۳۲۹](۱۴) سکین ونورہ برکاکل پریشاں ندوہ

[۳۳۳](۱۵) صمصام القیوم علی تاج الندوہ عبدالقیوم

[۳۴۸](۱۶) الاسئلۃ الفاضلہ علی الطوائف الباطلہ

[۳۴۹](۱۷) سوالات علماوجوابات ندوۃ العلماء

[۵۳] تردیدِ مفسقہ [۷]

مفسقہ یہ بھی روافض کا ایک فرقہ ہے۔ یہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سوئے ظن رکھتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں، ان کو فاسق بتاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ یزید نے نالائقی کی، اور سخت نالائقی کی، بہت بڑی نالائقی کی، مگر لڑکا کے نالائق ہونے سے باپ پر کیا الزام؟ جس طرح، اگر کسی شخص کا لڑکا بہت سعادت مند ہو تو اس کی وجہ سے باپ میں بزرگی اور خوبی نہیں۔ کل امرء بما کسبت رھین۔

حضرت سیّدنوح نجی اللہ پیغمبر کا لڑکا نالائق ہوا، کافر ہوا، تو اس کی وجہ سے حضرت نوح پر کیا اعتراض؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انہ لیئس من اھلك انہ عمل غیر صالح۔

اس کے برخلاف مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی جلالت شان اور رفعت مکان دیکھیے۔ اور باوجود تبلیغ وہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش کے ان کے والد ابوطالب نے اسلام قبول نہ کیا، ایمان نہ لایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: انك لا یھدی من أحببت ولکن اللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم۔ اسی لیے جب

ابو طالب کا انتقال ہوا تو مولیٰ علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لفظوں سے خبر کیا مات عمك الضال حضور نے فرمایا۔اذهب فواره حالانکہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ کے انتقال کے بعد تجہیز و تکفین، تدفین میں حضور نے اہتمام فرمایا وہ اہل علم پر ظاہر ہے۔صحابہ کرام سے فرمایا ماتت امی خود حضور نے قبر مبارک کھودی، اپنا پارچہ مبارک کفن کے لیے دیا۔ قبر مبارک میں کچھ دیر تک خود لیٹے، اور ان کے لیے دعا کی، اور فرمایا کہ اس کی برکت سے وہ ضغطہ قبر سے محفوظ رہیں گی۔غرض مسلمانوں کو چاہیے کہ سب صحابی کی عزت کریں۔نہ کسی کے بیٹے کی نالائقی سے باپ پر طعن کریں، اور نہ کسی بیٹے کے اہل اور بزرگ ہونے سے باپ کو مسلمان بتائیں۔علمائے کرام فرماتے ہیں: من یطعن فی امیر معاویه فهو کلب من کلاب هاویه جو شخص حضرت امیر معاویہ کی شان میں طعن کرتا ہے وہ جہنم کے کتوں سے ایک کتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ان مفسقہ کی تردید میں سات کتابیں حسب ذیل تصنیف فرمائی ہیں:

[۲۳](۱) البشری العاجله من تحف آجله

[۱۲۳](۲) عرش الاعزاز والاكرام لاول ملوك الاسلام

[۱۲۴](۳) اعلام الصحابة الموافقين للامير معاويه وام المومنين

[۱۲۵](۴) سب الاهواء الواهية في باب الامير معاويه

[۱۳۶](۵) الاحاديث الراويه لمدح الامير معاويه

[۲۸۸](۶) لمعة الشمعة لهدى شيعة الشنيعة

[۳۰۸](۷) الصمصام الحيدرى على حمق العيار المفترى

[۵۱] تردیدِ تفضیلیہ [۷]

تفضیلیہ بھی ایک شاخ شیعہ کی ہے اور یہ مولائے کائنات کو دوسرے صحابہ کرام حتیٰ کہ خلفائے ثلٰثہ راشدین رضوان اللہ علیهم اجمعین سے بھی افضل سمجھتے ہیں، اور اس زمانہ میں یہ مرض کثیر سادات میں ساری ہے۔وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے آبا واجداد ہیں، اور ہم ان کی ذریات واولاد ہیں۔اس لیے ہمارے نزدیک وہ سب سے بہتر ہیں۔مگر یہ کوئی دلیل شرعی نہیں، ورنہ ہر شخص اپنے آبا واجداد کو اسی دلیل سے اعلیٰ وافضل سمجھے گا۔اور بعض کم پڑھے لکھے مشائخ کا بھی یہی خیال ہے۔وہ یہ کہتے ہیں کہ مولا علی ہمارے لیے منتہی سلاسل ہیں۔اور ہمیں روحانی فیض انھیں سے پہنچا ہے۔سوائے ایک شاخ نقشبندیہ کے جملہ سلاسل حضرت علی ہی سے جاری ہوئے۔اس لیے وہ سب سے افضل ہیں۔لیکن یہ خلاف عقیدہ اہل سنت و جماعت ہے۔اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ فضیلت بترتیب خلافت ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے تفضیلیہ کی تردید میں سات کتابیں تصنیف فرمائیں، جو حسب ذیل ہیں:

[۱۰](۱) مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین

[۲۱](۲) الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی

[۲۸۸](۳) لمعة الشمعه لهدی شیعة الشنیعه

[۳۰۵](۴) الرائحة العنبریه من المجمرة الحیدریه

[۳۰۸](۵) الصمصام الحیدری علی حمق العیار المفتری

[۳۰۹](۶) الجرح الوالج فی بطن الخوارج

[۳۴۸](۷) الاسئلة الفاضله الطوائف الباطله

[۵۲] تردیدِ متصوفہ [۲]

متصوفہ یعنی صوفی بننے والے یعنی اپنے کو باوجود صوفی نہ ہونے کے صوفی ظاہر کرنے والے۔اس زمانے میں ان کا بہت ہی دور دورہ ہے،حالانکہ ہر کام کے لیے اہلیت و قابلیت کی ضرورت ہے،اور ایک معیار ہے،جس پر اس کو جانچا جا سکتا ہے۔لیکن ان کے لیے کسی قابلیت ولیاقت کی ضرورت نہیں ہے۔صرف یہ کہ دھیلا کے گیروا رنگ میں کپڑا رنگ لینے سے خاصہ صوفی ہو جاتا ہے۔اور ان کے لیے کوئی معیار نہیں،نہ شریعت کے مطابق ہونہ عوام کے خیال میں ضروری،نہ علم و فضل والا ہونا،جتنا ہی بے تکی باتیں ہانکے،آسمان زمین کے قلابے ملائے،اتنا ہی بڑا صوفی ہے۔یا خود خاموش ہو،حواشی و اذناب تعریفوں کا پل باندھ دے،آسمان زمین ایک کر دے،اتنا ہی بڑا صوفی ہے۔اور خدا تک پہنچا ہوا ولی ہے۔اس کا ہر عیب ہنر ہے۔جیسا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنے پیر کی نسبت ہانکا ہے۔

(الف) چونکہ آپ کمال مشابہت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے،اس لیے بے علم رہے۔

(ب) ایسے لوگوں کو احکام شرعیہ بے واسطہ پیغمبروں کے وحی باطنی سے معلوم ہوتے ہیں ان کو پیغمبروں کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور پیغمبروں کا ہم استاد بھی۔

(ج) مکالمہ اور مسامرہ کا خلعت ملتا ہے۔

(د) خدا نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا کہ یہ تم کو دیتے ہیں اور بھی دیں گے۔

(ہ) جناب غوث الثقلین اور جناب خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحوں میں ایک مہینہ تک جھگڑا رہا کہ دونوں امام سیّد احمد کو بالکل اپنی طرف کھینچ لینا چاہتے تھے۔بعد ایک مہینہ کے صلح ہوئی شرکت پر۔ایک دن دونوں امام سعید پر ظاہر ہوئے اور پہر بھر تک قوی توجہ اور زور اور تاثیر کی کہ اسی ایک پہر میں دونوں طریقوں کی نسبت سیّد احمد کو حاصل ہوگئی۔

اعلیٰ حضرت نے متصوفہ کی تردید میں دو کتابیں تصنیف فرمائیں:

[۲۰۲][۱] اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر

[۲۱۶][۲] مقال عرفا باعزاز شرع و علماء

[۴۶] تردید مولوی اسمٰعیل دہلوی [۱۰]

محمد اسمٰعیل بن مولوی عبدالغنی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مولد و مسکن دہلی (تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ) نے ۶ برس کی عمر میں پڑھنا شروع کیا۔ دو برس کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا۔ گیارہ سال کی عمر تک صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھ لیں۔ جن کے بعد معقول کی کچھ کتابیں عم محترم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (محدث) سے پڑھنا شروع کیا۔ مگر طبیعت پڑھنے میں لگتی نہیں تھی، کھیل کود، تیراکی، اور کسرت میں مشغول رہنے لگے۔ پھر حدیث کا دور شروع کیا۔

لوگ بہت عرصہ سے اس خاندان کے علم وفیض اور بزرگی کی وجہ سے بہت معتقد تھے۔ اس کا فائدہ اٹھا کر اپنی کم علمی کی وجہ سے مولوی اسماعیل نے غلط سلط مسئلے بتانے لگے اور عوام کے معمولات جو ان کے آباؤ اجداد کے زمانہ میں بھی تھے بلکہ خود ان کے بھی معمولات تھے ان کے خلاف کچھ کچھ زبان طعن شروع کیا۔

کچھ دنوں بعد نجد کے محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید کے انداز پر **تقویۃ الایمان** کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس کی رو سے صحابہ کرام و تابعین، عرفا و علمائے اسلام بلکہ خود ان کے آباؤ اجداد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب بھی کافر مشرک، فاسق، بدعتی، ضال و مضل ٹھہرتے ہیں۔ اس خاندان کے فیض یافتہ حضرات نے نصیحت کی، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مزید دوسری کتاب لکھی، تو آ مجبور ہو کر مولانا شاہ مخصوص اللہ صاحب و مولانا موسیٰ صاحب، مولانا رفیع الدین صاحب کے صاحب زادوں نے ان کی کتابوں کی تردید کی۔ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی جو علم و فضل میں یکتائے زمانہ استاذ الاساتذہ تھے، ان کے شامل سب علمائے دہلی مجمع عام و خاص بے شمار میں بتاریخ انتیس ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ بروز شنبہ جامع مسجد میں جمع ہوئے۔ ان کے تمام مسائل باطلہ دیکھے گئے علما نے مولوی اسماعیل کے روبرو ان مسائل کی تردید و ابطال کیا ان کے عقائد باطلہ پر فتویٰ کفر دیا۔ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی نے **تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغوی** ایک مستقل کتاب ان کی تردید میں لکھی۔

اس کے علاوہ بہتیری کتابیں مولوی اسمٰعیل کے خلاف اور ان کی کتابوں کی تردید میں علمانے تصنیف فرمائیں، جن میں:

معید الایمان

مصنفہ مولانا مخصوص اللہ صاحب ابن جناب مولانا رفیع الدین صاحب

تصحیح الایمان

مصنفہ حضرت مولانا نقی علی خان صاحب۔

ردّ تقویۃ الایمان

مصنفہ مولانا مملوک علی صاحب

شرح تحفہ محمدیہ فی ردّ الفرقۃ المرتدیہ

مصنفہ سیّد اشرف علی گلشن آبادی

ذو الفقار حیدریہ علی اعناق الوھابیہ

مصنفہ مولوی سیّد حیدر شاہ قادری متوطن کچھ بھوج معروف بہ پیر ٹھروالہ

بوارق محمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ

تحقیق الحقیقۃ

سیف الجبار

ہر سہ از تصنیفات حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی

الکوکب الشہابیہ

سل السیوف الھندیہ

ہر دو از تصنیفات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت

ردّ تقویۃ الایمان مسمّٰی بہ **اطیب البیان**

مصنفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی

وغیرہ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

اب بعض اقوال ان کی کتابوں سے ناظرین کی واقفیت کے لیے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) تقویۃ الایمان، فاروقی، دہلی، صفحہ ۴۵: حدیث مشکوٰۃ کا ترجمہ لکھا:

نکلے گا دجال، سو بھیجے گا اللہ عیسیٰ، بیٹے مریم کو، سو وہ ڈھونڈے گا اس کو، پھر تباہ کر دے گا اس کو۔ پھر بھیجے گا اللہ ایک ٹھنڈی باؤ (ہوا) شام کی طرف سے، سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرا بھر بھی ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی اس کو۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۲ مطبع مجتبائی، دہلی)

اسی ص پر لکھا:

سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔

یعنی اب خروج دجال کی ضرورت، نہ مسیح کی حاجت، بلکہ ان کے خیال میں وہ ہوا بھی چل گئی، جس نے تمام مسلمانوں کو اٹھا لیا، اب ساری دنیا میں نرے کافر ہی کافر رہ گئے۔۔۔۔۔ یہ تو اپنے کفر کا اقرار اور سارے جہاں کو کافر بنانا ہے۔

(۲) تقویۃ الایمان صفحہ ۳:

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجیے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۵ مطبع مجتبائی، دہلی)

یعنی اللہ تعالیٰ کو غیب نہیں ہے۔ ہاں اس کے اختیار میں ہے، چاہے تو حاصل کر سکتا ہے۔ (اور نہ چاہے تو جاہل ہی رہ جائے)

(۳) ایضاح الحق، فاروقی، دہلی، ص ۳۵/۳۶:

تنزیہ وتعالیٰ از زمان ومکاں و جہت و اثبات رویت بلا جہت ومحاذات [الیٰ قولہ] ہمہ از قبیل بدعات حقیقہ ست اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد۔ (اللہ تعالیٰ کو زمان ومکاں اور جہت سے پاک ماننا اور جہت و محاذات کے بغیر روئت خداوندی کو ثابت کرنا بدعت حقیقہ ہے۔ جبکہ ان اعتقادات کو دینی عقائد سمجھا جائے۔ رضوی)

(۴) رسالہ یک روزی فاروقی دہلی صفحہ ۱۴۴:

بعد اخبار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول با مکاں وجود مثل اصلاً منجر بتکذیب از نصوص نگردد وسلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست۔ (قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو یہ خبر دی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں) تو خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ لوگوں کی یاد سے اسے بھلا دیا جائے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کسی اور کے پائے جانے کا امکان کسی نص کے جھٹلانے کا باعث نہیں ہوگا اور نازل فرمانے کے بعد قرآن کو سلب کر دینا ممکن ہے۔ رضوی)

(۵) رسالہ یک روزی مذکورہ صفحہ ۱۴۵:

لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع والقاءآں بر ملئکہ وانبیا خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازیداز قدرت ربانی باشد۔ (ہم نہیں مانتے ہیں کہ جھوٹ اس معنی میں محال ہے، کیونکہ واقع کے خلاف بات بنانا اور اسے فرشتوں اور انبیاء پر القا کرنا اللہ کی قدرت سے خارج نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے۔ رضوی)

(۶)(۱):

عدم کذب از کمالات حق سبحانہ می شمارند واو راجل شانہ بآں مدح می کنندہ برخلاف اخرس و جماد۔ وصف کمال ایں ست کہ شخصے قدرت بر تکلم کلام کاذب داردو بنا بر رعایت مصلحت ومقتضائے حکمت بتنزہ از شوب کذب تکلم بکلام کاذب نماید، ہماں شخص ممدوح میگردد۔ بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد ہرگاہ ارادہ تکلم بکلام کاذب نماید، آواز بند گردد۔ یا کسے دہن اورا بند نماید۔ ایں اشخاص نزد عقلا قابل مدح نیستند، بالجملہ، تکلم بکلام کاذب ترفعاً عن عیب الکذب

تنزهاً عن التلوث به از صفات مدح ست۔ (گونگا اور پتھر کے برخلاف، جھوٹ نہ بولنے پر اللہ کی تعریف کی جاتی ہے، اور یہ اس کا کمال مانا جاتا ہے اور صفت کمال یہ ہے کہ جھوٹ بولنے پر قدرت رکھنے کے باوجود حکمت کی اقتضا اور مصلحت کی رعایت کی بنا پر جھوٹ کی برائی سے بچنے کے لئے جھوٹی بات نہ بولی جائے، اسی میں تعریف ہے۔ اس کے برخلاف ایسے شخص کی تعریف نہیں ہوتی جس کی زبان ماؤف ہو، یا جب بھی وہ جھوٹ بولنے کا ارادہ کرتا ہو آواز بند ہو جاتی ہو، یا کوئی اس کا منہ بند کر دیتا ہو۔ ایسے اشخاص عقلا کے نزدیک قابل مدح نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جھوٹ نہ بولنا اس عیب سے بچنے ہی کی وجہ سے صفِ مدح ہے۔ رضوی)

(۷) صراط مستقیم، ضیائی، صفحہ ۱۷۵: نسبت اپنے پیر کے لکھا:

تا اینکہ روزے حضرت جل وعلا دست راست ایشاں بدست قدرت خاص خود گرفتہ و چیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع وبدیع بود پیش روے حضرت ایشان کردہ فرمود کہ ترا ایں چنین دادہ ام و چیز ہائے دیگر خواہم داد۔ (یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے آپ کے دائیں ہاتھ کو خاص اپنے دست قدرت میں لے کر امور قدسیہ سے کچھ خاص چیزوں کو جو بہت رفیع پ دوں گا۔ رضوی)

(۸) کتاب مذکور صفحہ ۱۳:

مکالمہ ومسامرہ بدست می آمد۔ (بات چیت اور سرگوشی بھی ہوئی۔ رضوی)

(۹) کتاب مذکور صفحہ ۱۵۴:

گاہے کلام حقیقی ھم می شود۔ (کبھی کلام حقیقی بھی ہوتا ہے۔ رضوی)

(۱۰) کتاب مذکور صفحہ ۱۲:

از جملہ آں شدت تعلق قلب ست شد خود استقلالا یعنی نہ ہاں ملاحظہ کہ ایں شخص نہ ناوداں فیض حضرت حق و واسطہ ہدایت اوست بلکہ بحیثیتے کہ متعلق عشق ہماں می گردد چنانچہ یکے از اکابر ایں طریق فرمود کہ اگر حق جل وعلا در غیر کسوت مرشد من تجلی فرماید ہر آئینہ مرا باوالتفات در کار نیست۔ (ان میں سے یہ ہے کہ مرشد کے ساتھ دل کا تعلق استقلالا شدید ہو جاتا ہے یعنی اس لحاظ سے نہیں کہ یہ شخص حضرت حق کے فیض کا ذریعہ اور اس کی ہدایت کا واسطہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہی عشق کا متعلق ہو جاتا ہے جیسا کہ اس طریقہ کے ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ میرے مرشد کی صورت کے سوا کسی اور لباس میں تجلی فرمائے تو مجھے اس کی طرف التفات ہرگز نہیں چاہئے۔ رضوی)

(۱۱) تقویۃ الایمان صفحہ ۵۶:-

اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۰ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۲) کتاب مذکور صفحہ ۱۴:۔

جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ ایک اللہ کو مانے، اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔

(تقویۃ الایمان ص ۱۱ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۱۳) کتاب مذکور صفحہ ۱۶:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۲ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۱۴) کتاب مذکور صفحہ ۱۸:

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۳ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۱۵) کتاب مذکور صفحہ ۷:

اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۱۶) صراط مستقیم صفحہ ۳۸:

صدیق من وجہ مقلد انبیا می باشد و من وجہ محقق در شرائع پس اگر صدیق ذکی القلب ست رضا و کراہت حضرت حق در اصل واقوال مخصوصہ وصحت و بطلان در عقائد خاصہ ومحمودیت و مذمومیت در اخلاق و ملکات شخصیہ بنور جبلی خود در یافت می نماید۔ (صدیق من وجہ انبیا کا پیرو اور من وجہ احکام شرعیہ کے سلسلہ میں خود محقق ہوتا ہے، پس اگر صدیق ذکی القلب ہے تو وہ مخصوص اقوال وافعال میں خدائے تعالیٰ کی ناراضگی و خوشنودی اور مخصوص عقائد کے بطلان وصحت اور شخصی اخلاق و ملکات کی برائی اور اچھائی کو اپنے نور جبلی سے جان لیتا ہے۔ رضوی)

(۱۷) کتاب مذکور صفحہ ۳۹:

پس احکام ایں امور مذکورہ او را بدو وجہ معلوم می شود یکے بشہادت قلب خود خصوصاً و دیگر بسبب اندراج او در کلیات شرع عموماً و علم کہ بوجہ اوّل حاصل شدہ تحقیقی ست، و ثانی تقلیدی۔ و اگر ذکی العقل ست، نور جبلی او بسوے کلیات او را رہنموئی می فرماید۔ پس علوم کلیہ شرعیہ او را بدو واسطہ رسد بوساطت نور جبلی، و بوساطت انبیا علیہم الصلاۃ والسلام۔ پس در کلیات شریعت وحکم و احکام ملت او را شاگرد انبیا ہم می تواں گفت و ہم استاذ انبیا ہم۔ و نیز طریق اخذ آں ہم شعبہ ایست از شعب وحی کہ آں را عرف شرع بنفث فی الروع تعبیر می فرمایند و بعضے اہل کمال آں را بوحی باطنی می نامند۔ (پس ان امور مذکورہ کے احکام اس کو دو وجہ سے معلوم ہوتے ہیں: ایک تو خاص اپنے دل کی شہادت سے دوسری عام کلیات شروع میں اس کے مندرج ہونے سے۔ پہلے طریقے سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ تحقیقی ہے اور دوسرے طریقے سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ تقلیدی۔ صدیق اگر ذکی العقل ہے تو اس کا نور جبلی اسے کلیات کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ پس علوم کلیہ شرعیہ اس کو دو واسطے سے حاصل ہوتے ہیں (۱) نور جبلی کے واسطے سے (۲) انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے واسطے سے۔ پس کلیات شرع اور احکام ملت کے سلسلے میں ان کو شاگرد انبیا بھی کہہ سکتے ہیں اور ہم استاذ انبیا بھی۔ نیز ان کے اخذ کا طریقہ بھی طریقہ وحی ہی ہے جس کو عرف شرع میں نفث فی الروع سے تعبیر کرتے ہیں، اور بعض اہل کمال کے

نزدیک اس کا نام وحی باطنی ہے۔رضوی)

(۱۸) کتاب مذکور صفحہ ۴۰:

ہمیں معنی رابامامت و بوصایت تعبیری کنند وعلم ایشاں را کہ بعینہٖ علم انبیاست لیکن وحی ظاہری متلقیٰ نہ شدہ بہ حکمت می نامند۔(اسی معنیٰ کو امامت وصایت کہتے ہیں اور ان حضرات کے علم کو جو بعینہٖ انبیا کا علم ہے وحی ظاہری نہ ہونے کی وجہ سے حکمت کہتے ہیں۔رضوی)

(۱۹) کتاب مذکور صفحہ ۴۱:

لابد اور اماحفظے مثل محافظت انبیا کہ مسمی بہ عصمت ست فائز می کنند۔(لامحالہ ان کو انبیا کی محافظت کے اس مقام پر فائز کیا جاتا ہے جس کو مقام عصمت کہتے ہیں۔رضوی)

(۲۰) کتاب مذکور صفحہ ۴۲:

نِدانی کہ اثبات وحی باطن وحکمت و وجاہت وعصمت مرغیر انبیا را مخالف سنت واز چنیں اختراع بدعت ست وندانی کہ ارباب کمال از عالم منقطع شدہ اند۔(غیر انبیا کے لیے عصمت، وجاہت، حکمت اور باطنی وحی ثابت کرنے کو سنت کی مخالفت اور بدعت نہ جاننا اور یہ نہ سمجھنا ارباب کمال دنیا سے جاتے رہے۔رضوی)

(۲۱) کتاب مذکور صفحہ ۱۷۵:

امثال ایں وقائع واشباہ ایں معاملات صدہا درپیش آمد تا ایں کہ کمالات طریق نبوت بذروہ علیا خود رسید والہام وکشف بعلوم حکمت انجامید۔(اس طرح کے سینکڑوں واقعات ومعاملات پیش آتے رہے یہاں تک کہ طریق نبوت کے کمالات بھی اپنی انتہا کو پہنچے اور الہام وکشف علوم حکمت سے انجام پذیر ہوئے۔رضوی)

(۲۲) کتاب مذکور صفحہ ۴:

ازیں کہ نفس عالی حضرت ایشاں برکمال مشابہت جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوات والتسلیمات در بدو فطرت مخلوق شدہ بناء علیہ لوح فطرت ایشان از نقوش علوم رسمیہ وراہ دانش منداں کلام وتحریر وتقریر مصفی ماندہ بود۔(آپ کی ذات عالی چونکہ ابتدا ہی سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال مشابہت کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اس لیے آپ کی لوح فطرت رسمی علوم کے نقوش اور تقریر وتحریر اور بات چیت میں عقل مندوں کی روش سے خالی تھی۔رضوی)

(۲۳) تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ پر یہ حدیث لکھی: ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجدلہ اور آفت کی ''ف'' لکھ کر فائدہ یہ جڑا۔

یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں۔(تقویۃ الایمان ص۴۴ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۲۴) کتاب مذکور صفحہ ۱۰:

حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیا اولیا کی یہ شان نہیں۔ جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ (ملتقطا) (تقویۃ الایمان ص ۷ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۲۵) کتاب مذکور صفحہ ۱۲:-

جو کوئی انبیا اولیا کی اس قسم کی تعظیم کرے، مشکل کے وقت ان کو پکارے، ان باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔

(۲۶) کتاب مذکور صفحہ ۱۹:-

ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا، اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے؟۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۳، ۱۴ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۲۷) صراط مستقیم صفحہ ۹۵:-

بمقتضائے ظلمت بعضہا فوق بعض از وسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجۂ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر را از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان می چسپد، بخلاف خیال گاؤ خر خود کہ نہ آں قدرے چسپیدگی می بود ونہ تعظیم بلکہ مہان و محقر می بود وایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک می کشد۔ (ظلمات بعضہا فوق بعض کے مطابق اپنی بیوی سے مجامعت کا خیال زنا کے وسوسے سے بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی کیوں نہ ہوں، توجہ کرنا اپنے گدھے بیل کے تصور میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے کیوں کہ ان حضرات کا خیال تعظیم و اجلال کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے، نہ تعظیم۔ بلکہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے اور غیر خدا کا یہ تعظیم و اجلال جو نماز میں ملحوظ و مقصود ہو وہ شرک کی طرف کھینچتی ہے۔ رضوی)

(۲۸) تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰:-

روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست و بیمار کر دینا، فتح و شکست دینی، اقبال و ادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دست گیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیا اور اولیا کی، پیر و شہید کی، بھوت پری کی یہ شان نہیں۔ جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے، اور اس سے مرادیں مانگے، اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(ملتقطا، تقویۃ الایمان ص ۷ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۲۹) کتاب مذکور صفحہ ۱۱:-

گردوپیش کے جنگل کا ادب کرنا، یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، مواشی نہ چگانا یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں، پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر، کسی کے مکانوں کے گردوپیش کے جنگل کا ادب کرے، اس پر شرک ثابت ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس کی تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (ملتقطاً تقویۃ الایمان ص ۸ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۰) تنویر العینین:-

لیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم الصریحة الدالة علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترك قول امامه ففیه شائبة من المشرك...... (شخص معین کی تقلید کا التزام کیسے جائز ہوگا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول روایتوں کی طرف رجوع کرنا ممکن ہے، جو امام مقلد کے قول کے خلاف پر صراحتاً دال ہے۔ لہٰذا امام کے قول کے نہ چھوڑنے میں شرک کا شائبہ ہے۔ رضوی)

(۳۱) کتاب مذکور:-

اتباع شخص معین بحیث یتمسك بقوله وان ثبت علی خلافه دلائل من السنة و الکتاب ویاول الیٰ قوله شوب من النظریة وحظ من الشرك والعجب من القوم لایخافون من مثل هذا الاتباع بل یخیفون تارکه فما احق هذه الایة فی جوابهم و کیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ (کتاب وسنت کے دلائل کی موجودگی میں کسی شخص معین کے قول کو دلیل بنا کر ان کا اتباع کرنا اور کتاب وسنت میں تاویل کرنا نصرانیوں کا طریقہ ہے جس میں شرک کا حصہ ہے۔ تعجب ہے اس قوم پر جو اس طرح کے اتباع سے خوف نہیں کھاتے، بلکہ مخالف ہی کو ڈراتے ہیں۔ ان کی تردید کے لیے یہ آیت بہت ہے "اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں کر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا۔ رضوی)

(۳۲) تقویۃ الایمان صفحہ ۷:-

اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی۔ (تقویۃ الایمان ص ۵ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۳) کتاب مذکور صفحہ ۲۲:-

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۹ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۴) کتاب مذکور صفحہ ۲۹:-

کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۰ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۵) کتاب مذکور صفحہ ۲۸:-

جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے، سو اب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے، گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۰ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۶) کتاب مذکور صفحہ ۲۷:-

جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں، سو ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو، نہ ولی کو۔ نہ اپنا حال، نہ دوسرے کا۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۹ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۷) کتاب مذکور ص ۲۵:-

ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۸ مطبع مجتبائی، دہلی)

(۳۸) کتاب مذکور صفحہ ۵۷:-

(کوئی شخص کہے کہ) فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں، یا آسمان میں کتنے تارے ہیں؟ تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانیں کیوں کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص ۴۲ مطبع مجتبائی، دہلی)

(وغیرھا من الخرافات)

انہی وجوہ کی بنا پر ان کے زمانے ہی میں علمائے کرام نے ان کی تکفیر کی اور ۲۹ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ روز سہ شنبہ کو

جناب مولانا رشید الدین خان صاحب مرحوم

مولانا فضل حق صاحب (خیر آبادی)

مولوی مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین صاحب

مولوی موسیٰ صاحب بن مولانا شاہ رفیع الدین صاحب

وغیرہم نے جامع مسجد میں مجمع خاص وعام میں مولوی اسمٰعیل اور ان کے ساتھی مولوی عبدالحیٔ سے گفتگو کی۔ مولوی اسمٰعیل تو غصہ سے مغلوب ہو کر کلام نہ کر سکے اور چلے گئے، مولوی عبدالحیٔ نے کچھ کلام کیا، وہ موافق جمہور، مخالف اپنے مذہب کے مثلاً لکھ دیا کہ 'بوسہ دہندۂ قبر مشرک نیست، سوم کی فاتحہ میں اقرار کیا کہ 'اگر ثواب اس دن میں زائد نہیں جانتا اور برعایت مصلحت کرتا ہے ممنوع نہیں'۔

حضرت مولانا فضل حق صاحب عمری خیر آبادی نے ان کے روبرو ان کی تکفیر کی، اور ان کی تردید میں ایک مبسوط فتویٰ لکھا، جس کا نام **تحقیقی الفتویٰ فی ابطال الطغوی** رکھا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے مولوی اسمٰعیل کی تردید میں دس کتابیں تالیف فرمائیں:-

[۲](۱) حل خطاء الخط
[۸](۲) سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح
[۸۴](۳) الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابط
[۸۸](۴) سبحان القدوس عن تقدیس نحس منکوس
[۹۶](۵) الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء
[۱۰۵](۶) الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیہ
[۱۰۶](۷) سل السیوف الھندیہ علی کفریات بابا النجدیہ
[۲۵۹](۸) دامان باغ سبحٰن السبوح
[۲۴۰](۹) مبین الھدٰی فی نفی امکان مثل المصطفٰی
[۳۸۵](۱۰) چابک لیث براھل حدیث

[۴۷] تردید نانوتوی [۱۲]

یہ فرقہ مولوی قاسم صاحب نانوتوی کی طرف منسوب ہے۔ نانوتہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو دیوبند سے ۱۲ کوس غرب میں آباد ہے۔

مولوی فضل الرحمٰن اور مولوی ذوالفقار علی صاحب اور حاجی محمد عابد صاحب نے یہ تجویز کی کہ ایک مدرسہ دیوبند میں قائم کریں۔ مدرس کے لیے تنخواہ پندرہ روپے تجویز ہوئی۔ مولوی صاحب شروع مدرسہ میں دیوبند آئے اور پھر اس مدرسہ کے سرپرست بن بیٹھے۔

جب فتنۂ شش امثال کا اٹھا اور لوگوں نے ہر طبقۂ زمین میں آدم ونوح وغیرہ انبیائے کرام مانے بلکہ ہر طبقہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مانا تو مولوی قاسم صاحب نے بھی انہیں لوگوں میں شامل ہو کر ایک رسالہ تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس تصنیف کیا، اور اس میں اپنی ذہانت وجودت طبع کے نمونے دکھلاتے ہوئے لکھا:-

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ مگر اس میں خدا کی جانب یاوہ گوئی کا وہم ہے اس وصف میں اور قد وقامت وغیرہ اوصاف میں جن کو فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو نہ کیا۔ دوسرے رسول کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسوں کے اس قسم کے احوال جملہ ما کان محمدٌ ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ

و خاتم النبیین ○ میں کیا مناسبت تھا اس قسم کی بے ربطی خدا کے کلام میں متصور نہیں۔

(۲) کتاب مذکور ص ۳۴:-

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

انہیں جیسے کلمات کفریہ کی وجہ سے کہ ان عبارتوں میں صاف خاتم النبیین کا انکار ہے اور ہر طبقۂ زمین میں ایک رسول خاتم الانبیا ماننا ہے علماء اسلام نے نانوتوی صاحب کے کفر کا فتویٰ دیا اور ان کی تردید میں مضامین لکھے، کتابیں تصنیف فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت نے بھی ان کی تردید میں بارہ کتابیں تصنیف و تالیف کیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔

[۱۵۹] جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ

[۱۶۳] فتاویٰ الرحرمین برجف ندوۃ المین

[۱۶۴] ترجمۃ الفتویٰ وجہ ھدم البلویٰ

[۱۶۵] خلص فوائد فتوی

[۲۳۱] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

[۲۳۲] خلاصہ فوائد فتاوی

[۲۴۳] مبین احکام و تصدیقات اعلام

[۲۵۳] تمہید الایمان بآیات قرآن

[۲۶۰] المبین ختم النبیین

[۳۰۱] تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال (۱۲۹۲ھ)

[۳۰۲] جوابہائے ترکی بترکی

[۳۴۵] چابک لیث بر اہل حدیث

[۴۸] ردگنگوھی [۲۵]

گنگوہی منسوب بسوئے گنگوہ ضلع سہارنپور میں زمانہ قدیم سے مشہور قصبہ ہے۔ پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالقدوس گنگوہی صابری قدس سرہ العزیز کی وجہ سے مشہور تھا، جو خانوادہ چشتیہ صابریہ کے بہت ہی مشہور بزرگ ہیں اور اس زمانے میں اس بستی کی شہرت دیوبندیوں، وہابیوں میں مولوی رشید احمد صاحب کی وجہ سے ہے۔ مولوی صاحب ۶ / ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ یوم دوشنبہ چاشت کے وقت قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور محلہ سرائے میں خانقاہ شیخ المشائخ مولانا عبدالقدوس گنگوہی کے متصل اپنے جدی مکان میں جو درگاہ حضرت شیخ کے شرقی سمت میں تخمیناً پچیس تیس قدم کے فاصلہ پر واقع ہے، پیدا ہوئے۔ مولوی صاحب مار

باپ دونوں طرف سے شیخ زادہ انصاری ہیں۔سلسلۂ نسب پدری یہ ہے: **مولوی رشید احمد بن مولوی هدایت احمد ابن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی** ہےاور مادری نسب نامہ یہ ہے: **مولوی رشید احمد بن مسماۃ کریم النساء بنت فرید بخش بن غلام قادر بن محمد صالح بن غلام محمد الخ ۔**

انہوں نے کتاب **براهین قاطعه** جسے اپنے شاگرد مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے نام سے چھپوایا اور جس کی تقریظ میں لکھا کہ......میں نے اس کتاب کو اوّل سے آخر تک بغور تمام دیکھا......اس کے ص ۵۱ پر ہے:-

شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی،فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟جس سے تمام نصوص کی تردید کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(۲) براہین قاطعہ ص ۵۲:-

افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں شیطان یا ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔

(۳) کتاب مذکور ص ۵۱:-

اگر فضیلت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان شیطان سے افضل ہیں،تو مولف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں،تو اس کے برابر تو علم بزعم خود ثابت کرے۔

(۴) کتاب مذکور ص ۴۹:-

فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم میں کافر لکھا ہے۔

(۵) کتاب مذکور ص ۵۲:-

اگر فخر عالم علیہ السلام کو لاکھ گنا عطا فرمادے ممکن ہے مگر ثبوت ہے اس کا کہ عطا کیا ہے کس نص سے ہے۔

(۶) خود اپنے فتاوی رشیدیہ حصہ ۳ ص ۱۲ میں لکھا:-

یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب تھا،صریح شرک ہے۔

(۷) کتاب مذکور حصہ ۳ ص ۴۲:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد قطعاً مشرک کافر ہے۔

(۸) کتاب مذکور حصہ ۳ ص ۷:-

اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔

(۹) فتویٰ دستخطی ومہری

سوال:- دو شخص کذب باری میں گفتگو کرتے تھے، تیسرے نے کہا کہ میں وقوع کذب باری کا قائل ہوں۔ آیا یہ قائل مسلمان ہے یا کافر، یا بدعتی ہے یا اہل سنت، باوجود قبول کرنے وقوع کذب باری کو۔

الجواب:- اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہ چاہیے۔ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے۔ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے۔ دیکھو حنفی شافعی پر طعن نہیں کرسکتا۔ لہٰذا ایسے ثالث کو تضلیل وتفسیق سے مامون کرنا چاہیے۔

(۱۰) براہین قاطعہ ص ۴:-

امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں؟ پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے۔ امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے۔

(۱۱) تقدیس القدیر ص ۷۸:-

جواز وقوعی میں بحث ہے۔

(۱۲) کتاب مذکور ص ۷۹:-

گفتگو جواز وقوعی میں ہے نہ جواز امکانی میں۔

ص ۴۴:-

بعض جواز وقوعی کا اثبات کرتے ہیں۔

ص ۱۹:-

مراد جواز سے دو یعنی ایک جواز وقوعی جس کے وقوع سے کوئی استحالہ لازم نہ آئے۔

(۱۳) کتاب مذکور ص ۲۱:-

کذب جنس ہے اور خلف وعید ایک نوع اس کی ہے۔

اور یہ میزان منطق داں بھی جانتا ہے کہ ثبوت نوع سے ثبوت جنس لازم وواجب ہے۔ پس یہ فرمانا کہ جواز خلف وعید کے معتقد جواز کذب کے معتقد نہیں، طرفہ فقرہ ہے۔ کیا پہلے علما متکلمین کو کوئی ایسا گمان کرسکتا ہے کہ نوع کے وجود کے قائل ہو کر جنس کے عدم کے قائل نہ ہوں۔ پس ضروری ہے کہ وہ لوگ جواز کذب کے قائل ہونگے، اور یہ وہی مضمون ہے کہ ابتداء براھین قاطعہ میں ہے کہ خلف وعید میں علماء متقدمین کا اختلاف ہوا ہے اور امکان خلف کی امکان کذب فرع ہے۔ یعنی کذب جنس ہے، اور خلف وعید نوع اس کی۔

(۱۴) تقدیس القدیر ص ۲۳:-

شرط نہ ہو تب بھی خداوند کریم خلف پر قادر ہے مثلاً توبہ نہ کرے تب بھی عفو مقدور ہے۔

(۱۵) فتاویٰ گنگوہی حصہ ۳ ص ۳۱:-

خدا بندوں کو قدرت دے کر فارغ ہو گیا۔

(۱۶) کتاب مذکور حصہ ۱: ص ۵۱:-

خود آپ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو۔

(۱۷) براہین قاطعہ ص ۱۴۸:-

یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں۔ معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا، اور خود یہ حرکت قبیحہ حرام و فسق ہے۔

(۱۸) کتاب مذکور ص ۱۴۸:-

بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں، ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں۔

(۱۹) کتاب مذکور ص ۷۹ پر فاتحہ کی نسبت کہا:-

تشبیہ ہنود کا بھی اس میں (فاتحہ میں) مقرر ہے۔ کیونکہ تمام ہنود میں رسم ہے، اور ان کا یہ شعار ہے کہ طعام پر بید (وید) پڑھواتے ہیں۔ تحفۃ الهنود میں ہے کہ ہر سال جس تاریخ کو کوئی مرا اسی تاریخ کو ثواب پہنچاتے ہیں، اور اس کو ضرور جانتے ہیں اور پنڈت اس کھانے پر بید پڑھتا ہے۔ انتہی۔ پس اگر اس کو رسم ہنود کہیں بہت بجا اور حق ہے۔

(۲۰) فتاویٰ حصہ ۲ ص ۱۳:-

رحمۃ للعٰلمین صفت خاصہ رسول اللہ صلعم کی نہیں ہے۔ انبیا علما بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اگر چہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں، لہٰذا دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔

(۲۱) فتاویٰ گنگوہی ص ۸۳:-

حصہ اوّل جو یہ عقیدہ رکھے کہ خود بخود علم تھا بدون اطلاع حق تعالیٰ کے، تو اندیشہ کفر کا ہے، امام نہ بنانا چاہیے، اگر چہ کافر کہنے سے بھی زبان روکے۔

(۲۲) براہین قاطعہ ص ۱۸: میں روضہ انور پر جو ہزاروں روپے کی جھاڑ وفانوس میں اس مبارک کی روشنی کی

متعلق لکھا:۔

موجبِ ظلمت اور نارِ جہنم کی روشنی دکھانے والی ہے۔

(۲۳) کتاب مذکور ص ۲۲:۔

ایک صالح فخرِ عالم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا، آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی؟ آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا: جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا، ہم کو یہ زبان آ گئی۔

(۲۴) فتاویٰ گنگوہی حصہ ۳ ص ۱۰۱:۔

تصنیف فرمائیں۔ جن کے اسماء حسبِ ذیل ہیں:۔

[۲۵] (۱) منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین
[۲۶] (۲) ازکی الاهلال بابطال ما احدث الناس فی امر الهلال
[۲۸] (۳) سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح
[۷۸] (۴) الصافیة الموحیه لحکم جلود الاضحیه
[۸۸] (۵) سبحان القدوس عن تقدیس نجس منکوس
[۱۰۴] (۶) المنی والدرر لمن عمد منی آردر
[۱۰۸] (۷) وصاف الرجیح فی بسملة التراویح
[۱۳۵] (۸) القطوف الدانیه لمن احسن الجماعة الثانیه
[۱۳۷] (۹) الردّ الاشد البهی فی هجر الجماعة علی الکنکهی
[۱۶۸] (۱۰) انباء المصطفٰی بحال سر و اخفٰی
[۱۹۴] (۱۱) الجزء المهیا لغلمة کنهیا
[۲۰۷] (۱۲) رامی زاغیان معروف به دفع زیغ زاغ
[۲۱۶] (۱۳) اتیان الارواح لدیارهم بعد الرواح
[۲۲۱] (۱۴) اهلاك الوهابیین علی توهین قبور المسلمین
[۲۳۱] (۱۵) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین
[۲۳۲] (۱۶) خلاصه فوائد فتاوی
[۲۴۳] (۱۷) مبین احکام و تصدیقات اعلام

[۴۹] تردید تھانوی [۹]

یہ فرقہ مولوی اشرف علی تھانوی کی طرف منسوب ہے۔ وہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی کے رہنے والے تھے۔ مولوی صاحب بھی اذناب وذریات علمائے دیوبند سے ہیں۔لیکن **حفظ الایمان** نامی ایک چھوٹا سا رسالہ لکھنے کی وجہ سے آپ کی ذات بہت ہی مشہور اور ایک مستقل حیثیت کی سمجھی جانے لگی کہ ان کے اکابر نے بھی ایسی بات نہیں لکھی تھی۔

مولوی تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں لکھا ہے:-

آپ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے سے مخفی ہو، تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو من جملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے؟ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے؟ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ سے کب ہو سکتا ہے؟ اور التزام نہ کیا جائے تو نبی، غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے۔

(حفظ الایمان، ص ۸، مطبوعہ بلالی، نیم پریس، انبالہ)

حفظ الایمان کی یہ عبارت ایسی صریح اور واضح ہے کہ خود تھانوی صاحب سے اس کے متعلق سوال ہوا تو ایسے قائل کو خارج از اسلام بتایا۔لیکن یہ ان کی ڈھٹائی اور حیاداری ہے کہ وہ رسالہ چھپا ہوا ہے، چھپا ہوا نہیں ہے۔ پھر بھی صاف انکار کیا۔ بسط البنان

میں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

الجواب:- میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہ لکھا۔لکھنا درکنار، میرے قلب میں کبھی اس کا خطرہ بھی نہ گزرا۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔جو شخص ایسا اعتقاد رکھے، یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً کہے، میں اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

رسالہ امداد، صفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵ پر ایک مرید کا خواب لکھا کہ:-

خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور (تھانوی صاحب) کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں، دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں۔لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔دو تین بار جب یہی صورت ہوئی، تو حضور [تھانوی صاحب] کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے۔اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی، زمین پر گر گیا، اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہ رہی۔اتنے میں خواب سے بیدار ہوگیا۔لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا۔لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور ہی کا خیال تھا۔

بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا، تو ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے، اس واسطے کہ پھر ایسی غلطی نہ ہو جائے۔بایں خیال بندہ بیٹھ گیا، اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں، پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علیٰ سیدنا و نبینا و مولانا اشرفعلی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا۔تو دوسرے روز بیداری رقت رہی۔خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں، کہاں تک عرض کروں۔

تھانوی صاحب نے اس کا جواب لکھا:-

اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔۲۴رشوال ۱۳۳۵ھ

رسالہ الامداد، ماہ صفر ۱۳۳۵ھ میں ہے:-

ایک صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر [تھانوی] کے گھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنے والی ہیں۔انہوں نے مجھ سے کہا کہ میرا ذہن معاً اسی طرف منتقل ہوا۔(کہ اس کم سن شاگردہ و مریدہ سے شادی ہوگی) اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سن شریف پچاس سے زیادہ اور حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا بہت کم عمر تھیں۔ وہی قصہ یہاں ہے۔(ص ۱۳)

اللہ اکبر! کوئی بھنگی چمار بھی ماں کی تعبیر جورو سے نہ کرے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے تھانوی صاحب کی تردید میں نو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

[۲۲۳] (۱) الدولة المكية بالمادة الغيبيه

[۲۳۱] (۲) حسام الحرمين على منحر الكفر والمين

[۲۳۲] (۳) خلاصة فوائد فتاوى

[۲۴۳] (۴) مبين احكام و تصديقات اعلام

[۲۴۶] (۵) الفيوض الملكيه لمحب الدولة المكيه

[۲۵۳] (۶) تمهيد ايمان بآيات قرآن

[۲۸۵] (۷) فتوائے کرامات غوثیہ

[۳۳۸] (۸) ظفر الدين الجيد

[۳۴۵] (۹) چابک لیث براہل حدیث

[۵۰] تردیدِ مولوی نذیر حسین [۶]

مولوی نذیر حسین صاحب اگر چہ دہلوی سے مشہور ہیں مگر درحقیقت بہاری ہیں۔ بہار کے ضلع مونگیر کے ایک موضع بلتھوا میں ۱۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں سورج گڑھا سے ۶/۵ میل کی مسافت پر ہے۔(دیکھئے تراجم علمائے حدیث ہند ص ۱۳۳)

یہ غالی قسم کے غیر مقلد تھے۔ تقلید امام اعظم رحمة الله عليه کے سخت مخالف تھے۔ مسائل کا جواب بھی كيف يشاء دیتے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ان کی تردید میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں:

[۲۴] (۱) النذير الهائل لكل جلب جاهل

مجلس میلاد مبارک میں مولوی نذیر احمد صاحب کے ایک فتویٰ کا انہیں کے دوسرے فتوے سے تردید ہے۔

[۱۳۰] (۲) حاجز البحرين الواقى عن جمع الصلاتين ملقب به حجة الحين على نذير حسين

[۱۵۹] (۳) جزاء الله وعدوه بابائه ختم النبوة

[۳۰۱] (۴) تنبيه الجهال بالهام الباسط المتعال

[۳۰۲] (۵) جوابہائے ترکی بترکی

[۳۰۳] (۶) سيف المصطفى على اديان الافتراء

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے بعض رسائل پر تبصرہ

الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیۃ

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب مستطاب الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ کی شرح (الفیوضات الملکیہ کے نام سے) تحریر فرمایا ہے۔ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ۱۳۲۳ھ میں حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً دوسری مرتبہ حاضر ہوئے، اور مدینہ طیبہ کی حاضری اصل مقصد قرار دیا، جس کی طرف قصیدہ مبارکہ 'حضور جان نور' میں اشارہ کیا ہے۔

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے
اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

مکہ معظمہ پہنچ کر حضور کو معلوم ہوا کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی بھی آئے ہوئے ہیں اور اپنے مقصد کے مطابق کچھ فتویٰ یہاں کے علما سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جب اعلیٰ حضرت قبلہ کی تشریف آوری کی خبر انہیں معلوم ہوئی، تو بہت گھبرائے۔ سوچا کہ انہیں کے متعلق فتویٰ حاصل کیا جائے۔ انہیں کی موجودگی میں اس فتویٰ کا اثر بھی ان پر آسانی سے مرتب ہو جائے گا۔ آخر سوچتے سوچتے حضرت ابوالذکا سراج الدین مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری ارشادی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ اعلام الاذکیا فی علم الغیب للانبیاء یاد آیا کہ انہوں نے اس میں تحریر فرمایا ہے:

وصلی اللہ علی من ھو الاول و الآخر و الظاھر و الباطن و ھو بکل شیء علیم O

آیت کریمہ جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حمد میں ہے، اس کو حضرت مولانا نے اس رسالہ میں نعت شریف قرار دیا ہے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ خدا بنا دیا...... اور اس پر اعلیٰ حضرت قبلہ کی تقریظ و تصویب ہے۔ اسی بنا پر علمائے مکہ معظمہ سے استفتا کیا اور یہ بھی کہا کہ مصنف تو نہیں، مگر مقرظ رسالہ یہیں موجود ہے۔ تاکہ ایسے شخص کا جو حکم شرعی ہو اس پر جاری بھی کر دیا جائے۔

خداوند عالم بہتر سے بہتر جزائے خیر دے اور کروٹ کروٹ انوار اور جنت کی خوشبوؤں میں حضرت مولانا شیخ صالح کمال

صاحب مفتی حنفیہ کو رکھے، کہ انہوں نے فرمایا: پھر کسی دوسرے شخص سے استفتا کی ضرورت ہی کیا ہے؟ خود انہیں سے سوالات کئے جائیں، وہ جو جواب دیں، علما کی مجلس میں پیش کر کے اسے دیکھ لیا جائے۔

یہ بات ایسی معقول تھی کہ علیٰ رغم الوھابیہ سب نے تسلیم کی۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں وہ استفتا پیش ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے بے مراجعت کتاب فقط آٹھ گھنٹے میں عربی زبان میں نہایت مدلل و مفصل ایک مستقل کتاب مستطاب اس کے جواب میں تصنیف فرمایا اور اس کا تاریخی نام الدولة المکیة بالمادة الغیبتیه رکھا۔

جب وہ رسالہ علمائے کرام کے سامنے، شریف مکہ کے سامنے پڑھا گیا تو علمائے کرام متحیرانہ اس کو سن رہے تھے اور قوت دلیل پر عش عش کر رہے تھے، کہ وہابیہ کے ایک وکیل نے بیچ میں بات کاٹ کر کچھ اعتراض کرنا چاہا۔ مولانا شیخ صالح کمال صاحب نے فرمایا: پہلے پورا سن لو! ممکن ہے کہ تمہارے اس شبہ کا جواب آئندہ موجود ہو۔ پھر تضیع اوقات کا کیا فائدہ؟ چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا۔ چند ورق کے بعد بطور دفع دخل اس کا جواب مذکور تھا۔ جب پورا رسالہ پڑھا جا چکا، تو شریف مکہ نے فیصلہ کیا۔ اللہ یعطی و ھولاء یمنعون ○ یعنی اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب دیتا ہے مگر وہابی لوگ اس کو روکتے ہیں۔

جب ہندوستان، حضور اعلیٰ حضرت تشریف لائے، تو بہت ضخیم شرح اس کی تحریر فرمائی، اور اس کا نام الفیوضات الملکیه لمحب الدولة المکیة تجویز فرمایا۔ اس میں ایک بحث یہ ہے، اتساع الصفیر للکبیر الکثیر اور اس ضمن میں اعلیٰ حضرت نے بہت سے واقعات مستند کتابوں سے ثبوت میں پیش فرمائے ہیں، جن کا ترجمہ کرنا ناظرین سوانح کے لیے میں مناسب خیال کرتا ہوں۔

(۱) انسان کی آنکھوں کی پتلی کیا ہے؟ ایک سیاہ نقطہ ہے، جس میں آسمان، آفتاب، پہاڑ، دریا، میدان سب کی صورتیں ایک آن میں چھپ جاتی ہیں۔ ظاہر ہے یہ انطباع بقدر اتساع ہے۔ تو اتنے بڑے آسمان کی صورت ایک نقطہ میں بقدر نقطہ ہو گی۔ اسی پر رائی کے دانہ وغیرہ کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے ان تمام چھوٹی چھوٹی لطیف و صغیر صورتوں کا چھپنا، اور ان کا اکٹھا ہونا۔ لطف یہ کہ آنکھ والا ایک ہی آن میں آسمان، آفتاب، پہاڑ، دریا، میدان، رائی سب کو علیحدہ علیحدہ واضح طور پر تمیز کرتا ہے۔ جس میں اصلاً خفا اور پوشیدگی نہیں رہتی۔ ہر چیز اسی کے قدر و جثہ کے مطابق دیکھتا ہے۔ ان چیزوں کے ہجوم و تراکم کی وجہ نہ التباس ہوتا ہے، نہ مقدار میں کوئی فرق ہوتا ہے۔

(۲) ایک چھوٹا بیج کہ ناخنوں کے برابر بھی نہیں اس سے عظیم الشان درخت نکلتا ہے۔ اس کا دَل مثلاً سو گز ہو، اور شاخیں صد در صد گز زمین پر سایہ فگن ہیں۔ اس میں ہزاروں شاخیں ہیں، اور ہر شاخ میں ہزاروں پتے ہیں۔ جیسے املی کا بیج، اس میں یہ سب چیزیں موجود ہیں...... تو اللہ نے جس کی آنکھیں کھول دی ہیں، وہ قبل ان چیزوں کے ظہور کے اس بیج میں تمام چیزوں کو دیکھتا ہے۔ حالانکہ ظاہر میں پورے اس بیج کو بھی نہیں دیکھتا۔ بلکہ نہ اس کا نصف دیکھتا ہے، نہ ربع، بلکہ صرف پوست کا نصف سطح ظاہر دیکھتا ہے، جو اس کے سامنے ہے۔ فھل یستوی الاعمٰی والبصیر ام ھل تستوی الظلمات والنور○

(۳) علامہ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں کہ دوات کے اندر جو روشنائی ہے۔ اہل کشف اس میں تمام ان حروف والفاظ کو دیکھتے ہیں جو اس سے لکھی جائیں گی۔ تو جس وقت لکھتے لکھتے، وہ روشنائی ختم ہو جائے اور جو کچھ اس سے لکھا گیا ہے، اہل کشف کے علم سے مقابل کیا جائے، تو نہ اس سے ایک حرف زائد ہوگا، نہ ایک لفظ کم۔

(۴) الابریز فی علوم سیّدنا عبدالعزیز میں ہے کہ میں نے حضرت شیخ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب جنین ماں کے پیٹ میں قرار پکڑتا ہے، تو عارف باللہ اسی وقت اس کو اس حال میں دیکھتا ہے، جہاں وہ اپنی آخر عمر تک پہنچے گا اور جو کچھ خیر و شر اس کو پہنچے گا اور سب اسی وقت دیکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص عارف کے دیکھنے کے مطابق تمام حالات قلم بند کر کے رکھ چھوڑے، اور روزمرہ کی زندگی میں جو باتیں اس کو پیش آتی جائیں، ان سب کو اس سے مقابلہ کرتا جائے تو سرِمو ان دونوں میں تفاوت نہ ہوگا۔

(۵) صوفیہ کرام کا اجماع ہے کہ انسان تمام مخلوقات کے اوصاف کا نسخہ جامعہ ہے اور یہ عالم صغیر ہے اور جو کچھ عالم کبیر میں ہے، سب اس میں موجود ہے۔ تو جو شخص اس کے باطن میں دیکھے، اور حق معرفت کر کے پہچانے، تو اس عالم صغیر میں وہ سب کچھ پائے گا، جو عالم کبیر میں ہے۔ یعنی صفحات وجوہ پر جو کچھ مرقوم ہے۔ قال تعالیٰ: سنریھم اٰیاتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتّٰی یتبین لھم انہ الحق O

ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔ (پ ۲۵ ع ۱)

(۶) تھوڑے سے زمانہ میں بہت بڑی عظیم وکثیر خبر دکھانے کی مثال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ معراج شریف ہے کہ محض تھوڑی سے شب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ، وہاں سے سماوات اعلیٰ، وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ، وہاں سے مقام مستویٰ، وہاں سے عرش اعلیٰ، وہاں سے منقطع الجہتہ این والی تشریف لے گئے۔ پھر قریب ہوئے، اور بہت نزدیک ہوئے، دنیٰ فتدلی فکان قاب قوسین أو أدنیٰ O اور یہ ظاہر ہے کہ زمین سے آسمان دنیا کی مسافت پانچ سو سال کی راہ ہے اور اسی طرح ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک مسافت اور ضخامت ہزار برس کی راہ ہوئی۔ تو آمدورفت میں صرف آسمانوں ہی تک پہنچنے کے لیے چودہ ہزار برس چاہئے اور ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ، وہاں سے مقام مستویٰ، وہاں سے عرش اعلیٰ کی مسافت تو سوائے خداوند کسے معلوم؟

البتہ حضرت سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث مروی، جسے امام ابوربیع نے تفاء الصدور میں مرفوعاً نقل فرمایا کہ پھر میں نور میں گیا تو ستر ہزار حجاب طے کئے، جن میں کوئی ایک حجاب دوسرے کے مشابہ نہیں اور ہر حجاب میں ایک فرشتہ موکل تھا، جو دوسرے حجاب تک پہنچایا کرتا تھا۔ ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ تھی۔ اس کے بعد مجھے فرمایا گیا: تقدم یا محمد تو میں آگے بڑھا اور میرے ساتھ فرشتہ چلا۔ وہاں جا کر سبز رفرف حاضر کیا گیا اور ایک روایت

میں سات سو، ایک روایت میں اور ستر حجاب کا ذکر ہے۔تو یہ کل ستر ہزار سات سو ستر حجاب ہوئے اور ایک حجاب سے دوسرے حجاب کی مسیرۃ پانچ سو سال کی راہ ہے۔تو آسمانوں کے ہضم کے اوپر سے عرش اعلیٰ تک کی مسافت آمدورفت کی سات کروڑ سات لاکھ ستر ہزار سال کی راہ ہوئی۔

پھر یہ تشریف لے جانا محض مرورِ ذھاب و ایاب نہ تھا۔بلکہ سماوات اور جوان کے بیچ میں ہے ان کا مطالعہ ومشاہدہ اور کرسی اور جو اس میں ہے، اور عرض اور جو اس میں ہے، اور جنت اور جو کچھ اس میں ہے، اور دوزخ اور جو اس میں ہے، ان سب کا تفصیلی ملاحظہ تھا کہ جملہ حقائق ودقائق سے واقف ہوئے اور یہ سب فقط شب کے ایک تھوڑے سے حصہ میں ہوا۔

(۷) بخاری شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ایک جگہ کھڑے ہوئے، تو ابتدائے آفرینش سے تمام امور کی خبر دے دی۔اس وقت تک کہ جنتی اپنی منزلوں اور دوزخی لوگ اپنی منزلوں میں داخل ہوں گے۔جس نے یاد رکھا، اس نے یاد رکھا؟ اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی، علامہ قسطلانی، شارحین بخاری اور ملا علی قاری صاحب مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: یہ حدیث زبردست دلیل اس امر کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں جملہ مخلوقات کی تمام حالتوں کی خبر ابتدائے آفرینش سے فنا ہونے بلکہ قیامت کے دن اٹھائے جانے کے واقعات، سب بیان فرما دیئے۔تو یہ اخبار مبدأ، معاش، معاد سب کو شامل ہے اور تمام باتوں کو ایک جلسہ میں بیان فرما دینا، یہ بہت بڑا معجزہ، اور خارق عادت واقعہ ہے اور دوسری حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۸) ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔اس کتاب کے بارے میں، جو داہنے ہاتھ میں تھی، فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔اس میں تمام جنتیوں کے نام ہیں۔ان کے ماں باپ کے نام، ان کے قبیلے کے نام ہیں۔پھر اخیر میں ٹوٹل کر دیا گیا ہے۔تو نہ ایک شخص ہی اس میں زائد ہوگا، اور نہ کوئی اس سے کم ہوگا اور جو کتاب بائیں ہاتھ میں تھی، اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔اس میں جہنمیوں اور ان کے باپوں اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں اور آخر میں ٹوٹل کر دیا گیا ہے۔تو نہ ایک شخص اس میں زائد ہوگا اور نہ ایک بھی کم ہوگا۔

سرسری نظر میں یہ بات کوئی بہت بڑی اہم نہیں معلوم ہوتی۔لیکن اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اس معجزہ اور جرم واسع کثیر کا ایک تنگ ظرف میں بند کر دینے کا حال معلوم ہوگا۔گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دینا اگر ہو سکتا ہے، تو اس کی ایک مثال یہ بھی ہے۔اس لیے کہ ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک کتاب مجلد ہے، جس میں پانچ سو ورق بڑے بڑے ہیں، اور ہر صفحے میں پچاس سطریں ہیں، اور ہر سطر میں دس جنتیوں کا نام اس طرح مرقوم ہے۔ابوبکر بن قحافہ تیمی ......عمر بن الخطاب عدوی......عثمان بن عفان اموی......علی بن ابی طالب ہاشمی......طلحہ بن عبید اللہ تیمی ......زبیر بن عوام اسدی......عبدالرحمٰن بن عوف زہری......سعد

بن ابی وقاص زہری...... سعید بن زید وقاص زہری...... سعید بن زید عدوی...... ابوعبیدہ بن جراح فہری۔ تو اگر اس طرح پوری کتاب میں جنتیوں کے نام لکھے جائیں، تو اس مجلد ضخیم کبیر طویل عریض ثقیل میں فقط پانچ لاکھ آدمیوں کے نام آجائیں گے۔

اور جنتی کتنے ہیں؟ اس کا کچھ اندازہ ان حدیثوں سے ہوسکتا ہے۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں بلاحساب و کتاب جائیں گے، جو لوگ نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں، نہ فال لیتے ہیں، اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اتنا اور زائد ہے کہ ان کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔

نیز اس میں سے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

صحیحین ہی کی روایت حضرت سہیل بن سعد سے مروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار یا ستر لاکھ آدمی ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہوں گے، وہ سب ایک ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے دمکتے ہوں گے۔

امام احمد و ترمذی نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار لوگ بلاحساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور تین لپ اللہ کے لپوں سے۔ تو ان کا مجموعہ انچاس لاکھ ستر ہزار ہوتا ہے...... اور خدا کے تین لپوں میں کتنے آدمی آئیں گے؟ ان کا شمار تو خداوند عالم ہی کو معلوم ہے۔

مسند امام احمد اور حکیم ترمذی ابویعلی دیلمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ستر ہزار میری امت سے بلاحساب داخل ہوں گے، جن کے منہ چودھویں رات کے مانند ہوں گے اور ان سب کے قلوب ایک شخص کے قلب کی طرح۔ پھر میں نے اپنے رب سے زیادتی چاہی، تو اس نے زیادہ کیا کہ ہر آدمی کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔

تو یہ مجموعہ چار عرب نو کروڑ ہوگا۔ تو اگر فقط انہیں جنتیوں کے نام، جو بلاحساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے، اس طریقہ پر لکھے جائیں تو ان کے لیے آٹھ لاکھ نو ہزار مجلدات کی ضرورت ہوگی...... پھر تمام جنتیوں کے ناموں کے لیے کتنے مجلدات کی ضرورت ہوگی، اس کو کون بتا سکتا ہے؟

علامہ عبدالوہاب شعرانی کتاب مستطاب **الیواقیت والجواھر فی عقائد الاکابر** کے مبحث بتیس میں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دینی بھائی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان نیک بختوں کے متعلق اطلاع بخشی۔ جو صلب سیّدنا آدم علیہ السلام میں تھے۔ تو ان کی تعداد اس قدر ہے کہ اگر ان کو اعداد میں لکھنا چاہیں تو اکسٹھ عدد رقم اس کے لیے درکار ہوگی۔ پہلے پانچ صفر، پھر ایک کروڑ بیاسی لاکھ چھیانوے ہزار چھ سو پچاسی۔ پھر انیس صفر، پھر رقم بتیس ہزار نو

سوسرسٹھ۔ پھربیس صفر، ایک ہزار چار سو پچاسی لکھا جائے، تو جس کی شکل یہ ہوگی۔

......۱۸۲۹۶۶۸۵،.........۳۲۹۶۷،.........۱۴۸۵

اتنے آدمی کے نام اس قاعدے سے لکھے جائیں، تو اس کے لیے اتنی ضخیم مجلدات کی ضرورت ہوگی، جن کو اعداد میں اس طرح لکھ سکتے ہیں۔ پہلے چھتیس لاکھ انسٹھ ہزار تین سو سینتیس۔ پھر ۱۹ صفر پھر پینسٹھ ہزار نو سو چونتیس۔ پھر اکیس صفر پھر دو سو ستانوے لکھا جائے، جس کی شکل یہ ہوگی۔

......۳۶۵۹۳۳۷،.........۶۵۹۳۴،.........۲۹۷

اور رب العزت جل جلالہٗ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کو ایسی مجلد میں جمع فرمادیا تھا، جس کو ایک ہاتھ میں حضور اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ تعداد تو سعداء اور نیک بختوں کی ہے۔

پھر کفار اور بدبختوں کی تعداد کون بتا سکتا ہے؟ اس لیے کہ وہ باختلاف الروایات سعید سو میں ایک، یا ہزار میں ایک، یا کالے بیل کے بدن میں سیاہ بالوں میں ایک آدھ سفید بال کی مثال ہیں۔ علمائے کرام نے ان رِوایات کی تطبیق بہت دلچسپ دی ہے کہ سعید بنی آدم سے سو میں ایک ہیں اور جب ان کے ساتھ یاجوج اور ماجوج کو بھی ملا لیجیے تو ہزار میں ایک، اور اگر جنوں کو بھی شامل کرلیا جائے، تو سیاہ بیل کے بدن میں سفید بال کی مثال ہیں۔

امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آدم علیہ السلام بلائے جائیں گے، اور ان کی ذریت ان کو دکھائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا جائے گا کہ اپنی ذریت سے جہنم کا حصہ نکال دیجیے۔

عرض کریں گے: اے رب! کس قدر نکالوں؟

ارشاد ہوگا: ہر سو سے ننانوے۔

یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب ننانوے دوزخ میں بھیج دیئے گئے تو باقی کیا رہ گیا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میری امت اور امتوں میں جیسے سیاہ بیل کے بدن میں سفید بال ہے۔

علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اس میں حضرت آدم کے قول و ما بعث النار کے جواب میں ہے۔ ہزار سے نوسو ننانوے۔

اس وقت لوگوں نے کہا کہ ہم میں وہ ایک کون ہوگا؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوسو ننانوے یاجوج ماجوج سے اور ایک تم میں سے۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن ابی مرویہ، بیہقی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، جس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ جب ارشاد ہوگا:

ہر ہزار سے نوسو ننانوے جہنم میں بھیجو۔

یہ سن کر بچے غم کے مارے بوڑھے ہوجائیں گے۔

تو جب عدد سعدا جن کا بیان اوپر گزرا، نوسو ننانوے میں ضرب دیا جائے، تو اشقیا کی تعداد اس قدر ہوگی۔ جن کو اس طرح لکھا جاسکتا ہے۔ پانچ صفر اٹھارہ ارب ستائیس کروڑ تراسی لاکھ اٹھاسی ہزار تین سو پندرہ۔ پھر سولہ صفر پھر تین کروڑ انتیس لاکھ چونتیس ہزار تینتیس۔ پھر سترہ صفر پھر چودہ لاکھ تراسی ہزار پانچ سو پندرہ، جس کی شکل یہ ہوگی۔

......۱۸۲۷۸۳۸۸۳۱۵............۳۲۹۳۴۰۳۳............۱۴۸۳۵۱۵

پھر ان کے لیے کتنے مجلدات کی ضرورت ہوگی؟ اور سیاہ بیل کے بدن میں کتنے بال ہوں گے؟ اس کی تعبیر ایک سفید بال کے اندازے سے تو ممکن ہی نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سعدا کے عدد پر مطلع فرمایا، نہ کہ اشقیا کی تعداد پر۔

پھر اس کتاب کو بھی ایسی صغیر الحجم بنادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے تکلف اپنے بائیں ہاتھ میں اٹھالیا، اور لوگوں کے پاس اسی حال میں تشریف لائے کہ دونوں کتابیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں دست اقدس میں تھیں۔ تو یہ دونوں کتابیں بتیسر جرم عظیم کبیر کو ظرف تنگ اور صغیر میں کرنے کی بہترین مثال ہے۔ واللہ علیٰ کل شئ قدیر۔

(۹) امام احمد و بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام سے قرآن یعنی زبور ہلکا کردیا گیا تھا۔ تو گھوڑا کسنے کے لیے حکم دیتے تو یہ پوری زبور شریف پڑھ لیتے، قبل اس کے کہ گھوڑا کسا جائے۔

اور بعض علما نے فرمایا کہ قرآن سے مراد توریت ہے۔ اس لیے کہ زبور کل ایک سو پچاس سورہ ہیں۔ سب مواعظ اور ثنا میں، اور احکام حلال و حرام وغیرہ یہ سب توریت سے لیتے تھے۔

تو اگر توریت مراد لیا جائے تو معجزہ اور بھی بڑا ہوگا۔ اس لیے کہ معالم التنزیل میں ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ توریت شریف نازل ہوا تو ستر اونٹ کا بوجھ تھا۔ ایک پارہ ایک سال میں پڑھا جاتا تھا، اس کو صرف چار شخصوں نے یاد کیا تھا اور زبانی پڑھتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یوشع علیہ السلام، حضرت عزیز علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

(۱۰) ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں کہ اس معجزہ داؤدی کی مثال اتباع آقائے دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ظاہر ہوا۔ مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی کہ گھوڑا کس کرلایا جاتا، اور آپ ایک پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن شریف پڑھنا شروع کرتے، تو جب تک دوسرا قدم دوسرے رکاب میں رکھیں، نہایت ٹھہر ٹھہر کر، معنی مطلب سمجھ کر قرآن شریف ختم فرمایا کرتے۔

(۱۱) حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں انہیں کے متعلق دوسرا واقعہ ذکر فرمایا کہ ملتزم سے

دروازہ خانہ کعبہ تک پہنچنے میں پورا قرآن شریف ختم فرمادیا کرتے۔

(۱۲) امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے متعلق جو خبر پہنچی ہے وہ یہ کہ چار ختم دن میں فرماتے، اور چار ختم شب میں۔

(۱۳) علامہ عینی ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں، امام نووی کا کلام نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حافظ کو دیکھا کہ شب قدر کی وتر میں تین ختم قرآن کیا، ہر رکعت میں ایک ختم کیا۔

(۱۴) علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری میں علامہ نووی کا کلام نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ میں نے بیت المقدس میں ۸۶۷ھ میں حضرت ابو طاہر کو دیکھا، اور ان کے بارے میں سنا کہ وہ رات دن میں دس ختم سے زیادہ کرتے ہیں۔

(۱۵) علامہ قسطلانی ہی نے فرمایا کہ مجھ سے شیخ الاسلام برہان الدین بن ابی شریف ادام اللہ النفع بعلومہ نے ان ہی ابو طاہر کے متعلق فرمایا کہ وہ رات دن میں پندرہ ختم فرماتے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شیخ الاسلام برہان الدین نے اپنے متعلق یہ فرمایا ہو۔ جیسا کہ علامہ سیّد عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں حضرت شیخ الاسلام ہی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

(۱۶) علامہ عبدالغنی نابلسی نے فرمایا کہ ارشاد میں ہے کہ نجم اصبہانی نے ایک یمنی شخص کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا طواف ایک مرتبہ یا سات مرتبہ کرنے میں پورا قرآن پاک ختم کرلیا، اور یہ بجز مدد ربانی وفیض رحمانی ناممکن ہے۔

(۱۷) نیز علامہ نابلسی نے فرمایا کہ مجھے بعض ثقات نے خبر دی کہ ہمارے شیخ عبدالوہاب شعراوی مغرب اور عشاء کے درمیان دو ختم کرلیتے۔

(۱۸) سیدی علامہ جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس میں شیخ سعید الدین فرغانی سے ناقل کہ میں نے شیخ طلحہ بن عبداللہ بن طلحہ تستری عراقی سے ۶۶۵ھ میں سنا کہ وہ شیخ عماد الدین احمد بن شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ سے راوی کہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حج کو گیا ہوا تھا، اور میں طواف کررہا تھا کہ ایک مغربی شخص کو دیکھا کہ وہ طواف کر رہے ہیں، اور لوگ ان سے برکت حاصل کررہے ہیں۔ تو لوگوں نے ان سے میرے متعلق ذکر کیا کہ یہ شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی کے صاحب زادے ہیں۔ تو انہوں نے مجھے مرحبا کہا، اور میرے سر کو بوسہ دیا، اور میرے لیے دعائے خیر کیا۔ تو ان کی دعا کی برکتیں میں اپنے میں برابر دیکھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کی دعا کی برکت مجھے آخرت میں بھی شامل حال ہو۔ میں نے لوگوں سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ بزرگ حضرت موسیٰ سدرانی اکابر اصحاب سیدی ابو مدین مغربی رضی اللہ عنہ ہیں۔

جب میں طواف بیت اللہ سے فارغ ہوا۔ تو حضرت والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے انہیں خبر دی کہ میں نے حضرت شیخ موسیٰ سدرانی کو دیکھا اور انہوں نے میرے لیے دعا کی۔ اس سے والد ماجد صاحب بہت خوش ہوئے۔ پھر

لوگوں نے حضرت ابوموسیٰ کے اوصاف وکمالات بیان کرنا شروع کیا اور ازاں جملہ یہ بھی کہا کہ وہ رات دن میں ستر ہزار قرآن ختم فرماتے ہیں۔ تو میرے والد صاحب خاموش رہے، انکار نہ کیا۔

(۱۹) حضرت شیخ الشیوخ کے صاحب زادے شیخ عماد الدین احمد نے کہا کہ میرے والد ماجد کے اکابر خلفا میں سے ایک شخص نے کہا، اور قسم کھا کر کہا۔ کہ جو لوگ حضرت موسیٰ سدرانی کی یہ کرامت بیان کرتے ہیں، وہ سب سچے ہیں، اور ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن میرے دل میں کچھ شبہ تھا۔ حسن اتفاق کہ میں نے شیخ موسیٰ سدرانی کو ایک شب طواف کرتے ہوئے پالیا، تو میں ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے رکن اسود کو بوسہ دیا، اور ابتدائے سورہ فاتحہ سے پڑھنا شروع کیا، اور وہ طواف میں عام لوگوں کی طرح چل رہے تھے اور نہایت ہی ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے جارہے تھے، جسے میں ایک ایک حرف سمجھ رہا تھا۔ جب حجر سے کعبہ شریف تک پہنچے، جو چار قدم سے زائد نہیں، تو پورا قرآن شریف ختم کرلیا۔ جسے میں نے ایک ایک حرف کرکے سنا۔ تو والد ماجد نے اور تمام اصحاب نے اس کی تصدیق کی۔

(۲۰) امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی **میزان الشریعة الکبری** میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سیدی علی مرصفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم قرآن شریف فرمایا اور سید عبدالغنی نابلسی نے بھی **حدیقہ ندیہ** میں تحریر فرمایا کہ انہوں نے اپنے ایام سلوک میں تین لاکھ ساٹھ ہزار قرآن ختم فرمایا، ہر درجہ میں ہزار ختم۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ بلکہ ہر درجہ میں ہزار ختم سے زائد ہوا۔ اس لیے پانچوں نمازوں کے اوقات کا استثنا تو ضروری ہے۔

(۲۱) علامہ جامی قدس سرہ السامی حضرت شیخ عماد الدین سے تتمہ روایت مذکور میں ناقل کہ لوگوں نے والد ماجد سے اس کو پوچھا کہ کس طرح اس قدر ختم قرآن فرماتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بسط زمان ہے، جو اولیا اللہ کے لیے ہوتا ہے۔ یعنی تھوڑا سا وقت ان کے لیے بہت پھیلا دیا جاتا ہے، جس میں بہت سا کام کرسکیں۔

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی تصدیق کے لیے بیان فرمایا کہ شیخ الشیوخ ابن سکینہ رضی اللہ عنہ کا ایک سنار مرید تھا۔ اس کے متعلق یہ خدمت تھی کہ ہر جمعہ کو صوفیا کی جانمازیں مسجد میں لے جا کر بچھا دیا کریں، اور جب نماز جمعہ ہوجایا کرے تو انہیں لے جا کر خانقاہ میں رکھ دیں۔ کسی ایک جمعہ میں انہوں نے سب جانمازوں کو جمع کیا، اور باندھا کہ جامع مسجد لے جائیں، اور ارادہ کیا کہ دجلہ پر پہنچ کر غسل کرلیں۔ چنانچہ گئے اور دجلہ پہنچ کر کپڑا اتارا، اور نہانے کے لیے دجلہ میں گھسے، اور غوطہ لگایا۔ جب سر اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دجلہ نہیں ہے، بلکہ یہ بالکل دوسری جگہ ہے۔ لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ مصر ہے۔ تو انہیں بہت تعجب ہوا۔ آخر پانی سے نکلے اور مصر شہر میں داخل ہوئے۔ جاتے جاتے ایک سنار کی دکان کے اوپر جا کر رکے، اور ان کے پاس وہی ایک کپڑا تھا، جس کو پہن کر نہانے کے لیے پانی میں گھسے

تھے۔ جب اس دکان پر پہنچے، تو دکان دار نے فراست سے سمجھا کہ یہ بھی سنار ہے اور کچھ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اچھا کاریگر ہے۔ اس کی آؤ بھگت کی، اور اپنے گھر لے گیا، اور اپنی لڑکی سے اس کا نکاح کر دیا۔ سات سال تک یہ شخص وہاں رہا۔ اس درمیان میں تین لڑکے ہوئے۔

ایک دن اتفاقاً نہانے کے لیے کسی تالاب پر گئے۔ کپڑے اتار کر ایک کپڑا باندھ کر پانی میں گھسے، اور غوطہ لگایا۔ اب جو سر اٹھاتے ہیں تو اپنے کو دجلہ میں پاتے ہیں۔ اسی جگہ جہاں سات سال قبل نہا رہے تھے، اور دیکھا کہ کپڑے سب اسی طرح ساحل پر رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو پہنا، اور خانقاہ آئے تو دیکھتے ہیں کہ جانمازیں اسی طرح رکھی ہوئی ہیں۔ تو بعض دوستوں نے کہا جلدی کیجیے۔ لوگ جامع مسجد جا چکے۔ یہ جانمازوں کو لے کر جامع مسجد پہنچے۔ انہیں بچھایا، اور نماز پڑھی۔ پھر جانمازوں کو لے کر خانقاہ پہنچے، پھر مکان آئے، تو ان کی بیوی نے کہا کہ آپ کے دوست احباب کہاں ہیں، جن کی دعوت کی ہے؟ اور مچھلی تلنے کو کہا تھا، وہ تیار ہے۔ چنانچہ وہ لوگ حسب قرارداد آئے، اور مچھلی کھائی۔ پھر اپنے پیر و مرشد حضرت ابن سکینہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا، اور مصر میں سات سال رہنے اور تین اولاد ہونے کا ذکر کیا۔ تو شیخ نے حکم دیا کہ جاؤ، اور اپنی بیوی بچوں کو لے آؤ۔ یہ مصر گئے، اور ان سب کو لے آئے۔

جب شیخ نے دیکھا کہ جو کچھ کہہ رہا ہے، سچ ہے۔ تو پوچھا کیا تمہارے دل میں کچھ وسوسہ ہوا تھا؟ اس پر کہا کہ ہاں! میرے دل میں اس آیت کریمہ کے متعلق خلجان تھا۔ **فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ** O تو شیخ ابن سکینہ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ تمہارے اشکال کو دفع کیا، اور تمہارے ایمان کو صحیح رکھا۔ بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، اپنے بندوں سے جس کے لیے چاہے گا زمانہ وسیع کر دے گا اور جس شخص کے لیے چاہے گا، تنگ کر دے گا۔ تو بہت بڑی مدت اس کے لیے چھوٹی کر دے گا۔ [illegible] (۱۹)

(۲۲) علامہ جامی قدس سرہ السامی نے ذکر کیا کہ اسی کے قریب وہ واقعہ ہے جسے حضرت محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتوحات مکیہ میں ذکر فرمایا کہ جوہری اپنے گھر سے آٹا خمیر کیا ہوا لیا، اور نانبائی کے یہاں پکوانے کو لے گیا اور وہ جنبی تھا، تو دریائے نیل کے کنارے نہانے گیا، دریا میں گھسا اور غوطہ لگایا تو اپنے نفس سے غائب ہو گیا یعنی جس طرح انسان خواب میں دیکھتا ہے [illegible] بغداد میں ہے [illegible] اس نے وہاں شادی کی اور چھ سال اس بیوی کے ساتھ رہا، اور اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ پھر اپنے نفس کی طرف پلٹا تو گھر آیا اور اس واقعہ کو اپنی حقیقی بیوی سے بیان کیا۔ جب کئی مہینے اس پر گزر گئے تو اس کی دوسری بیوی بغداد سے آ گئی، اولاد اس کے ساتھ تھی، اس جوہری کا مکان پوچھ رہی تھی۔ جب اس کے مکان پر آئی اور اس شخص سے ملاقات ہوئی تو دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا، اور اولاد نے بھی باپ کو پہچانا۔ اس بیوی نے اس عورت سے پوچھا کہ کتنے دن تم نے شادی کو ہوئے؟ اس نے کہا کہ چھ سال [illegible]

(۲۳) کتاب مستطاب سبع سنابل شریف حضرت میر سیّد عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی میں حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی سے منقول ہے کہ ایک شب مجھ کو مجھ سے لے لیا گیا، تو مجھ پر بہت بڑے لمبے واردات وارد ہوئے۔ پھر جس وقت میں آپے میں لوٹایا گیا، تو میرے وضو کا پانی بھی خشک نہ ہوا تھا۔

(۲۴) سبع سنابل شریف ہی میں دوسرا واقعہ انہیں سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ میرے مریدوں میں سے ایک شخص ہے کہ ایک گھنٹہ میں سو مرتبہ قرآن شریف پڑھتا ہے، جس کا ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ اور ممتاز ہوتا ہے۔

(۲۵) اسی میں تیسرا واقعہ حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے مرید کا ہے کہ وہ دجلہ غسل کرنے کے لیے گئے۔ کپڑا اتارا، پانی میں گھسے، غوطہ لگایا۔ جب سر اٹھایا، تو اپنے کو ہندوستان میں پایا۔ وہاں شادی کی، اور کئی سال رہے۔ اولاد پیدا ہوئی۔ پھر کسی دن وہاں ایک پانی میں غوطہ لگایا، تو اپنے آپ کو دجلہ میں پایا، کپڑے ویسے ہی رکھے ہوئے تھے۔ کپڑے پہن کر خانقاہ آئے، اور پیر بھائیوں کو دیکھا کہ وہ سب اسی نماز کے لیے وضو کر رہے ہیں۔

جب یہ واقعہ سیّد الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ سے بیان کیا، تو انہوں نے ایک آدمی ہندوستان بھیجا، اور اس کے اہل و عیال کو وہیں بلا لیا۔

(۲۶) اسی مبارک کتاب میں سلطان ہند ہمایوں بادشاہ کے عہد کا ایک واقعہ عجیب دلچسپ ذکر کیا کہ شہر شمس آباد میں ایک سیمیاوی، علم سیمیا کا ماہر تھا۔ لوگوں کو عجائبات دکھایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک شیخ احمد فرلی اور شیخ احمد معروف بہ استاذ، جو اکابر علما سے تھے۔ اس کے یہاں تشریف لے گئے، اور خواہش ظاہر کی کہ ہم دونوں کو عجائبات دکھاؤ۔ اس نے ان دونوں کو بٹھایا، اور گھاس کا ایک جھونپڑا بنایا، اور اس جھونپڑی کو مکان کے ایک گوشہ میں کھڑا کر دیا، اور علامہ احمد فرلی سے کہا کہ آپ اس کے اندر تشریف لے جائیں۔ انہوں نے جیسے ہی اس جھونپڑے میں قدم رکھا، ان کے ذہن سے یہ بات جاتی رہی کہ ہم دونوں یہاں عجائبات دیکھنے آئے ہیں اور ان کے دل میں یہ بات آئی کہ ہم اپنے گھر سے گجرات جا رہے ہیں۔ مراحل اور منازل قطع کر کے بعد مدت گجرات پہنچے۔ وہاں ایک باغ دیکھا اس میں سے کچھ پھل توڑے۔ دیکھا کہ مالی شور مچا رہا ہے، اور کہہ رہا ہے۔ یہ سلطانی باغ ہے، اس میں سے آپ نے کس طرح بے اجازت پھل توڑا؟ پھر ان کو پکڑ کر بادشاہ کے حضور پیش کیا، اور شکایت کی۔

جب سلطان ہمایوں نے شیخ احمد فرلی کو دیکھا، تو فراست سے سمجھا کہ یہ معززین سے ہیں۔ مالی کو بہت ڈانٹا، اور شیخ احمد فرلی سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں، کہاں مکان ہے، کہاں جا رہے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا۔ سلطان ہند! میرا نام احمد فرلی ہے، مکان شہر قنوج ہے۔ یہاں اس لیے حاضر ہوا کہ سرکار میں کوئی نوکری مل جائے۔

ہمایوں بادشاہ نے کہا: مرحبا! میں نے اسے منظور کیا، دو گھوڑے دیے، ایک مکان، اور کھانے پینے کا سب سامان دیا۔ شیخ احمد فرلی وہاں رہنے لگے، وہیں شادی کی، اولادیں پیدا ہوئیں۔ بادشاہ کے پاس رہنے لگے۔ جب سلطان شکار کو گیا، ساتھ لیے

جاتا، تو ان کو اپنے ساتھ لے جاتا۔ یہاں تک کہ پچاس سال ان کو بادشاہ کی خدمت میں رہتے ہوئے ہو گئے، اور بڑے بوڑھے ہو گئے۔ اتفاقاً انہوں نے ایک جھونپڑا دیکھا، اس میں گھسے، اور چند قدم چلے۔ اس جھونپڑے سے نکلے تو شیخ احمد عرف استاذ کو دیکھا۔ ان سے معانقہ کیا، اور پوچھا آپ گجرات کب تشریف لائے؟ استاذ نے کہا: آپ کیا کہتے ہیں، یہاں گجرات کہاں؟ یہ تو شمس آباد ہے۔ ہم دونوں سیمیاوی کے گھر آئے ہیں، اور ابھی آپ اس جھونپڑی میں داخل ہو کر نکلے ہیں۔ اس وقت شیخ احمد فرلی کو آنا، اور اس سے عجائبات کا سوال کرنا سب یاد آ گیا۔ پھر اپنے آپ کو دیکھا تو ابھی نو جوان ہیں۔ شیخ احمد استاذ سے تمام وہ واقعہ بیان کیا، اور عمر بھر اس سے تعجب کرتے رہے۔

(۲۷) ابریز شریف میں ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا۔ جو دریا میں اترا، تھوڑی دیر کے بعد نکلا۔ تو اس کے ساتھی نے کہا: بہت دیر کیا، یہاں تک کہ مجھے فوت ہو جانے کا خوف ہوا۔ اس نے کہا کہ میں مصر سے آیا ہوں، اور مصر میں اتنے اتنے مہینہ رہا، وہاں شادی کی، میرے بچے وہاں ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ کیوں کر ممکن ہے؟ جو وقت دونوں پر گزرا، وہ فقط ایک گھنٹہ ہے۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ہی وقت ایک شخص کے لیے ایک گھنٹہ ہو، اور دوسرے کے لیے کئی مہینے ہوں؟ اس لیے کہ آفتاب جس سے گھنٹہ اور مہینہ ہوتا ہے، دونوں کا ایک ہی ہے اور یہ مشکل ترین بات ہے، جو مجھے کرامات اولیا سے پہنچی ہے۔ اس لیے کہ طی زمان طے مکان کی طرح نہیں ہے۔ اس لیے کہ طی زمان میں وہ محذور ہے، جو طی مکان میں نہیں۔ حالانکہ حکایت مذکورہ متعدد شخصوں نے ذکر کیا ہے۔

اس کے جواب میں حضرت شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بات سے عاجز نہیں۔ اللہ قادر ہے کہ صاحب حکایت کے لیے ایک زمانہ بنا دے، اور دوسرے لوگوں کے لیے دوسرا زمانہ کرے۔ تو اس قسم کے واقعات کا ہونا کچھ بعید نہیں۔

پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں نے اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب بات دیکھی۔ میں نے چاشت کے وقت ایک شخص کو دیکھا کہ اس وقت تک اس کی شادی نہیں ہوئی تھی اور جب میں ظہر کے وقت وہاں پہنچا، تو دیکھا کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا، اور اس کا بیٹا اس کی صف میں اس کی جگہ بیٹھا ہوا ہے، اور لڑکا بالغ ہے۔ تو چاشت کے وقت اس کے باپ کی شادی نہیں ہوئی تھی، اس کے بعد شادی کی، لڑکا پیدا ہوا، بالغ ہوا، اور یہ سب ظہر کے قبل قبل ہو گیا۔ تو میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ جن تھا یا انسان؟ فرمایا: نہ جن نہ انسان۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے عالم غیر متناہی ہیں۔ وما یعلم جنود ربك الاھو O

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو الگ واقعہ نہیں لکھا۔ اس لیے کہ مدت حمل و بلوغ اختلاف جنس کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حیوانات میں مشاہدہ ہے۔ تو جب وہ دوسری جنس ہیں، تو معلوم نہیں کہ ان کے حمل و بلوغ کا زمانہ کیا معتاد ہے؟ ممکن ہے حمل، ولادت، بلوغ، ان کے یہاں سب ایک ساتھ ہو۔ جیسا کہ احادیث میں جنیوں کے حق میں وارد ہے۔ واللہ اعلم

(۲۸) مصنف ابریز فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نے فرمایا: میری والدہ کے انتقال کے بعد گیارہ سال تک عجیب وغریب واقعات کا ظہور رہا۔ ایک سال ایسا ہوا کہ جو باتیں میرے ساتھ ہونے والی ہیں، اپنے موت تک، ان سب باتوں کو میں نے دیکھ لیا۔ تو جن مشائخ کرام سے ملاقات کرنا ہے، ان سب کو دیکھا۔ جس عورت سے شادی ہونا تھی، اس کو دیکھا۔ اتنی مدت گزری کہ میرا لڑکا عمر پیدا ہوا، اور میں نے ساتویں دن اس کے عقیقہ کے لیے جانور ذبح کیا۔ پھر اس کے بعد جو باتیں ہونے والی ہیں، سب کچھ دیکھا۔ یہاں تک کہ میری لڑکی فاطمہ پیدا ہوئی اور جو کچھ فتوحات اس کی ولادت کے بعد ہونے والی ہیں۔ میں نے ان سب کو دیکھا اور وہ تمام باتیں جو ہونے والی ہیں، سب کو میں نے دیکھا۔ ایک بات بھی پوشیدہ اور غائب نہ رہی۔ اسی طرح وہ سب کچھ جو میری عمر بھر میں ہونا ہے، ان سب کو میں نے دیکھا اور یہ سب ایک مختصر ساعت میں ہوا اور میں سویا ہوا نہ تھا کہ کہا جائے کہ یہ خواب کی باتیں ہیں۔

(۲۹) حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی کتاب **الیواقیت والجواھر** میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو ایک مہینہ سے کم میں تالیف کیا اور اس کے لیے **فتوحات مکیہ** اس کے مباحث کی تعداد میں دیکھا۔ یعنی ہر مبحث کے لیے کتاب شروع سے اخیر تک مطالعہ کرتا تھا، تاکہ اس باب کے مناسب مضمون وعبارت نقل کرسکوں، اور لوگوں نے اسے میری کرامت میں شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ فتوحات شریف کی دس جلدیں ضخیم موٹی موٹی ہیں اور میں ہر روز ڈھائی مرتبہ کتاب مذکور دیکھا کرتا تھا، تو اس حساب سے میں روزانہ پچیس جلدیں دیکھتا تھا۔

میں نے کرامت کی بحث میں بیان کیا ہے کہ صاحب کرامت پر یہی واجب ہے کہ اپنی کرامت پر ایمان لائے، جس طرح اس پر ضروری ہے کہ جب کوئی کرامت کسی غیر کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اس کی تصدیق کرے۔ اس لیے اس کرامت پر سب سے پہلے میں ایمان لاتا ہوں۔ **والحمد للہ اولاً و آخراً۔**

(۷) نفی الفی عمن بنورہٖ اضاء کل شیء [۱]

پروپیگنڈا کی تعریف یورپ والے یہ کرتے ہیں کہ ''آدمی غلط بات کو اس طرح اور اس قدر کثرت سے بیان کرے کہ خود بیان کرنے والا اور جاننے والوں کو بھی اس کی صداقت کا یقین ہوجائے۔''

چنانچہ مشہور ہے کہ ایک رئیس نے ایک گھوڑا بہت ہی قیمت کا خریدا، جو نہایت ہی حسین اور خوبصورت ہاتھ پاؤں کا بہت اچھا تھا۔ لیکن ایک خاص عیب اس میں یہ تھا کہ جہاں گاڑی میں جوتا گیا، بیٹھ گیا۔ دوقدم چلنے کا نام نہ لیتا۔ ہزار ہا تر کیبیں کیں، مگر کسی طرح وہ صحیح نہ ہوا۔ آخر بدرجہ مجبوری اس نے ایک سوار کو بلا کر کہا کہ ''میں چاہتا ہوں کہ اس گھوڑے کو علیحدہ کردوں، اس میں یہ نقص ہے۔ تم بڑے بڑے لوگوں میں اس کی تعریفیں کرو کہ کوئی خریدار ٹھہر جائے'' اس نے کہا کہ مجھے کیا ملے گا؟ رئیس صاحب نے کہا کہ ''تمہیں دوسو روپیہ انعام دوں گا۔''

چنانچہ اس شخص نے اس کا پروپیگنڈا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ایک دن متعدد روسا اس کو دیکھنے، اور خریدنے کے لیے آ

گئے۔ دیکھنے میں تو ماشاء اللہ چشم بددور، ایک ہی تھا۔ دیکھنے کے ساتھ لوگ ہزار جان سے عاشق ہو گئے، اور ہر ایک نے خریداری کی ٹھان لی کہ جو کچھ بھی قیمت دینی پڑے، مگر ایسے گھوڑے کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ اس پر سونے پر سہاگہ اس سوار دلال کی لچھے دار تقریر ہوئی، ایسے ایسے فضائل وصفات گھوڑے کے بیان کئے، کہ ہر شخص یہی سمجھنے لگا کہ میری خوش قسمتی ہے کہ ایسا گھوڑا مجھے مل جائے۔

جس وقت وہ لچھے دار، زوردار تقریر محاسن وکمالات کے کر رہا تھا، وہ رئیس صاحب بھی اس مجمع میں بیٹھے ہوئے سن رہے تھے۔ سنتے سنتے اس قدر متاثر ہوئے کہ اس دلال کو بلا کر چپکے سے کہا "میں ایسے گھوڑے کو بیچنا نہیں چاہتا، تم کسی ڈھب سے ان سب کو رخصت کر دو۔"

اس نے کہا کہ "جناب والا! اگر گھوڑا بک جائے گا، تو مجھے دوسو روپئے ملیں گے۔ آپ نہیں بیچیں گے تو میں اتنے دنوں سے جو کدوکاوش کر رہا ہوں، مجھے کیا فائدہ؟" رئیس صاحب نے بکمال مسرت فرمایا کہ "دوسو روپئے میں اپنے پاس سے تم کو دیتا ہوں، لو۔ یہ کہا اور دوسو روپئے دلال کے حوالے کیے۔

چنانچہ اس شخص نے بأحسن وجوہ سب کو ٹال دیا اور ہر شخص سے یہ خواہش ظاہر کیا کہ رئیس صاحب کی خواہش ہے کہ یہ گھوڑا آپ کو دیں، مگر اس وقت اور حضرات بھی ہیں، ان کی دل شکنی ہوگی۔ بہتر ہے کہ کل تنہا آپ تشریف لے آئیں، اور اس کے متعلق بات چیت طے کر لیں۔

جب وہ دلال اور وہ لوگ چلے گئے، تو رئیس صاحب جو گھوڑے کی تعریف سن کر سب سے زیادہ گرویدہ اور عاشق وشیدا ہو چکے تھے، گھوڑے کو گاڑی میں جوتوایا اور جیسے ہی سوار ہوئے کہ وہ گھوڑا حسب عادت بیٹھ گیا۔ رئیس صاحب بہت پریشان ہوئے کہ اس دلال نے اس گھوڑے کی ایسی تعریف کی کہ اگر چاہے تو ران سواری کے لیے بھی مناسب ہے، اور چاہے تو گاڑی پینیڈ وفض میں جوتیئے، اتنا عمدہ چلتا ہے کہ آپ عش عش کر جائیں گے اور یہ تو حسب عادت بیٹھ گیا۔

فوراً اس دلال کو بلوایا، اور اس سے شکایت کی۔ اس نے جواب دیا کہ اگر میں ایسی تعریفیں نہ کرتا، تو وہ سب لوگ اس درجہ گرویدہ کیونکر ہوتے۔ اگر میں اصل حال کہہ دیتا، تو کس کو کتے نے کاٹا ہے کہ اپنا روپیہ پھینکتا۔ الغرض وہ رئیس صاحب اپنی حماقت پر سخت نادم ہوئے، اور خاموش ہو گئے۔

یہ پروپیگنڈا انگریزوں سے بنگالیوں نے سیکھا، ان سے عام ہنود نے، ان سے کانگریسی مسلمانوں، اور ان سے دیوبندی مولویوں نے۔ یہ لوگ اگرچہ تلمیذ التلامذہ ہیں۔ مگر اس قدر ترقی کیا کہ استاذ الاساتذہ ہو گئے۔ ان لوگوں کا پروپیگنڈا تو دنیوی امور، سیاسی باتوں میں ہوا کرتا تھا، یہ لوگ دینی باتوں میں پروپیگنڈا کرنے سے نہ چوکے۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی جس علم وفضل کے آدمی ہیں، دنیا واقف ہے اور ان کی تصنیفات خصوصاً فتاوی رشیدیہ ان کی کمیت معلومات وکیفیت محصولات پر روشن دلیل ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کے ذکر میں بعض بعض فتاویٰ اور

تحریرات گنگوہی صاحب کی موازنہ کے لیےنقل کی جائیں گی، ان سے واضح ہوگا۔لیکن مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے تذکرۃ الرشید حصہ اوّل ص ۳۴، ۳۵ پر آپ کے علم وفضل کا جو پروپیگنڈا کیا ہے، انہیں کے لفظوں میں ملاحظہ ہو۔

معقول کے ہرفن میں پوری دست گاہ پاکر لاثانی، اورمنقول کے ہرعلم میں کامل رسوخ حاصل فرما کر بےنظیر عالم بنے......

خلاصہ یہ ہے کہ صحاح ستہ کے علاوہ معقول میں منطق وفلسفہ ادب وہئیت وریاضی اورمنقول میں تفسیر واصول وفقہ ومعانی وغیرہا کی اکثر کتابیں آپ نے مولانا الشیخ مملوک العلی صاحب سے پڑھیں، اور صحاح ستہ قریب قریب کل حرفاً حرفاً حضرت عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ دہلی میں بزمانۂ طالب علم جتنا بھی آپ کو قیام کرنا پڑا، اس کی مدت کو دیکھئے کہ بمشکل چار سال ہوتی ہے، اور اس مبلغ علم واستعداد کو ملاحظہ فرمائیے، جس کا مخالفین کو بھی اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں۔ دونوں پر نظر ڈال کر بہت ہی تعجب ہوتا ہے کہ اتنے تھوڑے ایام میں یہ سمندر کیونکر پلایا گیا۔

یہ پروپیگنڈا تو دوسروں کے دلوں میں گنگوہی صاحب کا علمی وقار جمانے کو کیا گیا تھا۔ مگر کمال پروپیگنڈا بھی یہ ہے کہ خود بھی اس کو حق سمجھنے لگے۔ چنانچہ تذکرۃ الرشید کے اسی حصہ میں آپ نے شبہات وشکوک قرآنیہ وحدیثیہ وفقیہہ کے جوابات اور پچاس فتویٰ بھی نمونۃً درج کیا ہے اور ان کی دیکھا دیکھی اوروں نے بھی۔ اس ''لاثانی معقولی اور بےنظیر منقولی'' کے فتاویٰ تین حصوں میں شائع کیا ہے۔ مجھے بھی ایک مرتبہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل کے مطالعہ کا موقع ملا۔ جیسے ہی ورق لوٹا ہے ص ۷۱ پر ایک استفتا مع جواب نظر پڑا۔ جوافادہ ناظرین کے لیے درج کیا جاتا ہے:-

سوال:- سایہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑتا تھا یا نہیں اور جو ترمذی نے نوادرالاصول میں عبدالملک بن عبداللہ بن وحید سے انہوں نے ذکوان سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا، سند اس حدیث کی صحیح ہے، یا ضعیف، یا موضوع، ارقام فرمائیں

الجواب:- یہ روایت صحاح کتب میں نہیں اور نوادر کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے؟ نوادرالاصول حکیم ترمذی کی ہے، نہ ابوعیسیٰ ترمذی کی۔ **فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مجھے اس جواب کو دیکھ کر جس درجہ حیرت ہوتی ہے، اس سے زیادہ ذہاب علم وقلت علما پر حسرت ہوتی ہے۔

ع: آدمیاں گم شدند ملک خدا خرگرفت

کا نقشہ نظر آتا ہے۔ سوال وجواب کے موازنہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مجیب صاحب سے علم میں سوا تو سائل ہی معلوم ہوتا ہے۔

اولاً:- اس کو معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

ثانیاً:- وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ دعویٰ بےدلیل نہیں، بلکہ احادیث سے ثابت ہے۔

ثالثاً:- وہ حدیث ذکوان سے مروی ہے۔

رابعاً:- اس حدیث کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے۔
خامساً:- جس کتاب میں روایت کیا، اس کا نام نوادر الاصول ہے۔
سادساً:- سائل کو یہ بھی معلوم ہے کہ حدیث بلاغ یا تعلیقات سے نہیں ہے بلکہ مسند ہے۔ محدث نے مع اسناد کے ذکر کیا ہے۔
وہ فقط اتنی بات دریافت کرتا ہے کہ اس کی سند کیسی ہے؟
لیکن مجیب صاحب نے اور وہ بھی کیسے مجیب؟ معقول میں لاثانی، منقول میں بے نظیر۔ جن کے مبلغ علم اور استعداد کے نہ صرف تلامذہ و موافقین ہی قائل ہیں، بلکہ چشم بد دور مخالفین بھی معترف ہیں اور اعتراف کریں نہیں تو کیا کریں؟ کہ اس کے سوا چارہ ہی نہیں۔ ان کی قابلیت میں، لاثانی استعداد میں، بے نظیر ہونا، تو گویا آفتاب سے بھی اظہر وأبین ہے۔ تو اس کا انکار آفتاب نصب النہار بے سحاب کا انکار کرنا ہے۔ جواب میں تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔
اول: یہ روایت صحاح کتب میں نہیں۔
بجا و درست علی الراس والعین۔ لیکن سائل نے کب اس کا دعویٰ کیا تھا، یا اس کو پوچھا تھا کہ روایت صحاح کتب میں ہے یا نہیں، یا کب اس کے متعلق سوال کیا تھا؟
دوم: نوادر کا حال بندہ کو معلوم نہیں۔
واقعی لاثانی معقولی، بے نظیر منقولی کی شان یہی ہونی بھی چاہیے۔ اگر اس نے نوادر کو بھی جان لیا، تو لاثانی اور بے نظیر کیا ہوئی؟ یہ تو عام علما بھی جانتے ہیں۔
سوم: نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے، نہ ابو عیسیٰ ترمذی کی۔
دریں چہ شک۔ لیکن اس افادۂ عالیہ کا فائدہ کیا؟ کب سائل نے لکھا تھا کہ ابو عیسیٰ ترمذی صاحب سنن ترمذی و کتاب العدل وغیرہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، جو اس گہرافشانی کی ضرورت پڑی۔ اس جواب سے جو الجھن طالب تحقیق کو ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔ کیا گول جواب ہے کہ نہ مسئلہ ہی کی تحقیق ہو سکتی ہے، نہ روایت ہی کی توثیق۔
حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مأۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا رسالہ مبارکہ نفی الفی عمن بنورہ اضاء کل شیئ مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا، جس میں اس مسئلہ کی بروجہ کمال تحقیق فرمائی ہے۔ جزاہ المولیٰ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء ۔
یہ رسالہ ۱۲۹۶ھ کی تصنیف ہے۔ جس کی تصنیف کو اکہتر سال ہو چکے ہیں۔ یہ رسالہ بار دوم رضوی پریس بریلی میں بفرمائش جناب مولوی تقدس علی خان صاحب قادری رضوی بریلوی باہتمام جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب قادری رضوی نبیرۂ اعلیٰ حضرت، چھ ورق یعنی ۱۲ صفحے پر چھپا ہے۔ پہلا صفحہ ٹائٹل پیج ہے اور دوسرے صفحہ سے رسالہ شروع ہوا

ہے۔ابتدا میں ایک خطبۂ بدیعہ ہے۔جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده و نصلي على رسوله الكريم الحمد لله الذي خلق قبل الاشياء نور نبينا من نوره ۔ وفتق الانوار جميعا من لمعات ظهوره ۔ فهو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نور الانوار ۔ وممد جميع الشموس والاقمار ۔ سماه ربه في كتاب الكريم نورا وسراجا منيرا فلولا انارته لما استنارت شمس ۔ ولا تبين يوم من امس ۔ ولا تعين وقت للخمس ۔ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و على المستنيرين بنوره المحفوظين عن الطمس ۔ جعلنا الله تعالىٰ منهم في الدنيا و يوم لا يسمع الا همس ۔

اس خطبۂ بلیغہ کے بعد ایک سطر کا سوال ہے۔

کیا فرماتے ہیں علما اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ تھا یا نہیں؟ بینوا توجروا

اس کا جواب اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا:-

بے شک اس مہر سپہر اصطفا، ماہ منیر اجتبا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث واقوال علمائے کرام سے ثابت، اور اکابر ائمہ، اجلۂ فاضلین ومقتدان کاملین کہ آج کل کے مدعیان خام کار کوان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں۔ خلفاً عن سلف دائماً اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے اور مفتی عقل وقاضی نقل نے باہم اتفاق کر کے اس کی تاسیس تشید کی۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے حسب ذیل سولہ اکابر علما کا نام تحریر فرمایا، جنہوں نے اپنی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ نہ ہونے کی تصریح فرمائی:-

[۱] حافظ زرین محدث

[۲] علامہ ابن سبع صاحب شفاء الصدور

[۳] امام علامہ قاضی عیاض صاحب کتاب الشفافي تعريف حقوق المصطفىٰ

[۴] امام عارف باللہ سیدی جلال الملۃ والدین محمد بلخی رومی قدس سرہ

[۵] علامہ حسین بن محمد دیار بکری

[۶] صاحب سیرت شامی

[۷] مصنف سیرت حلبی

[۸] امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی

[۹] امام شمس الدین ابو الفرج ابن جوزی محدث صاحب الوفاء

[۱۰] علامہ شہاب الدین خفاجی صاحب نسیم الریاض
[۱۱] امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحبِ مواہب اللدنیہ و منح محمدیہ
[۱۲] فاضل اجل محمد زرقانی مالکی شارحِ مواہب اللدنیہ
[۱۳] شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی
[۱۴] جناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی
[۱۵] بحرالعلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی
[۱۶] شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی وغیرہم
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اس کے بعد ان کتابوں کی عبارتیں تحریر فرمائیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی تصریح ہے۔ مثلاً حکیم ترمذی کی روایت ذکوان سے...... حافظ علامہ ابن جوزی محدث اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے...... امام جلال الملۃ والدین سیوطی کی کتاب خصائص کبری و الموذج اللبیب فی خصائص الحبیب...... علامہ شہاب والدین خفاجی کی کتاب نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض...... حضرت مولوی معنوی قدس سرہ کی ''مثنوی شریف'' دفتر پنجم...... مولانا بحرالعلوم کی ''شرح مثنوی'' شریف...... علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی کی مواہب لدنیہ و منح محمدیہ...... علامہ شامی کی سیرت...... علامہ حلبی کی سیرت...... علامہ زرقانی کی شرح مواہب لدنیہ...... علامہ حسین بن محمد دیار بکری کی کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ علیہ وسلم...... نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار...... امام نسفی کی تفسیر مدارک...... امام ابن حجر مکی کی افضل القری...... علامہ سلیمان جمل کی فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ...... فاضل محمد ابن فہمیہ کی اسعاف الراغبین فی سیرت المصطفی و اہل بیتہ الطاہرین...... صاحب مجمع البحار کی مجمع البحار...... شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ...... جناب شیخ مجدد الف ثانی کی ''مکتوبات'' جلد سوم مکتوب یک صد و بست و دوم...... مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب شیخ الحدیث دہلوی کی تفسیر عزیزی سورہ والضحیٰ کی عبارتوں سے اس مسئلہ پر استدلال فرمایا۔

بطور نمونہ علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح مواہب کی ایک عبارت پر اکتفا کرتا ہوں۔

(ولم یکن لہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی شمس ولاقمر) لانہ کان نورا کما قال ابن سبع و قال رزین لغلبۃ انوارہ قیل حکمۃ ذالک صیانۃ عن ان یطأ کافر علی ظلہ [رواہ الترمذی الحکیم عن ذکوان] ابی السمان الزیات المدنی اوابی عمرو المدنی مولیٰ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

وکل منهما ثقة من التابعين فهو مرسل لكن روى ابن المبارك و ابن الجوزى عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما لم يكن للنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ظل ولم يقم مع الشمس قط الاغلب ضوئه ضوء الشمس ولم يقم مع سراج قط الاغلب ضوئه ضوء السراج (وقال ابن سبع كان صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نورا فكان اذا مشى فى الشمس او القمر لا يظهر له ظل) لان النور لاظل له (وقال غيره ويشهدله قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى دعائه) لماسئل الله تعالىٰ ان يجعل فى جميع اعضائه وجهاته نورا ختم بقوله (واجعلنى نورا) والنور لا ظل له وبه يتم الاستشهاد .

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب اور ماہتاب میں سایہ نہ پڑتا تھا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، جیسا کہ ابن سبع نے کہا اور حافظ رزین محدث فرماتے ہیں۔ سبب اس کا یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ساطع تمام انوار عالم پر غالب تھا اور بعض علما نے کہا کہ حکمت اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانا ہے، اس سے کہ کسی کافر کا پاؤں اس کے سایہ پر پڑے۔ اس حدیث کو حکیم ترمذی نے ذکوان ابوالسمان زیات مدنی یا ابوعمرو مدنی غلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا اور یہ دونوں، ثقہ، طبقہ تابعین سے ہیں۔ تو یہ حدیث مرسل ہوئی اور عبداللہ ابن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی محدث نے حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ نہ تھا' اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے' مگر یہ کہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آ گیا اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیا میں مگر یہ کہ حضور کی تابش نور نے اس کی چمک کو دبا لیا اور ابن سبع نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے' تو جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے' آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔ اس لیے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا ہے اور دوسرے علما نے فرمایا کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے کہ حضور نے اپنی دعا میں عرض کیا: جب کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تمام اعضاء اور شش جہات کو نور کر دے۔ تو اس دعا کو آپ نے ان لفظوں پر ختم فرمایا۔ ''اور مجھ کو سراپا نور کر دے'' اور نور کا سایہ نہیں ہوتا' اور اسی وجہ سے استشہاد تمام ہوتا ہے۔ اھ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ:

فقیر کہتا ہے غفر اللہ لہ استدلال امام ابن سبع کا حضور کے سراپا نور ہونے سے جس پر بعض علما سابقین نے حدیث واجعلنی نورًا سے استشہاد اور علمائے لاحقین اسے اپنے کلمات میں بنظر احتجاج یاد کیا۔ ہمارے مدعا پر دلالت واضحہ ہے۔

دلیل شکل اوّل بدیہی الانتاج دو مقدموں سے مرکب۔

''صغریٰ' یہ کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں' ——اور

'کبریٰ' یہ کہ 'نور کے لیے سایہ نہیں'۔

جو ان دونوں مقدموں کو تسلیم کرے گا۔ نتیجہ یعنی ——'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ نہ تھا' —— آپ ہی پائے

گا۔

مگر دونوں مقدموں میں کوئی مقدمہ ایسا نہیں، جس میں مسلمان ذی عقل کو گنجائش گفتگو ہو۔

''کبریٰ'' تو ہر عاقل کے نزدیک بدیہی اور مشاہدہ بصرہ وشہادت وبصیرت سے ثابت۔ سایہ اس جسم کا پڑے گا جو کثیف ہو، اور انوار کو اپنے ماوراء سے حاجب۔ نور کا سایہ پڑے، تو تنویر کون کرے؟ اس لیے دیکھو کہ آفتاب کے لیے سایہ نہیں۔

اور ''صغریٰ''، یعنی حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا۔ مسلمانوں کا تو ایمان ہے، حاجت بیان حجت نہیں۔ مگر تبکیت معاندین کے لیے اس قدر اشارہ ضرور کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: **یا ایها النبی انا ارسلناك شاهدا وّ مبشرا وّ نذیراً و داعیا الی الله باذنه و سراجاً منیراً O** (سورہ احزاب آیت ۴۵/۴۶)

یعنی اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوش خبری دینے والا، ڈر سنانے والا، اور خدا کی طرف بلانے والا، اور چراغ چمکتا۔

یہاں ''سراج'' سے مراد چراغ ہے، یا ماہ، یا مہر، سب صورتیں ممکن ہیں۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا قرآن شریف کی آیات کریمہ واحادیث بخاری ومسلم واحادیث ابن عباس و ابو ہریرہ وربیع بنت مسعود اور ابوقرصافہ کی ماں اور خالہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سے ثابت فرمایا۔ پھر علامہ فاسی کی کتاب مستطاب **مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات** سے عبارت نقل فرمایا۔

کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یضیئ البیت المظلم من نوره ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے خانہ تاریک روشن ہو جاتا۔

اس عبارت کی نقل کے بعد فرماتے ہیں:

اب نہیں معلوم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کا انکار کرے گا، یا انوار کے لیے سایہ مانے گا؟

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی وجہ سے اپنے اوپر قیاس کا رد بدلائل فرما کر ارشاد فرمایا:

الا ان محمداً بشر لا کالبشر هو یاقوت بین الحجر صلی الله تعالیٰ علیه و علی آله و صبحه اجمعین و بارك وسلم ۔

اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں:-

ہم پر بلاغ مبین تھا اس سے فراغت پائی اور جواب بھی تیرے دل میں کوئی شک وشبہہ ہمارے کسی دعوے یا دلیل پر، یا کسی اجمال کی تفصیل، درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مسمی بہ **قمر التمام فی نفی الظل عن سیّد الانام علیه و علی آله الصلاة والسلام** جسے فقیر نے بعد ورود اس سوال کے تالیف کیا، مطالعہ کرے۔ **انشاء الله تعالیٰ** بیان شافی پائے گا، اور مرشد کافی۔ ہم نے اس رسالہ میں اس مسئلہ کی غایت تحقیق ذکر کی ہے۔ **و صلی الله تعالیٰ علی سیّدنا و مولنا محمد و**

آله و اصحٰبه و اطهاره و انصاره و اتباعه اجمعین الی یوم الدین آمین و الحمد لله رب العالمین☆

کتبه عبده المذنب احمد رضا عفی عنه بمحمدن المصطفی صلی الله علیه وسلم

[۱۴] انفس الفکر فی قربان البقر [۲]

استاذ الاساتذہ جناب مولانا مولوی حاجی حافظ محمد عبدالحیٔ بن مولانا محمد عبدالحلیم صاحب لکھنوی، نہ صرف لکھنؤ یا یو پی بلکہ ہندوستان کے افاضل علما سے ہیں۔ ۱۲۶۴ھ اخیر عشرہ ذی قعدہ میں شہر ''باندا'' میں عالم وجود میں آئے، جب کہ آپ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں مدرس تھے۔ پانچ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا اور دس سال کی عمر میں حافظ قرآن مجید ہو گئے اور اسی درمیان میں خوشنویسی سیکھا اور بعض کتابیں فارسی کی بھی پڑھ لیں۔ جب عمر شریف ۱۱ سال کی ہوئی تو علوم عربیہ پڑھنا شروع کیا، اور سترہ سال کی مدت میں تمام کتب درسیہ سے فراغت حاصل کر لی۔ آپ نے جملہ کتابیں علوم و فنون کی اپنے والد ماجد صاحب ہی سے پڑھیں۔ بجز بعض کتب علم ہیئت، کہ اسے مولانا محمد نعمت اللہ مرحوم متوفی ۱۲۹۰ھ سے حاصل کیا، اور سترہ ہی برس کی سن سے تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ ۱۲۹۳ھ یعنی زمانہ تصنیف و تالیف رسالہ تاریخیہ مسمّٰی بہ الفوائد البھیه فی تراجم الحنفیه اور اس کا حاشیہ مسمّٰی بہ التعلیقات السنیه علی الفوائد البھیه تک جب کہ حضرت ممدوح کی عمر ۲۹ سال کی تھی، منقول معقول من جملہ تصانیف چوالیس کتابیں تھیں۔ جن میں اکثر ناتمام تھیں۔ ان کے ناموں کی تفصیل رسالہ النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر سے معلوم ہو سکتی ہے۔

مولانا موصوف دو مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد صاحب مرحوم و مغفور کے ساتھ ۱۲۷۹ھ میں ماہ رجب میں حیدرآباد سے روانہ ہو کر بمبئی پہنچے، اور وہاں سے بذریعہ کشتی ماہ شعبان میں روانہ ہو کر اخیر عشرہ رمضان شریف میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ حج کے بعد اخیر ذی الحجہ میں مدینہ طیبہ روانہ ہوئے، اور دوسری محرم ۱۲۸۰ھ کو مدینہ کی حاضری نصیب ہوئی اور آٹھ دن قیام کر کے عاشورہ محرم کے دن وہاں سے مکہ مکرمہ واپس ہو کر ۱۰ صفر تک ٹھہرے رہے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر جدہ پہنچے، اور پھر کشتی پر سوار ہو کر ربیع الاول شریف کے عشرہ وسطیٰ میں بمبئی اور اوائل جمادی الاولیٰ میں حیدرآباد داخل ہوئے اور دوسری مرتبہ ۱۲۹۲ھ ۱۵ر شوال کو حیدرآباد سے روانہ ہو کر بمبئی پہنچے۔ وہاں سے ۲۱ر شوال کو بذریعہ جہاز روانہ ہو کر ۵ر ذی قعدہ کو جدہ، اور ۱۰ر ذی قعدہ کو مکہ معظمہ پہنچے۔

مکہ معظمہ میں قیام کر کے جدہ تشریف لائے، اور ۸ر صفر کو جہاز پر سوار ہوئے، اور بخیر و عافیت ۲۱ر صفر کو بمبئی داخل ہوئے۔ بمبئی سے روانہ ہو کر ۵ر ربیع الاول شریف کو وطن مالوف لکھنؤ پہنچے۔

اگرچہ آپ جامع علوم و فنون تھے، مگر تعلیم و تدریس کی طرف اعتنائے تام فرمایا اور تصنیفات میں درسی کتابوں کی شروح و حواشی بہت زیادہ کتابیں تحریر فرمائیں۔ یہ احسان آپ کا طلبہ و مدرسین پر ہے کہ آپ کے زمانہ کے طلبہ اور بعد کے مدرسین کسی طرح اس احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ جس کتاب کی شرح یا حاشیہ لکھتے، غایت توجہ اور متعدد کتابوں کی مدد سے اس کو پانی

کردیتے۔جیسے التعلیق الممجد حاشیہ موطا امام محمد……و عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ……اور حاشیہ ھدایہ وغیرہ سے ظاہر ہے۔

آپ اپنے وقت میں مرجع الفتاویٰ بھی تھے۔دور دراز مقامات سے استفتاءات آیا کرتے،اور آپ ان کے جوابات تحریر فرماتے تھے۔جن کا مجموعہ ۲۰×۲۶/۸ تقطیع پر تین حصوں میں طبع ہوا ہے۔(جلد اول مع فہرست ۸۴۰۰ صفحات،جلد دوم مع فہرست ۴۱۰ صفحات، جلد سوم مع فہرست واشتہار ۱۶۰ صفحات مجموعہ ۹۷۰ صفحات)۔اگرچہ اس میں کافی حصہ دوسرے علما کے فتاویٰ وتصدیقات کا ہے۔کہ کسی عالم نے کوئی فتویٰ لکھا،دوسرے علمانے تصدیقات لکھیں،آخر میں آپ کے پاس تصحیح وتصدیق کے لیے آیا۔آپ نے الجواب صحیح یا صح الجواب لکھ کر دستخط کردیا،وہ پورا فتویٰ وتصدیقات آپ کے فتاویٰ میں درج ہو کر اشاعت پذیر ہوگیا۔

جس طرح بعینہٖ یہی حالت فتاویٰ رشیدیہ کی بھی ہے کہ دوسروں کے فتاوے بکثرت اس میں داخل ہیں۔اس زمانہ میں اور علما کے فتاویٰ کا بھی یہی طریقہ رہا۔چنانچہ فتاویٰ نذیریہ مولوی نذیر حسین صاحب سورج گڈھی بہاری ثم الدہلوی کے فتاویٰ کا بھی یہی ڈھنگ ہے۔

اس سے مبرا اگر ہے تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا فتاویٰ مسمیٰ بہ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ کہ باوجود بڑی تقطیع یعنی ھدایہ و ترمذی شریف کی تقطیع پر ۱۲ جلد میں ہونے اور ہر جلد تقریباً نو سو صفحات پر مشتمل ہونے کے بھی ایک فتویٰ کسی دوسرے کا داخل کر کے حجم نہیں بڑھایا گیا ہے۔بلکہ جملہ فتاویٰ فقط اعلیٰ حضرت امام اہل سنت ہی کے ہیں۔ذلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

الغرض اگرچہ آپ(مولانا عبدالحئی)کے مجموعہ فتاویٰ ہر سہ جلد میں بہت سے سوالوں کے جوابات اور عامہ مسلمین کے لیے کافی افادات ہیں۔لیکن جو کامیابی اور مقبولیت ایک مدرس اور شارح ومحشی کتب درسیہ کی حیثیت سے آپ کو ہوئی،مفتی ومصنف کتب دینیہ ہونے کی حیثیت سے نہیں رہی اور ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ ایک شخص جامع علوم وفنون ہو،مدرس بھی ہو،مصنف بھی۔شارح بھی ہو،محشی بھی۔محدث بھی ہو،فقیہ بھی،واعظ بھی ہو،مفتی بھی۔

علما کے لیے ایک بہت بڑی صفت زبان وقلم پر قابو رکھنا ہے۔جو شخص جس پایہ کا ہو اس کے لیے ویسا ہی لفظ استعمال کرے۔نہ چھوٹے کو بڑھا کر بڑوں میں ملادے۔نہ بڑوں کے لیے،چھوٹوں کے لیے جو لفظ مناسب ہے استعمال کرے اور یہ بات ابتداء مولانا عبدالحئی صاحب میں نہ تھی۔اسی لیے دیگر علمائے معاصرین متدینین کو ان سے سخت شکایت تھی۔مثلاً

[۱]مولانا امام محمد کے حاشیہ میں ایک جگہ لکھا:۔

و ھٰھنا وھم اٰخر لصاحب ھذا الکتاب۔

اللہ اکبر!امام محمد،جن کی روایت پر تمام حنفی مذہب کا دارومدار،جن کی شاگردی پر امام شافعی،امام احمد بن حنبل کو فخر تھا،ان کا وہم یہ حضرت دکھائیں۔

[۲]اسی طرح ایک جگہ لکھا:۔

و استدلو الابی حنیفة بوجوہ کلھا واھیة

[۳]حاشیہ ہدایہ میں:۔

وان ماتت فیھا آدمی اوشاة

پرافادہ فرمایا۔

الظاھر انہ عطف علی شاة فیلزم تانیث الفعل مع تذکیر فاعلہ......

وہ تو خدا کا شکر ہے کہ باوجود حافظ ہونے کے یہ آیہ کریمہ **کذبت قبلھم قوم نوح و عاد و فرعون و ذی الأوتاد** اس وقت پیش نظر نہ رہی، ورنہ اس آیت پر بھی اعتراض کر بیٹھتے، اور فرماتے۔

الظاھر انہ عطف علی قوم فیلزم تانیث الفعل مع تذکیر فاعلہ......

[۴]حاشیہ شرح وقایہ میں بحث اشارۂ سبابہ وقت تشہد میں فرمایا۔

فتقلید المشائخ الذین افتوا بالکراھة مخالفا لفعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم و لاقوال امامنا وتلامذتہ لا سیما بعد وضوح الحق وسطوح الصدق لا یلیق بشان ۔ الخ

[۵]امام طحاوی حنفی رحمة اللہ علیہ جن کی جلالت شان شمس وامس کی طرح ظاہر، اور حنفیوں پر دینی خدمت اور تقویت مذہب کا احسان باہر ان کے متعلق فوائد بہیہ کے حاشیہ ص ۶ پر فرمایا۔ [illegible]

قد سلك فیہ مسلك الانصاف وتجنب عن طریق الاعتصاب فی بعض المواضع قد عزل النظر فیھا عن التحقیق وسلك مسلك الجدال والخلاف غیر الانیق [illegible]

[۶]اسی طرح باوجود ادعائے حنفیت قلم میں آزادی تھی۔ جمعہ کے لیے حنفیہ کے یہاں جو شرطیں ہیں، کتب حنفیہ ان سے گونج رہی ہیں۔ مگر فاضل لکھنوی کے نزدیک کوئی شرط نہیں تھی۔ جیسے اور پنج وقتہ نمازیں فرض ہیں، ایسا ہی جمعہ بھی، بغیر شروط کے فرض ہے۔ جس جگہ چاہے پڑھے۔ فقط دو خطبے اس میں زائد ہیں، [illegible]

مجموعہ فتاویٰ جلد دوم ص ۷۸ میں ہے:۔ [illegible]

[illegible] نماز جمعہ مثل نماز پنج گانہ کے فرض ہے، جو شرطیں ان میں ہیں وہی اس میں ہیں فقط دو خطبوں کی زیادتی ہے، شہر ہو یا دیہات ہر جگہ بلا شرط مصر و بادشاہ و نائب اس کے بغیر کراہت صحیح ہے۔ [illegible]

[illegible] المجوابہ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [illegible]

[۷]اسی طرح صلاة جہریہ میں امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت کرنا ہیئت امام مالک، جس کے اسماع میں خلل نہ ہو، مستحسن

لکھا۔

حاشیہ شرح وقایہ میں ہے:۔

و علیٰ هذا فلا یستنکر استحسانها فی الجهریة ایضا اثناء سکتات الامام بشرط ان لایخل بالاستماع......

یہ دونوں مسئلے فاضل لکھنوی کے چاروں ائمہ کے خلاف ہیں۔

[۸] پھر لطیف یہ کہ جس طرح بعض بعض تحقیقات خاصہ مخالف مذہب سنّی ہیں، اسی طرح بعض بعض تدقیقات موافق مسلک وہابیہ بھی ہیں۔ مثلاً

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کا وظیفہ سنیوں میں بلانکیر ذائع و سائر ہے۔ رسالہ **هدیه مجددیه** کے حاشیہ میں بذکر حوالہ خواجگان خواجہ بزرگوار حضرت بہاء الدین نقشبندی **قدس سرہ** مولوی وکیل احمد صاحب سکندر پوری نے لکھا ہے کہ:

وصیت کردہ بودند کہ پیش جنازہ ما ایں بیت خوانند
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو ۔ شیئا للہ از جمال روئے تو

مجموعہ فتاویٰ (مولانا عبدالحیٔ) میں ہے۔

ازیں چنین وظیفہ احتراز لازم و واجب۔ اولاً: ازیں جہت کہ ایں وظیفہ متضمن شیئا للہ ست و بعض فقہا ازہم چو لفظ حکم کفر کردہ اند۔ ثانیاً: ازیں جہت کہ ایں وظیفہ متضمن ست نداء اموات از امکنہ بعیدہ و شرعاً ثابت نیست کہ اولیاء را قدرتے ہست کہ از امکنہ بعیدہ ندارا بشنوند۔ الخ

[۹] اسی طرح دوسرا مسئلہ مولوی صاحب موصوف کا مخالف اہل سنت و جماعت و مطابق وہابیہ یہ ہے کہ قیام جو بوقت بیان ذکر ولادت شریف مجلس میلاد میں کیا جاتا ہے، اس کو بدعت سیئہ و مکروہ لکھا ہے۔

مجموعة الفتاویٰ ہی میں ہے:۔

قیام جو بوقت بیان ولادت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جاتا ہے اس کی کوئی اصل معتد بہ شرعاً نہیں ہے اور یہ گمان کہ یہ قیام تعظیم نبوی ہے فاسد ہے۔

[۱۰] تعجب خیز یہ امر ہے کہ صاحب **هدایه** کی تغلیط فرماتے ہیں۔ امام طحاوی پر طعن کرتے ہیں۔ مگر ابن تیمیہ جیسے بدمذہب مطعون علما، جس کے شاکی علمائے اہل سنت و جماعت ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی **جوهر منظم** میں تحریر فرماتے ہیں:۔

قلت من هو ابن تیمیه حتی ینظر الیه او یعول فی شئی من امور الدین علیه وقد تصدی شیخ الاسلام عالم الانام المجمع علی جلالته و اجتهاده و صلاحه وورعه و امامته التقی السبکی قدس اللہ روحه و نور ضریحه للرد علیه فی تصنیف مستقل ۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رسالہ مکاتیب میں فرماتے ہیں:-

کلام ابن تیمیه فی منهاج السنه وغیره من الکتب موحش جدا فی بعض المواضع لاسیما فی تفریط حق اهل البیت وفی منع زیارة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وفی انکار الغوث و القطب و الابدال و تحقیر الصوفیه وامثال ذالك و هذه المواضع منقولة موجودة عندی وقد تصدی لرد کلامه فی زمانه جهابذة علماء الشام و العرب و مصر......

اس ابن تیمیہ کے متعلق فوائد برسیہ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

تفقه و تمهر و تقدم و صنف و درس وفتی وفاق الاقران وصار عجبا فی سرعة الاستحضار وقوة الجنان والتواسع فی المعقول و المتفول والاطلاع علی مذاهب السلف والخلف ۔

مولانا کی آزادی اور خیال اجتہادی صرف فروع وجزئیات فقہیہ ہی تک منحصر نہیں تھی، بلکہ عقائد میں اجتہاد سے کام لیتے تھے اور اہل سنت کے خلاف تحریر فرمایا کرتے تھے۔(۱)

[۱۱] اللہ تعالیٰ کو تمام اہل سنت، جہت ومکان سے پاک جانتے ہیں۔ مگر آپ نے باتباع ابن تیمیہ اللہ جل شانہٗ کے لیے جہت ثابت کردی تھی اور اس کو بزور زبان صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کا مذہب قرار دیا تھا۔

رسالہ ابراز الغی صفحہ ۳۶ میں ہے:-

انی ما وافقت ابن تیمیه فی الاستواء الا لانه قد وافق فیه جماعات الصحابة و التابعین والائمة المجتهدین ۔ الخ

حالانکہ علمائے اسلام اہل سنت وجماعت، ہمیشہ اپنی کتابوں میں اس کا رد فرماتے آئے۔

عصام حاشیہ شرح عقائد نسفی میں ہے۔

قوله لا یتمکن فی مکان انما ذکر قوله فی مکان تصریحا العموم النفی رادا علی المجسة القائلین بالمکان العلوی النافعین عنه کل مکان ۔ الخ

[۱۲] دوسرا عقیدہ خلاف اہل سنت وجماعت یہ ہے کہ آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور چھ خاتم نبوت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں شریک لکھ دیا ہے۔ لکھا ہے:-

اب سمجھنا چاہیے کہ لفظ نبی کنبیکم سے اگرچہ ایک ایک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہے۔ لیکن اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ الخ (مجموعۃ الفتاوی جلد اول ص ۱۱۰)

---

(۱): وہابیوں نے مولانا مرحوم کی کتابوں میں جابجا تحریف والحاق کردیا ہے ورنہ موصوف اگرچہ ابتداً مسائل فرعیہ میں آزادرو تھے مگر عقیدتاً سنی ہی تھے، اور بعد میں تو مسائل فرعیہ میں بھی آزادروی ختم ہوچکی تھی۔ ۱۲ رضوی

آرے اس قدر میں دونوں شریک ہیں کہ ہمارے نبی خاتم الانبیا اس طبقہ کے ہوئے، اور طبقات باقیہ کے خاتم، اپنے اپنے طبقات کے ہوئے۔ (ایضاً ص ۱۱۱)

اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ وہ تو خدا کو اچھا کرنا تھا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب قنوجی شوہر والیۂ ریاست بھوپال شاہ جہاں بیگم سے مولانا کی چل گئی۔ فریقین کی طرف سے ایک دوسرے کی مخالفت اور رد میں رسائل لکھے گئے۔ مولانا کو اپنے علم و فضل پر تقویت تھی، تو نواب صاحب علم و فضل کے علاوہ علما، فضلا، خدم و حشم حوالی موالی بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ خوب خوب رسائل بازیاں فریقین کی طرف سے ہوئیں۔ اس سے ایک بہت بڑا مذہبی فائدہ ہوا کہ حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب اپنی آزادی و اجتہادی خیال سے متنفر ہو کر جادۂ اعتدال پر آ گئے۔ چنانچہ فتاویٰ کی تیسری جلد میں اکثر مسائل اپنے پہلے خیالات کے خلاف اور اہل سنت کے مطابق تحریر فرمایا ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

بہر حال مولانا جس پایہ کے مدرس اور شارح و محشی کتب درسیہ تھے، اس مرتبے کے فقیہ نہ تھے۔ اسی لیے سوالوں کے جوابات میں فقاہت سے کام نہ لیتے۔ اکثر پاؤں تلے کا جواب اٹھا کر لکھ دیتے۔ مگر خاندانی عالم ہونے کے علاوہ طبیعت حق پسند واقع ہوئی تھی، اسی لیے متنبہ کرنے سے فوراً متنبہ ہو جاتے۔ چنانچہ شوال ۱۲۹۸ھ میں ہنود نے چند سوالات کا ایک استفتا قائم کر کے مختلف شہروں سے مختلف علما کے پاس بھیجا۔

مولانا موصوف کے پاس مرزا پور سے آیا۔ جو مجموعۃ الفتاوی جلد دوم صفحہ ۱۲۱ پر درج ہے۔ صورت سوال یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے مذہب حنفیہ اس بارہ میں کہ:

[۱] گاؤ کشی کوئی ایسا امر ہے، جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟

[۲] اگر کوئی شخص معتقد اباحت ذبح ہو مگر کوئی گائے اس نے ذبح نہ کی ہو یا گاؤ کا گوشت نہ کھایا ہو ہر چند کہ اکل اس کا جائز جانتا ہے تو اس کے اسلام میں فرق نہ آئے گا اور وہ کامل مسلمان رہے گا؟

[۳] گاؤ کشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہ گار ہوتا ہے؟

[۴] یا اگر کوئی شخص گاؤ کشی نہ کرے صرف اباحت ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہ گار نہ ہو گا؟

[۵] جہاں بلاوجہ اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ و فساد ہو اور مورث ضرر اہل اسلام ہو اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو اور عمل داری اہل اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بلاوجہ اگر اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے یا کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصد اثارت فتنہ و فساد ارتکاب اس فعل کا واجب ہے؟

اس سوال کے تیور خود ہی بتا رہے ہیں کہ یہ کسی ہندو کا ساختہ پرداختہ ہے۔ اگر چہ مرزا پور سے مولوی اسمٰعیل کے نام سے سوال آیا ہے۔ مگر طرز سوال کہ اضحیہ بقر، یا "قربانی گاؤ" نہیں لکھتا بلکہ ہر جگہ "گاؤ کشی" لکھتا ہے۔ لیکن مولوی صاحب نے سیدھا سادہ جواب تحریر فرما دیا:-

ھو المصوب: گاؤ کشی واجب نہیں۔تارک اس کا گنہ گار نہ ہوگا اور جو شخص معتقد اباحت ہو اور گوشت اس کا نہ کھاتا ہو، اور ذبح نہ کرتا ہو، اس کے اسلام میں فرق نہ آئے گا۔ ہاں جو گاؤ کو معظم سمجھ کر ذبح نہ کرتا ہو اس کے ذبح کو برا سمجھتا ہو اس کے اسلام میں فتور ہوگا اور بقصد اثارث فتنہ گاؤ کشی نہیں چاہیے۔ بلکہ ایسے مقام پر کہ جہاں فتنہ کا ظن غالب ہو یا وجوہ سلامت اعتقاد کے احتراز اولیٰ ہے۔

پھر ایک سوال کہ:

قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گاؤ کی؟

اس کا جواب دیا۔

ھو المصوب: اونٹ کی بہتر ہے۔**واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحئی تجاوز اللہ عن زنبہ الجلی و الخفی۔**

اس جواب پر بعض حضرات نے متنبہ کیا، اور ایک سوال کیا، جس سے توجیہ کلام کی رہنمائی تھی۔ فوراً متنبہ ہوئے، اور اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔

گائے ذبح کرنا شرعاً اگرچہ مباح فعل ہے، واجب نہیں مگر ایسا مباح نہیں کہ کسی زمانہ خاص یا کسی بلدۂ خاص میں اس کا رواج ہو، یا دوسرے زمانہ، یا دوسرے بلدہ میں نہ ہو۔ بلکہ یہ ایک طریقہ قدیمہ ہے۔ زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ سلف صالحین سے تمام بلاد و امصار ہیں اور اس کی اباحت پر اجماع و اتفاق ہے تمام اہل اسلام کا۔ ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں، اور بنظر تعصب مذہبی منع کریں، تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے۔ بلکہ ہر گاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کی ابطال میں کوشش کریں، اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقاء و اجراء میں سعی کریں اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑ دیں گے، تو گنہ گار ہونگے اور مقصود اس جملہ میں جو جواب سابق میں مرقوم ہے، یہ ہے کہ بقصد برانگیختہ کرنے فتنہ و فساد کے گاؤ کشی نہ چاہئے۔ مثلاً جہاں عمل داری ہنود کی ہووے، اور گائے وہاں ذبح نہ ہوتی ہو، وہاں مسلمان بقصد مردم آزاری خواہ مخواہ گائے ذبح کریں، یا عید الضحیٰ میں کسی ہندو کے مکان کے قریب جا کے بایں خیال ذبح کریں کہ فتنہ قائم ہو، ایسی صورتوں کا ارتکاب نہ چاہئے۔ بلکہ ایسی حالت میں ترک اولیٰ ہے اور بلاد ہندوستان وغیرہ جہاں ہمیشہ سے گائے ذبح ہوتی ہو، اور مقصود اہل اسلام اس سے فتنہ انگیزی نہیں ہے، بلکہ ابقائے شریعت قدیمہ ہے۔ ایسی حالت میں اگر ہنود منع کریں، تو ترک اس کا اولیٰ نہیں۔ بلکہ اس کی ابقا میں سعی واجب و لازم ہے۔ **واللہ اعلم**

اتفاق وقت دیکھئے کہ یہی سوال اسی زمانہ میں مراد آباد سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے پاس پہنچا۔ آپ نے طرز سوال ہی سے بھانپ لیا کہ ایسا سوال کس کا ہو سکتا ہے، اور کس غرض سے کیا جا سکتا ہے؟ آپ اس زمانہ میں اپنے گاؤں موضع ''کرتولی'' میں تشریف فرما تھے، وہیں سوال پہنچا۔ آپ نے جواب میں ایک مستقل رسالہ مسمیٰ بہ **انفس الفکر فی قربان**

البقر تصنیف فرمائی۔ حمد ونعت کے بعد لکھا:-

اصل مسئلہ کے جواب سے پہلے دو امر ذہن نشین کرنا لازم۔

اول: یہ کہ ہماری شریعت مطہرہ اعلیٰ درجہ حکمت ومتانت ومراعات دقائق مصلحت میں ہے اور جو حکم عرف ومصالح پر مبنی ہوتا ہے، انہیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے اور اعصار وامصار میں ان کے تبدل سے تبدل ہو جاتا ہے۔ مثلاً زمان برکت نشان حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں بوجہ کثرت خیر وناپابی فتنہ، وشدت تقویٰ، وقوت خوف خدا، عورتوں پر (چہرے کا) ستر واجب تھا نہ حجاب اور زنان مسلمین پنج گانہ مساجد میں جماعتوں کے لیے حاضر ہوتیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب رنگ زمانہ کا متغیر ہوا، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے زمانہ کی عورتوں کو ملاحظہ فرماتے، تو انہیں مساجد میں جانے سے ممانعت کرتے، جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا۔''

جب زمانہ رسالت سے اور بعد ہوا، ائمہ دین نے جوان عورتوں کو ممانعت فرمادی۔ جب اور فساد پھیلا، علما نے جوان، وغیر جوان، کسی کے لیے اجازت نہ رکھی۔ حالانکہ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ''جب تم میں کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے۔'' پھر ان ائمہ وعلما کے احکام ہرگز حکم اقدس کے خلاف نہ ٹھہرے، بلکہ عین مطابق مقصود شرع قرار پائے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ حاملان شریعت اور حکمائے امت نے حکم حجاب اور چہرہ چھپانا کہ صدر اوّل میں واجب نہ تھا، واجب کر دیا۔

دوم: محرمات وواجبات، ہماری شریعت میں دو قسم ہیں۔

ایک لعینہ یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب وتحریم موجود ہے۔ جیسے عبادت خدا کی فرضیت، اور بت پرستی کی حرمت۔

دوسری لغیرہ یعنی وہ کہ امور خارجیہ کا لحاظ ان کے ایجاب وتحریم کا اقتضا کرتا ہے۔ جیسے تعلم صرف ونحو کا وجوب، کہ ہمارے رب تبارک تعالیٰ کی کتاب اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام زبان عربی میں ہے، اور اس کا فہم بے اس علم کے متعذر۔ لہٰذا واجب کیا گیا اور افیون وبھنگ وغیرہما مسکرات کی حرمت، کہ اس کا پینا ایک ایسی نعمت یعنی عقل کو زائل کر دیتا ہے، جو ہر خیر کی جالب اور ہر فتنہ وشر سے بچانے والی ہے۔

اسی طرح بوجہ عرف وقرار داد امصار وبلاد، جس مباح کا فعل، عزت وشوکت اسلام پر دلالت کرے، اور اسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین، اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے، قواعد شرعیہ بالیقین اس سے باز رہنے کی تحریم کرتے ہیں۔

جب یہ امور منقح ہوئے تو اصل مسئلہ کا جواب لیجیے۔

گاؤ کشی اگرچہ بالتخصیص اپنی ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد اباحت، بنظر نفس ذات فعل، گنہ گار۔ نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شئی کا کھانا بالتعیین فرض۔ مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت کہ گاؤ کشی جاری رکھنا

واجب لعینہ اور اس کا ترک حرام لعینہ نہیں۔لیکن ہمارے مذہبی احکام صرف اسی قسم کے واجبات ومحرمات میں منحصر نہیں۔ بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اوران محرمات سے بچنا ضروری حتمی ہے۔ یوں ہی واجبات ومحرمات لغیر ہا میں بھی امتثال واجتناب اشد ضروری اوران سے بالجبر باز رکھنے میں بے شک ہماری مذہبی توہین ہے۔ جسے حکام وقت بھی روانہیں رکھ سکتے۔

سائل لفظ''ترک'' لکھتا ہے۔ یہ صرف مغالطہ اور دھوکہ ہے۔اس نے''ترک''اور''کف'' میں فرق نہ کیا۔کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے،اوراس سے بالقصد باز رہنا اور بات ہے۔

ہم اہل اسلام کی،ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب،اوراس میں ہمارے لیے ہزاروں منافع۔اس سے ہمارے خالق تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا ہم پر منت رکھی،گوشت ہے اور بے شک بکری کا گوشت دواماً ہمارے ہر امیر وفقیر کو دستیاب نہیں ہوسکتا۔خصوصاً مسلمانان ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم،اور افلاس غالب ہے۔غریبوں کی گزر بے گوشت گاؤ کے نہیں۔معہٰذا گائے کی کھال وغیرہ سے جو ہزار ہاقسم کے منافع ملتے،اوران منفعتوں میں ہنود بھی ہمارے شریک ہوتے ہیں اور چند اقوام کی تجارتیں اوران کے رزق کے سامان اسی گاؤکشی کا نتیجہ ہیں۔تو سائل کا یہ قول کہ کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو،محض تصویر غلط ہے۔

معہٰذا ہمارے مذہب میں اس کا جواز،اور ہنود کے یہاں ممانعت،ایک پلہ میں نہیں۔ ہماری اصل شریعت میں اس کا جواز موجود۔

قرآن مجید میں ہے۔

ان اللہ یأمرکم أن تذبحوا بقرۃ○ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔(سورہ بقرہ ر۶۷)

اور ہنود کے اصل مذہب میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، بلکہ کتب ہنود گواہی دیتی ہیں کہ پیشوایان ہنود بھی گائے کا مزا چکھنے سے محروم نہ گئے۔

باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ:''اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ وفساد ہو۔''

ہم کہتے ہیں۔جن مواضع میں مثل بازار وشارع عام وغیرہما گاؤکشی کی قانوناً ممانعت ہے،وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا،البتہ اثارث فتنہ وفساد اس کی طرف منسوب ہوسکتی ہے،اور وہ قانوناً مجرم قرار پائے گا اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں، وہاں اگر ثوران فتنہ وفساد ہوگا،تو لاجرم ہنود کی جانب سے ہوگا،اور جرم انہیں کا ہوگا۔کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے،وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے۔

بالجملہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار وشارع عام میں جہاں قانوناً ممانعت ہے،براہ جہالت ذبح گاؤ کا مرتب ہونا بے شک مسلمان کو توہین وذلت کے لیے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام ہے اوراس کے سوا جہاں ممانعت نہیں، وہاں سے بھی باز رہنا،اور ہنود کی بے جاہٹ بجار کھنے کے لیے یک قلم اس رسم کو اٹھادینا، ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ انہیں مضرات ومذلات کا باعث ہے۔جن کا

ذکر ہم اوّل کر آئے ہیں، جنہیں شرع مطہر ہرگز روا نہیں فرماتی، اور نہ کوئی ذی انصاف حاکم پسند کر سکے۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

[۱۷] اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ [۳]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب اہل سنت و جماعت اور مذہب وہابیت میں اصل فرق ایک ہی ہے، اور مسائل کا اختلاف اسی پر متفرع ہے۔ اہل سنت و جماعت اللہ و رسول و اولیائے کرام کی محبت میں مست و سرشار ہیں، اس لیے تحریر و تقریر، قول و فعل جو کچھ ہوتا ہے سب سے تعظیم و تکریم ثابت ہوتی ہے اور وہابیت کا پورا فوٹو یہ شعر ہے۔

ہمسری با انبیا برداشتند - اولیا را ہم چوں خود پنداشتند

اسی لیے ہر تعظیم و تکریم کی بات میں روڑے اٹکاتے رہتے ہیں۔ شرک و بدعت کا سہارا ان کو ایسا مل گیا ہے، کہ ہر بات کو کھینچ کر شرک و بدعت بنا دیتے ہیں۔ اس وقت میرے پیش نظر فتاویٰ رشیدیہ کی تینوں جلدیں، اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ اقامۃ القیامہ ہے اور مقصود مجلس میلاد شریف اور قیام کی تحقیق ہے۔ وہابیہ خصوصاً دیوبندیوں نے شرک و کفر کے مٹانے کے لیے شاید اس کا دسواں حصہ بھی جدوجہد نہ کیا ہوگا، جس درجہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میلاد شریف و قیام کے خلاف جہاد کرنے میں قوت آزمائی کی ہے۔ بلکہ شرک کے ساتھ تو یہ وسعت اخلاق کہ

شرک کلی مشکک ہے، اس کے افراد کبیرہ اور صغیرہ بلکہ مباح تک بھی ہیں۔ (لطائف رشیدیہ ص ۱۶)

جب شرک مباح ہی ہوا، تو جی چاہا تو مسلمان رہے، یا خواہش ہوئی تو مشرک ہو گئے کہ مباح کا کرنا، نہ کرنا، دونوں اختیار میں ہوتا ہے۔ بخلاف مجلس میلاد کے کہ یہ کسی صورت سے جائز نہیں، اگرچہ روایت صحیحہ ہی سے مولود شریف کیا جائے۔

۲ افتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم مطبع قاسمی صفحہ ۱۳۱ پر ہے:-

سوال:- محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں، اور لاف و گزاف اور روایات موضوعہ و کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب:- ناجائز ہے بسبب اور وجود کے۔

سبحان تیری قدرت! عداوت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حد بھی ہے۔

نیز اسی حصہ کے صفحہ ۹۲ پر ایک سوال ہے۔

انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیحہ درست ہے یا نہیں؟

اس کا جواب دیا۔

انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔

نیز حصہ سوم مطبع آرزی پریس دہلی ص ۱۲ پر ایک سوال ہے:-

جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے، اور تقسیم شیرینی ہو، شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب لکھا۔

''کسی عرس اور مولود شریف میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود شریف درست نہیں۔''

یہ پیوندی جواب بھی قابل ملاحظہ ہے۔ سوال میں صرف عرس تھا اور وہ بھی جس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے۔ جواب میں مولود بھی بڑھا دیا۔

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی ص ۴۸ / پر ایک سوال ہے۔

جس مولود میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو، آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب لکھا:

عقد مجلس مولود اگر چہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو، مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے، لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں۔

نیز حصہ دوم ص ۱۶۳ ایک سوال ہے:

سوم چہلم وغیرہ کی مجلسیں بہ تخصیص دن کے منع ہے، یا بالکل ہی نہ کرنا چاہئے اور اس مجلس میں جانا چاہئے، یا نہیں؟

اس کا جواب لکھا:

مجالس مروجہ زمانہ ھذا میلاد و عرس و سوم و چہلم بالکل ہی ترک کرنا چاہیے۔

کھل گیا کہ اس ذکر خیر ہی سے عداوت ہے، اور اس کو مٹانا چاہتے ہیں اور جو بعض جگہ عذر بے معنی لکھ دیتے ہیں، وہ محض برائے نام ہاتھی کے دانت دکھانے کے ہیں۔ ورنہ اگر در حقیقت وہی سبب ناجوازی ہوتا، تو جہاں پایا جاتا، حکم ممانعت ہوتا۔ جیسے شراب کے لیے سکر کہ جس چیز میں سکر ہوگا، وہ چیز حرام ہوگی...... حالانکہ دوسری جگہ وہ سبب موجود، مگر حکم ممانعت مفقود ہے۔ مثلاً حصہ اوّل میں وجہ ناجوازی اہتمام و تداعی بتایا۔ اگر واقعی یہ سبب نادرست ہونے کا ہے، تو چاہیے کہ مدرسہ دیوبند و سہارنپور و دیگر مدارس وہابیہ کے سالانہ جلسے دستار بندی کے بھی نادرست ہوں۔ کیوں کہ ان میں اہتمام اور تداعی اس سے بہت زیادہ ہوتا ہے، جس قدر لوگ مجلس مولود شریف میں اہتمام کرتے ہیں۔ مگر کیا کسی دیوبندی مولوی خواہ مولوی رشید احمد صاحب، یا اور کسی نے ان جلسوں کو روکا؟ ان کی ممانعت کا فتویٰ دیا؟ نہیں دیا تو کیوں؟ جب کہ سبب ممانعت یعنی اہتمام و تداعی موجود ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۸۴ پر ایک سوال کے جواب میں ہے۔

یہ محفل چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین میں نہ تھی لہٰذا یہ مجلس بدعت ضلالت ہے۔

معلوم ہوا کہ جو چیز خیر القرون میں نہ ہو وہ بدعت وضلالت ہوتی ہے۔ مگر بہت چیزوں کے لیے یہ تسلیم ہے کہ خیر القرون میں نہیں، پھر بھی بدعت ضلالہ نہیں کہتے۔ مثلاً

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ۱۰ اپر ہے۔

سوال:— صوفیہ کرام کے یہاں جو اکثر اشغال اوراذ کار مثل رگ کیماس کا پکڑنا، اور ذکر ارہ اور حلقہ بر قبور نہیں بلکہ ویسی ہی، اور حبس دم وغیرہ جو قرون ثلثہ سے ثابت نہیں بدعت ہے یا نہیں؟

اس کا جواب مجلس میلاد کے جواب کے طریقے پر بعینہٖ یہی ہونا چاہئے...... یہ اذکار واشغال چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین نہ تھے۔ للہذا یہ اذکار واشغال بدعت ضلالت ہیں۔

مگر اس میں مشیخیت مآبی ہی ختم ہو جاتی تھی، اس لیے اس کا جواب لکھا:

جواب:— اشغال صوفیہ بطور معالجہ کے ہیں۔ اس کی اصل نصوص سے ثابت۔ جیسا اصل علاج ثابت ہے، مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں۔ ایسا ہی سب اذکار کی اصل ہیئت ثابت ہے۔

کیا اس اصول پر مجلس میلاد شریف کا جواب نہیں ہوسکتا تھا؟ کہ مجلس میلاد شریف ذکر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے کرنا چاہیے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۱۱ پر تیسواں سوال ہے۔

کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

جو جواب مجلس مولود شریف کا دیا بعینہٖ، اس سوال کا بھی جواب ہوسکتا ہے کہ مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا، قرون ثلثہ میں نہ تھا۔ بلکہ بخاری شریف بھی قرون ثلثہ میں نہ لکھی گئی۔ اس لیے اس کی جمع وترتیب اور اس کا ختم سب بدعت ضلالت ہے۔

مگر اس کا جواب لکھا۔

قرون ثلثہ میں بخاری تالیف نہیں تھی مگر اس کا ختم درست ہے۔

معلوم ہوا کہ قرون ثلثہ میں نہ ہونا بدعت ضلالت کا سبب صرف مجلس مولود کے لیے ہے، کہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا جائے۔ ورنہ بخاری کا ختم بھی بدعت ہوتا۔ بلکہ حدیث شریف میں قرآن شریف کے سوا احادیث لکھنے کی ممانعت وارد ہے، اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے بخاری کی جمع وترتیب ہی کو بدعت ضلالت، ہادم ومخالف سنت بتاتے۔ مگر یہ ساری بدعت مجلس مولود کے لیے ہے۔

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا
تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

کبھی کسی ہیات کذائی کا عذر گڑھتے ہیں کہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو خیر القرون میں تھا، مگر اس ہیات کذائی کے ساتھ نہ تھا۔ اس لیے بدعت ضلالت ہے۔ یہ عذر بھی محض ننگ ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل صفحہ ۸ پر ایک سوال ہے۔

اس صورت کی مساجد اور مدارس اور طرز تعلیم قرون ثلثہ میں نہیں تھا بلکہ یہ محض نئی صورت ہے تو اس کا بدعت نہ ہونا کیا سبب؟

خدا اگر حیا دیتا تو ان کے اصول پر جواب صاف تھا، کہ مساجد و مدارس کی یہ صورت اور طرز تعلیم موجود قرون ثلثہ میں نہ تھا۔ اس لیے بدعت ضلالت ہے۔

مگر اس کا جواب لکھا کہ:

مسجد کی کوئی صورت شرع میں مقرر نہیں، جیسی چاہے، بنائے۔ علیٰ ھٰذا مدرسہ کی کوئی صورت معین نہیں، مکان ہو، اس کا ثبوت حدیث سے ہے اور کسی صورت خاصہ کو ضرور جاننا بدعت ہوگا۔

حالانکہ ہر آنکھ والا دیکھ کر جان سکتا ہے کہ مساجد تمام ایک ہی ہیأت و صورت کی بنتی ہیں اور مجلس مولود شریف کی ہرگز کوئی ہیأت نہیں۔ مگر مجلس مولود شریف کو تو ہیأت کذائی کا الزام لگا کر بدعت و ضلالت قرار دیا اور جس کی ہیأت کذائی پر تعامل بلا دوامصار وہ جائز رہی۔ اس لیے کہ مکان ہے۔ اسی طرح قیام میلاد کی ممانعت اور اس کی مخالفت پر ساری قوت علمی صرف کر دی جاتی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ص ۳۹، ۳۸ پر ہے۔

اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے۔

نیز ص ۱۲ پر ہے۔

وقت میلاد شریف کے کھڑا ہونا قرون ثلثہ میں کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

پس یہی حجت اس کے بدعت غیر اصل ہونے کو کافی ہے۔

یہ زور قلم اور علم کا سارا نچوڑ ان بزرگ کا ہے، جن کی صفت میں تذکرۃ الرشید حصہ اوّل ۸۷ پر مولوی عاشق الٰہی صاحب یوں نغمہ سرا ہیں۔

حجت اللہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے سلسلہ روحانی کا سچا جانشین، جس وقت مسند خلافت کا صدر نشین ہوا، حق تعالیٰ کے غیبی فرشتوں نے منادی پھیر دی، اور اطراف ہند بر ہما و سندھ، یورپ و بنگال، پچھم و پنجاب، مدراس و دکن، برار و ممالک متوسطہ کابل و افغانستان کے بلاد متفرقہ میں ایک کھل بل مچ گئی۔ گروہا گروہ طلبہ گنگوہ میں آنے لگے۔ آپ کے پاس پندرہ بیس سے لے کر ستر اسی تک کا ہر برس مجمع ہوتا تھا اور یہ کوئی دو چار سال تک کا تدریسی تجربہ نہیں، بلکہ ۱۲۶۵ھ سے لے کر ۱۳۱۴ھ کے شروع تک جس کی مدت ایک کم پچاس سال ہوتی ہے، علمی خدمتوں کا ذخیرہ ہے۔

پھر ص ۸۹ پر آپ کے جملہ کمالات کا خلاصہ ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

آپ کی قوت اجتہاد، قابلیت استنباط، خوبیِ تطبیق وارتباط، جودت ذہن، اتقان وعدالت، حافظہ وثقاہت، تقدس وتبحر، تقاری وسلاست بیانی، فراست وہمہ دانی، حلم ورفق، لطف وشفقت، خندہ روی وکرم گستری، مسکین نوازی اور طلبہ کی گستاخ وبے جا حرکات پر صبر تحمل، غرض جواداتھی، وہ حق بینی کے بارآور درخت کا پھل، اور بخاری وقت ہونے کی حیثیت سے تحدیث کے سدا بہار گلاب کا پھول تھی۔

ص ۹۰ پر طلبہ کے ساتھ اخلاق اور ایک چیز کو بار بار سمجھانے کا ایک واقعہ یہاں لکھا ہے:۔

ایک مرتبہ درس ہو رہا تھا قاری قرأت کر رہا تھا کہ کسی مقام پر عطارہ کا لفظ آیا، چونکہ قرأت کرنے والا لفظ کے معنے سمجھے ہوئے اور مادہ اشتقاق یعنی عطر جانے ہوئے تھا، اس لیے بے تکان پڑھتا چلا گیا۔ برابر میں ایک طالب علم ولایتی بیٹھا ہوا تھا جو اس لفظ کے معنی نہ سمجھا اس نے بے چارے قرأت کنندہ ہم جماعت طالب علم کے زور سے کہنی ماری، اور کہا ٹھہرو، ہم نہیں سمجھا اور حضرت کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ عطارہ معنی چہ؟ آپ نے فرمایا: زوجہ عطر فرشندہ۔ حضرت کی زبان سے جواب کا ختم ہونا تھا کہ قاری نے پھر قرأت شروع کر دی۔ بے چارہ ولایتی اب بھی نہ سمجھا، دوبارہ پھر کہنی ماری، اور حضرت سے دریافت کیا۔ مولانا عطارہ معنی چہ؟ ہم نہیں سمجھا۔ آپ نے فرمایا: عطر فروش کی بیوی۔ پھر قاری نے قرأت شروع کی۔ تیسری مرتبہ پھر ولایتی نے کہنی ماری، اور تیز نظر سے دیکھ کر کہا۔ ٹھہرو، ہم نہیں سمجھا عطارہ کا معنی۔ اس مرتبہ حضرت امام ربانی نے اونچی آواز سے جواب دیا ''عطر بیچنے والا کا جورو'' اس وقت ولایتی خوش ہوا اور کہا ہاں سمجھا۔ ہاں بھائی چلو۔

میں ''تذکرۃ الرشید'' کا ایک دن یہ صفحہ دیکھ رہا تھا کہ میرے ایک دوست تشریف لائے، اور اس جگہ دیکھنے لگے۔ بولے کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ولایتی جس کی مادری زبان فارسی ہے، وہ ''زوجہ عطر فروشندہ'' نہیں سمجھا اور ''عطر بیچنے والے کا جورو'' سمجھ گیا۔ میں نے کہا: اتنے بڑے مولوی نے لکھا، اور وہ بھی اپنے استاد اور پیر کے متعلق، اس میں شک کرنے کی کیا گنجائش؟ رہی مادری زبان، تو اگر اس کی مادری زبان میں سمجھایا جاتا تو وہ ضرور سمجھ جاتا۔ اس کے یہاں تو ''زوجہ عطر فروش'' بولا جاتا ہوگا وہ تو ''زوجہ عطر فروشندہ'' سن کر گھبرایا ہوگا، کہ اسم فاعل پر پھر یہ ڈبل علامت کیسی؟ جس طرح قتیل نے ایران میں ایک شخص کو گھوڑے پر آتے ہوئے دیکھ کر کمال فارسی کا ثبوت دینے کے لیے کہا کہ ''شخصے بر اسپ سواری آید''۔ ان لوگوں کو حیرت ہوئی، اور منہ تکنے لگے۔ جب کسی ایرانی لڑکے نے کہا، ''سوارے می آید'' وہ لوگ مسرور ہو گئے۔

خیر! بہر کیف بات بہت دور جا پہنچی۔ اصل غرض یہ تھی کہ ان کے یہاں قیام میلاد کسی دلیل سے ثابت نہیں، اس لیے بدعت ہے۔ حالانکہ مدارس اسلامیہ کا ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ جب آیہ کریمہ ورفعنا لک ذکرک ۝ نازل ہوئی۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدائے تعالیٰ بعد سلام فرماتا ہے: اے میرے پیارے! تم جانتے ہو میں نے کس طرح تمہارا ذکر بلند کیا؟ ارشاد ہوا: اللہ اعلم۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے: جعلتك ذكرا من ذكرى فمن ذكرك فكانما ذكرني O میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے، تو جس نے تمہارا تذکرہ کیا اس نے میرا ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے تین طریقے قرآن شریف میں ذکر فرمائے ہیں۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم O یعنی اولوا الالباب، عقل والے، وہ لوگ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر، اور لیٹ کر۔

اور ظاہر ہے کہ لیٹ کر ذکر دو ہی وقت ہے۔ یا تو انسان بیمار ہو، یا وہ اذکار جو سونے کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔ باقی حالتوں میں ذکر کی دو ہی صورت ہے۔ قیاماً و قعوداً...... ہوسکتا ہے کہ مولود شریف یعنی ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ ذکر الٰہی ہے، پورا کا پورا کھڑے ہو کر پڑھا جائے۔ لیکن اس وقت صرف قیاما پر عمل ہوگا، قعود پر عمل نہ ہوگا...... اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف بیٹھ کر ہی تمام ذکر کیا جائے، ایک منٹ کے لیے قیام نہ کیا جائے۔ مگر اس صورت میں صرف قعوداً پر عمل ہوگا، قیاما پر عمل نہ ہوگا اور مقصود دونوں پر عمل ہے۔ اس لیے بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لیے کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام عرض کرتے ہیں۔ تا کہ قیاما قعودا دونوں پر عمل ہو۔

بات بہت صاف اور واضح ہے۔ لیکن وہابی حضرات نے اس صاف اور سیدھی بات کو ایک چیستاں اور معمہ بنا رکھا ہے۔ اس لیے علمائے کرام اہل سنت اپنے اپنے زمانوں میں مسئلہ مولود شریف وقیام پر روشنی ڈالتے آئے، اور کتابیں تصنیف کرتے رہے۔

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ نقی علی خان صاحب قدس سرہ نے بھی ایک ضخیم رسالہ بنام اذاقة الآثام لمانعی عمل المولد و القیام تصنیف فرمایا۔ جس پر اعلیٰ حضرت نے ایک نہایت ہی نفیس حاشیہ بنام رشاقة الکلام فی حواشی اذاقة الآثام تحریر فرمایا۔ جس پر کلام بعد کو آئے گا اور خاص مسئلہ قیام میلاد میں زیر تبصرہ رسالہ اقامة القیامة علی طاعن القیام لنبی تھامه تصنیف فرمایا۔

یہ رسالہ ۴۶ صفحات کا ہے۔ رام پور سے ۱۲۹۹ھ میں ایک استفتاء آیا تھا جس میں بہت سے سوالات تھے اور انہیں سوالات کثیرہ کے ضمن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ:

مجلس میلاد میں قیام وقت ذکر ولادت حضور خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ و السلام کیسا ہے؟ بعض لوگ اس قیام سے انکار بحت رکھتے ہیں، اور اسے بدیں وجہ کہ قرون ثلثہ میں نہ تھا، بدعت سیۂ وحرام سمجھتے، اور کہتے ہیں۔ ہمیں صحابہ وتابعین کی سند چاہیے، ورنہ ہم نہیں مانتے۔ ان کے ان اقوال کا کیا حال ہے؟ بینوا تو جروا ۔

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں پہلے حمد ونعت تحریر فرمایا، جو براعت استہلال پر مشتمل ہے۔ پھر تحریر فرمایا کہ:

دو مقام واجب الاعلام ہیں۔

اولاً:- اس قیام مبارک کا اپنے طور پر کتب وفتاویٰ علماقدست اسرارھم سے حکم بیان کرنا، جس سے بعونہ تعالیٰ

موافقین کے لیے ایضاح حق وازاحت باطل ہو،اور منصب فتویٰ اپنے حق کو واصل ہو۔

ثانیاً:- اس مغالطہ کا جواب دینا جو بالفاظ متقاربہ تمام اصاغر واکابر مانعین میں رائج کہ یہ فعل قرون ثلثہ میں نہ تھا،تو بدعت ضلالت ہوا۔اس میں کچھ خوبی ہوتی تو وہی کرتے۔اس فعل اوراس کے امثال امورنزاعیہ میں حضرات منکرین کی غایت سعی اسی قدر ہے۔جس کی بنا پر اہل سنت وسواداعظم ملت وہزاراں ائمہ شریعت وطریقت کو معاذ اللہ بدعتی،گمراہ ٹھہراتے ہیں، اور مطلقاً خوف خدا وترس روز جزا دل میں نہیں لاتے۔

مقام اول:- اللہ عزوجل نے شریعت غرا،بیضا،زہرا،عامہ،تامہ،کاملہ،شاملہ اتاری اوربحمدہ تعالیٰ ہمارے لیے ہمارا دین کامل فرمادیا اوراس کے کرم نے اپنے حبیب اکرم حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اپنی نعمت ہم پر تمام فرما دی۔

قال اللہ تعالیٰ: ألیوم اکملت لکم دینکم و أتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً ○ (سورہ مائدہ،آیت ۳) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا اورتم پر اپنی نعمت پوری کردی اورتمہارے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا۔

الحمدللہ! ہماری شریعت مطہرہ کا کوئی حکم قرآن عظیم سے باہرنہیں۔امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ **حسبنا کتاب اللہ ○** ہمیں قرآن عظیم بس ہے۔مگرقرآن عظیم کا پورا سمجھنا،اورہر جزئیہ کا صریح حکم اس سے نکال لینا،عام کو نامقدور ہے۔اس لیے قرآن عظیم نے دومبارک قانون ہمیں عطا فرمائے۔

اول: **ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا ○** (سورہ حشر،آیت ۷) جوکچھ رسول تمہیں دیں وہ لواور جس سے منع کریں بازرہو۔**خذو** اصیغہ امرکا ہے اورامروجوب کے لیے ہے۔تو پہلی قسم واجبات شرعیہ ہوئی......اور **فانتھوا** نہی ہے اورنہی منع فرمانا ہے۔یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی۔

حاصل یہ کہ اگرچہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے مگر امت اسے بے نبی کے سمجھائے نہیں سمجھ سکتی۔ولہٰذا فرمایا: **و أنزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ○** (سورہ نحل،آیت ۴۴) اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ تم لوگوں کے لیے بیان فرمادو جوکچھ ان کی طرف اترا ہے۔

دوم: **فاسئلوا أھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ○** (سورہ انبیاء،آیت ۷) علم والوں سے پوچھو جو تمہیں نہ معلوم ہو۔

حوادث غیر متناہی ہیں۔احادیث میں ہرجزئیہ کے لیے نام بنام تصریح اگر فرمائی بھی جاتی،ان کا حفظ وضبط نامقدور ہوتا۔ پھر جومدارج عالیہ مجتہدان امت کے لیےان کے اجتہاد پر رکھے گئے،وہ نہ ملتے۔نیز اختلاف ائمہ کی رحمت ووسعت نصیب نہ ہوتی۔لہٰذا حدیث نے بھی جزئیات معدودہ سے کلیات حاویہ مسائل نامحدودہ کی طرف اشعار فرمایا۔اس کی تفصیل وتفریع و تاصیل مجتہدین کرام نے فرمائی اوراحاطہ تصریح نامتناہی کے تعذر نے یہاں بھی حاجت ایضاح مشکل وتفصیل مجمل وتقیید مرسل

باقی رکھی، جو قرناً فقرناً طبقۃً فطبقۃً مشائخ کرام و علمائے اعلام کرتے چلے آئے۔ ہر زمانہ کے حوادث تازہ کے احکام اس زمانہ کے علمائے کرام، حاملان فقہ، حامیان اسلام نے بیان فرمائے اور یہ سب اپنی اصل ہی کی طرف راجع ہوئے، اور ہوتے رہیں گے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق حتی یأتی امر اللہ (رواہ البخاری) صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ غلبہ کے ساتھ حق پر رہے گا یہاں تک کہ حکم الٰہی آئے۔

جس کسی عالم نے اپنے سے پہلے زمانے کے کسی کلام کے اجمال کی تفصیل کی ہے، وہ اسی نور سے ہے، جو صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے ملا ہے۔ تو حقیقۃً اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا احسان امت پر ہے کہ علما کو یہ استعداد عطا فرمائی، جس سے انہوں نے مجمل کلام کی تفصیل کی۔ یوں ہی ہر طبقہ ائمہ کا بعد والوں پر احسان ہے۔ اب یہیں دیکھئے کہ کتب ظاہر الروایہ اور نوادر ائمہ تھیں۔ پھر کتب نوازل و واقعات تصنیف فرمائی گئیں۔ پھر متون و شروح و حواشی و فتاویٰ وقتاً فوقتاً تصنیف ہوتے رہے اور ہر آئندہ طبقہ نے گزشتہ پر اضافے کیے، اور مقبول ہوتے رہے۔ کہ سب اسی اجمال قرآن و سنت کی تفصیل ہے۔

نصاب الا نتساب، و فتاویٰ عالمگیریہ زمانہ سلطان عالمگیر انار اللہ تعالیٰ برھانہ کی تصنیف ہیں۔ ان میں بہت ان جزئیات کی تصریح ملے گی، جو کتب سابقہ میں نہیں کہ وہ جب تک واقع ہی نہ ہوئے تھے، اگر کوئی شخص ان کی نسبت کہے کہ صحابہ و تابعین سے اس کی تصریح دکھاؤ، خاص امام اعظم و صاحبین کا نص لاؤ، تو وہ یا احمق و مجنون ہے، یا گمراہ مفتون۔ پھر عالمگیری کے بہت بعد اب قریب زمانہ کی کتابیں: فتاویٰ اسعدیہ، و فتاویٰ حامدیہ، و طحطاوی علی العسد، و طحطاوی علی مراقی الفلاح، و عقود العسدیہ، و ردّ المختار، و رسائل شامی و غیرھا کتب معتمدہ ہیں کہ تمام حنفی دنیا میں ان پر اعتماد ہو رہا ہے۔

دواوّل کے سوا، یہ سب تیرہویں صدی کی تصنیف ہیں۔ مانعین بھی ان سے سندیں لاتے ہیں۔ ان میں صدہا وہ بیان ملیں گے، جو پہلے نہ تھے اور مانعین کے یہاں تو فتاویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب، بلکہ ماۃ مسائل و اربعین تک پر اعتماد ہو رہا ہے۔ کیا "ماۃ مسائل، و "اربعین" کے سب جزئیات کی تصریح صحابہ و تابعین و ائمہ تو بہت بالا ہیں، عالمگیری و ردّ المختار تک کہیں دکھا سکتے ہیں؟

اب ان کے بعد ریل، تار برقی، نوٹ، منی آرڈر، فونوگراف وغیرہ وغیرہ ایجاد ہوئے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ صحابہ و تابعین یا امام ابوحنیفہ یا نہ سہی، ہدایہ و درمختار، یا یہ بھی نہ سہی، عالمگیری و طحطاوی و ردّ المحتار، یا سب جانے دو، شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاوے میں دکھاؤ۔ تو اسے مجنون سے بہتر اور کیا لفظ کہا جا سکتا ہے۔؟

خطبہ میں ذکر عمین شریفین حادث ہے۔ مگر جب سے حادث ہے، علمائے اس کے مندوب ہونے کی تصریح فرمائی۔

درمختار میں ہے: یندب ذکر الخلفاء الراشدین و العمین......
اذان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام عرض کرنا جس طرح حرمین طیبین میں رائج ہے۔
درمختار میں فرمایا: التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنة سبع مائة و احدی و ثمانین فی عشاء لیلة لاثنین ثم یوم الجمعة بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیها مرتین فهو بدعة حسنة......

کتب میں اس کے صدہا نظائر ملیں گے۔ اس وقت کے علمائے دین معتمدین سے ان کے جزئیہ کی تصریح مل سکتی ہے؟
مجلس میلاد مبارک وقیام کو جاری ہوئے بھی صدہا سال ہوئے۔ مگر صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کے کلام میں ان کے نام کی تصریح مانگنی، اسی جنون پر مبنی ہوگی۔ ان پر انہیں علمائے کرام کی تصریحات سے استناد ہوگا، جن کے زمانہ میں ان کا وجود تھا۔ جیسے مجلس مبارک کے لیے امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی، وامام خاتم الحفاظ جلال الدین السیوطی، وامام احمد خطیب قسطلانی وغیرہم اکابر رحمهم الله تعالیٰ، جن کے نام وکلام کی تصریح بارہا کردی گئی۔
یوہیں مسئلہ قیام میں ان علمائے کرام کی سند لی جائے گی، جن کا ذکر شریف آتا ہے۔ وبالله التوفیق بحمد الله تعالیٰ موافقین اہل حق وانصاف ودین کے لیے یہ کافی ہوگا۔ رہا مخالفین کا انکار، ان کی کیا پرواہ؟ وہ اور ہی کسے مانتے ہیں کہ ان علمائے کرام کو مانیں۔ مولیٰ عزوجل توفیق دے۔ تو یہاں منصف غیر متعصب کے لیے اسی قدر کافی کہ:
یہ فعل مبارک یعنی قیام وقت ذکر ولادت حضور خیر الانام علیه و علیٰ آله افضل الصلاة و السلام صدہا سال سے بلاد اسلامیہ میں رائج ومعمول، اور اکابر ائمہ دین میں مقرر ومقبول۔ شرع میں اس سے منع مفقود، اور بے منع شرع منع مردود۔ ان الحکم الا لله ○ و انما الحرام ما حرم الله وما سکت عنه فهو عفو من الله ۔ علی الخصوص حرمین طیبین مکہ معظمہ ومدینہ منورہ صلی الله تعالیٰ علی منورهما و بارك وسلم کہ مبدء ومرجع دین وایمان ہیں۔ وہاں کے اکابر علما ومفتیان مذاہب اربعہ، مدتہامدت سے اس فعل کے فاعل وعامل وقائل ہیں۔ ائمہ معتمدین نے اسے حرام نہ فرمایا۔ بلکہ بلاشبہہ مستحسن ومستحب ٹھہرایا۔
علامہ جلیل الشان علی بن برہان الدین حلبی رحمة الله تعالیٰ علیه نے سیرت مبارکہ انسان العیون میں تصریح فرمائی کہ یہ قیام بدعت حسنہ ہے، اور ارشاد فرماتے ہیں۔

قد وجد القیام عند ذکر اسمه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من عالم الامة و مقتدی الائمة دینا و ورعاتقی الدین السبکی رحمة الله تعالیٰ علیه و تابعه علی ذالك مشائخ الاسلام فی عصره فقد حکی بعضهم ان الامام السبکی اجتمع عنده جمع کثیر من علما عصره فانشد فیه قول الصرصری فی مدحه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

قیل لمدح المصطفیٰ الخط بالذھب
علی فضۃ من خط احسن من کتب
و ان ینھض للاشراف عند سماعہ
قیاما صفوفا او جثیا علی الرکب

فعند ذالک قام الامام السبکی و جمیع من فی المجلس فحصل انس کثیر بذالک المجلس و کفی بذالک فی الاقتداء...... بے شک وقت ذکر نام پاک حضور سیّد الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام قیام کرنا، امام تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پایا گیا، جو اس امت مرحومہ کے عالم اور دین وتقویٰ میں اماموں کے امام ہیں اور اس قیام پر ان کے معاصرین ائمہ شیخ الاسلام ابونصیر عبدالوہاب ابن ابی الحسن تقی الملۃ والدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں نقل فرمایا کہ امام سبکی کے حضور ایک جماعت کثیر اس زمانہ کے علما کی مجتمع ہوئی، اس مجلس میں کسی نے امام صرصری کے یہ اشعار نعت حضور سیّد الابرار صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مدح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بھی تھوڑا ہے کہ جو سب سے اچھا خوشنویس ہو اس کے ہاتھ سے چاندی کے پتھر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے اور جو لوگ شرف دینی رکھتے ہیں، وہ ان کی نعت سن کر صف باندھ کر سروقد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں۔ ان اشعار کے سنتے ہی حضرت امام سبکی و جملہ علمائے کرام حاضرین مجلس مبارک نے قیام فرمایا اور اس کی وجہ سے اس مجلس میں نہایت انس حاصل ہوا۔ علامہ جلیل حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اسی قدر پیروی کے لیے کفایت کرتا ہے۔ اھ۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے گیارہ علمائے کرام اور عارف باللہ سیّد سند مولانا جعفر برزنجی قدس سرہ العزیز کی کتاب عقد الجوھر فی مولد النبی الازھر...... فاضل اجل سیدی جعفر بن اسمٰعیل علوی مدنی کی کتاب شرح الکوکب علی عقد الجوھر...... فقیہ محدث مولانا عثمان بن حسن دمیاطی جو رسالہ اثبات قیام میں دلائل ذکر کر کے فرماتے ہیں۔ فاستفید من مجموع ما ذکرنا استحباب القیام لہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم یعنی ان سب دلائل سے ثابت ہوا کہ ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام مستحب ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

پھر ارشاد فرمایا: قد اجتمعت الامۃ المحمدیۃ من اھل السنۃ و الجماعۃ علیٰ استحسان القیام المذکور وقد قال صلی اللہ تعالیٰ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ۔ بے شک امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل سنت و جماعت کا اجماع واتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی“...... امام علامہ مدقق، علامہ زید کے رسالہ میلاد...... خاتمۃ المحدثین زین الحرم، عین الکرم، مولانا سید احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی کی کتاب ستطاب الدر السنیہ فی الرد علی الوھابیہ...... شیخ مشائخنا، خاتمۃ المحققین، امام العلما، سید المدرسین، مفتی الحنفیہ بمکۃ المحمیہ سیدنا علامہ جمال بن عبداللہ بن عمر مکی کے فتاوے...... اور علامہ انباری کی کتاب مورد الظمأن کی عبارتیں

ثبوت قیام وقت ذکر ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نقل فرمائیں، جن میں سے تین عبارتیں بطور نمونہ اس جگہ نقل کی گئیں۔

اس کے بعد گیارہ فتاوے علمائے کرام کے، ثبوت قیام میلاد شریف میں نقل فرمایا۔

اول: فتویٰ مولانا جمال عمر حنفی، جس پر مولانا صدیق بن عبدالرحمٰن کمال حنفی، اور علامہ الوری علم الہدی مولانا سیّد سندزین دحلان شافعی نے بھی موافقت فرمائی۔

دوسرا: فتویٰ مولانا حسین بن ابراہیم مکی مالکی مفتی مالکیہ کا۔

تیسرا: فتویٰ مولانا محمد بن یحییٰ حنبلی مفتی حنابلہ کا ذکر فرمایا۔ جس میں فرماتے ہیں: **نعم یجب القیام عند ذکر ولادته صلی اللہ تعالیٰ وسلم اذ یحضر روحانیته صلی اللہ تعالیٰ وسلم فعند ذالك یجب التعظیم و القیام** ہاں ذکر ولادت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام ضرور ہے کہ روح اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوتی ہے تو اس وقت تعظیم و قیام لازم ہوا۔

چوتھا: فتویٰ مفتی حنفیہ مولانا عبداللہ بن محمد حنفی کا۔

پانچواں: فتویٰ شیخ مشائخنا مولانا الامام سراج العلما عبداللہ سراج مکی مفتی حنفیہ کا۔

چھٹا: فتویٰ عمر بن ابی بکر شافعی کا۔

ساتواں: فتویٰ علمائے حرمین محترمین، جس پر مفتی مکہ معظّمہ مولانا محمد بن حسین کتبی حنفی، اور رئیس العلما شیخ المدرسین مولانا جمال حنفی، اور مفتی مالکیہ مولانا حسین بن ابراہیم مکی، اور سیّد المحققین مولانا احمد بن زین شافعی، اور مدرس مسجد نبویہ مولانا محمد بن محمد عرب شافعی، اور مولانا عبدالکریم بن عبدالحکیم حنفی مدنی، اور فقیہ جلیل مولانا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ، اور مولانا ابراہیم بن محمد خیار حسینی شافعی مدنی کی مہریں ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اصل فتویٰ مزین بخطوط و مواہیر علما مدوحین فقیر نے بچشم خود دیکھا اور مدتوں فقیر کے پاس رہا، جس میں کثیر مسائل متنازع فیہا پر بحث فرمائی ہے، اور بدلائل باہرہ مذہب وہابیت کو سراسر مردود و باطل ٹھہرایا ہے۔

آٹھواں: فتویٰ حضرات علمائے مدینہ منورہ کا، آخر روضۃ النعیم میں طبع ہوا ہے۔ اس فتویٰ پر مولانا عبدالجبار، اور ابراہیم بن خیار وغیر ہما تیں علمائے کرام کی مہریں ہیں۔

نواں: فتویٰ علمائے مکہ معظمہ، جس میں میلاد و قیام کا استحباب علمائے سلف سے نقل کر کے فرماتے ہیں: **فالمنکر لهٰذا مبتدع بدعة سیئة مذمومة لانکاره علی شئی حسن عند اللہ و المسلمین** ۔ یعنی پس مجلس میلاد و قیام کا منکر بدعتی ہے، اور اس منکر کی بدعت سیئہ مذمومہ ہے کہ اس نے ایسی چیز پر انکار کیا جو خدا و اہل اسلام کے نزدیک نیک تھی۔

اس فتویٰ پر حضرت سیّد العلما احمد دحلان مفتی شافعیہ، و جناب مستطاب شیخنا و برکتنا سراج الفضلا مولانا عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ، مولانا حسن مفتی حنابلہ، و مولانا محمد شرقی مفتی مالکیہ و غیرہم پینتالیس علما کی مہریں ہیں۔

دسواں: فتویٰ علمائے جدہ میں، مجیب اوّل مولانا باصر بن علی بن احمد مجلس میلاد اور اس میں قیام و تعیین یوم وتزئین مکان و استعمال خوشبو و قرأت قرآن واظہار سرور واطعام طعام کی نسبت فرماتے ہیں: بهذه الصورة المجموعة من الاشياء المذكورة بدعة حسنة مستحبة شرعاً لا ينكرها الامن في قلبه شعبة من شعب النفاق و البغض له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و كيف يسوغ له ذالك مع قوله تعالىٰ: و من يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب O جس مجلس میں یہ سب باتیں کی جائیں وہ شرعاً بدعت حسنہ مستحبہ ہے۔ جس کا انکار نہ کرے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق کی شاخوں سے ایک شاخ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت ہے اور یہ انکار اسے کیوں کر روا ہوگا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ''جو خدا کے شعائروں کی تعظیم کرے، تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔''

اس پر مولانا عیاض بن جعفر صدیق، مولانا احمد فتاح، مولانا محمد بن سلیمان، مولانا احمد جلیس، مولانا محمد صالح رحمة الله تعالىٰ عليهم کی تصدیقات وتحریرات ہیں۔ و نص عبارة مولانا احمد جليس هكذا "الحمد لله و كفى والصلاة على المصطفى نعم ذكر ولادة النبي صلى الله عليه وسلم و معجزاته و حليته والحضور لسماعه و تزيين المكان ورش ماء الورد والبخور بالعود و تعيين اليوم و القيامة عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم و اطعام الطعام و تقسيم التمر وقراء شئى من القرآن كلها مستحبة بلا شك وريب والله تعالىٰ اعلم بالغيب ۔ خدا کو حمد ہے اور وہ کافی ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود۔ ہاں معجزات وحلیہ شریفہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا، اور اس کے سننے کو حاضر ہونا، اور مکان سجانا، اور گلاب چھڑکنا، اور اگربتی سلگانا، اور دن مقرر کرنا، اور ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام کرنا، اور کھانا کھلانا، اور خرمے بانٹنا، اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھنا، بلاشک وشبہ مستحب ہے۔

مولانا محمد صالح نے لکھا: امة النبي صلى الله تعالىٰ وسلم من العرب و المصر والشام و الروم والاندلس و جميع بلاد الاسلام مجتمع و متفق على استحبابه و استحسانه، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت عرب ومصر و شام وروم واندلس وتمام بلاد اسلام سے اس کے استحباب واستحسان پر اجماع واتفاق کیے ہوئے ہیں۔

گیارہواں فتویٰ: علمائے جدہ کا ہے جس میں مولانا یحییٰ بن اکرم تحریر فرماتے ہیں: الف في ذالك العلما و حثوا على فعله فقالوا لاينكرها الا مبتدع فعلى حاكم الشريعة ان يعزروه...... یعنی علما نے اس بارے میں کتابیں تالیف فرمائیں اور اس کے فعل پر رغبت دی اور فرمایا اس کا انکار نہ کرے گا مگر بدعتی تو حاکم شرع پر اس کی تعزیر لازم۔

اس فتویٰ پر مولانا علی شامی بن عبداللہ، مولانا علی طحان، مولانا محمد بن داؤد بن عبدالرحمٰن، مولانا محمد بن عبداللہ، مولانا احمد بن محمد خلیل، مولانا عبدالرحمٰن بن علی حضرمی کی تصحیحات وتصدیقات ہیں۔

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: بالجملہ سردست اس قدر کتب وفتاویٰ وافعال واقوال علما وائمہ سے اس قیام مبارک کے استحسان واستحباب کی سند صریح حاضر ہے۔ جس میں سو سے زائد ائمہ وعلما کی تحقیق وتصدیق روشن وظاہر اور رسالہ غاية المرام

میں علمائے ہند کے بھی فتوے چھپے ہیں، جن پر پچاس سے زیادہ مہر و دستخط ہیں۔

اب منصف انصاف کرے۔ آیا اس قدر علمائے مکہ معظمہ، و مدینہ منورہ، و جدہ، و حدیدہ، و روم، و شام، و مصر، و دمیاط و یمن، و زبید، و بصرہ و حضر موت، و حلب، و حبش، و برزنج، و برع، و کرد، و داغستان، و اندلس، و ہند کا اتفاق قابل قبول ارباب عقول نہ ہوگا؟ یا معاذ اللہ! یہ عمائد شریعت صد ہا سال سے آج تک سب کے سب مبتدع و بد مذہب اور ایک بدعت ضلالت کے مستحب و مستحسن ماننے والے ٹھہریں گے؟

تعصب نہ کیجیے تو ہم ایک تدبیر بتائیں۔ ذرا اپنے دل کو خیالات ایں و آں سے رہائی دیجیے اور آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر یوں دل میں مراقبہ کیجیے کہ گویا یہ سینکڑوں اکابر سب کے سب ایک وقت میں زندہ موجود ہیں، اور اپنے اپنے مراتب عالیہ کے ساتھ ایک مکان عالیشان میں جمع ہوئے ہیں اور ان کے حضور مسئلہ قیام پیش ہوا ہے اور ان سب عمائد نے یک زباں ہو کر بآواز بلند فرمایا ہے: بیشک مستحب ہے۔ بے شک مستحب ہے۔ وہ کون ہے جو اسے منع کرتا ہے، ذرا ہمارے سامنے آئے...... اس وقت ان کی شوکت و جبروت کو خیال کیجیے، اور مشت چند مانعین ہندوستان میں ایک ایک کا منہ چراغ لے کر دیکھئے کہ ان میں سے کوئی بھی اس عالیشان مجمع میں جا کر ان کے حضور اپنی زبان کھول سکتا ہے اور یوں تو

؎ چو شیراں بر فتند از مرغزار - زند روبہ لنگ لاف شکار

جسے چاہے کہہ دیجیے وہ کیا تھے، ہم ان کی کب مانتے ہیں، ان کا قول کیا حجت ہو سکتا ہے؟ **نعوذ باللہ منہ**۔

مقام دوم:- اس مقام کی شرح و تفصیل مفضی نہایت اطناب و تطویل۔ معہذا ہمارے علمائے عرب و عجم بحمد اللہ تعالیٰ اس سے فارغ ہو چکے کہ کوئی دقیقہ احقاق حق و ابطال باطل کا اٹھا نہ رکھا۔ علی الخصوص حضرت حامی السنن ماحی الفتن سیدی و مولائی والدی **روح اللہ روحہ** نے کتاب مستطاب **اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد** میں وہ تحقیقات بدیعہ و تدقیقات منیعہ ارشاد فرمائیں، جن کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ حق کے لیے نہیں، مگر غایت انجلا و بیان، اور باطل کو نصیب نہیں، مگر موت بے امان۔ **والحمد للہ رب العالمین**۔ لہٰذا فقیر یہاں چند اجمالی نکتوں پر بر سبیل اشارہ و ایما اکتفا کرتا ہے۔

نکتہ اول:- اصل اشیا میں اباحت ہے۔ یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت، اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق، وہی تو مذموم و ممنوع ہے۔ باقی سب چیزیں جائز و مباح رہیں گی۔ خاص ان کا ذکر جواز قرآن و حدیث میں منصوص ہو، یا ان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو۔

تو جو شخص جس فعل کو ناجائز یا حرام یا مکروہ کہے، اس پر واجب کہ اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے...... اور جائز و مباح کہنے والے کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں۔ کہ ممانعت پر کوئی دلیل نہ ہونا ہی جواز کی دلیل کافی ہے۔

جامع ترمذی، و سنن ابن ماجہ، و مستدرک حاکم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الحلال ما احل اللہ فی کتابہ و الحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو عفا** یعنی حلال

وہ ہے، جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے، جسے خدا نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا وہ اللہ کی طرف سے معاف ہے۔ یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔

ملاعلی قاری مرقات میں فرماتے ہیں: **فیہ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل سب چیزوں میں مباح ہونا ہے۔

لطف یہ کہ مولوی نذیر حسین صاحب سورج گڑھی دہلوی نے بھی فتوائے مصدقہ مہری دستخطی میں تصریح کی کہ:

اومدہوش، بے عقل! خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جائز نہ کہنا اور بات ہے، اور ناجائز کہنا اور بات، یہ تو بتاؤ کہ تم جو ناجائز کہتے ہو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز کہاں کہا ہے؟

نکتہ دوم:— عموم واطلاق سے استدلال زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے آج تک علما میں شائع وذائع ہے۔ یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا، تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح وہ بات واقع ہوگی، ہمیشہ محمود رہے گی۔ تاوقتیکہ کسی صورت خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے۔ مسلم الثبوت میں ہے: **شاع و ذاع احتجاجھم سلفا و خلفا بالعمومات من غیر نکیر......**

یہاں تک کہ خود فتوائے مصدقہ مولوی نذیر حسین صاحب میں ہے۔

جب عام ومطلق چھوڑا تو یقیناً اپنے عموم واطلاق پر رہے گا عموم واطلاق سے استدلال برابر زمانہ صحابہ کرام سے آج تک بلانکیر رائج ہے۔

اب سنیے! ذکر الٰہی کی خوبی شرع سے مطلقاً ثابت۔ قال اللہ تعالیٰ: **واذکروا اللہ ذکراً کثیراًO** خدا کو بہت یاد کرو۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء واولیاء اللہ **علیھم الصلاۃ و السلام** کی یاد عین خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد تو اسی لیے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں۔ معہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد مجالس ومحافل میں یونہی ہوتی ہے کہ حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے انہیں یہ مراتب بخشے، یہ کمال عطا فرمایا...... اب چاہے اسے نعت سمجھ لو، یعنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہیں، جنہیں حق تعالیٰ نے ایسے ایسے درجے دیے۔ اس وقت یہ کلام آیہ کریمہ: **ورفع بعضھم درجٰتO** کے قبیل سے ہوگا...... چاہے حمد سمجھ لو، یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے۔ اس وقت یہ کلام آیہ کریمہ: **سبحان الذی أسریٰ بعبدہO** وآیہ کریمہ: **ھو الذی أرسل رسولہ بالھدیٰO** کے طور پر ہو جائے گا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نبی کریم **علیہ الصلاۃ و التسلیم** سے فرماتا ہے: ورفعنا لک ذکرکO اور بلند کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر۔ امام قاضی عیاض شفا شریف میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا سے یوں نقل فرماتے ہیں: **جعلتك ذكر امن ذكري فمن ذكرك ذكرني** یعنی میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا۔

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد بعینہٖ خدا کی یاد ہے۔ پس بحکم اطلاق جس جس

طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی، حسن ومحمود ہی رہے گی اور مجلس میلاد وصلاۃ بعد الاذان وغیرہا کسی خاص طریقے کے لیے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی۔ ہاں! جو کوئی ان طرق کو ممنوع کہے، وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے۔

اسی طرح نعمت الٰہیہ کے بیان واظہار کا ہمیں مطلقاً حکم دیا گیا۔ قال تعالیٰ **واما بنعمة ربك فحدث O**...... اور ولادت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل ہے، تو اس کے خوب بیان واظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا۔

علیٰ ہذا القیاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر مسلمان کا ایمان ہے اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے ثابت۔ **وتعزروه و توقروه O** اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین وتبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس وقیام کی خوبی ثابت ہے۔ **والحمد لله رب العالمين**۔

نکتہ سوم: ہم پوچھتے ہیں تمہارے نزدیک کسی فعل کے لیے رخصت یا ممانعت ماننا، اس پر موقوف کہ قرآن وحدیث میں خاص اس کا نام لے کر جائز کہا ہو، یا منع کیا ہو۔ یا اس کی کچھ حاجت نہیں، بلکہ کسی عام یا مطلق مامور بہ یا عام یا مطلق منہی عنہ کے تحت میں داخل ہونا کفایت کرتا ہے۔

بر تقدیر اوّل تم پر فرض ہوا کہ بالخصوص مجلس وقیام مجلس کے نام قرآن وحدیث سے حکم ممانعت دکھاؤ۔

بر تقدیر ثانی کیا وجہ کہ ہم سے خصوصیت کے ساتھ ثبوت مانگتے ہو، اور آنکہ یہ افعال اطلاقات ذکر وتحدیث نعمت وتعظیم وتوقیر نبی کے تحت میں داخل ہیں، جائز نہیں مانتے۔

نکتہ چہارم: حضرات مانعین سب کے سب اس مرض میں گرفتار کہ قرن وزمانہ کو حاکم شرع بنایا ہے۔ جو نئی بات کہ قرآن وحدیث میں بایں ہیئت کذائی کہیں اس کا ذکر نہیں، جب فلاں زمانہ میں ہو تو کچھ بری نہیں، اور فلاں زمانے میں ہو تو ضلالت وگمراہی۔ حالانکہ شرعاً وعقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع یا کسی فعل کی تحسین وتقبیح پر قابو نہیں۔ نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے اور برا کام کسی زمانہ میں ہو، برا ہے۔ آخر بلوائے مصر، وواقعہ کربلا، حادثۂ حرہ، وبدعات خوارج، وشناعات روافض، وخباثات نواصب، وخرافات معتزلہ **وغیرها** امور شنیعہ، زمانۂ صحابہ وتابعین میں حادث ہوئے، مگر معاذ اللہ وہ نیک نہیں ٹھہر سکتے اور بنائے تصنیف کتب، وتدوین علوم، وردّ مبتدعین، وتعلیم وتعلم نحو وصرف، وطرق اذکار، وصور اشغال اولیائے سلاسل **قدست اسرارهم وغيرها** امور حسنہ، ان کے بعد شائع ہوئے، مگر عیاذاً باللہ اس وجہ سے بد نہیں قرار پا سکتے۔ بلکہ اس کا مدار نفس فعل کے حسن وقبح پہ ہے۔ جس کام کی خوبی صراحتہً یا اشارۂ قرآن وحدیث سے ثابت، وہ بے شک حسن ہوگا، چاہے کہیں واقع ہو اور جس کام کی برائی تصریحاً یا تلویحاً وارد، وہ بے شک قبیح ٹھہرے گا، خواہ کسی وقت میں حادث ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:-

والبدعة ان كانت مما تندرج تحت مستحسن فهي حسنة وان كانت تندرج تحت مستقبح فهي مستقبحة والافمن قسم المباح......

یعنی بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے وہ اچھی ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے، وہ بری ہے اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے نہ داخل ہو تو وہ قسم مباح سے ہے۔

اسی طرح صدہا اکابر نے تصریح فرمائی۔

اب مجلس قیام وغیرھما امور متنازع فیہا کی نسبت تمہارا یہ کہنا کہ زمانہ صحابہ وتابعین میں نہ تھے، لہٰذا ممنوع ہیں، محض باطل ہوگیا۔

نکتہ پنجم: بڑی مستند، ان حضرات کی حدیث: **خیر القرون قرنی** ہے، اس میں بحمد اللہ ان کے مطلب کی بو بھی نہیں۔ حدیث میں تو صرف اس قدر ارشاد ہوا کہ میرا زمانہ سب سے بہتر ہے، پھر دوسرا، پھر تیسرا۔ اس کے بعد جھوٹ، خیانت، اور تن پروری اور خواہی نہ خواہی گواہی دینے کا شوق لوگوں میں شائع ہو جائے گا۔

اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہوگا اگرچہ کسی اصل شرعی یا عام مطلق مامور بہ کے تحت میں داخل ہو، شنیع ومذموم ٹھہرے گا۔ جو اس کے نبوت کا دعویٰ رکھتا ہو، بیان کرے کہ حدیث کے کون سے لفظ کا یہ مطلب ہے۔

نکتہ ششم: اگر کسی زمانہ کی تعریف اور اس کے مابعد کا نقصان احادیث میں مذکور ہونا، اسی کو مستلزم ہو کہ اس زمانہ کے محدثات خیر ٹھہریں، اور مابعد کے شر تو اکثر صحابہ وتابعین سے بھی ہاتھ اٹھا رکھیے۔ **اخرج ابو نعیم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اتیٰ علیٰ ابی بکر اجلہ و عمر اجلہ و عثمٰن اجلہ فان استطعت ان تموت فمت** O یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب انتقال کر جائیں ابوبکر وعمر وعثمان تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ مر جائے تو مر جانا۔

اب تمہارے طور پر چاہیے کہ زمانہ پاک حضرات خلفاء ثلثہ **رضی اللہ عنہما** بلکہ صرف زمانہ شیخین (کہ طبرانی کی روایت کی وارد "**اذا مات عمر فان استطعت ان تموت فمت** جب عمر مر جائے تو اگر مر سکے تو مر جانا) **رضی اللہ تعالیٰ عنہما** تک خیر رہے۔ پھر جو کچھ حادث ہوا، اگرچہ عین خلافت حقہ راشدہ امیر المومنین علی مرتضی **کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم** میں، وہ معاذ اللہ سبب شر وقبیح ومذموم وبدعت ضلالت قرار پائے۔ خدا ایسی بری سمجھ سے اپنی پناہ میں رکھے۔

نکتہ ہفتم: اگر کسی زمانہ کی تعریف حدیث میں آنا اس کا موجب ہو کہ اس کے محدثات خیر قرار پائیں، تو بسم اللہ وہ حدیث ملاحظہ ہو کہ امام ترمذی نے بسند حسن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی، اور شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی نے **اشعۃ اللمعات** میں بنظر کثرت طرق اس کی صحت پر حکم دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ یعنی میری امت کی کہاوت ایسی ہے جیسے مینھ، کہ نہیں کہہ سکتے اس کا اگلا بہتر ہے، یا پچھلا۔

شیخ محقق لکھتے ہیں: کنایہ است از بودن ہمہ امت خیر چنانکہ مطر ہمہ نافع ست کہیے اب کدھر گئی ان قرون کی تخصیص؟ اور کیوں نہ خیر ٹھہریں گے وہ امور، جو علماً وعرفاً مابعد میں بلحاظ اصول وعموم واطلاق شائع ہوئے۔؟

نکتہ ہشتم: صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے محاورات و مکالمات کو دیکھئے تو وہ خود صاف صاف ارشاد فرما رہے ہیں کہ کچھ ہمارے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار خیریت و شریت نہیں۔ دیکھئے بہت نئی باتیں کہ زمانہ پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھیں، ان کے زمانہ میں پیدا ہوئیں، اور وہ انہیں برا کہتے، اور نہایت تشدد وانکار فرماتے اور بہت تازہ باتیں کہ حادث ہوئیں ان کو بدعت و محدثات مان کر خود کرتے، اور لوگوں کو اجازت دیتے، اور خیر و حسن بتاتے۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں: **نعمة البدعة هذه** کیا اچھی بدعت ہے اور سیّدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو نماز میں بسم اللہ باآواز پڑھتے سنکر فرمایا: **ای بنی محدث ایاك والحدث** اے میرے بیٹے یہ نو پیدا بات ہے بچ نئی باتوں سے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بدعت مان کر حسن کہا اور عبداللہ بن مغفل نے اس فعل کو کہ ان کے زمانہ میں واقع ہوا بدعت سیئہ مذمومہ ٹھہرایا۔

تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک بھی ان کے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار نہ تھا، بلکہ نفس فعل کو دیکھتے۔ اگر اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا، اجازت دیتے، اور نہ منع فرمادیتے اور یہی طریقہ بعینہٖ زمانہ تابعین و تبع تابعین میں رائج رہا۔ تو باتفاق صحابہ و تابعین و تبع تابعین قاعدہ شرعیہ وہی قرار پایا کہ حسن حسن ہے، اگرچہ نیا ہو اور قبیح قبیح ہے، اگرچہ پرانا ہو۔ پھر ان کے بعد یہ اصل کیوں کر بدل سکتی ہے۔

نکتہ نہم: یہ اعتراض کہ پیشوائے دین نے تو یہ فعل کیا ہی نہیں، ہم کیونکر کریں۔ زمانہ صحابہ میں پیش ہو کر رد ہو چکا اور بفرمان جلیل حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وغیرہما صحابہ کرام رضی اللہ عنہ قرار پا چکا کہ بات، **فی نفسه** نیک ہونا چاہیے، اگرچہ پیشوائے دین نے نہ کی۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب جنگ یمامہ میں بہت حفاظ قرآن شہید ہوئے، تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر **رضی اللہ تعالیٰ عنهما** سے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر یونہی لڑائیوں میں حافظ شہید ہوتے گئے، تو بہت قرآن جاتا رہے گا۔ میری رائے ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے اور ایک جگہ لکھنے کا حکم دیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ کام کیا ہی نہیں، تم کیوں کر کرو گے؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا۔ مگر خدا کی قسم! کام تو خیر ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے اس معاملہ میں بحث کرتے رہے، یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے میرا سینہ اس امر کے لیے کھول دیا، اور میری رائے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق ہوگئی۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر جمع قرآن کا حکم دیا۔ انہیں بھی وہی شبہہ گزرا، اور عرض کی: بھلا آپ ایسی بات کیوں کر کرتے ہیں، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کی؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہی جواب دیا کہ خدا کی قسم بات تو بھلائی کی ہے۔ پھر دونوں صاحبوں میں بحث ہوتی رہی، یہاں تک کہ ان کی رائے بھی شیخین کی رائے کے ساتھ موافق ہوئی، اور انہوں نے قرآن عظیم جمع کیا۔

دیکھو! جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا، تو ان حضرات نے یہ جواب نہ دیا کہ نئی بات نکالنے کی اجازت نہ ہونا تو پچھلے زمانہ میں ہوگا، ہم صحابہ ہیں، ہمارا زمانہ خیر القرون سے ہے۔ بلکہ یہی جواب فرمایا کہ اگر چہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا، پر کام تو اپنی ذات میں بھلائی کا ہے۔ پس کیوں کر ممنوع ہوسکتا ہے؟ اور اسی پر صحابہ کرام کی رائے متفق ہوئی اور قرآن عظیم باتفاق صحابہ جمع ہوا۔

اب غضب کی بات ہے کہ ان حضرات کو سودا، اچھے اور جو بات کہ صحابہ کرام میں طے ہوچکی، پھر اکھیڑیں۔

نکتہ دہم: جو اعتراض ہم پر کرتے ہیں کہ تم کیا صحابہ تابعین اور تبع تابعین سے محبت و تعظیم میں زیادہ ہو کہ جو کچھ انہوں نے نہ کیا، تم کرتے ہو؟ لطف یہ ہے کہ بعینہ وہی اعتراض اگر قابل تسلیم ہو، تو تبع تابعین پر باعتبار تابعین، اور تابعین پر باعتبار صحابہ، اور صحابہ پر باعتبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارد۔ مثلاً جس فعل کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ و تابعین کسی نے نہ کیا، اور تبع تابعین کے زمانہ میں پیدا ہوا، تو تم اسے بدعت نہیں کہتے۔

ہم کہیں گے اس کام میں بھلائی ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ و تابعین کرتے۔ تبع تابعین کیا ان سے زیادہ دین کا اہتمام رکھتے ہیں، جو انہوں نے نہ کیا یہ کریں گے؟ اسی طرح تابعین کے زمانہ میں جو کچھ پیدا ہوا، اس پر وارد ہوگا کہ بہتر ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کیوں نہ کرتے۔ تابعین کچھ ان سے بڑھ کر ٹھہرے؟

علی ہذا القیاس جو نئی باتیں صحابہ نے کیں، ان میں بھی تمہاری طرح کہا جائے گا۔

یزہد وورع کوش وصدق وصفا — ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ ان کی خوبی معلوم نہ ہوئی؟ یا صحابہ کو افعال خیر کی طرف زیادہ توجہ تھی؟

غرض یہ بات ان مدہوشوں نے ایسی کہی جس کی بنا پر عیاذ اباللہ عیاذا باللہ تمام صحابہ و تابعین بھی بدعتی ٹھہرے جاتے ہیں۔

نکتہ یازدھم: امام احمد بن محمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں: **الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لایدل علی المنع** یعنی کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی۔ شاہ عبد العزیز صاحب مغفور **تحفہ اثناء عشریہ** میں فرماتے ہیں: نہ کردن چیزے دیگر ست منع فرمودن چیزے دیگر۔ نہ کرنا دوسری چیز ہے اور منع فرمانا دوسری چیز۔

تمہاری جہالت کہ تم نے کسی فعل کے نہ کرنے کو اس فعل سے ممانعت سمجھ رکھا ہے۔

نکتہ دوازدھم: ع: سخن شناس نئی دلبرا خطا ایں جاست۔

حقیقۃ الامر یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کو اعلائے کلمۃ اللہ ونشر دین متین، وقتل کافرین، واشاعت فرائض، وحدود الٰہیہ، ومحافظت اصول ایمان، وحفظ وروایت حدیث وغیرہا امور کلیہ مہمہ سے فرصت نہ تھی۔ لہٰذا یہ امور جزئیہ مستحبہ تو کیا معنی؟ تاسیس قواعد و اصول، وتفریع جزئیات وفروع، وتصنیف وتدوین علوم، ونظم دلائل حق، ورد شبہات اہل بدعت، وغیرہا امور عظیمہ کی طرف بھی

توجہ کامل نہ فرما سکے۔ جب بفضل اللہ تعالیٰ ان کے زور بازو نے دین الٰہی کی بنیاد مستحکم کردی، اور شارق و مغارب میں ملت حنفیہ کی جڑ جم گئی۔ اس وقت ائمہ و علمائے مابعد نے تخت و بخت ساز گار پا کر بیخ و بن جمانے والوں کی ہمت بلند کے قدم لیے، اور باغبان حقیقی کے فضل پر تکیہ کر کے **اھم فالاھم** کاموں میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ یہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغ ہرا ابھرا پھلا پھولا لہلہایا، اور اس کے بھینے پھولوں، سہانے پتوں نے چشم وکام و دماغ پر عجب ناز سے احسان فرمایا۔ **والحمد للہ رب العالمین۔**

اب اگر کوئی جاہل اعتراض کرے کہ لنچھیاں جواب پھوٹیں، جب کہاں تھیں؟ یہ پتیاں جواب نکلیں، پہلے کیوں نہاں تھیں؟ اگر ان میں کوئی خوبی پاتے، تو اگلے کیوں چھوڑ جاتے؟ اس کی حماقت پر اس الٰہی باغ کا ایک ایک پھول قہقہہ لگائے گا کہ او جاہل! ان اگلوں کو جڑ جمانے کی فکر تھی، وہ فرصت پاتے تو یہ سب کچھ کر دکھاتے۔

نکتہ سیز دھم: ہم نے مانا کہ جو کچھ قرون ثلثہ میں نہ تھا، سب منع ہے...... اب ذرا حضرات مانعین اپنی خبر لیں۔ یہ مدرسے جاری کرنا، اور لوگوں سے ماہوار چندہ لینا، اور طلبہ کے لیے مطبع نولکشور سے فیصدی دس روپے کمیشن لے کر کتابیں منگانا، اور بہ تخصیص روز جمعہ بعد نماز جمعہ وعظ کا التزام کرنا، جہاں وعظ کہنے جائیں، نذرانہ لینا، دعوتیں اڑانا، مناظروں کے لیے جلسے، اور پنچ مقرر کرنا، مخالفین کے ردّ میں کتابیں لکھوانا، چھپوانا، واعظوں کا شہر شہر گشت لگانا، صحاح کے دو دو ورق پڑھ کر محدثی کی سند لینا، اور ان کے سوا ہزاروں باتیں کہ سب اکابر و اصاغر میں بلانکیر رائج ہیں۔ قرون ثلثہ میں کب تھیں؟ کیا تمہارے لیے پروانۂ معافی آگیا ہے کہ جو چاہو کرو، تم پر کچھ مواخذہ نہیں۔ یا یہ نکتہ چینیاں انہیں باتوں میں ہیں، جن میں تعظیم و محبت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علاقہ ہو، باقی حلال شیر مادر۔ **ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی الاکبر۔**

نکتہ چہار دھم: افسوس! کیا الٹا زمانہ ہے۔ امور تعظیم و ادب میں سلف صالح سے آج تک برابر ائمہ دین کا یہی طریقہ رہا کہ ورود، وعدم ورود خصوصیات پر نظر نہ کی، بلکہ تصریحاً قاعدہ کلیہ بتایا۔ **کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا** جس بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے۔ اسی لیے سلفاً و خلفاً جس مسلمان نے کسی نئے طریقہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کیا، اس ایجاد کو علما نے اس کے مدائح میں شمار کیا۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہرایا۔

مثلاً سیّدنا امام مالک، صاحب المذہب، عالم المدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادب حدیث خوانی میں وہ وہ باتیں ایجاد فرمائیں، جو صحابہ و تابعین سے ہرگز منقول نہیں اور وہ ایجاد تمام علما کے نزدیک امام مالک کے فضائل جلیلہ سے ٹھہرا اور ان کے غایت محبت پر دلیل قرار پایا۔

امام قاضی عیاض **شفا شریف** میں لکھتے ہیں: جس کا ترجمہ یہ ہے: جب لوگ مالک بن انس کے پاس علم حاصل کرنے آتے، ایک کنیز آکر کہتی: شیخ تم سے پوچھتے ہیں: تم حدیث سیکھنے آئے ہو، یا فقہ و مسائل؟ اگر انہوں نے جواب دیا: فقہ و مسائل۔

جب تو آپ تشریف لے آتے اور اگر کہا: حدیث۔ تو پہلے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، طیلسان اوڑھتے، اور عمامہ باندھتے، چادر سر مبارک پر رکھتے، ان کے لیے ایک تخت مثل تخت عروس بچھایا جاتا، اس وقت باہر تشریف لاتے، اور بنہایت خشوع وخضوع اس پر جلوس فرماتے، اور جب تک حدیث بیان کرتے، اگر سلگائے رہتے، اور اس تخت پر اسی وقت بیٹھتے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا ہوتی۔

حضرت سے اس کا سبب پوچھا گیا، تو فرمایا: میں دوست رکھتا ہوں کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کروں، اور میں حدیث بیان نہیں کرتا، جب تک وضو کر کے خوب سکون ووقار کے ساتھ نہ بیٹھ لوں۔

دوسری مثال: انہیں کی ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے، اور فرماتے: مجھے شرم آتی ہے خدائے تعالیٰ سے کہ جس زمین میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوں، اسے جانور کی سم سے روندوں۔

تیسری مثال: احمد غازی تیرانداز سے شفا شریف میں نقل کیا ہے کہ میں نے کمان کبھی بے وضو ہاتھ سے نہ چھوئی، جب سے سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان دست اقدس میں لی ہے۔

چوتھی مثال: امام بن حاج مالکی مدخل میں فرماتے ہیں کہ بعض صالحین چالیس برس مکہ معظمہ کے مجاور رہے، اور کبھی حرم محترم میں پیشاب نہ کیا، نہ لیٹے۔ ابن حاج کہتے ہیں: ایسے شخص کو مجاورت مستحب ہے۔ یا یوں کہیے: اسے مجاورت کا حکم دیا جائے گا۔

یہ ابن حاج متشددین مانعین سے ہیں اور احداث کی ممانعت میں نہایت تصلب رکھتے ہیں۔ مگر اس پر نکیر نہیں فرماتے، بلکہ تعریف کرتے ہیں۔

پانچویں مثال: اسی میں ہے۔ بعض صالحین زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ہوئے، تو شہر میں نہ گئے، بلکہ باہر سے زیارت کر لی اور یہ ادب تھا اس مرحوم کا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ اس پر کسی نے کہا: اندر نہیں چلتے؟ کہا: کیا مجھ جیسا شخص داخل ہو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں؟ میں اپنے میں اتنی قدرت نہیں پاتا ہوں۔

چھٹی مثال: اسی میں ہے: میرے سردار ابو محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب میں مسجد مدینہ طیبہ میں داخل ہوا، تو جب تک رہا، مسجد شریف میں قعدہ نماز کے سوا نہ بیٹھا اور برابر حضور میں کھڑا رہا، جب تک قافلہ نے کوچ کیا۔

ساتویں مثال: اس کے متصل انہیں امام سے نقل کرتے ہیں: میں حضوری چھوڑ کر نہ بقیع کو گیا، نہ کہیں اور گیا۔ نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی زیارت کی۔ ایک دفعہ میرے دل میں آیا تھا کہ زیارت بقیع کو جاؤں۔ پھر میں نے کہا: کہاں جاؤں گا؟ یہ ہے اللہ کا دروازہ کھلا ہوا، سائلوں اور مانگنے والوں اور دل شکستوں اور بے چاروں اور مسکینوں کے لیے اور وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کون ہے، جس کا قصد کیا جائے؟ فرماتے ہیں: پس جو کوئی اس پر عمل کرے گا، ظفر پائے گا اور مراد ومطلب ہاتھ آئے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں: اب فقیر سرکار قادریہ غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس فتویٰ کو انہیں مبارک لفظوں پر ختم کرتا ہے کہ جو کوئی اس پر عمل کرے گا، ظفر پائے گا، اور مراد و مطلب ہاتھ آئے گا اور اپنے رب کریم تبارک وتعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہے کہ یہ فتویٰ نہ صرف مسئلہ قیام نبی میں بیان کافی و برہان شافی ہو، بلکہ بحول اللہ تعالیٰ اکثر مسائل نزاعیہ میں قول فیصل قرار پائے اور جسے خدا چاہے اس کے لیے شاہراہ تحقیق پر مشعل ہدایت ہو جائے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و سراج افقہ سیّدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین آمین ۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

اس فتویٰ پر علمائے رامپور سے حضرت مولانا ارشاد حسین، ومولانا گوہر علی، ومولانا عبداللہ قریشی، ومولانا شاہ سلامت اللہ...... اور علمائے بدایوں سے حافظ محمد بخش، ومولانا عبدالرزاق بن عبدالصمد...... اور علمائے بریلی سے مولانا محمد شاہ خان صاحب، ومولانا سلطان احمد خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی تصدیقات ومواہیر ہیں۔

(۲۵) منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین (۴)

گنگوہی صاحب اور نہ صرف گنگوہی و مولوی اسماعیل دہلوی، بلکہ وہابیہ مطلقاً مقلدین ہوں۔ یعنی دیوبندیہ یا غیر مقلدین ہوں یعنی دہلویہ۔ ایک وصف خاص ان کا یہی ہے کہ ہر مسئلہ میں اسی پہلو کو اختیار کریں، جس میں انبیا و رسل کی بے قدری و توہین ہو، یا کم از کم عزت وقدر ثابت نہ ہو۔ اعتقادیات سے عملیات، مستحبات سے لے کر فضائل تک سب میں یہ بات ضروری ہے اور جس مولوی کی تحریرات و تقریرات ایسی نہ ہوں، وہ وہابی نہیں۔ اس وقت میرے پیش نظر تقبیل ابھامین ہے۔ یعنی اذان سنتے وقت جب نام نامی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آئے، اور موذن أشھد ان محمداً رسول اللہ کہے، اس وقت سننے والے کو انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی رخ سوائے تعظیم وتوقیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسری طرف نہیں۔ تو اگر کوئی اور وجہ وثبوت اس کے کرنے کا نہ ہوتا، تو صرف تعظیم وتوقیر ہی وجہ وجیہ جواز کے لیے کافی تھی۔ نہ کہ ایک حدیث بھی اس مضمون کی مروی۔ جسے امام سخاوی نے رسالۂ مبارکہ المقاصد الحسنہ فی الاحادیث الدائرہ علی الالسنۃ میں ذکر فرمایا۔ مگر ان بدعت پرستوں کے یہاں یہ کب گوارہ ہو، ان کے یہاں بدعت ومنع ہے۔

جب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے اس مسئلہ کے متعلق سوال ہوا، تو حضور نے ایک ضخیم کتاب ۱۳۲ صفحات کی اس کے جواب میں تحریر فرمائی اور اس کا تاریخی نام منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین تجویز رکھا۔ یہ رسالہ اگر چہ بظاہر اس ایک مسئلہ کا جواب ہے، لیکن درحقیقت وہابیہ کی ساری عمارت کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنا، اور اہل سنت کے ہاتھ میں ایک زبردست اوزار ردّ وہابیہ کا دینا

ہے اور علم اصول حدیث کے بہت سے مسائل کی توضیح وتشریح ہے اور وہابیہ، دیوبندیہ کے سارے ادعائے حدیث دانی کی تقبیح و تفضیح ہے۔

یہ رسالہ پہلے مطبع گلزار حسنی بمبئی میں طبع ہوا، اور تمام شائقین کی خدمت میں تحفۃً بھیجا گیا۔ پھر دوبارہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں چھپا۔ تیسری بار فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں ص ۵۱۷ سے ص ۶۴۸ تک چھپا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی دوسرے رسالوں کی طرح خطبہ سے شروع فرمایا ہے۔ جس میں بطور براعت استہلال اس مسئلہ کا ذکر ہے۔ ابتدائے جواب ان لفظوں سے ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم O الحمد للہ الذی نور عیون المسلمین O بنور عین اعیان المرسلین O والصلاۃ والسلام علی نور العیون O سرور القلب المحزون O محمدن الرفیع ذکرہ فی الصلاۃ والاذان O والحبیب اسمہ عند اھل الایمان O الخ

خطبہ کے بعد جواب ان مبارک لفظوں میں تحریر فرمایا ہے۔

حضور پرنور شفیع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے، یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز۔ جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم اور اگر خود کوئی دلیل خاص نہ ہوتی، تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا۔ جو ناجائز بتائے، ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں۔ پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علما وعمل قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود۔

پھر حدیث شریف سے سیّدنا صدیق اکبر، وسیّدنا امام حسن، وسیّدنا ابوالعباس خضر وغیرھم اکابردین کے کرنے کا ثبوت کتاب **مستطاب مقاصد حسنہ** سے ذکر فرمایا اور کتب فقہ **جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایہ و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد و ردّ المحتار، حاشیہ در مختار** وغیرہا کتب فقہ کے حوالہ سے اس فعل کا استحباب واستحسان ثابت فرمایا۔

رہا محدثین کا اس حدیث کو **لایصح** فرمانا، جس سے ان متحدث صاحبوں کو اردو محاورہ کا دھوکہ ہوا کہ ''یہ بات صحیح نہیں'' اس کے معنی یہ ہیں کہ ''غلط ہے۔'' حالانکہ یہ اصطلاح فنی ہے کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت، نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں۔ نہ کہ نفی صلاح تماسک وصلوح تمسک، نہ کہ دعویٰ وضع وکذب۔ تو عندالتحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں، یوں ہی حکم کذب ووضع بھی ہرگز مقبول نہیں۔ بلکہ بتصریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور۔ وعمل علما وقبول قدما، حدیث کے لیے قوی دیگر اور نہ سہی، تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اس سے بھی گذر یے تو بلاشبہ یہ فعل اکابردین سے مروی ومنقول، اور سلف صالح میں حفظ صحت بصر وروشنائی چشم کے لیے مجرب، اور معمول۔ ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو، تو اسی قدر سند کافی۔ بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو، تو صرف تجربہ وافی۔ کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں۔ نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف اور نفع حاصل ہو، تو منع باطل۔ بلکہ انصاف کیجیے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ

وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔ پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے؟ ولہٰذا مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا۔

کل ما یروی فی هذا فلا یصح رفعه البتة قلت و اذا ثبت رفعه الی الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه فیکفی للعمل به لقوله علیه الصلاة و السلام علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدینO

تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کسی شی کا ثبوت بعینہٖ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت ہے، اگر چہ بالخصوص حدیث مرفوع درجہ صحت تک مرفوع نہیں۔

امام سخاوی المقاصد الحسنه فی الحدیث الدائره علی الالسنة میں فرماتے ہیں:-

حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع قول الموذن اشهد ان محمدا رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده و رسوله رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا و بمحمد صلی الله علیه وسلم نبینا' ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکرن الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه لما سمع قول الموذن اشهدان محمدا رسول الله قال هذا و قبل بباطن الانملتی السبابتین و مسح عینیه فقال صلی الله علیه وسلم من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیه شفاعتی ولا یصحO یعنی موذن سے اشهد ان محمداً رسول الله سن کر انگشتان شہادت کے پورے، جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا، اور یہ دعا پڑھنا اشهد ان محمداً عبده و رسوله رضیت بالله ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے موذن کو اشهد ان محمداً رسول الله کہتے سنا، یہ دعا پڑھی، اور دونوں کلمہ کی انگلیوں کے پورے، جناب زیرین سے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے نے کیا تو اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی، جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت نام رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا:-

وحکی الشمس محمد بن صالح المدنی امامها و خطیبها فی تاریخه عن المجد احد القدماء من المصریین انه سمعه یقول من صلی علی النبی صلی الله علیه وسلم اذا سمع ذکره فی الاذان وجمع اصبعیه المسبحة والابهام وقبلهما و مسح بهما عینیه لم یرمد ابداO یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے، نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے، اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

پھر شرح نقایہ سے نقل فرمایا:-

و اعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة الثانیه صلی اللہ تعالیٰ علیك یا رسول اللہ عند الثانیة منها قرة عینی بك یا رسول اللہ ثم یقال اللھم متعنی بالسمع و البصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین فانه صلی اللہ علیه وسلم یکون له قائدا الی الجنة کذا فی کنز العبادO یعنی خبردار ہو! بے شک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشھد ان محمداً رسول اللہ سنے صلی اللہ علیك یا رسول اللہ کہے اور دوسری بار قرة عینی بك یا رسول اللہ، پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے: اللھم متعنی بالسمع و البصر، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:-

ونحوه فی الفتاویٰ الصوفیهO یعنی ایسا ہی سیدی فضل اللہ سہروردی نے فتاویٰ صوفیہ میں فرمایا۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے بہت نفیس اعلیٰ درجہ کے قیمتی اکتیس فائدے بحوالہ کتب مستندہ تحریر فرمائے ہیں، جن کو بطور اختصار لکھنا فوائد سے خالی نہیں۔

افادہ اول:-

(الف) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ "صحیح نہیں" اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے۔ بلکہ "صحیح" ان کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے، جس کے شرائط سخت و دشوار، اور موانع و عوائق کثیر و بسیار۔ حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے۔

حلیہ شرح منیہ میں ہے:-

علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیث لا یلزم من نفی الصحة نفی الثبوت علی وجه الحسنO یعنی اصطلاح علم حدیث کی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثابت کی نافی نہیں۔

(ب) یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار، نفی حسن میں بھی نص نہیں، جس سے قابلیت احتجاج منفی ہو۔ نہ کہ صالح و لائق اعتبار نہ ہونا، نہ کہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا، جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتدا و انتہا کے کناروں پر واقع ہیں۔ سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں، درجہ بدرجہ مرتب۔ صحیح کے بعد حسن لذاته، بلکہ صحیح لغیره، پھر حسن لذاته، پھر حسن لغیره، پھر ضعیف بضعف، قریب، اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے۔ جیسے اختلاط راوی یا سوئے حفظ یا تدلیس وغیرہا۔

اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب حجج بہا ہیں اور آخر کی قسم، صالح۔ یہ متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پا کر حسن لغیره، بلکہ صحیح لغیره ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ صلاحیت احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور پہنا کرتی ہے۔ ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول، و تنہا کافی ہے۔

پھر درجہ ششم میں ضعف قوی و وہن شدید ہے۔ جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا، بشرطیکہ ہنوز کذب سے جدائی ہو۔ یہ حدیث، احکام میں احتجاج درکنار، اعتبار کے بھی لائق نہیں۔ ہاں! فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً، اور بعض کے طور پر بعد انجبار بہ تعدد مخارج وتنوع طرق منصب قبول وعمل پاتی ہے۔ **کما نبینه انشاء الله تعالیٰ**

پھر درجہ ہفتم میں مرتبۂ مطروح ہے۔ جس کا مدار وضاع، کذاب یا متہم بالکذب پر ہو۔ یہ بدترین اقسام ہے۔ بلکہ بعض محاورات کی رو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد۔ یعنی جس کا مدار کذب پر ہو، عین موضوع۔ یا نظر تدقیق میں یوں کہیے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے۔ یہ بالاجماع نہ قابل انجبار، نہ فضائل وغیرہا کسی بات میں لائق اعتبار، بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے۔ حقیقۃً حدیث نہیں، محض مجعول وافترا ہے۔ **والعیاذ بالله تبارك و تعالیٰ**

امام بدرالدین زرکشی **کتاب النکت علی ابن الصلاح**...... پھر امام جلال الدین سیوطی **لآلی مصنوعة**...... پھر علی ابن محمد کنانی **تنزیه شریعة المرفوعة عن الاخبار الشنیعة الموضوعة**...... پھر علامہ محمد طاہر فتنی **خاتمه مجمع بحار الانوار** میں فرماتے ہیں:-

بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون کبیر فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق و قولنا لم یصح لا یلزم منه اثبات العدم و انما هو اخبار عن عدم الثبوت و فرق بین الامرین O (ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ "یہ صحیح نہیں" اور "موضوع" کہنا، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ کہ "موضوع" کہنا، تو اسے کذب وافترا ٹھہرانا ہے اور "غیر صحیح" کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں۔ بلکہ اس کا حاصل تو نفی ثبوت ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ رضوی)

افادہ دوم:-

کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا، اگر اثر کرتا ہے، تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے، نہ کہ باطل و موضوع۔ بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت، قادح صحت و مانع حجت بھی ہے یا نہیں؟ تفصیل مقام یہ کہ مجہول کی تین قسمیں ہیں۔

اول مستور: جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں۔

دوم مجہول العین: جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

سوم مجہول الحال: جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں۔

قسم اول: یعنی مستور، تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے، جمہور محدثین ضعف مانتے ہیں۔ بلکہ امام نووی مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

المجهول اقسام مجهول العدالة ظاهرا و باطنا و مجهولها باطنا مع وجودها ظاهرا وهو المستور

و مجهول العين فاما الاول فالجهور على انه لا يحتج به واما الآخران فاحتج بهما كثيرون من المحققين......

افادہ سوم:-

اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علما کے نزدیک تو انقطاع سے صحت وحجت میں بھی کچھ خلل نہیں آتا۔

امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:-

لا يضر ذالك فان المنقطع كالمرسل فى القبول من الثقات O

افادہ چہارم:-

انقطاع تو ایک امر سہل ہے، جسے صرف بعض نے طعن جانا۔ علما فرماتے ہیں: حدیث کا مضطرب ہونا، بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ دربارۂ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے۔ حالانکہ اس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔

تعقبات میں ہے:-

المضطرب من قسم الضعيف لا الموضوع O

افادہ پنجم:-

خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک، یا عدالت مشکوک، شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے۔ مبہم میں تو اتنا بھی نہیں ہوتا۔ جیسے: حدثنی رجل O مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ یا بعض اصحابنا O ایک رفیق نے خبر دی۔ پھر یہ بھی صرف مورث ضعف ہے، نہ یہ کہ موجب وضع۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوة الحجاج فی عموم المغفرة للحجاج میں فرماتے ہیں:-

لا يستحق الحديث ان يوصف بالوضع بمجرد ان راويه لم يسم O

ولہٰذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہو جاتا ہے۔

افادہ ششم:-

بھلا جہالت وابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم، عدم علم سے زائد۔ مجہول ومبہم کا کیا معلوم، شاید فی نفسہ ثقہ ہو؟ اور جس پر جرح ثابت، احتمال ساقط۔ لہٰذا دربارۂ مجہول ردّ وقبول میں مختلف، اور ثابت الجرح کے ردّ پر متفق ہوئے۔

امام نووی مقدمہ منہاج میں ابو علی غسانی جیانی سے ناقل:-

النـاقلون سبع طبقات ثلث مقبولة و ثلث متروكة و السابعة مختلف فيها (الیٰ قوله) السابعة قوم مجهولون انفردوا بروايات لم يتابعوا عليها فقبلهم قوم و وقفهم آخرون O

افادہ ھفتم:-

پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں، جن کا ہر ایک، جہالت راوی سے بدر جہا بدتر ہے، یہی تصریح ہے کہ ان سے بھی موضوعیت لازم نہیں۔ مثلاً راوی کی اپنی مرویات سے ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کر لے۔ یعنی دوسرا جو بتادے کہ تو نے یہ سنا تھا، وہی مان لے۔ پر ظاہر کہ یہ شدت غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن، فسق کے طعن سے بھی بدتر، اور جہالت سے چار درجہ سخت ہے۔

امام احمد بن حجر عسقلانی نے **نخبة الفكر** میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں۔ کذب، تہمت کذب، کثرت غلط، غفلت، فسق، وہم، مخالفت ثقات، جہالت، بدعت، سوء حفظ...... اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے۔ پھر علما فرماتے ہیں: ایسے غافل، شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں۔

اور اخر تعقبات میں ہے:-

فيه يزيد بن ابی زياد و كان يلقن فيتلقن قلت هذا لا يقتضی الحكم بوضع حديثه O

افادہ ھشتم:-

یوں ہی **منكر الحديث**۔ اگر چہ یہ جرح امام بخاری نے فرمائی ہو۔ حالانکہ وہ فرما چکے کہ میں جسے **منكر الحديث** کہوں، اس سے روایت حلال نہیں۔ بایں ہمہ علما نے فرمایا: ایسی حدیث بھی موضوع نہیں۔

تعقبات میں ہے۔

قال البخاری منكر الحديث فغاية امر حديثه ان يكون ضعيفا O

افادہ نہم:-

ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ **متروك** کا ہے۔ جس کے بعد صرف متہم بالوضع، یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے۔ اس پر بھی علما نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے، موضوع نہیں۔

امام ابن حجر **اطراف العشرة** پھر خاتم الحفاظ **لآلی** میں فرماتے ہیں:-

زعـم ابـن حبان و تبعه ابن الجوزی ان هذا المتن موضوع وليس كمال قال فان الراوی وان كان متروكا عند الاكثر ضعيفا عند البعض فلم ينسب الیٰ الوضع O

افادہ دہم:-

غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے۔ ہاں! موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون قرآن عظیم...... یا سنت متواترہ...... یا اجماع قطعی، قطعیات الدلالۃ...... یا عقل صریح...... یا حس صحیح...... یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔ یا معنی شنیع و قبیح ہوں، جن کا صدور حضور پر نور **صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** سے معقول نہ ہو...... یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے، اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے...... یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا، تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں...... یا کسی حقیر فعل کی مدحت، اور اس پر وعدہ بشارت...... یا صغیر امر کی مذمت، اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں، جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔

یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و سخیف ہوں، جنہیں سمع، دفع اور طبع منع کرے...... یا ناقل رافضی، حضرات اہل بیت کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے، جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں۔ جیسے حدیث **لحمک لحمی و دمک دمی**...... یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے اپنی طمع سے، یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گڑھ کر پیش کر دی ہے۔ جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال...... یا تمام کتب تصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے، اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے...... یا راوی خود اقرار وضع کر دے، خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے، جو بمنزلہ اقرار ہو۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں۔

رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو، اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے؟

اس بات میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں۔

اول:- انکار محض، یعنی بے امور مذکورہ اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں۔ اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اس کا مدار ہو۔

دوم:- کذاب وضاع، جس سے عمداً نبی پر معاذ اللہ بہتان و افترا کرنا ثابت ہو۔ صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے۔ وہ بھی بطریق ظن، نہ بروجہ یقین۔ کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور قصداً افترا اس سے ثابت نہیں۔ تو اس کی حدیث موضوع نہیں، اگرچہ متہم بہ کذب و وضع ہو۔

سوم:- بہت علما جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں، وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیوں کر موضوع ہو سکتی ہے؟ حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے، نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں: موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا، یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔

افادہ یاز دہم:۔

جوحدیث فی نفسہ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو،محدث اگراس پرحکم وضع کرے،تواس سے نفس حدیث پرحکم لازم نہیں۔ بلکہ صرف اس سند پرحکم مراد ہوتا ہے۔یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے،مگراس سند سے موضوع وباطل اورنہ صرف موضوع، بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہی حاصل۔ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصرتحسیں فرمائیں۔توکسی عالم کاحکم وضع،یاضعف دیکھ کرخواہی نہ خواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل،یاضعیف ہے،ناواقفوں کی فہم نحیف ہے۔

نتیجة الافادات:۔

بحمداللہ!فقیرآستان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ کےان گیارہ افادات نےمہر نیمروز وماہ نیم ماہ کی طرح روشن کردیا کہ احادیث تقبیل ابھامین کووضع وبطلان سےاصلاً کچھ علاقہ نہیں۔ان پندرہ عیبوں سےاس کاپاک ہونا،توبدیہی اوریہ بھی ظاہرکہ اس کامدار کسی وضاع،کذاب،یامتہم بالکذب پرنہیں۔پھرحکم وضع محض بےاصل وواجب الدفع۔والہٰذا علمائے کرام نےصرف لا یصح فرمایا۔یہاں تک کہ وہابیہ کےامام شوکانی نےبھی فوائد مجموعہ میں اسی قدرپراختصارکیااورموضوع کہنےکاراستہ نہ ملا۔

اوراگربالفرض کسی امام معتمدکےکلام میں حکم وضع واقع ہواہو،تووہ صرف کسی خاص سندکی نسبت ہوگا،نہ اصل حدیث پر۔ جس کے لیےکافی سندیں موجودہیں۔جنہیں وضع واضعین سےکچھ تعلق نہیں۔کہ جہالت وانقطاع اگرہیں تومورث ضعف نہ کہ مثبت وضع۔

افادہ دوازدہم:۔

حدیث اگرمتعددطریقوں سےروایت کی جائے،اوروہ بہت ضعف رکھتے ہوں،توضعیف ضعیف مل کربھی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔بلکہ اگرضعیف غایت شدت وقوت پرنہ ہو،توجبرنقصان ہوکرحدیث درجۂ حسن تک پہنچتی،اورمثل صحیح،خوداحکام حلال وحرام میں حجت ہوجاتی ہے۔

ملاعلی قاری مرقات میں لکھتے ہیں:۔

تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الیٰ حد الحسن○

میزان الشریعة الکبریٰ○ میں ہے:۔

قد احتج جمهور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقه والحقوه بالصحیح تارة وبالحسن اخریٰ○

افادہ سیزدہم:۔

جہالت راوی،بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کےضعفوں سے ہے۔جوتعددطرق سےمنجبرہوجاتے ہیں،اورحدیث کورتبہ حسن تک

پہنچادیتے ہیں۔ یہ حدیثیں جابر و منجبر دونوں ہونے کی صالح ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فی اسناده جهالة لكنه اعتضد فصار حسنا......

افادہ چہار دہم:—

حصول قوت کے لیے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں، صرف دو مل کر بھی قوت پا جاتے ہیں۔

تیسیر میں فرمایا:—

ضعيف بضعف عمرو بن واقد لكنه يقوى بوروده من طرقين O

افادہ پانژ دہم:—

اہل علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے، اگر چہ سند ضعیف ہو۔

مرقات میں ہے:—

رواه الترمذى و قال غريب والعمل على هذا عند اهل العلم قال النووى و اسناده ضعيف تفله ميرك فكان الترمذى يريد تقوية الحديث بعمل اهل العلم و العلم عند الله تعالىٰ O

امام جلال الدین سیوطی نے تعقبات میں فرمایا:—

قد صرح غير واحد بان من دليل صحة الحديث قول اهل العلم به وان لم يكن له اسناد يعتمد علىٰ مثله O

یہ ارشادات علما، احادیث احکام کے بارے میں ہیں۔ پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

افادہ شانژ دہم:—

جن باتوں کا ثبوت احادیث سے چاہا جائے، وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں۔ بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو، اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ آحاد اگر چہ کیسی ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں، ان کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں، جن میں خاص یقین درکار۔

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:—

خبر الواحد على تقدير اشتماله على جميع الشرائط المذكورة فى اصول الفقه لايفيد الا الظن ولا عبرة بالظن فى باب الاعتقاديات O

ملاعلی قاری منح الروض الازهر میں فرماتے ہیں:—

الآحاد لا تفید الاعتماد فی الاعتقادO

دوسرا درجہ احکام کا ہے۔ کہ ان کے لیے اگر چہ اتنی قوت درکار نہیں، پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ، خواہ لغیرہ، یا حسن لذاتہ، یا کم سے کم لغیرہ، ہونا چاہیے۔ جمہور علما یہاں ضعیف نہیں سنتے۔

تیسرا مرتبہ فضائل ومناقب کا ہے۔ یہاں باتفاق علما ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا، اتنا ثواب پائے گا۔ یا کسی نبی یا صحابی کی خوبیاں بیان ہوئیں کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا۔ تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے۔

حضرت سیدی ابو طالب مکی اپنی مبارک کتاب قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب میں فرماتے ہیں:

الاحادیث فی فضائل الاعمال و تفضیل الاصحاب مقبولۃ محتملۃ علی کل حال مقاطیعھا و مراسیلھا لاتعارض ولا ترد کذالک کان السلف یفعلونO

کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں۔

مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں:-

ضعاف در فضائل اعمال وفیما نحن فیہ باتفاق علما معمول بہا است، الخ

(نواب قطب الدین نے) مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ الاوابین کا منکر الحدیث ہونا، امام بخاری سے نقل کر کے لکھا۔

اس حدیث کو اگر چہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے۔

افادہ ہفدھم:-

ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لیے بس ہے۔

شیخ الاسلام ابو زکریا کتاب الاذکار میں تحریر فرماتے ہیں:-

قال العلماء من المحدثین والفقھاء و غیرھم یجوز و یستحب العمل فی الفضائل و الترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاO

ملا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں:-

الضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال اتفاقا ولذاقال ائمتنا ان مسح الرقبۃ مستحب اوسنۃO

افادہ ہیژدھم:-

اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو تصریحات علما درکنار، خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے، اور تحقیق صحت و جودت سند میں تعمق وتدقیق راہ نہ پائے۔ حسن بارفع اپنے

"جزء حدیثی"......اور ابوالشیخ مکلام الاخلاقه میں سیّدنا جابر بن عبداللہ انصاری......اور قطنی، اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:۔

من بلغه عن الله عزوجل شيء فيه فضيلة فاخذ به ايمانا به و رجاء ثوابه اعطاه الله ذالك وان لم يكن كذالك ولفظ الدارقطني اعطاه الله ذالك الثواب وان لم يكن مابلغه حقاO

افادہ نوز دہم:۔

عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص ونقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر، اور اس کا ضعف مغتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں، آخر بطلان پر یقین تو نہیں۔فان الكذوب قد يصدق تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو؟

مقدمہ امام عمر تقی الدین شہرزوری میں ہے:۔

اذا قالوا في حديث انه غير صحيح فليس ذالك قطعا بانه كذب في نفس الامر اذقد يكون صدقا في نفس الامر وانما المراد به لم يصح اسناده على الشرط المذكورO

تقریب و تدریب میں ہے:۔

اذا قيل حديث ضعيف فمعناه لم يصح اسناده على الشرط المذكور لانه كذب في نفس الامر لجواز صدق الكاذبO

یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر نامعتبر وضعیف ٹھہرا چکے۔علمائے قلب، عرفائے رب انہیں مقبول ومعتمد بتاتے، اور بصیغہ جزم وقطع حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے ہیں اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے، جنہیں علما اپنے زبرو دفاتر میں کہیں نہیں پاتے۔ان کے یہ علوم الہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار، الٹے طعن وجرح، واہانت کا باعث ہو جاتے ہیں۔حالانکہ انعظمة لله وہ عباداللہ ان طاعنین سے بدر جہا اتقی للہ، واللہ باللہ، واشد توقیا فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

میزان الشريعة الكبرى، میں حدیث اصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم کی نسبت فرماتے ہیں:۔

هذا الحديث وان كان فيه مقال عند المحدثين فهو صحيح عدد اهل الكشفO

كشف الغمه عن جميع الامة میں ارشاد فرمایا:۔

كان صلى الله تعالى عليه وسلم يقول من صلى على طهر الله قلبه من النفاق كما يطهر الثوب بالماء وكان صلى الله تعالى عليه وسلم يقول من قال صلى الله على محمد فقد فتح على نفسه سبعين بابا من الرحمة والقى الله محبته في قلوب الناس فلا يبغضه الامن في قلبه نفاق

قال شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھذا الحدیث والذی قبلہ روینا ھما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ السلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلیٰ درجات الصحۃ وان لم یثبتھما المحدثون علی مقتضی اصطلاحھمO

بالجملہ اولیائے کرام کے لیے سوائے اس ظاہری سند کے دوسرا طریقہ ارفع واعلیٰ ہے۔ ولہٰذا سیدی ابویزید بسطامی رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:-

قد اخذتم علمکم میتا عن میت و اخذنا علمنا عن الحی الذی لایموتO

افادہ بستم:-

مقاصد شرع کا عارف، اور کلمات علما کا واقف، جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل، مذکورہ بالا عبارات امام ابن حجر وقوت القلوب امام مکی، ونیز تقریر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا۔ ان انوار متجلیہ کے پرتو سے بطور حدس، بے تکلف اس کے آئینہ دل میں مرتسم ہوگا۔ کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں، بلکہ عموماً جہاں اس پر عمل میں رنگ احتیاط ونفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی، بلاشبہہ قبول کی جائے گی۔ جانب فعل میں اگر اس کا ورود، استحباب کی راہ بتائے گا، جانب ترک میں تنزہ و تورع کی طرف بلائے گا۔ کہ آخر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا: کیف و قد قیل کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔ رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دع مایریبک الی مالا یریبک O جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں دغدغہ نہیں۔ رواہ الامام احمد والدارمی والترمذی وقال حسن صحیح۔

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو، مورث شبہہ سے تو کم نہیں۔ تو محل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے۔

امام جلال الدین سیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں:-

ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط O حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جب کہ اسی میں احتیاط ہو۔

ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے۔ ایک صاحب محمد بن جعفر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی۔ بدھ کا دن تھا، خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں، فصد لے لی۔ فوراً برص ہوگئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایاك والاستھانہ بحدیثی O انہوں نے توبہ کی۔ آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

امام ابن عساکر روایت کرتے ہیں، کہ ابو معین حسین طبری نے پچھنے لگانے چاہے۔ ہفتہ کا دن تھا، غلام سے کہا: حجام بلا

لاؤ۔ وہ چلا، حدیث یاد آئی۔ پھر کچھ سوچ کر کہا: حدیث میں تو ضعف ہے۔ غرض لگائے۔ برص ہوگئی۔ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایاك والاستهانة بحديثي O دیکھ! میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا۔ انہوں نے منت مانی۔ اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا۔ صحیح ہو، یا ضعیف۔ اللہ عزوجل نے شفا بخشی۔

یوں ہی ایک حدیث ضعیف بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے۔ بعض علما نے کتروائے۔ کسی نے بربنائے حدیث منع کیا۔ فرمایا: حدیث صحیح نہیں۔ فوراً مبتلا ہوگئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پرنور محبوب رب ذی الجلال صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ اپنے حال کی شکایت عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے؟ عرض کی: حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہوگئے۔

سبحان اللہ! جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں۔

افادہ بست ویکم:—

بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محل فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزہ ثابت کرنے کے لیے، زنہار زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث بھی وارد ہوئی ہو۔ بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود، ان احکام استحباب وتنزہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے۔ افادات سابقہ کو جس نے ذرا بگوش ہوش استماع کیا ہے، اس پر یہ امر شمس وامس کی طرح واضح و روشن۔

افادہ بست و دوم:—

جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا، سمجھا۔ اس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب، یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہہ، یا امر مباح کی تائید، اباحت پر استناد کرنا، اسے احکام میں حجت بنانا، اور حرام و حلال کا مثبت ٹھہرانا نہیں۔ کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت، اور استحباب وتنزہ قواعد قطعیہ شرعیہ، وارشاد اقدس کیف وقد قيل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت۔ جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعاں ہوئی۔ حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں، ممکن کہ واقع میں صحیح ہو، صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی۔ آگے حکم استحباب و کراہت ان قواعد صحاح نے افادہ فرمایا۔ اگر شرع مطہر نے جلب مصالح وسلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا، ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتہ نہ ہوتا۔ تو ہم نے اباحت، کراہت، مندوبیت، جو کچھ ثابت کی، دلائل شرعیہ ہی سے ثابت کی، نہ حدیث ضعیف سے۔

افادہ بست و سوم:-

جمہور علما کے عامہ کلمات مطالعہ کیجیے، تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم کی تخصیص نہیں کرتے۔ صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو۔

زرقانی شرح مواہب میں ہے:-

عادة المصدقين التساهل فى غير الاحكام و العقائد مالك يكن موضوعاO

کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا، کسے معلوم نہیں؟ اس کے بعد صرف کذاب ووضاع ہی کا درجہ ہے۔ ائمۂ شان نے اسے متروک، بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا۔ بایں ہمہ عامہ کتب سیر وتفاسیر اس کی، اور اس کے امثال کی روایات سے مالامال ہیں۔ علمائے دین ان امور میں انہیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں: **قال ابن عدى وقد حدث عن الكعبى سفيان و شعبة وجماعة و رضوه بالتفسير اما فى الحديث فعنده مناكيرO**

امام واقدی کو جمہور علما اہل اثر نے چنیں وچناں کہا۔ جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب میں مسطور۔ اگرچہ ہمارے علما کے نزدیک ان کی توثیق ہی راجح ہے۔ **افاده الامام المحقق فى فتح القدير** ۔ بایں ہمہ یہ جرح شدید ماننے والے بھی انہیں سیر ومغازی واخبار کا امام مانتے، اور سلفاً خلفاً ان کی مرویات سیر میں ذکر کرتے ہیں۔ **و على هذا القياس** ۔

افادہ بست و چہارم:-

کسی حدیث کا کتب طبقۂ رابعہ سے ہونا، موضوعیت بالائے طاق، ضعف شدید درکنار، مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں۔ ان میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل، ہر قسم کی حدیثیں ہیں۔ ہاں! بوجہ اختلاط وعدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے، ہر حدیث میں احتمال ضعیف قائم۔ لہٰذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین، ان سے عقائد واحکام میں احتجاج نہیں پہنچتا۔ قول شاہ عبد العزیز صاحب "ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود" کے یہی معنی ہیں۔ نہ یہ کہ ان کتابوں کی جتنی حدیثیں ہیں، سب واہی ساقط ہیں، یا موضوع وباطل اور اصلاً در بارۂ فضائل بھی ایراد واستناد کے ناقابل۔ کوئی ادنیٰ ذی فہم وتمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا۔ نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل۔ خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ وعمل کا انکار فرما رہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں۔

نیز تصانیف خطیب وابو نعیم بھی طبقۂ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب **بستان المحدثين** میں امام ابو نعیم کی نسبت فرماتے ہیں:-

از نوادر کتب او کتاب **حلية الاولياء** ہست کہ نظیر آن در اسلام تصنیف نشدہ۔

اسی میں ہے:-

کتاب اقتضاء العلم و العمل از تصانیف خطیب ست بسیار خوب کتابے ست۔

افادہ بست پنجم:۔

کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں، دوقسم ہیں۔

ایک: وہ جن کے مصنّفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا۔ جیسے موضوعات ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صفانی...... ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے۔ جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو۔ ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے، تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے؟ پھر اس سے بھی صرف اتنا ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے۔ بنظر واقع عدم صحت بھی نہ ثابت ہوگا۔ نہ کہ ضعف، نہ کہ سقوط، نہ کہ بطلان۔ ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار، بہت احادیث حسان و صحاح بھردی ہیں اور محض بے دلیل ان پر حکم وضع لگا دیا ہے۔ جسے ائمہ محققین ونقاد مصححین نے بدلائل قاہرہ باطل کیا۔

دوم: وہ جن کا قصد صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں۔ بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح، جیسے لآلی امام سیوطی۔ یا نظر وتنقید کے لیے ان احادیث کا جمع کردینا، جن پر کسی نے حکم وضع کیا۔ جیسے انہیں کا ذیل اللآلی...... پر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کے موضوع ہونے کی دلیل نہیں۔ کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں، بلکہ اگر کچھ حکم دیا، یا سند، یا متن پر کلام کیا ہے، تو اسے دیکھا جائے گا۔ کہ صحت یا حسن یا صلوح یا ضعف یا سقوط یا بطلان کیا نکلتا ہے؟

نتیجۃ الافادات:۔

الحمدللہ! کلام اپنے درجۂ اعلیٰ کو پہنچا، اور احقاق حق حد اقصیٰ کو۔ ان چودہ افادوں نے ماہ شب چاردہ کی طرح روشن کردیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق و عمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں، تو انتہا درجہ، ضعیف بہ ضعف خفیف اور فضائل اعمال میں باجماع علما محدثین وفقہا مقبول وکافی، اور ثبوت استحباب عمل کے لیے مفید ووافی ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین

افادہ بست و ششم:۔

بالفرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے۔ مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی، وہ علما وصلحا کے تجربہ میں آچکی۔ تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں۔ کہ آخر ضعف سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا۔

حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قضائے حاجات کے لیے ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی، جس کے آخر میں ہے: ولا تعلموها السفهاء فانه يدعون بها فيستجابون ○ یعنی بے وقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

ائمۂ جرح وتعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن، متروک، بلکہ متہم بالکذب تک کہا۔ بایں ہمہ ازاں جا کہ مستدرک میں تھا۔

قال احمد بن حرب قد جربته فوجدته حقا و قال ابراهیم بن علی الدبیلی قد جربته فوجدته حقا و قال الحاکم قال لنا ابوزکریا قد جربته فوجدته حقا قال الحاکم قد جربته فوجدته حقاO(۱)

امام حافظ منذری نے فرمایا:۔

الاعتماد فی مثل هٰذا علی التجربة لا علیٰ الاسنادO

افاده بست و هفتم:۔

بھلا، یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود۔ علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلاسند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ طبقہ رابعہ وغیر ہا کسی طبقہ حدیث میں اس کا نام ونشان نہ ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کر کے **بابی انت و امی یا رسول اللہ** کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل جمیلہ عرض کیے۔

یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ لخمی اندلسی نے اپنی کتاب **اقتباس الانوار والتماس الازهار** اور ابو عبد اللہ محمد محمد بن الحاج عبدری مالکی نے اپنی کتاب **مدخل** میں ذکر کی، دونوں نے محض بلاسند...... ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتہ نہ پایا۔ کتب حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا۔ مگر ازانجا کہ مقام، مقام فضائل تھا، اسی قدر کو کافی سمجھا۔ علامہ ابو العباس قصاری نے اسے **شرح قصیدہ بردہ** میں ذکر کیا، اور انہیں اندلسی کا حوالہ دیا۔ پھر علامہ قسطلانی نے **مواہب لدنیہ** میں بصیغۂ جزم ذکر کی، اور اسی طرح **قصار و مدخل** کی سند دی۔ ابی **مواہب شریف و نسیم الریاض** علامہ خفاجی و **مدارج النبوۃ** شیخ محدث دہلوی وغیر ہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ: **لا اقسم بهٰذا البلد O و انت حل بهٰذا البلد O** محل استناد میں ذکر کیا۔ کہ قرآن عظیم نے حضور پرنور سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کی جانِ پاک کی بھی قسم کھائی کہ: **لعمرك انهم فی سکرتهم یعمهون O** اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ **لا اقسم بهٰذا البلد O** مگر اس قسم میں، اس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ جس کی طرف امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اشارۃً فرمایا کہ عرض کرتے ہیں:

قد قالوا ان هٰذا القسم ادخل فی تعظیمه صلی الله علیه وسلم من القسم بذاته وبحیاته کما اشار الیه عمر رضی الله تعالیٰ عنه بقوله بابی انت و امی یا رسول الله قد بلغت من الفضیلة عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلدO (نسیم الریاض)

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا، کہ اس کی تو صدہا نظیریں کتب علما میں موجود ہیں۔ زیادہ جانے دیجیے، یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جابجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں، جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل، نہ اس میں سند کا نام ونشان۔ قرة العينين میں روایات مذکورہ تاریخ یافعی و روضة الاحباب و شاهد النبوة مولانا جامی سے استناد موجود۔

امام قاضی عیاض رحمة الله عليه نے بھی شفا شریف میں اسی حدیث مذکور فاروقی بابی انت و امی یا رسول الله کا ایک پارہ یونہی بلا سند ذکر فرمایا۔ اس پر امام جلال الدین سیوطی نے مناهل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر ان کے حوالے سے علامہ خفاجی نے نسیم میں ارشاد کیا۔

لم اجده فی شیء من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخله ذکراه فی ضمن حديث طويل و كفى بذالك سند المثله فانه ليس مما يتعلق بالاحكام .

افاده بست و هشتم:-

بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو، تاہم موضوعیت، عدم حدیث ہے، نہ حدیث عدم۔ یعنی اس بارے میں کچھ وارد نہ ہوا، نہ یہ کہ انکار ومنع وارد ہوا۔ اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا، اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا، ورنہ اباحت اصلیہ پر رہے گا اور بہ نیت حسن، حسن و مستحسن ہو جائے گا۔ حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں موضوع ہونے لگا؟ موضوع خود باطل و مہمل و بے اثر ہے، یا نہی وممانعت کا پروانہ؟

علامہ سیّد احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں زیر قول رملی اما الموضوع فلا يجوز العمل به بحال فرماتے ہیں:-

ای حيث كان مخالفا لقواعد الشرعية واما اذا كان داخلافی اصل عام فلا مانع منه لا لجعله حديثا بل لدخوله تحت الاصل العامO

یہ تو تصریح کلی تھی۔ اب چند جزئیات پر نظر کیجیے، تو وہ بھی باعلی ندا شہادت دے رہے ہیں کہ ورود موضوعات واباطیل ان کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا۔ بلکہ باوصف اظہار وبطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنه میں فرماتے ہیں:-

حديث لبس الخرقة الصوفية و كون الحسن البصرى لبسها من على قال ابن دحيه و ابن صلاح انه باطل و كذا قال شيخنا انه ليس فى شئى من طرقها مايثبت ...... ثم ان ائمة الحديث لم يثبتوا للحسن من على سماعا فضلا من ان يلبسه الخرقة ولم ينفرد شيخنا بهذا بل سبقه اليه جماعة حتى من لبسها والبسها...... هذا مع الباسى ايها لجماعة من اعيان الصوفيه امتثالا لالزامهم لى بذالك حتى تجاه الكعبة المشرفة تبركا بذكر الصالحين واقتفاء لمن ألبته من

الحفاظ المعتمدین O ملخصا

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے، اور وہ اس میں معذور۔ مگر حق، اثبات سماع ہے۔ محققین نے اسے بسند صحیح ثابت کیا۔

امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے خاص اس بات میں رسالہ اتحاف الفرقۃ تالیف فرمایا۔ اس میں فرماتے ہیں:۔

اثبتہ جماعۃ وھو الراجح عندی لوجوہ وقد رجحہ ایضا الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارہ وتبعہ الحافظ ابن حجر فی اطراف المختارہ O

یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح وصحیح ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی یقینی ہے۔ جس کے بعد حصول سماع ولیس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں۔ وللہ الحمد

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:۔

من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی وھو باطل و کذب..... وقد قال الشیخ علی المتقی عن شیخہ الشیخ ابن حجر قدس سرہ وغیرہ اما الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذالک ونحوہ فلا اصل لھا ومع ذالک فلا کراھۃ عندنا O ملخصا

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذکار صبح وشام، ہے۔

یشبھھا ماتید اولہ السادۃ الصوفیۃ من قول لا الہ الا اللہ سبعین الف مرۃ یذکرون ان اللہ تعالیٰ یعتق بھا رقبۃ من قالھا واشتری بھا نفسہ من النار ویحافظون علیھا لانفسھم ولمن مات من اھالیھم واخوانھم وقد ذکرھا الامام الیافعی و العارف الکبیر المحی بن العربی و اوصی بالمحافظۃ علیھا وذکروا انہ قد ورد فیھا خبر نبوی لکن قال بعض المشائخ لم ترد بہ السنۃ فیما اعلم وقد وقفت علی صورۃ سوال للحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ عن ھذا الحدیث وھو من قال لا الہ الا اللہ سبعین الفا فقد اشتری نفسہ من اللہ و صورۃ جوابہ الحدیث المذکور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل ھو باطل موضوع اہ ھکذا قال ابن النجم الضبطی و عقبہ بقولہ لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذالک اقتداء بالسیادۃ و امتثالا بقول من اوصی بھا تبرکا بافعالھم O ملخصا

یہ علامہ نجم الدین ضبطی، شاہ ولی اللہ صاحب وشاہ عبدالعزیز صاحب کے استاذ سلسلۂ حدیث ہیں۔ دیکھو! انہوں نے امام ابن حجر کا وہ فتویٰ نقل کرکے حدیث کے باطل وموضوع ہونے کو برقرار رکھا۔ پھر بھی فعل کی وصیت کی، کہ اولیائے کرام کا اتباع ہو اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو۔ وباللہ التوفیق ۔

(۴) ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا۔

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلها باطلة ۔

بایں ہمہ فرمایا۔

ثم اعلم انه لایلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتة عنه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ان تکون مکروهة اوبدعة مذمومة بل انها مستحبة استحبها العلماء الاعلام والمشائخ الکرام لمناسبة کل عضو بدعاء یلیق فی المقام ۔

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت۔موضوعیت حدیث، استحباب فعل کے بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت، عدم حدیث ہے اور ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں، کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفالازم آئے۔

افادہ بست و نہم:—

بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمال مشائخ سے ایک عمل سمجھے کہ بغرض روشنائی بصر معمول۔ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت؟ صیغۂ اعمال میں تصرف واستخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں۔کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا۔کتب ائمہ وعلما ومشائخ واساتذہ شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز، اور خودان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالا مال ہیں۔انہیں کیوں نہیں بدعت وممنوع کہتے؟ عزیزو! خدارا انصاف۔ذرا شاہ ولی اللہ کی قول الجمیل دیکھو اور ان کے والد ومشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو۔

(الف) دردِ سر کے لیے تختہ پر ریتا بچھانا، کیل سے ابجد، ہوز لکھنا۔

(ب) چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنا کر پھونک پھونک کر گرہیں لگانا۔

(ج) اسمائے اصحاب کہف سے استعانت کرنا، انہیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا۔

(د) دیواروں پر ان کے لکھنے کو آمد جن کی بندش جاننا۔

(ہ) دفع جن کو چار کیلیں گوشہائے مکان میں گاڑنا۔

(و) عقیمہ کے لیے گلاب وزعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا۔

(ز) اسقاط حمل کو کسم کا رنگا گنڈا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کر نو گرہیں لگانا۔

(ح) دردِ زہ کو آیات قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا۔

(ط) فرزند نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب وزعفران کا خیال۔

(ی) بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا، ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا۔

(ک) لڑکا نہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا۔

(ل) دفع نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کنڈل کے اندر چھری رکھنا، عائن وساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈورا لینا، اس پر شہت "بہت" کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا، قطاع النجا خدا جانے کون ہے؟ اسے ندا کرنا۔

(م) چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یٰسین پڑھ کر لوٹا گھمانا۔

(ن) بخار کو عیسیٰ وموسیٰ ومحمد علیہم السلام کی قسمیں دینا۔

(ص) مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو، ساعت بھی خاص اوّل ہی ہو، اس کے سوا صدہا باتیں ہیں۔

ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے؟ اور یہ ترکیبیں قرون ثلثہ میں کب تھیں؟ اور جب کچھ نہیں، تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں؟ شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد وفرزندار جمند واساتذہ ومشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائیں؟

یہ سب تو بے سند، حلال ونفائس اعمال۔ مگر ازاں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا، آنکھوں سے لگانا، اس سے روشنی بصر کی امید رکھنا، کہ اکابر سلف سے ماثور، علما وصلحا کا دستور، کتب فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام ووبال و موجب ضلال۔ تو کیا بات ہے؟ یہاں نام پاک حضور سیّد المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم درمیان ہے، لہٰذا وہ دلوں کی دبی آگ بحیلہ شعلہ فشاں ہے۔

؎ بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش — من انداز قدت رامی شناسم

افادہ سیم:—

ہمیں تو اس عمل تقبیل ابھامین کا جواز واستحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ تعالیٰ باحسن وجوہ، نقش مراد، کرسی نشین، اور عرش تحقیق مستقر ہوکیں۔ مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں۔ ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا؟ مستحب کیسا؟ خاص سنت سنیہ بلند وبالا ہے۔ اس کا منکر سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے، بلکہ ردّ کرنے والا۔

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب **براھین قاطعه ما امر الله به ان یوصل** میں مسئلہ قبول ضعاف فیمادون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی وبصیر العینی وہ عجیب وغریب معنی تراشے کہ جدت کی لہریں، حدث کے تماشے، ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکابرے، اپنی جانیں واریں۔ عقل وہوش وچشم وگوش، اپنے عدم ملکہ کو صدقہ اتاریں۔ خادمان شریعت چاکر ان ملت بمالم **تسمعوا انتم ولا آبائکم** پکاریں۔ حضرت کی تمام سعی باطل کا حاصل بے حاصل یہ کہ:

ارشادات علما کی مراد یہ کہ صرف وہ حدیث ضعیف مقبول، جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور، اگرچہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو۔ جیسے روزۂ ماہ رجب وغیرہ۔ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے، جب کوئی خاص ثواب وفضیلت مذکور نہ ہو، مقبول نہیں۔ کہ یہ تو عمل کی حدیث ہوئی، نہ فضائل کی۔ پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی،

مگروہ عمل باوصف قبول حدیث وتسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا، جب تک حسن لغیرہ نہ ہوجائے۔ حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع وخلاف اجماع ہے۔ علمانے جتنے اعمال کو بہ نظر ورود احادیث مستحب مانا، ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے۔ دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں۔ بس معلوم ہوگیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں۔

یہ توان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال متعلقہ بجوارح میں آئیں، اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں، وہ اگرچہ سیر ہوں، خواہ مواعظ، خواہ معجزات، خواہ فضائل صحابہ واہل بیت، وسائر رجال، جن میں قبول ضعاف، کی علما برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں۔ خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان، جس میں کسی طرح کا اعلام واخبار ہو، اگرچہ ونفیاً واثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو، یہ سب کا سب باب عقائد سے ہے۔ میں ضعاف درکنار، بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی مردود ہیں، جب تک متواتر وقطعی الدلالہ نہ ہوں۔ مثلاً جیسے حدیث کہ روحیں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی، اور صدقات چاہتی ہیں، باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو، تو باب عمل سے۔ کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوئی..... خلاصہ یہ ہے کہ جو متعلق بجوارح ہیں، ان میں صحاح احاد بھی بے اعتبار، اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار۔ ہاں! ثواب بھی مذکور ہو، تو ضعاف مقبول اور یہی مراد علما۔ مگر مستحب نہ ٹھہرے گا، جب تک حسن لغیرہ نہ ہو۔

شروع ص ۸۱ سے وسط ص ۸۹ تک ان محدث محدث نے یہی قاعدہ احداث کیا ہے۔ ان خرافات کے ردّ کی کیا حاجت؟ ہمارے افادات سابقہ سے حرف حرف ان کا مردود۔ مگر یہاں ہمیں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابھامین کی سنیت ثابت ہوگئی۔ اگر بنظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہیے، فبہا۔ ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے۔ کہ متعلق بعمل جوارح بھی ہے، اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور۔ تو احادیث، مفید استحباب نہ سہی، جواز تو ضرور ثابت کریں گے۔ قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا۔ اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانیے، کہ جو حدیث جس باب میں مقبول، لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے۔ خواہ اجماع علما سے، کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ۔ خواہ قرآن عظیم وحدیث صحیح کیف وقد قیل وحدیث صحیح ارتقائے شبہات واحادیث مذکورہ افادہ [۱۸] وغیرہا سے، کہ قبول وعمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔ خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ یعنی اخذ بالاحتیاط سے۔ ہر طرح ایک دلیل شرعی اس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحۃً دلالۃً کسی طرح دال ہو، اگرچہ وہ فعل خاص، بلکہ اس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلثہ میں نہ پایا گیا ہو، سب سنت ہے۔ تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا؟!

افادہ سی ویکم:—

اذہان اکثر قاصرین زمان میں، سند کی فضیلتیں اور کلام ائمہ میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہورہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمۂ معتمدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں، مطلقاً باطل ومردود عاطل۔ کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل، کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق، نہ ماننے کے قابل۔

حالانکہ یہ محض اختراع، بین الاندفاع، مشاہیر محدثین و جماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے۔ غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے، محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل، منقطع، معضل ہے اور فقہا و اصولین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل۔ اصطلاحات حدیث پر تعلیق و اعضال یا اصطلاح فقہ و اصول پر ارسال میں، کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں۔ بلکہ تمام وسائط حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامثال ذالک کہتے ہیں، وہ بھی معضل و مرسل ہے۔

امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع الحدیث میں فرماتے ہیں: المعضل عبارة عما سقط من اسناده اثنان و فصاعدا۔

مسلم الثبوت میں ہے: المرسل قول العدل قال علیه السلام كذا پھر باجماع علما محدثین و فقہا یہ سب انواع، نوع موضوع سے بیگانہ ہیں، اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال و مناقب رجال و سیر و احوال میں سلفاً خلفاً ماخوذ و مقبول۔ جملہ مصنفین علوم، حدیث موضوع کو شرالانواع بتاتے، اور انہیں اس سے جدا شمار فرماتے آئے اور تمام مولفین سیر، بلانکیر منکر، مراسیل و معضلات کا ذکر و اثبات کرتے رہے۔

علامہ حلبی سیرة انسان العیون میں فرماتے ہیں: لا يخفى ان السير تجمع الصحيح و السقيم والضعيف والبلاغ و المرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغيره من الائمة اذا روينا في الحلال والحرام شددنا و اذا روينا في الفضائل ونحوها تساهلنا......

اخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

الحمدللہ! کہ اس جواب کی ابتداء بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے ہوئی، اور انتہا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی۔ امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس نام کریم و صلاۃ و تسلیم کی برکت سے قبول فرمائے، اور انارت عیون، و تنویر قلوب، و تکفیر ذنوب، و سلامت ایمان، و امن و امان، و تنعیم قبر، و نجات فی الحشر، کا باعث بنائے۔

فانه تعالىٰ بكرمه يقبل الصلاتين وهو اكرم من ان يدع ما بينهما و كان ذالك لليلة الثالثة يوم الاثنين لعلها الثامنة عشر من الشهر الفاخر شهر ربيع آخرت من شهور السنة الثالثة عشر من المائة الرابعة عشر من هجرة الحبيب سيّد البشر صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و علىٰ آله و صحبه و اوليائه اجمعين و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا الله انت استغفرك و اتوب اليك والله سبحانه و تعالىٰ اعلم و علمه مجده اتم و احكم۔

3

(۳۰) الاحلی من السکر لطلبة سکر دوسر (۵)

علمائے وہابیہ عموماً، خصوصاً گنگوہی صاحب بات بات میں شرک وکفر و بدعت وگمراہی کا فتویٰ دیا کرتے ہیں۔ کہ طبیعت کی افتاد ہی اس قسم کی ہوگئی ہے کہ الدین یسر کو خواہ مخواہ عسر بنادیا ہے۔ جو فتویٰ ہے، عجیب وغریب ہے۔ مولود، فاتحہ، عرس، کو ناجائز کہتے کہتے ناجواز ہی زبان پر چڑھ گیا، گویا تکیہ کلام ہوگیا۔ منی آرڈر کرنا ناجائز ہے، سود ہے۔ نوٹ کی بیع کم وبیش درکنار برابر قیمت پر بھی درست نہیں۔ پوڑیہ کا رنگ نجس، ناپاک ہے۔ روسر کی شکر جائز نہیں۔ وعلی ھذا القیاس۔

اسی کا ایک استفتاء ماہ ذی قعدہ ۱۳۰۳ھ میں نواب گنج بارہ بنکی سے شیخ عبدالجلیل پنجابی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و جماعت کی خدمت بابرکت میں بھیجا۔ سوال یہ تھا:-

روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک، حلال کی ہوں یا مردار کی، اور سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے اور اسی طرح کل کی برف اور کل کی وہ کل چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سنا جاتا ہے۔ شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں؟

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایک مستقل رسالہ ۴۸ صفحے کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ پہلے مطبع حنفیہ پٹنہ میں رسالہ ''مخزن تحقیق تحفہ حنفیہ'' کے ضمن میں چھپا۔ پھر دوسری مرتبہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں صفحہ ۹۵ سے صفحہ ۱۴۳ تک چھپا۔ اعلیٰ حضرت نے تحریر جواب سے قبل حسب عادت کریمہ خطبہ عربی تحریر فرمایا۔ ابتدا اس طرح فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سمع المولی و شکر ÷ لمن حمد العلی الاکبر ÷ شکرك ربنا الذ واحلی ÷ من کل مایلذ و یستحلی ÷ والصلوٰۃ و السلام علی سیّد الانام ÷ اعظم یعسوب لنحل الاسلام ÷ عذب الریق حلو الکلام ÷ منبع شھد یزیل السقام ÷ واله وصحبه العظام الفخام ÷ ماشتفی بالعسل مریض سقیم ÷ واجب الحلو مسلم سلیم......

اس رسالہ کا تاریخی نام اعلیٰ حضرت نے **الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر** رکھا اور قبل تحریر جواب دس مقدمہ اور ایک ضابطہ کلیہ تحریر فرمایا۔ جس سے مسئلہ کا جواب صاف اور روشن ہوجائے۔

مقدمہ اولیٰ:-

ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول و نا مذبوح کی بھی مطلقاً پاک ہیں، جب تک ان پر ناپاک دسومت نہ ہو۔ سوا خنزیر کے کہ نجس العین ہے، اور اس کا ہر جزء بدن ایسا ناپاک کہ اصلاً صلاحیت طہارت نہیں رکھتا اور دسومت میں قید ناپاکی اس غرض سے ہے کہ مثلاً جو جانور خون سائل نہیں رکھتے، ان کی ہڈیاں بہر حال پاک ہیں، اگرچہ دسومت آمیز ہوں۔ کہ ان کی دسومت بوجہ عدم اختلاط دم خود پاک ہے۔ تو اس کی آمیزش سے استخوان کیوں کر ناپاک ہوسکتے ہیں؟ **فی تنویر الابصار والدر المختار ورد**

المحتار شعر المیتة غیر الخنزیر و عظمها و عصبها و حافرها وقرنها الخالیه عن الدسومة (قید للجمع کمافی القهستانی فخرج الشعر المنتوف وما بعده اذاکان فیه دسومة) ودم سمك طاهر انتهت ملخصة

مگر حلال و جائز الاکل صرف جانور ماکول اللحم مذکی، یعنی مذبوح بذبح شرعی کی ہڈیاں ہیں...... حرام جانور اور ایسے ہی جو بے ذکاۃ شرعی مرجائے، یا کاٹا جائے، بجمیع اجزائه حرام ہے۔ اگر چہ طاہر ہو، کہ طہارت مستلزم حلت نہیں۔ جیسے سنکھیا بقدر مضرت، اور انسان کا دودھ بعد عمر رضاعت، اور مچھلی کے سوا جانوران دریائی کا گوشت وغیرہ ذٰلک۔ کہ یہ سب پاک ہیں اور باوجود پاکی حرام۔

مقدمہ ثانیہ:۔

شریعت مطہرہ میں طہارت وحلت اصل ہیں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں اور حرمت ونجاست عارضی، کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک وظنون سے ان کا اثبات ناممکن۔ کہ طہارت وحلت پر بوجہ اصالت، جو یقین تھا، اس کا زوال بھی اس کے یقین کے مثل ہی سے متصور۔ نرا ظن لاحق، یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا۔

یہ شرع شریف کا ضابطۂ عظیمہ ہے، جس پر ہزارہا احکام متفرع۔ یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ تین چوتھائی فقہ سے زائد اس پر مبتنی اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا، وہ صدہا وساوس ہائلہ وفتنہ پردازی اوہام باطلہ ودست اندازی ظنون عاطلہ سے امان میں رہا۔ جب کسی کو کسی شئی پر انکار ومنع کرتے، اور اسے مکروہ، حرام، ناجائز، کہتے سنو۔ جان لو کہ بار ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ جب تک دلیل واضح سے ثابت نہ کرے، اس کا دعویٰ اسی پر مردود، اور جائز ومباح کہنے والا، بالکل سبکدوش۔ کہ اس کے لیے تمسک باصل موجود۔

طریقه محمدیه اور اس کی شرح **حدیقه ندیه** میں ہے: **(الاصل فی الاشیاء الطهارة) لقوله تعالیٰ: هو الذی خلق لکم ما فی الآرض جمیعا O والیقین لا یزول بالشك والظن بل یزول بیقین مثله (وهذا اصل مقدر فی الشرع منصوص علیه)**

مقدمہ ثالثہ:۔

احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ، وثبوت کامل، کسی شئی کو حرام ومکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افترا کیجیے۔ بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے۔ کہ وہی اصل متیقن، اور بے حاجت مبین خود مبین۔

سیدی عبدالغنی بن سیدی اسمٰعیل فرماتے ہیں: **لیس الاحتیاط فی الافتراء علی الله باثبات الحرمة او الکراهة الذین لا یدلهما من دلیل بل فی القول بالاباحة التی هی الاصل .**

مقدمہ رابعہ:-

بازاری افواہ قابل اعتبار، اوراحکام شرع کی مناط و مدار نہیں ہوسکتی۔ بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہو جاتی ہیں، جن کی کچھ اصل نہیں۔ یا ہے تو، بہزار تفاوت۔ اکثر دیکھا ہے کہ ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی، اور قائلوں سے تحقیق کیا، تو یہی جواب ملا کہ سنا ہے۔ نہ کوئی اپنا دیکھا بیان کرے، نہ اس کی سند کا پتہ چلے، کہ اصل قائل کون تھا؟ جس سے سن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی۔ یا ثابت ہوا تو یہ کہ فلاں کافر یا فاسق منتہائے سند تھا۔ پھر معلوم ومشاہد کہ جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے، خبر میں نئے نئے شگوفے نکلتے آتے ہیں۔ حدیث موقوف میں ہے کہ شیطان آدمی کی شکل بن کر لوگوں میں جھوٹی بات مشہور کر دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا جس کی صورت پہچانتا ہوں، نام نہیں جانتا۔

مقدمہ مسلم شریف میں ہے۔ **ان الشیطان یتمثل فی صورة الرجل فیاتی القوم فیحدثهم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منهم سمعت رجلا اعرف وجهه و لاادری ماسمه یحدث ۔**

مقدمہ خامسہ:-

حلت، حرمت، طہارت، نجاست، احکام دینیہ ہیں۔ ان میں کافر کی خبر محض نامعتبر۔ **قال تعالیٰ: لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلاً O** بلکہ مسلمان فاسق، بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں۔ چہ جائے کافر۔ **قال تعالیٰ: یا أیها الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا O الآیہ** در مختار میں ہے: **شرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء فیتیمم و لا یتوضأ ان اخبربها مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمته و یتحری فی خبر الفاسق و المستور اہ ملخصا**

مقدمہ سادسہ:-

کسی شئی کا محل احتیاط سے دور، یا کسی قوم کا بے احتیاط وشعور، اور پروائے نجاست وحرمت سے مہجور ہونا، اسے مستلزم نہیں کہ وہ شئی یا اس قوم کی استعمالی، خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام وممنوع قرار پائیں۔ کہ اس سے اگر یقین ہوا تو ان کی بے احتیاطی پر اور بے احتیاطی مقتضی وقوع دائم نہیں۔ پھر نفس شئی میں سوائے ظنون وخیالات کے کیا باقی رہا؟ جنہیں امثال مقام میں شرح مطہر لحاظ سے ساقط فرما چکی۔ **کما ذکرناه فی المقدمة الثانیه** اور **توضیحا للمرام** چند نظائر بھی معرض بیان میں آنا مناسب۔

(ا) دیکھو! کیا کم ہے ان کنوؤں کی بے احتیاطی، جن سے کفار، فجار، جہال، گنوار، بچے، نادان، بے تمیز عورتیں، سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں۔ پھر شرع مطہر ان کی طہارت کا حکم دیتی، اور شرب و وضو روا فرماتی ہے، جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

فی التتار خانیه ثم ردّ المحتار: من شك فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة او لا فهو

طاھر مالم یتیقن و کذا الآبار والحیاض والحباب الموضوعة فی الطرقات و یستقی منھا الصغار والکبار والمسلمون والکفار ۔

(۲) خیال کرو! اس سے زیادہ ظنون وخیالات ہیں ان جوتوں کے بارے میں، جنہیں گلی، کوچوں ہر قسم کی جگہوں پر پہنے پھریے۔ پھر بھی علما فرماتے ہیں: جوتا، کنویں سے نکلے، اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو، کنواں طاہر اگرچہ تطیبا للقلوب دس بیس ڈول تجویز کیے گئے۔ فی التتار خانیه سئل الامام الخجندی عن رکیة وھی البئر وجد فیھا خف ای نعل تلبس و یمشی بھا صاحبھا فی الطرقات لایدری متی وقع فیھا ولیس علیه اثر النجاسة ھل یحکم بنجاسة الماء قال لااه ملخصا

(۳) غور کرو! کیا کچھ گمان ہیں بچوں کے جسم و جامہ میں؟ کہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ مگر فقہا حکم دیتے ہیں کہ جس پانی میں بچہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے، پاک ہے، جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔

۱ طریقه محمدیه اور اس کی شرح حدیقه ندیه میں ہے: کذالك حکم الماء الذی ادخل الصبی یده فیه لان الصبیان لا یتوقون النجاسة لکن لا یحکم بھا بالشك حتی لو ظھرت عین النجاسة او اثرھاً حکم بالنجاسة اه ملخصا

(۴) لحاظ کرو! کس قدر مجال وسیع ہے روغن کتان میں، جس سے صابون بنتا ہے۔ اس کی کلسیاں کھلی رکھی رہتی ہیں، اور چوہا اس کی بو پر دوڑتا، اور جیسے بن پڑے، پیتا، اور اکثر اس میں گر بھی جاتا ہے۔ پھر ائمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم اس بنا پر روغن کو ناپاک نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ فقط ظن ہیں۔ کیا معلوم کہ خواہی نخواہی ایسا ہوا ہے۔ فی المحیط البرھانی وقع عند بعض الناس ان الصابون نجس لانه یوخذ من دھن الکتان و دھن الکتان نجس لان اوعیته تکون مفتوحة الراس عادة والفارة تقصد شربھا وتقع فیھا غالبا ولکنا معشر الحنفیه لا نفتی بنجاسة الصابون لانا لا نفتی بنجاسة الدھن لان الوقوع الفارة مظنون ولا نجاسة بالظن الخ ملخصا

(۵) نظر کرو! کتنی ردی حالت ہے ان کھانوں اور مٹھائیوں کی جو کفار و ہنود بناتے ہیں۔ کیا ہمیں ان کی سخت بے احتیاطیوں پر یقین نہیں؟ کیا ہم نہیں کہہ سکتے؟ کہ ان کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاست سے خالی نہیں۔ کیا ہمیں نہیں معلوم؟ کہ ان کے نزدیک گائے کا گوبر اور بچھیا کا پیشاب نظیف و طاہر بلکہ طہور، مطہر بلکہ نہایت مبارک و مقدس ہے۔ کہ جب طہارت و نظافت میں اہتمام تام منظور رکھتے ہیں، تو ان سے زائد یہ فضیلت کسی شئی سے حاصل نہیں جانتے۔ پھر علما ان چیزوں کا کھانا جائز جانتے ہیں۔ فی ردّ المحتار ظاھر ما یتخذہ اھل الشرك او الجھلة من المسلمین کالسمن والخبز و الاطعمة ولاثیاب ملخصا

(۶) نگاہ کرو! مشرکین کے برتن، کون نہیں جانتا، جیسے وہ ہوتے ہیں۔ وہ انہیں ظروف میں شرابیں پئیں، سور چکھیں،

جھٹکے کے ناپاک گوشت کھائیں۔ پھر شرع فرماتی ہے۔ جب تک علم نجاست نہ ہو، حکم طہارت ہے۔ فی الحدیقہ اوعیۃ الیھود والنصاریٰ والمجوس لا تخلو عن نجاسۃ لکن لا یحکم بھا بالاحتمال والشک ملخصا

(۷) تامل کرو! کس قدر معدن بے احتیاطی، بلکہ مخزن ہرگونہ گندگی ہیں کفار۔ خصوصاً ان کے شراب خوار کپڑے، علی الخصوص پاجامے، کہ وہ ہرگز استنجا کا لحاظ رکھیں، نہ شراب پیشاب وغیرہما نجاست سے احتراز کریں۔ پھر علما حکم دیتے ہیں کہ وہ پاک ہیں، اور مسلمان بے دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے تو صحیح وجائز، جب تک تلوث واضح نہ ہو۔ فی الدر المختار ثیاب الفسقۃ واھل الذمۃ طاھرۃ اھ

ولہٰذا عادت علمائے دین یوں ہے کہ حکم بطہارت کے لیے ادنیٰ احتمال کافی سمجھتے ہیں، اور اس کا عکس ہرگز معہود نہیں کہ محض خیالات پر حکم نجاست لگادیں۔ دیکھو! گائے بکری وغیرہ اگر کنوئیں میں گر کر زندہ نکل آئیں، قطعاً حکم طہارت ہے۔ قال فی البحر وقید نا بالعلم لانھم قالوا فی البقر و نحوہ یخرج حیا لا یجب نزح شیء وان کان الظاھر اشتمال بولھا علی افخاذھا لکن یحتمل طھارتھا بان سقطت عقب دخولھا ماء کثیرا مع ان الاصل الطھارۃ اھ

مقدمہ سابعہ:—

شدت بے احتیاطی جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست وآلودگی کا غلبۂ وقوع وکثرت شیوع ہو، بیشک باعث غلبۂ ظن اور ظن غالب شرعاً معتبر، اور فقہ میں مبنائے احکام۔ مگر اس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق واعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کردے، اور محض ناقابل التفات سمجھے۔ گویا اس کا وجود وعدم یکساں ہو۔ ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بہ یقین، کہ ہر جگہ کار یقین دے گا، اور اپنے خلاف یقین سابق کا پورا مزاحم ورافع ہوگا اور غالباً اصطلاح علما میں غالب ظن واکبر رائے اسی پر اطلاق کرتے ہیں۔

غمز العیون و البصائر شرح الاشباہ والنظائر میں ہے: الشک لغۃ مطلق التردد و فی اصطلاح الاصول استواء طرفی الشئی وھو الوقوف بین الشئین بحیث لایمیل القلب الی احدھما فان ترجح احدھما ولم یطرح الآخر فھو ظن فان طرحہ فھو غالب الظن وھو بمنزلۃ الیقین وان لم یترجح فھو وھم ولبعض متاخری الاصولیین عبارۃ اخری اوجزء مما ذکرناہ مع زیادۃ علی ذالک وھی ان الیقین جزم القلب مع الاستناد الی الدلیل القطعی والاعتقاد جزم القلب من غیر استناد الی الدلیل القطعی کاعتقاد العامی والظن تجویز امرین احدھما اقوی من الآخر ولوھم تجویز امرین احدھما اضعف من الآخر والشک تجویز امرین لا مزیۃ لاحدھما علی الآخر اھ ملخصا

دوسرے یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو محض مضمحل نہ سمجھے۔ بلکہ ادھر بھی ذہن جائے۔ اگرچہ بضعف وقلت یہ صورت نہ یقین کا کام دے، نہ یقین خلاف کا معارضہ کرے۔ بلکہ مرتبۂ شک وتردد ہی میں سمجھی جاتی ہے۔ کلمات علما میں کبھی اسے بھی ظن غالب کہتے ہیں۔ اگرچہ حقیقتاً یہ مجرد ظن ہے، نہ غلبۂ ظن۔ فی الحدیقۃ الندیۃ، غالب الظن

اذا لم یاخذ بہ القلب فھو بمنزلۃ الشک والیقین لایزول بالشک اھ ہاں! اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو افضل و بہتر جانتے ہیں، نہ کہ اس پر عمل واجب و محتم ہو جائے۔

مقدمہ ثامنہ:۔

کسی شئی کی نوع وصنف میں بوجہ ملاقات نجس، یا اختلاط حرام، نجاست وحرمت کا تیقن، اس کے ہر فرد سے منع واحتراز کا موجب اسی وقت ہو سکتا ہے، جب معلوم ومحقق ہو کہ یہ ملاقات واختلاط بروجہ عموم وشمول ہے۔ مثلاً جب شئی کی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا تخم خنزیر پڑتی ہے، اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے۔ تو اس کا التزام کلیۃً ناجائز وحرام ہے۔ وہاں اس احتمال کو گنجائش نہ دیں گے کہ ہم نے یہ فرد خاص مثلاً خود بنتے نہ دیکھی، نہ خاص اس نسبت معتبر خبر پائی۔ ممکن کہ اس میں نہ ڈالی گئی ہو۔ کہ علی العموم التزام معلوم، تو یہ احتمال اسی قبیل سے ہے، جسے قلب قابل قبول والتفات نہیں جانتا، اور بالکل متزائل ومضمحل مانتا ہے اور ہم پہلے کہہ چکے کہ ایسا احتمال کچھ کارآمد نہیں۔ نہ وہ ظن غالب کو مساوات یقین سے نازل کرے۔ تو اصل طہارت کا یقین، اس غلبہ ظن سے ذاہب وزائل ہو گیا۔ مگر یہ کہ اس فرد خاص کی محفوظی کسی ایسے ہی یقین سے واضح ہو جائے۔ تو البتہ اس کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔

ولہٰذا اعلیٰ نے فرمایا: ''دیبائے فارسی'' ناپاک ہے اور اس سے نماز محض ناجائز کہ وہ اس کی چمک بھڑک زیادہ کرنے کو پیشاب کا خلط کرتے ہیں اور پھر دھوتے یوں نہیں کہ رنگ کٹ جائے گا۔ فی الدر المختار دیباج اھل فارس نجس لجعلھم فیہ البول لبریقہ اھ اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے، نہ کہ خاص ناپاک وحرام میں کوئی خصوصیت ہے، جس کے باعث قصداً اس کا التزام کرتے ہیں۔ تو اس بنا پر ہرگز ہرگز حکم تحریم وتجیس علی الاطلاق روا نہیں اور یہاں وہ احتمالات قطعاً مسموع ہوں گے کہ جب عموم نہیں، تو جس فرد کا اہم استعمال چاہتے ہیں، ممکن کہ افراد محفوظہ سے ہو اور اصل متیقن طہارت و حلت۔ تو شکوک وظنون ناقابل عبرت۔

بالجملہ ایسی صورت میں حکم کلی یہی ہے کہ نوع کی نسبت غیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں، بلکہ خصوص افراد کا لحاظ کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مقدمہ تاسعہ:۔

جب بازار میں حلال وحرام مطلقاً یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں، اور کوئی ممیّز وعلامت فارقہ نہ ملے، تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی۔ کہ آخر ان میں حلال بھی ہے۔ تو ہر شئی میں احتمال حلت قائم، اور رخصت واباحت کو اسی قدر کافی۔ یہ دعویٰ بھی ہماری تقریرات سابقہ سے واضح اور خود ملاذ مذہب ابوعبداللہ شیبانی رضی اللہ عنہ نے مبسوط میں کہ کتب ظاہر روایت سے ہے، اس پر نص فرمایا: فی الاشباہ عن الاصل اذا اختلط الحلال والحرام فی البلد فانہ یجوز الشراء والاخذ الا ان تقوم دلالۃ علی انہ من الحرام اھ

مقدمہ عاشرہ:-

حضرت حق جل وعلا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں، جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو۔ کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے ورا۔ قال اللہ تعالیٰ: لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا O نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شئی برتیں، جسے ہم اپنے علم ویقین کے رو سے طیب وطاہر جانتے ہیں۔ کہ اس میں بھی حرج عظیم اور حرج مدفوع مالنص۔ قال تعالیٰ: ما جعل علیکم فی الدین من حرج O

اے عزیز! یہ دین بحمد اللہ تعالیٰ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا۔ جو اسے اس کے طور پر لے گا، اس کے لیے ہمیشہ رفق ونرمی ہے اور جو تعمق وتشدد کو راہ دے گا، یہ دین اس کے لیے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا و اقاربو وبشروا الحدیث رواہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ

بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں، جو اپنی اصل میں حلال وطیب ہو۔ اسے مانع ونجاست کا عارض ہونا، ہمارے علم میں نہ ہو۔ ولہٰذا جب تک خاص اس شئی میں، جسے استعمال کرنا چاہتا ہے، کوئی مظنۂ قویہ حظر وممانعت کا نہ پایا جائے، تفتیش وتحقیقات کی بھی حاجت نہیں۔ مسلمان کو روا کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے۔ ویمکن ویحتمل وشاید ولعل کو جگہ نہ دے۔ فی الحدیقۃ: لا حرمۃ الا مع العلم لان الاصل الحل ولا یلزمہ السوال عن شئی حتی یطلع علی حرمتہ و یتحقق بھا فیحرم علیہ ح اہ ملخصا

ہاں! اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ تفتیش وسوال بہتر ہے، جب اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے۔ یہ بھی اس وقت تک ہے، جب اس احتیاط وورع میں کسی امر اہم واکد کا خلاف نہ لازم آئے۔ کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے۔ مثلاً مسلمان نے دعوت کی۔ یہ اس کے مال وطعام کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ کہاں سے لایا؟ کیوں کر پیدا کیا؟ حلال ہے یا حرام؟ کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے؟ کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کر کے ایسی تحقیقات میں اسے ایذا دینا ہے۔ خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم ومحترم ہو۔ جیسے عالم دین، سچا مرشد، یا باپ، یا استاد، یا ذی عزت مسلمان سردار قوم، تو اس نے اور بیجا کیا۔ ایک تو بدگمانی دوسرے موحش باتیں، تیسرے بزرگوں کا ترک ادب۔

ایک قاعدہ کلیہ واجبۃ الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض وترک محرمات کو ارضائے خلق مقدم سمجھے اور ان امور میں کسی کی پرواہ نہ کرے اور فتنہ ونفرت وایذا ووحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات ورسوم خلق میں جاری ہوں، اور شرع مطہر سے ان کی حرمت وشناعت نہ ثابت ہو، ان میں اپنے ترفع وتنزہ کے لیے خلاف وجدائی نہ کرے۔ کہ یہ سب امور ائتلاف وموانست کے معارض، اور مراد ومحبوب شارع کے مناقض ہیں۔ ہاں ہاں! ہوشیار و گوش دار کہ یہ وہ نکتۂ جمیلہ وحکمت جلیلہ وکوچۂ سلامت وجادۂ کرامت ہے، جس سے بہت زاہدان خشک واہل تقشف غافل وجاہل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے زعم میں محتاط ودین

پرور بنتے ہیں، اور فی الواقع مغز حکمت ومقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں۔ خبر دار محکوم گیر قال الامام الغزالی: لیس له ان یسالہ بل ان کان یتورع فلیتلطف فی الترك وان کان لابد له فلیاکل بغیر سوال اذ السوال ایذاء وھتك ستر و ایحاش وھو حرام بلا شك ۔

وضع ضابطہ کلیہ دریں باب و تفرقہ در حکم عظام و شراب:

واضح ہو کہ کسی شئی حرام خواہ نجس کے، دوسرے چیز میں خلط ہونے پر یقین دو قسم ہے۔

شخصی: یعنی ایک فرد خاص کی نسبت تیقن۔ مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس کنوئیں میں نجاست گری ہے۔

نوعی: یعنی مطلق نوع کی نسبت یقین۔

اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔

ایک اجمالی: یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں اختلاط واقع ہوتا ہے، نہ یہ کہ علی العموم اس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو۔ جیسے کفار کے برتن، کپڑے، کنوئیں۔

دوسرا کلی: یعنی نوع کی نسبت بروجہ شمول وعموم ودوام والتزام اس معنی کا ثبوت ہو۔ مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیز یں اس ترکیب کا جزو خاص ہے، کہ جب بناتے ہیں، اسے شریک کرتے ہیں اور یہ وہیں ہوگا کہ بنانے والوں کو بالخصوص اس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو۔ ورنہ بلاوجہ التزام متیقن نہیں ہوسکتا۔ جیسے پانی وغیرہ کسی شئی کو ہڈیوں سے صاف کریں، کہ تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخوان کی کوئی خصوصیت نہیں۔ جو مقصود ان سے حاصل و پاک وحلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر۔ کما لا یخفی

اور وہ اشیا بھی جن کا کسی ماکول ومشروب، یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سنا جانا موجب تردد وتشویش وباعث سوال وتفتیش ہو، دو قسم ہیں۔

ایک مـا مـنـه محذور: یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود۔ بعض ان میں حرام ونجس بھی ہیں اور بعض حلال وطاہر۔ جیسے عظام کہ یہاں منشاء تو ہم صرف ان لوگوں کا بے باک ونا محتاط ہونا ہے، جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے۔ کہ جب ان اشیاء میں حرام ونجس بھی موجود، اور ان کو پرواہ واحتیاط مفقود۔ تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے؟ اسی لیے جب وہ کارخانہ ثقہ مسلمانوں سے متعلق ہو، تو خاطر پر اصلاً تردد نہ آئے گا اور صدور محذور کی طرف ذہن سلیم نہ جائے گا۔

دوسرے مـاھـو محذور: یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں۔ جن کی کوئی فرد حلال وطاہر نہیں۔ جیسے شراب بجمیع اقسـامـهـا عـلـى مذهب محمد الماخوذ للفتوىٰ ۔ یہاں باعث احتراز وتنزہ خود اسی شئی کی نفس حالت ہے، نہ بنانے والوں کی جرأت وجسارت۔ یہاں تک کہ ابتداء اہل کارخانہ کی وثاقت وعدالت معلوم ہونا، اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی۔ بلکہ یہ سن کر ان کی وثاقت واحتیاط میں شک آسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں ہنگام نظر وتنقیح حکم بوجوہ فرق واقع

ہوتا ہے۔

صورت اولیٰ میں مجرد اسی شئی مثلاً استخوان کے پڑنے پر تیقن، عام ازاں کہ شخصی ہو نا یا نوعی، اجمالی ہو یا کلی، خواہی نخواہی اس جزئی یا نوع میں مخالطت حرام یا نجس کا یقین نہیں دلاتا۔ ممکن کہ صرف افراد طیبہ مباحہ استعمال میں آئے ہوں......اسی طرح خاص افراد محرمہ ونجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم و تنجیس کا مورث نہیں۔ کہ ہر جزئی خاص میں استعمال فرد طاہر و حلال کا احتمال قائم۔ ولہٰذا افراد قسمین کا بازار میں اختلاط مانع اشترا و تناول نہیں۔ کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کر سکتے۔

بخلاف صورت ثانیہ کہ وہاں صرف اس کے پڑنے کا یقین شخصی خواہ نوعی کلی اس جزئی خاص یا تمام نوع کی تنجیس و تحریم میں بس ہے۔ جس کے بعد کچھ کلام باقی نہیں رہتا اور وہ احتمالات کہ بوجہ تنوع افراد، صورت اولیٰ میں متحقق ہوتے تھے، یہاں قطعاً منقطع۔ کما لایخفی۔ اسی طرح صورت اولیٰ میں اگر بالخصوص افراد حرام و ناپاک ہی پڑنے کا ایسا ہی یقین شخصی یا نوعی کلی ہو، تو اس کا بھی یہی حکم کہ اس تقدیر پر صورت اولیٰ، صورت ثانیہ کی طرف رجوع کر آئی......

البتہ یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں، کہ جب علی وجہ العموم والالتزام تیقن نہیں، تو ہر فرد کی محفوظی محتمل۔ جب تک کسی جزئی خاص کا حال تحقیق نہ ہو کہ اس وقت یہ یقین، یقین شخصی کی طرف رجوع کر جائے گا۔ وھو مانع کما ذکرنا۔

بالجملہ خلاصۂ ضابطہ یہ ہے کہ مامنہ محذور میں کسی قسم کا یقین بکار آمد نہیں۔ جب تک ماھو محذور کی طرف رجوع نہ کرے اور ماھو محذور میں ہر قسم کا یقین کافی۔ مگر صرف نوعی اجمالی کہ ساقط و غیر مثبت ممانعت ہے، جب تک یقین شخصی کی طرف آئل نہ ہو۔

الشروع فی الجواب:—

کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابل غور و واجب النظر۔ اب مقدمہ ۴ و ۵ کی تقریریں پیش نگاہ رکھ کر، لحاظ درکار۔

اگر یہ اخبار، افواہ بازار، بامنتہائے سند، بعض مشرکین و کفار، تو بالکل مردود و محض بے اعتبار۔ ہاں! صورت اخیرہ میں...... اگر ان کا صدق دل پر جمے، تو احتیاط بہتر، تاہم گناہ نہیں......اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلاً پرواہ نہیں۔

اور اگر فساق بد اعمال یا مستور نامعلوم الحال کی خبر، تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر......اگر دل اس امر میں ان کے کذب کی طرف جھکے، تو کچھ باک نہیں، مگر احتراز افضل۔ کہ آخر مسلمان ہیں۔ عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں۔ خصوصاً مستور کہ اس کی عدالت معلوم نہیں، تو فسق بھی تو ثابت نہیں......اگر قلب ان کے صدق پر گواہی دے، تو بے شک احتراز چاہئے۔ کہ ایسے مقام پر تحری حجت شرعیہ ہے۔ اگرچہ وہ خبر بنفسہ حجت نہ تھی۔ مگر یہاں ممانعت کا درجہ حرمت قطعیہ تک تجاوز نہ کرے گا، اور وہ بھی اسی کے حق میں جس کا دل اس کی صدق کی طرف جائے۔ پس اگر دوسرے کے دل پر ان کا کذب جمے، اس کے لیے وہی پہلا حکم ہے، کہ احتراز بہتر، ورنہ اجازت۔

ہاں! اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر ہو، جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے، تو بے شک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم

دیا جائے گا اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اگر چہ وہ سب مخبر فساق وفجار بلکہ مشرکین وکفار ہوں۔

اسی طرح اگر منتہائے سند مسلمان عادل اگر چہ ایک ہی ہو، جب بھی احتراز واجب، اور برف حرام ونجس...... مگر یہ ضرورت ہے کہ وہ خود اپنے معائنہ سے خبر دے۔ ورنہ سنی سنائی کہنے میں، اس کا قول، خود اس کا قول نہیں۔ اسی طرح تواتر کے بھی یہ معنی کہ اس قدر جماعت کثیر خاص اپنے معائنہ سے بیان کرے، نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزاروں ہیں، مگر جس سے پوچھئے، وہی سنئا، بیان کرتا ہے۔ کہ اس صورت میں اگر اصل مخبر کا پتہ نہیں، تو وہی افواہ بازاری، ورنہ انتہائے خبر اس مخبر پر رہے گی اور ناقلین درمیان سے ساقط ہو جائیں گے۔ صرف نظر اس اصل کے حال پر اقتضاء کرے گی۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک مواترات سے ملتبس ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ عند التحقیق تواتر کی بو نہیں۔

الحاصل جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہو جائے کہ شراب اس ترکیب کا جزء ہے، تو برف کی حرمت ونجاست میں کلام نہیں اور علی العموم اس کے تمام افراد ممنوع ومحذور...... اور یہ احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو، محض مہمل ومہجور۔ کہ ماھو محذور میں یقین نوعی کلی ہے اور ایسی جگہ یہ احتمالات یک لخت مضمحل وغیر کافی۔ یہاں تک کہ ایسی شئی کا دوا میں بھی استعمال ناروا۔ مگر جب اس کے سوا دوا نہ ہو اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفا ہو جائے گی۔ جیسے بحالت اضطرار پیاسے کو شراب پینا، یا بھوکے کو گوشت مردار کھانا شروع مطہر نے جائز فرمایا۔

اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں، تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع واجتناب شبہات احتراز کرے۔ مگر تحریم وتجیس کا حکم بے دلیل شرعی، ہرگز روا نہیں...... یہ تو اصل حکم فقہی ہے اور واقع پر نظر کیجیے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ نہ اس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں، شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ تو برف پر حکم جواز ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیشک اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی ہے، جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر

اولاً: غور واجب کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر صرف شکر کا عبور ومرور ہوتا ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کے کچھ اجزاء شکر میں رہ جاتے ہوں۔ جس طرح پانی کو کوئلوں اور ہڈیوں سے متقاطر کر کے صاف کرتے ہیں، کہ برتن میں نتھرا پانی شفاف آجاتا ہے اور انکشت واستخوان کا کوئی جز اس میں شریک نہیں ہونے پاتا۔ جب تو اس شکر حلت کو صرف ان ہڈیوں کی طہارت درکار ہے۔ اگر چہ حلال وماکول نہ ہوں...... اور درصورت مرور ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرتے، اور بطور تقاطر رس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالۂ کثافت کی ظاہراً یہی صورت۔ ہڈیوں پر صرف بہاؤ میں نکل جانا، غالباً باعث تصفیہ نہ ہوگا۔ تو اس تقدیر پر درصورت نجاست استخوان، نجاست عصیر وحرمت شکر میں شک نہیں۔ ورنہ بلا ریب طیب وحلال۔

اور اگر اجزائے استخوان پیس کر رس میں ملاتے، اور وہ مخلوط وغیر ممیز ہو کر اس میں رہ جاتے ہیں، تو حلت شکر کو ان ہڈیوں کی حلت بھی ضرور۔ صرف طہارت کفایت نہ کرے گی اور اگر غیر ماکول یا مردار کے استخوان ہوئے، تو اس تقدیر پر شکر کے ساتھ ان کے اجزاء بھی کھانے میں آئیں گے اور ان کا کھانا گو طاہر ہوں، حرام، تو شکر بھی حرام ہو جائے گی۔

روسر کی جس شکر کا حال تحقیقاً معلوم کہ یہ بالخصوص کیونکر بنی ہے، اور اس کی تفاصیل احکام ہماری اس تقریر سے ظاہر اور استخوان کی طہارت، نجاست، حلت، حرمت، کا حکم پہلے معلوم ہو چکا۔ (دیکھو مقدمہ ۱)

ثانیاً: **کیف ما کان** ان خیالات پر مطلقاً شکر روسر کو نجس و حرام کہہ دینا صحیح نہیں، بلکہ مقام حلال میں طہارت وحلت ہی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ تاوقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو۔ کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست وحرمت پر یقین نہیں، صرف ظنون وخیالات ہیں جنہیں شرع اعتبار نہیں فرماتی۔ (دیکھو ۲)

مانا کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں۔ مانا کہ انہیں نجس وطاہر وحرام وحلال کی پرواہ نہیں۔ مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی پائی جاتی ہیں، جن کے اختلاط سے شئی حرام یا نجس ہو جائے۔ مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں، بلکہ حلال و طاہر بھی بکثرت۔ نہ بنانے والوں کو خواہی نخواہی التزام کہ خاص ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں، جو موجب تحریم وتنجیس ہو۔ نہ کہ کچھ ناپاک وحرام ہڈیوں میں کوئی خصوصیت، کہ انہیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو، جس کے سبب وہ لوگ انہیں کو اختیار کریں۔

اور جب ایسا نہیں تو صرف اس قدر پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتے ہیں۔ کیا ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر و حلال ہوں؟...... یا اتنا یقین ہوا کہ وہ بے پرواہ ہیں۔ پھر نفس شکر میں سوائے ظنون کے کیا حاصل؟ اس سے بدر جہا زیادہ وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقۃ الذکر میں متحقق۔ (دیکھو مقدمہ ۶) بلکہ جہاں بوجہ غلبہ وکثرت ووفور وشدت بے احتیاطی، غلبہ ظن غیر ملحق تنزیہی فرماتے ہیں۔ (دیکھو مقدمہ ۷) پھر **ما نحن فیہ** میں تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک وحرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے، اور طیب وطاہر شاذ ونادر؟...... یا اتنا یقین ہو کہ وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں۔ پھر یہ تو نہیں کہ دائماً صرف وہی طریقہ برتتے ہیں، جو نجس وحرام کر دے اور جب یوں بھی ہے، اور یوں بھی۔ تو ہر شکر میں احتمال محفوظی۔ تو ہرگز حکم نجاست وحرمت نہیں دے سکتے۔ (دیکھو مقدمہ ۸) بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہہ ریب وشبہ کی نہ پائی جائے، تحقیقات کی بھی حاجت نہیں۔ بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ، یا ایذائے اہل ایمان، یا ترک ادب بزرگان، یا پردہ دری مسلمان، یا اور کوئی محذور سمجھے، وہاں تو ہرگز ان خیالات وظنون کی پابندی نہ کرے۔ (دیکھو مقدمہ ۱۰)

ہاں بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں، اور اس کے سامنے شکر میں اس طور پر ملا دی گئیں کہ اب جدا نہیں ہو سکتیں۔ یا بچشم خود معائنہ نہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخوان لائے گئے، اور اس کے روبرو اس رس میں بے حالت جریان شامل ہوئے، اور وہی رس منعقد ہو کر شکر بنا۔ تو بالخصوص یہی شکر جو اس کے پیش نظر یوں بنی، اس پر حرام۔ جس کا نہ کھانا جائز، نہ کھلانا جائز۔ نہ لینا جائز، نہ دینا جائز۔

یونہی جس خاص شکر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے، جس کا بیان مقدمہ ۵ میں گزرا، ایسا برتاؤ درجہ ثبوت کو پہنچے اور معتمد بیان کرنے والا کہے: میں پہچانتا ہوں یہ خاص وہی شکر ہے، جس میں ایسا عمل کیا گیا۔ تو اس کا استعمال بھی روا نہ ہوگا۔ بغیر ان صورتوں کے ہرگز ممانعت نہیں۔

اور اگر اس نے خود دیکھا یا معتبر شخص سے سنا، مگر بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہوگئی اور کچھ تمیز نہ رہی تو حکم جواز ہے اور خریداری واستعمال میں مضائقہ نہیں۔ جب تک کسی خاص شکر پر پھر دلیل خاص قائم نہ ہو۔ (دیکھو مقدمہ ۹) یہ ہے حکم شرعی، اور حکم نہیں، مگر شرع کے لیے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ صاحبہ و بارك وسلم ۔

بالجملہ اس شکر کے بارے میں اگر ان صورتوں میں سے کوئی شکل موجود ہو، جن پر ہم نے حکمت حرمت ونجاست دیا تو وہی حکم ہے۔ ورنہ مجرد ظنون واوہام کی پابندی محض تشدد وناواقفی۔ نہ بے تحقیق کسی شئی کو حرام وممنوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط، بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے۔ جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو۔ (دیکھو مقدمہ ۳) ہم یقین کرتے ہیں کہ ان خیالات و تصورات کا دروازہ کھولا جائے گا، تو ہندیوں پر دائرہ نہایت تنگ ہو جائے گا۔ ایک روسر کی شکر کیا؟ ہزار ہا چیزیں چھوڑنی پڑیں گی۔ گھوسیوں کا گھی، تیلیوں کا تیل، حلوائیوں کا دودھ، ہر قسم کی مٹھائی، کافر عطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے؟ اور ان کی طہارت پر بے تمسک باصل کون سا بینہ قاطعہ ملا ہے؟ اس دائرہ کی توسیع میں امت پر تضییق اور ہزاروں مسلمانوں کی تاثیم وتفسیق جسے شرع مطہر کہ بکمال یسر وسماحت ہے، ہرگز گوارا نہیں فرماتی۔ فی الحاشیة التسامیہ: فیه جرح عظیم لانه یلزم منه تاثیم الامة اھ

ہاں! جو شخص بحکم کیف وقد قیل بچنا چاہے یہ بہتر وافضل ونہایت محمود عمل۔ مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے۔ نہ یہ اس کے سبب اصل شئی کو ممنوع کہنے لگے۔

فقیر غفرله المولی القدیر نے آج تک اس شکر کی صورت نہ دیکھی، نہ کبھی اپنے یہاں منگائی۔ نہ آگے منگائے جانے کا قصد۔ مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا۔ نہ جو مسلمان استعمال کریں، انہیں آثم خواہ بے باک جانتا ہے۔ نہ تورع واحتیاط کا نام بدنام کر کے عوام مومنین پر طعن کرے، نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لیے ان پر ترفع وتعلیٰ روا رکھے۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ له نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل ودلائل تقریر کیے، جو انہیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً بسکٹ، نان پاؤ، رنگت کی پڑیوں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون، مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ واللہ سبحانه الموفق و المعین وبه تستعین فی کل حین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیّد المرسلین محمد و آله و صحبه اجمعین و علینا معهم برحمتك یا ارحم الراحمین استراح القلم من تحریره فی ثلثة ایام من اواخر ذی القعده المحرم آخرها یوم السبت السادس و العشرون من ذاك الشهر المكرم سنة ثلث بعد الالف و ثلثمائة من هجرة حضرت سیّد العالم صلی اللہ تعالیٰ علیه و علی آله و صحبه و بارك وسلم و اللہ تعالیٰ اعلم و علمه اتم و احكم ۔

(۴۰) انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ (۶)

شرک پرستوں کا بہت بڑا اور اہم مسئلہ مسلمانوں کو کافر مشرک بنانے والا "ندائے بغیر اللہ" یعنی ندائے یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث اعظم، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ ہے اور اس میں اس قدر غلو ہے کہ شرک سے گھٹ کر تو اس میں فتویٰ دیتے ہی نہیں۔ حالانکہ یہ مسئلہ ایسا بدیہی البطلان ہے، جس کا بطلان شمس وامس سے بھی واضح۔ اگر یہ مسئلہ حق ہو، تو بندہ سے لے کر خدا تک کوئی شرک سے خالی نہیں۔ دنیا میں باپ بیٹے کو ندا کرتا، بیٹا باپ کو پکارتا، استاد شاگرد کو پکارتا، شاگرد استاد کو ندا کرتا، پیر مرید کو ندا کرتا، مرید پیر کو پکارتا، آقا غلام کو، غلام آقا کو پکارتا ہے۔ علیٰ ھٰذا القیاس عوام، اولیا کو، صحابہ کو، رسول کو، انبیا کو ندا کرتے ہیں۔ خدا اپنے بندوں کو پکارتا ہے۔ کہیں یا ایھا الناس فرماتا ہے، کہیں یا بنی اسرائیل کہیں یا ایھا الذین آمنوا...... اور یا ایھا النبی، یا ایھا الرسول، یا ایھا المزمل، یا ایھا المدثر کی پکار سے کون تعلیم یافتہ غافل اور جاہل ہے؟ تو چاہیے کہ سب کے سب مشرک ہو جائیں۔ نہ خدا مومن رہے، نہ بندوں میں ایمان کا نام ونشان۔

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں ۱۳۰۴ھ میں اس کے متعلق ایک استفتاء پیش ہوا۔

زید مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول جانتا ہے، نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلمہ "یا" سے ندا کرتا ہے اور الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، اسئلک الشفاعۃ یا رسول اللہ کہا کرتا ہے۔ یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمہ کی وجہ سے کافر مشرک کہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایک مختصر رسالہ ایک جز یعنی ۱۶ صفحہ کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ ابتدا اس رسالہ کی اس طرح ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ و کفی والصلاۃ و السلام علیٰ حبیبہ المصطفی و آلہ و اصحابہ اولی الصدق والصفا......

کلمات مذکورہ بیشک جائز ہیں۔ جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا، مگر سفیہ جاہل۔ یا ضال مضل۔ جسے اس مسئلہ کے متعلق قدرے تفصیل دیکھنی ہو، شفاء السقام امام تقی الدین سبکی و مواھب لدنیہ امام قسطلانی و شرح مواھب علامہ زرقانی و مطالع المسرات علامہ فاسی و مرقات ملا علی قاری، و لمعات واشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ، و جذب القلوب، و مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، و افضل القریٰ امام ابن حجر مکی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام کی طرف رجوع کرے۔ یا فقیر کا رسالہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال مطالعہ کرے۔

یہاں فقیر بقدر ضرورت چند کلمات اجمالی لکھتا ہے۔ حدیث صحیح جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، ابن خزیمہ، طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے حسن، غریب، صحیح، اور طبرانی وبیہقی نے صحیح، اور حاکم نے برشرط بخاری ومسلم کیا، جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے:-

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی لتقضی لی اللھم فاشفعہ فی حاجتی ھٰذہ اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں، بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کے جومہربانی کے نبی ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں، کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

امام بخاری الادب المفرد میں ابن السنی، ابن بشکوال روایت کرتے ہیں:۔

ان بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ فانتشرت ۔

امام نووی نے کتاب الاذکار میں اسی کے مثل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرمایا...... اہل مدینہ میں قدیم سے اس یا محمداہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔ ذکرہ الخفاجی فی نسیم الریاض ...... بلال ابن حارث مزنی قحط عام الرمادہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ناقل کہ انہوں نے ندا کی: یا محمداہ ...... امام فقیہ عبدالرحمٰن ہذلی کوفی سر پر بلند ٹوپی رکھتے، جس پر لکھا تھا: محمد یا منصور ...... امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے استغاثہ انبیا واولیا کے متعلق سوال ہوا۔ جواب دیا: ان الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین و الاولیاء والعلما و الصالحین جائزۃ وللانبیاء و الرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم ...... علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔ قولھم یا شیخ عبدالقادر نداء فما الموجب لحرمتہ...... سیدی جمال بن عمر مکی کے فتاویٰ میں ہے: الاستغاثۃ بالاولیاء و ندائھم والتوسل بھم امر مشروع و شئی مرغوب لاینکرہ الا مکابر او معاند وقد حرم برکۃ الاولیاء الکرام...... امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ بسند مسلسل روایت کیا۔ کہ وہ تین بھائی سواران دلاور، ساکنان شام تھے۔ کہ ہمیشہ راہ خدا میں جہاد کرتے فاسرھم الروم مرۃ فقال لھم الملک انی اجعل فیکم الملک وازوجکم بناتی و تدخلون فی النصرانیۃ فابوا و قالوا یا محمداہ ۔

یہ واقعہ روح پرور مفصل امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور میں ہے:۔

حضور پرنور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجۃ قضیت لہ ومن صلی رکعتین یقرء فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدی عشر مرۃ ثم فصلی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد السلام و یسلم علیہ ثم یخطوا الی العراق احدی عشرۃ خطوۃ یذکر فیھا اسمی و یذکر حاجتہ فانھا تقضی ۔

اکابر علمائے کرام مثل امام ابوالحسن لخمی شطنوفی، امام عبداللہ اسعد یافعی مکی، مولانا علی قاری مکی، مولانا ابوالمعالی محمد مسلمی، شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم نے اپنی تصنیفات میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوث پاک سے نقل و روایت فرمائے ہیں۔

امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی الواقع الانوار فی طبقات الاخیار میں فرماتے ہیں:-

سیدی محمد غمری کے ایک مرید بازار میں جارہے تھے۔ ان کے جانور کا پاؤں پھسلا۔ بآواز پکارا۔ یا سیدی محمد یاغمری ادھر ابن عمر حاکم صعید کو بحکم سلطان چقمق قید کیے لے جارہے تھے۔ ابن عمر نے فقیر کا ندا کرنا سنا، پوچھا: یہ سیدی محمد کون ہیں؟ کہا: میرے شیخ۔ کہا: میں ذلیل بھی کہتا ہوں۔ یا سیدی محمد یا غمری لاحظنی ان کا یہ کہنا تھا کہ سیدی محمد غمری تشریف لائے، اور مدد فرمائی۔ کہ بادشاہ اوران کے لشکریوں کی جان پر بن گئی۔ مجبوراً ابن عمر کو خلعت دے کر رخصت کیا۔

اسی میں ہے:-

سیدی محمد حنفی وضو فرمارہے تھے۔ ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی کہ غائب ہوگئی۔ دوسری کھڑاؤں اپنے مرید کو عطا فرمائی۔ کہ جب وہ واپس آئے، اس وقت تک اسے اپنے پاس رکھ۔ ایک مدت کے بعد ملک شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدایا کے حاضر لایا، اور عرض کی: اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے۔ جب چور میرے سینہ پر کھڑا ہو کر مجھے ذبح کرنے لگا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یا سیدی محمد یا حنفی اسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر الٹا ہوگیا اور مجھے برکت حضرت، اللہ عزوجل نے نجات بخشی۔

اسی میں ہے:-

ولی ممدوح کی زوجہ بیمار ہوئیں برابر یا سیدی احمد یابدوی خاطرك معی کہا کرتیں۔ ایک دن سیّد احمد بدوی کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: یوں کہہ یا سیدی محمد یا حنفی ان بیوی نے یوں ہی کہا۔ صبح کو اچھی خاصی تندرست اٹھیں، گویا مرض نہ تھا۔

اسی میں ہے:-

حضرت ممدوح اپنے مرض موت میں فرماتے تھے۔ من کانت له حاجة فلیات قبری و یطلب حاجته اقضهاله فان ما بینی و بینکم غیر ذراع من تراب و کل رجل یحجبه عن اصحابه ذراع من تراب فلیس برجل

اسی طرح حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل کے احوال شریفہ میں لکھا:-

کان یقول انامن المتصرفین فی قبورهم فمن کانت له حاجة فلیات الی قبالة وجهی ویذکرها لی اقضهاله ۔

اسی میں ہے:-

حضرت سیدی امدین اشمونی وضو فرما رہے تھے۔ ایک کھڑاؤں پھینکی سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے، اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی۔ انہوں نے اپنی صاحبزادی کے متعلق کہا کہ ایک جنگل میں ایک بدوضع شخص نے دست درازی چاہی۔ اپنے والد کے پیر کو پکارا: یا شیخ ابی لاحظنی وہ کھڑاؤں آئی، اس شخص کو لگی، اور لڑکی نجات پائی۔

اسی میں سیدی موسیٰ ابوعمران کے احوال میں ہے:-

كان اذاناداه مريده اجابه من مسيرة سنة او اكثر

شیخ محقق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں شیخ بہاؤالدین قادری شطاری کے رسالہ شطاریہ سے نقل کرتے ہیں:-

ذکر کشف شریف ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق ست الخ

مولانا جامی حضرت مولوی معنوی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا نے اپنے قریب انتقال فرمایا:-

درحالتے کہ مرا یاد کنید تا من شمارا مدد باشم در ہر لباسے کہ باشم

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قصیدہ اطیب النغم فی مدح سیّد العرب والعجم میں فرماتے ہیں:۔

وصلى عليك الله يا خير خلقه ويا خير مسؤل و يا خير واهب
ويا خير من يرجى لكشف رزية ومن جوده قد فاق جود السحائب
وانت مجيرى من هجوم ملمة اذا انشبت فى القلب شر المخالب

پھر اسی کے ترجمہ وشرح میں فرماتے ہیں:-

ورحمت فرستد بر تو خدائے تعالیٰ اے بہترین خلق الخ۔

یہی شاہ صاحب مدحیہ همزیه میں لکھتے ہیں۔

ينادى ضارعا بخضوع قلب و ذل و ابتهال والتجاء
رسول الله يا خير البرايا نوالك ابتقى يوم القضاء
اذا ما حل خطب مدلهم فانت الحصين من كل البلاء
اليك توجهى وبك استنادى وفيك مطامعى وبك ارتجائى

پھر خود ہی اس کے ترجمہ وشرح میں لکھتے ہیں:-

اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم! اے بہترین مخلوقات! عطاء ترا می خواہم روز فیصل کردن۔ الخ

یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں قضائے حاجت کی ایک ترکیب لکھتے ہیں، جس میں ہے:-

ویک صد و یازدہ بار شیئا للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی

اسی انتباہ سے ثابت کہ یہی شاہ صاحب اور اس کے شیخ و استاذ حدیث مولانا ابوطاہر مدنی، اور ان کے شیخ و استاذ و والد

مولانا ابراہیم کردی، اوران کے استاذ مولانا احمد قشاشی، اوران کے استاذ مولانا احمد شناوی، اور شاہ صاحب کے استاذ، لااستاذ مولانا احمد نخلی، اور شاہ صاحب کے پیرو مرشد شیخ سعیدی لاہوری، اوران کے شیخ مولانا عبدالملک اوران کے مرشد شیخ بایزید ثانی، اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سیّد صبغۃ اللہ بروجی، اوران کے دونوں صاحبوں کے پیرومرشد مولانا وجیہ الدین علوی، اوران کے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری۔

یہ سب اکابر ناد علی کی سندیں لیتے، اوراپنے تلامذہ ومستفیدین کواجازتیں دیتے اوریا علی یا علی کا وظیفہ کرتے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں حضرت سیدی احمد زروق سے دوبیتیں نقل کیں کہ فرماتے ہیں۔

انا لمریدی جامع لشتاتہ اذا ما سطا جور الزمان بنکبۃ

وان کنت فی ضیق و کرب و وحشۃ فناد بیا زروق آت بسرعۃ

علامہ زیادی، پھر علامہ اجہوری، پھر علامہ داؤدی، پھر علامہ شامی، گم شدہ چیز ملنے کے لیے بلندی پر جاکر سیدی احمد بن علوان کے لیے فاتحہ پڑھنا، اور بایں الفاظ ندا کرنا مجرب لکھا ہے۔

یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی نزعتك من دیوان الاولیاء

غرض یہ، صحابہ کرام سے اس وقت تک کہ اس قدر ائمہ، واولیاوعلماء ہیں، جن کے اقوال فقیر نے ایک ساعت قلیلہ میں جمع کیے۔

اب مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا چاہیے کہ یہ عثمان بن حنیف، عبداللہ بن عباس، وعبداللہ بن عمر، صحابہ کرام سے لے کر شاہ ولی اللہ، وشاہ عبدالعزیز صاحب، اوران کے اساتذہ ومشائخ تک سب کو کافر مشرک کہتے ہیں، یانہیں؟ اگر انکار کریں تو الحمدللہ ہدایت پائی اورحق واضح ہوگیا...... اور بے دھڑک ان سب پر کفروشرک کا فتویٰ جاری کریں، تو جان لیجیے کہ جس مذہب کی بناپر صحابہ سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک وکافر ٹھہریں۔ وہ مذہب خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر دشمن ہوگا۔

فائدہ: حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کوندا کرنے کے دلائل سے التحیات ہے۔ جس میں نمازی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے: السلام علیك ایها النبی و رحمة اللہ و بر کاته اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے، تو عجیب شرک ہے کہ عین نماز میں شریک ودخیل ہے اور یہ جاہلانہ خیال کہ التحیات زمانۂ اقدس سے ویسی ہی چلی آتی ہے، تو مقصود ان لفظوں کی ادا ہے، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا۔ حاشا وکلا۔ عالمگیری، شرح قدوری، تنویر الابصار، درمختار، مراقی الفلاح وغیرہا کتب معتبرہ میں ہے:

ویقصد بالفاظ التشهد معناها مرادة له علی وجه الانشاء کانه یحی اللہ تعالٰی و یسلم علی نبیه و علی نفسه و اولیائه لا الاخبار عن ذالك ذکره فی المحبتی یعنی اور قصد کرے الفاظ تشہد سے اس کے معانی مراد لے کر بطریق انشائے کلام، گویا اللہ تعالیٰ کی تحیت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا، اوراپنے نفس اوراولیاپر۔ نہ اس سے خبر

دینا یہ مجبتی میں ہے۔

اخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بتوفیق اللہ عزوجل اس مسئلہ میں مبسوط کتاب لکھ سکتا ہے۔ مگر مصنف کے لیے اسی قدر روانی اور اللہ تعالیٰ ہدایت دے، تو ایک حرف کافی۔ اکفنا شر المضلین یا کافی وصل علی سیّدنا محمد الشافی و آلہ و صحبہ حماۃ الدین الصافی آمین والحمد للہ رب العالمین ۔

(۴۲) تجلی الیقین بأن نبینا سیّد المرسلین (۷)

وہابیت جس کا اصل اصول انبیائے کرام واولیائے عظام کی بے قدری اور توہین، اور ان کے ثبات ثابتہ واقعیہ کا انکار، اور اس کی اہمیت کم کرنا ہے۔ وہ کس طرح ٹھنڈے دل سے اس کو قبول کرسکتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام کے سردار ہیں؟ جب منصوص بنص قطعی صفت رحمۃ للعلمین کا انکار نہ کرسکی، تو اس کو ایک عام بات قرار دے کر، دوسروں کو بھی اس صفت میں شریک ٹھہرایا، اور ایک معمولی بات قرار دیا۔ کہ ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم قاسمی پریس ص ۱۲ پر ایک سوال ہے اس کا جواب گنگوہی صاحب نے یہ دیا۔

لفظ رحمۃ للعلمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاوانبیا اور علمائے ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اگر چہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں۔ لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔ اھ

ہر علم والا بلکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ رحمۃ للعلمین ہونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاصہ ہے۔ جس میں دوسرے انبیا بھی شریک و سہیم نہیں۔ اولیا اور علما تو کجا؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما أرسلنك الا رحمۃ للعلمین O ہم نے تمہاری رسالت نہ کی مگر ساری جہاں کے لیے رحمت۔ تو رحمۃ للعلمین نہ ہوگا، مگر وہ کہ رسول الی العٰلمین ہو، تمام جہاں کو اس کی رسالت عام ہو، اور وہ نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کان الانبیاء یبعثون الی قومھم خاصۃ وبعثت الی الخلق کافۃ ائمہ کرام نے اس وصف کریم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تفضیل مطلق ثابت کی۔ مگر وہابیہ کے یہاں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاصہ نہیں اور پھر فقط رسولوں ہی کے لیے تعیم نہیں، بلکہ اولیا اور علما سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک و سہیم اس صفت خاصہ میں ٹھہرا دیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت رحمۃ للعلمین میں سب ملاؤں کو شریک کردیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون O پھر سیّد العٰلمین کیوں کر مان سکتے ہیں؟

چنانچہ ۱۳۰۵ھ میں جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شہر منکیر لعل دروازہ سے سوال بھیجا۔ یہاں وہابیہ نے ایک تازہ شگوفہ اظہار کیا۔ ہر چند کہا گیا کہ یہ مسئلہ واضحہ ہے مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ مگر کہتے ہیں: قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ۔ لہٰذا مسئلہ حاضر خدمت والا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اس سوال کے جواب میں ایک مستقل رسالہ پانچ جزء سے زائد میں تحریر فرمایا۔ جسے اوّل مرتبہ میں جناب مولانا صدیق علی صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اہتمام سے مطبع قادری بریلی میں چھپوایا۔ پھر متعدد بار مختلف مطبعوں سے طبع کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی حسب عادت مستمرہ خطبۂ مسنونہ سے شروع فرمایا۔ جس میں بطور براعت استہلال ایسے ایسے اوصاف ذکر فرمائے، جس سے اس مسئلہ پر پوری طرح روشنی پڑے۔ فرماتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ۔ تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعلمین نذیرا ۔ و الیٰ اقوامھم خاصۃ ارسل المرسلون ۔ ھو الذی ارسل نبینا رحمۃ للعلمین ۔ فادخل تحت ذیل رحمتہ الانبیاء و المرسلین ۔ والملئکۃ المقربین ۔ و خلق اللہ اجمعین الخ

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل المرسلین وسیّد الاولین والآخرین ہونا، قطعی، ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایقانی، مسئلہ ہے۔ جس میں خلاف نہ کرے گا، مگر گمراہ، بددین، بندہ شیاطین۔ والعیاذ باللہ رب العالمین

اس رسالہ کو اعلیٰ حضرت نے دو ہیکل پر منقسم فرمایا۔ ہیکل اوّل میں آیات جلیلہ۔ ہیکل دوم میں احادیث جمیلہ۔ یہ ہیکل نور افگن چار تابشوں سے روشن۔ تابش اول: چندوحی ربانی علاوہ آیہ کریمہ قرآنی۔ تابش دوم: ارشادات عالیہ حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ تابش سوم: محض وخالص طرق وروایات حدیث خصائص۔ تابش چہارم: صحابہ کرام کے آثار رائقہ، اقوال علما کتب سابقہ، بشرائے ہواتف، ورویائے صادقہ۔ واللہ سبحانہ ھو المعین ۔

ہیکل اول: جواہر زواہر آیات قرآنیہ۔

آیت اولیٰ:۔ واذ أخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ والتنصرنہ قال أقررتم و أخذتم علیٰ ذالکم اصری قالوا أقررنا قال فاشھدوا وأنا معکم من الشاھدین فمن تولی بعد ذالک فأولئک ھم الفسقونO

(سورہ آل عمران، آیت ۸۱/۸۲)

امام ابوجعفر طبری ودیگر محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے آخر تک جتنے انبیا بھیجے، سب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں، تو وہ ان پر ایمان لائے، اوران کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔

بالجملہ مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیت کریمہ کے مفادات عظیمہ پر غور کرے جو صاف ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصل الاصول ہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب رسولوں کے رسول ہیں۔ امتیوں کو جو نسبت انبیا و رسل سے ہے، وہی نسبت انبیا و رسل کو اس سیّد کل سے ہے۔ امتیوں پر فرض ہے کہ رسولوں پر ایمان لائیں، رسولوں سے عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرویدگی کریں۔

آیت ثانیہ:— **وما أرسلنٰك الا رحمة للعٰلمين O** (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷)

اے محبوب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں۔ جس میں انبیا و ملائکہ سب داخل۔ تو لاجرم حضور پرنور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ان سب پر رحمت و نعمت رب الارباب ہوئے اور وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار، دو عالم مدار سے بہرہ مند و فیضیاب۔ اس لیے اولیائے کاملین، علمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض و سما میں، اولیٰ و آخرۃ میں، دنیا و دین میں، روح و جسم میں، چھوٹی یا بڑی بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی، یا اب ملتی ہے، یا آئندہ ملے گی، سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ جہاں پناہ سے بٹتی ہے، اور ہمیشہ بٹے گی۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیہ کریمہ کے تحت میں لکھا:—

لما كان رحمة للعٰلمين لزم ان يكون افضل من كل العٰلمين O

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لیے رحمت ہیں واجب ہوا کہ تمام ماسواء اللہ سے افضل ہوں۔

قلت وادعاء التخصيص خروج عن الظاهر بلادليل وهو لايجوز عند عاقل فضلا عن فاضل والله الهادى .

آیت ثالثہ:— **وما أرسلنا من رسول الا بلسان قومه O** (سورہ ابراہیم، آیت ۴)

اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت مطلقہ پر استدلال حضرت عبد اللہ بن عباس نے کیا۔ حاضرین نے انبیا پر وجہ تفضیل پوچھی تو فرمایا: **ان الله تعالىٰ قال: وما أرسلنا من رسول الا بلسان قومه O وقال لمحمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وما أرسلناك الا كافة للناس O فارسله الى الانس والجن O**

یعنی اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لیے فرمایا۔ ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انس و جن کا رسول بنایا۔

علما فرماتے ہیں: آپ کی رسالت والا کا تمام انس و جن کو شامل ہونا اجماعی ہے اور محققین کے نزدیک ملائکہ بھی اس میں شامل، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر، ارض و سما، جبال و بحار، تمام ماسوی اللہ اس کے احاطہ عامہ دائرہ تامہ میں داخل اور خود قرآن عظیم میں لفظ عالمین اور روایت صحیح مسلم میں ارسلت الى الخلق كافة میں لفظ خلق اور وہ بھی مؤکد بکلمۂ کافہ اس مطلب

پر بہترین دلیل ہے۔

آیت رابعہ:۔ تلك الرسل فضلنا بعضهم علیٰ بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجٰت O (سورہ بقرہ، آیت ۲۵۳)

ائمہ فرماتے ہیں۔ یہاں اس بعض سے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کہ انہیں سب انبیا پر عزت وعظمت بخشی۔

آیت خامسہ:۔ هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین كله و كفیٰ بالله شهیداً O (سورہ فتح، آیت ۲۸)

اوراس امت مرحومہ سے فرماتا ہے: كنتم خیر امة اخرجت للناس O (سورہ آل عمران، آیت ۱۱۰) تم سب سے بہتر امت ہو کہ لوگوں کے لیے ظاہر کئے گئے۔

آیہ کریمہ ناطق کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان سے اعلیٰ واکمل، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سب امم سے بہتر وافضل۔ تولاجرم اس دین کا صاحب، اوراس امت کا آقا، سب دین وامت والوں سے افضل واعلیٰ۔

آیت سادسہ:۔ قرآن عظیم کا دائمی محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کونام لے کر پکارتا ہے۔ یٰا آدم اسكن أنت وزوجك الجنة...... ینوح اهبط بسلم منا...... یا ابراهیم قد صدقت الرؤیا...... یعیسیٰ انی متوفیك...... یا داؤد انا جعلنك خلیفة...... یزكریا انا نبشرك...... ییحییٰ خذ الكتاب بقوة......

مگر جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے: یا أیها النبی انا أرسلناك یا ایها الرسول بلغ ما أنزل الیك، یا ایها المزمل قم اللیل، یا أیها المدثر قم فانذر، یٰس و القرآن الحكیم انك لمن المرسلین، طٰه ما أنزلنا علیك القرآن لتشقیٰ......

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جوان نداؤں اور خطابوں کو سنے گا، بالبداہۃ حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، وانبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔

یا آدم ست باپدر انبیا خطاب یا ایها النبی خطاب محمد ست۔

صلی الله تعالیٰ علیه و آله و صحبه وسلم

آیت سابعہ:۔ لعمرك انهم فی سكرتهم یعمهون O (سورہ حجر، آیت ۷۲)

تیری جان کی قسم کافر اپنے نشے میں اندھے ہورہے ہیں۔

لا اقسم بهٰذا البلد و أنت حل بهٰذا البلد O (سورہ بلد، آیت ۱/۲) میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس شہر میں جلوہ فرما ہے۔

و قیله یٰرب ان هٰؤلاء قوم لا یومنون O (سورہ زخرف، آیت ۸۸) مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب

میرے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔
والعصر O (سورہ عصر، آیت ۱) قسم زمان برکت نشان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔
اے مسلمان! یہ مرتبہ جلیلہ اس جان محبوبیت کے سوا کسے میسر ہو؟ کہ قرآن عظیم نے ان کے شہر کی قسم کھائی۔ ان کی باتوں کی قسم کھائی۔ ان کے زمانہ کی قسم کھائی۔ ان کی جان کی قسم کھائی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہاں اے مسلمان! محبوبیت کبری کے یہی معنی ہیں۔ **والحمد للہ رب العالمین** ۔
ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ سے، اور ابو یعلی، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر بغوی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی: اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی، سوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔
امام حجۃ الاسلام محمد غزالی **احیا العلوم**، اور ابن الحاج مکی **مدخل**، اور خطیب قسطلانی **مواهب لدنیه**، شہاب خفاجی **نسیم الریاض** میں ناقل: عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک حدیث شریف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں: بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی خدا کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم یاد فرمائی، نہ باقی انبیا کی اور تحقیق کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا۔ **لا أقسم بهٰذا البلد و أنت حل بهٰذا البلد** O یعنی میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس میں جلوہ فرما ہے۔
آیت ثامنه: قرآن میں جا بجا مذکور کہ کفار اپنی خبث باطنی سے انبیائے کرام سے سخت کلامی سے پیش آتے، اور اپنے حلم کے مطابق حضرات انبیائے کرام خود متکفل جواب ہوتے۔ مثلاً نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا: **انا لنراك فی ضلال مبین** O نوح علیہ السلام نے اس کا جواب دیا: میری قوم! مجھے گمراہی سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔
حضرت ہود علیہ السلام سے قوم عاد نے کہا: **انا لنراك فی سفاهة و انا لنظنك من الكاذبين** O ہود علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں اصلا سفاہت نہیں میں پیغمبر ہوں رب العلمین کا۔
اسی طرح حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے جو جاہلانہ کلام ان کی قوم نے کیا۔ انہوں نے خود اس کا جواب دیا۔ مگر جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شان ان کے زمانہ کے کفار جو کچھ بولے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر فرمایا۔ مگر رب العزت جل جلالہ نے سب کو اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا۔ مثلاً کفار نے کہا: **یا أیها الذی نزل الیه الذكر انك لمجنون** O اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم ہے قلم اور نوشتہائے ملائک کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں......وحی اترنے میں کچھ دنوں دیرلگی کافر بولے **ان محمدا ودعه ربه وقلاه** حق جل جلالہ نے فرمایا: اے میرے محبوب! تیرے رخ روشن کی قسم، اور تیری زلف کی قسم جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے، نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا، اور نہ دشمن بنایا...... کفار نے کہا: **لست مرسلا** رب جل وعلا نے فرمایا: **یٰس والقرآن الحکیم انك لمن المرسلین** O حکمت والے قرآن کی قسم بے شک تو مرسل ہے...... عاص بن وائل نے صاحبزادہ کے انتقال پہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کو ابتر کہا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ان شانئك هو الآبتر ○ جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے۔ اس لیے کہ جن بیٹوں پر اسے ناز ہے وہ دین حق میں آ کر تمہارے بیٹوں میں شمار کیے جائیں گے، اور اس کے دشمن ہو جائیں گے......

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولہب شقی نے تبالك سائر الیوم کہا۔ حق جل وعلا نے فرمایا: تبت یدآ أبی لهب وتب ○ ٹوٹ جائیو دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا۔

اسی طرح جب حضرت یوسف علیہ السلام و مریم علیہا السلام پر بہتان اٹھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو دودھ پیتے بچے، اور حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی۔

اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اٹھا، اگر چاہتا تو درخت کے ایک ایک پتے اور بیاباں کے ایک ایک ریگ سے گواہی دلواتا۔ مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و عصمت پر خود گواہی دیں، اور ان کا مرتبہ بڑھائیں۔ چنانچہ سورہ نور کی سترہ آیتیں اتاریں، اور خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی۔

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

آیت تاسعہ:— عسیٰ أن یبعثك ربك مقاماً محمودا ○ (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹) قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے مقام میں۔

یعنی اس مقام میں کہ تمام اولین و آخرین ان کی حمد کریں گے، اور سب کوئی اس وقت ان کے دست نگر اور محتاج ہوں گے۔ سب کا ہاتھ ان کی طرف پھیلا ہوگا۔ یہ مقام شفاعت کبریٰ ہے۔ سب کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا لها انا لها فرمائیں گے۔

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

آیت عاشرہ:— قرآن عظیم شروع سے اخیر تک بغور دیکھنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جو نعمتیں اور انبیا کو مانگنے پر ملیں، یہاں بے مانگے عطا ہوئی ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا: ولا تخزنی فی یوم یبعثون ○ مجھے رسوا نہ کرنا جس دن لوگ اٹھائے جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خود ارشاد ہوا۔ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معه جس دن خدا رسوا نہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو...... خلیل علیہ الصلاۃ و السلام نے کہا: انی ذاهب الیٰ ربی سیهدین ○ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی۔ سبحٰن الذی أسریٰ بعبده ○ ...... خلیل علیہ السلام نے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی: سیهدین ○ اور حبیب کے لیے خود فرمایا: ویهدیك صراطاً مستقیماً ○ ......حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے کہا: عجلت الیك رب لترضیٰ ○ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

کے لیے خود فرمایا: ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ O قریب ہے تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔
وغیرھا من الآیات ۔

ھیکل دوم: تابش اوّل میں اٹھارہ وحی الٰہی ہے۔ جسے علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں اگلی کتابوں سے نقل فرمایا۔ بطور نمونہ، اٹھارہویں وحی، علامہ فاسی کی مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات سے منقول، جس میں چند آیات توریت شریف سے نقل فرمائیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:-

یا موسیٰ أحمدنی اذ مننت علیك مع کلامی ایاك بالایمان باحمد ولو لم تقبل الایمان بأحمد ماجا ورتنی فی داری ولا تنعمت فی جنتی یا موسیٰ من لم یومن بأحمد من جمیع المرسلین ولم یصدقه ولم یشتق الیه کانت حسناته مردودة علیه و منعته حفظ لحکمة ولا ادخل فی قبله نور الھدی وامحو اسمه من النبوة یا موسیٰ من امن بأحمد وصدقه اولٰئك هم الفائزون ومن کفر بأحمد و کذبه من جمیع خلقی اولٰئك هم الخاسرون، اولٰئك هم النادمون اولٰئك هم الغافلون ۔ اے موسیٰ میری حمد بجالا، جبکہ میں نے تجھ پر احسان کیا۔ کہ تجھ سے احمد پر ایمان لانے کے بارے میں کلام فرمایا اور اگر تو احمد پر ایمان لانا نہ مانتا، میرے گھر میں مجھ سے قرب نہ پاتا، نہ میری جنت میں چین کرتا۔ اے موسیٰ! تمام مرسلین سے جو کوئی احمد پر ایمان نہ لائے، اور اس کی تصدیق نہ کرے، اور اس کا مشتاق نہ ہو اس کی نیکیاں مردود ہوں گی اور اسے حکمت کی حفظ سے روک دوں گا، اور اس کے دل میں ہدایت کا نور نہ ڈالوں گا، اور اس کا نام دفتر انبیا سے مٹا دوں گا۔ اے موسیٰ! جو احمد پر ایمان لائے، اور اس کی تصدیق کرے، وہی ہیں مراد کو پہنچے اور میری تمام مخلوق میں جس نے احمد سے انکار اور اس کی تکذیب کی، وہی زیاں کار، وہی ہیں پشیمان، وہی ہیں بے خبر۔

تابش دوم: ارشادات حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

اس تابش میں تین جلوے ہیں۔ جلوہ اوّل نصوص جلیہ میں۔ اس میں چودہ ارشادات مبارکہ ہیں۔ ازاں جملہ ارشاد ششم ابونعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

ارسلت الی الجن و الانس والی کل احمر و اسود وحلت لی الغنائم دون الانبیاء وجعلت لی الارض کلها طهورا و مسجدا و نصرت بالرعب امامی شهرا و اعطیت خواتیم سورة البقرة و کانت من کنوز العرش و خصصت بهادون الانبیاء و اعطیت المثانی مکان التوراة و المئین مکان الانجیل والحوامیم مکان الزبور و فضلت بالمفصل وانا سیّد ولد آدم فی الدنیا و الآخرة ولا فخر وانا اوّل من تنشق الارض عنی وعن امتی ولافخر وبیدی لواء الحمد یوم القیٰمة و جمیع الانبیاء تحته ولا فخر والی مفاتیح الجنة یوم الیٰمة ولا فخر وانا امامهم و امتی بالاثر O میں جن وانس کی طرف اور ہر سیاہ وسرخ کی

طرف رسول بھیجا گیا اور سب انبیاء سے الگ میرے ہی لیے غنیمتیں حلال کی گئیں اور میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی، اور مسجد ٹھہری اور میرے آگے ایک مہینہ کی راہ تک رعب سے میری مدد کی گئی اور مجھے بقرہ کی آخری آیتیں کہ خزانہائے عرش سے تھیں، عطا ہوئیں۔ یہ خاص میرا حصہ تھا سب انبیا سے جدا اور مجھے توریت کے بدلے قرآن کی وہ سورتیں ملیں، جن میں سو سے کم آیتیں ہیں اور انجیل کی جگہ سو سو آیت والیاں، اور زبور کے عوض حم کی سورتیں، اور مجھے مفصل سے تفضیل دی گئی کہ سورہ حجرات سے آخر قرآن تک ہے اور میں دنیا و آخرت میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔ سب سے پہلے میں اور میری امت قبروں سے نکلے گی، اور کچھ فخر نہیں اور قیامت کے دن میرے ہی ہاتھ لوائے حمد ہوگا، اور تمام انبیا اس کے نیچے اور کچھ فخر نہیں اور قیامت میں جنت کی کنجیوں کا مجھی کو اختیار ہوگا، اور کچھ فخر نہیں اور مجھی سے شفاعت کی پہل ہوگی، اور کچھ فخر نہیں اور تمام مخلوق سے پہلے جنت میں تشریف لے جاؤں گا، اور کچھ فخر نہیں۔ میں ان سب سے آگے ہوں گا، اور میری امت میرے پیچھے۔ **اللهم اجعلني منهم و فيهم و معهم بجاهه عندك آمين .**

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: فقیر کہتا ہے: مسلمان پر لازم ہے کہ اس نفیس حدیث کو حفظ کرلے تاکہ اپنے آقا کے فضائل و خصائص پر مطلع رہے۔ **صلى الله تعالىٰ عليه و علىٰ آله و صحبه و بارك وسلم .**

جلوہ دوم جلائل متعلقہ بآخرت:۔

اور اس میں ۲۵؍ ارشادات ہیں، جو بشمول جلوہ اوّل ۳۹؍ رہوئے۔

ارشاد بست و ہفتم یہ ہے: حدیث موقوف مطول احمد، و بخاری، و مسلم، و ترمذی نے ابو ہریرہ...... اور بخاری، و مسلم و ابن ماجہ نے انس...... ترمذی، و ابن خزیمہ نے ابو سعید خدری...... اور احمد، و بزار، و ابن حبان، و ابو یعلی نے صدیق اکبر...... اور احمد، و ابو یعلی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً...... اور عبد اللہ بن مبارک، و ابن ابی شیبہ، و ابن ابی عاصم، و طبرانی نے بسند صحیح سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی۔ ان سب کے الفاظ جدا جدا کرنے میں طول کثیر ہے۔ لہٰذا میں ان کے متفرق لفظوں کو ایک منتظم سلسلے میں یکجا کر کے اس جانفزا قصے کی تلخیص کرتا ہوں۔ **و بالله التوفيق .**

ارشاد ہوتا ہے: روز قیامت اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک میدان وسیع و ہموار میں جمع کرے گا کہ سب دیکھنے والے کے پیش نظر ہوں، اور پکارنے والے کی آواز سنیں۔ دن طویل ہوگا، اور آفتاب کو اس روز دس برس کی گرمی دیں گے۔ پھر لوگوں کے سروں سے نزدیک کریں گے۔ یہاں تک کہ بقدر دو کمانوں کے فرق رہ جائے گا۔ پسینے آنا شروع ہوں گے۔ قد آدم پسینہ تو زمین میں جذب ہو جائے گا۔ پھر اوپر چڑھنا شروع ہوگا۔ یہاں تک کہ آدمی غوطے کھانے لگیں گے۔ غڑپ غڑپ کریں گے، جیسے کوئی ڈبکیاں لیتا ہے۔ قرب آفتاب سے غم و کرب اس درجہ کو پہنچے گا کہ تاب تحمل باقی نہ رہے گی۔ رہ رہ کر تین گھبراہٹیں لوگوں کو اٹھیں گی۔ آپس میں کہیں گے: دیکھتے نہیں! تم کس آفت میں ہو، کس حال کو پہنچے؟ کوئی ایسا کیوں نہیں ڈھونڈتے، جو رب کے پاس شفاعت کرے۔ کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ پھر خود ہی تجویز کریں گے کہ آدم علیہ السلام ہمارے باپ ہیں،

ان کے پاس چلنا چاہیے۔ پس آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

عرض کریں گے: اے باپ ہمارے! اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دست قدرت سے بنایا، اور اپنی روح آپ میں ڈالی، اپنے ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا، اور اپنی جنت میں آپ کو رکھا۔ سب چیزوں کے نام آپ کو سکھائے، اور آپ کو اپنا صفی کیا۔ آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس آفت میں ہیں، اور کس حال کو پہنچے؟

آدم **علیہ الصلاۃ و السلام** فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں، مجھے آج اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے کہ نہ ایسا پہلے کبھی کیا، نہ آئندہ کبھی کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کا غم ہے۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔

عرض کریں گے: پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟

فرمائیں گے: اپنے پدر ثانی نوح کے پاس جاؤ۔ کہ وہ پہلے نبی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا۔ وہ خدا کے شاکر بندے ہیں۔ لوگ نوح **علیہ الصلاۃ و السلام** کے پاس حاضر ہوں گے، اور عرض کریں گے:

اے نوح! اور اے نبی اللہ! آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے **عبد شکور** آپ کا نام رکھا، آپ کو برگزیدہ کیا، اور آپ کی دعا قبول فرمائی کہ زمین پر کسی کافر کا نشان نہ رکھا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس بلا میں ہیں؟ آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال کو پہنچے؟ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہمارا فیصلہ کردے۔

نوح علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں۔ یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا۔ آج مجھے اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا ہے، جو نہ اس سے پہلے کیا، اور نہ اس کے بعد کرے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کا کھٹکا ہے۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔

(فقیر ظفر الدین قادری غفرلہٗ کہتا ہے کہ یہ حدیث بہت طویل ہے، جس میں نوح علیہ السلام کے فرمانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانا، اور ان کا اپنی مجبوریوں کو بیان کرنا مذکور ہے پھر لوگ ان کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور اپنی مصیبت عرض کریں گے اور وہ بھی صاف جواب دیں گے پھر ان کے حکم کے مطابق لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہاں بھی کورا جواب پائیں گے پھر لوگ ان کے مشورہ کے مطابق آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور مطلب عرض کریں گے اعلیٰ حضرت نے ان سب واقعات کو پوری تفصیل سے تحریر فرمایا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں۔)

اب وہ وقت آیا کہ لوگ تھکے ہارے، مصیبت کے مارے، ہاتھ پاؤں چھوڑے، چار طرف سے امیدیں توڑے، بارگاہ عرش جاہ، بیکس پناہ، خاتم دورۂ رسالت، فاتح باب شفاعت، محبوب باوجاہت، مطلوب بلند عزت، ملجائے عاجزاں، ماوائے بے کساں،

مولائے دو جہاں، حضور پرنور محمد رسول اللہ، شفیع یوم النشور افضل صلوات اللہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و عیالہ میں حاضر ہوئے اور باہزاراں ہزار نالہائے زار، ودل بے قرار، وچشم اشک بار، یوں عرض کرتے ہیں:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اے اللہ کے نبی! آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتحیاب کیا، اور آج آپ بہ امن واطمینان تشریف لائے۔ حضور اللہ کے رسول، اور انبیا کے خاتم ہیں۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجیے، کہ ہمارا فیصلہ فرما دے، حضور نگاہ کریں، کہ ہم کس درد میں ہیں؟ حضور ملاحظہ تو فرمائیں، ہم کس حال کو پہنچے؟

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے: انا لھا انا لھا و انا صاحبکم میں شفاعت کے لیے ہوں، میں تمہارا وہ مطلوب ہوں، جسے تمام موقف میں ڈھونڈ پھرے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شفاعت کی کیفیت ارشاد فرمائی۔ یہ نصف حدیث کا خلاصہ ہے۔ مسلمان اسی قدر کو بہ نگاہ ایمان دیکھے، اور

اولاً: حق جل وعلا کی یہ حکمت جلیلہ خیال کرے کہ کیوں کر اہل محشر کے دلوں میں ترتیب وار انبیائے کرام کی خدمت میں جانا الہام فرمائے گا، اور دفعۃً بارگاہ اقدس سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر نہ لائے گا کہ حضور تو یقیناً شفیع مشفع ہیں۔ شفاعت تو پاتے مگر یہ کیسے کھلتا کہ یہ منصب انجم اسی سیّد اکرم کا حصہ ہے۔

ثانیاً: سوال شفاعت پر حضرات انبیا کے جواب اور ہمارے حضور کا مبارک ارشاد ملا دیکھئے۔ یہیں مقام محمود کا مزا آتا، اور ابھی کالشمس کھلا جاتا ہے کہ سب نجوم رسالت، ومصابیح نبوت میں افضل واعلیٰ، وبلند وبالا وہی عرب کا سورج، حرم کا چاند ہے، جس کے نور کے حضور ہر روشنی ماند ہے...... اور انبیائے خمسہ کی وجہ تخصیص ظاہر کہ حضرت آدم اوّل انبیا و پدر انبیا ہیں، اور مرسلین اربعہ اولوا العزم مرسل، اور سب انبیائے سابقین سے اعلیٰ وافضل۔ تو ان پر تفضیل سب پر تفضیل۔ والحمد للہ الملک الجلیل۔

جلوہ سوم ارشادات انبیائے عظام وملائکہ کرام:-

اس میں چودہ ارشادات ہیں کہ دونوں جلوہائے گزشتہ کے ارشادات ملا کر ترپن ہوئے۔

ارشاد پنجاہ وسوم یہ ہے: مولانا علی قاری شرح شفا میں علامہ تلمسانی سے ناقل: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے روایت کی کہ حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل نے آکر مجھے یوں سلام کیا۔ السلام علیك یا اوّل السلام علیك یا آخر السلام علیك یا ظاهر السلام علیك یا باطن ۔

میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ تو خالق کی صفتیں ہیں، مخلوق کو کیوں کر مل سکتی ہیں؟

عرض کی: میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے اور اس نے حضور کو ان صفتوں سے فضیلت دی، اور تمام انبیا و مرسلین پر خصوصیت بخشی ہے۔ اپنے نام وصفت سے حضور کے لیے نام وصفت مشتق فرمایا ہے...... حضور کا اوّل نام رکھا کہ حضور

سب انبیا سے آفرینش میں مقدم ہیں......اور آخو اس لیے کہ ظہور میں سب سے مؤخر، اور آخرالامم کی طرف خاتم النبیین ہیں......
اور بــاطــن اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے باپ آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساق عرش پر سرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا، اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجے، یہاں تک کہ حق جل جلالہ نے حضور کو مبعوث کیا، خوشخبری دیتے، اور ڈر سناتے، اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتے، اور چراغ تاباں......اور ظــاھــر اس لیے حضور کا نام رکھا کہ اس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیا، اور حضور کا شرف وفضل سب اہل آسمان وزمین پر آشکار کیا۔ تو ان میں کوئی ایسا نہیں، جو حضور پر درود نہ بھیجے۔ حضور کا رب محمود ہے، اور حضور محمد اور حضور کا رب اول، آخر، ظاہر، باطن ہے اور حضور بھی اول، آخر، ظاہر، وباطن ہیں۔

یہ بشارت عظیم سن کر حضور نے فرمایا: **الحمد لله الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی و صفتی** حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام انبیا پر فضیلت دی، یہاں تک کہ میرے نام وصفت میں۔

تابش سوم طرق وروایات حدیث خصائص میں:-

متعدد محدثین کرام نے متعدد صحابۂ عظام سے مختلف سندوں کے ساتھ احادیث خصائص بیان فرمائیں۔ یعنی وہ حدیث جس میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خصائص جمیلہ ارشاد فرمائے، جو کسی نبی ورسول نے نہ پائے۔ ان روایات میں سے کسی میں دو، کہیں تین، کہیں چار باتیں بیان فرمائیں۔ کہیں پانچ، کہیں چھ، کہیں دس اور حقیقۃً سو، اور دو سو پر بھی انتہا نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی نے ''خصائص کبریٰ'' میں ڈھائی سو کے قریب حضور کے خصائص جمع فرمائے اور یہ صرف ان کا علم تھا۔ ان سے زیادہ علم والے ان سے زیادہ جانتے ہیں اور علمائے ظاہر سے علمائے باطن کو زیادہ معلوم ہے۔ پھر تمام علوم، علم اعظم حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں منزل ادھر منقطع ہیں۔ جس قدر حضور اپنے فضائل وخصائص جانتے ہیں، دوسرا کیا جانے گا؟ اور حضور سے زیادہ علم والا ان کا مالک ومولیٰ جل وعلا ''**ان الیٰ ربك المنتهی**'' اور ''**وللآخرة خیر لك من الاولی**'' اسی لیے حدیث شریف میں ہے: ''**یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی**'' اے ابوبکر! جیسا میں ہوں سوائے میرے رب کے کسی نے نہ جانا۔

ترا چنانکہ توئی دیدہ کجا بینند ÷ بقدر بینش خود ہر کند ادراک

تابش چہارم آثار صحابہ وبقیہ موعودات خطبہ میں:-

اس میں بارہ روایتیں ہیں۔ بارہویں روایت یہ ہے۔

بزار، امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے راوی: جب حق جل وعلا نے اپنے رسول کو اذان سکھانی چاہی، جبرئیل براق لے کر حاضر ہوئے۔ حضور سوار ہو کر اس حجاب عظمت تک پہنچے، جو رحمٰن جل مجدہ کے نزدیک ہے۔ پردے سے ایک فرشتہ نکلا، اور اذان کہی۔ حق عز جلالہ نے ہر حکم پر، مؤذن کی تصدیق فرمائی۔ پھر فرشتے نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس تھام کر

حضور کو آگے کیا۔ حضور نے اہل سمٰوات کی امامت فرمائی، جن میں آدم ونوح علیہما الصلاۃ والسلام بھی شامل تھے۔ اس روز حق تبارک وتعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف عام اہل آسمان وزمین پر کامل کر دیا...... اسی کے مثل ابونعیم نے مولیٰ علی سے روایت کی، جس میں ہے: پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آگے بڑھیے، حضور نے تمام اہل آسمان کی امامت فرمائی، اور مخلوقات الٰہی پر حضور کا شرف کامل ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

اعلیٰ حضرت اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں: یہ رسالہ ششم شوال کو آغاز اور نوزدہم کو ختم اور آج پنجم ذی قعدہ روز جان افروز دوشنبہ کو وقت چاشت مسودہ سے مبیضہ ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

(۴۳) حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (۸)

جیسا پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ مذہب وہابیت کا اصل الاصول، انبیا واولیا کی توہین اور بے قدری، ان کے اوصاف و کمالات واقعیہ کا انکار، اور ان کو ایک محض معمولی سطح پر لانا، اور لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جن صفات سے ان کی اہمیت وعظمت ثابت ہوتی ہو، اس کا انکار، اور اگر یہ نہ ہو سکے، تو عدم اقرار ہی رہے۔ انہیں مسائل میں ایک مسئلہ سماع اموات ہے۔ یعنی بزرگان دین کا اپنے مزارات میں استعانت واستمداد کرنے والوں کی عرض سننا، اور خداوند عالم کا ان کے وسیلہ سے ان لوگوں کی حاجت روا فرمانا، وہابیہ کو اس سے انکار ہے۔ اگر چہ اس مسئلہ میں گنگوہی صاحب خلاف معمول ذرا ڈھیلے ہیں۔ اس کو مختلف فیہ بتاتے ہیں۔ ورنہ وہ تو کسی طرح شرک وکفر سے نیچے کی باتیں ہی نہیں کرتے ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ص ۱۲ پر سینتیسواں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

روح کو حیاۃ ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقر ہیں بعض منکر۔

دیکھیے! اصل مذہب وہابیت کو ہاتھ سے جانے نہ دیا ولی کو عامی کے برابر کر دیا۔

پھر اسی حصہ کے صفحہ ۷۳ پر اٹھارہویں سوال کے جواب میں لکھا۔

یہ مسئلہ (سماع موتی) عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے۔ جس پر عمل کرے درست ہے۔

غنیمت ہے کہ تلقین کی اجازت تو دی، اگر چہ ایک ہی قول کی بنا پر۔ ''اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا'' کی بھی ایک ہی کہی۔ فیصلہ تو اختلافی باتوں ہی کا ہوتا ہے، متفق علیہ بات میں فیصلہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟

پھر فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ۱۰۰ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اوّل زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں۔

یہ ''اول زمانہ قریب دفن'' کی تخصیص ہی عجیب ہے۔ جب روح زندہ ہی ہے، پھر اس ''قرب دفن'' کی کیا خصوصیت؟

پھر فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم کے ۱۱۳ ر پر سوال ''میت قبر میں سنتی ہے یا نہیں؟'' کے جواب میں لکھتے ہیں:-

اموات کے سننے میں علما کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنتی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں سنتی۔

تعجب ہے کہ گنگوہی صاحب یہ کیسی ان کہی کہہ رہے ہیں؟ ورنہ ان کا مذہب درحقیقت سماع کا انکار، اور نہ صرف انکار بلکہ حسب عادت مستمرہ کفر ہے۔ اولیائے کرام ان کے نزدیک کسی گنتی وشمار میں ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جن کی حیات بالاتفاق ثابت، ان کے سماع کے متعلق یہ گہرریزی کی ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ۹۴ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

اگر کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ علیہ الصلاۃ و السلام خود خطاب، سلام کا سنتے ہیں، وہ کفر ہے۔ خواہ السلام علیك کہے، یا السلام علی النبی کہے اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلاۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔ ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے۔ جیسا احادیث میں آیا ہے، تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے۔ اھ

یہ کفر بھی عجیب وغریب ہے۔ جو سنتا ہے وہ خود ہی سنتا ہے یا اس کے بدلے دوسرا سنتا ہے؟ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سننا، اس وجہ سے کفر خیال کیا کہ یہ صفت خاص خدا کی ہے، تو وہ فرشتہ یا جماعت ملائکہ کی خود کیونکر سن سکتی ہے؟ صفت مخصوص باری تعالیٰ میں تو کسی کی شرکت جائز نہیں۔ غرض۔

جو بات کی حضور نے وہ لاجواب کی
پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

غرض وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے...... اس پر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب درمیان زائر اور مقبور کے، حجب عدیدہ سمع وبصر حائل، تو سماع اموات اور بصارت صور محال۔ اگر بعض اموات کو بوجہ قطع تعلق از مادہ، زیادت ادراک بھی حاصل ہو، لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ بلا توجہ خاص، جس کا انکشاف حال خارج از علم زائر و بحیز اختیار پروردگار عالم ہے، بروقت دعا زائر کے، وہ بزرگ اس کی دعا کو سن لیں۔ جب زائر بلا حصول علم مرتکب سوال کا ہے، تو گویا سائل نے اہل قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے اور نہیں ہے یہ اعتقاد، مگر شرک اور ادنیٰ درجہ شائبہ شرک۔

اور بعض لوگ آیہ کریمہ انك لا تسمع من فی القبور O اور آیہ کریمہ وما أنت بمسمع من فی القبور O کو سند میں پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ ۱۳۰۵ھ کو ایک صاحب کا فتویٰ، جس میں نفی سماع موتی کی دلیل عقلی مذکور تھی، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں پیش ہوا اور اس کی تصدیق چاہی۔ ازاں جا کہ یہ جواب غلط، خلاف مذہب اہل سنت و جماعت تھا، اعلیٰ حضرت نے اس کی تصدیق نہ فرمائی اور اس مسئلہ پر مستقل رسالہ مسمی بہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات ایک سو بائیس صفحے کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ بمبئی مطبع گلزار حسنی میں چھپا، اور شائقین کی خدمت میں مفت صرف محصول ڈاک بھیجنے پر پیش کیا گیا۔ دوسری مرتبہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی میں طبع ہوا۔ میرے پیش نظر طبع دوم ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی اپنی عادت کریمہ مستمرہ کے مطابق حمد ونعت سے شروع کیا، جس میں بطور براعت استہلال اس مسئلہ پر روشنی ڈالی۔ فرماتے ہیں:

الحمد لله الذی خلق الانسان ۔ وعلمه البیان ۔ و اعطاه سمعا و بصرا و علما فزان ۔ وجعله مظهر الصفات الرحمن ۔ ولم یجعله معدوما بفناء الابدان ۔ والصلاة والسلام الاتمان الاکملان ۔ علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملك المستعان ۔ المولی الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان ۔ سیدنا و مولانا محمد النافذ حکمه فی عوالم الامکان ۔ الخ

اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا وہ فتویٰ نقل فرمایا ہے۔ اس کے بعد مقصد اول، نوع اوّل میں اس کا ردّ فرمایا ہے۔ لیکن ردّ واعتراض کو بلفظ سوال تعبیر فرمایا ہے اور اس طرح پچیس سوالات فرماتے ہیں، یعنی پچیس طرح اس کا ردّ فرمایا ہے، جن میں بعض یہ ہیں۔

سوال اول: جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سنی، صورت دیکھنی محال ٹھہرائی۔ اس سے مراد محال عقلی ہے، یا شرعی، یا عادی؟

برتقدیر اول: کاش کوئی برہان قاطع اس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ یہ حائل، مانع احساس نہ ہو یا نہیں؟ اگر کہیے، نا۔ تو ان الله علی کل شئی قدیر کا کیا جواب؟ اور فرمائیے، ہاں۔ تو استحالہ کہاں؟

برتقدیر ثانی: آیات قرآنیہ یا احادیث صحیحہ سے ثابت کیجیے کہ جب تک یہ حائل وحجاب رہیں گے، ابصار وسماع نہ ہوسکیں گے۔ الفاظ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں۔

برتقدیر ثالث: عادت اہل دنیا مراد، یا عادت اہل برزخ...... برتقدیر اوّل کیا ثبوت ہے کہ مانع دنیوی، عائق برزخ بھی ہے؟ کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے؟ اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے، مگر بطور خرق عادت اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں، حتیٰ کہ کفار بھی۔ احادیث نکیرین چھپنے کی چیز نہیں...... درصورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیوں کر جانی؟ اموات نے آکر تو بیان ہی نہ کیا اور طریقہ سے معلوم ہوا تو ارشاد کیجیے اور مأمول کہ دعویٰ بتمامہا زیر لحاظ رہے۔

سوال پنجم: جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جا کر جس وقت بات کیجیے، سن لے۔ اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا، یا نہیں؟ اگر کہیے، ہاں۔ تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جا کر جب کسی نے بات کی ہے، آپ کے کان تک پہنچی ہے......اور فرمائیے، نا۔ تو مزار پر جا کر کلام کرنے سے سمیع علی الاطلاق ماننا کیونکر جانا گیا؟

سوال ھفتم: کیا بات سننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور؟ جب تو واجب کہ تمام اندھے، بہرے ہوں اور فرشتہ مذکور (جس کے بارے میں حدیث میں ہے۔ اعطاه اسماع الخلائق) آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق، بلکہ اس سے بھی کچھ زائد۔ ورنہ فقط

خطاب کرنے سے بصیر ماننا، کیونکر مفہوم ہوا؟ عموم واطلاق تو بالائے طاق۔

سوال ہشتم: بفرضِ لزوم، سماع کلام کو مطلق بصر درکار، جو رؤیت مخاطب سے حاصل۔ یا بصر مطلق؟ علی الاول، ملازمت باطل۔ وعلی الثانی، لازم کہ تمام مخلوق الٰہی بہری ہو...... اور کسی بات کا سننا، کسی غیر خدا کے لیے ماننا، مطلقاً مستلزم شرک ہو، تو سب مشرک ہیں۔ یا ہر ذی سمع وبصر علی الاطلاق؟ تو آفت اشد ہے۔ والعیاذ باللہ

سوال نہم: ان اولیا کی زیادت ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سن لیں، تو اسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں۔ آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں، نہ استلزام عدم۔ تو دونوں صورتیں محتمل رہیں۔ پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیوں کر ہوسکتا ہے؟ غایت یہ کہ بے دلیل ہو، تو غلط سہی۔ کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے؟

سوال پانزدہم: شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:۔

اویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا می نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند ومی یابند۔

کہیے! زیادت ادراک مسلم؟ مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم طالب وحیز اختیار پروردگار عالم ہے، پھر اویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں، کیوں کر مصداق ان لفظوں کے نہ ہوئے؟ اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ شرک ملتی ہے، کیوں کر صحیح ومقبول ٹھہری؟

نوع دوم میں جناب مولوی صاحب اور ان کے ہم مذہبوں کی آٹھ مخالفتیں مذکور ہیں۔

مخالفت ۱: مولوی صاحب فرماتے ہیں: زیارت قبور مومنین خاصۃ بزرگان دین، مندوب ومسنون ہے۔

یہ خصوصیت ہمارے طور پر بے شک حق، مگر مولوی اسحاق صاحب "مأۃ مسائل" میں لکھتے ہیں:۔

دریں قسم زیارت کردن قبر ولی وغیر ولی وشہید وغیر شہید وصالح وفاسق وغنی وفقیر برابر ست۔

پھر اس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ الٹی ترقی معکوس کر کے فرمایا:

بلکہ از زیارت قبور اغنیا وملوک زیادت غیرت حاصل می گیرو۔

مخالفت ۲: جناب نے امتناع رؤیت وسماع کو ان حجب عدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا۔ یہ ابتنا باعلیٰ ندا منادی، کہ اموات کو فی انفسہم قوت سمع وابصار حاصل ہے۔ مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت وصورت کا ادراک نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر خود ان میں راساً یہ قوتیں نہ ہوتیں، تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی...... اب متکلمین جماعت سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس تخصیص کے مقر ہوں گے، یا راساً منکر۔ معلم ثانی منکرین ہند، یعنی مولوی اسحاق صاحب دہلوی سے سوال ہوا۔

سماعت موتی سوائے سلام جائز ست؟

جواب دیا:

ثابت نیست۔

کیا آدمی اسی وقت میت ہوتا ہے، جب قبر میں رکھ کر مٹی دے دیں۔

پھر آیت سے استدلال کا تین جواب دیا۔

جواب اول: آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے، نہ نفی سماع۔ پھر اسے محل نزاع سے کیا علاقہ؟ نظیر اس کی آیۂ کریمہ **انك لا تھدی من احببت** O ہے، اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا: **ولٰکن اللہ یھدی من یشاء** O یو ہیں یہاں بھی ارشاد ہوا: **ان اللہ یسمع من یشاء** O

جواب دوم: نفی سماع ہی مانو، تو یہاں سماع قطعاً بمعنی سماع قبول وانتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے، وہ میری نہیں سنتا...... کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ یقیناً یہی مقصود کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا۔ خود اسی آیت کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے: **ان تسمع الا من یومن بایٰتنا فھم مسلمون** O

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

و آیۃ النفی معناھا سماع ھدی لا یقبلون ولا یصغون للادب

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی، مگر کس سے؟ موتی سے...... موتی کون ہیں؟ ابدان۔ کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ قرآن شریف میں ہے: **ما أنت بمسمع من فی القبور** جو قبر میں ہے اس کو تم نہیں سناتے ہو۔ قبر میں کون ہے؟ جسم۔ کہ روحیں تو علیین، یا جنت، یا آسمان، یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عزو اکرام میں ہیں۔ جس طرح ارواح کفار سجین، یا نار، یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت وآلام میں ہیں۔

امام سبکی شفا السقام میں فرماتے ہیں: **لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وھو الروح۔**

مقصد ثانی احادیث کے بیان میں

اس میں انیس حدیثیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد موت روح وصفات وافعال روح باقی رہتی ہیں۔

حدیث ۵: امام احمد، وابن ابی الدنیا، وطبرانی، ومروزی، وابن منذہ ابوسعید خزری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بے شک مردہ پہچانتا ہے اسے جو غسل دے، اور جو اٹھائے، اور جو کفن پہنائے، اور جو قبر میں اتارے۔

حدیث ۱۴: ابن ابی الدنیا، عمرو بن دینار سے راوی کہ ہر مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے۔ لوگ اسے نہلاتے ہیں، کفناتے اور وہ انہیں دیکھتا جاتا ہے۔

نوع دوم احادیث سمع وادراک اہل قبور میں

اوراس میں چند فصلیں ہیں۔

فصل اول: اصحاب قبور سے حیا کرنے میں۔

حدیث ۴۰: امام احمد و حاکم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی: میں اس مکان میں جہاں حضور کا مزار پاک ہے یونہی چلی جاتی تھی، اور جی میں کہتی تھی، وہاں کون ہے؟ یہی میرے شوہر اور میرے باپ...... جب سے عمر دفن ہوئے، خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے شرم کے باعث۔

فرمایئے! اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا، تو اس شرم کے کیا معنی تھے؟ اور دفن فاروق کے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ "مکان میں میرے شوہر اور باپ ہی تو ہیں، غیر کون ہے؟"

فصل دوم: زندوں کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردہ کا جی بہلتا ہے۔ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں، تو ان امور سے جی بہلنا کیسا؟

حدیث ۴۴: امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں: قبر میں مردہ کے زیادہ جی بہلنے کا وہ وقت ہوتا ہے، جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آئے۔

فصل سوم: زندوں کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں۔

حدیث ۴۵: امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا۔ فرمایا: **لا توذ صاحب القبر** اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔

فصل چہارم: میں وہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مردے اپنے زائرین کو پہچانتے، اور اس کا سلام سنتے، اور انہیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث ۴۴: ابن ابی الدنیا، بیہقی، ابن عساکر، خطیب وغیرہم محدثین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے، جس سے دنیا میں شناسائی تھی، اور اسے سلام کرتا ہے، تو میت جواب سلام دیتا، اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے، جس سے جان پہچان نہ تھی، اور سلام کرتا ہے، تو میت جواب سلام دیتا ہے۔

حدیث ۴۶: طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی قبر پر ٹھہرے، اور فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

فصل پنجم: میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماع اہل قبول سلام ہی پر مقصود نہیں، بلکہ دیگر کلام واصوات بھی سنتے

ہیں۔

حدیث ۴۰: بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اپنے صحاح میں انس بن مالک سے راوی کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے، اور لوگ دفن کر کے پلٹتے ہیں، تو بے شک وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حدیث ۴۷: صحیح مسلم شریف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کفار اہل بدر کی قتل گاہ دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا، وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں۔ پھر بحکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ ناپاک، ایک کنویں میں بھر دیئے گئے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے، اور نام بنام ان کفار لیام کو، ان کا، اور ان کے باپ کا نام لے کر پکارا اور فرمایا: تم نے پایا، جو سچا وعدہ خدا اور رسول نے تمہیں دیا تھا؟ میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور، ان جسموں سے کیوں کر کلام کرتے ہیں، جن میں روحیں نہیں؟ فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، اسے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ مگر انہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث ۵۴: ابو الشیخ عبید بن مرزوق سے راوی کہ ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں، ان کا انتقال ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر پر گزرے، دریافت فرمایا: یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ام محجن کی۔ فرمایا: وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کی: ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر ان بی بی کی طرف مخاطب کر کے فرمایا: تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا: کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر فرمایا: اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینا۔

حدیث ۵۷: ابن ماجہ بسند حسن صحیح عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا: جہاں کسی مشرک کی قبر پر گزرے، اسے آگ کا مژدہ دینا۔ وہ صحابی فرماتے ہیں: مجھے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا۔ کسی کافر کی قبر پر میرا گزر نہ ہوا، مگر یہ کہ اسے آگ کا مژدہ دیا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ بے سمع فہم محال، اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنی حقیقی پر محمول کیا۔ والہذا عمر بھر اس پر عمل کیا۔ فتبصر

حدیث ۵۹: امام احمد تاریخ نیشا پور اور بیہقی، و ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن مسیب سے راوی کہ ہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولیٰ علی نے اہل قبر پر سلام کر کے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے، یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبر دیں؟ سعید بن مسیب فرماتے ہیں: میں نے آواز سنی، کسی نے مولیٰ علی کو جواب سلام دے کر عرض کی: یا امیر المومنین! آپ بتائیے، ہمارے بعد کیا گزری؟ امیر المومنین نے فرمایا: تمہاری عورتوں نے تو نکاح

کر لیے، اور تمہارے مال، سو وہ بٹ گئے، اولاد یتیموں کے گروہ میں اٹھی اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا، اس میں تمہارے دشمن بسے۔ ہمارے پاس کی تو خبریں یہ ہیں۔ اب تمہارے پاس کی خبریں کیا ہیں؟ ایک مردے نے عرض کی: کفن پھٹ گئے۔ بال جھڑ پڑے۔ کھالوں کے پرزے پرزے ہو گئے۔ آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے۔ نتھنوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے اور جو آگے بھیجا تھا، اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا، اس کا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔

مقصد ثالث اقوال علما میں

اعلیٰ حضرت نے اس مقصد میں سوائمہ دین وعلمائے کاملین کے اسمائے طیبہ پیش فرماتے ہیں۔ جن کے اقوال دربارۂ سماع موتی حضرت کے پیش نظر ہیں۔ ازاں جملہ گیارہ صحابۂ کرام ہیں...... بارہ تابعین عظام...... تین تبع تابعین...... کل ۲۶ ہوئے اور ۷۴ اعاظم سلف اور اکارم خلف۔ کل سو حضرات ہوئے۔ اس کے بعد دس نام ان عالموں کے بھی تحریر فرماتے ہیں، جن پر مخالفین اعتماد کے لیے مجبور ومضطر ہیں۔ مثلاً

[۱] شاہ ولی اللہ صاحب [۲] شاہ عبدالرحیم صاحب [۳] شاہ عبدالعزیز صاحب [۴] شاہ عبدالقادر صاحب [۵] مرزا مظہر جان جاناں صاحب [۶] قاضی ثناء اللہ صاحب [۷] مولوی اسحٰق صاحب دہلوی [۸] نواب قطب الدین صاحب [۹] مولوی خرم علی صاحب بلہوری [۱۰] مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی۔ ان کے علاوہ ۶۵ نام صحابہ وتابعین، واتباع تابعین وعلمائے مشاہیر کے اور گنائے جن، کا مجموعہ پونے دو سو ہوا۔

یہ مقصد دو نوع پر مشتمل۔ نوع اوّل اقوال علمائے سلف وخلف میں۔ اس میں ایک تمہید اور پندرہ فصل ہیں۔ تمہید اس میں کہ روح موت سے نہیں مرتیں اس میں پانچ قول ہیں۔

(۳) امام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں: روحیں مرتی نہیں، بلکہ زندہ آسمان کی طرف اٹھالی جاتی ہیں۔

فصل اول: موت سے صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے، نہ کہ معاذ اللہ جماد ہو جانا اور اس میں پانچ قول، اور پانچ روایات مناسبہ ہیں۔

قول [۵]:- ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: اولیا کی دونوں حالت حیات وممات میں اصلاً فرق نہیں۔ اسی لیے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

روایت اول: امام عارف باللہ استاد ابو القاسم قشیری اپنے ''رسالہ'' میں بسند خود، حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس سرہ سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی، مجھے دیکھ مسکرایا اور کہا: اے ابو سعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں، اگر چہ مر جائیں؟ وہ تو یہی کہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

فصل دوم: موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آتا۔ اس کے علوم وافعال کا بدستور رہنا، بلکہ زیادہ ہو جانا، اور اس فصل میں

پندرہ قول ہیں جو بشمول فصل اول ۲۰ رہوئے۔

قول [۷]: تفسیر بیضاوی میں ہے۔ یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات ہیں۔ یہ بدن جو نظر آتا ہے، اس کے سوا اور چیز ہے (روحیں) موت کے بعد اپنے اسی جوش ادراک پر رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے، اور اسی پر آیات و احادیث ناطق۔

قول [۱۷]: امام سیوطی فرماتے ہیں: تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں۔ ہاں! فلاسفہ یعنی بعض مدعیان حکمت نے اس میں خلاف کیا۔ ہماری دلیل وہ آیتیں، حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے۔

فصل سوم: ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم وادراک دنیا و اہل دنیا کو بھی شامل اور اس فصل میں پانچ اقوال ہیں، تو کل پچیس ہوئے۔

قول [۲۵]: شیخ محقق محدث دہلوی اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم وادراک موتی کی تحقیق و تفصیل لکھ کر فرماتے ہیں: ''بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت می کنند بر وجوہ علم موتی بدنیا واہل آں پس منکر نشود آنرا مگر جاہل باخبار و منکر دین۔''

فصل چہارم: اموات سے حیا کرنے میں، اور اس میں ۹ قول ہیں، تو کل ۳۴ رہوئے۔

قول [۲۶]: ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی کہ وہ ایک مقبرہ پر گزرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی۔ کسی نے کہا۔ یہاں اتر کر قضائے حاجت کر لیجیے۔ فرمایا: سبحان اللہ! خدا کی قسم مردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں جیسے زندوں سے۔

قول [۲۸]: علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علما نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ (ا) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے۔ تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے۔ اسی طرح اس بقعہ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے، اس پر سلام عرض کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت و عظمت رکھتا ہے، اس کے سامنے بے سلام چلا جانا مروت وادب سے بعید ہے۔

فصل پنجم: افعال احیا سے تاذی اموات میں اور اس میں ۷ قول ہیں تو کل ۴۱ ہوئے۔

قول [۳۴]: مراقی الفلاح میں ہے۔ مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی پھچل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔

قول [۴۰/۴۱]: شیخ محقق نے اشعة اللمعات میں امام ابو عمر عبد البر سے نقل کیا ہے: ''ازینجا مستفاد میگردد بتمام انچہ متلذذ می شود بداں زندہ۔''

فصل ششم: ملاقاتِ احیاوذکرِ خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے۔

قول[۴۲]: امام سیوطی انیس الغریب میں فرماتے ہیں: ویانسون ان اتی المقابر ÷ جب زائر مقابر پر آتے ہیں مردے ان سے انس حاصل کرتے ہیں۔

قول[۴۷تا۴۹]: ردّالمحتار میں غنیہ شرح منیۃ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تلقین میت کے مفید ہونے میں فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مردے کا دل بہلتا ہے، جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

قول[۵۹تا۶۲]: مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے اور کنز العباد و فتاویٰ غرائب وغیرہا میں ہے: گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ جب تک وہ تازہ رہیں گے تسبیح الٰہی کریں گے۔ تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا۔

فائدہ مطالب المومنین و جامع البرکات دونوں کتب مستندہ مخالفین سے ہیں۔

فصل ہفتم: مردے اپنے زائروں کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں۔

قول[۶۷]: انیس الغریب میں ہے۔ع: و یعرفون من اتھم زائرا جو زیارت کو آتا ہے مردے اسے پہچانتے ہیں۔

قول[۶۸]: تیسیر میں ہے: بعد دفن بھی مردے کا شعور باقی رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے زائر کو پہچانتے ہیں۔

قول[۷۳و۷۴]: اشعۃ اللمعات میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: دریں حدیث دلیل واضح ست بر حیات میت وعلم وی وآنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وی خصوصاً صالحان و مراعات ادب برقدر مراتب ایشاں چنانکہ در حالت حیات ایشاں۔

فصل ہشتم: وہ اپنے زائروں سے کلام کرتے، اور ان کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول[۷۵تا۷۸]: امام یافعی، پھر امام سیوطی، امام محب الدین طبری سے ناقل کہ میں امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ ''زبیدہ'' میں تھا۔ انہوں نے فرمایا: اے محب الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہا: یہ قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں۔

تذئیل امام یافعی، امام سیوطی، انہیں اسمٰعیل سے حاکی ہوئے کہ ''بعض مقابر یمن پر ان کا گزر ہوا۔ بشدت روئے اور سخت مغموم ہوئے۔ پھر کھلکھلا کر ہنسے، اور نہایت شاد ہوئے۔ کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا: میں نے اس مقبرہ والوں کو عذاب میں دیکھا۔ رویا، اور جناب الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی۔ حکم ہوا: تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی۔ اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی: مولانا اسمٰعیل! میں انہیں میں سے ہوں۔ میں فلانی گائن ہوں۔ میں نے کہا: وانت منھم تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی۔

قول[۸۱و۸۲]:شرح الصدور و طحطاوی حاشیہ مراقی میں ہے کہ احادیث وآثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے، مردے کو اس کا علم ہوتا ہے۔ اس کا سلام سنتا، اور ان سے انس کرتا، اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہدا و غیر شہدا سب میں عام ہے، نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت کہ بعض وقت ہو بعض وقت نہ ہو۔

فصل نہم: اولیا کی کرامتیں، اولیا کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں۔

قول[۸۷]: علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں کہ اولیا کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں، جو اس کے خلاف زعم کرے، وہ جاہل ہٹ دھرم ہے۔ ہم نے ایک خاص رسالہ اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے۔

قول[۹۰]: امام شیخ الاسلام شہاب رملی فرماتے ہیں کہ انبیا کے معجزے اور اولیا کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول[۹۵و۹۶]: شرح مشکوۃ میں شیخ محقق دہلوی نے فرمایا کہ "یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس راز مشائخ تصرف می کنندہ در قبور خود مانند تصرفہائے شاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دو کس دیگر را از اولیا شمرد و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ ست گفتہ۔"

فصل دہم: الحمدللہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد و یاری ہے۔

قول[۹۷]: امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعة الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و برزخ و قیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔
وللہ الحمد

حسبی من الخیرات ما اعددتہ — یوم القیمۃ فی رضی الرحمٰن
دین النبی محمد خیر الوریٰ — ثم اعتقادی مذہب النعمٰن
وار ادتی و عقیدتی و محبتی — للشیخ عبد القادر جیلانی
وی بخاک رضا شدم گفتم — کہ تو چونی کہ ماچناں شدہ ایم
ہمہ روز از غمت بفکر فضول — ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم
خبرے گو بماز تلخی مرگ — گفت ماجام تلخ کم زدہ ایم
قادریت بکام ماکرد دند — سنیت راگدائے میکدہ ایم
شیر بودیم وہ شہد افزودن — ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

قول[۱۰۳]: علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہل سنت کے نزدیک علم وادراک موتی کی تحقیق کر کے فرمایا: اسی لیے قبور اولیا کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول[۱۱۵و۱۱۶]: سیدی جمال مکی کے فتاویٰ میں امام شہاب الدین رملی سے منقول: انبیا و رسل و اولیا و صالحین بعد رحلت بھی فریاد رسی فرماتے ہیں۔

فصل یازدہم: تصریحات علما میں کہ سلام قبور دلیل قطعی سمع و فہم و علم و شعور ہے۔

قول[۱۱۷]: امام عزالدین ابن عبدالسلام اپنے امالی میں فرماتے ہیں کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم قبور پر سلام کریں۔ اگر روحیں سمجھتی نہ ہوتیں، تو بے شک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول[۱۲۰]: علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول درباره سماع موتی نقل کر کے فرماتے ہیں: یہی ظاہر و مختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضا کرتی ہیں۔

قول[۱۲۳]: مولانا علی قاری شرح اللباب درباره سلام زیارت فرماتے ہیں: نہ بلند آواز سے ہو، بالکل آہستہ، جس میں سنانا کہ سنت ہے، فوت ہو جائے۔

فصل دوازدہم: اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب وکلام میں

قول[۱۲۴تا۱۲۷]: منسک متوسط و مسلک متقسط و اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ بعد زیارت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے: آپ کو اللہ تعالیٰ ہم سے جزا و عوض نیک دے، بہتر اس عوض کا جو کسی امام اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو۔ بے شک اپنی بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ اور طریقہ پر چلے۔ آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا۔ آپ نے اسلام کو آراستگی دی۔ آپ نے صلہ رحم فرمایا۔ آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے، یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے محاذی ہو، اور بعد سلام عرض کرے: اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے اور ان سے راضی ہو، جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا۔ (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کہ انہوں نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام اور مسلمین کی رعایت کی۔ آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا۔ اسلام نے آپ سے قوت پائی۔ آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا، اور رہنمائے راہ یاب ہوئے۔ آپ نے ان کا جتھا باندھا، اور ان کے محتاجوں کو غنی کر دیا، اور ان کی شکستہ دلی دور فرمائی۔

فصل سیزدہم: بعد دفن میت کو تلقین اور اسے عقائد اسلام یاد دلانے میں

قول[۱۳۶]: بنایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ تلقین کیوں کر نہ کی جائے گی؟ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوا۔ حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

قول[۱۴۴و۱۴۵]: ہندیہ میں مضمرات سے ہے ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں، وقت نزع بھی، اور وقت دفن بھی۔

قول[۱۵۰تا۱۵۲]: جامع الرموز میں جواھر سے منقول: سئل القاضی مجدد الکرمانی عنہ قال ما رأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن و روی فی ذالك حدیثین قاضی مجد کرمانی سے دربارہ تلقین سوال ہوا فرمایا ہاں جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے اور اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں۔

قول[۱۵۴]: کشف الغطا میں امام صفار کا ارشاد نقل کیا: سزاوار آنست کہ تلقین کردہ شد میت بر مذہب امام اعظم و ہر کہ تلقین نمی گوید بآں پس او بر مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض ست و روح در قبر معاد نمی شود۔

فصل چہاردہم: اصل مسئلہ سائل میں یعنی ارواح کرام کو ندا اور ان سے توسل وطلب دعا

قول[۱۵۷تا۱۵۹]: خواجہ حافظ فصل الخطاب شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل: امام علی موسیٰ رضا سے عرض کی گئی۔ مجھے ایک کلام تعلیم فرمایئے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں۔ فرمایا: قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ، پھر عرض کر: سلام آپ پر اے اہل بیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں، اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال و حاجت کے آگے کرتا ہوں۔ خدا گواہ ہے! مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں، اس سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں۔

قول[۱۶۰]: سیدی جمال مکی کے فتاویٰ میں ہے۔ مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے: یا رسول اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر مثلاً آیا یہ شرعا جائز ہے، یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں! مرغوب ہے۔ اس کا انکار نہ کرے گا، مگر ہٹ دھرم، یا دشمن انصاف اور وہ برکت اولیا سے محروم ہے۔

قول[۱۷۳]: سیدی محمد عبدری ''مدخل'' میں دربارہ زیارت قبور انبیائے سابقین فرماتے ہیں: زائر ان کے آگے حاضر ہو، اور اس پر متعین ہو دور دراز مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے۔ پھر جب حاضری سے شرفیاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت وانکسار ومحتاجی وفقر وفاقہ وحاجت و بے چارگی وفروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے در کشادہ ہیں اور سنت الٰہیہ جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

فصل پانزدہم: بقیہ تصریحات سماع اموات میں

قول[۱۷۴تا۱۷۸]: امام خاتمۃ المجتہدین، تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیا میں ایک فصل ماورد فی حیاۃ الانبیاء، دوسری فصل حیاۃ الشہداء میں وضع کر کے، تیسری فصل تمام اموات کے سماع وکلام وادراک وحیات میں وضع کی اور اس میں احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما سے علم وسماع موتی ثابت کر کے فرمایا:

بالجملہ سب امور قدرت الٰہی میں ممکن ہیں اور بے شک ان کے ثبوت میں یہ صحیح حدیثیں وارد ہوئیں، تو ان کی تصدیق

واجب ہے......فصل اوّل میں انبیاعلیہم الصلاۃ و السلام کی حیات حقیقی تحقیق کر کے آخر میں فرمایا: رہے ادراکات جیسے علم وسماع، تو یقیناً تمام اموات کے لیے ثابت ہیں۔ پھر انبیا تو انبیا ہیں......امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اس جناب کا یہ قول نقل کر کے تقریر فرمائی......امام زین الدین مراغی اس جناب کی یہ تحقیق انیق نقل کر کے فرماتے ہیں: یہ نایاب تحقیق ہے، اور چاہیے کہ ایسی ہی چیز میں نہایت رغبت کریں، رغبت کرنے والے......امام احمد قسطلانی نے مواھب میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی......پھر علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواھب میں اس کی تقریر وتائید میں حدیثیں نقل کیں۔

قول[۱۸۱و۱۸۲]: امام قرطبی پھر امام سیوطی قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں: تحقیق کہا گیا ہے کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے اور میت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا۔ اسی لیے اس پر رحمت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو، اور چپ رہو، شاید تم پر مہر ہو اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مردے کو قرأت واستماع دونوں کا ثواب پہنچائے۔

اقول: ثواب قرأت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں اور امام شافعی کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا۔ مگر جمہور اہل سنت قائل اطلاق وعموم ہیں، اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

قول[۱۸۳]: مرقاۃ میں انبیاعلیہم الصلاۃ و السلام کے علم وسماع کا ذکر کر کے فرماتے ہیں: سب مردے سلام و کلام سنتے ہیں۔ پھر فرمایا: یہ سب مسائل احادیث صحیحہ وآثار صریحہ سے ثابت ہیں۔

قول[۲۰۰]: جامع البرکات میں فرمایا: سمہودی می گوید کہ تمام اہل سنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مر سائر اموات را از آحاد بشر۔ انتہی و الحمد للہ رب العالمین

فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ لہ نے جن سولہ ائمہ وعلما کے اسما طیبہ گنائے تھے۔ بحمد اللہ ان کے اور ان سے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ دو سو شمار کر دیے اور ایفائے وعدہ سے سبکدوش ہوا۔

نوع دوم: اقوال کبراء وعمائد خاندان عزیزی میں۔ یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے۔ ناظران کے مطالب کو فصول نوع اوّل پر تفصیل کر لے سر دست سو مقال ان کے بھی حاضر کرتا ہوں۔

وصل اول:

(مقال ۱): ۔شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:۔

جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں، یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب ان کے ساتھ ہوتے ہیں، جدا نہیں ہوتے۔

(مقال ۲): ۔شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:۔

چون آدمی می میرد روح را اصلا تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالا ہم ست وشعور وادراکے کہ داشت حالا ہم وارد بلکہ صاف

تر وروشن تر۔اھ ملخصاً۔

(مقال۲):- قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

اولیا گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد می کند وگاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید می گویند رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند می روند وبسبب ہمیں حیات اجساد وآنہار ادر قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند۔

(مقال۱۳):- مولانا شاہ عبدالقادر صاحب تفسیر موضح القرآن میں زیرآیت **و ما انت بسمع من فی القبور** فرماتے ہیں:-

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو، وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سن سکتا ہے۔

وصل دوم:

بقائے تصرفات وکرامات اولیا بعد الوصال میں۔

(مقال۱۷):- مرزا مظہر جان جاناں اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:-

بعض ارواح کاملاں رابعد ترک تعلق اجساد آنہادریں نشاۃ تصرفے باقی ست۔

(مقال۱۸):- مولوی اسمٰعیل دہلوی ''صراط مستقیم میں'' مولیٰ علی **کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم** کی نسبت لکھتے ہیں:-

در سلطنت سلاطین وامارت مراہمت ایشاں راد خلے ہست کہ بر سیاحان عالم ملکوت مخفی نیست۔

(مقال۲۰):- **مظاھر الحق** میں ہے:-

تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ میں تصرفات وبرکات بے شمار ہیں۔

وصل سوم:

بعد وصال اولیا کے فیض وامداد میں

(مقال۲۴):- ''تفسیر عزیزی'' میں فرماتے ہیں:-

ارباب حاجات حل مشکلات خود آنہا می طلبند ومی یابند۔

(مقال۲۷):- قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

اولیاء اللہ دوستاں ومعتقد ان رادر دنیا وآخرت مددگاری می فرمایند ودشمنان راہلاک می نمایند واز ارواح بطریق اویست

فیض باطنی می رسد۔

وصل چہارم:

اصل مسئلہ سائل یعنی اولیاء کرام سے استمداد والتجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت ان کے ندا میں

(مقال ۸۰):۔ شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:

بزیارت قبر ایشاں رود از انجا انجذاب دریوزہ کند۔

(مقال ۸۹):۔ مرزا جان جاناں صاحب کے وصایا میں ہے۔

بزیارت مزارات اولیا دریوزہ فیض جمعیت کن۔ الخ

(مقال ۱۰۳):۔ اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات وقضائے حاجات کے لیے ایک ختم یوں نقل کیا:

اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد ویازدہ بار درود، وبعد ازاں یک صد ویازدہ بار کلمہ تمجید ویک صد ویازدہ بار شیئا للّٰہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ

(مقال ۱۰۵):۔ رسالہ ''فیض عام'' مزارات اولیا سے استعانت میں شاہ صاحب کا ارشاد یہ ہے۔

طریق استمداد از ایشاں انست کہ بزبان گوید ای حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجامی کنم شما نیز بدعا وشفاعت امداد من نمائید لکن استمداد از مشہورین باید کرد۔

یہ خاص صورت مسؤلہ کا جواب ہے۔ واللہ الهادی الی سبیل الصواب ۔

الحمد للہ کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہنچی۔ سو مقال کا وعدہ تھا، ایک سو پانچ گنے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اوّل میں پینتیس سوال تھے۔ مقصد دوم میں ساٹھ حدیثیں اور نوع اوّل میں دو سو قول۔ اب یہ ایک سو پانچ مقال مل کر چار سو کا عدد کامل اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہوگیا کہ مولوی صاحب کے اصل مذہب اور اس چند سطری تحریر پر چار سو وجہ سے اعتراض ہے۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

خاتمہ در بارہ سماع موتی علمائے عرب کا فتویٰ۔

مسئلہ سماع موتی میں علمائے عرب کا مہری ودستخطی فتویٰ بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود ہے۔ جس میں حسب ذیل حضرات کی دستخط ومواہیر ہیں۔

[۱] مولانا محمد حسین کتبی حنفی مفتی مکہ معظمہ

[۲] مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی

[۳] مولانا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مالکیہ

[۴] مولانا احمد زینی دحلان شافعی مفتی مکه مکرمه

[۵] مولانا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینه طیبه

[۶] مولانا عبدالکریم حنفی از علمائے مدینه منوره

[۷] مولانا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینه منوره

[۸] مولانا سیّد ابراهیم بن الخیار شافعی مفتی مدینه منوره

کی دستخط ومواہیر ہیں۔

اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا۔ پھر بوجہ عروض اعراض واہتمام دیگر اغراض اس کی تبییض نے تاخیر پائی، اب الحمدللہ بعنایت الٰہی واعانت رسالت پناہی علیه افضل الصلاة و السلام و علی اله و صحبه الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کووقت عصر یہ مسودہ مبیضہ ہوااوراثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا اضافہ ہوا۔ والحمد لله اولا و آخرا باطنا و ظاهرا و صلی الله تعالٰی علٰی سیّدنا و مولانا محمد و آله و صحبه ابنه و حزبه وعلینا معهم و بارك وسلم ۔

(۴۴) انهار الانوار من یم صلاۃ الاسرار (۹)

وہابیہ کی شرک کی داستان صرف ایک یا دومسئلہ پر منحصر نہیں بلکہ جس جگہ انبیا واولیا کی تعظیم وتکریم ہوتی دیکھی، وہیں شرک جما دیا۔ صوفیائے کرام خصوصاً مشائخ قادریہ کا ایک زمانہ قدیم سے معمول ومجرب عمل، قضائے حاجت وحصول مرادات کے لیے صلاۃ غوثیہ ہے۔

حسن نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں
آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا

مگر وہابیہ کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ گنگوہی صاحب کے فتاویٰ حصہ اوّل ص ۸۴ پر ایک سوال ہے۔

صلاۃ غوثیہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

سائل مسئلہ شرعیہ پوچھتا ہے، نہ ذاتی رائے۔ لیکن گنگوہی صاحب جواب میں فرماتے ہیں:۔

بندہ اس کو پسند نہیں کرتا، اور نہ جائز مانے۔

سائل کا سوال آپ کی پسندیدگی یا ناپسند کرنے سے نہ تھا اور نہ یہ سوال تھا کہ آپ اس کو جائز جانتے ہیں، یا نہیں۔ لیکن کمال حیاداری سے یہ جواب آپ نے عنایت فرمایا۔ سچ کہا کسی نے۔

کیوں حیا کا لگائیں دل میں گھن
بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

خصوصاً جب سائل نے لکھا تھا کہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے، تو یا اس کا رد کیے ہوتے کہ یہ بات غلط ہے۔ ورنہ مشائخ کے معمول کے سامنے سر جھکانا تھا۔ یا اگر اس کی حرمت و ناجوازی قرآن و حدیث سے آپ کے علم میں تھی، تو اس کو لکھ کر سائل کو فائدہ پہنچانا تھا۔

پھر اسی حصہ کے صفحہ ۱۲۳ پر ایک سوال ہے:-

صلاۃ غوثیہ جو اکثر عوام پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور صلاۃ معکوس و صلاۃ ہول بھی جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب تحریر کیا:-

صلاۃ غوثیہ کی حقیقت ہم کو معلوم نہیں اور صلاۃ معکوس فی الحقیقت نماز نہیں بلکہ مجاہدہ ہے اور صلاۃ ہول کا ثبوت صحاح احادیث سے نہیں۔

جب نماز غوثیہ کی فضیلت جناب کو معلوم ہی نہیں۔ پھر ص ۸۴ پر ناپسند کیوں کیا، اور ناجائز کیوں بتایا؟ حکم دینے کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ اوّل اس کی حقیقت معلوم ہونی، پھر شرع سے حرمت و ممانعت کا ثبوت...... جب حقیقت ہی نہیں معلوم، تو مجہول پر حکم ممانعت لگانا جہالت نہیں تو کیا ہے؟ وہ تو خدا کو بہت اچھا کرنا تھا کہ مولوی صاحب خوش قسمتی سے صلاۃ غوثیہ کو جانتے ہی نہیں۔ ورنہ شرک کا فتویٰ دینے سے کسی طرح باز نہیں رہتے۔ اس لیے کہ صلاۃ غوثیہ کہ صلاۃ غوثیہ میں بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام عرض کرنا ہوتا ہے اور گیارہ مرتبہ **یا رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجت** کہنا، اس کے بعد اقدام بغداد شریف کی طرف چلنا ہوتا ہے اور ہر قدم پر **یا غوث الثقلین و یا کریم الطرفین اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات** کہنا ہوتا ہے اور مولوی صاحب کے فتاویٰ سے ثابت کہ ندا یا لغیر واور استعانہ و امداد بالغیر سب شرک ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۶ میں ہے:-

اور مدد مانگنا اولیا سے حرام ہے مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہیے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا سو غیر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اگر چہ ولی یا نبی ہو شرک ہے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۷ پر ہے:-

اور جب انبیا علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو وہ خود کفر ہے۔

مقام غور ہے کہ جب **یا رسول اللہ** کہنا ناجائز ہے، تو **یا غوث الثقلین و یا کریم الطرفین** کہنا کیوں کر جائز ہوگا؟ اور اگر ولی اللہ کو بھی علم غیب مان کر دور سے سننے کا عقیدہ رکھ کر کہا، تو خود کفر ہونے میں کیا شبہہ رہا؟ واقعی مولوی ہو تو ایسا مشرک گر، کافر ساز کہ بات کا بتنگڑ کر کے خواہ مخواہ کفر و شرک تک نہ پہنچائے، تو اسے چین نہ آئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ نے اس مسئلہ کی تحقیق میں دو رسالے تحریر فرمائے۔ ایک اردو میں پچاس صفحے کا، جس کا سوال ربیع الاول شریف ۱۳۰۵ھ میں جناب مستطاب مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری نے ''دہلی کھڑکی فراش خانہ'' سے بھیجا تھا۔ جس کا نام تاریخی انھار الانوار من یم صلاۃ الاسرار ہے۔ دوسرا رسالہ عربی میں بارہ صفحے کا۔ جس کا تاریخی نام ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار ہے۔ جبکہ مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری مدراسی حیدر آبادی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے صلاۃ غوثیہ کی اجازت چاہی تھی۔ یہ رسالہ گویا اجازت نامہ صلاۃ غوثیہ یعنی صلاۃ الاسرار کا ہے، جو اعلیٰ حضرت نے مولانا شاہ ابراہیم صاحب موصوف کو عطا فرمایا تھا۔ رسالہ اولیٰ یعنی انھار الانوار میں بعد نقل سوال ابتدائے جواب حسب دستور خطبہ عربیہ فصیحہ بلیغہ سے کیا ہے۔ الفاظ کریمہ حمد و نعت کے یہ ہیں۔

الحمد لله على حسن بلائه ÷ ملأ ارضه و ملأ سمائه ÷ و ملا ماشاء في قدره و قضائه ÷ والشكر للمصطفى على نعمائه ÷ شكرا يوافي حسن الائه ÷ و يكافي عنا مزيد عطائه ÷ و صلى الله تعالىٰ عليه و على ابنائه ÷ و ازواجه و اصحابه و احبائه ÷ و وارث علمه و مجده و سنائه ÷ غوثنا الاعظم رافع لوائه ÷ و مشائخنا الكرام و سائر اوليائه ÷ صلاة تكشف لنا الاسرار ÷ و تصرف عنا اذى الاشرار ÷ و تكون عدة ليوم لقائه ÷ الخ

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالی مشائخ کرام قدست اسرارہم العزیزہ کی معمول، اور قضائے حاجات وحصول مرادات کے لیے عمدہ طریق مرضی ومقبول اور حضور پرنور غوث الثقلین، غیاث الکونین صلوات الله و سلامه على جده الكريم و عليه سے مروی ومنقول۔ اجلۂ علما و اکابر کملا اپنی تصانیف عالیہ میں اسے روایت کرتے اور مقبول ومقرر و مسلم ومعتبر رکھتے آئے۔

امام اجل ہمام اَجَل سیدی ابوالحسن نور الدین بن جریر لخمی شطنوفی نے بسند خود بهجة الاسرار شریف میں...... اور شیخ شیوخ علما الہند شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نور الله مرقده ''زبدة الآثار'' لطیف میں...... اور دیگر علمائے کرام وکملائے عظام رحمهم الله تعالىٰ اپنے اسفار منیف میں اس جناب ملائک رکاب عليه رضوان العزيز الوهاب سے راوی وناقل کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص گیارہ بار، پھر بعد سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام عرض کرے۔ پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے، اور میرا نام اور اپنی حاجت ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی مراد پوری ہو۔

اسی طرح امام جلیل عبداللہ یافعی مکی صاحب خلاصة المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبدالقادر نے روایت کی...... یوہیں فاضل کامل مولانا علی قاری نے نزهة الخاطر میں ذکر فرمایا۔ زبدة الآثار میں اپنے شیخ واستاذ کا اس نماز کی اجازت دینا، اور اپنا اجازت لینا، بیان کیا...... اور شیخ محقق سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نفیس عجالہ ہے...... اس سے ثابت کہ شیخ

عبدالوہاب متقی مکی نے کتاب بھجۃ الاسرار کو معتمد ومعتبر اور اس مبارک نماز کو مسلم ومقرر فرمایا......اور مولانا شیخ وجیہ الدین علوی استاد شیخ محقق وتلمیذ ومرید حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری نہایت شدو مد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے اور اس پر بتاکید اکید تحریص وترغیب فرماتے......یونہی شیخ نے اخبار الاخبار شریف......اور مولانا ابوالمعانی محمد مسلمی نے تحفۃ شریفہ......اور حضرت سیّدنا شاہ حمزہ عینی مارہروی قدس سرہ نے کاشف الاستار شریف میں اسے نقل وارشاد فرمایا......اور امام یافعی تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اصحاب کرام اس نماز کو عمل میں لاتے......اور زبدۃ الآثار میں اولیائے طریقہ عالیہ قادریہ کے آداب میں فرمایا۔ و ملازمۃ صلاۃ الاسرار التی بعدہ التخطی احدی عشرۃ خطوۃ یعنی اس خاندان پاک کے آداب سے ہے صلاۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے۔

بایں ہمہ اس کا اعمال مشائخ کرام سے ہونا، آفتاب سے زیادہ روشن ہے، اور اس کا انکار مہر نیم روز و ماہ نیم ماہ کا انکار ہے۔

امام ابن الجزری صاحب حصن حصین اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب بھجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی، اور اس کی سند واجازت حاصل کی۔ اپنے رسالہ طبقات القراء میں فرماتے ہیں: میں نے یہ کتاب بھجۃ الاسرار مصر میں خزانہ شاہی سے حاصل کر کے شیخ عبدالقادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے، پڑھی اور انہوں نے مجھے اس کی روایت کی اجازت دی۔

بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتمدہ کو بے وجہ وجیہہ رد کرنا، سخت جہالت ہے۔ یا خبث وضلالت اور بے دلیل دعویٰ الحاق محض مردود۔ ورنہ تصانیف ائمہ سے امان اٹھ جائے اور نظام شریعت درہم برہم نظر آئے۔ جو سند پیش کیجیے، مخالف کہہ دے کہ یہ الحاقی ہے۔ چلیے تمسک واستناد کا دروازہ ہی بند ہو گیا۔

اس نماز کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا محض بہتان وافترا، ہرگز ہرگز قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔ نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر سکتا ہے۔ ان ذی ہوشوں کے نزدیک امر ونہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر ذکر عدم ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الحلال ما احل اللہ فی کتابہ و الحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ماسکت عنہ فھو عفاعنہ حلال وہ ہے جسے خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے سکوت کیا وہ عفو ہے۔ رواہ الترمذی و ابن ماجہ و الحاکم عن سلیمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بالجملہ یہ فائدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو، وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو، وہ معاف ہے، جائز ومباح ہے۔ اس کا کرنا درست وروا ہے اور اس کو حرام گناہ، نادرست وممنوع کہنا، شریعت مطہرہ پر افترا۔ قال تعالیٰ: ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا

علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون O (سورۂ نحل، آیت ۱۱۶)

اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین وصحابہ کرام کے مخالف کہنا بھی اس سفاہت قدیمہ پر مبنی، کہ جو فعل ان سے منقول نہ ہو، وہ ان کے نزدیک ممنوع تھا۔ حالانکہ عدم ثبوت فعل وثبوت عدم جواز میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ علامہ خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں: الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لا یدل علی المنع...... شاہ عبدالعزیز "تحفۂ اثناعشریہ" میں فرماتے ہیں: "نہ کردن چیزے دیگر ست ومنع فرمودن چیزے دیگر" ملخصاً۔

اور اسے خلاف اخلاص وتوکل ماننا نری جہالت ہے۔ اس میں محبوبان خدا کی طرف توجہ بغرض توسل ہے، اوران سے توسل قطعاً محمود، اور ہرگز اخلاص وتوکل کے منافی نہیں۔ قال تعالیٰ: و ابتغوا الیہ الوسیلۃ و جاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون O اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو امدا نبیا وملائکہ علیہم السلام کی نسبت فرماتا ہے۔ اولٰئک الذین یدعون یبتغون الیٰ ربھم الوسیلۃ O وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا طلب باراں میں، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے توسل کرنا صحیح بخاری شریف میں مروی ومشہور۔

حصن حصین میں ہے۔ و ان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ خ ر و الصالحین من عبادہ خ یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیا سے توسل کرے۔ اسے بخاری وبزار نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے۔ اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح ومعروف ومشہور ہے، جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، طبرانی، ابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن، غریب، صحیح، اور حاکم نے بر شرط شیخین صحیح کہا، اور امام منذری ودیگر ائمہ نقد وتنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم رکھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے: اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی الٰھی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور لطف یہ کہ بعض روایات حصن حصین لتقضی لی بصیغہ معروف واقع ہوا۔ یعنی یا رسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کریں۔

تنبیہ:— حضرات منکرین کی حیاداری دیکھنے کے قابل۔ اس حدیث جلیل کی جلالت شان تصریحات علما سے ظاہروباہر، اوراس سے جواز استمداد والتجا محبوبان خدا سے روشن وواضح، جس سے معاند سے معاند کوبھی انکار کی مجال نہیں۔ ناچار نواب قطب الدین خان دہلوی مصنف ظفر جلیل نے ترجمہ حصن حصین میں حاشیہ کتاب پر یوں ہرزہ سرائی کی:

یک راوی اس حدیث عثمان ابن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث ست چنانکہ درتقریب موجود ہست وحدیث راوی متروک الحدیث قابل حجت نمی شود۔

انا للہ و انا الیہ راجعون O انصاف ودیانت کا تو مقتضا یہ تھا کہ جب حق واضح ہوگیا تھا، تسلیم فرماتے۔ نہ کہ خواہی نخواہی بزور تحریف ایسی صحیح رجیح حدیث کو، جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یک زبان تصحیح فرمائی، معاذ اللہ ساقط ومردود قرار دیجیے، اورانتقام خدا ومطالبہ حضور سیّد روز جزاعلیہ التحیۃ و الثناء کا کچھ خیال نہ کیجیے۔

اب حضرات منکرین کے تمام ذی علموں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمان بن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث ہے، جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب صحاح ستہ میں کہیں روایت نہیں، یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جوصحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔ کاش! اتناہی نظر فرما لیتے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اس کا مدار روایت، وہ شخص کیونکر ممکن، جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں اور سنیے! امام طبرانی سیّدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا ضل احدکم شیئا و اراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عباد لا یراھم جب تم میں کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے، بھولے، یا کوئی چیز گم کرے، اور مدد مانگنی چاہے، تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں، جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔ راوی حدیث نے فرمایا: قد جرب ذالک

فاضل علی قاری علامہ میرک سے، اوروہ بعض علمائے ثقات سے ناقل ھذا حدیث حسن ......اور فرمایا: مشائخ کرام سے مروی ہوا انہ مجرب قرن بہ النجح یہ مجرب ہے اور مرادملنی اس کے ساتھ مقرون۔

لطف یہ کہ یہاں بھی نواب صاحب موصوف نے اپنے زورعلم ودیانت وجوش تقویٰ وامانت کا جلوہ دکھایا۔ فرماتے ہیں:—

اس حدیث کے راویوں سے عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے، تقوی اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ہے ایک کتاب کا اسماء الرجال کی کتابوں سے۔

خدا کی شان! کہاں عتبہ بن غزوان رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں، جنہیں تقریب میں مجھول الحال، اور میزان میں لا یعرف کہا اور کہاں اس حدیث کے راوی عتبہ بن غزوان ابن جابر مازنی بدری کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی جلیل القدر مہاجر ومجاہد غزوہ بدر ہیں۔ جن کی جلالت شان بدر سے روشن مہر سے ابین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم و ارضاہ عنا ۔

مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ ''حرزثمین'' ان کے پیش نظر ہے، اس میں یہ عبارت موجود ہے۔ زواہ

الطبرانی عن زید بن علی عن عتبة بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... اوراسی طرح جس تقریب کا حوالہ دیا ہے، اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی۔عتبة بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل مہاجر بدری مات سنة سبع عشر اھ ملخصاً

پھر کون سے ایمان کا مقتضیٰ ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی جلیل الشان، رفیع المکان کو بزور زبان وزور جنان درجہ صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لاڈالیے؟ اورشمس عدالت و بدر جلالت کو معاذ اللہ مردود الروایۃ و مطعون جہالت بنانے کی بدراہ نکالیے؟ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: اذالم تستحی فاصنع ما شئت

کیوں حیا کا لگائیں دل میں گھن
بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

مسلمان دیکھیں! کہ حضرات منکرین انکار حق واصرار باطل میں کیا کچھ کر گزرتے ہیں۔

رہا اس نماز مبارک کے افعال پر کلام، تو

اولاً جب اس کی ترکیب خود حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ثابت تو مدعی تسنن کو انکار کی کیا گنجائش؟۔

ثانیاً وہ علماء و اولیا جن میں بعض کے نام سابق میں مذکور ہوئے، جنہوں نے یہ نماز پسند کی، اجازت دی، سند لی، خود پڑھی۔منکرین میں کون ان کے پائے کا ہے۔پھر ان کے کہے سے کیوں کر مسلم ہو کہ حکم شرع پر یہی چلے، اور وہ سب معاذ اللہ گنہ گار فساق بدعتی گزرے......اوران اکابر کو غیر موثوق کہہ کر اتباع سواد اعظم کی طرف بلانا وہی پرانی تلبیس ہے۔

ثالثاً ان صاحبوں کے اصول پر (بطور معارضہ بالقلب) اس نماز مبارک پر انکار روا نہیں اور جس پر انکار روا نہیں، وہ اقل درجہ مباح ہوگا۔اس لیے کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر ذکر عدم ہے اور کلمات ائمہ میں اس نماز پر ان کار جائز ہوگا، ہرگز مذکور نہیں۔ومن ادعی فعلیه البیان اورعدم بیان بیان عدم تو لاجرم اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سب ائمہ کے نزدیک اس نماز پر انکار روا نہیں، اور جس پر انکار روا نہیں، تو کم سے کم وہ مباح ضرور ہوگا۔فثبت المقصود و بھت الھنود ۔

رابعاً ان حضرات کی عجیب حالت ہے جواز کہ عقلاً ونقلاً محتاج دلیل نہیں ہے، بے دلیل خاص قبول نہیں کرتے اور عدم جواز کے لیے ان کے زبانی دعویٰ کافی ہو جاتے ہیں۔اس نماز میں جو جو باتیں ہیں ان کا ثبوت لیجیے۔

[۱] محبوبان خدا کی نفس تعظیم بے شک اہم واجبات واعظم قربات سے ہے۔قال تعالیٰ: و من یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر له عند ربه O وقال تعالیٰ "ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب O

[۲] ان کے لیے بہیئت نماز قیام

علمائے دین نے روضہ منورہ کے حضور خاص بہیئت نماز قیام کرنے کا حکم دیا۔اختیار شرح مختار وفتاویٰ عالمگیری میں

ہے۔یتوجه الی قبره صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و یقف کما یقف فی الصلاۃ یعنی قبر شریف سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

اے عزیز! اصل کار یہ ہے کہ محبوبان خدا کے لیے جو تواضع کی جاتی ہے، وہ درحقیقت خدا ہی کے لیے تواضع ہے۔ ولہٰذا بکثرت احادیث میں استاذ وشاگرد وعلماو عام مسلمین کے لیے تواضع کا حکم ہوا۔

طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً راوی تعلموا العلم تعلموا للعلم السکینة والوقار و تواضعوا لمن تعلمون منه علم سیکھواور علم کے لیے سکون ومہابت سیکھو، اور جس سے علم سیکھتے ہو، اس کے لیے تواضع کرو۔

خطیب نے کتاب الجامع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں روایت کی۔تواضعوا لمن تعلمون منه وتواضعوا لمن تعلمونه ولا تکونوا جبابرة العلما فیغلب جهلکم علمکم O جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور متکبر عالم نہ بنو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

بایں ہمہ علمانے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لیے تواضع حرام ہے۔ فتاویٰ رشیدیه میں ہے: التواضع لغیر الله حرام کذافی الملتقط۔

تو بات وہی ہے کہ انبیا علماو مسلمین کے واسطے تواضع اس لیے ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں۔ وہ دین الٰہی کے قیم ہیں، یہ ملت الٰہیہ پر قائم ہیں۔ تو علت تواضع، جب وہ نسبت ہے، جو انہیں بارگاہ الٰہی میں حاصل، تو یہ تواضع بھی درحقیقت خدا ہی کے لیے ہوئی۔ جیسے صحابہ کرام واہل بیت عظام کی محبت وتعظیم بعینہ محبت وتعظیم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

تواضع لغیر اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذاً باللہ کسی کافر یا دنیا دار غنی کے لیے اس کے غنا کے سبب تواضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں۔

[۳] محبوبانِ خدا کے لیے خشوع وخضوع

ابوداؤد ونسائی وترمذی وابن ماجہ، اسامہ بن شریک سے راوی: قال اتیت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و اصحابه حوله کان علی رؤسهم الطیر میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور کے اصحاب اردگرد تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

یعنی سر جھکائے، گردنیں خم کیے، بے حس وحرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جان کر سروں پر آ بیٹھیں۔ اس سے بڑھ کر اور خشوع کیا ہوگا؟ اسی طرح مولانا جامی نفحات الانس میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک دعوت میں تشریف لے جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: و اهل المجلس کان علی رؤسهم الطیر یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیا، علماو عمائد بغداد تھے۔ ہیبت سرکار قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

[۴] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت خشوع وخضوع

امام ابوابراہیم تجیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرے، یا اس کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے، خشوع وخضوع بجالائے، اور باوقار ہو جائے، اور اعضا کو حرکت سے باز رکھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس ہیبت وتعظیم کی حالت پر ہو جائے، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اس پر طاری ہوتی اور ادب کرے، جس طرح خدا نے ہمیں ان کا ادب سکھایا۔

[۵] صورت اقدس کا تصور باندھے

شرح مختار اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **و یقف کما یقف فی الصلاۃ** کے آگے ہے۔ **و تمثیل سورۃ الکریمۃ البھیہ ملخصا** یعنی اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے۔

امام شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں امام تجیبی کے قول کے نیچے لکھتے ہیں: یعنی یا دحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حاضر ہوں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال کرے، اور صورت اقدس کا تصور باندھے، گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے...... امام قاضی عیاض، امام تجیبی کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں: ہمارے سلف صالح وائمہ سابقین کا یہی داب وطریقہ تھا اور فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے، رنگ ان کا بدل جاتا، اور جھک جاتے۔ نسیم الریاض میں ہے۔ **لشدۃ خشوعہ** یہ جھک جانا بسبب شدت خشوع تھا۔

ان احادیث وروایات وکلمات طیبات سے **کالشمس فی وسط السماء** روشن وآشکار ہو گیا کہ ہنگام توسل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہیے۔ اگر چہ قبلہ کو پیٹھ ہو اور دل کو خوب ان کی طرف متوجہ کرے، یہاں تک کہ ہر ایں وآں دل سے محو ہو جائے اور ان کے لیے خشوع وخضوع محمود ومشروع۔

فقیر حیران ہے کہ اس نماز مبارک میں اوّل تو صلاۃ مفروضہ کے بعد قبلے سے انحراف کہاں؟ اور ہو بھی تو اس میں کیا گناہ ہے؟ ہر نماز مفروضہ کے بعد امام کو قبلے سے انحراف سنت معلومہ ہے۔ پھر اسے ممانعت میں کیا مداخلت؟ ہاں جو کچھ غیظ وغضب کرنا ہو، تعیین سمت پر کیجیے۔ اس کا جواب مرزا مظہر جان جاناں شہید سے لیجیے۔ مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک ایک مرید رشید کو تحریر فرماتے ہیں:۔

> فقیر انشاء اللہ تعالیٰ جو نماز یک دو گھڑی روز برآمدہ پیش از حلقہ یا بعد آں بجانب آں مستورہ شماں متوجہ خواہد شد باید کہ ہر روز منتظر ومتوقع فیض رو بایں طرف کردہ، بعد نماز صبح بنشیند کہ محبت ایں عفیفہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ ست۔

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:-

ہر صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشیند بے ناغہ توجہ می دہم

شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک رباعی لکھی ہے:-

انا نکہ زاوناس بہمی جستند ÷ بالجسہ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو ÷ دروازہ فیض قدس ایشاں ہستند

پھر اس کی شرح میں لکھا:

یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح وسر نفع بلیغ دارد۔

انہیں شاہ صاحب نے ہمعات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا:

بارواح طیبۂ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند بزیارت قبر ایشاں رود و از انجا انجذاب دریوزہ کند۔

علامہ ابن حجر مکی خیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان میں فرماتے ہیں: ہمیشہ سے؟؟ حاجت، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روائیوں کو بارگاہ الٰہی میں ان کے توسل سے پیش کرتے ہیں اور اس سبب سے فوراً مراد پاتے ہیں۔ انہیں میں سے امام شافعی ہیں کہ فرماتے ہیں کہ میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے تبرک کرتا، اور ان کی قبر پر جاتا ہوں اور جب مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے، دو رکعت نماز پڑھتا، اور ان کی قبر کی طرف آکر خدا سے سوال کرتا ہوں۔ کچھ دیر نہیں گزرتی کہ حاجت روا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے: غفر اللہ تعالیٰ له یہاں نکات غامضہ ہیں کہ ان پر مطلع نہیں ہوتے، مگر توفیق والے۔

اولاً: جب معلوم ہولیا کہ حق جل وعلا کی طرف اس کے محبوبوں سے توسل محمود و مقصود، وسنت ماثورہ وطریقہ ماموره، اور ہنگام توسل ان کی جانب توجہ درکار۔ یہاں تک کہ امام مالک سے خلیفہ ابوجعفر عباسی نے پوچھا: دعا میں قبلہ کی طرف منہ کروں، یا مزار مبارک حضور اقدس سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف؟ تو فرمایا: کیوں اپنا منہ ان سے پھیرتا ہے، جو قیامت کو تیرے اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں۔ بلکہ انہیں کی طرف منہ کر، اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالیٰ تیری درخواست قبول فرمائے۔ اخرجه الامام القاضی عیاض فی الشفا وغیره فی غیره

اور سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "واستعینوا بالصبر و الصلوٰة" پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوب خدا کے قریب جایئے...... یا ان کی قبروں کی طرف چلیے۔ جیسے امام شافعی، سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنهما کے مزار فائض الانوار کی طرف چلتے۔

اب یہ کہ گدائے سرکار قادریہ اس آستان فیض نشان سے دور و مہجور ہے، گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں۔ تاہم دل سے توجہ کرتا، اور چند قدم اس سمت چل کر ان چلنے والوں کی شکل بناتا ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:من تشبہ بقوم فھو منھم○

ثانیاً: توسل میں توجہ باطن ضرور،اور ظاہر،عنوان باطن۔للہٰذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قالب،حالت قلب پر شاہد ہو۔ جس طرح سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقا میں قلب ردا فرمایا کہ قلب لباس،قلب احوال وکشف یاس کی خبر دے۔شاہ ولی اللہ صاحب نے ''قول الجمیل'' میں قضائے حاجت کے لیے صلاۃ کن فیکون کی ترکیب لکھی۔جس کے آخر میں ہے:-

پھر پگڑی اتارے،آستین گلے میں ڈالے،پچاس بار دعا کرے ضرور مستجاب ہو۔

میں کہتا ہوں کہ جب آستین گلے میں باندھنا،باآنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں،اس وجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے۔اگر چہ نفس اظہار گڑگڑانے کی صورت سے حاصل تھا،جائز ٹھہرا۔تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا،اس وجہ سے کہ اس میں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے،کیوں کرنا جائز ہوگا؟۔

ثالثاً: ظاہر مصلح خاطر۔وللہٰذا جس امر میں جمع عزیمت وصدق ارادت کا اہتمام چاہتے ہیں،وہاں اس کے مناسب افعال جوارح رکھے جاتے ہیں۔کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو۔اس لیے نماز میں تلفظ بنیت بقصد جمع عزیمت،علما نے مستحسن رکھا اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین،اور تشہد کے وقت انگشت شہادت سے اشارہ مقرر ہوا۔بعینہٖ یہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پوری تصویر بناتا،اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے۔جیسا کہ اس علم شریف کے بجا لانے والوں پر روشن۔گو منکر محروم بخیر باش ع:ذوق ایں مئے نشناسی بخدا تا نچشی۔

رابعاً: سنت نبویہ علی صاحبھا الصلاۃ والتحیہ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو،عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے۔یہاں بھی یہ محتاج جب دو رکعت نماز پڑھ چکا،اور اب وہ وقت آیا کہ جہت توسل کی طرف منہ کر کے اللہ جل جلالہ سے دعا چاہتا ہے۔نفس نماز میں جو قلت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے،یاد آئے،اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے،جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الٰہی میں تقصیر کرادی،ناچار ہٹتا ہے اور پر ظاہر کہ جہت توجہ اس کے لیے اولی و ایسر۔یمیناً و شمالاً انصراف میں ترک توجہ اور رجعت قہقری بعد کی صورت،اور اقبال،نشان اقبال۔فکان ھو المختار۔

خامساً: خادم شرع جانتا ہے کہ صاحب شرع کو باب دعا میں تفاول پر بہت نظر ہے۔اسی لیے استسقا میں قلب ردا فرمایا کہ تبدیل حال کی فال ہو......اسی لیے بدخوابی کے بعد جو اس کے دفع شر کی دعا تعلیم فرمائی،ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے،تاکہ اس حال کے بدل جانے پر فال ہو......اسی لیے ہنگام استسقا پشت دست جانب آسمان رکھے کہ ابر چھانے اور باراں آنے کی فال ہو......اسی لیے علما نے مستحب رکھا کہ جب دفع بلا کے لیے دعا ہو،پشت دست سوئے سما ہو۔گویا ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا،اور جوش بلا کو دباتا ہے......اسی لیے دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا مسنون ہوا کہ حصول مراد وقبول دعا کی فال ہو۔گویا دونوں ہاتھ خیر و برکت سے بھر گئے۔اس نے وہ برکت اعلیٰ واشرف اعضا پر الٹ لی کہ اس کے توسط سے سب بدن کو پہنچ جائے گی۔

سادساً: صحیح مسلم میں بروایت جابر بن عبداللہ مروی کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے۔ جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی۔ یہاں تک کہ حضور بڑھے، تو اس کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے اور یہ نماز صلاۃ الکسوف تھی۔

اسی طرح جب ارباب باطن واصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجہ توسل، عراق کی طرف توجہ کرتے ہیں، انوار و برکات و فیوض وخیرات اس جانب مبارک سے باہزاراں جوش وہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں۔ یہ بے تابانہ ان خوشہ ہائے انگور جنات نور و باغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے، اوران عزیز مہمانوں کے لیے رسم باجمال تلقی واستقبال بجالاتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا جائے انکار ہے، اس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات وخیرات کی طرف مسارعت کرے۔ رہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شقشقہ لسان واضطراب ارکان ہے، وبس۔ ہم اس امر جمیل میں ان اہل بصائر کے طفیلی ہیں۔

ع وللارض من كاس الكرام نصيب

جیسے نماز کہ اس کے اکثر افعال واحکام ان اسرار وحکم پر مبنی جو حقیقۃً صرف احوال سنیہ اہل قلوب پر مبتنی۔ پھر عوام بھی صورت احکام میں ان کے مشارک۔

سابعاً: دیدۂ انصاف بے غبار وصاف ہو، تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے، اس طرف چند قدم قریب ہونا، اور جہاں سے جدائی مقصود ہو، اس سے کچھ گام دور ہونا بھی نافع بکار آمد ہوتا ہے، جب کمال قرب و بعد میسر نہ ہو۔

جب سیّدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ و السلام کا زمانہ انتقال قریب آیا۔ بن میں تشریف رکھتے تھے، اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا۔ وہاں تشریف لے جانا، میسر نہ ہوا۔ دعا فرمائی کہ اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پرتاب قریب کردے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ فسأل ان يدنيه من الارض المقدسة رمية بحجر...... ظاہر ہے کہ ہنگام حاجت سردست عراق شریف کی حاضری متعذر۔ لہٰذا چند قدم اس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ ما لا يدرك كله لا يترك كله

رہی عدد یازدہ (۱۱) کی تخصیص۔ اس کی وجہ ظاہر۔ اللہ طاق ہے، اور طاق کو دوست رکھتا ہے اور افضل الاوتار، واوّل الاوتار ایک ہے۔ مگر یہاں تکثیر مطلوب، اور اس کے ساتھ تیسیر بھی ملحوظ۔ لہٰذا یہ عدد مختار ہوا کہ یہ افضل الاوتار کا پہلا ارتقاع ہے، جو خود بھی وتر، اور مشابہت زوج سے بھی بعید کہ سوا ایک کے ایک کے لیے کوئی صحیح کسیر نہیں اور اس سے ایک گھٹادینے کے بعد بھی جو زوج حاصل ہوتا ہے، زوج محض ہے، نہ زوج الازواج۔ کہ اس کے دونوں حصص متساویہ خود افراد ہیں۔ بلکہ خلو مرتبہ پر وہ بعینہٖ ایک ہے...... بالجملہ اس نماز مقدس میں اصلاً کوئی محذور شرعی نہیں۔

اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ وتابعین سے منقول نہیں، صحابہ محبت وتعظیم میں ہم سے زیادہ تھے، ثواب ہوتا تو وہی

کرتے؟

اولاً: وہی معمولی باتیں ہیں، جن کے جواب میں علمائے اہل سنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے۔ جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو، ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے۔ علی الخصوص کتاب مستطاب اصول الرشاد القمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب، اذاقة الآثام لما نعی عمل الملوك والقیام وغیرہما تصانیف تاج المحققین سراج المدققین فخر الاکابر، وارث العلم کابراً عن کابر، سیدی ووالدی حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب اعظم اللہ اجرہ و نور قبرہ اور یہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس بحث اور اس کے امثال کو بروجہ اجمال رسالہ اقامة القیامة، و منیر العین وغیرہما اپنے رسائل میں بقدر کفایت منقح کر چکا۔

ثانیاً: یہاں ان جہالات کا کوئی محل ہی نہیں۔ یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لیے کیا جاتا ہے اور اعمال مشائخ میں تجدید واحداث کی ہمیشہ اجازت۔ شاہ ولی اللہ صاحب ''ہوامع'' میں لکھتے ہیں:-

اجتہاد درادر اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قراباد یں را۔

جامع ترینے۔ شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیا اللہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری کی سندیں، اور اس کے اعمال کی اجازتیں، اپنے استاد علم حدیث مولانا ابو طاہر مدنی، و شیخ محمد سعید لاہوری سے حاصل کیں اور شیخ ابو طاہر نے اپنے والد ابراہیم کردی، انہوں نے شیخ احمد قشاشی، انہوں نے شیخ احمد شناوی، انہوں نے شیخ سیّد صبغۃ اللہ، انہوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی، انہوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کی...... اسی طرح شیخ محمد سعید لاہوری نے شیخ محمد اشرف لاہوری، انہوں نے شیخ عبدالملک بایزید ثانی، انہوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی، انہوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کی۔

حضرات منکرین مہربانی کر کے جواہر خمسہ پر نظر ڈالیں، اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلاثہ سے دیں۔ بلکہ اپنے اصول مذہب پر ان اعمال کو بدعت و شرک ہی سے بچالیں، جن کے لیے شاہ ولی اللہ جیسے سنی، موحد محدثانہ سند لیتے، اور اپنے مشائخ حدیث و طریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں۔ زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی، اور اجازت لی۔ اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے؟:

نادعلی ہفت بار یا سہ یار یا یک بار بخواند و آں ایںست۔

ناد علیا مظهر العجائب	تجده عونا لك فی النوائب
كل هم وغم سینجلی	بولایتك یا علی یا علی یا علی

اسی طرح یہی شاہ ولی اللہ اسی رسالہ ''انتباہ'' میں قضائے حاجت کے لیے ختم خواجگاں چشت کی ترکیب بتاتے ہیں، اور فرماتے ہیں:-

ده مرتبہ درود خوانده ختم کننده و برقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز میخوانده باشند انشاء اللہ تعالیٰ در ایام متعدده مقصود بحصول انجامد۔

مرزا مظہر جان جاناں صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:-

دعا حزب البحر وظیفہ صبح وشام وختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز بجہت حل مشکلات باید خواند۔

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:-

ختم خواجہا رضی اللہ تعالیٰ عنھم وختم حضرت مجدد رضی اللہ عنہ بعد حلقہ صبح لازم گیرید۔

ثـالـثـاً: خیر صلاۃ الاسرار شریف تو ایک عمل نظیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض و دفع اعراض کے لیے پڑھتا ہے۔ مزاج پرسی ان حضرات کی ہے، جو خاص امور ثواب وتقرب رب الارباب میں، جو محض اسی نیت سے کئے جاتے ہیں، ہمیشہ تجدید واختراع کو جائز مانتے، اوران محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں۔ وہ کون؟ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مرزا جان جاناں، شیخ مجدد الف ثانی، مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی خرم علی بلہوری وغیرہم۔ جنہیں منکرین بدعتی و گمراہ کہیں، تو کس کے ہو کے رہیں؟

شاہ ولی اللہ ''قول الجمیل'' میں اپنے اور اپنے پیران مشائخ کے آداب طریقت واشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں: **لم یثبت تعین الآداب و لا تلک الاشغال**...... شاہ عبدالعزیز صاحب ''حاشیہ قول الجمیل'' میں اس کی تائید فرماتے ہیں...... مولوی خرم صاحب مصنف **نصیحۃ المسلمین** اسے نقل کر کے لکھتے ہیں:-

یعنی ایسے امور کو خلاف شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہیے، جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔

اور سنیے! اسی ''القول الجمیل'' میں اشغال مشائخ نقشبندیہ میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی:-

تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطہ شیخ ہے۔ جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے، اور فیض کا منتظر ہو اور جب شیخ غائب ہو، تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے۔ جو فائدہ اس کی محبت دیتی تھی، اب یہ صورت دے گی۔

شفاء العلیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا:-

حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے۔ اھ

اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے، جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھیٹ بت پرستی بتائیں گے۔ حد یہ کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے بھی ''صراط مستقیم'' میں لکھا:-

اشغال مناسبہ وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشند۔ ولہٰذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کرده اند، بناءً علیہ مصلحت دید۔ ووقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیده کہ مناسب

ایں وقت است تجدید کردہ شود۔

اب خدا جانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے؟ اور انہیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کے لیے کئے جاتے ہیں، نئی نئی باتیں جو قرآن وحدیث میں، نہ صحابہ میں، نہ تابعین میں، نکالنی اور عمل میں لانی، اور ان سے امید وصول الی اللہ رکھنی، کس نے جائز کی؟

سبحان اللہ! ان صاحبوں کے یہ احداث واختراع سب مقبول ہوں اور ناجائز وبدعت ٹھہرے، تو وہ نماز جو حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے قضائے حاجات کے لیے ارشاد فرمائی۔ ع: ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

حق جل وعلا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے، اور اپنے محبوبوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعقیدہ نہ کرے۔ خصوصاً حضور سیّد المحبوبین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین آمین۔

یہ ہے جو اس گدائے سرکار قادریہ پر برکات حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائض ہوا۔ ع: گر قبول افتد زہے عزوشرف

گدائے بے نوا اپنے تاجدار عظیم الجود والعطا کے کرم بے علت سے، اس صلہ کا طالب کہ عفو وعافیت وحسن عاقبت کے ساتھ اس دار ناپائیدار سے رخصت ہوتے (وقت) حضور پرنور غوث اعظم وقطب عالم رضی اللہ عنہ کی محبت وعشق وعقیدت و اتباع واطاعت پر جائے اور جس دن یوم ندعو کل اناس بامامھم O کا ظہور ہو، یہ سراپا گناہ، زیر لوائے بیکس پناہ سرکار قادریت جگہ پائے۔ فان ذالک علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شئی قدیر

بحمد اللہ وقع الفراغ من تنویدہ لثمان خلون للقمر الزاھر من شھر ربیع الآخر فی ثلثة مجالس من ثلاث عدوات عام الف و ثلث مائة و خمس من ھجرۃ سیّد الکائنات علیہ و علی آلہ وابنہ افضل الصلوات ۔ آمین

(۴۵) ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار (۱۰)

یہ رسالہ نافع عجالہ بھی اعلیٰ حضرات امام اہل سنت نے ۱۳۰۵ھ میں تالیف وتصنیف فرمایا۔ وجہ تصنیف اس رسالہ کی حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری مدراسی حیدرآبادی کا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے صلاۃ الاسرار کی اجازت مانگنا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اجازت نامہ کے ساتھ ساتھ اس نماز کی ترکیب، سمت عراق کی تعیین، گیارہ (۱۱) قدم چلنے کی دلچسپ ومفید وجوہ بھی تحریر فرمائے۔ ابتدا اس رسالہ کی بھی حسب دستور خطبۂ عربیہ بلیغہ فصیحہ سے کیا ہے، جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:-

شکرا لک یا من بالتوسل الیہ یغفر کثر الذنوب ÷ وحمدا لک یا من بالتوکل علیہ یجبر کسر القلوب ÷ اسئلک ان تصلی و تسلم و تبارک علی سراج افقک ÷ و ملجاء خلقک ÷ و افضل قائم بحقک ÷ المبعوث بتیسیرک و رفقک ÷ رحمة للعلمین ÷ و شفیعا للمذنبین ÷ وامانا

للخائفین ÷ ویسرا للبائسین ÷ و بشری للآئسین ÷ محمدن النبی الرؤف الرحیم ÷ الجواد الکریم ÷ العلی العلیم ÷ الغنی الحکیم الحلیم ÷ مصحح الحسنات ÷ مقیل العثرات ÷ قاضی الحاجات ÷ واھب المرادات الخ

حمد و نعت و منقبت غوث پاک کے بعد مجھ سے فاضل کامل، جمیل الشمائل، جامع الفضائل مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری مدراسی حیدرآبادی جملہ اللہ من اولی الایادی و حفظہ من شرور الاعادی نے صلاۃ غوثیہ مسمّیٰ بہ صلاۃ الاسرار شریف کی اجازت اپنے حسن ظن کی بنا پر مانگی۔ اگرچہ میں اس میدان کا اہل اور اس قابل نہ تھا۔ لیکن میں نے ان کی بات قبول کر لی، اور انہیں اجازت دی۔ جس طرح مجھے میرے شیخ و سردار میرے ہادی و مرشد تاج الکاملین، سراج الواصلین حضرت سیّدنا سیّد شاہ آل رسول احمدی مارہروی نے، اور ان کو ان کے شیخ اجل و عم اَجل، فرد العصر، قطب الدہر حضرت ابوالفضل شمس الملۃ والدین سیّد شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رضی اللہ عنہ نے اور ان کو ان کے والد ماجد سیّد شاہ حمزہ عینی مارہروی رضی اللہ عنہ نے اپنی سند مسلسل کا براعن کابر سے حضرات مشائخ قادریہ سے اجازت عطا فرمائی۔ کہ حضور پرنور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مصیبت میں میرا وسیلہ پکڑے، میں اس کی مصیبت دور کر دوں گا اور جو کسی حاجت میں مجھ سے استغاثہ کرے، اس کی حاجت پوری کروں گا اور جو شخص بعد نماز مغرب دو رکعت نماز پڑھے، اور بعد نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے، اور اس میں میرا نام لے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرمائے گا۔

ہمارے مشائخ کرام کے اس نماز کے متعلق دو طریقے ہیں۔ ایک صغریٰ، دوسرا کبریٰ اور معمول و اسہل و اشمل طریقہ صغریٰ ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی دینی یا دنیوی حاجت پیش آئے وہ نماز مغرب فرض و سنت پڑھنے کے بعد دو رکعت نفل بنیت صلاۃ الاسرار پڑھے۔ جس سے مقصود تقرب الی اللہ، اور اس کا ثواب ہدیہ کرنا روح پاک غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہو۔ تجدید وضو کر لے تو بہتر ہے۔ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صلاۃ الحاجۃ میں تعلیم فرمایا۔ جب حضور کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوئے تھے اور بہتر ہے کہ پہلے کچھ صدقہ کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نجویٰ کا یہ طریقہ بتایا۔ تو خداوند عالم سے مناجات تو اس کا زیادہ مستحق ہے۔ اگرچہ اس سے حکم کا وجوب منسوخ ہے۔ تاہم استحباب میں اصلاً شک کی گنجائش نہیں۔

ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد جو چاہے پڑھے اور اگر گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے، تو احسن ہے۔

جب سلام پھیرے، تو اس کی حمد کرے، اور اس کی تعریف کرے، جس کا وہ اہل و مستحق ہے اور بہتر حمد ماثور ہے۔ مثل اللھم ربنا لك الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه کما یحب ربنا و یرضی ملا السموات وملاء الارض

وملا ماشئت من شئی بعد یا یہ پڑھے اللھم لك الحمد دائما مع دوامك ولك الحمد حمدا خالدا مع خلودك ولك الحمد حمدا لا منتھی له ودون مشیئتك ولك الحمد دائماً لا یرید قائله الا رضاك ولك الحمد حمدا عند کل طرفة عین و تنفس کل نفس وغیر ذالك ۔

اور بہتر ہے کہ خاتمہ دعا ان لفظوں پر کرے۔ اللھم لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك ۔

اور جسے یہ دعا یاد نہ ہو، تین مرتبہ الحمد للہ کہے۔ یا سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی بہ نیت حمد وثنا پڑھے۔ اس لیے کہ اس سے بہتر حمد و ثنا نہیں ہو سکتی۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ بار درود شریف پڑھے۔ اس لیے کہ کوئی دعا بغیر درود شریف کے قبول نہیں ہوتی اور بہتر درود غوثیہ ہے، جو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے مروی جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں۔ اللھم صل علی (سیّدنا و مولانا) محمد معدن الجود والکرم وآله وسلم اور فقیر اس طرح پڑھتا ہے۔ اللھم صل علیٰ سیّدنا و مولانا محمد معدن الجود والکرم وآله الکرام وابنه الکریم و امته الکریمه یا اکرم الاکرمین و بارك وسلم ۔

پھر دل سے مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہو، اور گیارہ مرتبہ اس طرح کہے: یا رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات ۔

پھر گیارہ قدم عراق شریف کی طرف چلے اور یہ بات قابل لحاظ ہے کہ گیارہ قدم چلنا چاہئے، نہ اس طرح جس طرح بعض جہاں لوگ زمین پر قدم جمائے رہتے ہیں، اور صرف تین چار انگل بڑھتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ارشاد مبارک یخطون الیٰ جھة العراق احدی عشرۃ خطوۃ کی تعمیل نہیں ہوئی۔

اور ہر قدم پر کہے: یا غوث الثقلین و یا کریم الطرفین اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات ۔

اس کے بعد بوسیلۂ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وحضور پرنور غوث پاک رضی اللہ عنہ دعا کرے اور دعا کے ان تمام آداب کو ملحوظ رکھے، جو حصن، حصین میں بیان ہوئے ...... اور حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب مستطاب احسن الوعا لآداب الدعاء ...... اور میں نے اس کے ذیل المدعا لاحسن الوعا میں بیان کیا۔

اور چاہیے کہ دعا کی ابتدا میں تین مرتبہ یا ارحم الراحمین کہے۔ اس لیے کہ جو شخص ایسا کہتا ہے اسے ایک فرشتہ جو اس پر موکل ہے، پکارتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے۔ یعنی مانگ جو کچھ مانگنا ہے اور یہ کہے: یا بدیع السمٰوات والارض یا ذالجلال والاکرام اس لیے کہ ایک قول پر یہ اسم اعظم ہے اور اسی طرح حضرت سیّدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح:

لا اله الا انت سبحنك انی کنت من الظالمین ۔

اور تین مرتبہ آمین پر دعا کو ختم کرے، پھر درود شریف پڑھے اور اخیر میں والحمد للہ رب العالمین کہے۔ تاکہ ... و

انتہا دونوں حمد و صلاۃ سے ہو کہ درود شریف کے صدقہ میں دعا بھی قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ جو شخص کسی حاجت میں اس قاعدہ سے دعا کرے ضرور مقبول ہوگی۔ مجھے مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب کی کرم سے امید ہے کہ مجھے بھی دعا میں ضرور یاد رکھیں گے ہرگز فراموش نہ فرمائیں گے۔

لطیفہ نظیفہ: مخفی نہ رہے کہ گیارہ کے عدد کو سرکار قادریت کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے۔ میں ۱۳۰۲ھ میں حضور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے عرس میں گیا ہوا تھا کہ ایک شب دہلی میں صلاۃ الاسرار پڑھنے کا اتفاق ہوا تو گیارہ کے عدد کا ایک راز خیال میں آیا۔ وہ یہ کہ گیارہ میں ایک اکائی ہے، اور ایک دہائی۔ جن کو حروف میں لکھا تو **یا** ہوگا، **یا ای**...... اور **یا** ندا کے لیے ہے، اور **ای** ایجاب کے لیے۔ تو جب سائلین وفقرا کہ کثیر ہیں، حضور غوث پاک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، تو کثرت سے وحدت کی طرف آتے ہیں، تو یہ شان **یــــا** کی ہے کہ دہائی سے انتہا اکائی کی طرف ہوتی ہے اور حضور پاک مقام وحدت میں ہیں، مگر کثرت مضطرین کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور وہ لوگ مقام کثرت سے مضطربانہ مقام وحدت میں آتے ہیں، جو ای کی شان ہے۔

اور ایک لطف ان دونوں حرفوں میں اور بھی ہے کہ ''ا'' اوّل حرف ہے اور ی آخر حرف ہے، تو جو شخص ی سے آگے ترقی کرے گا تو اس کے لیے کوئی مظہر سوائے ''ا'' کے نہیں اور جو شخص ''ا'' سے تنزل کرے گا تو اس کے لیے ی کے نیچے کوئی منزل نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ دونوں طرفوں کو غایۃ الغایات کے ساتھ لیے ہوئے ہیں۔ اس لیے آپ کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ اسی لیے حضور نے فرمایا: **الانس لهم مشائخ والجن لهم مشائخ والملٰئكة لهم مشائخ وانا شيخ الكل بينی و بين مشائخ الخلق كما بين السماء والارض لا تقيسونی باحد ولا تقيسوا علی احدا** یعنی انسان کے کچھ مشائخ ہیں، اور جن کے کچھ شیوخ ہیں، اور فرشتوں کے کچھ پیر ہیں اور میں شیخ الکل ہوں۔ مجھ میں اور مشائخ خلق میں وہ فرق ہے جو آسمان و زمین میں ہے۔ مجھ کو کسی پر قیاس نہ کرو، اور نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔

یہ رسالہ ۲۴ صفر روز جمعہ مبارکہ ۱۳۰۵ھ کو ختم ہوا۔ **والحمد للہ**

(۴۶) اسماع الاربعین فی شفاعۃ سیّد المحبوبین (۱۱)

وہابیت جیسا کہ مشہور ہے کہ عداوت خدا اور رسول، واہانت انبیا و اولیا کا نام ہے۔ جو مولوی اس وصف میں جس درجہ کامل ہوگا، وہابیوں میں (اسی درجہ) اعلیٰ شمار ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شفیع المذنبین (ہونا) ایسا مخصوص و مشہور وصف ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد رسول اللہ، خاتم النبیین، سیّد المرسلین مانتا ہے، وہ ضرور شفیع المذنبین بھی جانتا ہے اور جانتا ہے کہ شفاعت ایک وصف ایسا ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیا گیا ہے۔ قیامت کے دن **عسیٰ أن يبعثك ربك**

مقاماً محموداً کا ظہور، شفاعت کبرائے حضور ہے، جس میں تمام اولین و آخرین آپ کے محتاج ہوں گے۔ سب ہاتھ ان کی طرف پھیلے ہوں گے، ساری نگاہیں ان کو دیکھتی ہوں گی۔ ولصدقه من قال

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالۂ میلاد مسمی بہ ''نگارستان لطافت'' میں جس خوبی سے بیان فرمایا ہے، وہ انہیں کا حصہ ہے۔ ناظرین کے سامنے انہیں کے الفاظ کریمہ میں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

وہ وقت قریب آنے والا ہے کہ انہیں ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ عرش خدا کی طرف یوں لے چلیں گے، جیسے بلاتشبیہ دولہن کو دولہا کی طرف لے جاتے ہیں۔ ملائکہ ہفت آسمان، سواری کے گرد وپیش، کافہ انبیا و مرسلین ان کا منہ تکیں گے۔ اگلے پچھلوں میں ان کے مرتبہ کی دھوم پڑ جائے گی۔ موافق و مخالف انہیں کا دم بھرتے ہوں گے، بزم شفاعت کا انہیں دولہا بنائیں گے۔ گلوخلاصی سیہ کاران کا سہرا، انہیں کے سر رہے گا۔ سب خدا کی رضا چاہتے ہوں گے، اور خدا محمد کی رضا صلی اللہ علیہ وسلم۔

وہ قیامت کا دن بے شک قیامت کا دن ہے۔ آفتاب جو پیٹھ کئے ہے، اس دن ادھر منہ کرے گا۔ اب ہزاروں برس کی راہ پر ہے، اس دن سروں پر ہوگا۔ شدت تشنگی سے زبانیں باہر نکل پڑیں گی۔ سایہ کہیں ڈھونڈے نہ ملے گا۔ انبیائے کرام علیهم الصلاة والسلام کا ہنگامہ نفسی نفسی گرم ہوگا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بادشاہ جلیل کو شان جلال پسند آئے گی۔ اس دن جو عزت انہیں بارگاہ احدیت میں دی جائے گی، اس کی قدر وہ جانیں، یا ان کا خدا۔ رحمٰن تبارک وتعالیٰ انہیں عرش کی داہنی طرف مقام بخشے گا۔ یا اپنے ساتھ تخت عزت پر بیٹھائے گا اور وہ جلوس ومجلس سے پاک ومنزہ ہے۔ آدم و عالم ان کے زیر نشان ہوں گے۔ کنجیاں خزانۂ رحمت و ایوان جنت کی ان کے ہاتھ میں دیں گے۔ جسے چاہیں گے، عزت بخشیں گے۔ جسے چاہیں گے، کرامت دیں گے۔ اولین و آخرین ان کے قدموں میں لوٹتے ہوں گے۔ صفوف موقف میں ان کے عز و جاہ کی ایک دھوم پڑ جائے گی۔ اس کنارے سے اس کنارے تک غلغلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان گونجتے ہوں گے۔ کان پڑی آواز نہ سنائی دے گی۔ گوہر مکنون کی مانند ہزار خدام گل اندام، زریں کمر، خدمت اقدس میں دوڑتے ہوں گے۔ تمام کارکنان بارگاہ صمدیت، موکلان عذاب و ملائکہ رحمت، اشارہ ابرو پر چلیں گے۔ جہان و جہانیان دم بخود و خاموش۔ بادۂ تری الناس سكارى وما هم بسكارى سے مدہوش اور حضور تاج شفاعت برسر، وحلہ کرامت دربر، مقام تقرب میں بار پاکر سجدہ فرمائیں گے۔ رب عزت بکمال رحمت ان سے ارشاد فرمائے گا: یا محمد ارفع رأسك قل تسمع وسل تعطه و اشفع تشفع ○ اے محمد اپنا سر اٹھا اور کہو کہ تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری

شفاعت قبول ہوگی اور امتیں غایت خوف وخطر سے کس نازک حالت میں ہوں گی، اور ان کی امت مرحومہ کرم ورحمت کے دامن میں چین کرے گی۔ غرض جو انہیں اس دن ملے گا، کسی کو ملا، نہ ملے۔ اھ

لیکن وہابی صاحبوں کے یہاں اس کی جو بے قدری ہے، وہ ان کی کتابوں کے دیکھنے سے ظاہر۔ مسلمان کہلانے کی شرم ہے۔ اس لیے صاف کھلم کھلا انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن ایسا توڑ مروڑ کر اس کو بیان کرتے، کتابوں میں لکھتے ہیں کہ انکار ہی انکار ہے۔ ان کے معلم اوّل مولوی اسمٰعیل دہلوی ہیں۔ جنہوں نے تقویۃ الایمان لکھی، اور گندے خیالات لوگوں میں پھیلائے۔ شفاعت کے متعلق لکھا:

> اس کو کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ اکثر لوگ انبیا واولیا کی شفاعت پر بہت پھول رہے ہیں اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیے سو سننا چاہئے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے۔

پھر اس کی تین قسمیں بیان کیں۔ ایک شفاعت وجاہت اور اس کے متعلق لکھا:۔

> سو اس قسم کی شفاعت اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی اور جو کوئی کسی نبی وولی کو یا امام وشہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھتا ہو، وہ اصلی مشرک ہے۔

دوسری قسم شفاعت محبت ٹھہرائی اور پھر اس کے متعلق لکھا:۔

> اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے۔

تیسری قسم شفاعت بالاذن قرار دیا۔ مگر اس کے وہ معنی گڑھے کہ شفاعت کا خالی لفظ رہ گیا، حقیقت اڑگئی۔ تا کہ انکار تو منہ بھر کر ہو اور جاہلوں کو کہنے کو ہو جائے کہ ہم منکر نہیں۔ اس میں یہ قیدیں بڑھائیں۔

[۱] ہمیشہ کا وہ چور نہیں [۲] چوری کو اس نے پیشہ نہیں ٹھہرایا نفس کی شامت سے قصور ہو گیا [۳] سو اس پر شرمندہ ہے [۴] اور رات دن ڈرتا ہے۔

مسلمانو! گنہگار کی شفاعت میں کلام ہے۔ وہ جس سے نادراً ایک آدھ گناہ ہو گیا، اور عمر بھر کے اعمال اچھے ہیں۔ پھر اس اتفاقی گناہ پر بھی شرمندہ، اور رات دن ڈرتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الندم توبۃ شرمندہ ہونا توبہ ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ جس نے گناہ سے توبہ کی وہ بے گناہ کے مثل ہے۔ ایسا شخص گنہگار ہوگا یا اعلیٰ درجہ کے متقیوں میں شمار ہوگا؟ اور شرمندہ ہی نہیں بلکہ رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے دامن کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر دار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے۔ ایسا شخص عند اللہ تائب، اور ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن ○ دوہری جنتوں کا سزاوار ہوگا۔ یا شفاعت وسفارش کا حاجت مند؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اترونھا للمومنین المتقین لا

ولکنھا للمذنبین المتلوثین الخطائین کیا میری شفاعت ستھرے مومنوں کے لیے خیال کرتے ہو نہیں بلکہ وہ گناہ گاروں آلودہ روز گاروں سخت خطا کاروں کے لیے ہے۔ دیکھو! جس کے لیے فرضی شفاعت کا یہ شخص مقرر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے لیے ضرورت نہیں اور جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت بتاتے ہیں یہ شخص صاف منکر ہوا کہ ان کے لیے نہیں۔ تو فرضی کے اقرار کا نام لیا، اور واقعی سے صاف انکار کیا۔

اسی طرح فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم میں بھی دو سوالات کا جواب عجیب طرح توڑ مروڑ کر دیا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اقرار کرنے کو دل نہیں چاہتا، اور انکار کرنے کی ہمت دلائل و احادیث کو دیکھتے ہوئے نہیں۔ ناچار توڑ مروڑ سے کام لیا۔ سچ فرمایا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضر قدس سرہ نے۔

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۷ پر سوال ہشتم یہ ہے:-

شفاعت کبریٰ کا وعدہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا لیکن باقی اذن من جانب اللہ ہوتا ہے یا نہیں یا بدون اجازت وحکم خداوند ذوالجلال رسول اللہ شفاعت کریں گے۔

اس کے جواب میں ص ۸ پر ہے:-

کوئی شفاعت بغیر ان کے نہیں ہو سکتی۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ کون ہے ایسا جو شفاعت کر سکے اس کے پاس بدون اذن کے پس اس ذات ذوالمجد والکبریاء کی بارگاہ میں کسی کو جرأت زبان ہلانے کی بدون اجازت کے نہیں ہووے گی فقط۔

حالانکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دل صاف ہوتا، کسی قسم کا غبار نہ ہوتا تو اس سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت صاف تھا۔ شفاعت کبریٰ کا تو سائل قائل ہی ہے۔ اسی طرح باقی شفاعت کے لیے بھی حضور کو اذن عطا ہو چکا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: اعطیت الشفاعۃ تو آپ گنہ گاروں کی شفاعت اذن الٰہی میں فرمائیں گے۔ ایسی صاف بات کو کس درجہ توڑ مروڑ کر بیان کیا ہے۔

اسی طرح اسی حصہ سوم کے صفحہ ۱۰ پر سوال سوم ہے:-

ایک روایت بطور حدیث قدسی کے اس ملک میں مشہور ہے اور بعضے علما کو دیکھا کہ خطبہ میں بھی پڑھتے تھے اور بعضے رسالوں میں بھی اس کو دیکھا گیا ہے کہ یہاں تک کہ تکمیل الایمان تصنیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بھی تحت مسئلہ شفاعت مندرج ہے۔ مگر کسی جگہ اس کی سند نہیں دیکھی گئی، اور نہ کسی کتاب حدیث شریف سے منقول پایا اور وہ روایت یہ ہے۔ ہمہ خلق رضائی من طلبند ای محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن

رضائی تو کلھم من لدن العرش الی تحت الارضین یطلبون رضائی و انا اطلب رضاك یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ عبارت بعض خطیب سے سنی گئی ہے آیا یہ روایت معتبر ہے یا غیر معتبر؟ اور اس کے معنی کیا ہیں؟ اور معنی اس کے شرع شریف کے مطابق ہیں یا نہیں؟

اس کو جواب میں لکھا:-

اس کی سند و صحت بندہ کو معلوم نہیں اور جو اس کے معنی آیت "ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ O کے کیے جائیں، تو معنی صحیح ہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

یہاں بھی جواب بہت صاف اور واضح ہے۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی ہندوستان کے مشاہیر ائمہ محدثین سے ہیں۔ ان کا اس حدیث کو نقل کرنا ہی کافی ثبوت ہے۔ جس طرح امام جلال الدین سیوطی نے مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفا میں حدیث طویل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہ بابی انت و امی یا رسول اللہ قد بلغك من فضیلتك عند اللہ تعالیٰ ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء و لقد بلغ من فضیلتك عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بھٰذا البلد کی نسبت فرمایا: نقله صاحب اقتباس الانوار و ابن الحاج فی مدخله و کفی بذالك سند المثله فانه لیس ما یتعلق به الاحکام۔

لیکن آپ نے جواب ایسے لفظوں میں دیا، جس سے یہ بے وقعت ہو جائے اور معتقدین یہ سمجھ لیں کہ جب اتنا بڑا محدث اپنی لاعلمی ظاہر کر رہا ہے، تو نہ اس کی سند ہے، اور نہ یہ حدیث ٹھیک ہے اور معنی بھی اس کے جو بیان کیے، وہ بھی بطور یعنی اگر یہ معنی لیے جائیں، تو ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہاں جو، اور تو، اگر، مگر، کی گنجائش ہی نہیں ہے اور اس کے معنی بھی صحیح ہے۔ قرآن شریف میں اس کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔ مگر غبار آلود دل سے یہ نہ ہو سکا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اپنے رسالہ مبارکہ تجلي اليقين بان نبينا سيد المرسلين میں چند آیات توریت شریف کی بحوالہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات علامہ فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں۔

تذئیل: بعض روایات میں ہے۔ حق عز جلالہ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلاۃ و التسلیم سے ارشاد فرماتا ہے:

یا محمد انت نور نوری و سر سری و کنوز ھدایتی و خزائن معرفتی جعلت فداك ملکی من العرش الی ماتحت الارضین کلھم یطلبون رضائی و انا اطلب رضاك یا محمد۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تو میرے نور کا نور ہے، اور میرے راز کا راز اور میری ہدایت کی کان، اور میری معرفت کے خزانے۔ میں نے اپنا ملک عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب تجھ پر قربان کر دیا۔ عالم میں جو کوئی ہے، سب میری رضا

چاہتے ہیں، اور میں تیری رضا چاہتا ہوں اے محمد۔

اللھم رب محمد صل علی محمد اسئلك رضاك عن محمد و رضا محمد عنك ان ترضی عنا محمدا و ترضی عنا محمد آمین الہ محمد وصل علی محمد و آل محمد و بارك وسلم۔

ان کلمات طیبات کو پڑھیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا دل وصف نبی دیکھ کر باغ باغ ہو رہا ہے، اور ذوق شوق سے ہزار مسرت و بہجت کے ساتھ اس مضمون کو حوالہ قلم کرتا ہے۔ جس کا اثر پڑھنے والے پر بھی پڑتا ہے، اور اس کے بھی دل کی کلیاں کھلنے لگتی ہیں اور ایک ان کلمات و عبارات فتاویٰ رشیدیہ کو پڑھیے کہ معلوم ہوتا کہ بیٹھے ہوئے دل سے لکھا ہے، جس میں وسعت قلب کا نام نہیں، جس کا اثر پڑھنے والے پر بھی پڑتا ہے۔

ع: افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

اعلیٰ حضرت نے مسئلہ شفاعت کے متعلق ایک مستقل رسالہ مسمّیٰ بنام تاریخی اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین تحریر فرمایا ہے جس کو حسب عادت مستمرہ خطبہ فصیحہ بلیغہ سے شروع فرمایا ہے۔

الحمد لله البصير السميع ÷ و الصلاة والسلام على البشير الشفيع ÷ و على آله و صحبه كل مساء و سطيع

سبحان اللہ! ایسے سوال سن کر کتنا تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان و مدعیان سنیت، اور ایسے واضح عقائد میں تشکیک کی آفت؟ یہ بھی قرب قیامت کی ایک علامت ہے۔ انا لله و انا اليه راجعون احادیث شفاعت بھی ایسی چیز ہیں جو کسی طرح چھپ سکیں۔ بیسیوں صحابہ، صدہا تابعین، ہزار ہا محدثین، ان کے راوی۔ حدیث کی ہر گونہ کتابیں، صحاح، سنن، مسانید، معاجیم، جوامع، مصنفات، ان سے مالا مال۔ اہل سنت کا ہر متنفس یہاں تک کہ زنان و اطفال بلکہ دہقانی جہال بھی اس عقیدے سے آگاہ۔ خدا کا دیدار، محمد کی شفاعت ایک ایک بچے کی زبان پر جاری۔ صلى الله تعالى عليه وسلم و بارك و شرف ومجد و كرم۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ سمع و طاعة لاحاديث الشفاعة میں بہت کثرت سے ان احادیث کی جمع و تلخیص کی۔ یہاں بنہایت اجمال صرف چالیس حدیثوں کی طرف اشارت اور ان سے پہلے چند آیات قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہوں۔

اعلیٰ حضرات نے اس تمہید کے بعد یہ پانچ آیتیں مع ترجمہ و فوائد تحریر فرمائی ہیں:-

آیت اولیٰ: عسىٰ ان يبعثك ربك مقاماً محموداO (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹)

آیت ثانیہ: ولسوف يعطيك ربك فترضىٰO (سورہ الضحیٰ، آیت ۵)

طبرانی معجم اوسط میں مولیٰ علی كرم الله تعالىٰ وجهه الكريم سے راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا، یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد! تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا: اے رب میں راضی ہوا۔

آیت ثالثه: **واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنات**O (سورہ منافقون، آیت ۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ...... اور شفاعت کا ہے کا نام ہے؟۔

آیت رابعه: **ولو انهم اذ ظلموا أنفسهم جآؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما**O (سورہ نساء، آیت ۶۴)

اس آیت میں مسلمانوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ گناہ کر کے اس نبی کی سرکار میں حاضر ہو، اور اس سے درخواست شفاعت کرو۔ محبوب تمہاری شفاعت فرمائے گا، تو ہم یقیناً تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

آیت خامسه: **واذا قيل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله لووا رؤوسهم**O (سورہ منافقون، آیت ۵)

اس آیت میں منافقوں کا حال ارشاد ہوا کہ وہ حضور کی شفاعت نہیں چاہتے۔ پھر جو آج نہیں چاہتے، وہ کل نہ پائیں گے اور جو کل نہ پائیں گے، وہ کل نہ پائیں گے۔

اس کے بعد چالیس حدیثیں مع اسمائے صحابہ وراویان حدیث واسمائے محدثین جنہوں نے ان حدیثوں کو روایت کیا تحریر فرمایا ہے صرف ایک حدیث نمونۃً لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

حدیث ۱۶: بخاری، ومسلم ونسائی حضرت جابر بن عبداللہ...... اور احمد بسند حسن...... اور بخاری تاریخ میں...... اور بزار اور طبرانی وبیہقی وابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس...... اور احمد بسند حسن...... اور بزار بسند جید...... ودارمی، وابن ابی شیبہ، و ابویعلی، وابونعیم، وبیہقی، حضرت ابوذر...... اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حضرت ابوسعید خدری...... اور کبیر میں حضرت سائب بن یزید...... اور احمد باسناد حسن...... اور ابن ابی شیبہ، وطبرانی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے راوی، **واللفظ لجابر قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و اعطيت مالم يعطين احد قبلي (الى قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) و اعطيت الشفاعة۔**

ان چھوؤں حدیثوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں شفیع مقرر کر دیا گیا، اور شفاعت خاص مجھی کو عطا ہوگی۔ میرے سوا کسی نبی کو یہ منصب نہ ملا۔

اخیر حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **شفاعتي يوم القيمة حق فمن لم يومن بها لم يكن من اهلها** میری شفاعت روز قیامت حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے قابل نہ ہوگا۔

منکر مسکین اس حدیث متواتر کو دیکھے، اور اپنی جان پر رحم کر کے شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

اللھم انک تعلم انک ھدیت فامنا شفاعۃ حبیبک محمد صلی اللہ تعالیٰ وسلم فاجعلنا من اھلھا فی الدنیا والآخرۃ یا اھل التقویٰ و اھل المغفرۃ و اجعل اشرف صلواتک علیٰ ھذا الحبیب المرتجی و علیٰ آلہ وصحبہ دائما ابدا آمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین ۔

(۴۸) النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (۱۲)

سنی، حنفی، عام لوگوں کے خیال میں ایک ہیں۔ گویا جو سنی ہے، وہ حنفی بھی ہے اور جو حنفی ہے، وہ سنی بھی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ ان دونوں میں نسبت عام خاص من وجہ کی ہے۔

سنی: وہ ہے جس کے عقائد مطابق اہل سنت و جماعت امام ابومنصور ماتریدی، یا امام ابوالحسن اشعری ہوں۔ اگرچہ فروع میں حنفی ہو، یا شافعی، یا مالکی، یا حنبلی۔

حنفی: وہ ہے جو فروع میں مقلد امام الائمہ امام اعظم کا ہو۔ عام ازیں کہ عقیدۃً سنی ہو، یا معتزلی، وہابی۔

تو نہ سب سنی حنفی ہیں، اور نہ سب حنفی سنی۔ بلکہ ان میں ایک مادہ اجتماع کا ہے۔ یعنی سنی حنفی دونوں ہے، جس کے اعتقادات مطابق اہل سنت ہوں، اور فروع میں امام الائمہ امام اعظم کے مقلد ہوں اور دو مادہ افتراق کا ہے۔ سنی ہو، حنفی نہیں۔ جیسے شوافع مالکیہ، وحنابلہ، جن کے عقائد درست مطابق اہل سنت ہوں، اور فروع میں امام الائمہ کا مقلد نہیں۔ بلکہ ائمہ ثلاثہ سے کسی ایک کے پیرو ہوں۔ حنفی ہوں۔ سنی نہیں یعنی فروع میں امام الائمہ کا مقلد ہو مگر اعتقاداً سنی نہیں۔ بلکہ معتزلی ہو۔ جیسے جاراللہ زمخشری، یا وہابی ہو۔ جیسے دیوبندی حضرات کہ عملاً حنفی ہیں، اور اعتقاداً محمد بن عبدالوہاب کے پیرو، اور اس کے عقائد کی تحسین و تعریف کرنے والے۔

اسی طرح عام لوگ وہابی اور غیر مقلد کو بھی ایک ہی خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں بھی ایک نہیں، بلکہ ان دونوں میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔

وہابی: وہ ہے جس کے اعتقادات کفریہ وشرکیہ مطابق محمد بن عبدالوہاب نجدی ہوں، اور فروع میں بھی آوارہ گرد، کسی امام کا مقلد نہ ہو اور جو صرف اعتقادات میں ہم خیال نجدی کا ہو، مگر مصلحۃً یا واقعۃً کسی امام کا مقلد ہو تو وہ وہابی ہوگا، غیر مقلد نہیں۔ تو جو غیر مقلد ہے، وہابی ضرور ہے۔ جیسے مولوی نذیر حسین دہلوی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، مولوی ثناء اللہ امرتسری اور جو وہابی ہے، کچھ ضرور نہیں کہ غیر مقلد ہو۔ جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی و سائر علمائے دیوبند۔ کہ ان کے عقائد شرکیہ وکفریہ بالکل وہابیہ ہی کے ہیں۔ سرمو تفاوت نہیں۔ البتہ فروع میں واقعۃً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں، یا مصلحۃً آمین بالجہر ورفع یدین نہیں کرتے۔ ورنہ الہیات، نبوات، معاد سب میں دونوں بالکل طابق النعل بالنعل ہیں۔

بہرحال غیر مقلدین کے عقائد تو عالم آشکارا ہیں۔ لیکن فروع میں آوارہ گردی اور بے راہ روی کی وجہ سے ان کے مسائل جزئیہ فرعیہ ایک تماشا ہیں۔ اسی لیے عام مسلمان ان کے پیچھے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے احتراز کرتے رہے، اور اس کے متعلق علمائے اہل سنت و جماعت اور علمائے دیوبند سے لوگ فتویٰ پوچھتے رہے۔ علمائے دیوبند تو عینی بھائی نہ سہی، علاقی یا اخیافی بھائی یقینی تھے۔ کس منہ سے نماز ناجائز یا مکروہ بتاتے کہ سوائے تقلید سب علتیں ان میں خود ہی موجود تھیں۔ لہٰذا آپس کی لڑائی دودھ کی ملائی، والی مثال کے مطابق فتویٰ دیا۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ص ۷ سولہواں سوال اور جواب ملاحظہ ہو:-

وہابی کون لوگ ہیں اور عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنیوں حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

الجواب: محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

اور اس سے پہلے صفحہ پر گیارہواں سوال و جواب ملاحظہ ہو:-

اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو اور رفع یدین اور آمین بالجہر کرتا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہیں آئے گی یا ہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہوگا؟

الجواب: کچھ خرابی نہیں آئے گی، ایسا تعصب اچھا نہیں وہ بھی عامل بحدیث ہے اگرچہ نفسانیت سے کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۵ پر ساتواں سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

سوال: غیر مقلدوں میں کیا برائی ہے؟

الجواب: مجتہدین کو برا کہنا اور تقلید کو شرک بتانا مسلمان مقلدوں کو مشرک جاننا نفسانیت سے عمل کرنا برا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالیٰ اچھا ہے سب حدیث ہی کے عامل ہیں مقلد ہوں یا غیر مقلد فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

ان تینوں فتووں سے اس قدر باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) محمد بن عبدلوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔

(۲) ان کے عقائد عمدہ تھے۔

(۳) مذہب ان کا حنبلی تھا۔

(۴) ان کے مزاج میں شدت تھی۔

(۵) محمد بن عبدالوہاب اوران کے مقتدی اچھے ہیں۔
(۶) ان میں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا۔
(۷) عقائد سب کے متحد ہیں۔
(۸) اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔
(۹) غیر مقلدین کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی خرابی نہیں۔
(۱۰) ایسا خیال تعصب ہے اور وہ اچھا نہیں۔
(۱۱) غیر مقلدین حدیث پر نفسانیت سے عمل کرتے ہیں۔
(۱۲) غیر مقلدین مجتہدین کو برا کہتے ہیں۔
(۱۳) تقلید کو شرک بتاتے ہیں۔
(۱۴) مسلمان مقلدوں کو مشرک جانتے ہیں۔
(۱۵) نفسانیت سے عمل (حدیث پر) کرتے ہیں۔
(۱۶) مقلد اور غیر مقلد دونوں، حدیث پر عمل کرتے ہیں اچھا کرتے ہیں۔

طرفہ تماشا قابل ملاحظہ یہ ہے کہ یہاں محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ کو سراہا کہ ان کے عقائد عمدہ تھے اور صفحہ ۶۲ پر اٹھائیسویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:-

ومفروض من اللہ تعالیٰ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل گمراہ ہے۔

اس جگہ یہ بات قابل غور ہے کہ تقلید شخصی کو مامور ومفروض من اللہ تعالیٰ مانتے ہیں اور پہلے لکھ چکے ہیں کہ غیر مقلدین تقلید کو شرک بتاتے ہیں، اور مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں۔ یہ نہ صرف فرضیت کا انکار، بلکہ الٹا اس کو شرک بتانا ہے۔ یہ جواب ہے۔ جیسے کوئی شخص معاذ اللہ نماز نہ پڑھے، بلکہ لوگوں کو اس سے روکے، اور نہ صرف معمولی درجہ کا گناہ صغیرہ یا کبیرہ ہی بتائے، بلکہ ایک دم شرک تک پہنچائے۔ تو مسلمان خود ہی غور کریں کہ اس کا حکم کیا ہوگا۔

مگر برادران اخیانی کی محبت دیکھیے کہ فرض و مامور من اللہ کے نہ صرف منکر بلکہ انسے شرک بتانے والوں کو ہلکا سا لفظ لکھتے ہیں۔ "جاہل گمراہ ہیں۔"

بہر کیف معلوم ہوا کہ غیر مقلدین جاہل، گمراہ ہیں اور پہلے فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ محمد بن عبدالوہاب اوران کے مقتدی (یعنی وہابیہ غیر مقلدین) اچھے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے...... متعارض ومتناقض جواب فتاویٰ رشیدیہ کے اخص خصوصیات سے ہے ملاحظہ ہو۔ حصہ اوّل ص ۱۸ کسی نے مولوی اسماعیل کو کافر ومردود کہنے والے کا حکم پوچھا تھا، اوران کے ساتھ کفار سا معاملہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ جواب میں لکھا:-

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو جولوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں اگر چہ وہ تاویل ان کی غلط ہے لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا اور معاملہ کفار سا کرنا نہ چاہیے جیسا کہ روافض وخوارج کو بھی اکثر علما کافر نہیں کہتے حالانکہ وہ شیخین وصحابہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے بھی ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی اسمٰعیل کی تکفیر سے بالطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔ فقط۔

اس کے بعد اسی حصہ کا ص ۴۳ ملاحظہ فرمائیے۔ وہاج احمد مراد آبادی نے ''تقویۃ الایمان'' کا حال دریافت کیا تھا اور اس کے مؤلف کو برا اور کافر کہنے والے کا حکم پوچھا تھا، تو جواب میں فرماتے ہیں:

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت و اصلاح ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا اور مولانا محمد اسحٰق دہلوی ولی کامل، محدث، فقیہ، عمدہ مقبولین حق تعالیٰ سے تھے، جو کوئی ان دونوں کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان وملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

یہاں ان دونوں کو حضرات شیخین وصحابہ وحضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھا دیا کہ روافض وخوارج کو کافر نہ کہا جائے اور کافر کہنے والے شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

پھر تقویۃ الایمان کی تعریف میں مبالغہ کی بھی حد ہوگئی۔ یہ نثر میں شاعری گنگوہی صاحب ہی کا حصہ ہے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۱۱۵ پر مرزا حفیظ اللہ بیگ مراد آبادی کے سوال کے جواب میں لکھا:۔

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے ردّ شرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اور اسے رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔

حد ہوگئی۔ قرآن شریف رکھنے کو عین اسلام قرار دے دیا۔ حالانکہ آج کل کتنے ہندو تاجر کتب ہیں، جن کے یہاں قرآن شریف کی نہ ایک دو جلد بلکہ سینکڑوں ہزاروں جلدیں ہوں گی۔ مگر کسی نے ان کو مسلمان نہ رکھا اور لطف یہ کہ اس کا رکھنا اسلام کی دلیل، یا اسلام کی بات نہیں، بلکہ عین اسلام ہے۔ ہر پڑھا لکھا آدمی عین شئی کا حکم جانتا ہے کہ وجوداً اور عدماً ہر طرح اس کا اثر دائر ہوتا ہے۔ یعنی جس کے گھر میں تقویۃ الایمان ہو وہ مسلمان ہے، اس لیے کہ عین اسلام اس کے یہاں ہے اور جس کے یہاں تقویۃ الایمان نہیں، چونکہ عین اسلام اس کے گھر نہیں، اس لیے وہ مسلمان نہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۹ پر عبدالعلیم خان مین پوری کا چار سوال درج ہے۔ چوتھا سوال یہ ہے۔

وہابی مذہب یہ کون فرقہ ہے؟ مردود ہے، یا مقبول اور عقائد ان مذہب والوں کے مطابق سنت و جماعت ہیں یا مخالف؟ کسی امام کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں؟

گویا اس چوتھے سوال میں بھی سائل نے چار باتیں دریافت کی تھیں۔ اس کا جواب لکھا:۔

اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دین دار کو کہتے ہیں۔

چلیے چاروں کا جواب ہوگیا۔اب یہ تو کوئی شخص کہہ ہی نہیں سکتا کہ بزعم خود گنگوہی صاحب اوران کے متبعین،متبع سنت اور دین دارنہیں ہیں۔لہٰذا اس کے معنی یہی ہوئے کہ یہ سب لوگ وہابی ہیں......اور حصہ اوّل میں بتا چکے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب کے متبعین کو وہابی کہتے ہیں۔تو یہ سب لوگ متبعین محمد بن عبدالوہاب ہیں۔

اب ذرا فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم کی سیر کیجیے،تو عشق کا پارہ کچھ اور چڑھا ہوا نظر آئے گا۔صفحہ ۴۹ پر لکھتے ہیں:۔

مولوی اسمٰعیل صاحب عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے اور تمام عمر اسی حال میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے......سو جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقویٰ کے ساتھ رہا اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا وہ قطعی جنتی ہے......بہر حال یہ لوگ مولوی اسمٰعیل کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔

تعارض وتناقض کی حد ہوگئی،مگر بات وہی ہے کہ بارہ بجے کے قبل جو جواب لکھا عقل کے مطابق نقل کے موافق لکھا کہ مولوی اسمٰعیل کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا نہ چاہیے جیسا کہ روافض وخوارج کو بھی اکثر علما کافر نہیں کہتے۔پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی اسمٰعیل کے تکفیر سے بالطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔(حصہ اوّل صفحہ ۱۹)اور بارہ بجے کے بعد جو جواب دیا وہ بالکل خلاف عقل ونقل ہے۔جو کوئی ان کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے(ص ۴۳)اور تیسرے حصہ میں اس خدا اور رسول کی توہین کرنے والے،مسلمانوں کا خون مباح جاننے والے،پٹھانوں کے ہاتھ اپنے مستقر کو پہنچنے والے کو،شہید اور قطعی جنتی بنایا اور طعن کرنے والے کو ملعون لکھا۔ ملاحظہ ہو حصہ سوم صفحہ ۴۹۔

گویا زبان وقلم پر شریعت کی مہر نہیں کہ کہیں تو شریعت کے مطابق،جو لکھیں شریعت کے موافق،بلکہ پورا اپنا قبضہ تسلط۔ جس کو جو چاہا،لکھا اور جب جیسا چاہا،ویسا لکھا۔کرم پر آگئے،تو حضرات شیخین وصحابہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کو کافر کہنے والے کو بھی کافر نہ جانا اور اس سے احتیاط کیا،اور گرم ہوگئے،تو مولفین صحاح ستہ کو برا کہنے والے کو نہ فاسق گنہ گار بلکہ کافر ومرتد ملعون حق تعالیٰ کا لکھ دیا۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۸ پر مولوی محمد روشن خان مرادآبادی کے سوال کے جواب میں لکھا:۔

رافضی کے کفر میں خلاف ہے بعض علما کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا۔پس در صورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مرد سنی کا نکاح درست ہے اور عکس اس کے ناجائز اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا۔مگر جو ان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے۔مگر ترک ہر حال اولیٰ ہے۔فقط۔

نیز اسی حصہ کا ص ۱۲ ملاحظہ ہو سوال تھا کہ:

زید کہتا ہے کہ کتب فقہ یا دوسری کتب حدیث جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں فرقہ معتزلہ اور خارجیہ اور گمراہان فرقوں کی ہیں۔ان کے بتانے والے اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ یہ کتب چاروں مذہب اہل سنت و جماعت کی ہیں آیا زید حق پر ہے یا عمرو؟

اس کا جواب لکھا:-

صحاح کتب میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے جمع کرنے والے صحابہ اور بعد کو علما و عاملین و مقبولین رہے اور بالاتفاق جمیع اہل اسلام مقبول اللہ تعالیٰ کے ہیں جو شخص ان کتابوں کو برا کہتا ہے اور توہین کرتا ہے گویا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے وہ شخص فاسق و مرتد بلکہ کافر و ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

یہ تو غیر مقلدین کے متعلق گنگوہی صاحب کی تحقیقات دقیقہ وتدقیقات انیقہ تھیں۔

اب آیئے! اعلیٰ حضرت نے مولوی فضل الرحمٰن صاحب امام مسجد فیروز پور پنجاب کے ایک سوال دربارۂ غیر مقلدین جو اولیائے کرام کی توہین کرتے، فقہی مسائل کے خلاف کرتے ہیں۔ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا جواب دیا ہے۔ملاحظہ فرمایئے۔

یہ رسالہ کتابی سائز کے ۵۲ صفحے پر چھپا ہے۔اس کا تاریخی نام النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید ہے۔اس رسالہ کو بھی اعلیٰ حضرت نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق نہایت بلیغ وفصیح خطبہ سے شروع فرمایا ہے۔جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:-

الحمد لله الذی هدانا السنن÷ ووقانا المحن÷ وجعل فينا كل امام حسن÷ به يتاسى و عليه يوتمن÷ واغنانا ان نقتدی باهل الفتن÷ والصلاة الحنانة والسلام الاحن÷ على الامام الامين الامان الامن÷ محمد مربی الروح والبدن÷ وآله و صحبه فی السر والعلن÷ الائمة المجتهدين مصابيح الزمن÷ كاشفی ماخفی مظهری مابطن÷ الثقات السراة هداة السنن÷ السقاة الفراة من فرات السنن÷ وعلينا بهم يا عظيم المنن، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده رسوله صلى الله تعالىٰ عليه ربه وسلم ۔

اس کے بعد تمہید ونقل عبارت سوال کر کے گیارہ آیتیں، اور چودہ حدیثیں تحریر فرمائی ہیں۔جس سے علم باطن کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

(جن میں سے چند یہ ہیں)

آیہ کریمہ: و آتیناه رحمةً من عندنا و علمنه من لدن علماًO

وآیہ کریمہ: انك لن تسطيع معی صبراًO و كيف تصبر علىٰ مالم تحط به خبراًO

وآیہ کریمہ: وما فعلته من أمری ذالك تأويل مالم تسطع عليه صبراًO

وحدیث بخاری: فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به ویده الذی یبطش بها ورجله الذی یمشی بها الی قوله تعالیٰ ماترددت عن شئی انا فاعله ترددی عن قبض نفس المومن یکره الموت وانا اکره مسائته O

وحدیث طبرانی: انزل القرآن علی سبعة احرف لکل حرف منها ظهر و بطن وبکل حرف حد ولکل حد مطلع وعائین فاما احدهما فبشته فیکم واما الآخر فلو بششته قطع هذا البلعوم ۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

وغیرذالک آیات واحادیث۔ سمجھ وال کے لیے علم باطن اوراس کے رجال ومضائق مجال،وحقائق اقوال،ورقائق افعال کا پتہ دینے کو بہت ہیں۔

ومن لم یجعل اللہ له نوراً فماله من نور O

اس کے بعد مقدمہ میں غیر مقلدین کی بدعت پر کلام اجمالی فرمایا ہے:۔

یا معشر المسلمین! یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بے چارے عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں۔ مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں۔ ائمہ ہدیٰ کو احبارورہبان ٹھہرائیں۔ سچے مسلمان کو کافرو مشرک بنائیں۔ قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا،ارشادات ائمہ کو جانچنا پرکھنا، ہر عامی جاہل کا کام کہیں۔ بے راہ چل کر، بے گاہ مچل کر،حرام خدا کو حلال کردیں،حلال خدا کو حرام کہیں۔ان کا بدعتی، بدمذہب، گمراہ، بے ادب، ضال، مضل، غوی، مبطل ہونا نہایت جلی واظہر۔ بلکہ عندالانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہل بدعت سے اشرواضرواشنع وافجر کمالا یخفی علی ذی بصر۔

صحیح بخاری شریف میں تعلیقات اور شرح السنه امام بغوی وتهذیب الآثار امام طبری میں موصولاً وارد کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے کہ انہوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں، اٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔ بعینہ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔ آیت کریمہ: اتخذوا أحبارهم و رهبانهم أرباباً من دون الله O کہ کفار اہل کتاب اوران کے عمائد وارباب میں اتری۔ ہمیشہ یہ بے باک لوگ اہل سنت وائمہ سنت کو اس کا مصداق بتاتے ہیں۔ علامہ طاہر پر رحمت غافر کہ مجمع بحار الانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کرکے فرماتے ہیں۔ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں، کہ اشرار یہود کے حق میں جو آیتیں اتریں،انہیں امت محفوظہ مرحومہ کے علماء پر ڈھالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زمین کو ان کی خباثت سے پاک کرے،آمین۔

اصل اس گروہ ناحق پژوہ کی نجد سے نکلی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: الٰہی! ہمارے لیے برکت دے ہمارے شام میں۔ الٰہی! ہمارے لیے برکت دے ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے عرض کی: اور ہمارے نجد میں۔ حضور نے دوبارہ وہی دعا کی۔ صحابہ نے پھر عرض کی: یارسول اللہ! اور ہمارے نجد میں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میرے گمان میں تیسری دفعہ پر حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں، اور وہیں سے نکلے گی سینگ شیطان کی...... اس خبر صادق مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پسر واتباع نے بحکم آنکہ ع: اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند

تیرہویں صدی میں حرمین طیبین پر خروج کیا اور نا کردنی کاموں، ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اٹھا نہ رکھا۔

حاصل ان کے عقائد زائغہ کا یہ تھا کہ:

عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذ اللہ مشرک۔

اسی بنا پر انہوں نے حرم خدا و حرم مصطفےٰ علیہ افضل الصلاۃ و الثنا کو عیاذاً باللہ دارالحرب، اور وہاں کے سکان کرام ہم سائیگان خدا و رسول کو (خاک بدہان گستاخان) کافر و مشرک ٹھہرایا...... اور بنام جہاد خروج کر کے لوائے فتنہ عظمیٰ پر شیطنت کبریٰ کا پرچم اڑایا۔

علامہ شامی حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیر بیان خوارج فرماتے ہیں: یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں، جیسا ہمارے زمانہ میں پیروان عبدالوہاب سے واقع ہوا۔ جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے، مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں، اور جو ان کے مذہب پر نہیں، وہ سب مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے اہل سنت وعلمائے اہل سنت کا قتل مباح ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی، اور ان کے شہر ویران کیے، اور لشکر مسلمین کو ان پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔

یہ فتنہ شنیعہ وہاں سے مطرود، اور خدا و رسول کے پاک شہروں سے مدفوع ومردود ہو کر اپنے لیے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس دارالفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی۔ آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے۔ بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا، وہی رنگ وآہنگ کفر و شرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک یہاں یہ طائفہ بحکم ان الذین فرقوا دینھم و کانو شیعاOؔ خود متفرق ہو گیا۔ ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید ائمہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے

ع: قدم عشق پیشتر بہتر

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا۔

چلیے آپس میں چل گئی، وہ انہیں گمراہ، اور یہ انہیں مشرک کہنے لگے۔ مگر مخالفت اہل سنت وعداوت اہل حق میں پھر ملۃ واحدۃ رہے۔ ہر چند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی۔ لیکن پھر کلام الامام امام الکلام۔ ان کے امام و بانی و ثانی کو شرک و کفر کی وہ تیز وتند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک بنانے کو حدیث صحیح مسلم لا یذھب اللیل و النھار حتیٰ یعبد اللات و العزیٰ [الیٰ قولہ] یبعث اللہ ریحا طیبۃ فتوفی من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لاخیر فیہ فیرجعون الیٰ دین اٰبائھم نقل کر کے بے دھڑک زمانہ موجود پر جمادی اور اس حدیث کو نقل کر کے

صاف لکھ دیا۔

سو پیغمبر اسلام کے فرمانے کے مطابق ہوا۔

انا للہ و انا الیه راجعون ○ ہوش مند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے، جس کی خبر حدیث میں دی ہے۔تو واجب ہوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام ونشان باقی نہ ہو۔ بھلے مانس! اب تو اور تیرے ساتھی کدھر بچ کر جاتے ہیں؟ کیا تمہارا طائفہ دنیا کے پردہ سے الگ کہیں بستا ہے؟ تم سب بھی انہیں شرار الناس و بدترین خلق میں ہوئے، جن کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان کا نام نہیں، اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں۔

سچ فرمایا خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن، سفیہہ العقلا آئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے سند پکڑیں گے۔ اسلام سے نکل جائیں گے، جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ ایمان ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا، اخرجه الشیخان عن علی المرتضٰی کرم اللہ وجهه۔

واقعی یہ لوگ ان پرانے خوارج کے ٹھیک بقیہ و یادگار ہیں۔ وہی مسئلے، وہی دعوے، وہی انداز، وہی تیرے...... خارجیوں کا داب تھا، اپنا ظاہر اس قدر متشرع بناتے کہ عوام مسلمین انہیں نہایت پابند شرع جانتے۔ پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعویٰ۔ عجیب دم درسبزہ تھا اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں، باقی سب مشرک...... یہی رنگ ان حضرات کے ہیں۔ آپ مؤحد اور سب مشرکین، آپ محمدی اور سب بددین، آپ عامل بالقرآن والحدیث، اور سب چناں وچنیں بزعم خبیث۔ پھر ان کے اکثر مکلبین ظاہری پابندی شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں؟ اہل سنت کان کھول کر سن لیں کہ دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں۔

صحیح حدیث میں ہے: تم اپنی نمازوں کو ان کی نماز کے آگے حقیر جانو گے، اور اپنے روزے ان کے روزوں کے سامنے، اور اپنے اعمال ان کے اعمال کے مقابل۔ مگر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے، گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ دین سے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے۔ رواه الشیخان عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه

پھر شان خدا کہ ان کی مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا درکنار، بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے۔ حدیث میں ہے: عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی علامت کیا ہوگی؟ فرمایا: سرمنڈانا۔ یعنی ان کے اکثر سرمنڈے ہوں گے۔ رواه البخاری بعض حدیث میں ان کا پتہ بتایا: گھنٹی ازار والے۔

بالجملہ یہ خوارج حضرات نہروان کے پس ماندے، بلکہ علوو بے باکی میں ان سے بھی آگے ہیں۔ یہ انہیں بھی نہ سوجھی کہ شرک وکفر تمام مسلمین کا دعویٰ اس حدیث سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا ع: طرفہ شاگردے کہ می گوید سبق استاد را

مگر حق سبحانہ وتعالیٰ کا حسن انتقام لائق عبرت ہے۔ چاہ کن را چاہ درپیش۔ حدیث سے سند لائے تھے مسلمانوں کو کافر

بنانے کے لیے اور ہوا یہ کہ خود اپنے کافر مشرک ہونے کا اقرار کرلیا۔ کہ جب وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں، تو یہ مستدل بھی انہیں کافروں میں کا ایک ہے۔ **فقضی الرجل علی نفسہ** اقرار مرد آزار مرد۔ **المرء مواخذ باقرارہ** مدہوش بے چارہ، خود کردہ را علاج نیست میں گرفتار ہوا۔

مسلمانوں کو خدا کی امان ہے۔ ان کے لے ان کے سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی بشارت آئی کہ یہ امت مرحومہ ہرگز شرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی۔ پھر اہل عرب کے لیے خاص مژدہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے...... امام احمد کی حدیث میں ہے: بے شک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش ہو...... امام احمد اور ابن ماجہ کی حدیث میں عام مسلمانوں کے حق میں ارشاد ہوا: خبردار ہو! بے شک وہ نہ سورج کو پوجیں گے، اور نہ چاند کو، نہ پتھر کو، نہ بت کو۔ ہاں! یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لیے اعمال کریں گے۔

پھر خطبہ مبارکہ میں حجاز یعنی حرمین طیبین اور ان کے مضافات کے لیے اس سے اجل واعظم بشارت آئی۔

جامع ترمذی شریف میں ہے: بے شک دین حجاز کی طرف ایسا سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بابنی (بل) کی طرف اور بے شک دین، حرمین طیبین کو اپنا مسکن و مأمن بنائے گا۔ جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو۔ پھر مدینہ طیبہ کا کہنا ہی کیا ہے؟ کہ وہ تو خاصوں کا خاص اور دین متین کا اوّل و آخر ملجأ و مناص ہے۔ اس کی نسبت بالتخصیص ارشاد ہوا: بے شک ایمان مدینے کی طرف یوں سمٹے گا، جیسے سانپ اپنی بابنی کی طرف۔ **رواہ الامام احمد و الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ**......

انصاف کیجیے! تو صرف یہی حدیثیں، اور ان کی امثال ان سفہا کے ابطال مذہب میں کافی و وافی و برہان شافی۔ کہ اگر ان کا مذہب حق ہے تو اہل مدینہ، واہل مکہ، واہل حجاز، واہل عرب، واہل تمام بلاد و امصار دارالاسلام، سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں اور مسلمان صرف یہی ہند کے چند بے لگام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے مہار، بقیۃ السیف۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون۔**

جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلع قمع ہوا، اس پر سن چکے کہ ۱۲۳۳ھ تھا۔ اسی لیے سے انہوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتویٰ دیا۔ امام الطائفہ نے ترغیب جہاد کے ضمن میں لکھا:

ہندوستان دریں جزء زمان کہ ۱۲۳۳ھ یک ہزار دوصد وسی وسوم ست۔ اکثرش دارالحرب گردیدہ۔

مگر زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی، دل کی حسرت دل ہی میں رہی۔ ناچار زبان قلم، وقلم زبان سے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔ تکفیر مسلمین اصل مذہب ہے۔ کفر وشرک تو پہلا لقب ہے۔ ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں: کہ اہل سنت کفار حربی ہیں، ان کے خون و مال مباح وحلال۔ بلکہ اس سے زیادہ شیطانی اقوال۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

اس مقدمہ کے بعد اعلیٰ حضرت نے جواب سوال ان لفظوں میں دیا ہے:۔

بلاشبہ غیر مقلد کے پیچھے نماز مکروہ وممنوع، ولازم الاحتراز۔ انہیں باختیار خود امام کرنا، تو ہرگز کسی سنی محب سنت وکارہ بدعت کا کام نہیں اور جہاں وہ امام ہوں، اور منع پر قدرت نہ ہو، سنی کو چاہیے، دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتدا کرے۔ حتیٰ کہ جمعہ میں بھی جبکہ اور جگہ مل سکے۔

امام محقق ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں: **یکرہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المصر علی قول محمد المفتی به لانه بسبیل الی التحول** اور اگر بمجبوری ان کے پیچھے پڑھ لی، یا پڑھنے کے بعد حال کھلا، تو نماز پھیرلے، اگرچہ وقت جاتا رہا ہو۔ اگرچہ مدت گزر چکی ہو۔ **کمافی ردّ المحتار** ۔

اعلیٰ حضرت نے اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن فرمایا ہے:۔

[**دلیل اول**] یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائح کہ طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہل بدعت سے ہے اور علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں: اے گروہ مسلمین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ وکارساز رہنا موافقت اہل سنت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا، اور غضب فرمانا، اور دشمن بنانا، سنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس واجتہاد کا منکر تھا جنہیں ''ظاہریہ'' کہتے ہیں، جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا:۔

داود ظاہری ومتابعانش را از اہل سنت شمردن درچہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست اھ۔

مگر وہ بے چارے بایں ہمہ تقلید کو شرک اور مقلدان ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے۔ (مگر پھر بھی) بہ تصریح شاہ صاحب انہیں سنی جاننا سخت جہالت وحماقت ہے، تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں ان سے ہزار قدم آگے (ہیں) کیوں کر ممکن کہ بدعتی وگمراہ ٹھہریں؟۔

اور اہل بدعت کی نسبت تمام کتب فقہ متون وشروح وفتاویٰ میں صریح تصریحیں موجود کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ......اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔ یعنی حرام کے مقارب، گناہ کی جالب، اعادۂ نماز کی موجب۔

علما فرماتے ہیں: نماز اعظم فرائض دین ہے، اور مبتدع کی توہین شرعاً واجب اور امامت میں اس کی توقیر وتعظیم کہ مقصود شرع سے بالکل مجانب۔ حدیث میں ہے: **من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام** O جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دین اسلام کے ڈھانے میں مدد کی.....دوسری حدیث میں ہے: **اهل البدع شر الخلق و الخلیقة** O بدعتی لوگ تمام جہاں سے بدتر ہیں...... نیز بدعتی مبغوض خدا ہے، اور مبغوض خدا سے نفرت ودوری واجب۔ والہٰذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: **واما ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین** O اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد

آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو...... ابن ماجہ شریف میں ہے: ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے، مگر یہ کہ وہ اس کو بزورِ سلطنت مجبور کردے کہ اس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو...... علامہ ابراہیم حلبی نے شرح صغیری منیہ میں تصریح فرمائی کہ فاسق و مبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو ان کے پیچھے نماز اصلاً ہوتی ہی نہیں۔

[دلیل دوم] غیر مقلدین بدمذہب کے علاوہ فاسق معلن بے باک مجاہر بھی ہیں اور فاسق متہتک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ امداد الفتاح میں ہے: **کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ** سیدی احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: **تبع فیہ الزیلعی و مفاد کون الکراھۃ فی الفاسق تحریمیۃ** یعنی امامت فاسق عالم کی مکروہ ہے اس لیے کہ اسے دین کا اہتمام نہیں تو اس کی شرعاً اہانت واجب ہے تو امامت کے لیے آگے بڑھا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے گی۔ اس مسئلہ میں زیلعی کا مصنف نے اتباع کیا اور کراہت کا مفاد فاسق میں تحریمی ہے۔

رہا یہ کہ غیر مقلدین فساق مجاہر کیوں کر ہیں؟ یہ خود واضح و بین۔ کون نہیں جانتا کہ ان کے اکابر اصاغر عموماً دواماً ائمہ شریعت وعلمائے ملت واولیائے امت کے طعن وتوہین میں گزارتے ہیں اور عام مسلمانوں کی سب وشتم تو ان کا وظیفۂ ہر ساعت ہے۔ جس نے جانا، اس نے جانا اور جس نے نہ جانا، وہ اب جانے۔ ان کے رسائل دیکھے۔ باتیں سنے۔ خصوصاً اس وقت کے لچھے خدانہ سنوائے، جب یہ باہم تنہا ہوتے ہیں اور **اذا خلوا** کا وقت پا کر یہ آپس میں کھلتے ہیں۔ (تو ان میں کئی طرح کے فسق ہیں)

(فسق اول): سب ودشنام اہل اسلام

حدیث مشہور ہے: **سباب المسلم فسوق** مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق ہے۔ **اخرجہ الامام احمد و البخاری و مسلم وغیرھم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔**

(فسق دوم): طعن علما۔

طبرانی کبیر میں بسند حسن ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی: تین شخص ہیں جن کی تحقیر نہ کرے گا، مگر منافق۔ ایک وہ کہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا۔ دوسرا ذی علم۔ تیسرا امام عادل...... مسند الفردوس میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں، تو جو اس کی شان میں گستاخی کرے، ہلاک ہوجائے۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ۔**

(فسق سوم): عداوت عامہ اہل عرب وحجاز۔

انہیں جو تعصب ان کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں۔ **قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر** اور اس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتاوے ان کی تضلیل وتذلیل میں آنا، اور بکرات و مرات، ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا ہے۔ غرض کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ان کو تمام عمائد وعلمائے عرب وحجاز

سے سخت بغض و عداوت ہے اور طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہل عرب سے عداوت رکھے منافق ہے۔

(فسق چہارم): پھر یہ عداوت منجر بہ سب وشتم ہوتی ہے۔ کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے، اور اپنے دام بچھانے چاہے۔ حال کھلتے ہی تعزیر پا کر نکالے گئے۔ جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہل حرمین نے مہاجروں کو نکال کر معاذ اللہ **سواد الوجه فی الدارین** حاصل کیا...... بیہقی **شعب الایمان** میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً راوی: **من سب العرب فاولٰئك هم المشركون** جو اہل عرب کو سب وشتم کریں وہ خاص مشرک ہیں۔

(فسق پنجم): مدینہ طیبہ کو جزیرۂ عرب پر جس قدر فضیلت ہے، اسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی کو اہل مدینہ کے ساتھ زیادت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بداندیشی نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا، جیسے نمک پانی میں۔ **اخرجه الشیخان عن سعد بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه**

اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ؟ ان سے کہیے **تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم** ۝ ہم اور تم سب مل کر مہریں کردیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے حرمین طیبین کا ہے، فریقین کو مقبول ہوگا۔ اگر بے تکلف اس پر راضی ہو جائیں فبہا۔ ورنہ جان لیں کہ یہ قطعاً اہل حرمین کے مخالف مذہب، اور سنیان ہند وغیرہ کے مثل، ان پاک مبارک شہروں کے علما کو بھی معاذ اللہ مشرک و گمراہ بددین جانتے ہیں۔ پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا معنیٰ؟۔

(فسق ششم): عداوت اولیائے کرام قدست اسرارہم۔ جس کی تفصیل کو دفتر درکار۔ جس نے ان کے اصول و فروع پر نظر کی ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب، محبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کردی کہ:

اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ اھ

چوڑھے چمار...... اور...... ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہے۔ خود سیّد المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صاف لکھ دیا کہ:

وہ بھی مر کر مٹی میں مل گئے۔

سبحان اللہ! سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں: **ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء** بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ **اخرجه ابوداؤد، والنسائی، و ابن ماجه عن اوس بن اوس رضی الله تعالیٰ عنه** اور ایک سفیہ مغرور، محبان خدا سے نفور، خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ناپاک الفاظ کہے اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے کہ یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

قیامت کے دن انشاء اللہ تعالیٰ مر کر مٹی میں ملنے کا مزا الگ کھلے گا اور یہ جدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں

اس ناپاک معنی کی بوتھی جوتو نے یعنی کہہ کرمحبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کیا۔حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پرلا سرا۔

جب خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں،تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے۔حضرت عزت حق جل جلالہ فرماتا ہے:**من عاد لی ولیا فقد اٰذنته للحرب** جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دے دیا اس سے لڑائی کا۔**اخرجه الامام البخاری عن ابی ہریرة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم عن ربه عزوجل۔**

(فسق ہفتم): ہم اوپر بیان کرآئے کہ ان کا خلاصہ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی،باقی تمام مسلمین شرک میں پڑ کر ہلاک ہو گئے......اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:جب تو کسی کو یوں کہتے سنے کہ لوگ ہلاک ہوگئے تو وہ ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔**اخرجه الامام احمد والبخاری فی الادب و مسلم و ابوداؤد عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه**

حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقۃً یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنین و چناں کہتے ہیں،خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں۔ منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہل حق و مبطلین کا فرق ظاہر۔**والحمد للہ رب العلمین ۔**

[دلیل سوم]: اس کی تقریر میں اولاً یہ سنیے کہ ان حضرات کے فقہی مسائل متعلقہ نماز وطہارت جو انہوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے ہیں،کیا کیا ہیں؟اور وہ علی الاطلاق مذاہب اربعہ یا خاص مذہب حنفیہ سے کتنے جدا ہیں؟ محبنا مولوی وصی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے فتوائے **جامع الشواهد فی اخراج الوهابیین عن المساجد** میں عقائد غیر مقلدین نقل کر کے ان کے بعض بعض عملیات بھی تلخیص کئے ہیں میں یہاں اسی کے چند کلمات بطور التقاط لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

مسئله ۱:- طریقه محمدیه ترجمہ دررہیہ از نواب صدیق حسن بھوپالی میں ہے۔

پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے۔

اس مسئلہ کا مطلب یہ ہوا کہ کنواں تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دو تین ماشے اپنا یا کتے کا پیشاب ڈال دیجیے پاک رہے گا مزے سے وضو کیجیے،نماز پڑھیے،کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئله ۲:- فتح المغیث صفحہ ۵ اور **طریقه محمدیه** کے صفحہ ۷ میں ہے۔

نجاست گوہ اور موت ہے آدمی کا مطلق۔مگر موت لڑکے شیر خوار کا،اور لعاب کتے کا،اور لینڈ بھی،اور خون بھی حیض ونفاس کا،اور گوشت ہے سوئر کا،اور جو اس کے سوا ہے اس میں اختلاف ہے اور اصل اشیا میں پاکی ہے،اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو۔

یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصر کر دیا۔باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا،جب تک نقل صحیح غیر معارض نہ ہو۔تو مرغی کی بیٹ یا سور کا موت یا کتے کی منی وغیرہ یہ سب چیزیں ان کے نزدیک پاک ہوئیں اور ان

چیزوں کے کپڑے یا بدن پر لگنے سے ان کے نزدیک نماز میں خرابی نہ ہوگی۔

مسئلہ ۳:- نواب صاحب موصوف **روضہ ندیہ** کے صفحہ ۱۳ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

شراب و مردار و خون کی حرمت ان کی نجاست پر دلیل نہیں جو انہیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے۔ اھ مترجما۔

میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلاف شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سنتا یوں کہتا۔

چھوتا نہیں شراب کبھی بے وضو کیے
قالب میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

مسئلہ ۴:- نواب صاحب اپنے صاحب زادے کے نام سے **نہج المقبول من شرائع الرسول** صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں:-

شستن منی از برائے استقذار بودہ است نہ بنا بر نجاست خمر و دیگر مسکرات دلیلے کہ صالح تمسک باشد موجود نیست واصل در ہمہ چیز ہا طہارت ست و در نجاست لحم خود خلاف ست و دم مسفوح حرام ست و نجس اھ ملخصا۔

مسئلہ ۵:- اسی **فتح المغیث** کے ص ۶ پر ہے۔

کافی ہے مسح کرنا پگڑیوں پر۔

یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجیے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجیے وضو ہو گیا اگرچہ قرآن عظیم فرمایا کرے **وامسحوا برؤسکم** ٥ اپنے سروں کا مسح کرو۔

مسئلہ ۶:- مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین "ہدایت قلوب قاسیہ" کے ص ۳۶ میں لکھتے ہیں:-

جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے۔

مسئلہ ۷:- **فتاویٰ ابراھیمیہ** مصنفہ مولوی محمد ابراہیم غیر مقلد صفحہ ۲ میں ہے۔

وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے۔

یہ رافضیوں سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے۔ وہ تو جواز ہی مانتے ہیں، اور یہ افتراض کے قائل ہیں۔

ان مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے تعصب کو دیکھتے ہوئے ہر عقل والا انصاف سے کہہ سکتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز کیوں کر پڑھی جا سکتی ہے؟ جبکہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ حنفیہ شافعیہ میں ایک دوسرے کے پیچھے نماز اس وقت درست ہے، جب کہ امام تحامی مواضع خلاف کی کرے۔ مثلاً فصد و حجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا، ہمارے نزدیک جاتا رہتا ہے۔

مس ذکر و مساس زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا، ان کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے۔ دو قلہ پانی میں اگر نجاست پڑ جائے، ان کے مذہب میں ناپاک نہ ہوگا، بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف بو رنگ یا مزا متغیر نہ ہو جائے، ہمارے نزدیک ناپاک ہو

جائے گا اور اگر اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو جائے، تو بالاتفاق ناپاک ہو جائے گا۔ ان کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے، ہمارے یہاں ربع سر کا ضرور۔ ہمارے مذہب میں نیت وترتیب، وضو میں فرض نہیں، ان کے نزدیک فرض۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہیے، جس کے باعث اختلاف علما میں واقع نہ ہو۔ جب تک باحتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے۔ تو محتاط شافعی فصد وحجامت سے وضو کر لیتے ہیں اور مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے اور محتاط حنفی مس ذکر ومساس زن سے وضو کر لیتے ہیں، اور ترتیب ونیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہیں کیا، منع بھی تو نہ فرمایا۔ پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی، دوسرے پر نہیں اور کر لینے میں بالاتفاق طاہر ہو جائیں گے۔ جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے، اور دوسرے مذہب کے خلاف و وفاق سے کام نہیں رکھتے، جمہور مشائخ کے نزدیک ان کی اقتدا جائز نہیں۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے: **الاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف**...... خانیہ وخلاصہ وغیرہا میں ہے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں، اور متعصب کی تفسیر یہ ہے کہ جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو۔

اب غور کر لیجیے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیہ بلکہ تمام مقلدین ائمہ دین سے کس قدر بغض شدید وکین مدید ہے۔ تو ان روایات پر غیر مقلدوں کی اقتدا ناجائز ہونے کی یہ جداگانہ دلیل ہوئی۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں یہ چاہے کہ کسی طرح اس کا مخالف خطا کر جائے، وہ کافر ہے۔ کہ اس نے اس کا کافر ہونا چاہا اور مسلمان کو مبتلائے کفر چاہنا رضا بالکفر ہے اور رضا بالکفر آپ ہی کفر۔ علمائے کرام فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں...... جب اس متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں، جس کے انداز سے کفر غیر پر رضا نکلتی ہے، تو یہ صریح متعصبین، جن کا اصل مقصود تکفیر مسلمین ہو، دن رات اسی میں ساعی رہیں، اور جب تقریراً تحریراً اس کی تصریحیں کر چکے، اور مکابر ہر طرح اپنی بات ہی بالا چاہتا ہے، تو قطعاً اس کی خواہش یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کافر ٹھہریں، اور شک نہیں کہ اپنے زعم باطل میں اس کی طرف کچھ راہ پائیں تو خوش ہو جائیں اور جب بحمد اللہ مسلمان کا کفر سے محفوظ ہونا ثابت ہو، غم وغصہ کھائیں۔ تو ان کا حکم کس درجہ اشد ہوگا، اور ان کی اقتدا کیوں کر روا ہوگی؟۔

یہاں تک تو ان کے فسق وبدعت وغیرہما کی بنا پر کلام تھا۔ ایک امر اشد واعظم ان کے طائفہ سے صادر ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر ان کے نفس اسلام میں ہزاروں دقتیں ہیں۔ یہاں تک کہ احادیث صحیحہ واقوال جماہیر فقہا سے ان کا صریح کافر ہونا، اور نماز کا ان کے پیچھے محض باطل ہونا، نکلتا ہے۔ وہ کیا؟ یعنی ان کا تقلید کو شرک، اور حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ، سب مقلدان ائمہ کو مشرکین بتانا۔ کہ یہ صراحۃً مسلمانوں کو کافر کہنا ہے اور پھر ایک دو کو نہیں، لاکھوں کروڑوں کو، پھر آج ہی کل کے نہیں، گیارہ سو برس کے عامہ مومنین کو، جن میں بڑے بڑے محبوبان حضرت عزت وارا کین امت واساطین ملت وجملہ شریعت وکملہ طریقت تھے۔

مولانا شاہ ولی الدین صاحب دہلوی رسالہ ''انصاف'' میں لکھتے ہیں:-

دوصدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو امام معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو۔

جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر و شرک ٹھہری، تو تمہارے نزدیک یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے عامہ مسلمین سب کفار مشرکین ہوئے۔ نہ سہی، آخر اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے کہ صدہا برس سے لاکھوں اولیا، علما، محدثین، فقہا، عامہ اہل سنت چار مذہبوں پر منقسم ہو گئے، اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

بالجملہ اس میں اصلاً شک و شبہہ کی گنجائش نہیں کہ ان صاحبوں نے تقلید کو شرک و کفر اور مقلدین کو مشرک کہہ کر لاکھوں کروڑوں علما، اولیا، صلحا، اصفیا، بلکہ امت کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرا دیا۔ علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ ان کے اکابر اپنی جماعت کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے ہیں......اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے، ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر خود کافر ہے۔ امام مالک واحمد بخاری و مسلم ابوداؤد و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً راوی: **ایما امرء قال الاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کماقال و الا رجعت علیه......**

غرض مذہب مفتیٰ بہ پر اس گروہ کو سخت دقت کہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے، اور اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں: تو ان کا کافر ہونا لازم، اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے۔

مگر حاشا اللہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ جانے دیں گے، اور یہ ہزار ہمیں جو چاہیں کہیں، ہم زنہار ان کو کفار نہ کہیں گے۔ ہاں! ہاں! یوں کہتے ہیں اور خدا اور رسول کے حضور کہیں کہ یہ لوگ آثم ہیں، خاطی ہیں، ظالم ہیں، بدعتی ہیں، ضال ہیں، مضل ہیں، غوی ہیں، مبطل ہیں۔ مگر ہیہات کافر نہیں، مشرک نہیں، اتنے بدراہ نہیں، اپنی جانوں کے دشمن ہیں، عدو اللہ نہیں۔ اہل سنت کو چاہئے کہ ان سے بہت پرہیز رکھیں۔ ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں انہیں شریک نہ کریں۔ احادیث میں ہے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالطت سے بچنا چاہیے۔ اس لیے ہر طرح ان سے دوری مناسب۔ خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا، مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس رسالہ کو ان الفاظ مبارکہ پر ختم فرمایا ہے:-

الحمد للہ کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع ہوا اور چہارم ذی الحجہ روز جان افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ھ ہجریہ قدسیہ **علی صاحبها الف الف صلاة و تحیه** کو بدرسمائے اختتام ہوئی۔ **و صلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین بدر سماء المرسلین محمدن و آله والائمه المجتهدین والمقلدین لهم باحسان الی یوم الدین والحمد للہ رب العالمین واللہ تعالیٰ اعلم وجل مجده اتم و احکم۔**

کتبه عبده المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔

(۵۰) ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال (۱۳)

تار من جملہ ان چیزوں کے ہے کہ زمانہ خیر القرون تو کجا؟ تبع تابعین وائمہ مجتہدین، بلکہ بارہویں صدی تک اس کا وجود ہندوستان میں نہ تھا۔ اس لیے فقہ کی اخیر کتاب فتاویٰ عالم گیری اور بعد کی تصانیف میں بھی اس کا جزئیہ مصرح نہیں۔ جس زمانہ میں اس کا رواج عام ہو گیا، دنیوی کاروبار میں عام طور پر اس کا استعمال ہوا۔ بلکہ تجارتی اہم کاروبار کا دارومدار گویا اسی پر ہو گیا۔ بڑے تاجروں کو کہاں اس کا موقع کہ روزمرہ کے کاروبار میں لمبے لمبے خطوط لکھا کریں، یا پڑھ سکیں، یا دو تین دن تک کا انتظار خط پہنچنے میں کریں۔ اس لیے اس کا رواج زیادہ تر کاروباری تجارتی دنیا میں ہوا۔ لیکن جن لوگوں نے تار ایجاد کیا، جن کے یہاں عام طور پر مروج ہوا، وہ معمولی خبری حیثیت میں استعمال کرتے رہے۔ لیکن اہم اور ذمہ داری کی باتوں، شہادت کے موقع پر اس کو اس لائق نہ سمجھا کہ کام لیا جاسکے۔ خون کا مقدمہ تو بہت اہم ہے، معمولی فوجداری دیوانی کے مقدمہ میں بھی تار کو ناقابل قبول سمجھا، اور تار پر کسی مقدمہ میں کبھی کوئی گواہی نہ لی گئی۔ گواہی تو درکنار ووٹ کا معاملہ جس کے متعلق ہر شخص جانتا ہے کہ بوگس ووٹ دینا ایک معمولی بات ہے۔ اس میں بھی ناقابل استعمال متصور ہوا۔ مرکزی اور صوبائی کونسل اور اسمبلی تو بڑی چیز ہے، معمولی ڈسٹرکٹ بورڈ کے ووٹ میں بھی اس کو جگہ نہ دی گئی اور ووٹر کا تار دینا کہ ہم فلاں شخص کو ووٹ دیتے ہیں کافی نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ ووٹر جہاں کہیں بھی ہو، اس کو پولینگ اسٹیشن پر آکر ووٹ دینا ضروری قرار دیا گیا...... لیکن بعض بعض مسلمانوں میں اجعل لنا الٰھا کما لھم الھۃ کی ذہنیت ہوتی ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ جب دنیوی کاموں میں روزمرہ تار عام طور پر مستعمل و مروج ہے، تو کیا وجہ ہے کہ دینی امور، رویت ہلال رمضان، وعید الفطر میں نہیں جائز ہوگا؟ چنانچہ بعض علما بھی اسی قسم کی ذہنیت کے مل گئے، اور انہوں نے تار کو خط قرار دے کر خود ساختہ فتویٰ خط کا اس پر چپکا دیا۔

تذکرۃ الرشید حصہ اوّل جس میں مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے بطور نمونہ گنگوہی صاحب کے ۲۵ تحقیقات علمیہ صفحہ ۱۶۴ سے ۱۷۹ تک لکھے ہیں، جس کی سرخی ہے: ''شبہات فقہیہ ومسائل مختلف فیہا'' اور اس کی تمہید ان لفظوں سے شروع کی ہے۔

اس جگہ مناسب سمجھتا ہوں کہ پینتیس مسائل اس مبحث کے بیان کردوں تاکہ امام ربانی کے اس مرتبہ علمی و درجہ فقہی پر فی الجملہ دلالت ہو جائے، جو مرجع العلما ہونے کی حیثیت سے حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ فقہی مسائل میں اذکیا کے شکوک رفع کرنے اور اختلافی امور کا سیدھا سچا فیصلہ فرمانے کی جو اعلیٰ قابلیت من جانب اللہ آپ کو ملی تھی مسائل مفصلہ ذیل سے ظاہر ہو جائے گی جس کی بنا پر ہم غلاموں کی زبان سے قطب العالم، مرجع العلما، سلطان العارفین، مجدد زمان، وحید عصر القاب آپ کی شان میں نکل رہے۔

اور اس سے قبل صفحہ ۱۶۳ پر لکھا:۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ چونکہ علمائے ہند کے امام و سرتاج اور مقتدایان اسلام کے مرجع و پیشوا تھے، اس لیے حق تعالیٰ

نے آپ کو دین میں وہ مجتہدانہ فہم عطا فرمائی تھی، جس سے ان مالاینحل مسائل مفصلہ کا حل ہوتا تھا، جن میں اذکیا کی عقول متحیر، اور فقہائے عصر کی افہام عاجز ہو جاتی تھیں۔ اھ

غلاموں کی زبان سے ولی نعمت کی جو کچھ تعریف نکلے کم ہے۔ آخر ''پیر من خس ست اعتقاد من بس ست'' کہنے والے نے ایسے ہی موقع کے لیے تو کہا تھا۔ ورنہ یہ سب تعریفیں بلاشبہہ شاعر کے ان دو شعروں کے مصداق ہیں۔

قصدت ابا المحاسن کی اراہ بمجد کان یبلغنی الیہ

فلما ان رأیت رأیت فردا ولم یک من بنیہ ابن لدیہ

اختلافی امور کا سیدھا سچا فیصلہ اور مجتہدانہ فہم سے مالاینحل مسائل مفصلہ کے حل کے دو چار واقعات فتاویٰ رشیدیہ سے ہدیہ ناظرین کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، تاکہ علمائے ہند کے امام وسرتاج مقتدایان اسلام کے مرجع و پیشوا کے مجتہدانہ فہم و برکات سے ناظرین کتاب ہذا بھی مستفید ہو سکیں اور مسائل مفصلہ جن میں اذکیا کے عقول متحیر، اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہوتے ہیں، ان کا حل معلوم کر سکیں۔

کسی نے بزرگان دین کی زیارت کو سفر کر کے جانے کا مسئلہ پوچھا۔ تو جواب میں لکھا:-

زیارت بزرگان دین کے واسطے سفر کر کے جانا علمائے اہل سنت میں مختلف ہوا ہے بعض درست کہتے ہیں بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علما ہیں مسئلہ مختلفہ ہے اس میں تکرار درست نہیں اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے فقط۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ص ۴۸)

یہاں پر قطع نظر اس سے کہ جائز اور ناجائز کہنے والے دونوں کو علمائے اہل سنت قرار دینا، غلط۔ علمائے اہل سنت بالاتفاق زیارت بزرگان دین اور ان کے مزارات کے لیے سفر کو جائز جانتے ہیں...... البتہ وہابیہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، اور حدیث **لاتشدوا الرحال الا الی ثلثه مساجد** کو دلیل مانتے ہیں۔ جب کہ یہ استدلال بالکل لغو و باطل ہے۔ اس لیے کہ اس جگہ مستثنیٰ منہ یا تو...... مسجد کو قرار دیجیے کہ شد رحال کسی مسجد من حیث ہو مسجد کی طرف نہ کیا جائے، سوا ان تین مساجد کے کہ ان کی طرف سفر کرنا قطع نظر اور اسباب کے نفس مسجد ہونے کی حیثیت سے بھی جائز ہے۔ کیوں کہ اس میں ثواب مزید ہے۔ تو اس کو مسئلہ مجوث عنہا سے کچھ علاقہ نہیں یا...... مستثنیٰ منہ شئی یا موضع نکالیے۔ تو سلسلہ آمد و رفت ہی ختم ہو جاتا ہے، اور **قل سیروا فی الارض** ○ کے بالکل معارض یہ حدیث ہوتی ہے۔

دکھانا یہ ہے کہ علمائے ہند کے امام وسرتاج و مقتدیان اسلام کے مرجع و پیشوا نے اس معمولی اختلافی مسئلہ کا حل تو کیا؟ دوسروں کی بھی ہمت توڑ دی کہ اس کو محال ہی قرار دے دیا۔

اسی طرح کسی نے ہندوستان کے دارالحرب یا دارالاسلام ہونے کا مسئلہ پوچھا تھا۔ جواب میں لکھا:

درالحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علمائے حال میں ہے اکثر دارالاسلام کہتے ہیں اور بعض دار حرب کہتے ہیں بندہ

اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔ص ۴۳

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۳۶ پر گہرافشانی فرمائی ہے:-

الجواب: ہند کے دار الحرب ہونے میں اختلاف علما کا ہے۔ بظاہر تحقیق حال ہند کی خوب نہیں ہوئی۔ حسب اپنی تحقیق کے سب نے فرمایا اور اصل میں کسی کو خلاف نہیں اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا کیفیت ہند کی ہے۔ فقط۔

کہاں ہیں مولوی عاشق الٰہی صاحب، گنگوہی صاحب کو مجتہدانہ فہم رکھنے کے بانگی؟ لاینحل مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت وقابلیت ثابت کرنے والے؟ اس **بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا** کو نظر انصاف سے دیکھیں، اور جھوٹے پروپیگنڈا سے شرمائیں اور اگر مسئلہ کی تحقیق اور حق فیصلہ دیکھنا چاہتے ہیں، تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ **اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام** ملاحظہ فرمائیں۔

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل اسی صفحہ ۴۳ پر کسی نے سماع موتی کے متعلق مسئلہ پوچھا تھا۔ اس کے جواب میں لکھا:-

یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا۔

کسی شخص کا قصہ مشہور ہے کہ دریا میں نہانے گیا تھا، کچھ قدم آگے بڑھ گیا، ڈوبنے لگا۔ خیال کیا کہ اگر میں کہتا ہوں کہ لوگو! مجھے نکالو میں ڈوبا۔ تو ممکن ہے کہ لوگ توجہ نہ کریں، اور نہ کوئی نکالنے آئے۔ فوراً چلایا: جگ ڈوبا، جگ ڈوبا۔ لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے، اور اس کو نکال لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ بھائی ڈوب تم رہے تھے، یہ کیوں کہا کہ جگ ڈوبا؟ بولا کہ بھائی! جب ہم ہی نہ رہے، تو لوگوں کے لیے تو ہم مرے، لیکن میرے لیے تو سبھی مر گئے۔ اس لیے میں چلایا کہ جگ ڈوبا۔ گویا اس شخص کے نزدیک اس کی ذات، جگ ہے۔ اس طرح گنگوہی صاحب سے جب اس کا فیصلہ نہ ہوسکا تو اسی اصول پر لکھ دیا۔ اس **کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا** حالانکہ اس کو سمجھنا چاہیے تھا کہ۔

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست ÷ شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اور اگر کسی شخص کو اس مسئلہ کی تحقیق اور اس کا سچا فیصلہ دیکھنا ہو تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ **حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات** مطالعہ کرے۔

پھر اسی حصہ میں صفحہ ۸۷ پر استعانت اہل قبور کے متعلق سوال ہوا۔ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:-

تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علما کا ہے مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ کرنا محال ہے۔

کہیے میرٹھی صاحب! یہ آپ کے قطب عالم، مرجع العلما، سلطان العارفین، مجدد زمان، وحید عصر، مالاینحل مسائل کو حل

کرنے والے کی پالکی کیسی رکھا گئی کہ اس کو محال ہی بتا کر چھٹکارا چاہا۔

اسی طرح بہت سے مسائل کا مہمل مجمل غیر تشفی بخش جواب دیا اور یہ کہہ کر قصہ ختم کر دیا کہ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے اور کچھ فیصلہ نہ کیا۔ نہ کسی کو ترجیح دی کہ سائل کو کچھ رہنمائی ہوتی۔ مثلاً فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ص ۱۲ پر عورتوں کو زیارت قبور کرنے کا مسئلہ دریافت ہوا۔ اس کا جواب لکھا:۔

الجواب: عورتوں کو قبور پر جانا مختلف فیہ ہے اکثر علما منع کرتے ہیں بسبب فساد کے اور جو فساد نہ ہو تو اکثر کے نزدیک جائز ہے حرمین میں اسی پر ہی عمل ہے۔

نیز اسی صفحہ پر ہے:۔

اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ اور اگر زندہ ہیں تو ہماری آواز سنتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقر ہیں بعض منکر فقط۔

کہیے جناب! سائل اس سے کیا سمجھے گا؟ کیا مجددِ زمان وحید عصر کی یہی شان ہوتی ہے؟۔

احمد سعید خان صاحب مراد آبادی نے ۴۵ سوالات کیے تھے، جس کا سلسلہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل کے ص ۴۶ سے ص ۶۷ تک پھیلا ہوا ہے اسی میں ص ۶۴ پر چونتیسواں سوال انتہائے وقت مغرب کے متعلق ہے کہ شفق سفید تک رہتا ہے، یا شفق سرخ کے بعد عشاء کا وقت ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب لکھا:۔

الجواب: یہ مسئلہ مختلفہ ہے امام صاحب اور ان کے صاحبین میں۔ احوط یہ ہے کہ دونوں کی رعایت رکھے اور بعض نے فتاویٰ صاحبین کے قول پر لکھا۔ جیسا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا فقط۔

شرح وقایہ میں بھی سرخ پر فتویٰ دیا ہے۔

چلیے قصہ ختم ہو گیا اور اگر آپ کو وحید عصر صاحب کی مجتہدانہ قابلیت سے اور بھی فائدہ اٹھانا ہے تو تین مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ سے اور سن لیجیے، اس کے بعد اس مسئلہ تار کے متعلق افادہ مجتہدانہ سے استفادہ فرمائیے گا۔

حکیم غلام احمد صاحب ساکن چھپروں ضلع مراد آباد نے آٹھ سوالات کیے تھے۔ اس میں پہلا سوال ہے، منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اس کا جواب فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۵۷ پر ہے:۔

بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوا ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔

یہ مسئلہ جیسا مہمل اور غلط اور غیم متمدن زمانہ کا ہے، ظاہر و باہر ہے اور کسی کو اس مسئلہ کی پوری تحقیق درکار ہو۔ تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ **المنی والدرر فی حکم منی آرڈر** ملاحظہ کرے۔

جب گنگوہی صاحب کا یہ مسئلہ مشہور ہوا تو لوگوں میں بے چینی اور پریشانی اور الجھن پیدا ہوئی۔ اس لیے جگہ جگہ سے اس

کے متعلق سوالات آئے۔ بعض معتقدوں نے مخلص کی یہ صورت نکالی کہ کچھ پیسے روپے کے ساتھ بھیجے جائیں، تو درست اور جائز ہوگا۔ چنانچہ کسی نے سوال کیا:-

ہمارے دیار میں علما کے دو فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ روپیہ منی آرڈر بلا ملائے پیسہ کے حرام اور سود ہے۔ البتہ اگر پیسہ مل جائے تو مباح اور جائز ہے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حلال مطلق ہے اور جواز میں کچھ شبہ نہیں کیوں کہ ہم سرکار کو مزدوری دیتے ہیں، پس آپ محاکمہ شرع شریف کے رو سے جو کچھ ہو بیان فرمادیں۔

اس کا جواب حصہ دوم ص ۱۵۳ دیا:-

الجواب: روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا درست نہیں خواہ اس میں کچھ پیسہ دیے جاویں یا نہ دیے جاویں فقط۔

یہ وحید عصر صاحب کا محاکمہ ہوا، یا آمریت کا فرمان واجب الاذعان؟

پھر کسی نے اپنے فہم کی رسائی حیلہ جواز تک نہ دیکھی تو خود انہیں مجدد زمان صاحب سے دریافت کیا۔ ملاحظہ ہو حصہ دوم ص ۳۲:-

سوال: اس زمانہ میں جو منی آرڈر کے بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے۔ اس کے جواز کے لیے بھی کوئی حیلہ شرعی ہے، یا نہیں کہ اس میں عام و خاص مبتلا ہو رہے ہیں؟

جواب: دیا الجواب منی آرڈر درست نہیں جیسا ہنڈوی درست نہیں دونوں میں معاملہ سود کا ہے۔ اھ

خیر بہر کیف! جب کوئی صورت جواز کی نہ نکلی اور مدرسہ دیوبند میں چندہ بھیجنے والوں کو نیز گنگوہی صاحب کے مریدوں کو ان کو نذرانہ بھیجنے کی ضرورت تھی تو سوال ہوا کہ اگر منی آرڈر منع ہے تو روپیہ کس طرح بھیجنا چاہیے؟ اس کا جواب دیا:-

روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کرا دینا ہے۔ اھ

اب ایک دقت اور پیش آئی کہ علما کو عموماً اور خصوصاً مدرسہ دیوبند کو طلبہ کے لیے کتابیں مفت منگوانی ہوتی ہیں۔ کتاب تو بذریعہ پارسل یا بک پوسٹ آئے گی۔ لیکن قیمت کتاب تو خواہ مخواہ بذریعہ منی آرڈر ہی بھیجنا ہوگا۔ دہلی سے کتاب آتی ہے، تو دہلی کوئی شخص روپیہ پہچانے تو جائے گا نہیں۔ اب یہ منی آرڈر کیسے جائز ہو۔ غرض اس فتویٰ سے پوری زد مدرسہ پر پڑتی ہے۔ تو حصہ دوم ص ۱۵۶ پر استفتا و جواب ملاحظہ ہو:-

استفتا: منی آرڈر اور ہنڈوی میں کیا فرق ہے، یا دونوں کا ایک حکم ہے اور منی آرڈر اور ہنڈوی کرنا اگر نا جائز ہے تو روپیہ کس طرح بھیجیں اور کتابوں کا محصول ویلوپی ایبل جو دیا جاتا ہے یہ بھی ایسا ہے یا فرق ہے۔ اس کی تفصیل منظور ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: منی آرڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم ہے۔ منی آرڈر کرنا سود میں داخل اور جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجنا چاہے بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے اور جو کتابیں منگائی جاتی ہیں اس میں حیلہ

ہوسکتا ہے کہ اس شئ کی وہ محصول ویلوایبل کا خیال کیا جائے اور منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہوسکتا کیوں کہ وہ عین شئ نہیں پہنچتی فقط۔

اگر یہ حیلہ اور ترکیب جائز ہے۔ تو پھر اس سوال کے جواب میں لکھنا تھا کہ حیلہ اس کا یہ ہے کہ نوٹ رجسٹری یا بیمہ کر دیئے جائیں۔ یہ کیوں لکھا کہ حیلہ بندہ کو معلوم نہیں...... پھر مجدد زمان، وحید العصر صاحب نے حیلہ بتانے میں بھی غلطی کی۔ آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کر دینا بتایا۔ لیکن یہ نہ فرمایا کہ یہ نوٹ آئیں گے کہاں سے، سوائے اس کے کہ جعلی بنا کر مجرم بنیں۔ ورنہ گنگوہی صاحب کے فتویٰ سے تو نوٹ کی خریداری کی بیشی قیمت میں تو درکنار، برابر قیمت یعنی جو رقم لکھی ہوئی ہے، اس پر بھی جائز نہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل صفحہ ۷۲ پر سوال ہے:-

نوٹ کی خرید و فروخت کمی زیادتی پر جائز ہے یا نہیں بالتفصیل ارقام فرمادیں۔

اس کا جواب دیا:-

الجواب: نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں۔ مگر اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے۔ مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربوا اور ناجائز ہے۔ فقط

اور کتابوں کے منگانے کا جو حیلہ گڑھا، وہ سراسر ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کتاب یا کوئی چیز جو بذریعہ وی پی منگوائی جاتی ہے، تو اس جگہ دو معاملہ الگ الگ ہوتا ہے۔

(۱) مثلاً کتاب یا اس چیز کا محصول پارسل۔ یہ وہ ٹکٹ ہے جو بحساب وزن و رقم مقررہ، اس پارسل یا بک پوسٹ پر لگایا گیا۔ اس کا کام یہ ہے کہ مثلاً دہلی سے گنگوہ یا دیوبند پہنچا دیا۔

(۲) یہ ہے کہ جو قیمت اس کتاب یا اس چیز کی ہوئی، مع اس رقم ٹکٹ کے جو اس پارسل پر لگایا گیا، اور خرچ پارسل کرنے کا، ان سب رقم کا مجموعہ وی پی فارم پر بھر کر اس کے ساتھ روانہ کیا جاتا ہے کہ اس پارسل کے وصول کرنے پر علاوہ اس رقم کے جو قیمت اور ٹکٹ کی ہے، محصول منی آرڈر اس پر اضافہ کرکے مال منگوانے والے سے وصول کیا جاتا ہے اور وہ رقم بذریعہ منی آرڈر کتاب یا چیز بھیجنے والے کو وصول ہوتی ہے۔

تو یہ دو معاملہ الگ الگ ہوئے۔ اس کو یہ لکھنا کہ اس شئ کی اجرت وہ محصول ویلوایبل کی خیال کیا جاتا ہے، عامیانہ، اور بھولے بھالے لوگوں کی باتیں ہیں۔ اس شئ کی اجرت تو اس ٹکٹ کے ذریعہ سے وصول ہوئے جو پارسل پر لگائے گئے ہیں اور جو روپیہ جائے گا، اس کی اجرت یہاں لکھ کر وصول کی جاتی ہے، جو پارسل پر لگائے گئے ہیں۔ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ غرض حافظ نباشد کے اصول پر جو ترکیب جواز کی نکالی۔ وہ انہیں کے دوسرے فتویٰ کی وجہ سے بالکل بے کار ثابت ہوئی۔

الغرض! نوٹ آئیں گے کہاں سے؟ اس کے لیے حیلہ یہ گڑھا کہ اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے اور بحیلۂ عقد حوالہ کے جائز

ہے۔

ہر علم والا جانتا ہے کہ حوالہ اپنا قرض دوسرے پر اتارنے کو کہتے ہیں، تو اگر زید پر عمرو کا قرض نہ آیا ہو، بلکہ زید کا قرض بکر کے اوپر ہو، اور اس صورت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے، تو یہ حقیقۃً حوالہ نہ ہوگا۔ بلکہ عمرو کو اپنا قرض بکر سے وصول کرنے کا وکیل کرنا ہوگا اور اگر عمرو کا قرض زید کے ذمہ آتا ہو، نہ زید کا قرض بکر پر اور اس حالت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے، تو یہ محض باطل و بے اثر ہے۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے: **اذا احال رجلا علی غریمه ولیس للمحتال له علی المحیل دین فهٰذه وکالة ولیست بحوالة کذا فی الخلاصه......**

علاوہ بریں دنیا بھر کے عقلا جو نوٹ کا لین دین کرتے ہیں، وہ روپیہ دے کر نوٹ خریدنا سمجھتے ہیں۔ لیکن تمام جہان کے عقیدہ و عمل کے خلاف آپ زبردستی عقدِ بیع سے تڑوا کر وہ عقد ان کے سر منڈھتے ہیں کہ جو ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں۔ جس شخص کو اس مسئلہ کی پوری تحقیق درکار ہو اعلیٰ حضرت کے رسائل **کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم** اور اس کا ترجمہ مسمّیٰ بنام تاریخی ''نوٹ کے متعلق سب مسائل'' اور رسالہ **کاسر السفیه الواهم فی ابدال قرطاس الدراهم** اور اس کا ترجمہ مسمّیٰ بنام تاریخی **الذیل المنوط لرسالة النوط** ملاحظہ کرے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ ان چاروں رسالوں کے دیکھنے سے اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہو جائے گی۔

یہ تو حضرت مجدد زمان، وحید العصر کے مسائل معضلہ جس میں ازکیا کی عقول متحیر اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہو جاتی ہیں، ان کے حل اور جواب کا نمونہ تھا۔ اب اگر فقہی لیاقت دیکھنی ہو، تو ایک مسئلہ اور بھی ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۶۲ پر ایک سوال و جواب ہے:-

مسئلہ: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والوں کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا، یا نہ ثواب، نہ عذاب۔

الجواب: ثواب ہوگا فقط۔

جس جس جانور کا گوشت بالاتفاق حلال اس کے کھانے پر بھی کسی عالم نے ثواب کا فتویٰ نہ دیا۔ یہ گنگوہی صاحب کی جدت دیکھئے کہ حرام کوا کو حلال کیا، اور نہ صرف مباح کی حد تک رکھا، بلکہ اس کے کھانے کو ثواب قرار دیا۔ **انا لله و انا الیه راجعون۔**

اسی حصہ دوم ص ۱۶۳ پر ایک سوال و جواب ملاحظہ ہو:-

مسئلہ: گوبری دینا جائز ہے یا نہیں جس جگہ مرغی کی سرگین گر کر خشک ہوگئی ہو اور وہاں لوٹا خشک یا تر رکھ دے تو وہ لوٹا ناپاک ہے یا پاک اگر مرغی کی سرگین کی احتیاط کرے تو ان کا پالنا چھوٹتا ہے۔

الجواب: گوبری دینا جائز ہے۔مگر جب وہ گوبر نہ رہے تب تو پاک ہے اور اس سے پہلے نجس ہے اگر ناپاک جگہ خشک ہوگئی اور نجاست کا اثر رنگ و بو مزہ نہ رہا تو پھر وہ جگہ پاک ہوگئی اب وہاں تر چیز رکھنے سے ناپاک نہ ہو گی۔فقط۔

یہ نجاست کے مزہ کے ایک ہی کہی۔تو چاہے کہ گوبری دینے کے قبل گوبر کو چکھ لیں، اور مزہ معلوم کرلیں۔ پھر خشک ہو جانے کے بعد اس کو چکھیں، اور دیکھیں کہ مزہ باقی ہے، یا بدل گیا۔اسی طرح مرغی کی سرگین کو پہلے چکھ کر مزہ معلوم کریں، پھر خشک ہوجانے کے بعد چکھیں، تاکہ معلوم ہو کہ وہ مزا باقی ہے، یا بدل گیا...... یہ ہے وحید العصر، مجدد زمان کی فقاہت۔

خیر بات دراصل مقصد سے کچھ دور ہوگئی میری غرض اس جگہ تذکرۃ الرشید حصہ اوّل صفحہ ۱۷۲ سے شبہ اور اس کا جواب ناظرین کے سامنے پیش کرنا تھا۔

س: یہاں دو مولویوں میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تار کے ذریعہ سے رویت ہلال عید و رمضان کی اطلاع معتبر ہے، یا نہیں؟ امید ہے کہ آنحضرت مسئلہ کی تحقیق اور رائے سامی سے مطلع فرمادیں۔تاکہ برقی ازروئے فقہ کسی شئی کے حکم میں داخل ہے؟

ج: تار برقی کا حال مثل تحریر خط کے ہے کہ یہ نسق و نستعلیق بھی نقوش اصطلاحی ہیں۔جیسے انگریزی و ناگری وغیرہا اور حروف تار بھی اصطلاحات ہیں۔پس جیسا خط سے خبر ملتی ہے ویسا ہی تار سے تحریر کے ذریعہ ملتی ہے۔اگرچہ قلم تحریرات کا کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہے پس جیسا تحریر خط میں وسیلہ معتبر عادل ہونا ضرور ہے، تار میں بھی ویسا ہی ہونا چاہیے۔چونکہ تار کے دینے لینے والے کفار فساق غیر معتمد ہیں، امور میں لہٰذا تار کا اعتبار چاہیے کہ نہ ہو۔مگر جو ہر دو طرف عدول ہوں پس یہ تو اصل قاعدہ ہے کہ دیانات میں قول کافر کا معتبر نہیں۔بناء علیہ تار کی خبر معتبر نہیں اس پر کاربند نہ ہوں، نہ صوم میں نہ افطار میں مگر زمانہ حال کو دیکھ کر تار کی خبر سب صحیح ہوتی ہیں چونکہ غالب ظن قلوب میں اس کے دل صدق کا راسخ ہوگیا ہے تو اگر اپنے غلبہ ظن کی وجہ سے عمل کرلیوے، تو وجہ ہوسکتی ہے۔صوم میں ایک عدل کی خبر اور انتظار میں عدلین کے اخبار پر تو بھی بعید نہیں باعتبار زمانہ کے۔پس بندہ دونوں فریق کو حق پر جانتا ہے اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ تار برقی اخبار ہے بذریعہ کتاب کے۔فقط۔

یہ مجدد زمان، وحید العصر کی فقاہت اور آپ کی عام معلومات ہیں۔اولاً آپ نے تار برقی پر خبر آنے کو تحریر خط کی طرح سمجھا۔حالانکہ تحریر خط میں کتابت کی شان انشا کا طرز، وہ تحریر کو قوت دیتا ہے اور تار برقی میں یہ مفقود ہے۔بلکہ وہ محض اشارات جس سے انگریزی الفاظ بنائے جاتے، انگریزی حروف میں لکھے جاتے، پھر ان کا اردو میں ترجمہ کیا جاتا ہے، تو اس کو خط کی طرح کہنا بالکل بے معنی بات ہے۔

باوجود قرائن و قیاسات معینہ کے فقہائے کرام نے شہادت کے معاملہ میں خط کا اعتبار نہ کیا اور **الخط یشبه الخط** فرمایا۔

تو تار کو خط قرار دے کر اس کا اعتبار کرنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟...... اور اس سے زیادہ پرلطف بات یہ ہے کہ قلم تحریرات کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہوتا ہے۔ یعنی خط تو قلم واسطی یا سری یا ہولڈر سے لکھا جاتا ہے، اور تار تو لمبے بانس کے قلم سے جس کا طول ان دونوں شہروں کے برابر ہوتا ہے، لکھا جاتا ہے...... پٹنہ سے بمبئی تار بھیجنا ہو تو اس قلم طویل ممتد سے جس کا طول پٹنہ اور بمبئی کے اتنا ہے، انگریزی نقوش اصطلاحی میں لکھا جاتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اصل تحقیق اس مسئلہ کی رسائل اعلیٰ حضرت میں دیکھیے۔ خصوصاً یہ مختصر زیرنظر رسالہ مسمیٰ بہ **ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال** میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳۰۵ھ میں حضرت مرزا غلام قادر بیگ صاحب استاد ابتدائی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے کلکتہ فوجداری بالا خانہ سے سوال بھیجا کہ دربارۂ رؤیت ہلال تار کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر کچھ لوگ اس کا انتظام کرلیں کہ رویت ہلال رمضان، و شوال، و ذی الحجہ، و محرم کے پیشتر متعدد مقامات کو اس مضمون کے خطوط بھیجے جائیں کہ ۲۹ کا چاند ہو تو بذریعہ تار کے مطلع کر دیجیے۔ پھر اس کو مشتہر کر دیا جائے، تو یہ طریقہ شرعاً مقبول ہے، یا محض باطل؟ اور اس کی بنا پر اعلان ہو تو مسلمان کو اس پر عمل جائز ہے، یا حرام؟ اور اعلان کرنے والے کے حق میں کیا حکم ہے؟۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں ایک مختصر رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی **ازکی الاھلال** تصنیف فرمایا۔ جس کی ابتدا حسب عادت مستمرہ خطبۂ فصیحہ بلیغہ سے فرمائی۔

الحمد للہ الذی یشکرہ یصیر ھلال النعمۃ بدرا ÷ والصلاۃ والسلام علی اجل شموس الرسالۃ قدرا ÷ وعلی الہ و صحبہ نجوم الھدی واقمار التقی ÷ ماأتی البرق بخبر الورق فصدق مرۃ و کذب اخری ÷ اللھم ھدایۃ الحق والصواب ۔

امور شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر اور یہ طریقہ کہ تحقیق ہلال کے لیے تراشا گیا باطل و بے اثر۔ مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل حرام اور جو اس کی بنا پر مرتکب اعلان ہو، سب سے زیادہ مبتلائے آثام۔ اس طریقہ میں جو غلطیاں اور احکام شرع سے سخت بیگانگیاں ہیں، ان کی تفصیل کو دفتر درکار۔ لہٰذا یہاں بقدر ضرورت، و فہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔ **وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب ۔**

تنبیہ اول: شریعت مطہرہ نے دربارہ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ، یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں بھی کافی و شرعی ہونے کے لیے بہت قیود و شرائط لگائیں۔ جن کے بغیر ہرگز گواہی و شہرت تک بکار آمد نہیں اور ظاہر کہ تار نہ کوئی شہادت شرعیہ ہے، نہ خبر متواتر۔ پھر اس پر اعتماد کیوں کر حلال ہو سکتا ہے؟ جو یہاں تار کی خبر پر عمل چاہے، اس پر لازم کہ شرعاً اس کا موجب و ملزم ہونا ثابت کرے۔ مگر حاشانہ ثابت ہوگا جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے۔ پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت، اور منصب رفیع فتویٰ پر جرأت کس لیے اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آئی، محض نادانی۔ کہ ہم تک تو

نامعتبر طریقہ سے پہنچی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سے زیادہ معتبر کس کی خبر؟ پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آئی ہے، کیوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے؟۔

تنبیہ دوم: تار کی حالت خط سے زیادہ ردی وسقیم۔ کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے۔ طرز عبارت سے شناخت میں آتا ہے۔ واقف کار دیگر قرائن سے اعانت پاتا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے علما نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں۔ کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، اور بن بھی سکتا ہے۔ تو یقین شرعی نہیں ہو سکتا کہ اسی کا لکھا ہوا ہے...... اشباہ میں ہے: **لا یعتمد علی الخط و لا یعمل بہ......** **فتاویٰ عالمگیریہ** میں ملتقط سے ہے: **الکتاب قد یفتعل و یزور الخط یشبہ الخط و الخاتم یشبہ الخاتم**

دیکھیے! کس قدر واضح طور پر فرمایا کہ خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل ہو، نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو، نہ اس کی بنا پر گواہی اور حکم حلال کہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے، اور مہر مہر کے مانند بن سکتی ہے...... بلکہ فتاویٰ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی میں صاف ارشاد فرمایا کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابل تزویر ہونا ہی بے اعتباری کو کافی ہے۔ اگر چہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو...... پھر تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست وزبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں، کیوں کر امور دینیہ کی بنا اس پر حرام نہ ہوگی؟

سبحان اللہ! ائمہ دین کی تو وہ احتیاط کہ مہری خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا۔ حالانکہ مہر بنالینا، اور خط میں خط ملا دینا، سہل نہیں۔ شاید ہزار میں دو ایک ایسا کر سکتے ہیں اور تار میں تو اصلاً دشواری نہیں، جو چاہے تار گھر میں جائے، اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے۔ وہاں نام ونسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی۔ نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جائیں۔ علاوہ بریں تار والوں کے وجود صدق پر کون سی وحی نازل ہوئی کہ ان کی بات خواہی نخواہی قابل قبول ہوگی، اور اس پر احکام شرعیہ کی بنا ہوگی۔

تنبیہ سوم: قطع نظر اس سے کہ شہادت منگانے کے لیے جنہیں مراسلات بھیجے جائیں۔ غالباً ان کا بیان، حکایت و اخبار محض سے کتنا جدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہو۔ تاہم اس کا جامہ اعتبار تار میں آ کر یکسر تار تار کہ وہ بیان، ہم تک اصالۃً نہ پہنچا۔ بلکہ نقل در نقل ہو کر آیا۔ صاحب خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہو گیا۔ اس نے تار کو جنبش دی، اور کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاح میں علامت حروف قرار دے رکھا ہے، اشاروں اشاروں میں عبارت بنائی۔ اب وہ بھی جدا ہو گیا۔ یہاں کے تار والوں نے ان کھٹکوں پر نظر کی، اور ضربات معلومہ سے جو فہم میں آیا، اسے نقوش معروفہ میں لایا۔ اب یہ بھی الگ رہا۔ وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارہ کے سپرد ہوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ! اس نفیس روایت کا سلسلہ سند تو دیکھیے، **مجھول عن مجھول عن مجھول** نامقبول از نامقبول از نامقبول۔ اس قدر وسائط تو لابدی۔ پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذات خود جا کر تار دیں۔ اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجا،

مانیے وہ جدا واسطہ پھر فارم کی حاجت ہوئی، تو تحریر کا قدم درمیان، آپ انگریزی نہ آئے تو کسی انگریزی داں کی وساطت، ادھر تار کا بابو اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جدا ضرورت۔ بااین ہمہ فصل زائد ہوا، اور تار وصل نہیں جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے؟ وائے بے انصافی اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ ان سب وسائط کی عدالت و وثاقت سے کہاں تک آگاہ ہیں؟ حاشاللہ! نام بھی نہیں معلوم ہوتا۔ نام در کنار، اصل شمار وسائط بتانا دشوار۔ سب جانے دیجیے، اسلام پر بھی عمل نہیں۔ اکثر ہنود وغیرہ کفار ان خدمات پر معین۔ غرض کوئی موضوع سے موضوع حدیث اس نفیس سلسلہ سے نہ آتی ہوگی، پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی بنا کرنا علما تو علما ہیں، نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا بھی کام ہو۔

تنبیہ چہارم: علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا، صرف قاضی شرع سے خاص۔ جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی فرمایا ہو۔ یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں۔ غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے۔ رہے قاضی، ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ و تابعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمایا۔ ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انہیں وجوہ سے جو اوپر مذکور ہوئیں، مقبول نہ ہو اور پر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے، مورد سے آگے تجاوز نہیں کرتا، اور دوسری جگہ اجرا، محض باطل و فاحش خطا۔ پھر حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچنا کیوں کر روا؟ بلکہ حسب تصریحات علما اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آکر بیان کرے، ہرگز نہ سنیں گے کہ اجماع تو دربارہ خط منعقد ہوا ہے۔ پیام ایلچی و خود بیان قاضی اس سے جدا ہے۔ سبحان اللہ! پھر تار بے چارے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں بنائے احکام اس کے سر دھریں:

ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اور جب شرعاً قاضی کا تار یوں بے اعتبار، تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے، وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار۔ کہ مقبول الکتاب کا تار تو ناچیز، تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز؟

تنبیہ پنجم: قاضی شرع کا نامہ بھی اس وقت مقبول، جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضا سے یہاں آکر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے۔ ورنہ ہرگز قبول نہیں۔ اگرچہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں اور اس کی مہر بھی لگی ہو اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو۔

ہدایہ میں ہے: لا یقبل الکتاب الا بشھادۃ رجلین او رجل و امرأتین ۔

سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں، ان کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا، یا تار دیا۔ مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امور شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کراتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اخیر رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اے عزیز! اس زمانہ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے۔ خصوصاً ان مسائل میں جنہیں حوادث جدیدہ سے تعلق ونسبت ہے جیسے تار برقی وغیرہ۔ سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا، جو مخالفت شرع کا الزام ہم پر چلے گا۔ مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ مساعیہم الجمیلۃ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے۔ تصریحاً تلویحاً تفریعاً تاصیلاً سب کچھ فرما دیا ہے۔ زیادہ علم اسے ہے، جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگان خدا سے خالی نہ ہوگا، جو مشکل کی تسہیل، معضل کی تسہیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں۔ بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ قادر ہوں۔ لا خلا الکون عن افضالھم و کثر اللہ فی بلازنا من امثالھم آمین آمین برحمتك یا ارحم الراحمین ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و حکمہ عزشانہ احکم ۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۵) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین (۱۴)

غیر مقلد حضرات کے مختصر کردہ مسائل میں سے ایک مصافحہ بھی ہے۔ جہاں ان لوگوں نے اذان، اقامت، نماز، روزہ کے مسائل کو شورٹ اور مختصر کر دیا۔ کلمات اقامت دو دو مرتبہ کہنے کے جگہ ایک ایک ہی مرتبہ پر اکتفا کیا۔ وتر کی تین رکعتوں کو ایک کر دیا۔ تراویح کی بیس رکعتوں کو آٹھ بنا دیا۔ تین طلاقوں کو ایک کر ڈالا۔ مولود شریف، عرس، فاتحہ، ایصال ثواب کو ایک دم سے اڑا دیا۔ وغیر ذالك من الاختصارات وہیں مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنے کی جگہ ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریزوں کی طرح شیک ہینڈ (Shake Hand) کر دیا۔ ان کی یہ حرکات بعینہٖ اس برادری کے عالم کی ہے، جنہوں نے ازراہ عقل مندی بادشاہ کے پاس رسوخ حاصل کرنے کے لیے ایک مختصر سا قرآن نذر شاہی میں گزارا اور نہایت ہی فخر کے ساتھ اپنے کمال عقل کا ثبوت دینے کو کہا: حضور بادشاہ سلامت! میں نے جناب کی خدمت میں ایک ایسا بیش بہا تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے نہ پیش کیا ہوگا۔ یہ قرآن کا مختصر ہے، جو خاص حضور کے لیے میں نہایت ہی محنت و عرق ریزی سے مرتب کیا ہے۔ تا کہ آپ کو آسانی ہو، اور وقت عزیز کا قرآن شریف پڑھنے میں زیادہ نہ صرف ہو۔ بادشاہ سلامت نے ازراہ تعجب اختصار کی صورت دریافت کی کہ کس اصول پر آپ نے اس کو شورٹ کیا ہے؟ مولوی صاحب موصوف نے نہایت ہی مسرت کے انداز میں فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ قرآن کی آیتیں بہت سی مکرر ہیں، اور ان کے بار بار پڑھنے میں حضور کا وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔ اس لیے مکرر آیتوں کو میں نے حذف کر دیا۔ بادشاہ کو ان کی حماقت پر بہت غصہ آیا، مگر سمجھا کہ اس بے چارے کا قصور نہیں، بلکہ اس کی قلت عقل کا فتور ہے۔ بادشاہ نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے بہت ہی مسرت آمیز لہجہ میں کہا: واقعی آپ نے ایسا بے مثل تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے نہ صرف مجھی کو بلکہ کسی بھی بادشاہ کو کسی نے پیش نہ کیا ہو، اور نہ آئندہ امید کہ کوئی ایسا تحفہ کسی کو پیش کر

سکے۔ ہم بھی ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے اصول پر آپ کو انعام بھی علاج بالمثل کے طرز پر دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ شاید ایسی جزا بھی کسی کو کسی بادشاہ نے نہ دی ہوگی، اور نہ امید ہے کہ آئندہ دے۔ یہ کہا اور جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ ان مولوی صاحب نے میرے لیے نہایت ہی محنت سے ایک نسخہ قرآن شریف کا لکھا ہے، جس میں آیات مکررات کو حذف کر کے مختصر کر دیا ہے۔ تم بھی مولوی صاحب کے اعضائے مکررہ کو حذف کر کے ان کو مختصر کر دو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل فوراً ہی ہوئی اور دو کانوں میں سے ایک کان، دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ، دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ، دو پاؤں میں سے ایک پاؤں حذف کر کے مولوی صاحب کو مختصر کر دیا گیا، تاکہ ہلکے پھلکے چلا کریں۔ اعضائے مکررہ کی زیر باری و باربرداری سے بچیں۔ عجیب نہیں کہ قیامت کے دن ان غیر مقلد حضرات کو دین کے مختصر کر دینے کی بھی یہی جزائے موفور عطا فرمائی جائے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اور لطف یہ کہ دعویٰ عمل بالحدیث کا ہے۔ یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا ان کے نزدیک حدیث سے ثابت ہے اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ خلاف حدیث ہے۔ ان حضرات نے یہ دعویٰ بہت بلند آہنگی سے کیے، تو کسی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں ۱۳۰۶ھ کو ایک استفتا اس مضمون کا پیش کیا۔

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل جو غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں، اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو ناجائز و خلاف احادیث جانتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط؟۔

اعلیٰ حضرت نے اس دو سطر کے سوال کے جواب میں چالیس صفحے کا مستقل رسالہ تحریر فرمایا اور اس کا تاریخی نام صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین رکھا اور حسب عادت مستمرہ اس رسالہ کو بھی خطبہ فصیحہ بلیغہ سے شروع فرمایا۔

الحمد للہ اللھم لك الحمد یا باسط الیدین بالرحمۃ تنفق کیف تشاء÷ تصافح حمدك بمزید رفدك كما تعانق شكرك و العطا÷ صل وسلم و بارك علی من یداہ بحر النوال÷ و منبعا الزلال÷ وجنتا البلاء÷ وعلیٰ آلہ و صحبہ و اھلہ و حزبہ ما تصافحت الایدی عند اللقاء÷ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ÷ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ÷ الباسط كفیہ بالجود والصلۃ و علی الہ و صحبہ اولی الود والاخاء÷ والفیض والسخاء÷ فی العسر والرخا÷ الی تصافح الاحباب و تعانق الاخلاء÷ آمین الہ الحق آمینO

بے شک دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے۔ اکابر علما نے اس کے مسنون و مندوب ہونے کی تصریح فرمائی اور ہرگز ہرگز نام کو بھی کوئی حدیث اس سے ممانعت میں نہ آئی۔ جائز شرعی کی ممانعت و مذمت پر اترنا، شریعت مطہرہ پر افترا کرنا ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے امام فقیہ النفس قاضی خان کو خواب میں دیکھنے اور ان کے یہ ارشاد فرمانے کا تذکرہ کیا ہے کہ

’’مستند ایشاں حدیث انس ست اورا بمفہوم نیست‘‘ یہ خواب بعینہ مبشرات ورؤیائے صادقہ میں مذکور ہے۔ اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

خواب دیکھتے ہی آنکھ کھلی۔ نماز کا وقت تھا وضو میں مشغول ہوا۔ اثنائے وضو ہی میں خیال کیا تو یاد آیا کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جامع ترمذی میں مروی کہ سائل نے عرض کی: **فیاخذہ بیدہ و یصافحہ قال نعم** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمان سے ملے تو کیا اس کا ہاتھ پکڑتے، اور مصافحہ کرتے؟ فرمایا: ہاں! اس میں لفظ **یــــد** بصیغۂ مفرد واقع ہے۔ لہٰذا ان صاحبوں کا محل استناد ٹھہرا۔ **فاقول و باللہ التوفیق** وہ احادیث مصافحہ جن میں لفظ **ید** بصیغۂ مفرد واقع ہوا، تین قسم ہیں۔

قســـم اول: احادیث فضائل، جن میں مصافحہ کی فضیلت اور اس کی خوبیوں کا بیان ہے۔ مثلاً حدیث حذیفہ بن الیمان مروی طبرانی معجم اوسط، وبیہقی بسند صالح...... وحدیث سلمان فارسی مروی معجم کبیر طبرانی بسند حسن...... وحدیث انس مروی مسند امام احمد...... وحدیث براء بن عازب مروی مسند امام احمد، ومختارۂ ضیا...... وحدیث براء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مروی سنن بیہقی بطریق یزید بن براء۔ جن کا مضمون یہ ہے جب مسلمان مسلمان سے مل کر سلام کرتا، اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے، ان کے گناہ جھڑتے ہیں، جیسے پیڑوں کے پتے۔ تو اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ الفاظ، وحدت **یــــد** میں نص ہیں۔ تاہم ان حدیثوں میں منکرین کے لیے حجت نہیں۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ مقام ترغیب وترہیب میں غالباً ادنیٰ کو ذکر کرتے ہیں کہ جب اس قدر پر یہ ثواب یا عقاب ہے، تو زائد میں کتنا ہوگا۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ زائد مندوب یا محذور نہیں۔

قســـم دوم: وہ احادیث جن میں وقائع جزئیہ کی حرکات ہے۔ یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ کیا۔ مثلاً حدیث حضرت بتول زہرا کہ سنن ابوداؤد میں بروایت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی...... وحدیث معجم کبیر طبرانی عن ابی داؤد الاعمیٰ۔ انہوں نے کہا کہ براء بن عازب مجھے ملے، میرا ہاتھ پکڑا، اور مصافحہ کیا، اور میرے سامنے ہنسے۔

اقول: یہ بھی اصلاً قابل استناد نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ حدیث طبرانی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور حدیث بتول زہرا میں ممکن کہ ہاتھ پکڑنا، بوسہ دینے کے لیے ہو۔ بہر حال ان میں نہیں، مگر وقائع جزئیہ کی حکایت اور عقلاً ونقلاً مبرہن وثابت کہ وہ حکم عام کو مفید نہیں۔ ہزار جگہ ائمہ دین کو فرماتے سنیئے گا **واقعة حال لا عموم لها قضية عين فلاتعم** ۔

قســـم سوم: وہ روایات جو خاص کیفیت مصافحہ میں وارد ہیں، یہ البتہ قابل لحاظ ہیں۔ کہ اگر کچھ بوئے استناد نکل سکتی ہے تو انہیں میں ہے۔ یہ دو حدیثیں ہیں۔

حدیث اول: جامع ترمذی میں ہے، تحیت کی تمامی سے ہے ہاتھ میں ہاتھ لینا۔

اقول: یہ حدیث بھی لائق احتجاج نہیں۔

اولاً:۔۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ جس میں **عن خیثمه عن رجل** ایک مجہول واقع۔

ثانیاً:- امام بخاری نے یہ حدیث تسلیم نہ فرمائی۔ یحییٰ بن مسلم طائفی پر اس حدیث کا مدار۔ محدثین ان کا حافظہ برا بتاتے ہیں۔

ثالثاً:- اس سب سے درگذرییے، تو یہ حدیث دونوں ہاتھ سے مصافحہ کا پتہ دیتی ہے۔ کہ اس میں اخذ بالید بصیغۂ مفرد کو تمامی تحیت کا ایک ٹکڑا رکھا ہے، نہ کہ اسی پر تمامی وانتہا ہے۔ تحیت کی ابتداء اسلام، اور مصافحہ تمام اور ایک ہاتھ ملانا اسی تمامی کا ایک ٹکڑا۔

حدیث دوم: وہی حدیث انس رضی اللہ عنہ جس کی طرف امام قاضی خان نے اشارہ فرمایا۔ جامع ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لیے جھکے؟ فرمایا: نا! عرض کی: اسے گلے لگائے، اور پیارے کرے؟ فرمایا: نا! عرض کی: اس کا ہاتھ پکڑے، اور مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں! ترمذی نے اسے حسن بتایا۔ اس لیے امام ممدوح نے اسی کی تخصیص کی۔

اب جواب امام قاضی خان کی توضیح سنیے۔ ظاہر ہے کہ افراد یـــــد سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی یدین پر استدلال ہوگا، تو لاجرم بطریق مفہوم مخالف ہوگا اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں۔

اولاً: قرآن عظیم میں ہے: بیدك الخیر ۞ تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں؟ کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔ معاذ اللہ دوسرے میں نہیں۔

ثانیاً: احمد، و بخاری، و مسلم، و ترمذی حضرت سعد بن مالک سے مرفوعاً راوی کہ بے شک اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنت والو! عرض کریں گے: لبیك یا ربنا و سعدیك و الخیر بیدیك اسی طرح تفسیر مقام محمود میں ہے: فاول مدعو محمد صلی اللہ علیه وسلم فیقول لبیك و سعدیك والخیر فی یدیك یعنی سب سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا ہوگی۔ حضور عرض کریں گے: الٰہی! میں حاضر ہوں۔ خدمتی ہوں۔ تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

ثالثاً: اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ قل ان الفضل بید اللہ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

رابعاً: فرماتا ہے۔ بیدہ ملکوت کل شئی اس کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔ کیا دوسرے ہاتھ میں مالکیت و مقدرت نہیں؟ وغیر ذالك من الآیات و الاحادیث۔

(جواب دوم) بلکہ بارہا لفظ ید مفرد لاتے، اور دونوں ہاتھ مراد ہوتے ہیں۔*

(۱) ید اللہ مبسوطة

(۲) ید اللہ ملآن

(۳) ید اللہ ھی العلیا

(۴) المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده

ان سب میں یہی معنی مراد ہیں۔

(۵) حدیث عمل یدہ بھی ایسے ہی موقع پر وارد کہ غالباً کسب انسان دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے۔

(۶) حاکم وغیرہ کی حدیث میں ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی: اللھم انی اسئلك من كل خير بيدك و اعوذ بك من كل شر خزائنه بيدك ۔

(۷) صحیح بخاری میں حضرت سیّدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے: ان داؤد النبی علیہ السلام كان لا يا كل الامن عمل يده داؤد نبی علیہ السلام نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے عمل سے۔

حالانکہ ان کا عمل زرہیں بنانا تھا اور وہ دو ہی ہاتھ سے ہوتا ہے۔

(جواب سوم) میں موارد استعمال و مواقع خاصہ سے استدلال کرتا ہوں۔ وہ قاعدہ ہی نہ ذکر کروں، جو خاص اس باب میں ائمہ عربیت نے وضع کیا، اور ایسے الفاظ میں تثنیہ وافراد کے یکساں ہونے کا ہمیں عام ضابطہ دیا۔

علامہ زین بن نجیم نے خطبہ اشباہ میں فرمایا: اعملت بدني بدنى اعمال الجد مابين بصرى و يدى ظنونى......

اس پر علامہ ادیب احمد حموی نے فرمایا: مصنف نے لفظ ید کہا، اور مراد دونوں ہاتھ ہیں۔ کہ جب دو چیزیں آپس میں جدا نہ ہوتی ہوں، خواہ اصل پیدائش میں جیسے ہاتھ پاؤں آنکھ کان، یا اور طرح جیسے موزے جوتے دستانے (کہ جوڑا ہی مستعمل ہوتا ہے)۔ تو ان میں ایک کا ذکر دونوں کے ذکر کا کام دیتا ہے۔ کہتے ہیں آنکھ میں سرمہ لگایا اور مراد دونوں آنکھوں میں لگانا ہوتا ہے۔ یونہی نتھنے، قدم، موزے، کفش۔ کہتے ہیں میں نے موزہ پہنا اور مراد یہ کہ دونوں موزے پہنے۔ جیسا کہ شرح حماسہ میں ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ محاورہ نہ فقط عرب بلکہ فارس و ہند میں بھی بعینہا رائج جیسا کہ مطالعہ اشعار سابقین ولاحقین سے واضح ولائح...... اب تو اوہام جاہلانہ کا کوئی محل نہ رہا اور حدیث سے استناد کا بھر کھل گیا۔ والحمد لله رب العالمين

(جواب چہارم) سب سے قطع نظر کیجیے اور مان لیجیے کہ لفظ الید کا مفہوم مخالف نفی یدین ہے۔ تاہم حدیث مذکور میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں کہ وہاں تو لفظ ید بصیغہ مفرد کلام امجد سیّد احد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے ہی نہیں، سائل کے کلام میں ہے۔ اس نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حکم پوچھا: کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمادیا کہ ہاں جائز ہے۔ یہاں نہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر، نہ اس سے سوال۔ پھر اس کلامؐ سے اس کی نسبت حکم نفی نکالنا محض خیال محال۔ دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو۔ ورنہ بالاجماع نفی تاکید ماعدا مفہوم نہ ہوگی...... یہ دوسرے معنی ہیں کلام امام قاضی خان قدس سرہ کے کہ "اورا مفہوم نیست" یعنی اس حدیث میں مفہوم مخالف کا سرے سے محل ہی نہیں۔

(جواب پنجم) یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابل احتجاج مان بھی لیں۔ ورنہ وہ ہرگز نہ صحیح، نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے۔ مدار اس کا حنظلہ بن عبداللہ سدوسی پر اور یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام یحییٰ بن قطان نے کہا: میں نے اسے عمداً متروک کیا۔ صحیح الحواس نہ رہا تھا...... امام احمد نے فرمایا: ضعیف منکر الحدیث ہے تعجب خیز روایات لاتا ہے۔

بالجملہ بحمد اللہ تعالیٰ آفتاب روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ منکرین کے ہاتھ میں اصلاً کوئی حدیث نہیں، جس میں ان کے قول کی بو بھی آتی ہو، ثبوت ممانعت تو بڑی چیز ہے اور اگر یہ حدیثیں اور ان جیسی ہزار اور ہوں، اور وہ بالفرض سب صحاح وحسان ہوں۔ تاہم تحقیقات بالا نے روشن کر دیا کہ اصلاً مفید انکار نہ ہوں گی۔ یہ کسی حدیث میں دکھائیں کہ حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع کیا ہو۔ یا ارشاد فرمایا ہو کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ اس کے بغیر ثبوت ممانعت کا دعویٰ محض ہوس پکانا ہے۔ یا جنون خام۔ والحمد لله ولی الانعام۔

اب رہا یہ کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا ثبوت کیا ہے؟

اولاً: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی کہ انہوں نے فرمایا: حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے التحیات تعلیم فرمائی۔

امام بخاری نے مصافحہ کے لیے جو باب وضع کیا، اس میں سب سے پہلے اسی حدیث کا نشان دیا پھر اسی باب مصافحہ کے برابر دوسرا باب وضع کیا۔ باب الاخذ بالیدین اس میں بھی وہی حدیث ابن مسعود مسنداً روایت کی...... اگر حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینا مصافحہ نہ تھا، تو اس حدیث کو باب المصافحہ سے کیا تعلق ہوتا۔ ہاں! اگر منکرین امام بخاری کی نسبت بھی کہہ دیں کہ وہ حدیث غلط سمجھتے تھے ہم ٹھیک سمجھتے ہیں۔ تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ رہا بعض جہلا کا یہ کہنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تو ایک ہی ہاتھ تھا۔ یہ محض جہالت وادعائے بے ثبوت ہے۔ دونوں طرف سے دونوں ہاتھ ملائے جائیں، تو ہر ایک کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں میں ہوگا، نہ کہ دونوں اور جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دونوں ہاتھ کا ثبوت ہوا۔ تو ابن مسعود کی طرف سے ثبوت نہ ہونا، کیا زیر نظر رہا؟

ثانیاً: اکابر علماء عامۂ کتب میں تصریح فرماتے ہیں: یجوز المصافحہ والسنة فیها ان یضع یدیه من غیر حائل من ثوب او غیره یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے اور سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ بغیر حائل کپڑا وغیرہ کے رکھے۔

شیخ محقق شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ بہر دو دست بود۔

ثالثاً: صحیح بخاری کے اسی باب میں ہے: صافح حماد بن زید ابن المبارك بیدیه امام حماد نے عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

تاریخ امام بخاری میں ہے: میں نے حماد ابن زید کو دیکھا، اور ابن مبارک ان کے پاس مکہ معظمہ میں آئے تھے، تو انہوں

نے ان سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا...... یہ حماد بن زید اجلۂ ائمہ تبع تابعین سے ہیں اور اجلہ ائمہ محدثین و علمائے مجتہدین اساتذہ امام بخاری و مسلم اس جناب کے شاگرد ہوئے اور دوسرے صاحب حضرت امام الانام علم الہدی شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ عالم میں کون سا قدرے لکھا پڑھا ہے، جو اس جناب کی جلالت شان و رفعت مکان سے آگاہ نہیں۔ علمائے دین فرماتے ہیں کہ تمام جہان کی خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ان میں جمع فرمادی تھیں۔ علامہ زرقانی نے لکھا کہ علماء فرماتے ہیں: جہاں عبداللہ بن مبارک کا ذکر ہوتا ہے، وہاں رحمت الٰہی اترتی ہے...... بحوالہ صحیح بخاری ایسے دو امام جلیل تبع تابعین سے دونوں ہاتھ کا مصافحہ ثابت کر دیا۔ مخالف بھی تو کہیں سے ممانعت ثابت کرے۔

رابعاً: ان حضرات کی عادت ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر، ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے، اس پر بے اصل و بے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔ حضرت سے کوئی پوچھے "کے آمدی و کے پیر شدی؟" بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم اد ولـم اجد پر اکتفا کرتے ہیں۔ یعنی ہم نے نہ دیکھی، ہمیں نہ ملی۔ نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔ لاکھوں حدیثیں علما اپنے سینوں میں لے گئے۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ یاد تھیں...... امام مسلم کو تین لاکھ حدیثیں۔ پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں...... امام احمد کو دس لاکھ حدیثیں محفوظ تھیں۔ مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔

خیر! ایک درجہ تو یہ ہوا کہ لاکھوں حدیثیں اصلاً تدوین میں بھی نہ آئیں...... درجہ دوم اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں، ان میں سے فرمائیے کتنی باقی ہیں۔ صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں۔ محض بے نشان ہو گئیں اور آج سے نہیں ابتدا ہی سے ہے...... امام مالک کے زمانے میں اسی علما نے موطا لکھیں۔ پھر سوائے موطا امام مالک، و موطا ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتہ باقی ہے؟...... امام مسلم کے زمانہ کو حاکم کے زمانہ سے ایسا کتنا فاصلہ تھا؟ پھر بعض تصانیف مسلم کے متعلق حاکم نے کہا کہ معدوم ہیں۔ غرض صدہا بلکہ ہزارہا تصانیف ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا۔ مگر اتنا کہ تذکروں، تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا...... درجہ سوم اس سے بھی گزر ہے۔ جو کتابیں باقی رہیں، ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کے پائی جاتی ہیں؟ ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہ کس پونجی پر یہ اونچا دعویٰ ہے؟...... درجہ چہارم اب سب کے بعد یہ فرمانا ہے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں، ان پر حضرات مدعین کو کہاں تک نظر ہے؟ اور ان کی حدیث کس قدر محفوظ ہیں؟ سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے؟ کہ جو مسئلہ پیش آیا، اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو ان کے پاس ہیں، دیکھ بھال لیا، اور اپنے زعم باطل میں جو حدیث نہ ملی، تو بے ثبوت ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ بارہا ایسا ہوتا ہے۔ حدیثیں کتابوں میں موجود ہیں، اور اجلہ ائمہ کو نہ ملیں۔ مثلاً حدیث "اختلاف امتی رحمة" امام سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمائی، اور کوئی مخرج نہ بتا سکے۔ وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں۔ اس کے بعد علامہ مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھا: الامر کذالك۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت ابن عباس روایت کی۔ اسی طرح حدیث الوضو علی

الوضو نور کی نسبت امام منذری نے تصریح کی: لم تقف علیہ حالانکہ مسند امام رزین میں موجود ہے۔ وقس علی هذا۔

یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھیں کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم و احاطہ نظر کا دعویٰ ہے؟ کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی، اور تم معصوم ہو؟ کیا ممکن نہیں کہ حدیث انہیں کتابوں میں ہو، اور تمہاری نظر سے غائب رہے؟ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں، پھر کیا سب کتابیں تمہارے پاس ہیں؟ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ مانا کہ ان میں بھی نہیں، پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہوگئی تھیں؟ ممکن کہ ان احادیث میں ہو، جو علما اپنے سینوں میں لے گئے۔ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا؟ اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا، اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرالینا کیسی سخت سفاہت ہے؟...... وجہ پنجم ان سب سے گذرئیے۔ بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں، اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں، آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتہ دیتے ہیں، پھر حافظ جی صاحب! یہ تو طوطے کی طرح ''حق اللہ، پاک ذات اللہ کی'' یاد ہوئی۔ فہم حدیث کا منصب ارفع و اعلیٰ کدھر گیا؟ لاکھ بار ہوگا کہ ایک مطلب کی حدیث انہیں احادیث میں ہوگی، جو آپ کو برزبان یاد ہیں اور آپ کے خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے۔ آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی؟ اکابر اجلہ محدثین یہاں آ کر زانو ٹیک دیتے ہیں، اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔

حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم نہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی ''خیرات الحسان'' میں فرماتے ہیں: کسی نے امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے، ہمارے امام اعظم اس زمانہ میں انہیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے، حاضر مجلس تھے۔ امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے۔ امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے؟ فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنے ہیں اور وہ حدیث مع سند روایت فرمادیں۔ امام اعمش نے کہا: بس کیجیے! جو حدیثیں میں نے سودن میں آپ کو سنائیں، آپ گھڑی بھر میں مجھے سنادیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں؟ اے فقہ والو! تم طبیب ہو، اور ہم محدث لوگ عطار ہیں اور اے ابوحنیفہ! تم نے تو حدیث وفقہ دونوں کنارے لے لیے۔ والحمد للہ۔

خامساً: بالفرض مان ہی لیجیے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی۔ پھر کہاں عدم نقل اور کہاں نقل عدم؟ فتح القدیر میں ہے: عدم النقل لا ینفی الوجود۔

سادساً: یہ بھی سہی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس فعل کا نہ کرنا ثابت۔ پھر نہ کرنا اور بات ہے، اور منع فرمانا اور بات۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں: نہ کردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر۔ پھر کیسی جہالت ہے کہ نہ کرنے کو منع کرنا ٹھہرا رکھا ہے؟۔

سابعاً: مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں ازدیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس ومحبت ہے اور بے شک یہ امور عرف وعادت قدیم پر مبنی ہوتے ہیں۔ جو امر جس طرح جس قوم میں رائج، اور ان کے نزدیک الفت وموانست، اور اس کی زیارت پر دلیل ہو، وہ عین مقصود شرع ہوگا، جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو۔ حدیث میں ہے: جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے، اور ہاتھ ملائے، ان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر بلاد عجمیہ میں اس کا رواج نہیں۔ فارس میں اس کی جگہ خوش آمدی کہتے ہیں اور ہندوستان میں آیئے! آیئے! تشریف لایئے! اور اس کے مثل کلمات ...... اب کوئی عاقل اسے مخالفت حدیث ومزاحمت سنت نہ جانے گا۔ رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم کے الفاظ کا استعمال ہے۔ یہ کیوں نہیں بدعت وممنوع وخلاف سنت قرار پاتے؟ تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہار خوش دلی بغرض ازدیاد محبت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا، یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں، بلکہ اہل یمن آئے، انہوں نے اپنے رسم کے مطابق مصافحہ کیا۔ شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ائتلاف مسلمین کے موافق پاکر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طرح سے ہوتی، اور اس کی خصوصیت میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا، تو شرع اسے مقرر رکھتی اور ایسے ہی وعدہائے ثواب اس پر فرماتی۔

ثامناً: جو امر نو پیدا کسی سنت ثابتہ کی ضد واقع ہو، اور اس کا فعل سنت کا مزیل ورافع ہو، وہ بے شک ممنوع ومذموم ہے۔ جیسے **السلام علیکم** کی جگہ آج کل عوام ہند میں آداب، مجرا، کورنش، بندگی کا رواج ہے۔ اگر غریب بندے بعض معززوں سے بطریق سنت **السلام علیکم** کہیں، تو معززین اپنے حق میں گویا گالی سمجھیں۔ اس احداث نے ان سے سنت سلام اٹھادی۔ یہ بے شک ذم وانکار کے لائق ہے اور مصافحہ سے اظہار محبت وازدیاد الفت مقصود، تو دوسرے ہاتھ کی زیادت کہ ہرگز اس کے منافی نہیں، بلکہ بحسب عرف بلد مؤید وموکد ہے، زنہار ممنوع نہیں ہوسکتی۔

تاسعاً: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث، اور اس کا زمانہ تبع تابعین میں ہونا بھی معلوم ہولیا۔ خود ائمہ تبع تابعین نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ تمام بلاد اسلام مکہ معظّمہ ومدینہ طیبہ سے ہندوسندھ تک علما، عوام اہل اسلام دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور جو بات مسلمانوں میں متوارث ہوئی، بے اصل نہیں ہوسکتی۔ امام محقق علی الاطلاق **فتح القدیر** میں فرماتے ہیں: وہ متوارث ہے اور ایسی چیز کے لیے کوئی خاص سند درکار نہیں ہوتی۔

عاشراً: حدیث شریف میں ہے: لوگوں سے وہ برتاؤ کرو، جس کے وہ عادی رہے ہوں۔ لہٰذا ائمہ دین ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں میں جو امر رائج ہو، جب تک اس سے صریح نہی ثابت نہ ہو، ہرگز اس میں خلاف نہ کیا جائے، بلکہ انہیں کی عادت و اخلاق کے ساتھ ان سے برتاؤ چاہیے۔ بلکہ اور ان کی خواہی نہ خواہی مخالفت کرنی شرعاً مکروہ ہے۔

مولانا عبدالحق محدث دہلوی **شرح مشکوٰۃ** میں فرماتے ہیں: خروج از عادت اہل بلد موجب شہرت ومکروہ است۔

اعلیٰ حضرت اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں:۔

یہ چند جملے ہیں کہ بطریق اختصار بر سبیل ارتجال زبان قلم سے سرزد ہوئے۔ امید کرتا ہوں کہ مسئلہ مصافحہ بالیدین میں یہ مباحث رائقہ و ابحاث فائقہ خاص قلم فقیر کا حصہ ہوں۔ والحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سیّد المرسلین و الہ و صحبہ اجمعین و اللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم......

(۵۳) التحبیر بباب التقدیر (۱۵)

شریعت محمدیہ علی صاحبہا الوف الاف السلام و التحیۃ اپنے جملہ اصول و فروع میں اعلیٰ درجہ کامل، جامع فوائد نقلیہ اور مصالح حکمیہ ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ بحکم ادخلوا فی السلم کافہ O تمام مسائل کو ماننے، اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے، اور قرآن و حدیث پر پورے طریقہ پر ایمان لائے، اور جملہ آیتوں کو ماننا اپنا نصب العین قرار دے۔ جتنے فرقے گمراہ، اور بے دین ہوئے، ان کی گمراہی کا اصل سبب بعض آیات پر ایمان لانا، بعض دوسری سے چشم پوشی کر لینا ہے۔ مثلاً

قدریہ: آیت کریمہ: وما ظلمنھم ولکن کانو انفسھم یظلمون O پر ایمان لائے۔ یعنی ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اس آیت کو مان کر انہوں نے یہ اعتقاد رکھا کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ انسان جو چاہتا ہے خود کرتا ہے اور اس آیت کریمہ: واللہ خلقکم وما تعملون O سے چشم پوشی کر لی۔ یعنی اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے عمل کو...... معلوم ہوا کہ اللہ جیسے انسانوں کا خالق ان کے افعال و اعمال کا بھی خالق ہے۔ انسان اپنے افعال میں مستقل نہیں کہ جو چاہیں کریں، مشیت ایزدی کو اس میں کچھ دخل نہ ہو۔ اسی طرح

جبریہ: آیت کریمہ: وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین O پر ایمان لائے۔ یعنی تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ وہ سارے جہاں کا پالنے والا ہے اور اس آیت کریمہ ذالک جزینھم ببغیھم وانا لصدقون O سے چشم پوشی کر لی۔ یعنی یہ جزا دیا ہم نے ان کو ان کی سرکشی کے سبب اور یقیناً ہم سچے ہیں...... تو پہلی آیت کی بنا پر انہوں نے اعتقاد کیا کہ انسان کچھ نہیں کرتا، وہ مجبور محض ہے۔ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اسی طرح

خوارج: اس آیت کریمہ وان الفجار لفی جحیم O یصلونھا یوم الدین O پر ایمان لائے۔ یعنی بے شک فجار جہنم میں ہیں قیامت کے دن اس میں داخل ہوں گے......" اس سے عقیدہ قائم کیا کہ گناہ کبیرہ کی سزا ضرور ملے گی، کبیرہ کا مرتکب جہنم میں جائے گا اور اس آیت کریمہ ان اللہ یا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک لمن یشاء O یعنی بے شک اللہ نہیں بخشتا ہے شرک کو اور شرک سے نیچے کا گناہ جس شخص کا چاہے بخش دیتا ہے...... اس آیت سے چشم پوشی کر لی۔ اسی طرح بے دین

مرجیہ: آیت کریمہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً O پر ایمان لائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہوں کو بخش دے گا اور اسی بنا پر یہ عقیدہ رکھا کہ ایمان کے بعد کوئی برا عمل نقصان نہیں

دیتا۔ جس طرح کفر کے ساتھ کوئی اچھا کام مفید آخرت نہیں اور اس آیت کریمہ میں من یعمل سوء ایجزبہ O سے چشم پوشی کرلی۔ یعنی جو شخص برا کام کرے گا اس کی سزا دی جائے گی......اسی طرح

وہابیہ: اس آیت کریمہ لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الاھو O پر ایمان لائے۔ یعنی آسمان و زمین میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کر ڈالی اور صاف لکھ دیا کہ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے، اس لفظ کا اطلاق غیر خدا پر کسی تاویل سے بھی ہو، ایہام شرک سے خالی نہیں اور ان آیات لا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول O نہیں غالب کرتا ہے اپنے غیب پر کسی کو مگر جسے پسند کرے اپنے رسول سے۔ ماکان اللہ لیطلعکم علیٰ الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء O وہ نہیں کہ ایسے عام لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے اور لیکن چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جس کو چاہے اور وماھو علیٰ الغیب بضنین O یعنی نہیں ہے یہ رسول غیب کی بات بتانے میں بخیل۔ و علمك مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیك عظیماً O اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بڑا ہے۔ تلك من انباء الغیب نوحیھا الیك O یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو آپ کی طرف وحی کرتے ہیں سے آنکھیں میچ لیں۔

غرض تقدیر و تدبیر کے مسئلہ میں بھی لوگ دو گروہ ہو گئے ہیں۔

ایک کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا برا ہوتا ہے، سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے اور جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا، تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر سکتا ہے؟ بس انسان مجبور محض ہے۔ اس سے باز پرس کیوں کر ہوسکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیا، فلاں کیوں نہیں کیا؟ تدبیر کوئی چیز نہیں، بالکل واہیات ہے۔ جو شخص اپنے اطفال کو پڑھاتے لکھاتے ہیں، وہ جھک مارتے ہیں۔

اور دوسرا گروہ بالکل اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و جماعت نے دو رسالے لکھ کر ان دونوں کا بہترین فیصلہ اور ان دونوں معضل و مشکل مسئلوں پر بے مثل روشنی ڈالی اور تحقیق فرمائی ہے۔ ایک کا نام التحبیر بباب التدبیر اور دوسرے کا ثلج الصدر لایمان القدر ہے۔ دونوں رسالوں کے دیکھنے سے حق واضح ہو جاتا ہے۔

رسالہ التحبیر کی ابتدا حسب عادت مستمرہ اس خطبہ سے فرمائی ہے۔

الحمد للہ الذی قدر الکائنات ÷ وربط بالاسباب المسببات ÷ والصلاۃ و السلام علیٰ سیّد المتوکلین سرا و جھرا ÷ و امام العالمین والمدبرات امرا ÷ و علی آلہ و صحبہ الذین باطنھم توکل ÷ و ظاھرھم فی الکد و العمل......

فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے، سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔ قال تعالیٰ: کل صغیر و کبیر مستطر O و

قال تعالیٰ: و کل شئی احصینٰہ فی امام مبین O وقال تعالیٰ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین O الیٰ غیر ذالک من الآیات والاحادیث مگر تدبیر زنہار معطل نہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ رب جل مجدہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا، اور سنت الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبب پیدا ہو۔ جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا، کفار کی خصلت ہے۔ یوں ہی تدبیر کو محض عبث ومطرود وفضول ومردود بتانا، کسی کھلے گمراہ، یا سچے مجنون کا کام ہے۔ جس کی رو سے صدہا آیات واحادیث سے اعراض، اور انبیا وصحابہ وائمہ واولیا سب پر طعن واعتراض لازم آتا ہے۔ حضرات مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیھم اجمعین سے زیادہ کس کا توکل؟ اور ان سے بڑھ کر تقدیر الٰہی پر کس کا ایمان؟ پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے، اور اس کی راہیں بتاتے، اور خود کسب حلال میں سعی کرکے رزق طیب کھاتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے۔

موسیٰ علیہ السلام نے دس برس شعیب علیہ السلام کی بکریاں اجرت پر چرائیں۔

خود حضور پرنور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال بطور مضاربت لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔

حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ..... عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑے نامی تاجر تھے..... امام اعظم بزازی کرتے۔

بلکہ کوئی منکر تدبیر، تدبیر سے خالی نہیں ہوتا۔ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت، تجارت، نوکری، حرفت کچھ نہ کرتا ہو، آخر اپنے لیے کھانا پکاتا، یا پکواتا ہوگا۔ آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا، یہ کیا تدبیر نہیں؟ یہ بھی جانے دیجیے۔ اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ وایما کے خود بخود پکی پکائی اسے مل جاتی ہو، تاہم نوالہ بنانا، منہ تک لانا، چبانا، نگلنا، یہ بھی تدبیر..... تدبیر کو معطل کرے، تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الٰہی میں زندگی لکھی ہے، تو بے کھائے جیے گا۔ یا قدرت الٰہی سے پیٹ بھر جائے گا۔ یا خود بخود معدے میں چلا جائے گا۔ ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا کہ مذہب اہل سنت میں پانی پیاس بجھاتا ہے، نہ کھانا بھوک کھوتا ہے۔ بلکہ یہ سب اسباب عادیہ ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مربوط فرمایا اور اپنی عادت جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری وسیرابی پیدا فرماتا ہے۔ وہ نہ چاہے، تو گھڑے چڑھائے، دھڑیوں (کثرت سے) کھا جائے، کچھ مفید نہ ہوگا۔ آخر مرض استسقا وجوع البقر میں کیا ہوتا ہے؟ وہی کھانا پانی جو پہلے سیر وسیراب کرتا تھا، اب کیوں محض بے کار جاتا ہے؟ اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پیئے بھوک پیاس، پاس نہ آئے۔ جیسے زمانۂ دجال میں اہل ایمان کی پرورش فرمائے گا اور ملائکہ کا بے آب وغذا زندگی گزارنا کسے نہیں معلوم؟ مگر یہ انسان میں خرق عادت ہے، جس پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل وحماقت۔ یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کرکے خورونوش نہ کرنے کا عہد کرلے، اور بھوک پیاس سے مرجائے، تو بے شک حرام موت مرے، اللہ تعالیٰ کا گنہ گار ٹھہرے۔

مرگ بھی تو تقدیر سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا: و لا تلقوا بایدیکم الی التهلكة O اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔

گرچہ مردن مقدر ست و لے ٭ تو مرو در دہان اژدرہا

ہم نے مانا! کہ منکر تقدیر اپنے دعویٰ پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترک اسباب کر کے، پیمان واثق کر لے کہ اصلاً دست و پا نہ ہلائے گا، نہ اشارۃً نہ کنایۃً کسی تدبیر کے پاس جائے گا، خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر، ورنہ مرنا قبول۔ تاہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا۔ یہ کیا تدبیر نہیں؟ کہ دعا خود مؤثر حقیقی کب ہے؟ صرف حصول مراد کا ایک سبب ہے اور تدبیر کا ہے کا نام ہے؟ رب جل جلالہ فرماتا ہے: ادعونی استجب لکم O مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ وہ قادر تھا کہ بے دعا مراد بخشے۔ پھر اس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ بلکہ خلافت و سلطنت و قضاو جہاد و حدود و قصاص وغیرہا یہ تمام امور شرعیہ، عین تدبیر ہیں۔ کہ انتظام عالم و ترویج دین و دفع مفسدین کے لیے اس عالم اسباب میں مقرر ہوئے۔

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت نے گیارہ آیت کریمہ سے مدلل کر کے فرمایا ہے:-

بلکہ اور ترقی کیجیے تو نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ وغیرہا تمام اعمال دینیہ خود ایک تدبیر اور رضائے الٰہی و ثواب نا متناہی ملنے، اور عذاب و غضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔ قال تعالیٰ: ومن اراد الآخرة و سعى لها سعيها وهو مؤمن فاولئك كان سعيهم مشكوراO اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ فريق في الجنة و فريق في السعير O پھر بھی اعمال فرض کیے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے، اسے وہی راہ آسان اور اس کے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مہمل ہو تو دین و شرائع وانزال کتب وارسال رسل وایتان فرائض واجتناب محرمات معاذ اللہ سب لغو و فضول و عبث ٹھہریں۔ آدمی کی رسی کاٹ کر بجار کر دیں۔ دین و دنیا سب یک بارگی برہم ہو جائیں۔ لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم

نہیں! نہیں! بلکہ تدبیر بے شک مستحسن ہے اور اس کی بہت صورتیں مندوب و مسنون ہیں۔ جیسے دوا و دعا۔ حدیث میں ہے: لا يرد القضاء الا الدعاء تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے۔ یعنی قضائے معلق۔ دوسری حدیث میں ہے: تداو و عباد الله فان الله لم يضع داء الا وضع له دواء غير داء واحد الهرم خدا کے بندو! دوا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہ رکھی جس کی دوا نہ بنائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھاپا...... اور تدبیر کی بعض صورتیں فرض قطعی ہیں۔ جیسے فرائض کا بجا لانا، محرمات سے بچنا، بقدر سد رمق کھانا پینا، یہاں تک کہ اس کے لیے بحالت مخمصہ شراب و مردار کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح جان بچانے کی کل تدبیریں، اور حلال معاش کی سعی و تلاش، جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن، پیٹ کی پرورش ہو۔ حدیث شریف میں ہے: طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة آدمی پر فرض کے بعد دوسرا فرض یہ ہے کہ کسب حلال کی تلاش کرے۔

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت نے بکثرت احادیث سے ثابت فرمایا ہے اور اس کے بعد تحریر فرمایا کہ:

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ تلاش حلال وفکر معاش وتعاطی اسباب ہرگز منافی توکل نہیں، بلکہ عین مرضی الٰہی ہے۔ کہ آدمی تدبیر کرے، اور بھروسہ تقدیر پر رکھے۔ اسی لیے جب ایک صحابی نے عرض کی کہ اپنی اونٹنی چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ رکھوں، یا اسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا: قیدو تو کل باندھ دے اور خدا پر تکیہ کر۔

ع برتوکل زانوئے اشتر ببند

خود حضرت عزت جل مجدہٗ نے قرآن عظیم میں تلاش وتدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کی ہدایت فرمائی۔ قال تعالیٰ:

وتزودوا فان خیر الزاد التقوىٰ واتقون یاولی الالباب لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربکم O اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے، اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

یمن کے کچھ لوگ بے زادراہ لیے حج کو آتے، اور کہتے ہم متوکل ہیں ناچار بھیک مانگنی پڑتی۔ حکم آیا، توشہ ساتھ لیا کرو۔ کچھ اصحاب کرام نے موسم حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہ کہیں اخلاص نیت میں فرق نہ آئے۔ فرمان آیا: کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل ڈھونڈو۔

بلکہ انصاف کیجیے تو تدبیر کب تقدیر سے باہر ہے؟ وہ خود ایک تقدیر ہے اور اس کا بجالانے والا ہرگز تقدیر سے روگرداں نہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی: دوا تقدیر سے کیا نافع ہوگی؟ فرمایا: **الدواء من القدر ینفع من یشاء بماشاء** اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس دوا سے چاہے نفع پہنچادیتا ہے۔

ہاں! یہ بے شک ممنوع ومذموم ہے کہ آدمی ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہوجائے، اور اس کی درستی میں جاوبے جا، نیک وبد، حلال وحرام کا خیال نہ رکھے۔ یہ بات بے شک اسی سے صادر ہوگی، جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر اعتماد کر بیٹھا۔ شیطان اسے ابھارتا ہے کہ اگر یہ بن پڑے تو کاربراری ہے، ورنہ مایوسی وناکامی۔ ناچار سب ایں وآں سے غافل ہوکر اس کی تحصیل میں لہو پانی ایک کردیتا ہے، اور ذلت وخواری، خوشامد وچاپلوسی، مکر ودغابازی جس طرح بن پڑے، اس کی راہ لیتا ہے۔ حالانکہ اس حرص سے کچھ نہ ہوگا، ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے۔ اگر یہ علو ہمت، وصدق نیت، وپاس عزت، ولحاظ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا، رزق کہ اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ لیا ہے، جب بھی پہنچتا۔ اس کی طمع نے آپ اس کی پاؤں میں تیشہ مارا، اور حرص وگناہ کی شامت نے **خسر الدنیا و الآخرۃ** کا مصداق بنایا۔

اس مضمون کو بکثرت احادیث سے مدلل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:۔

ان سب حدیثوں میں بھی تلاش وتدبیر کی طرف ہدایت فرمائی۔ مگر حکم دیا کہ شریعت وعزت کا پاس رکھو۔ تدبیر میں بے ہوش وبدہوش نہ ہوجاؤ۔ دست درکار، ودل بایار۔ تدبیر میں ہاتھ، دل تقدیر کے ساتھ۔ ظاہر میں ادھر باطن میں ادھر۔ اسباب کا

نام،مسبب سے کام۔ یوں بسر کرنا چاہیے۔ یہی روش ہدی ہے۔ یہی مرضی خدا۔ یہی سنت انبیا۔ یہی سیرت اولیاعلیھم جمیعا الصلاۃ بس اس بارے میں یہی قول فیصل وصراط مستقیم ہے۔ اس کے سوا تقدیر کو بھولنا، یا حق نہ ماننا، یا تدبیر کو اصلاً مہمل جاننا، دونوں معاذ اللہ گمراہی، ضلالت، یا جنون وسفاہت۔

اخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:۔

اس تحریر میں کہ فقیر نے پندرہ آیتیں اور پینتیس حدیثیں جملہ پچاس نصوص ذکر کیے، اور صدہا بلکہ ہزار ہا کے پتے دیئے۔ یہ کیا تھوڑے ہیں؟ انہیں سے ثابت کہ انکار تدبیر کس قدر اعلیٰ درجہ کی حماقت، اخبث الامراض، اور قرآن وحدیث سے صریح اعراض، اور خدا اور رسول پر کھلا اعتراض۔ ولاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۴۵) ثلج الصدر لایمان القدر (۱۶)

موضع کٹوار ہا کھیری ملک اودھ سے جناب سیّد محمد مظفر حسین صاحب خلف جناب سیّد رضا حسین صاحب تعلقہ دار نے ۲۸ محرم ۱۳۲۵ھ کو یہ سوا بھیجا۔

چہ می فرمانید علما دین دریں مسئلہ...... قرآن میں جس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کرو، ان کے لیے اسلام کے واسطے مشیت ازلی نہیں ہے، یہ مسلمان نہ ہونگے...... اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیات قرآنی موجود ہیں...... تو پس کیوں کر خلاف مشیت پروردگار کوئی امر ظہور ہو سکتا ہے؟ کیوں کہ مشیت کے معنی ارادہٗ پروردگار عالم کے ہیں۔ تو جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا، تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر کر سکتا تھا؟ اور اللہ تعالیٰ نے جب قبل پیدائش کسی بشر کے ارادہ اس کے کافر رکھنے کا کر لیا تھا، تو اب وہ مسلمان کیوں کر ہو سکتا ہے؟ یھدی من یشاء کے صاف معنی یہ ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی، وہ ہوگا...... پس انسان مجبور ہے، اس سے باز پرس کیوں کر ہو سکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا؟ کیوں کہ جس وقت اس کو ہدایت از جانب باری عزاسمہ ہوگی، فوراً وہ اختیار کرے گا...... علم اور ارادہ میں بین فرق ہے۔ یہاں من یشاء سے اس کی خواہش ظاہر ہوتی ہے...... پھر انسان باز پرس میں کیوں لایا جائے؟ پس معلوم ہوا کہ جب اللہ پاک کسی بشر کو اہل جنان سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسے ہی ہدایت ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں ۱۶ صفحے کا مختصر جامع ونافع رسالہ مسمّٰی بہ ثلج الصدر لایمان القدر تصنیف فرمایا۔ جس کی ابتدا حسب دستور وعادت شریفہ خطبہ ودعا سے فرمائی۔

اللھم ھدایۃ الحق والصواب O ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب O رب انی اعوذبک من ھمزات الشیطان و اعوذبک رب ان یحضرون......

اللہ عزوجل نے بندے بنائے۔ انہیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا آلات وجوارح عطا فرمائے اور انہیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا، اور ان کے ارادے کا تابع وفرماں بردار کر دیا کہ اپنے منافع حاصل کریں، اور مضرتوں سے

بچیں...... پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا، جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ عقل کو ان امور کے ادراک کی طاقت بخشی۔ خیر وشر، نفع وضرر، یہ حواس ظاہری نہ پہچان سکتے تھے...... پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس ویاور نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں ہیں، جن کو عقل خود ادراک نہ کر سکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا، ان میں لغزش کرنے ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لیے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔ لہٰذا انبیا بھیج کر کتابیں اتار کر ذرا ذرا بات کا حسن وقبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام وکمال فرمادی۔ کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔ لئلا یکون للناس علی اللّٰہ حجۃ بعد الرسل O حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہوگیا۔ ہدایت وگمراہی پر پردہ نہ رہا۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی O

بایں ہمہ کسی کا خالق ہونا یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباس وجود پہنا دینا، یہ اسی کا کام ہے۔ یہ نہ اس نے کسی کے اختیار میں دیا، نہ کوئی اس کا اختیار پا سکتا تھا۔ کہ تمام مخلوقات خود اپنی حد ذات میں نیست ہیں۔ ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے۔ ہست بنانا اسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہست حقیقی وہست مطلق ہے...... ہاں! یہ اس نے اپنی رحمت اور اپنے غنائے مطلق سے عادات اجرا فرمائی ہے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے، اپنے جوارح ادھر پھیرے، مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادے سے اسے پیدا فرما دیتا ہے۔ مثلاً اس نے ہاتھ دیئے، ان میں پھیلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قدرت رکھی۔ تلوار بنانی بتائی، اس میں دھار اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی۔ اس کا لگانا، اٹھانا، وار کرنا بتایا۔ دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی۔ اسے نیک وبد میں تمیز کی طاقت عطا کی۔ شریعت بھیج کر قتل حق وناحق کی بھلائی برائی صاف جتادی...... زید نے وہی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے جھکی، اور ولید کے جسم پر لگی...... تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی، بارادۂ خدا واقع ہوئی اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا، یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس وجن وملک جمع ہوکر تلوار پر زور کرتے، تو اٹھنا درکنار، ہرگز جنبش نہ کرتی...... اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد، اگر وہ نہ چاہتا تو زمین آسمان پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پلے پر ڈال دیے جاتے، نام کو بال برابر نہ جھکتی...... اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا، تو محال تھا کہ ولید کے جسم تک پہنچتی...... اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد، اگر وہ نہ چاہتا، گردن کٹنا تو بڑی بات ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔

لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں، اور خراش تک نہ آئی۔ گولیاں لگیں، اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہوگئیں۔ شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں...... تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلق خدا وبارادۂ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتل ولید کا ارادہ کیا، اور اس طرف سے اپنے جوارح آلات کو پھیرا۔

اب اگر ولید شرعاً مستحق قتل ہے، تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا، بلکہ بار ہا ثواب عظیم کا مستحق ہوگا کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا، اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنی مرضی، اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا...... اور اگر قتل ناحق ہے، تو یقیناً زید پر الزام ہے، اور عذاب الیم کا مستحق ہوگا کہ بمخالفت حکم شرعی اس شئی کا عزم کیا، اور اس طرف جوارح کو متوجہ کیا، جسے مولیٰ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنی غضب اپنے ناراضی کا کام بتایا تھا۔

غرض فعل، انسان کے ارادہ سے نہیں ہوسکتا۔ بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ارادہ کرے، اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کردے گا اور یہ برے کا ارادہ کرے، اور اپنے جوارح کو پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرمادے گا...... دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ شہد میں شفا اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے کہ دیکھو! یہ شہد ہے، اس کے یہ منافع ہیں اور خبردار! یہ زہر ہے، اس کے پینے سے ہلاک ہو جاتا ہے...... ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہاں میں گونجیں، اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھا کر پی، اور کچھ نے زہر کی...... ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا کے ہی بنائے ہوئے تھے، اور ان میں پیالی اٹھانے منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی۔ منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے اندر لینے کی طاقت، اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے...... اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کر لیں گے؟ یا شہد بذات خود خالق نفع ہو جائے گا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دست قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے، تو منوں شہد پی جائے، کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے...... یو ہیں زہر والوں کے پیٹ میں زہر جا کر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کر لیں گے؟ یا زہر خود بخود خالق ضرر ہوگا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ بھی اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے، تو سیروں زہر کھا جائے، اصلاً بال بانکا نہ ہوگا۔ بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے۔ بایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین وآفرین ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انہوں نے اچھا کیا، ایسا ایسا ہی کرنا چاہئے تھا اور زہر پینے والے ضرور لائق سزا و نفریں ہیں۔ ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بد بخت خودکشی کے مجرم ہیں۔

دیکھو! اوّل سے آخر تک جو کچھ ہوا، سب اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا اور جتنے آلات اس کام میں لیے گئے، سب اللہ ہی کے مخلوق تھے اور اسی کے حکم سے انہوں نے کام دیے، جو تمام عقلا کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے، اور دوسرے کی مذمت۔ تمام کچہریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں، ان زہر نوشوں کو مجرم بتاتی ہیں۔ پھر کیوں بتاتی ہیں؟ نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا، نہ زہر میں قوت اہلاک ان کی رکھی ہوئی، نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا، نہ اس کے بڑھانے، اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ دہن وحلق ان کے پیدا کیے ہوئے، نہ ان میں جذب وکشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادہ سے ممکن تھا...... آدمی پانی پیتا ہے، اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے۔ مگر اچھو ہو کر نکل جاتا ہے۔ اس کا چاہا نہیں چلتا، جب تک وہی نہ چاہے، جو

صاحب سارے جہان کا ہے......اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں۔خون میں اس کا ملنا، اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہنچنا، اور وہاں جا کر اسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے، نہ اس کی طاقت ہے۔بہتیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں، پھر ہزار کوشش کرتے ہیں، جو ہونی ہے، ہو کر رہتی ہے۔اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا، تو اس ارادہ سے باز آتے ہی، زہر باطل ہو جانا لازم تھا۔مگر نہیں ہوتا۔تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے۔

پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے؟۔ہاں! باز پرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیئے تھے۔عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان جتا دیے تھے۔دست و دہان و حلق اس کے قابو میں کر دیئے تھے۔دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اسے دے دی تھی۔یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جام شہد کی طرف بڑھاتا، اللہ تعالیٰ اسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا۔یہاں تک کہ سب کام اوّل تا آخر اسی کی خلق ومشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے موجب ہوتے۔مگر اس نے ایسا نہ کیا، بلکہ کاسہ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور اس کے پینے کا عزم لایا۔

وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پرواہ ہے۔وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ قصد کرے، اور وہ خلق فرما دے۔اس نے اسی کاسہ کا اٹھنا، اور حلق سے اترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرما دیا۔پھر یہ کیوں کر بے جرم قرار پا سکتا ہے؟......انسان میں یہ قصد وارادہ واختیار ہونا، ایسا واضح وروشن وبدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنون۔ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکات ارادی ہیں۔ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لیے ہاتھ کو حرکت دینا، اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رعشہ سے ہو، ان میں صریح فرق ہے۔ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا، اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے، ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے۔اوپر کودنا اپنے ارادہ واختیار سے تھا، اگر نہ چاہتا، نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا، اپنے ارادہ واختیار سے نہیں۔ولہٰذا اگر رکنا چاہے، تو نہیں رک سکتا۔

پس یہی ارادہ، یہی اختیار، جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے، عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدار امر ونہی، جزا وسزا، ثواب وعقاب وپرسش وحساب ہے۔اگر چہ بلاشبہ بلا ریب قطعاً یقیناً یہ ارادہ واختیار بھی اللہ عزوجل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا، نہ اپنے لیے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا بنا سکتا تھا۔یونہی اپنے لیے طاقت، قوت، ارادہ اختیار بھی نہیں بنا سکتا تھا۔سب کچھ اسی نے دیا، اور اسی نے بنایا۔مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ واختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے، تو ہم پتھر ہو گئے۔قابل سزا وجزا وباز پرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے؟

صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ واختیار۔تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحب ارادہ واختیار ہوئے، یا مضطر ومجبور

ونا چار؟

صاحبو! تمہاری اور پتھر کی حرکت میں کیا فرق تھا؟ یہ کہ وہ ارادہ واختیار نہیں رکھتا، اور تم میں اللہ نے یہ صفت پیدا کی...... عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے سے تمہاری حرکات کو پھر کی حرکت سے ممتاز کر دیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو۔ یہ کیسی الٹی مت ہے؟

اللہ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، ان میں نور خلق کیا، اس سے ہم انکھیارے ہوئے، نہ کہ معاذ اللہ اندھے...... یونہی اس نے ہم میں ارادہ واختیار پیدا کیا، اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے، نہ کہ الٹے مجبور؟ ہاں! یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فرد اختیار بھی اسی کی خلق، اسی کی عطا ہے، ہماری اپنی ذات سے نہیں۔ تو مختار کردہ ہوئے، خود مختار نہ ہوئے۔ پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندہ کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے۔ نہ جزا وسزا کے لئے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوع اختیار چاہیے، کسی طرح ہو، وہ بداہۃً حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر ومثال کافی ہے۔ شہد کی پیالی اطاعت الٰہی ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی اور وہ عالی شان حکما، انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام، اور ہدایت اس شہد سے نفع پاتا ہے، کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہنچاتا ہے، کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ مگر طاعت والے تعریف کیے جائیں گے، اور تمرد والے مذموم وملزم ہو کر سزا پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے۔ **یغفر لمن یشاء** باقی ہے۔ **والحمد للہ رب العالمین له الحکم والیه ترجعون۔**

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت کرو۔ ہاں! یہ ضرور فرمایا کہ ہدایت، ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ اس کا بیان ابھی ہو چکا اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ واضح ہوگا۔

ابونعیم **حلیۃ الاولیاء** میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ ایک دن امیر المومنین خطبہ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ تھے، کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے؟ فرمایا: گہرا دریا ہے، اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے، نہ اختیار اسے سپرد ہے۔ عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص حضور میں حاضر ہے، وہ کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے۔ مولیٰ علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المومنین نے اسے دیکھا تو تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی، اور فرمایا: تو کام کی قدرت کا خدا کے ساتھ مالک ہے، یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے، خبردار! ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا، ورنہ کافر ہو جائے گا، اور میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس نے کہا: یا امیر المومنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یوں کہہ اس خدا کے دیئے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیت کے کچھ اختیار نہیں۔

پس یہی عقیدۂ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے، نہ خود مختار۔ بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے، جس کی کنہ، رازِ خدا، اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔

اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المومنین مولیٰ علی پر نازل ہوں کہ ان دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرما دیا...... ایک صاحب نے اس بارہ میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے؟ ارشاد فرمایا: کیا زبردستی اس کی معصیت کرلے گا؟ **افیعصی قهراه** یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو، مگر اس نے کر ہی لیا۔ تو اس کا ارادہ زبردست پڑا...... گویا معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں، پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گزرتے ہیں۔ حاشا! وہ ملک الملوک، بادشاہ حقیقی قادر مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے علم کے ایک ذرہ جنبش کرسکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں: **فکانما القمنی حجرا** مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔

دوسری بات کہ سزا و جزا کیوں ہے؟۔

اس کا جواب ابن ابی حاتم و اصفہانی ولال کائی و خلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر سے روایت کرتے ہیں: مولیٰ علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولیٰ علی نے اس سے فرمایا: اے خدا کے بندے! تجھے اس لیے پیدا کیا، جس لیے اس نے چاہا۔ یا اس لیے جس لیے تو نے چاہا؟ کہا: جس لیے اس نے چاہا۔ فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا: جہاں وہ چاہے۔ فرمایا: خدا کی قسم! تو اس کے سوا کچھ اور کہتا، تو تیرا یہ سر، جس میں تیری آنکھیں ہیں، تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: **وما تشاؤون الا ان یشاء الله هو اهل التقویٰ و اهل المغفره** O اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقویٰ کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا۔ بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا، بھیجتے وقت بھی نہ لے گا۔ تمام عالم اس کی ملک ہے، اور مالک سے دربارۂ ملک سوال نہیں ہوسکتا۔ یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے مگر **انشاء اللہ تعالیٰ** کافی ووافی و صافی وشافی۔ جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے اور ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ **و لله الحمد و الله سبحنه تعالیٰ اعلم**............

کلمات دعائیہ

از: جانشین مفتی اعظم حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری از ہری مدظلہ، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

یہ جان کر بہت مسرت ہوئی کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' مکمل عنقریب پہلی مرتبہ منظر عام پر آ رہی ہے۔ مولانا المحترم مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب مضطر رضوی نے جس جد و جہد سے اسے حاصل کیا پھر اس کی ترتیب و تہذیب، تصحیح و تحشیہ اور فہرست سازی میں جو عرق ریزیاں فرمائیں ان کے لئے وہ مبارک باد اور لائق صد ستائش ہیں۔

حضرت مولانا موصوف نے چند مقامات مجھے دکھائے جہاں توقیت کے حساب میں ہندسے غلط چھپ گئے تھے اور ترتیب میں بہت الٹ پھیر کاتب کی غلطی سے ہو گیا تھا۔ الحمد للہ انہوں نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے ساتھ ساتھ ''فتاویٰ رضویہ'' میں بھی مطبوعہ ان غلطیوں کی تصحیح کر دی۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب موصوف کو بہتر جزاء اس عمل خیر کی عطاء فرمائے اور اس میں جو بھی ان کے مدد و معاون ہوئے ان سب کو برکات دارین سے نوازے آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

فقیر محمد اختر رضا قادری از ہری غفرلہ

۲۳ / جمادی الثانی ۲۳ ہجری

ارشادات عالیہ

از: امین ملت حضرت ڈاکٹر سیّد شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، پروفیسر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم–نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فقیر برکاتی نے حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر کی مرتبہ "حیات اعلیٰ حضرت" کے ضخیم مسودے کو گہرائی سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ مفتی صاحب نے جس قدر کاوش کی ہے وہ بے مثال ہے۔

اردو میں سوانح نگاری کا فن نیا نہیں ہے۔ مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی پہلی نثری سوانح ان کے چہیتے شاگرد اور خلیفہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے تصنیف فرمائی، ان سے پہلے مفتی محمود جان قادری جودھ پوری علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کی مختصر منظوم سوانح لکھ چکے تھے ملک العلماء نے ایک تحقیقی منصوبہ بندی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی وقیع سوانح لکھی جو چار جلدوں پر مشتمل تھی۔ چوتھی جلد فی الحال مفتی صاحب کی دسترس سے باہر ہے انشاء اللہ اس کی دستیابی جلد متوقع ہے۔

اس سوانح کو مرتب کرنے میں طویل مدت صرف ہوئی۔ مفتی صاحب نے بے شمار کتابوں کی مدد سے جگہ جگہ حاشئے لگا کر سونے پر سہاگا کر دیا۔

جو قومیں اپنے اکابر کے حالات سے صرف نظر کرتی ہیں ان کی مثال بے منزل کے مسافر جیسی ہوتی ہے اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنے اسلاف اور اکابر کے کارناموں کو یاد کرتے رہیں اور روشنی حاصل کرتے رہیں۔

رضا اکادمی ممبئی کے روح رواں اور محبّ سنیت عزیزم محمد سعید نوری اور مفتی صاحب کا سنیوں پر احسان ہے کہ "سوانح اعلیٰ حضرت" ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

میں ہر دو حضرات کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ادبی، علمی، سماجی اور دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

گدائے برکات:

ڈاکٹر سیّد شاہ محمد امین قادری

خادم سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ (ایٹہ)

پروفیسر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲۸/اگست ۲۰۰۳ء

جلدسوم

رویائے صادقہ، اکابر کا دیدار پُر انوار

ملفوظات حصہ سوم ہے:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے فرمایا: حضرت جدامجد رضی اللہ عنہ کو میرے ساتھ اس وقت تک وہی محبت ہے جو پہلے تھی۔ میرے جدامجد رضی اللہ عنہ کے ایک حقیقی بھتیجے تھے۔ انہوں نے کوئی دقیقہ میری برائی میں اپنے نزدیک اٹھا نہ رکھا۔ ایک روز میں نے خواب دیکھا کہ حضرت جدامجد رضی اللہ عنہ پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور وہ صاحب پائتی میں بیٹھے ہیں؛ اور چند بات کرنا چاہتے ہیں، حضرت جواب نہیں دیتے اور متوجہ نہیں ہوتے۔ اتنے میں، میں حاضر ہوا۔ حضرت مجھے دیکھ کر فوراً سروقد کھڑے ہوئے اور فرمایا: آیئے مولانا! تشریف لایئے۔ باوجودیکہ میں ان کی جوتی کی خاک۔ مگر حضرت نے مجھے نہایت تعظیم سے اپنے پاس بٹھایا، اور جب تک میں بیٹھا رہا حضرت برابر میری طرف متوجہ رہے۔ دوروز ہوئے تھے کہ لکھنؤ سے خمیرہ آیا تھا حضرت حقہ ملاحظہ فرما رہے تھے مجھے خواب میں خمیرہ یاد آیا میں اٹھا اور عرض کیا: میں لکھنؤ کا خمیرہ بھرتا ہوں۔ سنتے ہی گھبرا گئے، اور فوراً کھڑے ہو گئے فرمانے لگے: مولانا! آپ تکلیف نہ فرمایئے، مولانا! آپ تکلیف نہ فرمایئے، اور مجھے بٹھا لیا میری محبت کے سبب اپنے حقیقی بھتیجے سے کلام نہ فرمایا۔

ایک دن میں روتا ہوا دوپہر کو سو گیا۔ دیکھا کہ حضرت جدامجد رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اور ایک صندوقچی عطا فرمائی، اور فرمایا: عنقریب آنے والا ہے وہ شخص جو تمہارے دردِ دل کی دوا کرے گا دوسرے یا تیسرے روز حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ بدایوں سے تشریف لائے، اور اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے گئے، وہاں جا کر شرف بیعت حاصل کیا۔

ایک مرتبہ جائیداد کا جھگڑا تھا، اور وہ بھی ایسا کہ ظاہری رزق بند ہونے کے اسباب تھے۔ اسی دوران میں خواب دیکھا کہ حضرت جدامجد رضی اللہ عنہ عربی گھوڑے پر سوار، تمام اعضا نہایت روشن، عربی لباس میں تشریف لائے۔ میں اسی پھاٹک میں کھڑا تھا۔ حضرت قریب آ کر گھوڑے سے اترے، اور فرمایا: بشیر الدین وکیل کے یہاں جانا ہے۔ آنکھ کھلی میں نے کہا: اب مقدمہ فتح ہو گیا، چنانچہ صبح ہی کو مقدمہ میں فتح یابی ہو گئی۔

آٹھ دس برس ہوئے رجب کے مہینہ میں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں: احمد رضا! اب کی رمضان میں تمہیں بیماری ہوگی، اور زیادہ ہوگی، روزہ نہ چھوڑنا۔ یہاں بحمد اللہ تعالیٰ جب سے فرض ہوئے کبھی نہ سفر میں نہ مرض کسی حالت میں روزہ نہیں چھوڑا۔ خیر! رمضان شریف میں، میں بیمار ہوا مگر بحمد اللہ تعالیٰ روزے نہ چھوڑے۔

گاؤں میں ایک زمین میری زمین کے متصل ایک صاحب کی تھی وہ ایک سود خور کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ان سے کہا گیا، مخالفت کی وجہ سے انہوں نے نہ مانا۔ والد ماجد صاحب خواب میں تشریف لائے، اور فرمایا: مجھے نہیں دیتے؟ سود خوار کو دیتے ہیں، اور ملے گی مجھی کو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک بار بیمار ہوا، اور شدت کا درد ہوا، آنکھ لگ گئی۔ خواب میں حضرت والد ماجد اور مولوی برکات احمد صاحب مرحوم، جو والد ماجد سے پڑھا کرتے تھے، تشریف لائے۔ مولوی برکات احمد صاحب نے پوچھا: مزاج کیسا ہے؟ میں نے کہا: درد کی شدت ہے۔ دعا کیجئے کہ ایمان پر خاتمہ ہوجائے۔ یہ کہا ہی تھا کہ والد ماجد کا چہرہ سرخ ہوگیا؛ اور فرمایا: ابھی تو باون برس مدینہ طیبہ میں۔ اب اس کے دو معنیٰ ہوسکتے ہیں۔ کہ باون برس کی عمر میں مدینہ طیبہ کی حاضری ہوگی، چنانچہ دوسری حاضری میں میری عمر باون برس کی تھی۔ یا یہ کہ اس وقت سے باون برس بعد مدینہ طیبہ کی حاضری ہوگی، اور خدا سے امید ہے کہ ویسا ہی کرے۔ آمین

ایک مرتبہ کھانا نہ کھایا تھا کئی روز سے۔ والدین کریمین کو خواب میں دیکھا، والدہ ماجدہ نے کچھ نہ فرمایا۔ والد صاحب نے فرمایا: تمہارے نہ کھانے سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے۔ مجبوراً پھر صبح سے کھانا شروع کردیا۔

ایک بار میں نے (خواب میں) دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک سواری ہے بہت نفیس اور اونچی بھی تھی۔ والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا، اور فرمایا: گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت رضی اللہ عنہ کی۔

ایک صاحب میرے چچا ہوتے تھے۔ گاؤں کا کام وہی کرتے تھے۔ ایک بار حضرت والد ماجد ان سے ناراض ہوگئے، فرما دیا تھا کہ اب سے یہ گاؤں کا کام نہ کریں۔ بعد میں مجھے فرصت نہیں اور گاؤں کے کام پر معتمد آدمی درکار تھا، اور ان سے بڑھ کر اور کون معتمد ہوسکتا تھا۔ مگر حضرت والد ماجد کی ممانعت تھی، سخت فکر تھی۔ ایک روز شب کو تشریف لائے، اور ان کا ہاتھ لے کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت کی اجازت ہے کہ انہیں کو گاؤں کا کام دے دو۔ چنانچہ صبح ہی کو میں نے انہیں گاؤں کو بھیج دیا۔

ملفوظات حصہ چہارم:

میرے حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز کے خالہ زاد بھائی الف کے نام ب نہ جانتے تھے۔ یہاں ایک شخص صوفی بنے ہوئے تھے ان کے پاس آمدورفت زیادہ تھی انہوں نے تفضیلہ کرلیا۔ میرا پندرہ سولہ برس کا سن تھا، میں انہیں حدیثیں سناتا اور سمجھاتا کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ تفضیل باطل ہے۔ مرتے وقت اپنی بیوی کو بلا کر کہا میرا بھتیجا مجھے سمجھایا کرتا تھا، اور میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اب میں سمجھا کہ وہی حق تھا، تم شاہد رہو کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو احمد رضا کا ہے۔ میں نے ان کو ایک روز خواب میں دیکھا۔ کہنے لگے: تم نے وہ حدیث مجھ سے نہیں بیان کی تھی کہ جو دنیا میں ہنستے ہیں وہ وہاں روتے ہیں، اور جو دنیا میں

روتے ہیں وہ وہاں ہنستے ہیں۔

جب اعلیٰ حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خان صاحب قدس سرہ کا وصال ہوا تو اپنے پیر مرشد برحق اعلیٰ حضرت سیّدنا شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ العزیز کورؤیا میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ الاماجد کے مرقد پر تشریف لائے۔غلام نے عرض کیا: حضور! یہاں کہاں؟ او لفظا هذا معناه فرمایا: آج سے یا اب سے یہیں رہا کریں گے۔ رحمهما الله رحمة واسعة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لم يبق من النبوة الا المبشرات قالوا وما المبشرت قال الرؤيا الصالحة رواه البخاري عن ابي هريرة وزاد مالك يراها الرجل المسلم اوترى له ولاحمد وابن خزيمة وابن حبان وصححاه عن ام كرز ذهبت النبوة وبقيت المبشرات وللطبراني في الكبير عن حذيفة بسند صحيح ذهبت النبوة بعد الاالمبشرات أي الرويا الصالحة يراها الرجل اوترى له یعنی نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہیں ہاں بشارتیں باقی ہیں یعنی اچھا خواب کہ مسلمان دیکھے۔یا اس کے لیے دیکھا جائے۔

الحمد للہ! اس رسالہ (تجلی الیقین بان نبینا سیّد المرسلین) کے زمانہ تصنیف میں مصنف نے خواب دیکھا کہ میں اپنی مسجد میں ہوں، چند وہابی آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت مطلقہ میں بحث کرنے لگے۔مصنف نے دلائل صریحہ سے انہیں ساکت کر دیا کہ خائب وخاسر چلے گئے۔ پھر مصنف نے اپنے مکان کا قصد کیا۔(یہ مسجد شارع عام پر واقع ہے۔دروازہ سے نکل کر چند سیڑھیاں ہیں کہ اس سے اتر کی سڑک ملتی ہے اس کے جنوب کی طرف ہندوؤں کا مندر اور کنواں ہے)، مصنف ابھی زینہ سے نہ اترا تھا کہ بائیں طرف سے ایک مادہ خوک اور اس کے ساتھ اس کا بچہ سڑک پر آتا دیکھا، جب زینہ مذکور کے پاس آئے تو اس بچہ نے مصنف پر حملہ کرنا چاہا۔اس کی ماں نے دوڑ کر اسے روکا، اور غالباً اس کے منہ پر طمانچہ مارا بہر حال اسے سختی کے ساتھ جھڑکا، اور ان وہابیہ کی طرف اشارہ کر کے بولی دیکھتا نہیں یہ تیرے بڑے اس سے جیتے نہیں، تو اس پر کیا حملہ کرے گا؟ یہ کہہ کر وہ سؤر یا اور اس کا بچہ دونوں اس ہندو کنویں کی طرف بھاگ کر چلے گئے۔الحمد للہ رب العالمین اس خواب سے مصنف نے قبول رسالہ پر استدلال کیا۔ولله الحمد

اس سے کچھ پہلے مصنف نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے پھاٹک کے آگے شارع عام پر کھڑا ہوں، اور بہتر طور کا ایک فانوس ہاتھ میں ہے، جسے روشن کرنا چاہتا ہوں۔دو شخص داہنے بائیں کھڑے ہیں، وہ پھونک مار کر بجھا دیتے ہیں۔اتنے میں مسجد کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی وہ دونوں مخالف ایسے غائب ہو گئے کہ معلوم نہیں آسمان کھا گیا، یا زمین میں سما گئے۔حضور پر نور انیس بے کساں، مولائے دل وجاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس سگِ بارگاہ کے پاس تشریف لائے، اور اتنے قریب رونق افروز ہوئے کہ شاید ایک بالشت یا کم کا فاصلہ ہوا، اور بکمال رحمت ارشاد فرمایا: پھونک مار، اللہ روشن

کردے گا۔ مصنف نے پھونکا، وہ عظیم نور پیدا ہوا کہ سارا فانوس اس سے بھر گیا۔ والحمد للہ رب العالمین ۔(آخیر رسالہ تجلی الیقین)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے ۱۳۰۶ھ میں کسی نے دربارہ مصافحہ سوال کیا: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے، یا نہیں؟ اور غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے کرتے، اور دونوں ہات سے مصافحہ کو ناجائز وخلاف احادیث جانتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے، یا غلط؟

اعلیٰ حضرت نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے جواز اور مقلدوں کے دعویٰ کے ابطال میں ایک مستقل رسالہ چالیس صفحوں کا مسمیٰ بنام صفائح اللجین فی کون التصافح بکف الیدین تحریر فرمایا۔ اسی میں فرماتے ہیں: یہ مسئلہ فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر سے روز جمعہ ۱۹/ذی القعدہ ۱۳۰۶ھ کو بعد نماز جمعہ پوچھا گیا۔ جواب زبانی بیان میں آیا، اور ازاں جا کہ آج کل قدرے علالت اور بوجہ مشاغل درس، قلت مہلت تھی، خیال کیا کہ جمعہ آئندہ کی تعطیل انشاء اللہ تعالیٰ تحریر جواب کی کفیل ہوگی۔ اس اثناء میں سوال مذکور کا خیال بھی دل سے اتر گیا۔ ناگاہ شب سہ شنبہ ۱۳/ماہ مسطور کے سربشمال ورو بقبلہ میں سویا، اور نصیب بیدار تھا۔ خاص صبح کے وقت بحمد اللہ تعالیٰ خواب دیکھا کہ سمت مدینہ طیبہ سے امام غلام، مرشد الانام، قاضی البلاد، مفتی العباد، فقیہ النفس، مقارب الاجتہاد، امام اجل، ابوالمحاسن، فخر الملۃ والدین، ابوالمفاخر حسن ابن امام بدر الدین منصور بن امام شمس الدین محمود ابوالقاسم ابن عبد العزیز اوزجندی فرغانی معروف بہ امام قاضی خاں قدس اللہ تعالیٰ سرھم وافاض علینا فوزھم (جن کے فتاویٰ کے لیے شرقاً غرباً اعلیٰ درجہ پر اعتبار واشتہار، اور ان کا امام مجتہد، فقیہ النفس، اعظم عمائد سے ہونا عالم آشکار) فقیر کے سرہانے تشریف لائے، بلند بالا، متوسط بدن، سفید پوشاک زیب تن، وسیع گھیر نیچے دامن، اور بزبان فارسی یہ دو جملے ارشاد فرمائے: 'مستند ایشاں حدیث انس است واو را مفہوم نیست' لفظ یہی تھے، یا اس کے قریب۔ معاً جمال مبارک دیکھتے ہی قلب فقیر میں القا ہوا کہ یہ امام قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور کلام مقدس سنتے ہی دل میں آیا کہ اسی مسئلہ مصافحہ کی نسبت ارشاد ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

احادیث صحیحہ سے ثابت کہ حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے (خواب کو) امر عظیم جانتے اور اس کے سننے پوچھنے بتانے اور بیان فرمانے میں نہایت درجہ کا اہتمام فرماتے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح پڑھ کر حاضرین سے دریافت فرماتے: هل رأ احدا الليلة الرؤيا آج کی شب کسی نے کوئی خواب دیکھا؟ جس نے دیکھا ہوتا عرض کرتا حضور تعبیر فرماتے۔ احمد و بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ والطبرانی وحکیم ترمذی وابن جریر وابن عبد البر وابن النجار وغیرھم محدثین کبار کے یہاں احادیث انس وابوہریرہ وعبادہ بن صامت وابوسعید خدری وعبداللہ وعوف بن مالک وبارزین عقیلی وعباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'مسلمان کی خواب نبوت کے ٹکڑوں سے ایک ٹکڑا ہے۔ (حدیثیں اس بارے میں مختلف آئیں، چوبیسواں، پچیسواں،

چھبیسواں، چالیسواں، چوالیسواں، پچاسواں، سترواں، چھہترواں ٹکڑا سب وارد ہیں۔ لہٰذا فقیر نے مطلق ایک ٹکڑا کہا، اور اکثر احادیث صحیحہ میں چھیالیسواں ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ) صحیح بخاری ابوہریرہ اور صحیح مسلم وسنن ترمذی میں عبداللہ بن عباس واحمد وابن ماجہ وخزیمہ وحبان کے یہاں صحیح ام کرز کعبیہ اور مسند احمد میں ام المومنین صدیقہ اور معجم کبیر طبرانی میں صحیح حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے مروی وھذا الفظ الطبر انی حضور لامع النور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ذھبت النبوۃ فلا نبوۃ بعدی الا المبشر ات الرویا الصالحۃ یراھا الرجل اور تری لہ نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہ ہوگی مگر بشارتیں وہ کیا ہیں نیک خواب کہ آدمی خود دیکھے یا اس کے لیے دیکھی جائے۔ اس طرح احادیث امبارہ میں متوافر اور اس کا عظیم محکم بالشان ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ان کی تفصیل موجب تقویم اور احمد و بخاری وترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا رأ احدکم الرؤیۃ یحبّھا فانما ھی من اللہ علیھا ولحدیث بھا غیرہ جب تم میں کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہے چاہیے کہ اس پر اللہ عزوجل کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

فقیر بے نوا کو اس سے زیادہ کیا پیارا ہوگا کہ ایک امام اجل رکن شریعت، ہادی ملت، اس پر اپنا پرتوِ اجلال ڈالے اور محض اس کی امداد واشارہ کے لیے غریب خانہ پر بنفس نفیس کرم فرمائے، اور بے سابقہ عرض و درخواست خود بکمال مہربانی مسئلہ دین ورد مخالفین تعلیم کرے کہاوہ غریب خستہ فقیر دل شکستہ اس سے امید نہ کرے گا کہ باوجود میرے ان عظیم وشدید گناہوں کے میرا رؤف ورحیم مولیٰ عزوجل میرے ساتھ ایک خاص نظر رکھتا ہے، اور مجھے ذلیل و بے وقعت خوار بے حیثیت کا افتا بھی اس بارگاہ رحمت میں گنتی شمار کے قابل ٹھہرائے۔

فالحمدللہ الذی بنعمتہ وجلالہ فتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علیٰ کنز الفقراء حرز الضعفاء عظیم الرجاء عمیم العطیات وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

یہ بھی سنت صحابہ سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھا گیا جس میں ان کے قول کی تائید نکلی، اس پر شاد ہوئے، اور دیکھنے والے کی توقیر بڑھادی۔ صحیحین میں سے ابوحمزہ ضبعی نے تمتع حج میں خواب دیکھا، جس سے مذہب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا وظیفہ مقرر کردیا، اور اس روز انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا شروع کیا۔

فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے متعلق سوال ہوا، اور وہابیہ جو ایک ہاتھ سے مصافحہ پر زور دیتے ہیں، اس کے متعلق دریافت حال ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس وقت امام قاضی خان کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: 'مستند ایشاں حدیث انس است واو مفہوم نیست' اس خواب کو رسالہ مبارکہ صفائح اللجین میں ذکر کرکے تحریر فرمایا: فقیر غفر اللہ تعالیٰ کو اس خواب مبارک کے ذکر سے مخالفین پر حجت لانا مقصود نہیں کہ وہ تو خواب کے لیے اصلاً قدر و قیمت نہیں رکھتے، اگرچہ صحیحہ سے ثابت الیٰ آخر مافات واجاد میں نے عام سنی بھائیوں کی وسعت معلومات کے لیے اس کو نقل کردینا مناسب جانا۔

بیعت وارشاد

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ایک زمانہ تک براہ تواضع وانکساری کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ جب حضرت سیّدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی بریلی شریف تشریف لاتے، تو سب لوگوں کو انہیں سے بیعت ہونے کی تلقین کرتے اور اس میں فقط اہل شہر یا دوسرے حضرات کی خصوصیت نہ تھی بلکہ اپنے اعزہ واقارب حتیٰ کہ اپنے صاحبزادوں کو بھی حضرت میاں صاحب قبلہ سے ہی بیعت کرایا۔ لیکن جب لوگوں کا شوق غالب ہوا، اور بعض حضرات نے اصرار کیا کہ مجھے تو حضور ہی سے اعتقاد ہے، میں تو حضور ہی سے مرید ہوں گا اور حضرت میاں صاحب نے بھی بہت مجبور کیا کہ جب حضرت پیرومرشد نے اجازت وخلافت عطا فرمائی ہے تو اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ سلسلہ کو پھیلائیں، اور لوگوں کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں منسلک کریں۔

اجرائے سلسلہ کے لیے خواب میں پیرومرشد کا حکم:

مقربان خاص سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پہلے جو مرید ہونے کے لیے عرض کرتا تھا، تو اسے سیّد شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز یا حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایوانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد عالم رؤیا میں اپنے شیخ کامل خاتم الاکابر حضرت سیّدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

آپ سلسلہ کا دائرہ کیوں تنگ کرتے ہیں، کیوں نہیں مرید کیا کرتے؟

اس حکم وبشارت کے بعد مجبوراً بیعت لینی شروع فرمائی۔

جن کی قسمت میں قسام ازل نے داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہونا تحریر فرما دیا تھا، اطراف واکناف عالم سے آآ کر داخل سلسلہ عالیہ ہوتے: اور یہ صرف صوبہ ممالک مغربی وشمالی آگرہ اودھ ہی تک نہ محدود رہا، بلکہ ہندوستان کے اکیس صوبوں، اسلامی ریاستوں اور رعایائے راجگاں راجپوتانہ وغیرہ سے تجاوز کرکے بیرون ہند کابل، ایران، ترک سے بھی بڑھ کر عرب، روم، شام حتیٰ کہ حرمین تک آپ کے مریدوں کا سلسلہ وحلقہ پہنچا ہوا ہے۔

سلسلہ بیعت:

اعلیٰ حضرت قبلہ کو اپنے پیرومرشد برحق قدس سرہ سے اجازت وخلافت جملہ طرق کی حاصل تھی، اور سب طریقوں میں

بیعت کے مجاز تھے۔ مگر حضور کو سب سے زیادہ پسندیدہ طریقہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ تھا۔ عام طور پر اسی میں بیعت کرتے۔ البتہ اگر کوئی شخص خاص طور پر خصوصیت کے ساتھ کسی خاص طریقہ میں بیعت کی تمنا کرتا، تو اس کو اس طریقہ میں بیعت فرماتے۔ یا بعض موقع پر کسی خاص طریقہ سے ملاحظہ فرماتے، تو اسے اسی طریقہ میں بیعت فرماتے۔ ورنہ عام طور پر سلسلہ قادریہ میں سب کو داخل فرماتے۔

بیعت کرنے کا طریقہ:

بیعت کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ اکثر بعد نماز مسجد ہی اور کبھی کبھی دولت کدہ پر بھی غیر وقت صلاۃ میں بیعت ہونے والے کو فرماتے کہ وضو کر لیجئے، اور اگر وقت مکروہ نہ ہوتا تو دو رکعت نماز توبہ پڑھنے کو فرماتے۔ اس کے بعد داہنا ہاتھ دائیں دست مبارک اور بایاں ہاتھ بائیں دست مبارک میں لے کر دوزانو خود بیٹھتے، اور مرید ہونے والے کو اسی طرح بیٹھنے کو فرماتے۔ پھر آیہ کریمہ **لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ** سے **اجرًا عظیما** تک تلاوت فرماتے۔ اس کے بعد مرید ہونے والے کو کلمہ طیبہ پڑھواتے۔ پھر فرماتے کہو:

> یا اللہ مجھے توبہ دے گناہوں سے، اور آئندہ شریعت مطہرہ پر قائم رکھ، میں شریعت کے حلال کو حلال جانوں گا، شریعت کے حرام کو حرام جانوں گا، اور تیری توفیق سے مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہوں گا۔ میں نے اپنا ہاتھ حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست میں دیا۔ خداوندا! تو مجھے ان کے غلاموں میں قبول فرما، اور میرا حشر ان کے غلاموں کے زمرے میں فرما۔

اس کے بعد اگر شیرنی لایا ہوتا تو اس پر مشائخ کرام کی فاتحہ پڑھ کر پہلے دست مبارک سے تھوڑی سی مٹھائی اس کو دیتے، اور فرماتے کہ تم خود ہی کھانا، اس میں سے کسی کو نہ دینا۔ باقی شیرنی تمام حاضرین پر تقسیم کردی جاتی اور اگر کوئی شخص غربت ونا داری یا کم وقت ہونے کی وجہ سے مٹھائی نہیں لاتا تو اس کو ضروری بھی نہیں جانتے۔ مرید کرنے کے بعد فاتحہ پڑھ کر بزرگان سلسلہ کو ایصال ثواب فرمادیتے۔

طریقہ بیعت میں نے یہ دیکھا کہ جو شخص مرید ہونا چاہتا کچھ مٹھائی اگرچہ بتاشہ ہی سہی، لاتا۔ اگر باوضو ہوتا ورنہ وضو کرایا جاتا، اور اپنے روبرو دوزانو بٹھا کر خود بھی دوزانو ہو کر اسے اتنا قریب فرمالیتے کہ آپ کے زانوے مبارک اس کے زانو سے مل جاتے۔ اس کے بعد چشمان مبارک بند کرکے کچھ پڑھتے پھر بصورت مصافحہ اس کے ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر یہ الفاظ تلقین فرماتے:

> لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم مجھے توبہ دے گناہوں سے، اور آئندہ شریعت مطہرہ پر قائم رکھ، میں شریعت کے حلال کو حلال جانوں گا، اور سنیوں کے مذہب پر ہمیشہ قائم رہوں گا۔ میں نے اپنا ہاتھ حضور سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست میں دیا، خداوندا تو مجھے ان کے غلاموں

(یا باندیوں) میں قبول فرما، اور میرا حشر ان کے غلاموں کے زمرے میں فرما۔

اس کے بعد اگر شیرینی لایا ہوتا، تو اس پر مشائخ کرام کی فاتحہ پڑھ کر پہلے دست مبارک سے تھوڑی سی مٹھائی اس کو دیتے اور فرماتے کہ تم خود ہی کھانا اس میں سے کسی کو نہ دینا اور بقیہ شیرینی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ یہ حاضرین کو تقسیم کر دیجئے۔

عورتوں کو بیعت کرتے وقت پردے کا حکم:

کاشانہ اقدس کے شمالی رویہ دالان کے درمیانی محراب میں ایک ڈوری بندھی ہوئی رہتی تھی، جس پر پردہ پڑا رہتا تھا۔ جب کوئی عورت بیعت کے لیے آتی، پردہ کے اس پار انہیں بٹھاتے اور اپنا رومال مبارک بجائے ہاتھ میں ہاتھ لینے کے بڑھا دیتے۔ اس کا ایک سرا عورت پکڑتی، اور دوسرا حضور کے دست مبارک میں ہوتا، اور کلمات توبہ تلقین فرماتے۔

بیعت سے مقصود:

جامع حالات سے فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ بیعت سے مقصود صرف مریدین کی تعداد بڑھانی نہ تھا۔ بلکہ اصلاح عقائد و اعمال و تزکیہ نفس۔ اس لیے مرید ہونے کے بعد اصلاح عقائد و اعمال کی چند نصیحتیں ضرور فرماتے، اور چند اعمال کی ترغیب دیتے، اور شجرہ مبارکہ ایک مرتبہ روزانہ پڑھنے، اور بزرگان سلسلہ کو فاتحہ بخشنے کی ضرور تاکید فرماتے اور اس کا اس قدر خیال کرتے کہ شجرہ شریفہ کے آخر میں اس کو چھاپ کر شائع فرما دیا تھا۔ تاکہ ہر مرید کے پیش نظر بروقت وہ سب باتیں رہیں۔ پھر مختصری روزمرہ کی ضروری و مفید دعائیں، ماقل وکفی من ادعیۃ المصطفیٰ بنام تاریخی الوظیفۃ الکریمۃ مریدین کے روزمرہ پڑھنے کے لیے بھی چھاپ دیا تھا۔ جن کا اس جگہ نقل کر دینا فائدے سے خالی نہیں۔

جناب حافظ یقین الدین صاحب قادری رضوی کا بیان ہے۔ غالباً ۱۳۰۸ھ میں بریلی میں میں نے خواب دیکھا کہ یہ عاجز کوتوالی کے پاس قلعہ کی طرف جا رہا ہے۔ بازار میں معمول کے موافق لوگوں کا بہت ہجوم ہے۔ کہ یکا یک دو آدمی مجھ کو قتل کرنے کی غرض سے لپکے، میں بھاگنے لگا، وہ بھی دوڑنے لگے، پھر میں اڑنے لگا، وہ بھی اڑ کر پیچھا کئے ہوئے تھے، میں پناہ لینے کی غرض سے مولانا رحمت اللہ صاحب کے حضور میں گیا، مولانا رحمت اللہ صاحب مکہ معظّمہ تھے، مگر خواب میں میں نے بریلی میں دیکھا۔ وہاں پناہ نہ ملی۔ مجبور ہو کر وہاں سے اڑتا ہوا تائید غیبی سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ بفضلہٖ تعالیٰ وہ دونوں دشمن غائب ہو گئے۔ اس خواب کا قلب پر بہت بڑا اثر پڑا اور صبح کو جا کر حضور سے خواب بیان کیا۔ اس کا تعلق حضور سے تھا، اس لیے معمولی الفاظ میں تعبیر فرما دی۔ (میں کچھ دنوں سے) ہر جمعہ کو اعلیٰ حضرت کے حضور جاتا تھا، اور پھر ہوتے ہوتے روزانہ حاضر ہونے لگا تھا: جب اس خواب سے دل میں کھٹک پیدا ہوگئی تو جرأت کر کے عرض کی: کہ حضور میں مرید ہونا چاہتا ہوں۔ اپنے مرید ہونے کا حال پہلے عرض کر چکا تھا۔ حضور نے شجرہ طلب فرمایا۔ میں لے گیا۔ اسے دیکھ کر فرمایا کہ شجرہ سب طرح سے بہت صحیح ہے، مرید ہونے کی ضرورت نہیں ہے، مگر کھٹک اس قدر غالب ہو چکی تھی کہ دل کا تقاضا ہر وقت یہی تھا کہ غلاموں میں جلد سے جلد داخل ہو جاؤں۔ آخر کار بہت دقت سے ۱۳۱۰ھ یوم جمعہ کو بفضلہٖ تعالیٰ غلامی میں داخل ہو گیا۔ (ق ۳۹، ۴۰)

نقل شجرہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرۃٌ طیبۃٌ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء

اللھم صل وسلم وبارک علٰی سیّدنا ومولانا محمد معدن الجود والکرم والہ الکرام اجمعین ۔
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی السید الکریم علی المرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی السید الامام حسین الشھید رضی اللہ عنہ
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی السیدالامام علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہما
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی السیدمحمد بن علی الباقر رضی اللہ عنہما
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی السیدالامام جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہما
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی السیدالامام موسیٰ بن جعفر الکاظم رضی اللہ عنہما
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی السیدعلی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہما
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی الشیخ معروف الکرخی رضی اللہ عنہ
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی سری السقطی رضی اللہ عنہ
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی الشیخ جنیدن البغدادی رضی اللہ عنہ
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی الشیخ ابی بکرن الشبلی رضی اللہ عنہ
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی الشیخ ابی الفضل عبدالواحد التمیمی رضی اللہ عنہ
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی الشیخ ابی الفرح الطر طوسی رضی اللہ عنہ
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی الشیخ ابی الحسن علی ن القرشی الھکاری رضی اللہ عنہ
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی الشیخ ابی سعید ن المخزومی رضی اللہ عنہ
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی السید الکریم غوث الثلقلین وغیث الکونین الامام ابی محمدعبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی صلی اللہ تعالٰی علٰی جدہ الکریم وعلیہ وعلٰی مشائخہ العظام واصولہ الکرام وفروعہ الفخام ومریدیہ ومحبیہ والمنتمین الیہ الی یوم القیامۃ وبارک وسلم ابدا سرمدا
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلٰی المولٰی السیدابی بکر تاج الملۃ والدین عبدالرزاق رضی اللہ عنہ

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدابى صالح نصر رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدمحى الدين ابى نصر رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدعلى رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدموسى رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدحسن رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيداحمد الجيلانى رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ بهاء الدين رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدابراهيم الايرجى رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ محمد بهكارى رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ القاضى ضياء الدين المعروف بالشيخ جيا رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ جمال الاوليا رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدمحمد رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيداحمد رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدفضل الله رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدالشاه بركة الله رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدالشاه ال محمد رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدالشاه حمزه رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدالشاه الفضل شمس الملة والدين ال احمد اچھے میاں رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدالكريم الشاه ال الرسول الاحمدى رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الهام امام اهل السنة المائة الحاضرة مؤيد الملة الطاهرة حضرت الشيخ احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ
اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم جميعا وعلى سائر اوليائك وعلينا بهم وفيهم ومعهم يا ارحم الراحمين آمين ۔

(الٰہی بحرمت ایں مشائخ عاقبت محمد ظفر الدین بن عبدالرزاق ساکن میجرا ضلع پٹنہ بخیر گرداں)

دستخط............تاریخ یکم ماہ محرم الحرام ۱ام۱۳۲۲ھ

فاتحہ سلسلہ:

یہ شجرہ مبارکہ ہر روز بعد نماز صبح ایک بار پڑھ لیا کریں۔ بعدہٗ درود غوثیہ سات بار الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، قل ھواللہ شریف سات بار، پھر درود غوثیہ تین بار پڑھ کر اس کا ثواب ان تمام مشائخ کرام کی ارواح طیبہ کی نذر کریں، جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اگر وہ زندہ ہے، تو اس کے لیے دعائے عافیت وسلامت کریں۔ ورنہ اس کا نام بھی شامل فاتحہ کر لیا کریں۔

درود غوثیہ یہ ہے:

اللھم صل علٰی سیّدنا ومولینا محمد معدن الجود والکرم والہ وبارك وسلم

پنج گنج قادری:

بعد نماز صبح یاعزیز یااللہ......

بعد نماز ظہر یا کریم یااللہ......بعد نماز عصر یا جبار یااللہ......

بعد نماز مغرب یاستار یااللہ......بعد نماز عشاء یا غفار یااللہ......

سب سوسو بار، اوّل آخر تین تین بار درود شریف۔ اس کی مداومت سے بے شمار برکات دین ودنیا ظاہر ہوں گے۔

قضائے حاجات وحصول ظفر ومغلوبی دشمناں:

1۔ اللہ ربی لا شریك لہ ۴۸۷/ بار، اوّل آخر گیارہ مرتبہ درود شریف۔ اس قدر عدد معین باوضو قبلہ رو دوزانو بیٹھ کر روزانہ تاحصول مراد پڑھیں اور اسی کلمہ کو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے وضو، بے وضو، ہر حال میں گنتی، بے شمار، زبان سے جاری رکھیں۔

2۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۴۵۰/ بار روزانہ حصول مراد۔ اوّل آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار، جس وقت گھبراہٹ ہو، اسی کلمہ کی بے شمار، تکثیر کریں۔

3۔ بعد نماز عشا ایک سو گیارہ بار: طفیل حضرت دستگیر دشمن ہوئے زیر اوّل آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف تا وصول مراد۔ یہ تینوں عمل امور مذکورہ کے لیے نہایت مجرب وسہل الحصول ہیں۔ ان سے غفلت نہ کی جائے۔ جب کوئی حاجت پیش آئے، ہر ایک اتنے اعداد معینہ پر پڑھا جائے۔ پہلے اور دوسرے کے لیے کوئی وقت معین نہیں، جس وقت چاہیں پڑھیں، اور تیسرے کا وقت بعد نماز عشا ہے۔ جب تک مراد نہ آئے، تینوں اسی ترکیب سے پڑھے جائیں اور جس زمانے میں کوئی حاجت درپیش نہ ہو، تو پہلے اور دوسرے کو سوسو بار، روز پڑھ لیا کریں اور اوّل آخر درود شریف تین تین بار۔

ضروری ہدایات

1۔ مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہیں۔ جس پر علمائے حرمین شریفین ہیں۔ سنیوں کے جتنے مخالف مثلاً وہابی، رافضی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی وغیرہم ہیں۔ سب سے جدار ہیں۔ اور سب کو اپنا دشمن ومخالف جانیں۔ ان کی بات نہ سنیں۔ ان کے پاس نہ بیٹھیں۔ ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں، کہ شیطان کو معاذ اللہ دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو، ہر گز نہ جائے گا دین وایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہیں۔ ان کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے۔ مال اور دنیا کی عزت، دنیا کی زندگی، دنیا ہی تک ہیں۔ دین وایمان سے ہمیشگی کے گھر میں کام پڑتا ہے۔ ان کی فکر سب سے زیادہ لازم ہے۔

2۔ نماز پنج گانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ مردوں کو مسجد و جماعت کا التزام ہی واجب ہے۔ بے نماز مسلمان گویا تصویر کا آدمی ہے کہ ظاہر صورت انسان کی، مگر انسان کا کام کچھ نہیں۔ بے نماز وہی نہیں جو کبھی نہ پڑھے بلکہ جو ایک وقت کی بھی قصداً کھوئے بے نماز ہے۔ کسی کی نوکری ملازمت خواہ تجارت وغیرہ کسی حاجت کے سبب نماز قضا کر دینی سخت ناشکری، پرلے سرے کی نادانی ہے۔ کوئی آقا یہاں تک کہ کافر کا بھی کوئی نوکر ہو، اپنے ملازم کو نماز سے باز نہیں رکھ سکتا اور اگر منع کرے، تو ایسی نوکری ہی حرام قطعی ہے اور کوئی وسیلہ رزق نماز کھو کر برکت نہیں لا سکتا۔ رزق تو اس کے ہاتھ میں ہے، جس نے نماز فرض کی۔ اور اس کے ترک پر سخت غضب فرماتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

3۔ جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہوں، سب کا ایسا حساب لگائیں کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں۔ زیادہ ہو جائیں، تو حرج نہیں۔ اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ نہایت جلد ادا کر دیں۔ کاہلی نہ کریں، کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ اور جب تک فرض ذمہ میں باقی ہوتا ہے، کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا۔ قضا نمازیں جب متعدد ہوں، مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے، تو ہر بار یوں نیت کریں کہ سب میں پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی، ہر دفعہ یو ہیں کہیں کہ سب میں پہلی ہے، اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کریں۔ قضا میں فقط فرض اور وتر یعنی ہر رات دن کی بیس رکعت ادا کی جاتی ہے۔

4۔ جتنے روزے کبھی قضا ہوئے ہوں، دوسرا رمضان آنے سے پہلے قضا کر لیے جائیں کہ حدیث شریف میں ہے: جب تک پہلے رمضانؑ کے روزوں کی قضا نہ کر لی جائے، اگلے قبول نہیں ہوتے۔

5۔ جو صاحب مال ہیں، زکوٰۃ بھی دیں۔ جتنے برسوں کی نہ دی ہو، فوراً حساب کر کے ادا کریں۔ ہر سال کی زکوٰۃ سال تمام ہونے سے پہلے دیا کریں۔ سال تمام ہونے کے بعد دیر لگانا گناہ ہے۔ لہٰذا شروع سال سے رفتہ رفتہ دیتے رہیں، سال تمام پر حساب کریں۔ اگر پوری ادا ہوگئی، بہتر۔ ورنہ جتنی باقی ہو فوراً دے دیں۔ اور اگر کچھ زیادہ نکل گیا ہے، تو وہ آئندہ سال میں مجرا کرلیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کا نیک کام ضائع نہیں کرتا۔

6۔ صاحب استطاعت پر حج فرض اعظم ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کی فرضیت بیان کر کے فرمایا: **ومن کفر فان اللہ غنی العالمین** اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تارک حج کو فرمایا ہے: ''چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ** قرنطینہ وغیرہ کے مہمل اندیشوں کے باعث باز نہ رہے کہ دس بارہ دن کا روکا جانا عذاب عظیم جہنم کے برابر نہیں ہوسکتا، جو حج نہ کرنے والے کے لیے ہے۔ 7۔ کذب، فحش، چغلی، غیبت، زنا، لواطت، ظلم، خیانت، ریا، تکبر، داڑھی کتروانا، فاسقوں کی وضع پہننا، ہر بری خصلت سے بچیں۔ جو ان ساتوں باتوں کا عامل رہے گا، اللہ ورسول کے وعدے سے اس کے لیے جنت ہے۔

جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٰمین......

الوظیفة الکریمة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبح وشام دونوں وقت:

(آدھی رات ڈھلے سے سورج کی کرن چمکنے تک، صبح ہے اس بیچ میں جس وقت ان دعاؤں کو پڑھ لے گا، صبح میں پڑھنا ہو گیا۔ یوہیں دوپہر ڈھلنے سے غروب آفتاب تک شام ہے)

(۱) سبحان اللہ وبحمدہ ولا حول ولاقوۃ الاباللہ ماشاء اللّٰہ کان ومالم یشا لم یکن اعلم ان اللہ علی کل شی قدیر وان اللہ قد احاط بکل شی علما ایک ایک بار۔

(۲) آیۃ الکرسی ایک ایک بار، اوراس کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔حم تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم ۔غافر الذنب وقابل الثوب شدید العقاب ذی الطول لا الٰہ الاھو الیه المصیرہ ایک ایک بار۔

(۳) تینوں قل تین تین بار، ان تینوں شجروں کا فائدہ ہر بلا سے محفوظی ہے۔صبح پڑھے تو شام تک، اور شام پڑھے تو صبح تک۔

(۴) بسم اللہ ماشاء اللہ لا یسوق الخیر الاباللہ ماشاء اللہ لا یصرف السوء الااللہ ماشاء اللہ ماکان من نعمة فمن اللہ ماشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہ تین تین بار۔

اس کا فائدہ سات چیزوں سے پناہ ہے۔ جلنا، ڈوبنا، چوری، سانپ، بچھو، شیطان، سلطان۔صبح سے شام تک۔اور شام سے صبح تک۔

(۵) اعوذبکلمت اللہ التامات من شر ما خلق ہ تین تین بار۔سانپ، بچھووغیرہ موذیات سے پناہ۔

(۶) بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمه شی فی الارض ولافی السماء وھو السمیع العلیم ہ تین تین بار۔زہر وضرر سے امان ہے۔

(۷) رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبسیّدنا ومولینا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم نبینا ورسولا ہ تین تین بار۔

اللہ عزوجل کے کرم پر حق ہے کہ روز قیامت اسے راضی کرے۔

(۸) حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیه توکلت وھو رب العرش العظیم ہ دس دس بار۔

ہر بلا و مکر سے محفوظی۔حدیث میں سات بار فرمایا: حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس بار آیا۔فقیر کا اسی پر عمل

ہے، اسے بحمدہ تعالیٰ تمام مقاصد کے لیے کافی پایا۔

(۹) فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظھرون یخرج الحیی من المیت ویخرج المیت من الحئی ویحی الارض بعد موتھا وکذالك تخرجون ہ ایک ایک بار۔

جس سے کسی دن سب وظائف رہ جائیں، تو یہ تنہا ان سب کی جگہ کافی ہے۔ نیز رات دن کی ہر نقصان کی تلافی ہے۔

(۱۰) افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون ہ فتعالی اللہ الملك الحق لا الہ الا ھو رب العرش الکریم ومن یدع مع اللہ الھا اخر لا برھان لہ بہ فانما حسابہ عند ربہ انہ لا یفلح الکافرون وقل رب اغفر وارحم وأنت خیر الراحمین ہ ایک ایک بار۔

شیطان وجن وآفات سے محفوظی۔

(۱۱) أعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم تین بار ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملك القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الأسماء الحسنی یسبح لہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم ایک بار صبح پڑھے، تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں۔ اور اس دن مرے تو شہید ہو، اور شام کو پڑھے تو صبح تک یہی حکم ہے۔

(۱۲) اللھم انا نعوذبك من ان اشرك بك شیئا نعلمہ ونستغفرك لما لا نعلمہ تین تین بار۔

خاتمہ ایمان پر ہو۔

(۱۳) بسم اللہ علیٰ دینی بسم اللہ علیٰ نفسی وولدی واھلی ومالی تین تین بار۔

دین وایمان جان ومال بال بچے محفوظ رہیں۔

(۱۴) اللھم ما اصبح بی من نعمہ اوباحد من خلقك فمنك وحدك لا شریك لك فلك الحمد وتلك الشکر ایک ایک بار صبح کو کہے تو دن بھر کی سب نعمتوں کا شکر ادا کیا اور شام کو کہے تو شب بھر کی۔ شام کو اصبح کی جگہ امسی کہے۔ فقیر اس کے بعد لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین ہ مزائد کرتا ہے۔

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے کوئی عدد معین نہ فرمایا۔ فقیر غفرلہ سو بار پڑھتا ہے، اور اگر کسی وقت موقع نہ ملا تو اکتالیس بار۔

(۱۵) بسم اللہ ذی الشان عظیم البرھان شدید السلطان ماشاء اللہ کان اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ایک ایک بار۔

شیطان اوراس کے لشکروں سے محفوظ رہے۔

(۱۶) اللھم انی اصبحت اشھدک و اشھد حملة عرشک وملائکتک وجمیع خلقک انک انت اللہ لا اللہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمدا عبدک ورسولک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چارچار بار۔

ہر بار چہارم بدن دوزخ سے آزاد ہو،شام کواصبحت کی جگہ امسیت کہے۔

(۱۷) اللھم لک الحمد دائما مع دوامک ولک الحمد حمدا خالدا مع خلودک ولک الحمد حمدالا منتھی لہ دون مشیتک ولک الحمد حمدا دائما لا یرید قائلہ الا رضاک ولک الحمد حمدا عند کل طرفة عین وتنفس کل نفس ایک ایک بار۔

گویااس نے اس دن،رات پوری عبادت کاحق ادا کیا۔

(۱۸) اللھم انی اعوذبک من الھم والحزن واعوذبک من العجز والکسل واعوذبک من الجبن والبخل واعوذ بک من غلبة الدین وقھر الرجال ایک ایک بار۔

غم والم سے بچنے ادائے قرض کے لیے گیارہ گیارہ بار پڑھے۔

(۱۹) یا حی یاقیوم برحمتک استغیث فلا تکلنی الی نفسی طرفہ عین واصلح لی مثانی کلہ ایک ایک بار۔

سب کام بنیں۔

(۲۰)اللھم خیر لی واختر لی ولا تکلنی الی اختیاری سات سات بار۔

دن رات کے ہر کام کے لیے استخارہ ہے۔

(۲۱)سیّدالاستغفار اللھم انت بل لا الہ الاانت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ماستطعت اعوذبک من شر ماصنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الاانت ایک ایک بار،یا تین تین بار۔

گناہ معاف ہوں۔اوراس دن رات میں مرے،تو شہید۔فقیر اتنااور زائد کرتا ہے۔واغفرلکل مومن ومومنة اوراپنے جس فعل سے کبھی ضرر کااندیشہ ہوتا ہے،اسے پڑھتا ہوں۔مولیٰ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔

(۲۲)لاالہ الاالملک الحق المبین سوسو بار۔

دنیا میں فاقہ نہ ہو قبر میں وحشت نہ ہو حشر میں گھبراہٹ نہ ہو۔

صرف صبح:

1۔بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لاحول ولاقوہ الاباللہ العلی العظیم ہر کام بنے۔شیطان سے محفوظ رہے۔

2۔ سورہ اخلاص گیارہ گیارہ بار۔ اگر شیطان مع اپنے لشکروں کے کوشش کرے کہ اس سے کوئی گناہ کرائے، نہ کرا سکے۔ جب تک یہ خود نہ چاہے۔

3۔ یاحی یاقیوم لاالہ الاانت اکتالیس بار۔اس کا دل زندہ رہے گا،اور خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

4۔سبحان اللہ العظیم وبحمدہ تین تین بار۔

جنوں جذام برص نابینائی سے بچے۔

5۔تلاوت قرآن عظیم کم از کم ایک پارہ حتی الامکان طلوع شمس سے پہلے ہو اور اگر آفتاب نکل آئے،تو ٹھہر جائے۔اور ذکراذکار کرے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو جائے،کہ جن تینوں وقتوں میں نماز مکروہ ہے۔تلاوت بھی مکروہ ہے۔

6۔دلائل الخیرات ایک حزب۔

7۔شجرہ شریف،دلائل وشجرہ قبل طلوع شمس ہوں خواہ بعد طلوع۔

پانچوں نمازوں کے بعد:

1۔آیۃ الکرسی ایک ایک بار مرتے ہی جنت میں داخل ہو۔

2۔استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ تین تین بار۔گناہ معاف ہوں اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔

3۔تسبیح حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سبحان اللہ تینتیس بار الحمدللہ تینتیس بار اللہ اکبر چونتیس بار اخیر میں لاالہ الااللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر ایک بار۔اس دن تمام جہاں میں کسی کا عمل اس کے برابر بلند نہ کیا جائے،مگر جو اس کے مثل پڑھے۔

4۔ماتھے پر داہنا ہاتھ رکھ کر بسم اللہ الذی لا الہ الاھو الرحمن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن ہرغم وپریشانی سے بچے۔فقیر اس کے بعد اتنا اور زیادہ کرتا ہے۔وعن اھل السنۃ۔

5۔پنج گنج قادریہ کے برکات بے شمار ہیں۔

نماز صبح وعصر کے بعد:

1۔بغیر پاؤں بدلے اور بے کلام کئے دس دس بار لاالہ الااللہ وحدہ لا شریك لہ الملك ولہ الحمد بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر ہر بلا وآفت وشیطان ومکر وفریب سے بچے گناہ معاف ہو اس کے برابر کسی کی نیکیاں نہ نکلیں۔

2۔اللھم اجرنی من النار سات سات بار دوزخ سے دعا کرے الٰہی اسے مجھ سے بچا۔

نماز صبح:

1۔ اللھم اکفنی کل مھم من حیث شئت ومن این شئت حسبی اللہ لدینی حسبی اللہ لما اھمتی حسبی اللہ لمن بغی علی حسبی اللہ لمن حسدنی حسبی اللہ لمن کاذنی بسوء حسبی اللہ عند الموت حسبی اللہ عند المسئلة فی القبر حسبی اللہ عند المیزان حسبی اللہ عند الصراط حسبی اللہ الذی لا الہ الاھو علیہ توکلت وھورب العرش العظیم ایک ایک بار یا تین تین بار ہر مشکل آسان ہو سب پریشانیاں دور ہوں ایمان سلامت رہے اللہ تعالیٰ ہر جگہ مدد فرمائے دشمن برباد ہوں حاسد اپنی آگ میں جلیں نزع میں آسانی ہو قبر میں شاداں ہو نیکیوں کا پلہ بھاری ہو صراط پر سہل جاری ہو۔

2۔ بعد نماز صبح بغیر پاؤں بدلے بیٹھا ہوا ذکر الٰہی میں مشغول رہے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو یعنی طلوع کنارہ شمس کو بیس پچیس منٹ گزر جائیں اس وقت دو رکعت نفل پڑھے پورے حج وعمرہ کا ثواب لے کر پلٹے۔

نماز مغرب کے بعد:

فرض پڑھ کر ایک ہی نیت سے دو رکعت پر التحیات ودرود ودعا اور پہلی تیسری پانچویں میں اللھم سے شروع ان میں پہلی دو سنت موکدہ ہوں گی باقی چار نفل یہ صلاۃ اوابین ہے اور اللہ تعالیٰ اوابین کے لیے غفور ہے۔

شب میں یعنی غروب شمس سے طلوع صبح تک جس وقت ہو۔

1۔ سورہ ملک	عذاب قبر سے نجات ہو۔
2۔ سورہ یٰسین	مغفرت ہے۔
3۔ سورہ واقعہ	فاقہ سے امان ہو۔
4۔ سورہ دخان	صبح اس حال میں اٹھے کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہوں۔

بعد نماز عشا:

1۔ اللھم صل علیٰ سیّدنا محمد کما امرتنا ان نصلی علیہ

اللھم صل علیٰ سیّدنا محمد کما ھو اھلہ

اللھم صل علیٰ سیّدنا محمد کما تحب وترضی لہ

اللھم صل علیٰ روح سیّدنا محمد فی الارواح

اللھم صل علیٰ سیّدنا جسد محمد فی الاجساد

اللّٰھم صل علیٰ قبر محمد فی القبور صلی اللہ علی نبینا ومولانا محمد

طاق بار۔ جتنا نبھ سکے۔ حصول زیارت اقدس کے لیے اس سے بہتر صیغہ نہیں۔ مگر خالص تعظیم شان اقدس کے لیے پڑھے اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو آگے ان کا کرم بے حد و بے انتہا ہے۔

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیرا و تمنائے

منہ مدینہ طیبہ کی طرف ہو، اور دل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ دست بستہ پڑھے۔ یہ تصور باندھے کہ روضہ انور کے حضور حاضر ہوں، اور یقین جانے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ رہے ہیں، اس کی آواز سن رہے ہیں، اس کے دل کے خطروں پر مطلع ہیں۔

2۔ الله لا الـه الاهو الحئى القيوم الله لا اله الاهو الرحمن الرحيم لا اله انت سبحانك انی كنت من الظالمين صلى وسلم وبارك ابدا على النبی الامی و آله واصحابه اجمعين الله الله لا اله الا الله محمد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يا غوث ياغوث يا غوث سو مرتبہ۔

گناہوں کی مغفرت آفات دنیوی و اخروی سے نجات و صفائے قلب۔

سوتے وقت:

1۔ آیۃ الکرسی شریف ایک بار۔ جب تک سوئے حفاظت الٰہی میں رہے۔ اس کے گھر اور گرد کے گھروں میں چوری سے پناہ ہو۔ آسیب و جن کا دخل نہ ہو۔

2۔ تسبیح حضرت زہرا۔ صبح نشاط پر اٹھے اور فوائد بے شمار۔

3۔ الحمد اور چاروں قل ایک ایک بار۔

4۔ ابتدائے سورہ بقرہ سے مفلحون تک اور آخر سورہ آمن الرسول سے ختم سورۃ تک۔ ان دونوں کے فوائد بے شمار ہیں۔

5۔ ان الذی آمنوا سے آخر کھف تک، چار آیتیں۔ شب میں یا صبح جس وقت جاگنے کی نیت سے پڑھے، آنکھ کھلے گی۔

6۔ دونوں کف دست پھیلا کر تینوں قل، ایک ایک بار پڑھ کر ان پر دم کر کے سر اور چہرہ اور سینے اور آگے پیچھے جہاں تک ہاتھ پہونچیں سارے بدن پر پھیر لے، پھر دوبارہ، پھر سہ بارہ اسی طرح ہر بلا سے محفوظ رہے۔

7۔ سورہ قل یا ایها الکفرون پر خاتمہ کرے۔ اس کے بعد کلام کی حاجت ہو تو بات کر کے پھر پڑھ لے کہ اسی پر خاتمہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

سوتے سے اٹھ کر:

(۱) الحمد للہ الذی احیانا بعد مااماتنا والیہ النشور قیامت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ اللہ عزوجل کی حمد کرتا اٹھے۔

تنبیہ:

اوپر سے یہاں تک جتنی دعائیں لکھی گئیں ہر ایک کے اوّل وآخر درود شریف ضروری ہے۔

تہجد:

فرض عشاء پڑھنے کے بعد کچھ دیر سو رہے پھر شب میں طلوع صبح سے پہلے جس وقت آنکھ کھلے اگرچہ رات کے نو بجے یا جاڑوں میں جب پونے سات بجے عشاء پڑھ کر سو رہے اور سات سوا سات بجے آنکھ کھلے وہی وقت تہجد کا ہے۔ وضو کر کے کم از دو رکعت پڑھ لے۔ تہجد ہو گیا اور سنت آٹھ رکعت ہیں اور معمول مشائخ بارہ رکعت۔ قرأت کا اختیار ہے، جو چاہے پڑھے۔ اور بہتر یہ کہ جتنا قرآن شریف یاد ہو، اس کی تلاوت ان رکعتوں میں کرے۔ اگر کل یاد ہو تو کم سے کم تین رات، زیادہ سے زیادہ چالیس رات میں ختم کرے۔ نہ یاد ہو تو ہر رکعت میں تین تین بار سورہ اخلاص کہ جتنی رکعتیں پڑھے گا۔ اتنی ختم قرآن کا ثواب ملے گا۔

ذکر جہر چار ضربی:

چار زانو بیٹھے۔ بائیں زانو کی رگ کیماس داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے برابر کی انگلی میں دبا لے۔ پھر سر جھکا کر بائیں گھٹنے کے محاذی لاکر لا کا لام یہاں سے شروع کر کے داہنے گھٹنے کے محاذات تک کھینچتا ہوا لے جائے۔ اب یہاں سے الہ کا ہمرہ شروع کر کے لام کے بعد کا الف داہنے شانے تک کھینچتا لے جائے اور ہ داہنی طرف خوب منہ پھیر کر کہے۔ پھر وہاں سے الا اللہ بقوت دل پر ضرب کرے۔ سو بار یا حسب قوت کم سے شروع کرے۔ پھر حسب طاقت وفرصت بڑھاتا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ پانچ ہزار ضرب روزانہ تک پہونچائے۔ جب حرارت بڑھنے لگے ہر سو بار کے بعد ایک یا تین بار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ لے، تسکین پائے گا۔ مگر مبتدی جب تک زنگ دور نہ ہو، خالص حرارت کا محتاج ہے۔ یہ ذکر ایسے وقت اور ایسی جگہ ہو، کہ ریا نہ آئے۔ کسی نمازی یا ذاکر یا مریض یا سوتے کو تشویش نہ ہو۔ اگر دیکھے کہ ریا آتا ہے، تو نہ چھوڑے۔ اور خیال ریا کو دفع کرے اور اللہ عزوجل کی طرف اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے رجوع لائے، تائب ہو۔ انشاء اللہ ریا دفع ہو گا۔

ذکر خفی:

دو زانو آنکھیں بند کئے زبان تالو سے جمائے کہ متحرک نہ ہو محض تصور سے کہ سانس کی آواز بھی نہ سنائی دے۔ ان پانچ

طریقوں سے جو طریقہ چاہے، اختیار کرے۔ خواہ وقتاً فوقتاً پانچوں برتے۔

1۔ سر جھکا کر ناف سے لا کا لام نکال کر سر بتدریج اوپر اٹھاتا ہوا الہ کی 'ہ' دماغ تک لے جائے اور معاً الا اللہ کا پہلا ہمزہ وہاں شروع کر کے اس کی ضرب ناف خواہ دل پر کرے۔

2۔ اسی طور پر لا الٰہ الا ھو اس میں دوسرا اجزا الا ھو ہوگا۔

3۔ صرف الا اللہ کا پہلا ہمزہ ناف سے اٹھ کر الا ال دماغ تک لے جائے، اور معاً لاہ کا وہاں سے اتار کر ناف یا دل پر ضرب کرے۔

4۔ فقط اللہ پہلا ہمزہ ناف سے شروع کرے لا کو دماغ تک پہونچائے اور بدستورہ کی ضرب۔

5۔ محض اللہ بسکون ہا۔ پہلا ہمزہ ناف سے اٹھا کر لام ذماغ تک اور زلاہ کی ضرب۔ اسے سو بار سے شروع کرے۔ حسب وسعت ہزاروں تک پہنچائے۔ ان پانچوں میں افضل پہلا طریقہ ہے۔ یہ طریقے اس درجہ مفید ہیں کہ انہیں اخفا کرتے ہیں۔ رموز میں لکھتے ہیں۔ فقیر نے خاص اپنے برادران طریقت کے لیے اسے عام کیا۔

انہیں پانچوں طریقوں سے جسے چاہے ہر سانس کی آمد ورفت میں کھڑے بیٹھے لیٹے چلتے پھرتے وضو بے وضو بلکہ قضائے حاجت کے وقت بھی ملحوظ رکھے یہاں تک کہ اس کی عادت پڑ جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے اب سوتے میں بھی سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے گا۔

تصور شیخ:

خلوت میں آوازوں سے دور، وبمکان شیخ، اور وصال ہو گیا ہو تو جس طرف مزارِ شیخ ہو ادھر متوجہ ہو کر بیٹھے۔ محض خاموش باادب بکمال خشوع، اور صورت شیخ کا تصور کرے، اور اپنے آپ کو اس کے حضور حاضر جانے۔ اور یہ خیال دل میں جمائے کہ سرکار رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے انوار و فیوض شیخ کے قلب پر فائض ہو رہے ہیں اور میرا قلب قلب شیخ کے نیچے بحالت دریوزہ گری لگا ہوا ہے۔ اس میں سے انوار و فیوض ابل ابل کر میرے دل میں آ رہے ہیں۔ اس تصور کو بڑھائے، یہاں تک کہ جم جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے۔ اس کی انتہا پر صورت شیخ خود متمثل ہو کر اس کے ساتھ رہے گی اور ہر کام میں مدد دے گی۔ اور اس راہ میں جو مشکل اسے پیش آئے گی، اس کا حل بتائے گی۔

تنبیہ:

اذکار واشغال میں مشغولی سے پہلے اگر قضا نمازیں یا روزے ہوں، ان کا ادا کر لینا جس قدر جلد ممکن ہو نہایت ضرور ہے۔ جس پر فرض باقی ہے، اس کے نفل واعمال مستحبہ کام نہیں دیتے۔ بلکہ قبول نہیں ہوتے، جب تک فرائض نہ ادا کر لے۔

تنبیہ:

اذکار واشغال کے لیے تین بدرقوں کی ضرورت ہے۔ تقلیل طعام، تقلیل کلام، تقلیل منام وباللہ التوفیق۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ پنجم محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

سنی مسلمانوں کے دین و دنیا کا بھلا لازوال دولت اور بہت آسان۔

صلی اللہ علی النبی الامی والہٖ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلاما علیك یا رسول اللہ

بعد نماز جمعہ مجمع کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو سو بار پڑھیں۔ جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو، جمعہ کے دن نماز صبح خواہ ظہر یا عصر کے بعد پڑھیں۔ جو کہیں اکیلا ہو، تنہا پڑھے۔ یو ہیں عورتیں اپنے گھروں میں پڑھیں۔ اس کے چالیس فائدے ہیں، جو صحیح اور معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں۔ یہاں مشتے از نمونہ چند ذکر کیے جاتے ہیں۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے گا، جو ان کی عظمت تمام جہان سے زیادہ دل میں رکھے گا۔ جو ان کی شان گھٹانے والوں، ان کے ذکر پاک مٹانے والوں سے دور رہے گا، دل سے بیزار ہوگا۔ ایسا جو کوئی مسلمان اسے پڑھے گا، اس کے لیے بے شمار فائدے ہیں۔ جن میں سے بعض درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) پڑھنے والے پر اللہ عزوجل اپنی تین ہزار رحمتیں اتارے گا۔

(۲) اس پر دو ہزار بار اپنا سلام بھیجے گا۔

(۳) پانچ ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھے گا۔

(۴) اس کے پانچ ہزار گناہ معاف فرمائے گا۔

(۵) اس کے پانچ ہزار درجے بلند فرمائے گا۔

(۶) اس کے ماتھے پر لکھ دے گا کہ یہ منافق نہیں۔

(۷) اس کے ماتھے پر تحریر فرمائے گا کہ یہ دوزخ سے آزاد ہے۔

(۸) اللہ اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔

(۹) اس کے مال کی ترقی دے گا۔

(۱۰) اس کی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد میں برکت رکھے گا۔

(۱۱) دشمنوں پر غلبہ دے گا۔

(۱۲) دلوں میں اس کی محبت رکھے گا۔

(۱۳) کسی دن خواب برکت زیارت اقدس سے مشرف ہوگا۔

(۱۴) ایمان پر خاتمہ ہوگا۔

(۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس کے لیے واجب ہوگی۔

(۱۶) اللہ عزوجل اس سے ایسا راضی ہوگا کہ کبھی ناراض نہ ہوگا۔

اور بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درود شریف کی تمام سنیوں کو اجازت عطا فرمائی ہے۔ بشرطیکہ بدمذہبوں سے بچیں۔

شجریہ درودیہ:

اس مسلسل مفصل مطول شجرہ صلاتیہ کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے ایک درود شریف بھی حسب فرمائش حضرت سیّد اسماعیل حسن صاحب مارہروی تصنیف فرمایا۔ جو مشعر شجرہ طیبہ قادریہ برکاتیہ ہے۔ اس درود شریف کا پڑھنا شجرہ شریف کا بھی پڑھنا ہے۔

اللهم صلى وسلم وبارك على سيّدنا ومولانا محمد المصطفى رفيع المكان÷المرتضى على الشان÷الذى رجيل من المتاخرين رجال السالفين ÷ وحسين من زمرته احسن من كذا وكذا من السابقين ÷ السيد السجادبن العابدين ÷ باقر علوم الانبياء والمرسلين ÷ ساقى كوثر ÷ مالك تسنيم وجعفر ÷ الذى يطلب موسىٰ الكليم رضاء ربه بالصلوٰة عليه ÷ السرى السارى سره فى ذرات الاكوان ÷الغالب جنيد من جنوده على جيوش الجور والعدوان ÷ اصل المراد ÷ من عالم الايجاد ÷ الذى له ان يقول لا دوم ومن دونه نجلى ÷ ولكل اسد من اسد الله شبلى ÷ الاحد الماجد ÷ عبد الواحد ÷ اخوالا حزان فى عشقه ÷ ابوالفرح من لطفه ورفقه ÷الايمان حسن ÷ وهو ابوالحسن ÷ اذمنه نشا وبه ظهر ÷والمومن سعيد ÷ وهو ابوسعيد ÷ اذهو الذى ربى وهداه فبر ÷ وافر الابدى قادر اليدين ÷ عبدالقادر غوث الثقلين ÷ عبدا لرزاق قاسم الارزاق ÷ ابوصالح المومنين ÷ نصر الاسلام محى الدين ÷ على المرتقى والمدارج ÷ موسىٰ طور المعارج ÷ حسن الخلق ÷ احمد الخلق ÷ بهاء الدين الكريم ÷سناشريعة ابراهيم ÷ الامى القارى ÷ نظام الدين البارى ÷ العرب و الفرس والهند کلهم لہ سائل وگدا و بھکاری ضياءالانبياء÷جمال للانبياء ÷ محمد الذات ÷ احمد الصفات ÷ فضل الله ÷ وبركة الله ÷ وعلى ال محمد الاعظم ÷ العارفين نص الشرعى المطهر ورمزه ÷ الضياغم المتحملين شدة الجهاد الاكبر وحمزه ÷ بهم آل احمد العظيم الكريم ÷ ال الرسول الروف الرحيم

حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد دوسرے مشائخ کے اسماطیبہ اس طرح لیے جائیں۔

كل منهم اٰل بركات الرسالة ÷ وامير عالم الفضل والنباله

اللهم وعلى اصحابه العظام ÷ ومشائخنا الكرام ÷ وعلينا معهم ياذالجلال والاكرام ÷ مارهره اقمار اليقين ÷ فى مهمه صدور العارفين ÷ آمين آمين ÷ ياارحم الراحمين ÷ اللهم ومن انشاء هذه الصيغة المباركة فاغفرله يا عظيم ÷ وارض عنه حبيك احمد رضا الومولى العفو الكريم آمين ۔

كتبه الفقير احمد رضا القادرى غفرله فى مارهره مطهرة ۔ ۲۱/محرم يوم الجمعة ۱۳۰۵ھ

شجرہ مسدسہ:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے شجرہ مبارکہ کو مسدس بھی فرمایا ہے۔ ان کا چھٹا مصرعہ درود شریف ہے۔ اس کا پڑھنا بھی موجب حسنات و باعث برکات ہے۔

آل رسول و آل احد • سید حمزہ آل محمد
شہ برکات اکرم و امجد • شہ فضل اللہ احمد ارشد
ھم شفعائی عندالاحمد • صلی اللہ علیہ وسلم
شاہ محمد عین عنایت • ماہ جمال اہل ولایت
قاضی شرع ضیاملت • شاہ بھکاری کان سخاوت
آئینہ ہائے ماہ رسالت • صلی اللہ علیہ وسلم
سید ابراہیم مکرم • شاہ بہاء الدین معظم
احمد جیلاں شاہ حسن ہم • موسیٰ پاک وعلی مفخم
ہم برکات نبی اکرم • صلی اللہ علیہ وسلم
شاہ محی الدین معلیٰ • سیّد ابوصالح شہ والا
عبدالرزاق حسن الآلہ • غوث الاعظم ازہمہ بالا
ابن رسول اللہ تعالیٰ • صلی اللہ علیہ وسلم
شاہ مبارک اصل سعادت • بوالحسن ہکار اقامت
بوالفرح طرطوسی نسبت • عبدالواحد فانی وحدت
نوابان شاہ نبوت • صلی اللہ علیہ وسلم
شبلی شافع بندہ مخطی • شاہ جنید وسری سقطی
شہ معروف رضاء منطی • کاظم وجعفر باقر معطی
رحمتہ ذخری کنزی فرطی • صلی اللہ علیہ وسلم
عابد ساجد ابن اماجد • شاہ شہیداں شاہد واحد
حیدر صفدر شیر مشاہد • سیّد عالم عبد مشاہد
بدر مکارم ختم محامد • صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اپنا نام نامی اس شجرہ میں منظوم نہیں فرمایا تھا۔ اس لیے رضوی بھائیوں کے لیے

(مفتی اعظم) حضرت مولانا شاہ المصطفےٰ رضا خاں صاحب قادری برکاتی رضوی خلف اصغر دامت فیوضہ نے ایک بند بڑھا دیا۔ وھوھذا۔

زین وضیائے دین وملت • ناصر سنت کا سر بدعت
شیخ طریقت اعلیٰ حضرت محور رضائے حضرت عزت
پر تو عکس مہر نبوت • صلی اللہ علیہ وسلم

شجرۃ سلسلۃ الذھب نافیۃ الارب:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ۱۳۰۳ھ میں فارسی زبان میں نہایت زبردست قصیدہ مسمّی بنام تاریخی سلسلۃ الذھب نافیۃ الارب مشائخ سلسلہ کے مختصر اوصاف وفضائل پر مشتمل تحریر فرمایا۔ اور اسے ۱۳۰۴ھ میں مطبع مطلع درخشاں، بریلی میں طبع فرمایا۔ اور باعتبار سن طباعت اس کا تاریخی نام سلسلہ قدیمہ قادریہ برکاتیہ رکھا۔ اس مطول قصیدہ سے صرف مشائخ کرام کے اسما طیبہ والے اشعار بطور اختصار اس جگہ جدرج کرتا ہوں۔ تاکہ فارسی سے مذاق رکھنے والے حضرات روزانہ اس کو بھی پڑھ کر برکت حاصل کریں اور دوسرے حضرات بھی اس کو پڑھا کریں۔ اس لیے کہ اس شجرہ میں بوسیلہ تمام بزرگان سلسلہ خداوند عالم سے امداد کن کی درخواست ودعا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

یاخدا بہر جناب مصطفےٰ امداد کن • یارسول اللہ! از بہر خدا امداد کن
مرتضیٰ شیر خدا مرحب کشا خیبر کشا • سرور لشکر کشا مشکل کشا امداد کن
یا شہید کربلایا دافع کرب وبلا • گل رخا شہزادہ گلگوں قبا امداد کن
باقی اسیاد یا سجادیا شاہجواد • خضر ارشاد آدم آل عبا امداد کن
باقرا یاعالم سادات یا بحر العلوم • از علوم خود بدفع جہل ما امداد کن
جعفر صادق بحق ناطق بحق واثق توئی • بہر حق مار طریق حق نما امداد کن
شان حلما کان علما جان سلما السلام • موسیٰ کاظم جہاں ناظم مرا امداد کن
ضامن تامن رضا بر من نگاہ از رضا • خشم راشا یا نم وگوء رضا امداد کن
یا شہ معروف مارا رہ سوئے معروف دہ • یاسری امن از سقط در دوسرا امداد کن
یا جنید اے بادشاہ جند عرفاں المدد • شبلیا اے شبل شیر کبریا امداد کن
شیخ عبدالواحد راہم ہوئے واحد نما • بے فرح را یا لفرح طرطوسیا امداد کن
بوالحسن ہکاریا حاکم حسن کن بے ریا • ای علی اے شاہ عالی مرتقی امداد کن
سرور مخزوم سیف اللہ اے خالد بقرب • بوسعیدا اسعدا سعد الوریٰ امداد کن

یا ولی الاولیا ابن نبی الانبیاء • اے کہ پایت بررقاب اولیا امداد کن
یا ابن ہذا المرتجی یا عبدرزاق الوریٰ • تا کہ باشد رزق ما عشق شما امداد کن
یا ابا صالح صلاح دین واصلاح قلوب • فاسدم گلزار و درجوش ہوا امداد کن
جان نصری یا محی الدین فانصر وانتصر • اے علی اے شہریار مرتضی امداد کن
سید موسیٰ کلیم طور عرفاں المدد • اے حسن اے اے تاجدار مجتبیٰ امداد کن
متقی جوہر زجیلاں سیّد احمد الاماں • بے بہا گوہر بہاء الدین بہا امداد کن
بندہ رانمرود نفس انداخت درنار ہوا • یا براہیم ابرآتش گل کناں امداد کن
اے محمد یا علم واخر زدست غفلتم • اے کہ ہر موئے تو درذکر خدا امداد کن
اے بنامت شیرؤ جاں شد نبات کالپی • احمد انوشیں لبا شیریں ادا امداد کن
شاہ فضل اللہ یا ذوالفضل یا فضل الہ • چشم در فضل تو بست ایں بینو امداد کن
شاہ برکات اے ابوالبرکات اے سلطان جود • بارک اللہ اے مبارک بادشا امداد کن
بے خوداوہ باخدا آل محمد مصطفیٰ • سید احق واجدا یا مقتدا امداد کن
اے حریم طیبہ تو حیدرا کوہ اُحد • یا جبل یا حمزہ یا شیر خدا امداد کن
یا ابوالفضل ال احمد حضرت اچھے میاں • شاہ شمس الدین ضیاء الاصفیا امداد کن
تاجدار حضرت مارہرہ یا آل رسول • اے خدا خواہ وجدا از ماعدا امداد کن
بے وسائل آمد سوئے تو منظور تو نیست • یعنی اے رب نبی واولیا امداد کن
نیست عون از غیر تو بل غیر تو خود ہیچ نیست • باالہ الحق الیک المنتھی امداد کن

منظوم اُردو شجرہ

اسی فارسی قصیدہ کے علاوہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے شجرہ مبارکہ کو اُردو میں بھی نظم فرمایا ہے۔ جس میں شجرہ مبارکہ کے ناموں کی مناسبت سے ایسے ایسے پُرمغز الفاظ لائے ہیں، جس کی وجہ سے علاوہِ شجرہ منظوم ہونے کے خاص طور پر شان شاعری اور فن بدیع کا کافی نمونہ ہے۔

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے • یا رسول اللہ! کرم کیجئے خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے • کر بلائیں ردّ شہید کربلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے • علم حق دے باقر علم ہدیٰ کے واسطے
صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر • بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے
بہر معروف وسری معروف دے بے خود سیر • جند حق میں گن جنید باصفا کے واسطے
بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا • ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے
بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن وسعد • بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے
قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا • قدر عبدالقادر قدرت نما کے واسطے
احسن اللہ لہ رزقا سے دے رزق حسن • بندہ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے
نصرابی صالح کا صدقہ صالح ومنصور رکھ • دے حیات دیں محی جاں فزا کے واسطے
طور عرفان وعلو وحمد وحسنی وبہا • دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے بہر ابراہیم مجھ پر نار غم
گلزار کر • بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے
خانہ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال • شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے
دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے • خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے
دین ودنیا کی مجھے برکات دے برکات سے • عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے
حب اہل بیت دے آل محمد کے لیے • کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے
دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پرنور کر • اچھے پیارے شمس دیں بدر العلی کے واسطے
دوجہاں میں خادم آل رسول اللہ کر • حضرت آل رسول مقتدیٰ کے واسطے
صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین عز علم وعمل • عفو وعرفان عافیت احمد رضا کے واسطے

حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز بلکہ ان کے والد ماجد حضرت معین الحق مولانا شاہ فضل رسول صاحب قدس سرہ اور ان کے والد ماجد حضرت مولانا عین الحق شاہ عبدالمجید صاحب قدس سرہ کو بیعت مارہرہ شریف میں ہے۔اس لیے مریدان حضرت تاج الفحول کی فرمائش پر اعلیٰ حضرت نے ایک شعر بڑھا دیا جو حضرت اچھے میاں شاہ شمس الملۃ والدین قدس سرہ کے نام نامی کے بعد پڑھا جاتا ہے۔اس لیے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالمجید صاحب قدس سرہ العزیز کو حضرت اچھے میاں قدس سرہ العزیز سے بیعت وخلافت حاصل تھی وہ شعر یہ ہے۔

یا معین یا عین یا عین ومعیں کے نور عین
عبد قادر میرے مرشد رہنما کے واسطے

ہم لوگ متوسلین بارگاہ رضویہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی حیات میں تو اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔جیسے اعلیٰ حضرت نے نظم فرمایا اور اس کتاب میں درج ہے اور مقطع کا یہ مطلب لیتے تھے کہ خداوندا برکت پیر ومرشد برحق حضرت مولانا احمد رضا

خاں صاحب ہم لوگوں کو چھ عین، عز، علم، عمل، عفو، عرفاں، عافیت عطا فرما۔ جب ۲۵/صفر روز جمعہ مبارکہ ۱۳۴۰ھ میں اعلیٰ حضرت کا وصال ہوا۔ اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر اعلیٰ حضرت کے جانشین ہوئے۔ تو ایک شعر انہوں نے اعلیٰ حضرت کے نام نامی کا اضافہ فرمایا۔

کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے

اور مقطع میں بجائے 'احمد رضا'، 'اس بے نوا' بنادی؛ اور اس کو اس طرح پڑھنے لگے

صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین عز علم و عمل
عفو عرفاں عافیت اس بے نوا کے واسطے

ذکر محب رسول و نوری میاں:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کو اپنے مشائخ کرام قدست اسرارھم کے ساتھ جو شغف تھا، بیان سے باہر ہے۔ اسی لیے جب ذرا بھی موقع ملتا مشائخ کرام کا تذکرہ فرمادیتے تھے۔ ۱۳۱۵ھ میں اُردو میں دو قصیدہ تحریر فرمایا۔ ایک تاج الفحول محب الرسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی مدح وصفت میں جس کا نام تاریخی 'چراغ انس' (۱۳۱۵ھ) رکھا۔ اس کا مطلع یہ ہے۔

اے امام الہدیٰ محب رسول دین کے مقتدیٰ محب رسول

دوسرا قصیدہ حضرت سیدنا سیّد شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ کی مدح وثنا میں اس کا تاریخی نام 'مشرقستان قدس' (۱۳۱۵ھ) رکھا۔ اس کا مطلع یہ ہے۔

ماہ سیما ہے احمد نوری مہر جلوہ ہے احمد نوری

اور مقطع یہ ہے

کیوں رضا تم ملول ہوتے ہو ہاں تمہارا ہے احمد نوری

اس قصیدہ کو استماع فرما کر حضرت ممدوح نے اعلیٰ حضرت قدست اسرارہما کو ایک نہایت ہی نفیس معطر و معنبر عمامہ عطا فرمایا۔ اور اپنے دست اقدس سے اعلیٰ حضرت کے سر پر باندھا۔ حاضرین جلسہ سے حضرت مولانا عبدالمقتدر مطیع الرسول صاحب قادری برکاتی عثمانی بدایونی نے فی البدیہہ اس عطیہ بہیہ کی تاریخ تاج الفخر (۱۳۱۵ھ) نکالی۔ اس قصیدہ مبارکہ میں بھی نہایت ہی خوبی کے حضرت ممدوح کی تعریف میں پورا شجرہ نظم فرمایا ہے۔

سید الانبیا رسول اللہ • تیرا بابا ہے احمد نوری
مرجع اولیا علی ولی • تیرا دادا احمد نوری

وہ حسینی رچی ہوئی رنگت • گل سے زیبا ہے احمد نوری
زینت زین عابدیں سے ترا • حسن نکھرا ہے احمد نوری
علم اعظم ہیں حضرت باقر • تو بھتیجا ہے احمد نوری
صادق رفض سوز کا پر تو • تجھ پہ سچا ہے احمد نوری
شان کاظم دکھا کہ معدن حلم • تیرا منشا ہے احمد نوری
اے رضا کے رضی رضی کا رضا • تجھ سے جویا ہے احمد نوری
فضل معروف سے ترا معروف • شہر شہرا ہے احمد نوری
سر میں ساری ہے سر پاک سری • سر پہ سارا ہے احمد نوری
سید الطائف کا طائف سے • ہم کو کعبہ ہے احمد نوری
شبل شبلی ہے قوم شرر اپر • شیر شرزہ ہے احمد نوری
عبدواحد کے بحر وحدت سے • دریکتا ہے احمد نوری
بو الفرح کے لیے فرح دیدے • غم نے گھیرا ہے احمد نوری
بو سعیدی سعید کتنا سعد • تیرا تارا ہے احمد نوری
حسن بو الحسن یہ تیرا حسن • کیا نرالا ہے احمد نوری
غوث کونین کی غلامی سے • جگت آقا ہے احمد نوری
عبدرزاق ہیں وسیلہ رزق • تو سہارا ہے احمد نوری
نصر وبونصر اس کے نصر ونصیر • ناصر اپنا ہے احمد نوری
تازی کونپل علی کی ڈالی میں • تیرا بالا ہے احمد نوری
شاہ موسیٰ کے گورے ہاتھوں کا • ید بیضا ہے احمد نوری
حسنی احمدی حسین وحمید • خوش ستودہ ہے احمد نوری
دیکھ لو جلوہ بہاء الدین • آئینہ سا ہے احمد نوری
گل خندان باغ ابراہیم • تیراچہرہ ہے احمد نوری
خود بھکاری کے درکا سائل ہے• ہم کو داتا ہے احمد نوری
نور قاضی ضیا کے پر تو سے • نور اضوا ہے احمد نوری
اے جمالی جمیل شان جمال • تجھ میں جملہ ہے احمد نوری

حمد کے دونوں پاک ناموں کا • فیض ولمعہ ہے احمد نوری
شانِ انوار فضل اللہ • تجھ سے پیدا ہے احمد نوری
برکاتی چمن کا بوٹا ہے • برکت زا ہے احمد نوری
باغ آل محمد ہے نہال • ستھرا پودا ہے احمد نوری
باغ آل محمدی ہے نہال • برکت زا ہے احمد نوری
رہے حمزہ کا میکدہ جس کی • مدھ کا ماتا ہے احمد نوری
آل احمد ہیں مصطفیٰ کے چاند • ماہ پارہ ہے احمد نوری
خسرو اولیا ہیں آل رسول • شاہزادہ ہے احمد نوری

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ایک مناجات مقبول تصنیف فرمائی، جس کے ہر شعر کی ابتدا 'یا الٰہی' سے ہے، اور ردیف 'ساتھ ہو' ہے۔

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو • جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو
یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو • شادیٔ دیدار حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات • ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب پڑے محشر میں شور دار و گیر • امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے • صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو
یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر • سیّد بے سایہ کے ظل لوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن • دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں • عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں • ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب حساب خندہ بے جا رلائے • چشم گریان شفیع مرتجیٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی رنگ لائیں جب میری بیباکیاں • ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط • آفتاب ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے • رب سلم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو
یا الٰہی جو دعائیں نیک میں تجھ سے کروں • قدسیوں کے لب آمیں ربنا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب رضا خواب گراں سر اٹھائے • دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

تیرہ طریقوں کی اجازت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اگرچہ عام طور پر سب لوگوں کو طریقہ عالیہ قادریہ جدیدہ میں بیعت کرتے تھے۔لیکن حضور کو اجازت وخلافت تیرہ طریقوں کی تھی۔اس جگہ اسمائے طیبہ جملہ سلاسل عالیہ کا لکھنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ اعلیٰ حضرت کو کون کون سلسلہ کس کس طریقہ سے پہنچا ہے،اور اس سے یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ دوسرے مشائخ کرام کا سلسلہ کس جگہ اعلیٰ حضرت کے سلسلہ میں آکر ملتا ہے۔

اول:سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ سلسلۃ الذھب

(۱)اعلیٰ حضرت امام اھل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی قدسی سرہ العزیز
(۲)اعلیٰ حضرت ملحق الاصاغر بالاکابر وارث العلم والفضل کابراعن کابر مولانا شاہ ال رسول احمدی قدسی سرہ العزیز
(۳)حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب قدسی سرہ العزیز
(۴)حضرت سیّد شاہ حمزہ صاحب قدسی سرہ
(۵)حضرت سیّد شاہ آل محمد مارھروی قدس سرہ
(۶)حضرت سیّد شاہ برکت اللہ مارھروی قدسی زرہ
(۷)حضرت سیّد شاہ فضل اللہ کالپوی قدس سرہ
(۸)حضرت سیّد شاہ احمد کلپوی قدس سرہ
(۹)حضرت سیّد شاہ محمد کالپوی قدس سرہ
(۱۰)حضرت شاہ جمال الاولیا کوڑا جھاں آبادی قدس سرہ
(۱۱)حضرت شیخ ضیاء الدین معروف بقاضی جیا قدس سرہ
(۱۲)حضرت شیخ محمد معروف بہ شیخ بھکاری قدس سرہ
(۱۳)حضرت سیّد ابراہیم ایرجی قدس سرہ
(۱۴)حضرت شیخ بھاء الدین قدس سرہ
(۱۵)حضرت سیّد احمد الجیلانی قدس سرہ
(۱۶)حضرت سیّد حسن قدس سرہ
(۱۷)حضرت سیّد موسیٰ قدس سرہ
(۱۸)حضرت سیّد علی قدس سرہ

(۱۹) حضرت سیّد محی الدین ابونصر قدس سرہ

(۲۰) حضرت سیّد ابوصالح قدس سرہ

(۲۱) حضرت سیّد عبدالرزاق قدس سرہ

(۲۲) حضرت سیّد سادات قطب الاقطاب حضور غوث الاعظم سیّد ابومحمد محی الدین شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی قدس سرہ

(۲۳) حضرت شیخ ابوسعید مخزومی قدس سرہ

(۲۴) حضرت شیخ ابوالحسن علی ھکاری قدس سرہ

(۲۵) حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہ

(۲۶) حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی قدس سرہ

(۲۷) حضرت شیخ ابوبکر شبلی قدس سرہ

(۲۸) حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ

(۲۹) حضرت شیخ سری سقطی قدس سرہ

(۳۰) حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہ

(۳۱) حضرت امام علی رضا قدس سرہ

(۳۲) حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ

(۳۳) حضرت امام جعفر صادق قدس سرہ

(۳۴) حضرت امام باقر قدس سرہ

(۳۵) حضرت امام زین العابدین قدس سرہ

(۳۶) حضرت سیّد الشھدا امام حسین قدس سرہ

(۳۷) حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

(۳۸) حضرت سیّد المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وخلفاءہ وعلماء وامتہ اجمعین آمین۔

دوم: سلسلہ قادریہ آبائیہ قدیمہ مثل اوّل تا سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ

(۷) حضرت شاہ اویس قدس سرہ

(۸) حضرت سیّد شاہ عبدالجلیل قدس سرہ

(۹) حضرت سیّد شاہ میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ

(۱۰) حضرت سید شاہ مخدوم حسنین قدس سرہ
(۱۱) حضرت سیّد شاہ مخدوم صفی قدس سرہ
(۱۲) حضرت شیخ سعد بڈھن قدس سرہ
(۱۳) حضرت شیخ مینا لکھنوی قدس سرہ
(۱۴) حضرت شیخ سارنگ قدس سرہ
(۱۵) حضرت سیّد راجو قتال قدس سرہ
(۱۶) حضرت شیخ سیّد مخدوم جہانیان قدس سرہ
(۱۷) حضرت شیخ نور الدین علی طواشی قدس سرہ
(۱۸) حضرت شیخ صالح مجذوب بردی قدس سرہ
(۱۹) حضرت شیخ کمال الدین کوفی قدس سرہ
(۲۰) حضرت شیخ سعد الدین بن الفتوح قدس سرہ
(۲۱) حضرت غوث الثقلین عبد القادر جیلانی قدس سرہ
(۲۲) حضرت شیخ اسود دینوری قدس سرہ
(۲۳) حضرت شیخ احمد اسود دینوری قدس سرہ
(۲۴) حضرت شیخ مشاد علو دینوری قدس سرہ
(۲۵) حضرت شیخ ابو العباس نہاوندی قدس سرہ
(۲۶) حضرت شیخ عبد اللہ خفیف قدس سرہ
(۲۷) حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ
(۲۸) حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہ
(۲۹) حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہ
(۳۰) حضرت خواجہ داؤد طائی قدس سرہ
(۳۱) حضرت خواجہ حبیب عجمی قدس سرہ
(۳۲) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
(۳۴) حضرت سیّد المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سوم: سلسلہ قادریہ رزاقیہ اسمٰعیلیہ مثل اول

تا حضرت حمزہ

(۵) حضرت سیّد اسماعیل مولوی قدس سرہ
(۶) حضرت سیّد عبد الرزاق پانسوی قدس سرہ
(۷) حضرت سیّد عبد الصمد خدا نما احمد آبادی قدس سرہ
(۸) حضرت سیّد ھدایت اللہ خدا نما قدس سرہ
(۹) حضرت شیخ حسنین خدا نما قدس سرہ
(۱۰) حضرت شیخ امان اللہ امانی قدس سرہ
(۱۱) حضرت ابراھیم شیخ بکری قدس سرہ
(۱۲) حضرت ابراھیم ملتانی قدس سرہ
(۱۳) حضرت یران بخش سیّد فرید بھکری قدس سرہ
(۱۴) حضرت شیخ جلال الدین قادری قدس سرہ
(۱۵) حضرت سیّد محمد قدس سرہ
(۱۶) حضرت شیخ بھاء الدین قدس سرہ
(۱۷) حضرت شیخ ابو العباس قدس سرہ
(۱۸) حضرت سیّد حسن قدس سرہ
(۱۹) حضرت شیخ موسیٰ قدس سرہ
(۲۰) حضرت سیّد علی قدس سرہ
(۲۱) حضرت سیّد محمد برادسیّد بغدادی قدس سرہ
(۲۲) حضرت سیّد محمد بن ابی الصالح قدس سرہ
(۲۳) حضرت سیّد عبد الرزاق قدس سرہ
(۲۴) حضرت غوث الثقلین الیٰ آخر السلسلۃ۔

چہارم: سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ انواریہ

(۱) اعلیٰ حضرت امام اھل سنت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ
(۲) اعلیٰ حضرت سیّد شاہ آل الرسول احمدی قدس سرہ

(۳) حضرت شیخ نور الحق معروف بہ مولانا نور قدس سرہ

(۴) حضرت شیخ انوار الحق معروف بہ مولانا انوار قدس سرہ

(۵) حضرت شیخ احمد عبد الحق قدس سرہ

(۶) حضرت شیخ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ الی آخر السلسلۃ الثانیۃ۔

پنجم: سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ معمریہ

(۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ

(۲) حضرت سیّد شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہ

(۳) حضرت حافظ عارف علی حسین مراد آبادی قدس سرہ

(۴) حضرت شیخ ملا وریار خان قدس سرہ

(۵) حضرت شیخ عبد الکریم قدس سرہ

(۶) حضرت شیخ شاہ منور قدس سرہ

(۷) حضرت شیخ شاہ دولہ قدس سرہ

(۸) حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ

(۹) حضرت شیخ ابو سعید مخزومی قدس سرہ

(۱۰) حضرت شیخ ابو الحسن ھکاری قدس سرہ

(۱۱) حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسی قدس سرہ

(۱۲) حضرت عبد الواحد بن عبد العزیز تمیمی قدس سرہ

(۱۳) حضرت شیخ شبلی قدس سرہ

(۱۴) حضرت شیخ جنید البغدادی قدس سرہ

(۱۵) حضرت امام حسن عسکری قدس سرہ

(۱۶) حضرت امام علی نقی قدس سرہ

(۱۷) حضرت امام محمد تقی قدس سرہ

(۱۸) حضرت امام علی رضا قدس سرہ الی آخر السلسلۃ الاول وھذہ اقرب السلاسل۔

حضرت سیّد شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ یہ سلسلہ قریب ترین سلاسل عالیہ ہے اس لیے کہ حضرت شاہ دولہ قدس سرہ العزیز نے پانچ سو سال یا اس سے زیادہ عمر پائی اور حضرت غوث پاک رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت سے لے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کل پچیس واسطے ہیں اور اس سلسلہ میں ایک دوسری خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں دس ائمہ اطہار ہیں۔ رضوان اللہ علیھم اجمعین ونفعنا ببرکاتھم الی یوم الدین ۔

ششم: سلسلہ عالیہ چشتیہ قدیمہ مثل سلسلہ دوم تا مخدوم جہانیاں

(۱۷) حضرت سیّد نصیر الدین چراغ دھولی قدس سرہ

(۱۸) حضرت سیّد نظام الحق والدین بدیوانی قدس سرہ

(۱۹) حضرت سیّد فرید الدین گنج شکر قدس سرہ

(۲۰) حضرت سیّد قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ

(۲۱) حضرت سیّد سلطان الھند غریب نواز حبیب اللہ وارث النبی معین الحق والدین حسن چشتی سنجری اجمیری قدس سرہ

(۲۲) حضرت خواجہ محمد عثمان ھارونی قدس سرہ

(۲۳) حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہ

(۲۴) حضرت سیّد مودود چشتی قدس سرہ

(۲۵) حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی قدس سرہ

(۲۶) حضرت خواجہ محمد بن ابو احمد چشتی قدس سرہ

(۲۷) حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی قدس سرہ

(۲۸) حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی قدس سرہ

(۲۹) حضرت خواجہ ھمشاد علو دینوری قدس سرہ

(۳۰) حضرت خواجہ پیرو بصری قدس سرہ

(۳۱) حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی قدس سرہ

(۳۲) حضرت سلطان ابراھیم بن ادھم قدس سرہ

(۳۳) حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہ

(۳۴) حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید قدس سرہ

(۳۵) حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ

(۳۶) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(۳۷) حضرت سیّد المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

ہفتم: سلسلہ عالی چشتیہ جدیدہ مثل سلسلہ اولیٰ تا شاہ جمال الاولیاء

(۱۱) حضرت سیّد جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیان قدس سرہ

(۱۲) حضرت شیخ بہاء الدین قدس سرہ

(۱۳) حضرت شیخ سالار بدہ قدس سرہ

(۱۴) حضرت شیخ بہاء الدین جونپوری قدس سرہ

(۱۵) حضرت شیخ محمد عیسیٰ قدس سرہ

(۱۶) حضرت شیخ فتح اللہ بدایونی قدس سرہ

(۱۷) حضرت شیخ صدر الدین قدس سرہ

(۱۸) حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ

(۱۹) حضرت محبوب الٰہی نظام الملۃ والدین قدس سرہ

(۲۰) حضرت، شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ

(۲۱) حضرت قطب الاولیا قطب الدین قدس سرہ

(۲۲) حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی قدس سرہ الیٰ آخرہٖ

ہشتم: سلسلہ عالیہ سہروردیہ قدیمہ مثل سلسلہ چشتیہ قدیمہ تا مخدوم جہانیاں

(۱۷) حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہ

(۱۸) حضرت شیخ صدر الدین قدس سرہ

(۱۹) حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ

(۲۰) حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہ

(۲۱) حضرت شیخ ضیاء الدین عبد القاہر قدس سرہ

(۲۲) حضرت وجیہ الدین ابو حفص عمر قدس سرہ

(۲۳) حضرت خواجہ محمد معروف بہ خواجہ عمویہ قدس سرہ

(۲۴) حضرت خواجہ ابو احمد اسود دینوری قدس سرہ

(۲۵) حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرہ

(۲۶) حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ

(۲۷) حضرت شیخ سری سقطی قدس سرہ

(۲۸) حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہ

(۲۹) حضرت خواجہ داؤد طائی قدس سرہ

(۳۰) حضرت خواجہ شیخ حبیب عجمی قدس سرہ

(۳۱) حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ

(۳۲) حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(۳۳) حضرت سیّد المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

نہم: سلسلہ عالیہ سہروردیہ جدیدہ مثل سلسلہ چشتیہ جدیدہ حضرت جمال الاولیا

(۱۱) حضرت شیخ قیام الدین قدس سرہ

(۱۲) حضرت شیخ قطب الدین قدس سرہ

(۱۳) حضرت شیخ ادھن جونپوری قدس سرہ

(۱۴) حضرت شیخ بہاء الدین قدس سرہ

(۱۵) حضرت شیخ علاء الدین قدس سرہ

(۱۶) حضرت سیّد راجو قتال قدس سرہ

(۱۷) حضرت سیّد جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں قدس سرہ الیٰ آخر السلسلۃ العالیہ السہروردیہ القدیمۃ۔

دھم: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ صدیقیہ مثل قادریہ جدیدہ تا سیّد محمد کالپوی

(۱۰) حضرت شیخ ابو العلا اکبر آبادی قدس سرہ

(۱۱) حضرت شیخ عبد اللہ قدس سرہ

(۱۲) حضرت سیّد محمد یحییٰ قدس سرہ

(۱۳) حضرت خواجہ محمد عبد الحق قدس سرہ

(۱۴) حضرت خواجہ عبد اللہ احرار قدس سرہ

(۱۵) حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہ

(۱۶) حضرت خواجہ برھان الاصفیا بہاء الدین نقشبندی قدس سرہ

(۱۷) حضرت خواجہ امیر کلاں قدس سرہ

(۱۸) حضرت بابا محمد سماسی قدس سرہ

(۱۹) حضرت خواجہ علی رامیتی قدس سرہ

(۲۰) حضرت خواجہ محمود ابوالخیر فغنوی قدس سرہ
(۲۱) حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ
(۲۲) حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ
(۲۳) حضرت خواجہ یوسف ھمدانی قدس سرہ
(۲۴) حضرت شیخ ابوعلی طوسی فارمدی قدس سرہ
(۲۵) حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ
(۲۶) حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ
(۲۷) حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ
(۲۸) حضرت سیّدنا امام جعفر صادق قدس سرہ
(۲۹) حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق قدس سرہ
(۳۰) حضرت سیّدنا سلمان فارسی قدس سرہ
(۳۱) حضرت افضل اولیا العلمین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۲) حضرت سیّد المرسلین خاتم النبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

یازدھم: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ علوی صدیقیہ تا امام جعفر صادق

(۲۹) حضرت امام سیّدنا محمد باقر قدس سرہ
(۳۰) حضرت امام زین العابدین قدس سرہ
(۳۱) حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۲) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
(۳۳) حضرت سیّد المرسلین خاتم النبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

دوازدھم: سلسلہ عالیہ بدیعیہ مداری مثل قادریہ جدیدہ تا جمال الاولیا

(۱۱) حضرت شیخ قیام الدین قدس سرہ
(۱۲) حضرت شیخ قطب الدین قدس سرہ
(۱۳) حضرت سیّد جلال عبدالقادر قدس سرہ
(۱۴) حضرت سیّد مبارک قدس سرہ
(۱۵) حضرت سیّد اجمل قدس سرہ

(۱۶) حضرت عارف اجل بدیع الدین مدار مکن پوری قدس سرہ

(۱۷) حضرت شیخ عبداللہ شیامی قدس سرہ

(۱۸) حضرت شیخ عبدالاول قدس سرہ

(۱۹) حضرت شیخ امین الدین قدس سرہ

(۲۰) حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(۲۱) حضرت سیّدالمرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

سیزدھم: سلسلہ عالیہ علویہ منامیہ اقرب الطرق

(۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ

(۲) اعلیٰ حضرت ملحق الاصاغر بالاکابر سیّد شاہ ال رسول قدس سرہ

(۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ

(۴) حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(۵) حضرت سیّدالمرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

حضرت سیدنا سیّد شاہ ابوالحسین احمد نوری معروف بہ میاں صاحب مارہروی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سراہ العزیز خواب میں زیارت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مشرف ہوئے اور درخواست کی کہ مجھے شرف بیعت سے مشرف فرمایا جائے مولائے کائنات نے دست مبارک پھیلایا اوران کو بیعت سے مشرف فرمایا اس واقعہ کو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک مستقل رسالہ میں بہت ہی مفصل تحریر فرمایا ہے فقیر جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ یہ طریقہ منامیہ سب طریقوں سے قریب سے قریب تر ہے اس لیے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہوتے ہیں۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

افاضات وارشادات

نذرانہ:

اعلیٰ حضرت قبلہ کے یہاں پہلے نذرانہ کا بالکل دستور نہ تھا۔ کبھی کسی شخص کی نذر قبول نہ فرماتے تھے۔ کوئی شخص کتنا ہی اصرار کرتا، مگر حضور برابر انکار فرماتے، اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ دیا۔

جس زمانہ میں جناب قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم مدیر رسالہ 'خزن تحقیق' معروف بہ 'تحفہ حنفیہ' ورئیس محلّہ لودی کٹرہ پٹنہ کی اہلیہ محترمہ مرید ہوئیں، تو ان کے والد جناب شاہ بھگو صاحب کاکوی نے مبلغ ۶۰ روپے نذر کے حاضر کیے۔ اعلیٰ حضرت نے حسب دستور ہاتھ رکھ کر فرمایا: اللہ برکت دے اور واپس فرما دیا۔ تو شاہ بھگو صاحب نے خیال کیا کہ مولانا کو شاید معلوم نہیں کہ کتنے روپے ہیں؟ تھوڑی رقم سمجھ کر واپس فرمایا۔ (اس لیے کہ کچھ روپے تھے اور کچھ روپوں کے نوٹ تھے) اس لیے کہا: حضور ساٹھ (۶۰) روپے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: یہ تو ساٹھ روپے ہیں، اگر ساٹھ ہزار بھی ہوں تو مجھے خدا کے فضل سے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ دیا ہے، اور احباب ومخلصین کی نذر قبول کرنے سے غنی ومستغنی کر دیا ہے۔

البتہ کبھی کوئی شخص کوئی معمولی چیز تحفہ دیتا تو اسے قبول فرما لیتے، انکار نہ فرماتے تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ محض معمولی چیز سمجھ کر واپس کیا ہے۔

ایک مرتبہ الٰہ آباد کے ایک صاحب تشریف لائے وہاں کے امرود مشہور ہیں۔ چند امرود جن پر پتے لگے ہوئے تھے، ایک چھوٹے سے طشت میں رکھ کر حاضر کیا۔ اس وقت اعلیٰ حضرت ظہر کی نماز پڑھ کر زنانہ مکان میں تشریف لے جا رہے تھے، جب اعلیٰ حضرت سیڑھی کے قریب پہنچے اور سیڑھی پر چڑھنے کو ہوئے تو یہ صاحب حاضر ہوئے اور وہ طشت پیش کرتے ہوئے عرض کیا: برگ سبز ست تحفہ درویش

اعلیٰ حضرت نے امرود میں سے پتہ ذرا زور دے کر اٹھایا اور فرمایا کہ برگ سبز میں نے قبول کر لیے اور مسکراتے ہوئے حویلی تشریف لے گئے وہ بے چارے سخت پشیمان ہوئے اور خاموش وہاں سے واپس ہوئے، اور بولے اب کیا کریں؟ یہ امرود اعلیٰ حضرت کے لیے الٰہ آباد سے لائے تھے اور میں نے یہ مصرع انکسارا پڑھا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے امرود کے پتے لے لیے، اور امرود قبول نہ کیا۔ ہم نے کہا کہ آپ پریشاں خاطر نہ ہوں، یہ اعلیٰ حضرت نے بطور طبیعت کیا۔ آپ کسی دائی کے

ہاتھ ان کو بھجوا دیجئے، اعلیٰ حضرت قبول کرلیں گے۔ انہوں نے بھیج دیا، اعلیٰ حضرت نے قبول فرمالیا۔ یہ بہت خوش ہوئے، اور مجھے دعائے خیر دینے لگے۔ جزاک اللہ تعالیٰ

۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ بوقت عصر مسجد میں شرف بیعت حاصل کیا اور نذرانہ پیش کی۔ فرمایا: اس کی کیوں تکلیف کی؟ میں نے عرض کیا: حضور! میری خوشی اسی میں ہے کہ حضور اسے قبول فرمالیں۔ الحمدللہ کہ حضور نے ہدیہ مختصر قبول فرمالیا، اور ارشاد فرمایا کہ میں پہلے نذر نہیں لیا کرتا تھا، مگر جب سے یہ حدیث شریف میری نظر سے گزری کہ کوئی شخص دے تو لے لے، ورنہ ایک روز ایسا آئے گا کہ مانگے گا، اور نہ ملے گا بعد میں۔

پاؤں چومنے پر ناراضگی:

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور کسی دوسرے شخص کی طرف متوجہ تھے کہ پیچھے سے حاجی نصرت یار خاں صاحب قادری رضوی نے آکر قدم چوم لیے۔ اعلیٰ حضرت کو اس سے بہت رنج ہوا، چہرہ مبارک سرخ ہوگیا، فرمایا:

نصرت یار خان اس سے بہتر تھا کہ میرے سینے میں تلوار کی نوک پیوست کر کے پیٹھ کی طرف نکال لیتے۔ مجھے سخت اذیت اس سے ہوئی کہ میری بے خیالی میں یہ حرکت کی۔ ان قدموں میں کیا رکھا ہے؟ خوب یاد رکھو، اب کبھی ایسا نہ کرنا، ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

ناظرین کرام! فقیر ایوب علی کی حاضری جب مزار پر انوار پر ہوتی ہے۔ فوراً یہ واقعہ یاد آجاتا ہے، اور اسی وجہ سے پائنتی کی جانب قبر شریف کو کبھی ہاتھ نہیں لگاتا کہ حضور کی روح پاک کو ایذا پہنچے گی۔ میں زائرین کرام سے یہی استدعا کرتا ہوں کہ وہ بھی بوقت حاضری مزارِ پرانوار، اس کا لحاظ رکھیں۔

عشرہ محرم میں سبز، سرخ، سیا رنگ کا استعمال:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ محرم کی پہلی تاریخ سے عشرہ تک سبز سرخ سیاہ لباس سے اجتناب کرتے کہ سبز علمبرداروں کا لباس ہے، اور سرخ خوارج کا، اور سیاہ روافض کا...... ایک سال حضور کی مرزئی میں تینوں رنگ تھے۔ زمین سیاہ تھی، اس میں گلاب کے پھول سرخ، اور پتیاں سبز۔ جب ماہ محرم آیا، تو فوراً اتار دیا۔ حالانکہ اس میں تشبہ کسی کا نہ تھا کہ ہر ایک کا لباس ایک رنگ کا ہوتا ہے۔

یوم حج و عشرہ روزہ:

حضور کا معمول تھا کہ یوم حج یعنی نویں ذی الحجہ، اور عشرہ محرم میں صائم رہا کرتے اور ارشاد فرماتے:

اگر کم نصیبی سے حج نہ کر سکے تو روزہ تو رکھ لے، کہ عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

احترامِ قبلہ:

فرمایا: بوقت بول وبراز جانب قبلہ رخ نہ ہو، نہ پشت۔ بوقت تعمیر، مالک مکان اور معماران کو اس کا لحاظ رکھنا چاہیے..........نہ قبلہ کی جانب منہ کرکے کلی کرے، نہ تھوکے، نہ پاؤں پھیلائے۔

عوام میں مشہور ہے کہ قطب کی طرف پاؤں نہ پھیلائے، یہ غلط ہے کہ جیسے آسمان پر اور تارے ہیں، ویسے ہی قطب ایک تارا ہے۔ تو کیا کسی طرف پیر ہی نہ کرے کہ ہر طرف تارے ہیں!

آدابِ مسجد:

فرمایا: شیرخوار بچہ کو مسجد میں نہ لے جاؤ۔ کرتہ یا صدری اتار کر ننگے بدن مسجد میں جانا ممنوع ہے۔ مباح بات کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ نہ آواز بلند کرے، نہ خرید وفروخت۔ نہ بعد وضو پانی کے قطرات فرش مسجد پر گریں۔ فرش مسجد پر کھڑے اچکن یا ٹوپی یا رومال یا عمامہ یا کوئی شے پھینکنا منع ہے، آہستہ سے رکھنا چاہیے۔

احترامِ مسجد:

حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرش مسجد پر ایڑی اور انگوٹھے کے بل چلا کرتے تھے کہ دھمک پیدا نہ ہو۔

مسجد آکر فوراً نیت باندھنا سنت ہے:

فرمایا: اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ مسجد میں آکر سنتوں کی نیت اس وقت کرتے ہیں، جب تھوڑی دیر بیٹھ لیتے ہیں۔ اگرچہ وقت کی قلت ایک منٹ بھی موقعہ نہ دیتی ہو۔ حالانکہ آتے ہی بلا تاخیر نیت باندھنا چاہیے۔

صفِ اوّل میں کھڑے ہونے کا ثواب:

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ نماز مغرب کی جماعت قائم ہوتی ہے، حاجی محمد شاہ خان صاحب قادری رضوی عرف ننھن خاں صاحب نے صف اوّل میں شامل ہونے کی غرض سے شمالی فصیل پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ دیکھ کر فرمایا:

خاں صاحب! اس طرح صف اوّل کا ثواب نہ ملے گا کہ یہ جگہ خارج مسجد ہے......پھر فرمایا: اگر لوگوں کو صف اوّل کے ثواب کا علم ہو جائے، تو قرعہ اندازی کرنا پڑے۔

صفِ اوّل کے فضائل:

فرمایا: نماز باجماعت میں سب سے پہلے امام پر تجلی ہوتی ہے، پھر جو محاذ میں مقتدی ہے، اس پر تجلی ہوتی ہے۔ پھر دہنی جانب جو مقتدی ہوتا ہے۔ پھر بائیں جانب جو مقتدی ہوتا ہے۔ پھر دہنی جانب، پھر بائیں جانب۔ یہاں تک کہ صف اوّل کی ختم پر۔ صف دوم پر یونہی تجلی دورہ کرے گی؛ اور اسی طرح اور صفوف پر۔

نماز میں چادر اوڑھنے کا طریقہ اور دیگر ضروری مسائل:

فرمایا: نماز پڑھنے کے وقت اگر دولائی یا چادر جسم پر ہے، تو سر سے اوڑھے شانوں سے نہیں...... نیت باندھنے کے وقت ہاتھوں کی گھائیاں کشادہ کر کے تکبیر تحریمہ کہے؛ اور دونوں ہاتھ ناف پر اس طرح باندھے کہ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی الٹے ہاتھ کے گٹوں پر قائم ہو؛ اور درمیانی تین انگلیاں کلائی پر رہیں، چھنگلیاں اور انگوٹھا کلائی سے گرتا ہوا رہے...... نظر بحالت قیام سجدہ کی جگہ قائم رہے...... رکوع میں دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر اور نظر دونوں پاؤں کی انگلیوں پر...... بروقت سمیع (سمع الله لمن حمده کہنے کے وقت) بالکل سیدھا کھڑا ہو اور نظر سینے پر رکھے...... پھر سجود کے وقت پہلے سیدھا ہاتھ جانماز کو مس کرے پھر بایاں مگر اس طرح کہ سرسری نظر میں مقدم مؤخر کا امتیاز نہ ہو...... نیز اوّل ناک کا نرم بانسہ دبائے، پھر پیشانی مصلّٰی سے مس ہو، اس وقت نظر ناک پر رہے، یہ پہلا سجدہ ہوا۔ اس کے بعد جب سر اٹھائے تو پہلے پیشانی، پھر ناک، پھر الٹا ہاتھ، پھر سیدھا، مگر سیدھی ران پر پہلے سیدھا ہاتھ، پھر بائیں ران پر بایاں ہاتھ پہنچنا چاہیے اور مقدم و مؤخر کا یہاں بھی امتیاز نہ ہو...... اور مابین سجود بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے سیدھا بیٹھ کر اتنا سکون لے کہ ہر عضو کا جوڑ اپنی جگہ پر قائم ہو جائے۔ یونہی دوسرا سجدہ کرے۔ نہ اس طرح کہ پہلے سجدہ سے ذرا سر اٹھا دیا، اور دوسرا سجدہ کر لیا۔ علاوہ ازیں سجدہ کرتے وقت پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگنا چاہیے...... بروقت قعدہ نظر اپنی گوذ پر رہے؛ اور سلام پھیرتے وقت شانوں پر۔

دفع وسواس کی تدبیریں:

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے دفع وسوسات کے لیے یہ چیزیں بتائی ہیں:

آدمی جس وقت سو کر اٹھتا ہے خیال کہ مجتمع تھا، بجلی کی چال سے منتشر ہو جانا چاہتا ہے۔ اگر پھیل گیا تو سمٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے آنکھ کھلتے ہی پہلا کام یہ کرے کہ خیال کو روک کر، تصور میں تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھے۔ یہ ابتداء اس کے خیال کی ہوگی، تو دن بھر اس کی برکت اس کے خیالات پر حاوی رہے گی...... نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ خوب کس کر باندھے جائیں۔ نفس کا معدن زیر ناف ہے، یہیں سے وسوسے اٹھتے ہیں اور قلب کو جاتے ہیں، اس لیے ائمہ شافعیہ قلب کے نیچے پیٹ پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ دشمن کا راستہ روک دیں۔ ہمارے ائمہ حنفیہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں کہ ابتدا سر چشمہ کی بندش کریں۔ ہاتھ وقتاً فوقتاً ڈھیلے ہو جائیں گے، انہیں کس لیا کریں...... نگاہ کے جو مواضع شریعت نے بتائے ہیں، ان سے یہی مقصود ہے کہ خیال پریشان نہ ہونے پائے۔ اس کی پابندی ضروری ہے۔ قیام میں نگاہ جائے سجدہ پر رہے۔ رکوع میں پاؤں پر سجود میں بنی پر قعود میں گودی پر، سلام میں شانوں پر...... کان اپنی آواز سے بھرے رہیں۔ پڑھنے میں جلدی چاہیے۔ آہستہ ڈھیل کے ساتھ پڑھا جائے (تو) خیال کو انتشار کا میدن وسیع ملتا ہے۔ جب جلد جلد الفاظ ادا کیے جائیں اور صحت کا بھی لحاظ رہے تو خیال کو اس طرف سے فرصت نہ ملے گی...... ایک بڑی اصل یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک ہر جوڑ ہر رگ نرم اور ڈھیلا اور تصور میں زمین کی طرف متوجہ رہے۔ ہاتھ کھچے ہوئے نہ ہوں، مونڈھے اوپر کو نہ چڑھے ہوں، اور پسلیاں سخت نہ ہوں۔ بدن

کی یہ وضع بھی بدل جائے گی۔لحاظ رکھیں، تبدیل پاتے ہی فوراً ٹھیک کرلیں۔اس کے یہ معنی نہیں کہ قیام میں جھکا ہوا کھڑا ہو یا رکوع میں سر نیچا ہو یا سجود میں کلائی یا بازو یا زانو خلاف وضع مسنون ہوں کہ یہ تو ممنوع ہے، بلکہ توجہ میں ہر عضو زمین کی طرف جھکا ہوا ہو۔پٹھے کھچے ہوئے نہ ہوں، نرم ہوں۔اور یہ تجربے سے ظاہر ہو جائیں گے۔جس طرح بتایا گیا سیدھا کھڑا ہو تھوڑی دیر میں دیکھے گا کہ پٹھے سخت ہو گئے، شانے اور پسلیاں اوپر کو چڑھتے ہوئے معلوم ہوں گے۔اور تصور ٹھیک کرتے ہی بغیر اس کے کہ بدن کو جنبش دے محسوس ہوگا کہ سب اعضا اتر آئے، اور زمین کی طرف متوجہ ہو گئے...... اگر اذکار نماز کے معنی معلوم ہوں فبہا۔ورنہ اتنا تصور جمائے رہے کہ میں اپنے رب کے روبرو کھڑا ہوں، اور عاجزی سے اپنی حاجات عرض کر رہا ہوں۔اور اس پر معین ہوگا، گڑگڑانے کی صورت منہ بنانا۔جب یہ وضع بدلے، فوراً متوجہ ہو کر پھر بنالے۔معاً خیال صحیح ہو جائیگا...... وسوسے جو آئیں، ان کے دفع کی کوشش نہ کرے۔اس سے لڑائی باندھنے میں بھی اس کا مطلب حاصل ہے کہ بہر حال نماز سے غافل ہو کر دوسرے کام میں مشغول ہوا۔بلکہ معاً ادھر سے خیال اپنے رب کے حضور عاجزی کے ساتھ متوجہ کردے، اور وسوسہ کو یہ سمجھ لے کہ کوئی دوسرا بک رہا ہے، مجھ سے کام نہیں۔اگر زیادہ ستائے تو اسی عاجزی میں اپنے رب سے فریاد کرے۔اس کا قاعدہ ہے کہ یادالٰہی کرتے ہی بھاگ جاتا ہے...... بڑا گر یہ ہے کہ پیٹ نہ خالی ہو، نہ بھرا۔اتنا خالی کہ بھوک پریشان کرتی ہو، مضر ہوگا۔اور بھرے کے ضرر کا تو ٹھکانا ہی نہیں، افضل اور اولیٰ تہائی پیٹ ہے۔

عمامہ کے بعض مسائل:

فرمایا: سر کے نیچے عمامہ یا مصلّٰی یا پائجامہ رکھنا ممنوع کہ عمامہ و مصلّٰی رکھنے سے عمامہ اور مصلّٰی کی؛ اور پائجامہ رکھنے سے سر کی بے حرمتی ہے۔نیز عمامہ کے شملہ سے ناک یا منہ پوچھنا نہ چاہیے۔نہ ناک صاف کر کے دیوار مسجد سے ہاتھ پوچھے۔

کلمہ طیبہ کا ایصال ثواب:

کسی نے عرض کیا کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا کہ وہ علیل اور برہنہ ہے یہ خواب چند بار دیکھ چکا ہے۔

ارشاد فرمایا: کلمہ طیبہ ستر ہزار بار مع درود شریف کے پڑھکر بخش دیا جائے۔انشاء اللہ تعالیٰ پڑھنے والے اور جس کو بخشا ہے دونوں کے لیے ذریعہ نجات ہوگا۔اور پڑھنے والے کو دونا ثواب ملے گا اور اگر دو کو بخشے گا تو تگنا۔اس طرح کروڑوں بلکہ جمیع مومنین و مومنات کو ایصال ثواب کرسکتا ہے۔اسی نسبت سے اُس پڑھنے والے کو ثواب ملے گا۔حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے۔آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے۔کھانا کھاتے ہوئے دفعۃً رونے لگا۔وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو جہنم کا حکم ہوا اور فرشتے اُسے لیے جاتے ہیں...... اس شہر میں یہ لڑکا کشف و کرامت میں مشہور تھا۔شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا، آپ نے اس کی ماں کو دل میں ایصال ثواب کردیا۔فوراً وہ لڑکا ہنسا۔آپ نے سبب ہنسنے کا دریافت فرمایا۔لڑکے نے جواب دیا کہ حضور! میں

نے ابھی دیکھا کہ میری ماں کو فرشتے جنت کی طرف لے جارہے ہیں...... شیخ ارشاد فرماتے ہیں: اس حدیث کی تصحیح مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی، اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے۔

مزار پر حاضری کے آداب:

ارشاد فرمایا:

(الف) صاحب قبر کی پائنتی سے مواجہہ میں باادب حاضر ہو کر سلام عرض کرے، لیکن سلام کے وقت بقدر رکوع نہ جھکے کہ غیر خدا کے لیے اتنا خمیدہ ہونا ممنوع ہے۔

(ب) بعض حضرات قبلہ رو ہو کر مزارات پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں، اس سے صاحب مزار کو گھوم کر ملاحظہ کرنا پڑتا ہے، اور یہ تکلیف کی بات ہے۔

(ج) مزار سے چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو۔

(د) مزار کو پشت نہ ہونے پائے۔ اس کا بھی زیادہ خیال ان خدام کو چاہیے کہ ہمہ وقت درگاہ میں حاضر رہا کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ جملہ آداب کا ہر آن ہر لحظ خیال رکھیں کہ انہیں دیکھ کر عوام سبق حاصل کریں گے۔

(ہ) حجرہ خاص کے اندر بے باکانہ کسی سے کلام نہ ہو۔ کم سے کم اتنا پاس ولحاظ رکھے جتنا حیات ظاہری میں رکھتا تھا کہ بعد وفات کہیں زیادہ ادراک ہو جاتا ہے۔

قبر مسلمین کا احترام:

فرمایا: قبور کو پشت کا سہارا لگانے کی ممانعت ہے چہ جائیکہ جوتہ پہنے قبور مسلمین کو پامال کرنا، ان پر بیٹھ کر گھنٹوں تاش، گنجفہ کھیلنا۔ حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو قبرستان میں جوتہ پہنے دیکھا ارشاد فرمایا: اے جوتہ پہننے والے جلد اپنے پاؤں سے جوتا اتار۔

کھانے کا وضو اور بسم اللہ:

فرمایا: کھانا کھانے کا وضو ہاتھ دھونا ہے۔ بروقتِ خورد ونوش پہلے بسم اللہ شریف پڑھ لی جائے۔ ورنہ اسی شے کے کھانے پینے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ اگر سہواً بسم اللہ شریف نہ پڑھا ہو تو یاد آنے پر فوراً پڑھ لے کہ اس کے پڑھتے ہی شیطان وہ شے اگل دیتا ہے۔

(حضور اعلیٰ حضرت قبلہ جس وقت پان کھاتے، بسم اللہ پڑھ لیتے۔ پھر جب چھالیہ کھاتے، بسم اللہ شریف پڑھ لیتے۔)

پانی پینے کا طریقہ:

فرمایا: پانی بیٹھ کر تین سانس میں چوس کر پینا چاہیے۔ مگر زمزم شریف اور وضو کے بچے ہوئے پانی کا احترام یہ ہے کہ کھڑے

ہو کر پیے۔

ماءِ مستعمل کا استعمال:

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز حاجی کفایت اللہ صاحب سے پینے کے واسطے پانی مانگا۔ممدوح نے برکف چپ کٹورہ رکھ کر دست راست سے پانی گھڑے سے نکالا اور کٹورہ اپنے دہنے ہاتھ میں لیتے وقت انگوٹھا کٹورے کے کنارے پر، باقی انگلیاں کٹورے کے نیچے رہیں۔اگر چہ انگوٹھا بھی معاً ہٹا لیا تھا،مگر حضور نے اس گرفت کو دیکھ لیا تھا۔چنانچہ جب حاجی صاحب نے پانی پیش کیا تو حضور نے دست راست میں کٹورا لیا اور دست چپ سے فوراً حاجی صاحب کا انگوٹھا پکڑ کر ملاحظہ فرمایا جو پانی سے کچھ مس ہو گیا تھا۔لہٰذا کٹورا واپس فرما دیا اور دوسرا پانی منگا کر نوش فرمایا۔

جلال بخاری کے کونڈے کی فاتحہ اور عورتوں کی جہالت

حضرت جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کونڈوں کی نیاز میں ایک کونڈے کی شیرینی پر کپڑا ڈھک دیا جاتا ہے کہ اس پر حضرت بی بی یعنی حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فاتحہ عام طور سے دلاتے ہیں۔اس کونڈے سے مرد کو شرینی کھانے نہیں دیتے۔مگر حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اپنے یہاں فاتحہ دینے کے بعد قصداً بطورِ تبرک اس میں سے تناول فرما لیا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ

اگر مردوں کو بی بی صاحبہ کی تبرک سے نہیں دیا جاتا، پھر عورتوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز کا تبرک نہ کھانا چاہیے۔نہ میلاد شریف کی تبرک میں عورتوں کا حصہ ہونا چاہیے۔

مریض کو دیکھ کر کیا کرے:

فرمایا: اگر کسی مریض کی عیادت کو جاؤ، یا کہیں نظر پڑے تو مذکورہ دعا کو پڑھ کر اس کی طرف پھونک دو۔انشاء اللہ تعالیٰ جس مرض میں وہ مبتلا ہے اس سے محفوظ رہو گے۔

مرض کی شکایت نہ کرنا چاہیے:

فرمایا: عوام وخواص کے یہ بھی زبان زد ہے کہ بخار کی شکایت ہے دردِ سر کی شکایت ہے، زکام کی شکایت ہے۔وغیرہ وغیرہ، یہ نہ چاہیے۔اس لیے کہ جملہ امراض کا ظہور منجانب اللہ ہوتا ہے، تو شکایت کیسی؟

نیز اگر کسی مرض کا غلبہ ہے، تو یوں اظہار کیا جاتا ہے: بے حد بخار ہے، بے حد نقاہت ہے۔اس کے کیا معنیٰ؟ یہی نا کہ بخار و نقاہت ایسی ہیں کہ ان کی حد نہیں۔یہ تو ایک قسم کا کوسنا ہوا۔

سلام خط کے جواب میں عجلت:

چونکہ سلام کا جواب فوراً دینے کا حکم ہے لہٰذا دیکھا گیا اور گوش گزار ہوا کہ ہر اس خط پر جو پیش نظر ہوتا اگر اس میں سلام تحریر

ہوتا تو حضور اسی وقت زبان فیض ترجمان سے بشرطیکہ کاتب سُنّی ہوتا فرمایا کرتے۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کارڈیا کھلے خط پر اسم جلالت یا اسم رسالت لکھنا:

کارڈیا کھلے خط میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا آیہ کریم یا اسم جلالت اللہ یا نام اقدس محمد یا درود شریف بہ لحاظ بے حرمتی، لکھنے سے منع فرماتے۔ بلکہ بجائے بسم اللہ شریف اعداد ۷۸۶ یا کسی نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا رحمۃ اللہ علیہ یا درود شریف لکھنا ہوتا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ یا علیہ ارحمۃ یا نبی کریم سراپا رحیم افضل الصلوٰۃ والتّسلیم ارقام فرماتے اور سرنامہ پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بجائے، السلام علیکم ورحمتہ وبرکتہ یا وعلیکم ورحمتہ وبرکتہ تحریر فرمایا کرتے۔

۷۸۶ کے ساتھ ۹۲ لکھنے کی ابتدا:

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ جناب سید ایوب علی صاحب نے فرمایا کہ چونکہ حضور کی ہر تصنیف لطیف وملفوف مفاوضہ عالیہ کی ابتدا حمد ونعت سے اس طرح ہوتی تھی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اس لیے میرے قلب میں بعد وصال حضور، کھلے خط میں لکھنے کے لیے ۷۸۶/۹۲ القا فرمایا گیا۔ جو بکرمہ تعالیٰ مقبول ہو کر میرے خطوط ہی میں نہیں بلکہ مطبوعہ اشتہارات وغیرہ میں برادران اہل سنت شائع فرما رہے ہیں۔

مسلمان کا جنازہ دیکھ کر کیا کرے؟:

فرمایا: اسلامی میت کو آتا ہوا دیکھ کر بعض مسلمان چالیس قدم جنازہ کے ساتھ چل کر واپس ہو جاتے ہیں، یہ نہ چاہیے۔ بلکہ اگر نماز جنازہ نہیں ہوئی ہے، تو کم از کم نماز میں شرکت کرے۔ بعد نماز ولی میت کے اعلان پر واپس ہو تو حرج نہیں۔ اگر بعد نماز ایک قدم بھی جنازہ کی معیت اختیار کی، تو حکم ہے کہ دفن کے بعد واپس ہو، اقل درجہ اخوت اسلامی واحترام میت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بیٹھا ہوا ہے تو جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہو جائے۔

کافر کی میت کو دیکھ کر کیا کرے؟:

فرمای: ہندو کی نکٹی اگر آتی ہو تو راستہ سے ہٹ کر کھڑا ہو جائے کہ اس کے آگے آگے شیطان رقص کرتا ہوا جاتا ہے۔ اس وقت یہ دعا پڑھنا چاہیے۔ الحمدللہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا۔

تبارک کی فاتحہ:

کسی نے پوچھا کہ تبارک بعد مرنے ہی کے ہو سکتا ہے یا زندگی میں بھی کر سکتا ہے اور مقدار سوا من صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد فرمایا: ہر سال کریں یا ایک ہی سال۔ تبارک شریف سے مقصود ایصال ثواب ہے اور شریعت میں اس کی کوئی مقدار معین نہیں، جتنا ہو اور جب ہو پاک مال اور خالص نیت سے اللہ کے لیے ہو۔ مرنے کے بعد ہو یا زندگی میں، ہر سال کریں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ مقرر کر کے موقوف کرنا نہ چاہیے۔ اس کے فوائد بے شمار ہیں۔ اس میں تبارک شریف پڑھی جاتی ہے، اس سورت کریمہ کی برابر عذاب قبر سے بچانے والی اور راحت پہچانے والی کوئی چیز نہیں۔ اگر اس کے پڑھنے والے کے پاس ملائکہ عذاب آنا چاہتے ہیں تو ان کو روکتی ہے۔ وہ دوسری طرف سے آنا چاہتے ہیں تو ادھر حائل ہوتی ہے، اور فرماتی ہے کہ اس کے پاس نہ آؤ۔ یہ مجھے پڑھتا تھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: ہم اس کے حکم سے آئے ہیں، جس کا تو کلام ہے۔ تو فرماتی ہے کہ ٹھہر جاؤ، جب تک میں واپس نہ آؤں اس کے پاس نہ آنا۔ اور بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر اپنے پڑھنے والے کی مغفرت کے لیے ایسا جھگڑتی ہے کہ مخلوق کو ایسا جھگڑنے کی طاقت نہیں۔ انتہا یہ کہ اگر مغفرت میں تاخیر ہوتی ہے، عرض کرتی ہے: وہ مجھے پڑھتا تھا اور تو نے اسے نہ بخشا۔ اگر میں تیرا کلام نہیں تو مجھے اپنی کتاب سے چھیل دے۔ اس پر ارشاد باری ہوتا ہے: 'جا ہم نے اسے بخشا' وہ فوراً جنت میں جاتی ہے، اور وہاں سے ریشمی کپڑے، آرام تکیے اور پھول اور خوشبوئیں لے کر قبر میں آتی ہے، اور فرماتی ہے: 'مجھے آنے میں دیر ہوئی تو گھبرایا تو نہ تھا'؟ پھر بچھونے بچھاتی اور تکیہ لگاتی ہے، فرشتے بحکم رب العالمین واپس جاتے ہیں۔

سہ شنبہ کو کپڑا قطع نہ کرائے:

فرمایا: یوم سہ شنبہ کپڑا نہ ترشواؤ، ورنہ چوری جائے گا، یا ڈوبے گا، یا جلے گا۔

سیاہ جوتے کا حکم:

فرمایا: سیاہ جوتا رنج، اور زرد، خوشی لاتا ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے۔ مجھے بھی یاد ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ زرد رنگ کا جوتا پہننا خوشی کا باعث ہے؛ اور فرمایا کہ یہ مسئلہ آیہ کریمہ۔ فاقع لونها تسر الناظرين سے مستنبط ہوتا ہے۔

اس کے بعد میں نے تفسیر مدارک التنزیل پڑھاتے وقت اس آیہ کریمہ کے تحت میں دیکھا۔ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: من لبس نعلا صفراء قل همه لقوله تعالیٰ: تسر الناظرين یعنی حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے: جو شخص زرد رنگ کا جوتہ پہنے اس کا غم دور ہو (یعنی خوشی ہو) بدلیل ارشاد باری تعالیٰ شانہ، اس گائے کا رنگ زرد خوب شوخ ہو جو خوش کر دے ناظرین کو،

شیخ الدلائل حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی مخلص صمیم اعلیٰ حضرت قدس سرھما اللہ کلیل علی مدارك التنزیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے حاشیہ کشاف میں فرمایا: بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لقولہ تعالیٰ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی نہیں، بلکہ ان سے جو حدیث مروی ہے، اس کی تعلیل ہے۔ اور حاشیہ جلالین مسمی بہ جمالین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ جو شخص زرد رنگ کا جوتہ پہنے وہ ہمیشہ سرور

خوشی میں رہے گا، جب تک اس کو پہنے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: صفراء فاقع لونها تسر الناظرين ۔ كذا في الله روح البیان میں بھی حضرت علی کرم الله تعالی وجهه والی حدیث منقول ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور محمد بن کثیر نے سیاہ رنگ کا جوتہ پہننے سے منع فرمایا ہے کہ وہ غم لاتا ہے۔

فقیر غفوله المولیٰ القدیر نے اسی ارشاد مبارک کے شواہد و دلائل تفسیر کی کتابوں سے اس لیے نقل کر دیے کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ اعلیٰ حضرت معاذ اللہ رسم و شگون کے پابند اور قائل تھے۔

سفر کس دن کرے:

فرمایا: پنجشنبہ، شنبہ، دوشنبہ میں سفر کرنا چاہیے۔ شنبہ کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی قبل طلوع آفتاب سفر اختیار کرے تو اس کا ضامن میں ہوں۔

محفل سماع کا حکم:

کسی نے عرض کیا۔ کیا یہ روایت ہے کہ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے گانے والوں پر لعنت فرمارہے تھے؟

ارشاد فرمایا: یہ واقعہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہورہی تھی۔ آج کل تو لوگوں نے بہت اختراع کرلیے ہیں، ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے۔ حضرت سیّد ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیران سلسلہ میں سے ہیں، باہر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب صالحین سے آپ کے پاس آئے۔ اور گزارش کی کہ مجلس میں تشریف لے چلیے۔ حضرت سیّد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم جاننے والے ہو، مواجہہ اقدس میں حاضر ہو، اگر حضرت راضی ہوں، میں ابھی چلتا ہوں۔ انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا۔ دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں: ایں بدبختاں وقت مارا پریشان کردہ اند۔ وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں۔ فرمایا: آپ نے دیکھا؟

دفع بلا، کی سہل تدبیریں:

فرمایا: ہر مسلمان روزانہ صبح و شام اور سوتے وقت ایک ایک بار آیۃ الکرسی اور تین تین بار تینوں قل پڑھ لیا کرے۔ اس کے لیے آدمی رات سے طلوع آفتاب تک صبح ہے۔ اور دوپہر ڈھلے سے غروب آفتاب تک شام۔ اس بیچ میں پڑھ لینا صبح یا شام کا پڑھ لینا ہوگا...... ان کے علاوہ پانچوں وقت ہر نماز فرض کے بعد ایک ایک بار آیۃ الـکـرسـی پڑھیں۔ ظہر و مغرب و عشا میں سنتوں کے بعد...... عورتوں کو جن ایام میں نماز حکم نہیں ان میں قل نہ پڑھیں۔ مگر ان ہی وقت یا کم از کم صبح و عشا اور سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھیں، اس نیت سے کہ اللہ عزوجل کی تعریف ہے نہ بہ نیت قرآن مجید کہ ان دنوں میں انہیں قرآن پڑھنا منع ہے...... سوتے وقت تینوں قل اس ترکیب سے پڑھے جائیں کہ لیٹ کر دونوں ہتھیلیاں دعا کی طرح پھیلا کر

ایک ایک بار تینوں قل پڑھ کر ہر دو کف دست پر دم کر کے سر، منہ، سینہ، آگے، پیچھے، جہاں تک ہاتھ پہنچے پھیر لیں۔ پھر دوبارہ یوہیں، پھر سہ بارہ اسی طرح...... جو بچے خود پڑھنے کے قابل نہ ہوں، ان کے والدین اسی طرح تین بار پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے ان کے تمام بدن پر ہاتھ پھیر دیں...... صبح وشام ایک ایک بار یہ دعا ہر شخص پڑھے۔ **سبحن اللہ وبحمدہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان ومالم یشالم یکن اعلم ان اللہ علی کل شی قدیر وان اللہ قد احاط بکل شی علما**...... صبح وشام میں تین بار **اعوذ بکلمات التامات من شر ما خلق**...... صبح شام میں تین تین بار **بسم اللہ الذی لا یضر مع السمہ شی فی الارض والافی السماء وھو السمیع العلیم** یہ تینوں دعائیں عورتیں ایام ناپاکی میں بھی پڑھ سکتی ہیں۔ یہ سب باتیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں۔ نہایت آسان ومختصر وبے مشقت ہیں۔ اور طاعون وبا بلکہ ہر بلا سے محافظت کے لیے باذنہ تعالیٰ مضبوط ومستحکم قلعے۔ یہ دعائیں ہمیشہ پڑھی جائیں تو بعونہ تعالیٰ ہمیشہ ہر بلا سے امان ہو...... ہر مکان میں بعد نماز مغرب سات بار باآواز بلند اذان ہو۔ صحیح حدیثوں میں اسے دفع شیاطین کا علاج بتایا اور یہ کہ طاعون شر شیاطین ہی سے ہے...... عشاء کے وقت مسجد میں حدود مسجد سے جدا سب نمازی جمع ہو کر سات سات اذانیں کہیں؛ اور آوازیں مل کر نکلیں کہ دور تک وہ الفاظ کریمہ پہنچیں۔ ہر شخص اپنی اپنی کہتا ہے، تو دور سے ایک غل کے سوا کچھ مفہوم نہیں ہوتا...... اور بہتر یہ ہے کہ کوئی صحیح خواں صالح شخص سورہ یٰسین شریف کی تلاوت کرے اور ہر مبین پر پہنچ کر (ہ)، اور سب حاضرین ایک ایک بار اذان کہیں کہ حدیث میں: **یس لما قری لہ یس** شریف ہر اس کام کے لیے جس نیت سے پڑھی جائے...... ہر مکان میں سورہ تغابن شریف ایک ایک بار باآواز پڑھیں، سب گھر والے سنیں۔ پھر پانی پر دم کر کے سب گھر والوں کو پلائیں...... ہر محلہ میں ایک ایک بکری، بھیڑ کہ شرائط قربانی پر ہو، مولیٰ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر کے اس کا گوشت پوست مسلمان محتاجوں کو دیں...... ہر استطاعت والا دس سیر گیہوں اور پانچ آنے پیسے، متوسط الحال پانچ سیر گیہوں اور دس پیسے، کم استطاعت سیر بھر گیہوں اور دو پیسے، غریب سنی مسلمانوں پر تقسیم کرنے...... یہ تعویذ حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہر بلا کی دفع کے لیے ثابت ہے، اس کی صحیح نقلیں کر کے مردوں، عورتوں، بچوں سب کے بازوؤں پر باندھ دیں۔ تعویذ ہے:

۸۶ ے ھھھھھ = × ۶۶۶۶۶۶۶۶ ھ وص م

واو، صاد، میم کے سرے اور ہا کا چشمہ کھلا ہونا چاہیے، اور صاد، میم کٹے۔ اسے کاغذ پر لکھ کر سفید دھلے ہوئے پرانے کپڑے میں کر کے سیدھے بازو پر باندھیں...... جو شخص جس طاعون زدہ خواہ کسی آفت میں مبتلا کو دیکھ کر ایک بار پڑھے گا۔ **الحمدللہ الذی عافانی مما ابتلاك بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا** وہ بلا عمر بھر اسے نہ ہوگی۔ یہ بھی صحیح حدیث کا ارشاد ہے۔ طاعون وغیرہ دنیاوی بلا کو دیکھ کر اتنا آہستہ پڑھے کہ اپنے کان تک آواز آئے، وہ نہ سنے۔ مبتلا اگر عورت ہے تو ابتلاک کاف کے زیر کے ساتھ پڑھے...... یہ درود شریف ایام وبا میں بعد نماز فجر وعصر پڑھنا وبا سے بچنے کے لیے تریاق اکبر بتایا ہے۔ **اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد بعدد کل داؤ د واء وبعلۃ کل علۃ وشفاء**...... حسب ذیل

رباعی لکھ کر دروازوں پر لگائی جائے

یا لطیف لم یزل　　الطف بنا فیما نزل

انت قوی نجنا　　عـــــــــن

نیز یہ شعر

لی خمسة الطفی بها حر الوباء الحاطمة

المصطفی والمرتضی وابنا هما والفاطمة

(حکم شرعی بابت طاعون) طاعون وبا سے بھاگنا سخت حرام وگناہ کبیرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الفارمن الطاعون کالفار من الزحف طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے کافروں کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔ اور اسے رب العزت قرآن عظیم میں فرماتا ہے کہ وہ اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور جو صبر کئے ہوئے مولیٰ تعالیٰ کی رضا پر راضی بیٹھا رہے، اس کے لیے جیتے جی شہید کا ثواب ہے۔ اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہ کوئی جاننے والا، نہ ہماری بھلائی زیادہ چاہنے والا۔ وہ جو فرماتے ہیں، اسی میں ہمارے لیے خیر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمان بھائیوں کو توفیق خیر عطا فرمائے۔

فقیر نے ان سب اعمال کی اجازت اپنے سنی بھائیوں کو دی۔

دوائے طاعون:

فرمایا: دوائے طاعون جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تلقین فرمائی:

شاہترہ، چرائتہ، برگ نیب، ہم وزن۔ پہلے دونوں ایک ساتھ نیب کے پتے الگ اتنے پانی میں رات بھر بھگو دو کہ پانی ایک انگل اونچا رہے۔ صبح کو شاہترہ، چرائتہ مل کر، چھان کر، نیب کے پتوں میں ڈال کر اتنا جوش دو کہ سب پانی نیب کے پتوں میں جذب ہو جائے۔ پھر ہر ۳ رماشہ کی گولیاں بنا کر حفاظت کے لیے دوسرے تیسرے دن ایک گولی پانی کے ساتھ نگل لیا کرو، جو مرض میں مبتلا ہو جائے، اس کو تین گولیاں ایک ایک گھنٹہ بعد پانی سے کھلا دو، انشاءاللہ تعالیٰ صحت ہوگی۔

اس دوا سے بکثرت مریض صحت یاب ہو چکے ہیں۔

دفع بواسیر کا عمل:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے مرض بواسیر کا، بہت تکلیف دہ ہے۔ ارشاد فرمایا:

ہمارے یہاں مجموعہ اعمال میں ایک عمل لکھا ہے اس پر عمل کیجئے، انشاءاللہ تعالیٰ صحت ہوگی۔ بواسیر خونی ہو یا بادی، دونوں

کے لیے مفید ہے۔

ہر روز دو رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں بعد الحمد شریف، سورہ الم نشرح، اور دوسری رکعت میں بعد الحمد، سورہ فیل پڑھے۔ بعد سلام ستر بار کہے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ سبحان اللہ وبحمد ربی۔ یا یوں کہے: استغفر اللہ من کل ذنبی سبحان اللہ وبحمدہ ربی چندروز کی مداومت میں مرض دفع ہو جائے گا۔

ملفوظات حصہ دوم میں ہے:

طلب و بیعت کا فرق:

عرض: حضور طلب اور بیعت میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: طالب ہونے میں صرف طلب فیض ہے اور بیعت کے معنیٰ پورے طور سے بکنا۔ بیعت اس شخص سے کرنا چاہیے جس میں یہ چار باتیں ہوں ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔

اول: سنی صحیح العقیدہ ہو۔

دوم: کم از کم اتنا علم ضروری ہو کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

سوم: اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو، کہیں منقطع نہ ہو۔

چہارم: فاسق معلن نہ ہو۔

پھر اسی سلسلہ بیان میں ارشاد ہوا کہ:

لوگ بیعت بطور رسم ہوتے ہیں، بیعت کے معنیٰ نہیں جانتے۔ بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے، اور فرمایا: اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال دوں۔ ان کے مرید نے عرض کی: یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں، اب دوسروں کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے، اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے، اور ان کو نکال لیا۔

تبدیل بیعت:

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے:

تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے۔ اور تجدید جائز، بلکہ مستحب ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہوا ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کیے ہوئے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے (تو) یہ تبدیل بیعت نہیں، بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سلاسل اس سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔

مجاہدہ کا معنیٰ:

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے:

عرض: مجاہدہ کے کیا معنیٰ ہیں؟

ارشاد: سارا مجاہدہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا دیا ہے۔ **وامامن خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی** جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے تو بے شک جنت ہی ٹھکانہ ہے، یہی جہاد اکبر ہے۔

حدیث میں ہے: جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے فرمایا: **ورجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر** ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے۔

اسی میں ہے: حضور! مجاہدہ میں عمر کی قید ہوتی ہے؟

ارشاد: مجاہدہ کے لیے کم از کم اسی برس درکار ہوتے ہیں، باقی طلب ضرور کی جائے۔

عرض: ایک شخص اسی برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اسی برس مجاہدہ کرے؟

ارشاد: مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اسی طریقہ پر چھوڑ دیں اور جذب وعنایت ربانی بعید کو قریب نہ کردے تو اس راہ کی قطع کو اسی برس درکار ہیں؛ اور رحمت فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کردیا جاتا ہے؛ اور صدق نیت کے ساتھ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الٰہی ضرور کارفرما ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** ۔ جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

فنافی الشیخ:

ملفوظات حصہ دوم میں ہے:

عرض: حضور فنافی الشیخ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

ارشاد: یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے؛ اور اپنے قلب کو اس کے قلب کے نیچے تصور کرکے اس طرح سمجھے کہ سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض وانوار قلب شیخ پر فائز ہوتے اور ایک اس سے چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہوجائے گی کہ شجر وحجر در و دیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی۔ یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ پائے گا۔

وحدۃ الوجود کا مطلب:

کسی نے وحدۃ الوجود کے معنی دریافت کیے۔ اس پر ارشاد ہوا: وجود ہستی بالذات واجب تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس کے سوا جتنے موجودات ہیں سب اسی کے ظل پرتو ہیں، تو حقیقۃً وجود ایک ہی کے لیے ٹھہرا۔

اس پر عرض کیا کہ اس کا سمجھنا تو دشوار نہیں، پھر یہ مسئلہ اس قدر مشکل کیوں مشہور ہے؟

ارشاد ہوا: اس میں غور وتامل یا موجب حیرت ہے یا باعث ضلالت۔ اگر اس کی تھوڑی بھی تفصیل کروں تو کچھ سمجھ میں نہ

آئے گا، بلکہ اوہام کثیرہ پیدا ہو جائیں گے۔

اس کے بعد کچھ مثالیں بیان فرمائیں، ان میں سے ایک یاد رہی مثلاً

روشنی بالذات آفتاب و چراغ میں ہے۔ زمین و مکان اپنی ذات میں بے نور ہیں، مگر بالعرض۔ آفتاب کی وجہ سے تمام دنیا منور اور چراغ سے سارا گھر روشن ہوتا ہے۔ ان کی روشنی انہیں کی روشنی ہے، ان کی روشنی ان سے اٹھالی جائے، وہ ابھی تاریک محض رہ جائیں۔

اس پر عرض کیا: یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ صاحب مرتبہ کو اللہ ہی نظر آتا ہے؟

ارشاد فرمایا: اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو شخص آئینہ خانہ میں جائے، وہ ہر طرف اپنے آپ ہی کو دیکھے گا۔ اس لیے کہ یہی اصل ہے، اور جتنی صورتیں ہیں سب اسی کی ظل ہیں۔ مگر یہ سورتیں اس کی صفات ذات کے ساتھ متصف نہ ہوں گی۔ یعنی سننے والی، دیکھنے والی وغیرہ وغیرہ نہ ہوں گی۔ اس لیے کہ یہ صورتیں صرف اس کی سطح ظاہری کی ظل ہیں، ذات کی نہیں۔ اور سمع وبصر ذات کی صفتیں ہیں، سطح ظاہر کی نہیں۔ لہٰذا جو اثر ذات کا ہے، وہ ان ظلال میں پیدا نہ ہوگا۔ بخلاف حضرت انسان کے کہ یہ ظل ذات باری تعالیٰ ہے، لہٰذا اظلال صفات سے بھی حسب استعداد بہرہ ور ہے۔

اس پر چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب نے عرض کیا کہ:

حضور! یہ اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہر جگہ خدا کیونکر دیکھتے ہیں؟ اگر ان ظلال وعکوس کو کہا جائے تو یہ اتحاد ہے، وحدت نہیں۔ اگر یہ ظلال وعکوس کو نہیں دیکھتے، ایک اللہ کا جلوہ نظر آتا ہے تو خود بھی ایک ظل ہیں۔ تو یہ بھی معدوم ہوئے۔ تو نہ ناظر رہا، نہ نظر۔ پھر اللہ کو دیکھنے کے کیا معنی؟ وہ اس سے پاک ہے کہ کسی کی نظر اسے احاطہ کرے۔ قیامت میں ہم مسلمان انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے فیضیاب ہوں گے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ رویت کیونکر ہوگی؟

ارشاد ہوا: ظلال وعکوس مرات ملاحظہ ہیں۔ مرات کا مرئی سے متحد ہونا کیا ضرور؟ علم بالوجہ میں وجہ، مرات ملاحظہ ہوتی ہے۔ حالانکہ ذوالوجہ سے متحد نہیں۔

بلاشبہ آئینہ میں جو اپنی صورت دیکھتے ہو، کیا اس میں کوئی صورت ہے؟ نہیں، بلکہ شعاع بصری آئینہ پر پڑ کر واپس آتی ہے؛ اور اس رجوع میں اپنے آپ کو دیکھتی ہے۔ لہٰذا دہنی جانب بائیں، اور بائیں جانب دہنی معلوم ہوتی ہے۔ تو آئینہ تمہارا عین نہیں، مگر دکھایا اس نے تمہیں کو۔

ظلال اپنی ذات میں معدوم ہیں کہ کسی کی ذات مقتضی وجود نہیں۔ **كل شيء هالك الا وجهه**۔ مگر وجود عطائی سے ضرور موجود ہیں۔ اسلام کا عقیدہ ہے کہ حقائق الانبیاء ثابتۃ ...... نظر سے ساقط ہونا واقع سے عدم نہیں کہ نہ ناظر رہے نہ نظر۔ فی الواقع اس مشاہدہ میں خود اپنی ذات بھی اس کی نگاہ میں نہیں ہوتی۔

اہل سنت کا ایمان ہے کہ قیامت و جنت میں مسلمانوں کو دیدار الٰہی بے کیف و بے جہت و بے محاذات ہوگا۔ قال اللہ

تعالیٰ: وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الیٰ ربھا ناظرہ ۔ کچھ منہ تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوئے۔ کفار کے حق میں فرماتا ہے: کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون ۔ بے شک وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں رہیں گے۔ کافروں پر عذاب بیان فرمایا گیا ہے تو ضرور مسلمان اس سے محفوظ ہیں۔

بصر احاطہ مرئی نہیں چاہتی۔ آیہ کریمہ: لا تدرکہ الابصار وھویدرك الابصار ۔ کا یہی مفاد ہے کہ وہ ابصار و جملہ اشیا کا محیط ہے، اسے بصر اور کوئی شئی محیط نہیں۔ فلک وغیرہ کی مثالیں اس کے بیان کو ہیں کہ بصر کو احاطہ لازم نہیں، نہ یہ کہ وہاں بھی عدم احاطہ معاذ اللہ اسی طرح کا ہے، وہاں بمعنی عدم ادراک حقیقت وکنہ ہے۔ رہا یہ کہ رویت کیونکر؟ یہ کیف سے سوال ہے، وہ اور اس کی رویت کیف سے بالاتر ہے۔ پھر کیونکر کو کیا دخل؟۔ (ق،ن ۲۳۱ تا ۲۳۳)

درجات فقر:

ملفوظات حصہ چہارم میں ہے:

عرض: درجات فقر ترتیب وار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اوّل کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر کون سا؟

ارشاد: صلحا...... سالکین...... فانیین...... واصلین۔ اب ان واصلوں کے مراتب ہیں۔ نجبا...... نقبا...... ابدال...... بدلا...... اوتاد...... امامین...... غوث...... صدیق...... نبی...... رسول...... تین پہلے الی اللہ کے ہیں باقی۔ فی اللہ کے اور ولی ان سب کو شامل۔

افراد کسے کہتے ہیں:

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے:

عرض: افراد کسے کہتے ہیں؟

کسی نے عرض کیا: حضور افراد کون اصحاب ہیں؟

ارشاد فرمایا: اجلہ اولیائے کرام سے ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجات میں غوثیت کے بعد فردیت (ہے)۔

ایک صاحب اجلہ اولیائے کرام سے کسی نے پوچھا: حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ فرمایا: ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی، فرماتے تھے: جنگل میں ٹیلے پر ایک نور دیکھا۔ جب میں قریب آیا تو معلوم ہوا کہ وہ کمبل کا نور ہے، ایک صاحب اسے اوڑھے سو رہے ہیں۔ میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا، اٹھو مشغول بخدا ہو۔ کہا: آپ اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے میری حالت پر رہنے دیجیے۔ میں نے کہا کہ میں مشہور کیے دیتا ہوں کہ یہ ولی اللہ ہیں۔ کہا: میں مشہور کردوں گا کہ یہ خضر ہیں۔ میں نے کہا کہ میرے لیے دعا کرو۔ کہا: دعا تو آپ ہی کا حق ہے۔ میں نے کہا: تمہیں دعا کرنی ہوگی۔ کہا: وفر اللہ حظک منہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔ اور کہا: میں اگر غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔ اور فوراً نظر

سے غائب ہو گئے۔ حالانکہ کسی ولی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہو سکے۔ (میں) وہاں سے آگے بڑھا (تو) ایک اور اسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خیرہ کرتا ہے۔ قریب گیا تو دیکھا کہ ایک عورت کمبل اوڑھے سو رہی ہے، وہ اس کے کمبل کا نور ہے۔ میں نے پاؤں ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا۔ غیب سے ندا آئی۔ اے خضر! احتیاط کیجئے۔ اس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا: حضرت نہ رکے یہاں تک کے روکے گئے۔ میں نے کہا اٹھ مشغول بخدا ہو۔ کہا: حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں، مجھے اپنی حالت پر رہنے دیں۔ میں نے کہا: تو میں مشہور کیے دیتا ہوں، یہ ولی اللہ ہے۔ کہا: میں مشہور کر دوں گی، یہ حضرت خضر ہیں۔ میں نے کہا: میرے لیے دعا کرو۔ کہا: دعا تو آپ کا حق ہے۔ میں نے کہا: تمہیں دعا کرنی ہوگی۔ کہا: وفر الله حظك منه الله اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔ پھر کہا: اگر میں غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمائیے گا۔ میں نے (دل میں) کہا: یہ بھی جاتی ہے، (اس لیے ان سے) کہا: یہ تو بتائے جا، کیا تو اسی مرد کی بی بی ہے؟ کہا: ہاں۔ یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہو گیا تھا اُس کی تجہیز تکفین کا ہمیں حکم تھا۔ یہ کہا، اور میری نگاہ سے غائب ہو گئی۔

(وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ) حضرت خضر علیہ السلام سے (میں نے) پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ لوگ افراد ہیں۔ میں نے کہا: وہ بھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع لاتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! شیخ عبدالقادر جیلانی۔

کیا غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے؟:

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے کہ کسی نے عرض کیا: غوث ہر زمانہ میں ہوا ہے؟

ارشاد ہوا: بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

اس پر انہوں نے دریافت کیا کہ غوث کو مراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں؟

حضور نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ انہیں ہر حال یو ہیں مثل آئینہ پیش نظر

اس کے بعد ارشاد فرمایا: ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں غوث کا لقب عبداللہ ہوتا ہے۔ وزیر دست راست عبدالرب اور وزیر دست چپ عبدالملک۔ اس سلطنت میں وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے، بخلاف سلطنت دنیا۔ اس لیے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور دل جانب چپ۔ غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے، اور فاروق اعظم وزیر دست راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے، اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم و حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی۔ اس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وزیر ہوئے۔ پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی۔ اور مولیٰ علی و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر مولیٰ علی کو مرتبہ غوثیت عنایت ہوا اور امامین میں محترمین سیّدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر امام حسن سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ان کے بعد سیّدنا غوث اعظم مستقل غوث۔حضور تنہا درجہ غوثیت کبریٰ پر فائز ہوئے۔حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سیّد الافراد بھی۔حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے، حضرت امام مہدی تک، سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔

کسی نے عرض کیا: غوث کے انتقال کے بعد درجہ غوثیت پر کون مامور ہوتا ہے؟

ارشاد ہوا: غوث کی جگہ امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے، امامین کی جگہ اوتاد اربعہ سے۔اوتاد کی جگہ بدلا سے۔بدلا کی جگہ ابدال سبعین سے۔اوران کی جگہ تین سونقبا سے۔پھر اولیا سے۔اور اولیا کی جگہ عامہ مومنین سے کر دیا جاتا ہے۔کبھی بلا لحاظ ترتیب کافر کو مسلمان کر کے بدل کر دیتے ہیں۔ان کا مرتبہ ابدال سے زیادہ ہے۔

مجذوب کی پہچان:

ملفوظات حصہ دوم میں ہے:

عرض: حضور مجذوب کی کیا پہچان ہے؟

ارشاد: سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔حضرسیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ مشہور مجاذیب سے تھے شہر احمد آباد میں مزار شریف ہے۔میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔زنانہ وضع رکھتے تھے۔ایک بار قحط شدید پڑا۔بادشاہ، قاضی واکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے (وہ) انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں۔جب لوگوں کی آہ وزاری حد سے گزری، ایک پتھر اٹھایا دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا: مینہ بھیجیے یا اپنا سہاگ لیجیے۔یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اُمڈیں اور جل تھل بھر دیے۔

ایک بار جمعہ کے دن بازار میں جارہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے۔مردانہ لباس پہنیے اور نماز کو چلیے۔اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا۔چوڑیا، زیور اور زنانہ لباس اتارا اور مسجد کو ساتھ ہو لیے۔خطبہ سنا، جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی: اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی۔فرمایا: اللہ اکبر میرا خاوند حی لایموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا، اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔

اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کہ بعض مجاوروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں، کڑے، جوشن پہنتے ہیں یہ گمراہی ہے۔صوفی صاحب تحقیق اوران کا مقلد زندیق۔

مجذوب سے سلسلہ جاری نہیں ہوتا ہے:

ملفوظات حصہ چہارم میں ہے:

عرض: مجاذیب بھی کسی سلسلے میں ہوتے ہیں؟

ارشاد: ہاں! وہ خود سلسلے میں ہوتے ہیں، ان کا کوئی سلسلہ نہیں۔ ان سے آگے پھر نہیں چلتا۔

رجال الغیب:

ملفوظات حصہ چہارم ہی میں ہے:

عرض: حضور رجال الغیب ملائکہ سے ہیں؟

ارشاد: نہیں، جنوں یا انسانوں میں سے ہوتے ہیں۔ آپ نے رجال پر خیال نہیں کیا ملائکہ پاک ہیں رجال ونساء (مرد عورت) ہونے سے۔

عرض: رجال الغیب کیوں کہلاتے ہیں؟

ارشاد: (اس لیے کہ) غائب رہتے ہیں۔

عرض: رجال الغیب بھی سلسلے میں ہوتے ہیں؟

ارشاد: ہاں! یہ بھی سلسلے میں ہوتے ہیں۔ البتہ افراد سوائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کے ماتحت نہیں۔ اسی واسطے فرد کہلاتے ہیں، سلسلے میں کسی کے نہیں۔ لیکن حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع سے چارہ نہیں۔

جٹا دھاری فقیر بننا:

ملفوظات حصہ دوم میں ہے:

عرض: مرد کو چوٹی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقیر رکھتے ہیں؟

ارشاد: حرام۔ حدیث میں فرمایا: لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال۔ اللہ کی لعنت ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں۔

اسی حصہ دوم میں ہے:

عرض: اکثر بال بڑھانے والے لوگ حضرت گیسو دراز کو دلیل لاتے ہیں۔

ارشاد: جہالت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے...... اور تشبہ کے لیے ہر بات میں پوری وضع بنانا ضرور نہیں، ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ملاحظہ فرمایا کہ مردوں کی طرح کندھے پر کمان لٹکائے جا رہی ہے اس پر بھی یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت جو مردوں سے تشبہ کریں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا، اس پر بھی یہی حدیث روایت فرمائی کہ مردوں سے تشبہ کرنے والی عورتیں ملعون

ہیں۔

جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے میں مشابہت موجب لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا اس سے سخت تر موجب لعنت ہوگا کہ وہ ایک خارجی چیز ہے اور یہ خاص جزو بدن۔ تو شانوں سے نیچے گیسو رکھنا بحکم احادیث صحیحہ ضرور موجب لعنت ہے اور چوٹی گندھوانا اور زیادہ؛ اور اس میں مباف ڈالنا اس سے اور سخت تر۔

حضرت سیدی محمد گیسو دراز قدس سرہ نے تشبّہ نہ کیا تھا کہ گیسو محفوظ رکھا اور ایک۔ اس کے لیے ایک وجہ خاص تھی کہا اکابر علما و اجلہ سادات سے تھے۔ جوانی کی عمر تھی۔ سادات کی طرح شانوں تک دو گیسو رکھتے تھے کہ اس قدر شرعا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ایک بار سر راہ بیٹھے تھے حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سواری نکلی۔ انہوں نے اٹھ کر زانوے مبارک کو بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ چراغ دہلی نے فرمایا: سیّد فروتر اے سیّد اور نیچے بوسہ دو۔ انہوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا۔ فرمایا: سید فروتر انہوں نے گھوڑے کی سُم پر بوسہ دیا۔ ایک گیسو کہ رکاب مبارک میں الجھ گیا تھا، وہیں الجھا رہا اور رکاب سے سم تک بڑھ گیا۔ حضرت چراغ دہلوی نے فرمایا: سید فروتر۔ انہوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا۔ گیسو رکاب مبارک سے جدا کر کے حضرت چراغ دہلوی تشریف لے گئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید، اتنے بڑے عالم نے زانوں پر بوسہ دیا اور حضرت راضی نہ ہوئے اور نیچے بوسہ دینے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے پائے مبارک کو بوسہ دیا، اور نیچے کو حکم فرمایا۔ گھوڑے کی سم (کھر) پر بوسہ دیا، اور نیچے کو حکم فرمایا۔ یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔ یہ اعتراض حضرت سیّد گیسو دراز نے سنا (تو) فرمایا کہ لوگ نہیں جانتے کہ میرے شیخ چراغ دہلی نے ان چار بوسوں میں کیا عطا فرمادیا؟ جب میں نے زانوئے مبارک پر بوسہ دیا عالم ناسور منکشف ہوگیا۔ جب پائے اقدس پر بوسہ دیا عالم ملکوت منکشف ہوا۔ جب گھوڑے کے سُم پر بوسہ دیا عالم جبروت منکشف تھا۔ جب زمین پر بوسہ دیا عالم لاہوت کا انکشاف ہوگیا...... اس ایک گیسو کو کہ ایسی جلیل نعمت کی یادگار تھا اور اسے ایسی تجلی ورحمت نے بڑھایا تھا نہ ترشوایا اسے تشبّہ سے کیا علاقہ عورتوں کا ایک گیسو بڑھا نہیں ہوتا، نہ اتنا دراز۔

مصری میناروں کی تعمیر:

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے:

کسی نے مصر کے میناروں کا تذکرہ کیا، اس پر ارشاد فرمایا:

ان کی تعمیر حضرت آدم نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چودہ ہزار برس پہلے ہوئی۔ نوح علیہ السلام کی امت پر جس روز عذاب طوفان نازل ہوا پہلی رجب تھی، بارش بھی ہو رہی تھی، اور زمین سے ہی پانی ابل رہا تھا۔ بحکم رب العٰلمین نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار کی، جو ۱۰ ر رجب کو تیرنے لگی، اس کشتی پر ۸۰ ر آدمی سوار تھے، جن میں دو نبی تھے، حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا، اور اس کی ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھا لیا تھا۔ پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا، ۴۰ ر ہاتھ اونچا ہوگیا تھا۔ دسویں

محرم کو ۶ ماہ کے بعد سفینہ مبارک جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا گیا، اس کا نام سوق الثمانین رکھا گیا۔ یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل موصل واقع ہے۔

اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و منارہ باقی رہ گئی تھی، جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور کوئی عمارت نہ تھی۔ امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے: بنی السھر مان والنسر فی سرطان یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں۔ جب ستارہ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔ نسر دو ستارے ہیں نسر واقع ونسر طائر۔ اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے نسر واقع مراد ہوتا ہے۔ ان کے دروازہ پر ایک گدھ کی تصویر ہے اور اس کے پنجہ میں گنگچہ ہے، جس سے تاریخ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب نسر واقع برج سرطان میں آیا، اس وقت یہ عمارت بنی۔ جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس سال ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ برس قمری سات مہینہ ستائس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے۔ اور اب برج ساڑھے پندرہ درجہ سے زائد طے کر گیا۔ تو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی آفرینش کو سات ہزار سے کچھ زائد ہوئے۔ لاجرم یہ قوم جن کی تعمیر ہے کہ پیدائش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی تھی۔

کاکی کی وجہ تسمیہ:

کسی نے دریافت کیا حضور کاکی کے کیا معنی ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

ارشاد فرمایا: حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند مسافر حاضر ہوئے۔ حضور کے یہاں اُس وقت کچھ سامان خورد ونوش موجود نہ تھا۔ غیب سے کاک یعنی روٹیاں آئیں، جو سب کو کافی ووافی ہو گئیں۔ جب سے آپ کاکی مشہور ہو گئے۔

اسی تذکرہ میں فرمایا: ایک مرتبہ مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جو میرے پیر و مرشد کے ساتھ حضرت مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، جو مولانا بحر العلوم ملک العلماء کے شاگرد تھے، پڑھتے تھے، دہلی میں تھے۔ جلسہ وھابیہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں حاضرین پر کاک اور چھوہارے برسا کرتے تھے۔ چنانچہ حسب دستور آپ کے سامنے بھی بوچھار ہوئی۔ ایک کاک اور چھوہارا آپ کو بھی ملا۔ آپ نے چھوہارا توڑا تو اس میں کیڑا نکلا؛ اور کاک کا کنارا جلا ہوا۔ یہ دیکھ کر تبسم کیا اور بآواز بلند کہا: صاحبو! آج تک تو سنا کرتے تھے کہ فرشتے بھولتے نہیں۔ یہ کیسا بھول گئے کہ روٹی جلا دی۔ اور سنتے تھے کہ جنت کا میوہ سڑتا گلتا نہیں۔ تعجب ہے کہ چھوہاروں میں کیڑے پڑ گئے۔ اس پر بہت شور وغل ہوا۔ آپ کو غصہ آیا۔ پردہ ہٹا دیا، جس کے پیچھے سے یہ بارش ہو رہی تھی۔ دیکھا تو اسمٰعیل دہلوی کا ایک غلام، جس کا نام عبد اللطیف تھا، ایک جھولی میں کاک اور ایک میں چھوہارے لیے بیٹھا ہے۔ پردہ ہٹتے ہی پردہ فاش ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت مولانا فضل رسول صاحب دہلی سے لکھنؤ حضرت مولانا نور رحمۃ الہ علیہ کی خدمت میں حاضر

ہوئے۔ اندر سے خبر آئی کہ آنے کی ممانعت ہے۔ آپ چوکھٹ پر بیٹھ گئے اور رونے لگے اور عرض کی کہ میری کیا خطا ہے؟ معلوم ہو کہ وہ قابل معافی بھی ہے یا نہیں؟ جب بہت دیر گزر گئی تو مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باہر تشریف لائے اور فرمایا تمہیں میں نے اسی لیے پڑھایا تھا کہ وہابیوں کے جلسہ میں جاؤ؟ آپ نے عرض کی: اتنا تو معلوم ہو گیا کہ میری خطا قابل معافی ہے۔ اور پھر آپ نے سارا واقعہ اسمٰعیل دہلوی کے مکر وفریب کا عرض کیا اور کہا کہ میں صرف اس کا پردہ فاش کرنے کو گیا تھا کہ نہ معلوم کتنے بندگان خدا اس کی عیاری سے گمراہ ہو رہے تھے۔ آپ سن کر خوش ہوئے اور راضی ہو گئے۔

یہی مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک روز راستے میں تشریف لیے جا رہے تھے۔ سامنے سے علی بخش وزیر بادشاہ اودھ، جو اس کی ناک کا بال ہو رہا تھا، ہاتھی پر چلا آ رہا تھا۔ اس نے حضرت کو دیکھ کر اتنا ادب کیا کہ ہاتھی کو بٹھا دیا اور اتر کر قریب حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھر لیا اور (جواب) سلام نہ دیا۔ وہ رافضی تھا اور داڑھی مونڈی تھی۔ سمجھا کہ شاید مجھے دیکھا نہیں۔ دوسری طرف جا کر سلام کیا۔ آپ نے ادھر سے منہ پھیر لیا اور سلام قبول نہ فرمایا۔ تیسری دفعہ پھر سلام کیا۔ آپ نے جواب نہ دیا۔ اس کو غصہ آیا اور ہاتھی پر چڑھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ فرنگی محل کے مردوں کی داڑھیاں اور عورتوں کا سر نہ منڈوا دیا تو علی بخش نام نہیں۔ آپ جب مکان تشریف لے گئے تو ایک طالب علم نے علی بخش کا وہ فقرہ عرض کیا۔ آپ فوراً باہر تشریف لائے۔ آستانہ پر اس وقت میرے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضر تھے عرض کیا: حضور! کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟ فرمایا: بچو! نورا کی حماقت تو ہے۔ رافضی آیا تھا، سلام کیا تھا، جواب دے دیا ہوتا۔ اب کسی کی داڑھی مونڑے ہے کسی کا مونڑ مونڑے ہے۔ نورا کی حماقت تو ہے...... اور آپ سیدھے بادشاہ کے محل کو تشریف لے چلے کہ اس سے پیشتر کبھی نہ گئے تھے۔ پیچھے پیچھے یہ دونوں حضرات بھی ہو لیے۔ اس دن نوروز کا دن تھا۔ اس کے محل میں جشن ہو رہا تھا۔ شراب کباب گانے بجانے کے سامان موجود تھے۔ جب دربان نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا گھبرا کر دوڑتا ہوا گیا اور بادشاہ کو خبر دی۔ بادشاہ سن کر گھبرا گیا اور حکم دیا: فوراً تمام منہیات شرع اوٹھا دیے جائیں۔ اور خود دروازہ تک استقبال کر کے حضرت کو اندر لے گیا اور باعزاز تمام بٹھایا۔

علی بخش کھڑا ہوا یہ واقعہ دیکھ رہا ہے۔ کاٹو تو بدن میں خون نہیں۔ سمجھ رہا ہے کہ اب یہ شکایت فرمائیں گے اور خدا جانے بادشاہ کیا کچھ کرے گا؟...... مگر یہ وسیع ظرف اس ہلکے کے قیاس سے ورا ہیں۔ یہ شکایت فرمانے تشریف نہ لے گئے، بلکہ اسے اپنی عظمت دکھانے کو کہ وہ ایذا رسانی خیال سے باز رہے۔ بادشاہ نے عرض کی: حضرت نے کیسی تکلیف فرمائی؟ ارشاد فرمایا: تیری زمین میں رہتے ہیں۔ ہم نے کہا ہو آئیں۔ بادشاہ نے دو شیرینی جو نوروز کے لیے آئی تھی پیش کی۔ فرمایا: ہمارے دو بچے بھی باہر ہیں۔ چنانچہ ان حضرات کو بھی بلا لیا گیا۔ تھوڑی دیر تشریف رکھ کر واپس تشریف لائے۔

یہ دونوں حکایتیں مجھ سے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھنؤ میں بیان فرمائیں، جب میں اور وہ ۱۲۰۹ھ میں کچھ کتابیں دیکھنے لکھنؤ گئے تھے۔

چودھویں صدی کا مجدد

صحیح حدیث میں بروایت حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ان اللّٰہ تعالیٰ یبعث لھٰذہ الامة علی راس کل مائة سنة من یجددلھا دینھا ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دین کو از سر نو نیا کردے گا۔

رواہ ابوداؤد والحاکم فی المستدرك، والبیھقی فی المعرفة ذکرہ الامام الجلیل جلال الدین السیوطی فی الجامع الصغیر فی حدیث البشیر والنذیر، ورواہ البیھقی، وحسن بن سفیان والبزار فی مسائیدہ، والطبرانی فی المعجم الاوسط وابن عدی فی الکامل وابو نعیم فی الحلیة ۔

علامہ حقی حاشیہ سراج المنیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں کہ:

ہمارے شیخ نے فرمایا کہ حفاظ کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ جن محدثین نے اس کی صحت کی تصریح فرمائی ان میں علامہ ابوالفضل عراقی اور علامہ ابن حجر متاخرین علما میں سے ...... اور حاکم مصنف صحیح مستدرک اور بیہقی صاحب مدخل متقدمین محدثین سے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی مرقاۃ الصمود حاشیہ سنن ابوداؤد میں فرماتے ہیں:

اتفق الحفاظ علی تصحیحه ۔ حفاظ محدثین کا اس حدیث کی تصحیح پر اتفاق ہے۔

علامہ شیخ بن احمد غزعزی نے سراج منی شرح جامع صفیر میں فرمایا ہے کہ:

لفظ اوّل کی قید احترازی نہیں بلکہ غالبی ہے۔ اس لیے کہ اوّل صدی کے مجدد بالاتفاق خلیفہ راشد خامس الخلفاء الراشدین حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جن کی ولادت ۵۹ھ اور وفات ۱۰۰ھ میں ہے۔

تجدید دین کا مفہوم:

اور تجدید کے معنی یہ ہیں کہ ان میں ایک صفت یا صفتیں ایسی پائی جائیں جن سے امت محمدیہ علیٰ صاحبھا افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو دینی فائدہ ہو جیسے تعلیم وتدریس، وعظ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، لوگوں سے مکروہات کا دفع، اہل حق کی امداد۔

مجدد کے اوصاف:

مجدد کے لیے خاص اہل بیت سے ہونے کی ضرورت نہیں، نہ مجتہد ہونا لازم۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ سنی، صحیح العقیدہ، عالم فاضل، علوم وفنون کا جامع، اشہر مشاہیر زمانہ، بے لوث حامی دین، بے خوف قامع مبتدعین ہو۔ حق کہنے میں نہ خوف لومۃ لائم ہو نہ دین کی ترویج میں دنیوی منافع کی طمع۔ متقی، پرہیزگار، شریعت وطریقت کے زیور سے آراستہ، رذائل وخلاف شرع سے دل برداشتہ، اور حسب تصریح علامہ حفنی مجدد کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس صدی میں پیدا ہو، اس کے خاتمہ اور س صدی میں انتقال کرے، اس کے اوّل میں مشہور معروف، مشار الیہ، مالیضاف ہو۔

مجدد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ علمائے عصر قرائن واحوال اور اس کے علوم سے انتفاع دیکھ کر، اس کے مجدد ہونے کا اقرار کریں۔ اسی لیے مجدد کو علوم عینیہ ظاہر وباطنہ کا عالم، حامی السنۃ، قامع البدعۃ ہونا چاہیے۔

مجددین کے اقسام:

لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر صدی پر ایک ہی مجدد ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ ایک کے علاوہ کئی شخص الگ الگ شعبوں کے مجدد ہوں۔ **کما قالہ المناوی**، رجلا کان او اکثر۔

علامہ محمد طاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

> **من یجدد لھا دینھا** کے مصداق میں علما نے اختلاف کیا تو ہر فرقہ نے اپنے امام پر محمول کیا اور بہتر ہے کہ اسے عموم پر محمول کیا جائے اور صرف فقہاء کے ساتھ خاص نہ کیا جائے۔ اس لیے کہ امت کو اولو الامر یعنی خلفاء محدثین اور واعظین وزہاد سے بھی بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس کل مائۃ سنۃ سے مراد یہ ہے کہ صدی گزری اور مجدد زندہ مشہور عالم ہو۔ اور حدیث شریف میں اکابر کی ایک جماعت کی طرف اشارہ ہے، جو ہر سو برس کے سرے پر ہوتے ہیں، تو

بعض مجددین کے اسمائے گرامی:

مجدد مائۃ اولیٰ:: حضرت عمر بن عبد العزیز اور فقہا ومحدثین سے بے شمار ہیں۔

مجدد مائۃ ثانیہ:: خلیفہ مامون رشید، حضرت امام شافعی، حسن بن زیاد، اشہب مالکی، علی بن موسیٰ، یحییٰ بن معین، حضرت معروف کرخی۔

مجدد مائۃ ثالثہ:: خلیفہ مقتدر باللہ، حضرت امام ابو جعفر طحاوی حنفی، امام ابو الحسن اشعری، امام نسائی، وغیرہ۔

مجدد مائۃ رابعہ:: خلیفہ قادر باللہ امام ابو احمد اسفرائنی، ابوبکر محمد خوارزمی حنفی۔

مجدد مائۃ خامسہ:: خلیفہ مستظہر باللہ، حضرت امام محمد غزالی، قاضی فخر الدین حنفی، وغیرہم ہیں۔ انتہی کلامہ۔

مجدد کی شناخت:

شیخ الاسلام بدالدین ابدال رسالہ مرضیہ فی نصرۃ مذھب الاشعریہ میں فرماتے ہیں کہ:

مجدد معاصرین کے غلبہ ظن سے پہچانا جاتا ہے۔اس کے قرائن، احوال، اور اس کے علم سے انتفاع کے سبب سے۔اور نہیں ہوتا مجدد مگر عالم علوم دینیہ ظاہرہ وباطنہ کا، جو ناصر سنت وقامع بدعت ہو۔پھر کبھی مجدد کبھی ایک ہی ہوتا ہے، جیسے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی صدی کے مجدد بالاتفاق ہیں۔اور دوسری صدی کے مجدد امام شافعی ہیں۔اس لیے کہ محققین کا اجماع ہے کہ یہ اپنے زمانے میں تمام علما سے اعلم وافضل تھے۔ اور کبھی مجدد، دو یا جماعت ہوتی ہے۔اگر کسی ایک عالم پر اجماع نہ ہوسکا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو مجدد سے افضل ہو، لیکن مجدد جب ہوگا تو راس المائۃ (صدی کے سرے) پر ہوگا۔کیوں کہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔کہ صدی کے ختم ہوتے ہوتے علمائے امت بھی ختم ہوجاتے ہیں۔دینی باتیں مٹنے لگتی ہیں، بدمذہبی اور بدعت ظاہر ہوتی ہے اس واسطے دین کی تجدید کی ضرورت پڑتی ہے۔اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے عالم کو ظاہر کرتا ہے جو ان خرابیوں کو دور کر دیتا ہے۔اور ان برائیوں کو سب کے سامنے علی الاعلان بیان کر کے دین کو ازسرِنو نیا کر دیتا ہے۔وہ سلف صالحین کا بہتر عوض، خیر الخلف نعم البدل ہوتا ہے۔انتھیٰ کلامہ

امام جلال الدین سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابوداؤد میں فرماتے ہیں کہ:

علامہ ابن اثیر نے فرمایا کہ علما نے حدیث **ان اللہ یبعث لھذا الامۃ علی راس کل امۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا** کی تاویل میں ہر ایک نے اپنے زمانہ میں اختلاف کیا اور اشارہ کیا اس شخص کی طرف جو صدی کے سرے پر دین کی تجدید میں لگا ہو۔تو ہر ایک اپنے مذہب کے حامی وناصر کی طرف مائل ہوا۔اور بعض علما کا یہ خیال ہے کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک: **من یجدد لھا دینھا** کا اقتضا یہ ہرگز نہیں کہ صدی کے سرے پر فقط ایک ہی شخص مجدد ہو بلکہ کبھی ایک ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زائد اس لیے کہ امت کا اصل انتفاع امور دین میں ہے۔لیکن اس کے سوا دوسرے امور میں بھی بہت انتفاع ہوتا ہے۔مثلاً اولو الامر محدثین، قراء، واعظین، عابد، زاہد لوگ اپنے اپنے فنون سے ایسا نفع امت کو پہنچاتے ہیں جو دوسرے سے ممکن نہیں۔اس لیے کہ اصل حفظ دین میں قانونی سیاست ہے اور اشاعت عدل وانصاف۔جس کی وجہ سے ضبط روایات ہوتی ہے اور زہد اور اپنے وعظوں سے امت کو نفع پہنچاتے اور لوگوں کو تقویٰ پر ابھارتے ہیں۔اور دنیا میں زہد سکھاتے ہیں، تو بہتر اور ٹھیک بات یہ ہے کہ من یجدد سے اکابر مشہورین کی ایک جماعت کی ہر صدی پر ظہور وحدوث کی طرف اشارہ ہو جو لوگوں کے دین کی حفاظت کریں اور برائیوں اور خرابیوں، بے دینیوں، بدمذہبیوں کو مٹا کر دین کی تجدید کریں لیکن بایں ہمہ یہ ضرور ہے کہ مجدد وہی شخص ہوگا کہ صدی کے شروع میں مشہور عالم معروف

مشار الیہ ہو یعنی ان فنون میں سے کسی فن میں لوگ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوں ورنہ صدی کے شروع ہونے کے قبل بھی ضرور ایسے علما ہوں گے جو دین کی خدمت میں منہمک ہوں لیکن مجدد سے مراد یہ ہے کہ جس وقت صدی ختم ہوا اور دوسری صدی شروع ہو اس وقت وہ عالم معروف و مشہور زندہ اور مشار الیہ ہو۔ انتہٰی کلمہ

مجدد کے بارے میں چند سوال اور ان کے جواب:

ماہ رجب ۱۲۹۹ھ میں سلہٹ سے مولوی ابوعلی محمد عبدالوہاب صاحب نے جناب مولانا مولوی عبدالحئ صاحب لکھنوی فرنگی محلی مرحوم و مغفور کے پاس اس حدیث شریف کے متعلق ایک استفتا بھیجا تھا جس میں چند باتیں دریافت کی تھیں، جو مجموعہ فتاویٰ جلد دوصفحہ ۱۵۱، ۱۵۲ میں مع جواب مکتوب ہے۔ اس جگہ مختصراً اس کو نقل کر دینا فائدہ سے خالی نہیں۔

1۔ حدیث ان اللہ یبعث لھٰذا الامۃ (الحدیث) میں راس آخر صدی مراد ہے یا راس آغاز صدی؟ اور

2۔ مجدد کی شرائط علامات کیا ہیں؟ اور

3۔ پہلی صدی سے اس وقت تک کون کون سے مجدد ہوئے؟ اور

4۔ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد بریلوی مجدد ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

علامہ لکھنوی نے حسب ذیل جواب دیے ہیں:

1۔ راس مائۃ سے مراد باتفاق محدثین آخری صدی ہے۔ اور

2۔ مجدد کی شرائط و علامات یہ ہیں کہ:

علوم ظاہرہ و باطنہ کا عالم ہو۔

اس کے درس و تدریس، تالیف و تصنیف، وعظ و تذکیر سے نفع شائع و ذائع ہو اور

احیائے سنت و اماتت بدعت میں سرگرم ہو اور

ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے آغاز میں اس کے علم کی شہرت اور اس سے انتفاع معروف و مشہور ہو۔

پس اگر آخر صدی نہیں پائی یا اس زمانہ میں انتفاع شریعت حاصل نہ ہوا ہو تو وہ مجددین کی صف سے خارج سمجھا جائے گا، اور اس حدیث کا مورد و مصداق نہ ہوگا۔ اور اس کا شمار مجددین میں نہ ہوگا۔ (اس کے بعد عبارت شیخ الاسلام بدرالدین اور مرقاۃ الصعود امام جلال الدین سیوطی نقل کر کے فرماتے ہیں۔)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ سیّد احمد بریلوی کہ ان کی ولادت ۱۲۰۱ھ میں ہوئی اور ان کے مرید اسماعیل دہلوی وغیرہ مصداق حدیث میں داخل نہیں ہیں۔ (مولوی اسماعیل دہلوی کی ولادت ۱۱۹۳ھ میں ہوئی اور دونوں کا انتقال ۱۲۴۶ھ میں ہوا۔ تو سیّد احمد صاحب نے کوئی آخر صدی نہ پائی اور مولوی اسماعیل دہلوی آخر صدی میں فقط سات سال کے بچے تھے۔) اس لیے کہ مجدد کے لیے ضروری ہے کہ آخر ایک صدی اور دوسری صدیء کے اوّل میں اس

صفت کے ساتھ موصوف ہو کہ اس کا نفع عام ہو اور س کا اشتہار نام ہو۔ اوران کی تیرہویں صدی کے وسط میں شہرت ہوئی۔ اتنا زمانہ گزرا علمانے تعین مجددین میں اسی صفت کا لحاظ کیا ہے۔ جس کی تفصیل علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے رسالہ مسمی بہ الفوائد الحجة فی من یبعثه الله لهذه الامة اور امام جلال الدین سیوطی کے رسالہ مسمی بہ متنبه فیمن یبعثه الله علی راس مائة وغیرہ میں ہے۔

ان رسائل کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ:

مجدد مائة اولیٰ بالاتفاق خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اور

مجدد مائة ثانیه امام شافعی تھے۔ اور

مجدد مائۃ ثالثہ قاضی ابوالعباس ابن شریح شافع، امام ابوالحسن اشعری، محمد بن جریر طبری تھے۔ اور

مجدد مائۃ رابعہ ابوبکر باقلانی، اور ابوطیب صعلوتی وغیرہ تھے۔ اور مجدد مائۃ خامسہ امام محمد بن محمد غزالی تھی۔ اور مجدد مائۃ سادسہ امام فخر الدین رازی تھے اور مجدد مائۃ سابعہ امام تقی الدین ابن دقیق العید تھے۔ اور

مجدد مائة ثامنه زین الدین عراقی، علامہ شمس الدین جوزی، سراج الدین بلقینی تھے۔ اور

مجدد مائة تاسعه امام جلال الدین سیوطی، علامہ شمس الدین سخاوی تھے۔ اور مجدد مائۃ عاشرہ شہاب الدین رملی، ملا علی قاری تھے۔ انتہیٰ کلامہ

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے اور **مجدد حادی عشر یعنی الف ثانی ربانی حضرت احمد شیخ سر ھندی فاروقی** متولد ۱۰ محرم الحرام ۹۷۱ھ، متوفی ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ، اور صاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ ظاہرہ وباہرہ حضرت شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی متولد ۹۵۸ھ۔ اور میر عبدالواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل متولد ۹۱۲ یا ۹۱۵، متوفی ۱۰۱۷ھ تھے۔ اور **مجدد مائة ثانی عشر** سلطان دین، پرور مالک بحروبر، ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ بہادر عالمگیر بادشاہ غازی متولد ۱۰۲۸ھ متوفی ۱۱۱۷ھ تھے۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے مجدد ہونے میں علما کا اختلاف:

اگرچہ بعض خوش اعتقادوں نے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کو بارہویں صدی کا مجدد کہا ہے مگر تصریحات علمائے کرام سے ثابت ہے کہ وہ مجددوں کے شمار میں داخل نہیں ہیں۔ اس لیے کہ شاہ صاحب موصوف کی ولادت ۱۱۱۴ھ اور وفات ۱۱۷۴ھ میں ہوئی۔ تو اگرچہ علم وفضل اور بزرگی وکمال میں کلام نہیں مگر مجدد کی جو اصل صفت ہے کہ ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اوّل میں اس کے افاضہ وافادہ کا شہرہ ہو حمایت دین ونکایت مفسدین میں موصوف ومشہور ہو۔ یہ بات نہیں پائی گئی۔ اس لیے کہ ان کی شہرت علمی وسط صدی میں ہوئی کسی صدی کا آخر پایا نہ کسی صدی کا آغاز۔ شہرت تو چیزے دیگر۔

نیز مجدد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی زبان اور اس کا قلم حق گو، حق نویس ہو۔ زبان سے وہی بولے جو شریعت کے مطابق ہو اور قلم سے وہی لکھے جو شریعت کا حکم ہو۔ حق کہنے میں اس کی زبان سیف قاطع اور قلم تیغ براں ہو۔ جو بولے شریعت کے دائرہ میں ہو جو لکھے، شریعت کی حد میں ہو، ایک عامی اس کی تحریر یا تقریر لے لے تو اس کے عمل کے لیے کافی ہو۔ ہر لفظ اس پر جچا تلا ہو۔ جو کہے بے لوث کہے۔ جو لکھے بے خوف لکھے۔ حق کرنے یا کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرے۔

گدائے میکدہ ہوں ہر طرح کی مے ہے پیالی میں

کا مصداق نہ ہو۔

شاہ ولی اللہ کی مصنفات میں تحریفات:

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب میں قطع نظر اس کے کہ نہ کسی صدی کے آخر میں ہوئے نہ دوسری صدی کے اوّل میں رہے۔ پھر ان کی شہرت دو صدیوں میں اور ان کے علوم و معارف سے انتفاع ہر قسم کی باتیں ان کے یہاں موجود ہیں، سنیوں کے بھی سردار ہیں، ساتھ ساتھ وہابیت کی بھی داغ بیل ڈال رہے ہیں۔ حجة الله البالغه عجیب و غریب کتاب لکھی، اگر کچھ حصے سنیوں کے کار آمد ہیں تو ایک حصہ وہابیہ لیے ہوئے اکڑ رہے ہیں۔

مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی نے تراجم علمائے حدیث انہیں کے نام نامی سے شروع کی، اور اس میں ان کو پورا اہل حدیث بلکہ بانی مذہب اہل حدیث یقین کیا کہ اہل حدیث کا باوا آدم انہیں کو قرار دے کر آگے شاخیں پھیلائی ہیں۔ صفحہ ۵ پر تفہیم کی یہ عبارت درج کی ہے:

فمعنیٰ ربی انا جعلناك امام هذه الطريقه وسدد ناطريق الوصول الى حقيقة القرب كلها اليوم غير طريقة واحدة وهو محبتك والانقيادلك والسماء ليس من عاداك سماء وليست الارض عليه بارض فاهل الشرق والغرب كلهم رعيتك وانت سلطانهم علمواولم يعلموا فان علموا فازواوان جهلوا اخابوا ۔

یعنی مجھے خداوند عالم نے سمجھایا کہ ہم نے تم کو اس طریقہ کا امام بنایا اور حقیقت قرب تک رسائی کے سب رستوں کو بند کر دیا سوا ایک طریقہ کے، وہ طریقہ تیری محبت اور تیری فرمابرداری ہے جو تیرا مخالف ہے اس کے لیے نہ آسمان آسمان ہے نہ زمین زمین ہے۔ تمام روئے زمین ہے لوگ پوربی ہوں یا پچھمی، سب تیری رعایا ہیں اور تو ان سب کا بادشاہ ہے۔ چاہے وہ جانیں یا نہ جانیں، اگر وہ جانیں گے کامیاب ہوں گے اور نہ جانیں گے، گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔

پھر صفحہ ۱۶ پر مسئلہ تقلید او عمل بالحدیث کی سرخی قائم کر کے لکھا:

جناب حجۃ اللہ (شاہ ولی اللہ صاحب) اپنی مصنفات، شروح احادیث مسویٰ ومصفے اور دوسری تصنیفات مثلاً عقد

الجید، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، وغیرہ میں تقلید اور عمل بالحدیث کا موازنہ فرماتے ہوئے اتباع الحدیث کو کھلے طور پر ترجیح دیتے ہیں۔

لیکن اس بحث کو جس خوبی کے ساتھ حجة الله البالغه میں پھیلایا، نہایت پرلطف ہے کہ گویا تمام کتاب اسی بحث پر محتوی ہے۔

پھر صفحہ ۲۰ پر لکھا اور آگے بڑھ کر صفحہ ۱۲۲ پر بضمن باب حکایت الناس قبل المائة الرابعة وبعدها اس ذکر کو اور بھی وضاحت سے بیان فرمایا مگر صفحہ ۱۳۵ پر زیادہ توضیح سے کام لیا، اور بضمن من ابواب الاعتصام بالکتاب والسنة میں تو یہ راز بالکل فاش کر دیا۔ فرماتے ہیں۔

واقول الفرقة الناجية هم الاخذون فی العقيدة والعمل جمعابما ظهر من الكتاب والسنة ......

یعنی میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں کتاب وسنت اور صحابہ وتابعین سے بظاہر النص فتویٰ جاری کرے، اگرچہ صحابہ وتابعین نے ایسے مسائل میں جن کے لیے انہیں نص نہ ملی ہو باہم اختلاف ہی کیوں نہ کیا ہو۔

پھر صفحہ ۲۲ پر لکھا، اسی کے ساتھ حدیث اذاامن الامام فامنو افانه من وافق تامينه تامين الملائكة غفرله ماتقدم من ذنبه نقل کرتے ہوئے باشارۃ النص آمین بالجہر کی تاکید فرماتے ہیں۔

یہاں شاہ محمد فاخر زائر الٰہ آبادی مرحوم کا ماجرا قابل ذکر ہے۔ حضرت زائر دہلی تشریف لائے۔ جامع مسجد میں ایک نماز جہری میں بآواز بلند آمین کہہ ڈالی، دہلی میں یہ پہلا حادثہ تھا، عوام برداشت نہ کر سکے، جب آپ کو گھیر لیا تو فرمایا:

اس سے فائدہ نہ ہوگا، تمہارے شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو اس سے مسئلہ دریافت کرو لوگ ان کو حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ دریافت مسئلہ پر آپ نے فرمایا: 'حدیث سے تو بآواز آمین کہنا ثابت ہے' مجمع یہ سن کر چھٹ گیا، اب صرف مولانا محمد فاخر صاحب اور حضرت شاہ صاحب بصورت قران السعدین باقی تھے۔ شاہ محمد فاخر نے عرض کیا 'آپ کھلیں گے کب؟ فرمایا: اگر کھل گیا ہوتا تو آج آپ کو کیسے بچا لیتا؟۔

<u>اور رفع یدین کے باب میں فرماتے ہیں کہ:</u>

والذی يرفع الی احب الی ممن لا يرفع فان احاديث الرفع اكثر واثبت ۔

یعنی مجھے تو رفع یدین کرنے والا نہ کرنے والے سے زیادہ عزیز ہے۔ کہ رفع یدین کی حدیث میں ترک رفع یدین کی احادیث سے تعداد میں زیادہ اور رتبہ میں قوی ہیں۔

ترک تقلید پر مزید ارشاد، عقد الجید ہی تقلیدی کی دو قسمیں ہیں:

واجب وحرام، قرار دے کر فرماتے ہیں:

(۱) تقلید واجب:

واما رة هذه التقليد ان يكون عمله بقول المجتهد كالمشروط لكونه موافقا للسنة فلا يزال متفحصا عن السنة بقدر الامكان فمتى ظهر الحديث يخالف قول هذا اخذ بالحديث واليه اشار الائمة ۔

یعنی تقلید واجب تو یہ ہے کہ اس کا عمل اگرچہ قول مجتہد کے موافق سہی مگر مشروط بہ سنت بھی ہو مگر صرف اسی پر اکتفا نہ رہے بلکہ ہر آن سنت کی تلاش رکھے پس جب بھی ایسے مقلد کو اپنے عمل سابق کے خلاف حدیث مل جائے تو وہ قول مجتہد کو چھوڑ کر اس حدیث کو اختیار کرے، اسی طرف ائمہ کا اشارہ ہے۔

(۲) تقلید حرام:

فان بلغه واستيقن بصحته لا يقبله لكون ذمته مشغولة بالتقليد وهذا اعتقاد فاسد وقول كاسد ليس له شاهد من النقل والعقل ومان كان اخذمن القرون السابقة يفعل ذالك (حجة الله البالغه ج ۲ ص ۷۵)

یعنی پس اگر مقلد کو ایسی حدیث مل جائے کہ اس کی صحت بھی اس مقلد کے نزدیک یقینی ہو مگر اس پر بھی وہ مقلد اس حدیث کو قبول نہ کرے۔ اس وجہ سے کہ جس تقلید کو اس نے خود ہی اختیار کر رکھا ہے وہی اس حدیث کے خلاف ہے تو ایسا عقیدہ فاسد اور ایسا قول مردود ہے۔ کیوں کہ نہ نقل سے اس کا ثبوت ملتا ہے نہ عقل سے، نہ قرون سابقہ نے ایسا کیا۔

پھر صفحہ ۲۷ پر لکھا۔ نیز عقد الجید میں فرماتے ہیں۔

فان بلغنا حديث من رسول المعصوم الذى فرض الله علينا طاعته بسند صالح بدل على خلاف مذهبه وتركنا حديثه واتبعنا ذالك التخمين فمن اظلم منا وما غدانا يقوم الناس لرب العالمين ۔

یعنی پھر جب ہمیں رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے، سند صحیح کے ساتھ مل جائے مگر اسے امام کے اشعار کے خلاف ہونے کی وجہ سے چھوڑ بیٹھیں تو پھر بتائیے کہ (رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی) حدیث ترک کرنے کی صورت میں ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا اور اس ظلم کا جواب ہم قیامت کے دن رب العالمین کو کیا دیں گے؟

اس عنوان تقلید کو تفہیمات الٰہیہ میں یوں رقم فرمایا:

اصول الشرع اثنان آیة محکمة اوسنة قائمة لا یزید علیهما وبالجملة فالرئای فی الدین تحریف فی القضاء حسنة

شریعت (اسلام) کے دو اصول ہیں۔

1۔آیات محکمہ

2۔سنت

ان دونوں کے سوا کوئی اور شئی دین میں مسلم نہیں، ان غیر مسلمہ امور میں رائے (قیاس) دین میں تحریف ہے اور قضا میں مستحسن۔

پھر اخیر صفحہ ۲۸ پر لکھا۔اور یہی ترک تقلید اور اتباع سنت کی تاکید آپ کے وصایا سے مستفاد ہے۔

......ودر فروع پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میاں فقہ وحدیث کردہ ودا ما تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند زدند

(المقالة الوضیه فی النیحة الوصیه)

پھر لکھا ہے کہ جناب شاہ صاحب علیہ الرحمہ کہ ان جوابوں کو کہاں تک نقل کیا جائے، آپ کی تمام تصانیف مہمہ کا ایک ایک ورق ان سے مزین ہے، پس اہل علم واصحاب دانش کے لیے یہی کافی ہے۔

مزید طمانیت کے دو حوالے اور نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) وخورا مقلد محض بودن ہرگز راست نمی آید کارنمی کشاید اکثر مفاسد دو عالم ازہمیں جہت ناشی شدہ۔

(ازالۃ الخفاص ۲۵۷)

اس سے زیادہ اور تبری عن التقلید کیا ہو سکتی ہے۔

(۲) جمعیکہ سرمایہ علم ایشاں شرح وقایہ وہدایہ باشد کجا ادراک سرایں توانند کرد۔(ازلۃ الخفاص ۲۸۴)

قاعدہ کی بات ہے کہ جو شخص کسی عقیدہ اور خیال میں ایسا پختہ ہو کہ ایک ہاتھ میں اس کے آفتاب اور دوسرے میں ماہتاب آسمان سے اتار کر دیں گے جب بھی وہ اپنے عقیدے سے باز نہ رہے، ایسا پختہ شخص اس عقیدہ کی تبلیغ کر سکتا ہے اور لوگوں پر اس کا اثر بھی ہوگا کہ:

آنچہ ازدل خیز وبردل ریزد

لیکن جو شخص باوجود دعوائے حنفیت اتنا ضعیف العقیدہ ہو جس کے نمونے اس کے مصنفات سے بحوالہ صفحہ گزرے، وہ دوسرے کو کیا تبلیغ کرے گا؟ اور بالفرض کہے سنے بھی تو اس کا اثر سامعین پر کیا پڑے گا۔اس لیے میری بے لوث رائے میں ایسے

شخص کو مجددوں کی صف میں شمار کرنا سوائے خوش اعتقادی کے اور کچھ نہیں ہے۔ پیر من خس است، واعتقاد من بس است کا کوئی جواب نہیں۔

تیرھویں صدی کے مجدد:

البتہ مجدد مائۃ ثالث عشر ان (مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ) کے فرزند دلبند وشاگرد رشید ومرید ومستفید وخلیفہ وجانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (متولد ۱۱۵۹ھ متوفی ۱۲۳۹) ہیں۔ اس لیے کہ مجدد کی صفات ان میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ بارہویں صدی کے آخر میں صاحب علم وفضل وزہد وتقویٰ، مشہور دیار واطراف تھے۔ اور تیرہویں صدی کے آغاز میں ان کا طوطی ہندوستان میں بولتا تھا۔ اور ساری عمر دینی خدمت درس وتدریس افتا وتصنیف، وعظ وپند، حمایت دین ونکایت مفسدین میں صرف اوقات فرماتے رہے۔ جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کی علمی خدمات:

حمایت دینی کہ جملہ کاموں سے قطع نظر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی ایک کتاب **تحفہ اثنا عشریہ** وہ کتاب ہے کہ روز تصنیف سے اس وقت تک کوئی کتاب اس شان کی نہ لکھی گئی۔ اور یہ مجھے اسی طرح یقین ہے کہ یہ کتاب اپنے رنگ کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ کہ اس سے قبل شاید کوئی کتاب اس جامعیت کی نہ لکھی گئی۔ میں نے زبانی اجلہ ثقات سے سنا۔ ازاں جملہ حضرت مولانا محمد فاخر صاحب بیخو دالٰہ آبادی فرماتے تھے کہ جب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اور سارے جہان کو مشرک بنانا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ:

> میں تو بالکل ضعیف ہو گیا ہوں، آنکھوں سے بھی معذور ہو گیا ہوں۔ ورنہ اس کتاب اور اس عقیدہ فاسدہ کا ردّ بھی تحفہ اثنا عشریہ کی طرح لکھتا۔

یہ دلیل ان کے مجدد مائۃ ثالث عشر ہونے کی کھلی ہوئی ہے کہ حمایت دین میں عزیز قریب کسی کا بھی پاس نہ کیا جائے۔

بلاد اسلامیہ میں شاہ عبدالعزیز کے علوم ومعارف کی شہرت عامہ:

پھر جو شخص شاہ صاحب کی سوانح عمری دیکھے گا جانے گا کہ بے شک وہ تیرہویں صدی کے مجدد تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں کتب درسیہ عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہو کر کامل ۶۵ سال حمایت دین ونکایت مفسدین میں صرف فرمائے۔ اور ۸۰ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

درس وتدریس میں معقولات کے علاوہ فقہ ومتعلقات فقہ کا تو التزام تھا مگر خاص چیز درس حدیث اور فتویٰ نویسی تھی۔ جس کی شہرت ہندوستان سے باہر روم شام مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، بیت المقدس وغیرہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ قسطنطنیہ سے ملا رشیدی مدنی نے آپ کو ایک خط لکھا تھا جس کی چند سطریں ملاحظہ ہوں:

شاہ صاحب! آپ کا کچھ ایسا اثر بلاد اسلامیہ میں ہو رہا ہے کہ جب کوئی فتویٰ دیا جاتا ہے اور علماء اس پر اپنی مہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتویٰ میں آپ کی مہر تلاش کرتا ہے، اور وہ فتویٰ جس پر آپ کی مہر ثبت نہ ہو زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ آپ یہاں تشریف لے آئیں تو ہم لوگوں کے لیے بڑے فخر کی بات ہے۔ اور سلطان ٹرکی بھی آپ کی بڑی عزت کریں گے۔

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے چند مقتدر تلامذہ:

اسی طرح آپ کے درس وتدریس کا شہرہ ہندوستان سے باہر تک پھیلا ہوا تھا آپ کی درسی خوبیاں آپ کے نامور شاگردوں کے نام ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ بطور نمونہ یکے از ہزارے یہ ہیں:

☆ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب (آپ کے برادر خورد)

☆ شاہ محمد اسحاق

☆ شاہ محمد یعقوب (حضرت کے نواسے)

☆ مفتی صدر الدین خاں صاحب دہلوی

☆ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی

☆ مولانا شاہ مخصوص اللہ صاحب (آپ کے برادر زادے)

☆ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی

☆ حضرت مولانا حسن علی صاحب لکھنوی

☆ حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب قادری برکاتی بدایوانی کانپوری (مصنف رسالہ اتباع الکلام فی المولد والقیام) استاذ حضرت مولانا شاہ محمد عادل صاحب کانپوری و شمس العلماء مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی۔

☆ حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی

☆ بیہقی وقت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی

☆ حضرت ملحق الاصاغر بالاکابر وارث العلم والمجد والفضل کابراعن کابر مولانا سیّدنا سیّد شاہ آل رسول صاحب مارہروی پیر و مرشد اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی

☆ حضرت مولانا شاہ ابوسعید صاحب (نبیرہ خواجہ معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی)

☆ حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجددی

☆ حضرت مولانا شاہ ظہور الحق صاحب قادری پھلواری بانی خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سٹی۔

☆ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب ابو العلائی منعمی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

شاہ عبد العزیز قدس سرہ کا رشد و ہدایت میں شغف:

درس و تدریس کے علاوہ وعظ و پند کا سلسلہ بھی زوروں پر تھا ہر جمعہ و سہ شنبہ کو پرانے مدرسہ کوچہ چیلاں میں وعظ بیان فرماتے۔ وعظ میں عام اجازت تھی کہ اثنائے تقریر میں اگر کسی کو شک وشبہ رہے تو بعد ختم وعظ دریافت کر کے تشفی کر لے۔ معترضین تل کر آتے اور منہ کی کھا کر واپس جاتے۔ وعظ و تذکیر کا شغف اس درجہ تھا کہ اخیر وقت میں بھی نہ چھوٹا مرض الموت میں خود سے اٹھ کر بیٹھنے کی طاقت نہ تھی اس وقت فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھادو اور دو آدمی میرے مونڈھے کو پکڑے رہو لیکن جب بیان کرنا شروع کر دوں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علاحدہ ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے گو لب ولہجہ سے ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے لیکن استقلال ویسا ہی رنگ جمائے ہوئے تھا۔

وعظ ختم کرنے کے بعد آپ نے خدائے ذوالجلال کے دربار میں ہاتھ اٹھائے اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کی۔ اس کے بعد آپ نے معرفت الٰہی میں عربی وفارسی کے چند اشعار ایسے دردناک لہجے میں پڑھے کہ سننے والوں کے اجسام میں سنسنی پیدا ہوگئی اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

پھر بروز یکشنبہ ۷ رشوال ۱۲۳۹ھ وفات پائی اور قبرستان مہندیاں عقب جیل خانہ (جواب مولویوں کا قبرستان کہلاتا ہے) اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ آمین

چودھویں صدی کے مجدد

اور چودھویں صدی کے مجدد، مجدد مائۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت صاحب تصانیف قاہرہ وتالیفات باہرہ، جناب مستطاب معلیٰ القاب مولانا مولوی حاجی حافظ قاری محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی۔ متعنا اللہ برکاتیہ وحشرنا یوم القیامۃ تحت رایاتہ ہیں۔اس لیے کہ حضرت پرنور کی ولادت باسعادت ۱۰؍شوال ۱۲۷۲ھ اور انتقال پر ملال ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ ہے۔تو تیرہویں صدی کے آپ نے ۲۸؍سال دو مہینے ۲۰ دن پائے اور علوم وفنون، درس، تالیف وتصنیف، وعظ وتقریر میں مشہور دیار وامصار واوانی اقاصی ہوئے اور چودہویں صدی کے ۳۹ سال ایک مہینہ ۲۵ دن پائے جس میں حمایت دین نکایت مفسدین، احقاق حق وازہاق باطل، اعانت سنت واماتت بدعت میں جان ومال، علم وفضل صرف فرمایا اور جس طرح بنا، ہمیشہ شرع ومذہب کی نصرت اور مخالف دین متین کا ردّ وطرد کیا اور اس میں کبھی نہ کسی لومۃ لائم کی پرواہ کی اور نہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا خیال آڑے آیا۔نہ کبھی شہرت ومدح کی پروا کی نہ کسی کے طعن وقدح کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی۔یہ رباعی بالکل حسب حال فرمائی۔

نہ مرانوش زتحسیں نہ مرانیش زطعن
نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے
منم وکنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جزمن و چند کتابے ودوات وقلمے

خداداد ذہن وحافظہ بھی ایسا ملا تھا کہ ۱۳؍سال، ۱۰؍ماہ کی عمر میں مروجہ درسی کتابوں سے فراغت حاصل فرمائی۔میرے سامنے اس وقت مشاہیر واکابر علما کی سوانح عمریاں ہیں مگر اس وصف میں کوئی بھی آپ کا شریک وسہیم نہیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ذکی ہوتے ہیں ان کا حافظہ اچھا نہیں ہوتا اور اگر یہ بھی ہوا تو وہ شوقین اور محنتی نہیں ہوتے۔پڑھنے میں جی نہیں لگاتے۔بلکہ جان چراتے ہیں۔لیکن یہاں یہ سب خوبیاں بطور خرق عادت جمع تھیں۔یہ محض عطیہ الٰہی اور موہبت رسالت پناہی ہے۔جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا علمی مقام:

عموماً علمائے کرام فارغ التحصیل ہونے کے بعد تصنیف وتالیف کے میدان میں قدم رکھتے ہیں اور اعلیٰ حضرت نے طالب علمی ہی کے زمانے میں تصنیف فرمانا شروع کر دیا تھا۔ جس کا مفصل بیان تصنیفات کے ذکر میں ہے۔ جس دن فارغ التحصیل ہوئے اسی دن سے فتویٰ لکھنا شروع کر دیا تھا۔ پہلا فتویٰ جو لکھا، ایسا صحیح و درست، مکمل و مدلل کہ والد ماجد صاحب عش عش کر گئے اور یہ سلسلہ تیرہ سال دس مہینے کی عمر سے یوم وصال ۱۳۴۰ھ پورے ۵۴ رسال تک جاری رہا۔ افسوس کہ ابتدا میں برسوں فتاوے کی نقل کا سلسلہ نہ رہا اور بعد کو بھی اکثر فتاویٰ کی نقل نہ لی جا سکی۔ پھر بھی جو نقل ہو سکا، بڑی تقطیع ۸/۲۰X۳۶ پر ۱۲ جلدوں میں ہے۔ جس کی ہر جلد نو سو ہزار کے درمیان ہے۔ رسائل و مستقل تصنیفات ۶۰۰ سے بالا ہیں جو پچاس علوم وفنون پر مشتمل ہیں۔

آج ہمارے سامنے علمائے متقدمین ومتاخرین کے فتاوے موجود ہیں مگر اس وصف میں بھی اعلیٰ حضرت اپنی نظیر آپ ہیں۔ اتنا مفصل ومدلل وضخیم فتاویٰ کسی کا دیکھنے میں کیا سننے میں بھی نہیں آیا۔ تصنیفات بھی اس قدر کثیر وعزیز، امام جلال الدین سیوطی مجدد مائۃ عاشرہ کے بعد کسی عالم کی دیکھی نہ سنی گئیں۔ اگلے علما محرر المذہب امام محمد، شمس الائمہ سرخسی صاحب مبسوط، علامہ بیہقی، علامہ ذہبی، علامہ ابن حجر عسقلانی، امام بدر الدین محمود عینی صاحب **عمدۃ القاری شرح بخاری قدست اسرارھم** کو نہیں کہہ سکتا ورنہ دیگر علما کی تصنیفات کو اعلیٰ حضرت کی تصانیف کثیرہ سے کوئی نسبت نہیں۔

اعلیٰ حضرت مرجع العلما:

آپ نے درس تدریس بھی کسی مدرسہ میں مدرس ہو کر یا اپنا ہی مدرسہ قائم کر کے نہیں کی، لیکن ایک زمانہ میں مرجع طلبہ رہے۔ دور دور سے طلبہ آ کر مستفید ہوتے رہے۔ سہارنپور اور دیو بند کا مدرسہ اپنی طولانی عمر وقدامت کی وجہ سے بہت مشہور تھا لیکن وہاں کے چند طلبہ دیو بند اور گنگوہ چھوڑ کر درس حدیث وفقہ کے لیے بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو یہاں کے طلبہ کو سخت تعجب ہوا اور ان لوگوں نے آنے والے طلبہ سے پوچھا کہ:

> طلبہ کو خیرا کو مرض ہوتا ہے۔ ایک جگہ پڑھ رہے ہیں وہاں سے پڑھنا چھوڑ کر دوسری جگہ چل دیئے وہاں سے تیسری جگہ لیکن یہ عموماً ایسی جگہ ہوتی ہے کہ دوسری جگہ وہاں کی تعریف ہوتی ہو۔ آپ لوگ دیو بند اور گنگوہ سے بریلی کس طرح پہنچے۔ اس لیے کہ وہابی مدرسوں میں اس کی تو توقع ہی نہیں کہ کسی اہل سنت عالم کی تعریف کریں۔ اور وہ بھی اعلیٰ حضرت جیسے رادوہابیہ کی۔

ان لوگوں نے کہا کہ:

ٹھیک ہے کہ وہاں مولانا کی مدح وثنا نہیں ہوتی مگر ایک بات کہنے پر وہ بھی مجبور ہوتے تھے۔ جب کوئی تذکرہ نکلتا تو اخیر میں ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا تھا کہ قلم کا بادشاہ ہے۔ جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر نہ کسی موافق کو اضافہ کی ضرورت رہتی ہے اور مخالف کو انکار کی۔ یہی صفت ہماری کشش کا باعث ہوئی، جو دیو بند وگنگوہ کو چھوڑ کر بریلی پہنچے۔

۱۲۸۶ھ سے ۱۳۴۰ھ تک ۵۴ رسال کے عرصہ میں کتنے سو نہیں، کتنے ہزار طلبہ آپ کے علوم کی روشنی سے فیضیاب ہوئے، کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان کا کوئی رجسٹر تو تھا نہیں جس میں سب کا نام داخلہ کے وقت لکھ لیا جاتا ہو۔ اور تصنیفات کے ذریعہ آپ کے علوم وفیوض سے مستفیضین کی تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی جائے، تو یہ قریب قریب ناممکن ہے کہ ان کا شمار ہزار ہا ہزار سے بالا ہو کر لکھو کھا تک پہنچا ہے۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔

وعظ کی ھمہ گیری:

وعظ وپند کا طریقہ ابتدائے زمانہ میں تو بہت زوروں پر رہا شہر میں کوئی محلہ بلکہ سُنیوں کا کوئی مکان ایسا نہ ہوگا جو حضور کے پند ونصائح سے محروم رہا ہو۔ اگر چہ اخیر زمانہ میں جب کہ تصنیف وتالیف کی طرف توجہ کثیر کرنی پڑی اس سلسلے میں کمی ہوگئی، پھر بھی ہر سال چار جلسے وعظ کے مستقل طریقے پر سال وصال تک قائم رہے۔

دو جلسے میلاد شریف کے اپنے مکان پر ۱۲/ربیع الاول کو روز وشب میں، یہ جلسہ اتنا بڑا اور اس قدر مرجع الخلائق تھا کہ اس جلسہ کی شرکت، اور اعلیٰ حضرت کے وعظ سے بہرہ یاب، فیض یاب ہونے کے لیے پورا شہر ٹوٹ پڑتا اور اس تاریخ میں کوئی بڑی مجلس میلاد شریف شہر میں نہیں ہوتی تھی۔ تیسرا جلسہ وعظ ماہ شعبان میں طلبائے مدرسہ منظر اسلام کی دستار بندی کے موقع پر اور چوتھا جلسہ وعظ اپنے پیرومرشد سیّدنا شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ العزیز کے عرس کے موقع پر، ۱۸/ماہ ذوالحجہ الحرام کو۔ ان دونوں وعظوں سے نہ صرف اہل شہر ہی بہرہ یاب ہوتے بلکہ اطراف واکناف ہند سے روسا، علما، مشاہیر، شائقین جلسہ دستار بندی وعرس کی شرکت کے لیے آتے اور وعظ سے فیض یاب ہوتے۔

حق وصداقت کا کوہ بلند:

حمایت دین ونکایت مفسدین، معاندین دین متین میں اعلیٰ حضرت نے پوری عمر تن من دھن دولت سب کچھ صرف کر دیا، جس کو عرب وعجم کے مسلمان سب جانتے ہیں۔ آپ نے حق واضح کرنے میں جو دین وملت کا فریضہ ادا کیا وہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے مجدد مائۃ حاضرہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔ اگر چہ بعض مخالفین اصل حقیقت تک نہ پہنچنے کی وجہ سے یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب عمر بھر سب کا رد کرتے رہے، جس سے ان کی مقبولیت کو بڑا صدمہ پہنچا۔ ورنہ وہ جس قابلیت کے عالم تھے سارا زمانہ ان کی قدم بوسی کرتا اور پیشوا مانتا یہ اسی خیال کے لگ بھگ ہے جو مشرکین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں تو ہم سب لوگ آپ کو اپنا سردار ماننے کو تیار ہیں اور ہر شخص اپنی دولت آمدنی سے ایک حصہ آپ کی نذر کردے گا، جس کی وجہ سے سب سے زیادہ آپ مالدار ہو جائیں گے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اصلا التفات نہ فرمایا بلکہ ان کو ٹھکرا دی اللہ تعالیٰ نے ان کو مجدد مائۃ حاضرہ حمایت دین ونکایت مفسدین کے لیے بنایا تھا نہ اس لیے کہ اس سے ذاتی فائدہ اٹھائیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس قدر تحریر وتقریر رسائل وشتہارات کا فائدہ کیا ہوا؟ یہ جان بوجھ کر ٹھیک نصف النہار کے وقت آفتاب عالمتاب کا انکار کرنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت کرے تو روئے زمین کی حکومت سے بہتر ہے۔

اور یہاں تو ہزاروں کیا لاکھوں اشخاص نے ان کی تقریرات، تحریرات سے فائدہ اٹھایا، گمراہ، دیندار ہوئے۔ مذبذب، مستقیم ہوئے۔ سنی صحیح العقیدہ راسخ الاعتقاد ہوئے کہ بدمذہبیت کا جھونکا کجا آندھی بھی انہیں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔ وہ ہشت دھات کی طرح اپنے عقیدوں پر پختہ اور ثابت قدم ہیں۔ نماز کی پنج وقتہ دعا: اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم و لا الضالين۔ ان کے حق میں بالکل مقبول ہوئی، ہر شخص جادہ مستقیم پر قائم اور ہر قسم کی بدمذہبی اور بدمذہبوں سے علاحدہ ہے۔ دعائے قنوت میں روزانہ خداوند عزوجل کے سامنے جو کہتے ہیں: و نخلع و نترك من يفجرك، اس میں پورے اترے۔ والحمدلله علىٰ ذالك۔

حقیقت تبلیغ:

انبیائے کرام جو خاص تبلیغ وارشاد خلائق ہی کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ جن کو ارشاد ہوتا ہے: بلغ ما انزل اليك۔ ان کے متعلق بھی یہ کام نہیں کیا گیا ہے کہ جو احکام الٰہی آپ ان تک پہنچائیں ان کو ان کا مصداق بنا دیں، عامل کر دیں، بلکہ صاف فرمادیا گیا، انما على رسولنا البلاغ المبين۔ (سورہ مائدہ) وما على الرسول الا البلاغ المبين۔ (سورہ نور و عنکبوت و نمل) خود انہوں نے بھی کھول کر فرمادیا: وما علينا الا البلاغ المبين۔ (سورہ یٰسین) آخر نہیں دیکھتے کہ سیّدنا نوح علیہ السلام کی اتنی طویل مدت تبلیغ: فلبث فيهم الف سنة الا خمسين عامًا۔ ساڑھے نوسو برس کی تبلیغ و ہدایت کا نتیجہ خود فرماتے ہیں: رب انى دعوت قومى ليلا و نهارا فلم يزدهم دعائى الا فرارا۔ میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن حق کی طرف بلایا لیکن میری اس دعوت سے ان کا فرار اور زیادہ ہوا۔ یہاں تک کہ تنگ آ کر بارگاہ الٰہی میں التجا کرنے پڑی: رب لا تذر على الارض من الكافرين ديارا۔ چنانچہ یہ دعا قبل ہوئی آسمان سے پانی برسا، زمین سے پانی ابلا کشتی پر جو گنتی کے چند نفوس مسلمان تھے ان کے سوا کوئی نہ بچا۔ اعوذ بالله من غضب الله و غضب رسوله۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ جب انہیں اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا کہ: اذهبا الىٰ فرعون انه طغىٰ۔ تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ اس کو ہدایت کرو کہ اس نے سرکشی کی۔ یہ دونوں حکم الٰہی کی تعمیل میں چلے تو وحی ہوئی مگر اے موسیٰ! وہ ایمان نہ لائے گا انہوں نے عرض کیا کہ خداوندا! پھر ہمارے جانے اور حیران ہونے کا کیا فائدہ؟ ارشاد ہوا تمہیں تبلیغ کا اجر ملے اور اس پر حجت الٰہی قائم ہو قیامت کے دن یہ تو نہ کہہ سکے ما جاءنا من بشير ولا نذير ہمارے پاس کوئی مبلغ احکام الٰہی سنا کر خوشخبری دینے والا اور منہیات سنا کر ڈر سنانے والا نہ آیا۔

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا۔ ان الذين كفروا سواء عليهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم لا يومنون۔ بے شک جس کی قسمت میں کفر ہے، برابر ہے کہ انہیں آپ ڈر سنایئے یا نہ ڈر سنایئے وہ ایمان لانے کے نہیں۔ اس

جگہ بھی سواء علیهم فرمایا یعنی ڈرسنانا اور نہ سنانا ان کے لیے برابر ہے یہ نہیں فرمایا۔ سواء علیك أنذرتهم ام لم تنذرهم ۔یعنی ڈرسنانا اور نہ سنانا آپ کے لیے برابر ہے۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا ثواب بہر حال ملے وہ بد بخت مانے یا نہ مانے اسی لیے اللہ عزوجل نے انبیائے کرام ذمہ ہلکا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

انك لاتهدی من أحببت ولکن الله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔بیشک آپ ایصال الی المطلوب نہیں کر سکتے جس کو دوست رکھیں لیکن اللہ جس کو چاہے سیدھے راستہ تک پہنچا دے۔ (صدق الله ورسوله)

پھر کسی عالم کے ذمہ کیوں کر یہ کام ہوسکتا ہے کہ مخالف کو گمراہی سے نکال کر سیدھی راہ پر لا کھڑا کر دے کہ وہ تو بہر حال انبیا کے نائب ہی ہیں۔ پھر اعلیٰ حضرت کے کارنامہ کو دیکھتے ہیں تو بلاشبہ کہنا پڑتا ہے کہ سو میں سو نہیں تو اسی میں نوے فیصدی کامیابی ہوئی۔ بڑے سے بڑے مخالف ان کے مقابلہ میں ہمیشہ صامت وساکت رہے بلکہ اکثر کو اقرار کرنا پڑا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب واقعی ٹھیک فرماتے ہیں مگر مصلحت وقت کا تقاضا یہ ہے، حالانکہ دین وایمان کا تقاضا بلا خوف لومۃ لائم حق گوئی، حق طلبی اور حق جوئی ہے۔ ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم۔

چودھویں صدی کے مجدد کی تصدیق کرنے والے کچھ مقتدر علما کے اسمائے گرامی:

اب رہی یہ بات کہ آپ کے زمانے کے علما ومشاہیر نے آپ کے علوم سے انتفاع دیکھ کر آپ کو مجدد مانا تو یہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اگر ان تمام حضرات کے صرف نام ہی لکھے جائیں، جنھوں نے آپ کو مجدد مانا تو اس کے لیے ایک دفتر درکار ہو۔

مگر دفتر سے دیگر انشا کنم

جنھوں نے مجلس علمائے اہل سنت پٹنہ منعقدہ ۱۳۱۸ھ میں تقریریں کیں۔ اپنی تقریر میں آپ کو مجدد مائۃ حاضرہ سے یاد کیا۔ پرزور قصیدہ پڑھا، اور اس میں علمائے کرام حاضرین جلسہ کی تعریف وتوصیف کی، اس میں اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھا۔

وہ عالم اہل سنت مصطفانا

مجدد عصرہ الفرد الفرید

جس کو ان سیکڑوں علمائے کرام نے سنا، اور بخوشی قبول کیا، جن کے نام جلد دوم رندوہ کے زیر عنوان مذکور ہو چکے ہیں۔ اور کسی نے انکار نہ کیا تو گویا اس لقب پر اجماع اہل سنت وجماعت کا ہوا۔ اس وجہ سے اعلیٰ حضرت کے نام باہر جتنے خطوط آیا کرتے جن کی تعداد مجموع سیکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ ان سب میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ یہ چار صفتیں ضرور ہوا کرتیں۔

حرمین طیبین اور دیگر علمائے بلاد اسلامیہ کی طرف سے آپ کے مجدد ہونے پر اتفاق:

اور یہ کچھ علمائے ہندوستان ہی پر موقوف نہیں علمائے حرمین شریفین ودیگر ممالک اسلامیہ حضور پرنور کو اسی لقب سے یاد

فرمایا ہے۔تقریظات حسام الحرمین والدولة المکیه و اخبار البیان دمشق وغیرہ ملاحظہ ہوں

حضرت غیظ المنافقین وفوز الموافقین حامی السنه واهلها ماحی البدعة وجهلها زينة الزمان وحسنة الآوان، منشد خطب الكرم، محافظ كتب الحرم العلامة الجليل والفحامة النبيل حضرت مولانا السيد اسماعيل خليل ادامهم الله بالعزو التبجيل اپنی تقریظ

حسام الحرمین تحریر فرماتے ہیں:

واحمد الله تعالیٰ علی ان فیض هذا العالم العامل والفاضل الكامل صاحب المناقب والمفاخر مظهر کم ترك الاول للآخر فريد الدهر وحيد العصر مولانا الشيخ احمد رضا خان سلمه الله الرب المنان لابطال حججهم الداحضه باللآيات والاحاديث القاطعه كيف لا وقد شهدواله عالمو امكة بذلك ولم يكن بالمحل الارفع لماوقع منهم ذالك بل اقول لوقيل في حقه انه مجدد هذا القرن لكان حقا وصدقا۔

وليس على اللّٰه بمستنكر
ان يجمع العالم في واحد

فجزاه الله خير الجزاء عن الدين واهله ومنحة الفضل والرضوان بمنه وكرمه ......

ترجمہ::اور میں اللہ عزوجل کی حمد بجالاتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل کومقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے منقبتوں اور فضلوں والا، اس مثل کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے، یکتائے زمانہ اپنے وقت کا یگانہ مولانا حضرت احمد رضا خاں اللہ بڑے احسان والا پروردگار اسے سلام رکھے۔ان (فتاویٰ میں مذکورین دین میں فساد برپا کرنے والوں) کی بے ثبات حجتوں کو آیتوں اور قطعی حدیثوں سے باطل کرنے کے لیے اور وہ کیوں نہ ایسا ہو کہ علمائے مکہ اس کے لیے فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں، اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ حق وصحیح ہے۔

خدا سے کچھ اس کا اچنبانہ جان
کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

تو اللہ تعالیٰ اسے دین اور اہل دین کی طرف سب میں بہتر جزا عطا کرے اور اسے اپنے احسان اپنے کرم سے اپنا فضل اور اپنی رضا بخشے......

وصلى الله تعالىٰ على سيّدنامحمد واٰله اجمعين

مجدد مائۃ حاضرہ

از: محدث اعظم

مناسب خیال کرتا ہوں کہ یہاں مخدومی عالی جناب صاحبزادہ مولانا سیّد محمد صاحب اشرفی محدث کچھوچھوی مدظلہ الاقدس کا مضمون جو اسی عنوان پر ہے، پورا درج کر دوں۔ (ملک العلما)

حدیث شریف میں فرمایا:

ان اللہ یبعث لھذا الامة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لھا امر دینھا۔ اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سرے پر مجدد دین بھیجتا ہے۔ رواہ ابو داؤد فی سننہ وحسن بن سفیان فی مسندہ والبزار فی المسند والطبرانی فی المعجم الاوسط وابن عدی فی الکامل والحاکم فی المستدرل وابو نعیم فی الحلیة والبیھقی فی المدخل وغیر ھم من المحدثین۔ اس حدیث جلیل کی شرح میں شیخ الاسلام بدرالدین ابدال رسالہ مرضیہ فی نصرۃ مذھب الاشعریہ میں لکھتے ہیں: اعلم ان المجدد انماھو بغلبة الظن ممن عامرہ بقرائن احوالہ والانتفاع بعلمہ ولایکون المجدد الاعالمًا بالعلوم الدینیہ الظاھرۃ والباطنة نصر للسنة قامعا للبدعة یعنی مجدد وہی ہوگا جو علوم دینی ظاہرہ و باطنہ کا عالم و عارف ہو سنت کا مددگار ہو بدعت کا اکھاڑنے والا ہو۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی مرقاۃ الصمود شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں: والذی ینبغی ان یکون المبعوث علیٰ راس المائة رجلا مشھورا معروفا مشار الیہ وقد کان قل کل مائة ایضا من یقوم بامر الدین والمراد بالذکر من انقضت المائة وھو حی عالم مشار الیہ مشھور اہ ملخصا یعنی اچھا یہ ہے کہ صدی کا مجدد وہ شخص ہے جو مشہور و معروف ہو اور امور دین میں جس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہو اور پہلے بھی ہر صدی میں مجدد ہوئے ہیں اور مراد یہ ہے کہ مجدد صدی گزشتہ کے خاتمہ پر اپنی زندگی میں مشہور عالم اور علما کا مشار الیہ رہ چکا ہو حدیث شریف ہم کو ہر صدی میں ایک مجدد کی تشریف آوری کی بشارت سناتی ہے ائمہ کرام پتہ دیتے ہیں کہ گزشتہ صدی کے آخری حصہ میں جس کی شہرت ہو چکی ہو اور موجودہ صدی میں بھی وہ مرکز علوم سمجھا جاتا ہو اس کے قدم مجدد کے قدم ہیں۔ اب آؤ دیکھیں کہ تیرہویں صدی گزر گئی اور چودہویں صدی قریب نصف حصہ طے کر چکی ہمارا مجدد تیرہویں میں پیدا ہو چکا اور شہرت حاصل کر چکا اور چودہویں صدی میں علمائے دین کا مشار الیہ قرار پا چکا۔ جس پر علامہ بدرالدین ابدال و امام سیوطی کی شہادت گزر چکی اس کی تلاش کرو۔ ہمیں اس

جستجو میں آسمان پر پرواز کی حاجت نہیں کرہ زمین کے طواف کی ضرورت نہیں ربع ارض سکون اور وہ ضرب آبادی اسلام وہ بھی صرف آستانجات علمائے کرام کی خاک روبی ہمارے مدعا کو کافی ہے۔اب ہم ہیں اور پرشوق نگاہیں تمناؤں بھرا دل۔نظر اٹھتی ہے تو ہندوستان سے گزر کر سمندر کو طے کر کے اسلام کے مرکز اور دین کے محور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا وتعظیما کی گلی گلی کا طواف اور کوچہ کوچہ کا چکر لگا رہی ہے کبھی غلاف کعبہ پکڑتی ہے اور عرض کر رہی ہے کہ اے مالک و مولیٰ جل وعلا ہمارے مذہبی رہنما اور دینی پیشوا کا پتہ دے کبھی روضہ مقدسہ کے سامنے باادب عرض گزار ہے کہ اے دو جہاں کے آقا صلوات اللہ وسلامہ علیک ہمیں حضور اپنی بشارت کا بتا میں ان مریضوں کے ساتھ چار آنسو نذر کر رہی ہے۔الحمد للہ کہ عرضی قبول ہوئی اور عقل سلیم مجلس علما کی طرف لے چلی اور حرمین محترمین کے مفتیان کرام وائمہ حرمین عظام وجمیع علمائے اسلام کے قدموں پر ہمیں ڈال دیا ہم چپ ہیں ساکت وصامت ہیں کہ تاب گویائی باقی نہیں ہے اتنا دیکھتے ہیں کہاں علما کے دست اقدس میں کوئی معتمد ومستند رسالہ کوئی معتقد ومنتقد عجالہ ہے اور ان کے قلم وزبان کسی کی مداحی میں یوں زمزمہ سنج ہیں مناقب علیہ کا اظہار ان لفظوں سے ہو رہا ہے۔عالم، علامہ کامل، استاذ ماہر، مجاہد، معزز، باریکیوں کا خزانہ، برگزیدہ، گنجینہ، علوم کے مشکلات ظاہر و باطن کا کھولنے والا، دریائے فضائل، علمائے عمائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک، امام وپیشوا، اعدائے اسلام کے لیے تیغ براں، استاد معظم، نامور مشہور ہمارا سردار، جلیل القدر، بحر ذخار، بسیار فضل، دلیر، بلند ہمت، ذہین، دانشمند، بحر ناپید کنار، شرف وعزت والا، صاحب ذکاء، ہمارا مولیٰ، کثیر الفہم، منقبتوں اور فخروں والا، یکتائے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ، علمائے مکہ ان کے فضائل پر گواہ، اس صدی کا مجدد، زبردست عالم، عظیم الفہم، جن کی فضیلتیں وافر، لڑائیاں ظاہر، دین کے اصول وفروع میں تصانیف متکاثرہ، مشہور، ان کے کمال کا بیان طاقت سے باہر، علم کا کوہ بلند، طاقتور، زبان والا، حاوی جمیع علوم، ماہر علوم عربیہ، دین کا زندہ کرنے والا، وارث نبی سیّد العلماء، مایہ افتخار علما، مرکز دائر علوم، ستارہ آسمان علوم، مسلمانوں کا یاور ونگہبان حکم، حامی شریعت، خلاصہ علمائے راسخین، فخر اکابر کامل سمندر، معتمد، پشت پناہ محقق اور ولایت صحیحہ کی تصدیق یوں کی جارہی ہے کہ آفتاب معرفت، کثیر الاحسان، کریم النفس، دریائے معارف، مستحبات وسنن وواجبات وفرائض پر محافظ محمود سیرت، ہر کلام میں پسندیدہ، صاحب عدل عالم باعمل عالی ہمم، نادر روزگار، خلاصہ لیل ونہار، اللہ کا خاص بندہ، عابد، دنیا سے بے رغبتی والا عرفان ومعرفت والا وغیرہ وغیرہ۔مالک حقیقی پر صدقے، اس آقا پر قربان جس سے ایک حامی سنت ماحی بدعت مشہور عالم کی تمنا عرض کی گئی تھی اور ہم کو اس کا پتا ملا جو سنت واہل سنت کا یار ونگہبان اور بدعت واہل بدعت کے تیغ براں اور علم میں کوہ بلند، کامل سمندر، مرکز دائرہ علوم امام وپیشوائے اہل اسلام ہے۔اس کا نشان ملا جو نہ صرف باطن کا عالم ہے، بلکہ وہ دریائے معرفت اور اللہ کا خاص بندہ عالی ہم۔خلاصہ لیل ونہار ہے۔بلکہ ہم اس کو پاگئے جو علما کی زبان پر اس صدی کا مجدد پکارا جاتا ہے وہ کون ہے۔بے دینوں کی آنکھیں کور ہوں حاسدوں کی نگاہوں میں خاک ہو وہ وہی ہے جو بریلی کے مقدس گھرانوں میں ۱۲۷۲ھ کو پیدا ہوا اور ۱۲۸۵ھ کو تیرہ برس کی عمر شریف میں پروان چڑھا اور علوم کا سرتاج ہو کر منصب افتاء کا عزت بخش ہوا اور بیس برس تک تیرہویں صدی میں

اپنے فتاوے تصانیف کے علوم کے دریا بہائے اور عرب وعجم نے سر عقیدت ٹیک دیئے اور ۱۳۲۴ھ میں اس کی سرکار اعلیٰ بلند وبالاکووہ عروج کامل ہوا کہ ہندوسندھ افغانستان وترکستان، عراق وحجاز مقدس، حرمین محترمین کے علمانے زانوئے ادب تہ کردیئے اور عقیدت کے وہ کلمات نذر گزارے جن کو ابھی آپ سن چکے (دیکھوحسام الحرمین) بتاؤ وہ مجدد کون ہے سنواور گوش وہوش سے سنو وہ وہی مقدس مفتی ہے جس کی زبان پر قدرت نے تاریخ ولادت کے لیے اس آیہ کریمہ کی تلاوت کرائی۔ اولـئك كتب فى قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه۔ یعنی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیااور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی کچھ سمجھے کہ اولئك یعنی وہ لوگ کن کے طرف اشارہ ہے دیکھو آیہ کریمہ مذکورہ کے پہلے کی آیت فرماتا ہے: لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانو آباوهم او ابنائهم أو اخوانهم أو عشيرتهم ۔ یعنی تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ وقیامت پر ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی تاکید کی تم ہمارے ممدوح کی پاکیزگی زندگی پر ایک نظر کر جاؤ اور کفرہ مرتدین وفرق ضالین کا جوردواستیصال فرمایا ہے اس پر نظر ڈالو تو بے ساختہ کہہ اٹھو گے کہ آیہ کریمہ کا خلعت فاخرہ تن اقدس پر کیسا زیب دیتا ہے اب آیہ کریمہ کے بعد کی آیت تلاوت کرو: ويدخلهم جنت تجرى من تحتها الأنهار خلدين فيها رضى الله عنهم ورضوا عنه ۔ اولئك حزب الله الآ ان حزب الله هم المفلحون ۔ یعنی انہیں باغوں میں اللہ تعالیٰ لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے اس میں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہی لوگ اللہ والے ہیں خبردار اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔ بتاؤ کہ وہ اللہ والا مجدد کون ہے جس کو آیہ کریمہ کے بشارت کا وہ حق واستحقاق ہے کہ اگر اولئک میں بعد لام کے الف کو کتاب میں ظاہر کردو تو اس کی عمر شریف کی تعداد ۶۸ برس کا پتا چلتا ہے اب اولائک کی جگہ ممدوح کا تصور کرو اور پاکیزہ حیات کو سوچ کر بعونہٖ تعالیٰ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ارسٹھ برس والا کامل الایمان و مويد من الله تھا بتاؤ کہ وہ مويد من الله مجدد کون ہے۔ بے دینوں کا ستیاناس ہو حاسدوں کا برا ہو وہی مبارک ہستی ہے جس کی علم وکمال وفضل بے مثال نے دشمنوں کی آنکھیں خیرہ کردیں اور اسلام واہل اسلام کی موجودہ پرشوروشر زمانہ میں پچپن برس تک مدد ومحافظت فرما کر دین کو تازہ زندگی عطا کرکے ۱۳۴۰ھ کو ارسٹھ برس کی عمر شریف میں ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا اور ۲۵ صفر یوم جمعہ مبارکہ اپنے رب سے جاملا۔ انا الله وانا اليه راجعون۔

کرامات اعلیٰ حضرت

کرامت اگر چہ اولیاء اللہ کے لیے نہ باعث افتخار نہ اعلیٰ حضرت کے لیے سبب عزوقار، سب سے بڑی کرامت اعلیٰ حضرت کی استقامت علی الشریعۃ ہے۔ اور یہی علما وصوفیائے عظام کے نزدیک اصل چیز ہے کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ اس لیے کہ کرامت میں خط نفس ہے، اور استقامت میں کسر نفس، اور یہ بہت ہی اہم اور اقدم ہے۔ اسی لیے ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۹ھ تک طویل مدت اور سفر وحضر میں معیت وخدمت میں کبھی بھی کرامت کی طرف میں نے توجہ نہ کی، بلکہ اس بات کی طرف نظر رکھا کہ ان کا ظاہر باطن ایک تھا اور قول وفعل بالکل مطابق، زبان سے وہی بات فرماتے جو دل میں ہے، اور عمل وہی ہے جو ارشاد فرماتے۔ کبھی اس امر میں: یاایھا الذین امنوالم تقولون مالاتفعلون . کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالاتفعلون۔ (پارہ ۲۸، ع ۹، سورہ صف) اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ نہ دیکھا گیا۔ آپ کا ارشاد خلوت وجلوت میں ایک تھا، اپنے پرائے سب کے لیے فتویٰ ایک تھا، نہ کبھی کسی کی رورعایت کرکے حق پوشی فرمائی، اور نہ کبھی کسی کی مخالفت کی وجہ سے کسی حال میں حد سے تجاوز فرمایا۔ ولا یجرمنکم شنان قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا۔ (سورہ مائدہ پارہ ۶، ع ۵) اور تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے کی تعمیل پوری پوری فرماتے، اور یہ اس زمانے میں کبریت احمر ہے۔ لیکن چونکہ میرے اور پیر بھائیوں نے کرامات کی طرف خیال کرکے ان کو بھی محفوظ رکھا ہے۔ اس لیے میں اعلیٰ حضرت کی کرامات بھی انہیں حضرات کے حوالہ سے لکھتا ہوں۔

☆ محمد ظہور خاں صاحب موضع اٹوا فتح پور ضلع غازیپور کا بیان ہے کہ میری شادی کو ۱۱ رسال ہو گئے تھے، کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، دل میں اس کی تمنا تھی۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا وتوجہ سے ایک فرزند عطا فرمایا۔

اس وقت تک میں شرف بیعت سے مشرف نہ ہوا تھا، دل میں تمنا تھی۔ آخر اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کلکتہ تشریف لائے اس وقت غلامی کی عزت حاصل ہوئی..........

عبدالرحیم خاں صاحب موضع فیروز پور ضلع سلطان پور کا بیان ہے کہ میں آٹھ سال تک پیر کی تلاش میں حیران پریشان

سرگرداں رہا۔ جن بزرگ کا تذکرہ خیر سنتا، ان کی خدمت میں جاتا، مگر سیر نہ ہوتی۔ اطمینان قلب ان کی بیعت کی طرف نہیں ہوتا۔ جب بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اطمینان قلبی نصیب ہوا، اور یقین ہوگیا کہ جن کی تلاش تھی وہ یہی ہیں۔ داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوا۔ اس کے بعد ملازمت کا اتفاق بھی بریلی شریف میں ہوگیا، اور اکثر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا۔ بعض کرامتیں اعلیٰ حضرت کی جو مجھ پر گزریں یا ذاتی علم اس کا ہے، یہ ہیں۔

☆ میں نواب ضمیر احمد خاں صاحب کے پاس بریلی میں ملازم تھا۔ جب ان کے بڑے بھائی کا انتقال ہوا تو اعلیٰ حضرت نے ان کے روزہ نماز کا حساب کر کے فدیہ کی رقم بتایا، اور ان کی والدہ کی آرزو و تمنا کے مطابق اعلیٰ حضرت ہی نے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور اس میں حسب دستور تیسری تکبیر کے بعد وہ سب دعائیں جو احادیث میں وارد ہیں، جنہیں ایک رسالہ کی شکل میں بنام **المنة الممتازہ فی دعوات الجنازہ** شائع بھی فرمادیا ہے، پڑھیں۔ شب کو ان کی بی بی صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت اچھی حالت میں ہیں، جس کی توقع بظاہر ان کے اعمال کے اعتبار سے نہ تھی۔ بی بی صاحبہ نے سبب دریافت کیا۔ فرمایا: اعلیٰ حضرت نے میری جنازہ کی نماز پڑھی، اور اتنی دعائیں کیں کہ میرے سب گناہ بخشوا دیے، یہ ان کے نماز پڑھانے کی برکت ہے۔

☆ ایک غیر مقلد مولوی صاحب مرادآبادی کی منشی لطافت حسین صاحب مرادآبادی سے پیلی بھیت میں کسی مسئلہ پر بحث ہوئی۔ ان غیر مقلد صاحب سے جواب نہ بن پڑا تو اعلیٰ حضرت کی شان میں کلمات ناشائستہ بول اٹھے۔ منشی لطافت حسین صاحب نے کہا کہ آپ کو اس مسئلہ میں شبہ ہے تو اعلیٰ حضرت سے بریلی چل کر تشفی کر لیجئے، کرایہ آمد و رفت کا میں ادا کروں گا۔ وہ مولوی صاحب بولے: میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ شب کو انہوں نے خواب دیکھا کہ انہیں کسی جگہ جانا ہے، بیچ میں عظیم الشان دریا حائل ہے، کشتی کا پتہ نہیں، اسی فکر میں ہیں کہ دو سوار دیکھے کہ خشکی کی طرف آتے ہیں اور دریا میں جا رہے ہیں، مولوی صاحب نے کہا کہ حضور مجھے بھی لیتے چلیے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا کہ اسے چھوڑ دیجئے، یہ ناپاک ہے۔ ان مولوی صاحب کو سخت تعجب ہوا کہ میں تو بڑا پکا موحد بلکہ مولوی ہوں، مجھے ناپاک کس وجہ سے فرمایا؟ اس پر ان کو کچھ تنبہ ہوا کہ شاید مولانا احمد رضا خاں صاحب کی شان میں گستاخی اور عقیدہ غیر مقلدیت کی وجہ سے ایسا فرمایا۔ اسی تردد میں تھے کہ کچھ دنوں کے بعد دوسرا خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا عظیم الشان شہر ہے، اس کا پھاٹک بھی اس کی شان کے لائق ہے، اور دونوں طرف دربان کھڑے ہیں، اور لوگ اندر جا رہے ہیں۔ جو اندر جانا چاہتا ہے دربان اس سے کچھ پوچھتا ہے، اور چٹھی مانگتا ہے، جو چٹھی دکھا دیتا ہے، اس کو اندر جانے دیتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا جگہ ہے؟ دربان نے کہا: حضور اقدس سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار ہے۔ میں نے کہا: مجھے بھی جانے دیجیے۔ اس نے پوچھا کہ چٹھی تمہارے پاس ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ درباری نے کہا: میں حضور سے اجازت لے لوں، وہ اجازت لینے گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو کہ پاک صاف ہو کر چٹھی لے کر آئے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب کیسے پاک صاف ہو کر آؤں، اور چٹھی کہاں سے لاؤں؟ اس نے جا

کر دریافت کیا، ارشاد ہوا کہ 'مولوی احمد رضا خاں بریلوی سے پاک صاف ہو کر آؤ انہیں سے چٹھی لے کر آؤ، اس وقت آنکھ کھل گئی، اور پھر سونا حرام ہو گیا۔ اسٹیشن پیلی بھیت پہنچا، اور ٹکٹ لے کر بریلی شریف حاضر ہوا، اعلیٰ حضرت کے قدموں میں گر پڑا، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں، اور سب حال عرض کیا۔ توبہ کیا، داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوا، حضور نے شجرہ عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہی چٹھی ہے، اور جس کشتی کی تلاش تھی وہ پیر ہے۔

☆ عبدالرحیم خاں صاحب سلطان پوری کا بیان ہے کہ میرے پیر بھائی بو علی بخش صاحب نے کہا: ایک صاحب کی بی بی کو شب میں دردِ زہ شروع ہوا، رات کا وقت تھا عشا کی اذان مسجد میں نہیں ہوئی تھی، وہ صاحب اسی انتظار میں پھاٹک میں آ کر بیٹھ گئے کہ جب اذان ہوگی حضرت باہر تشریف لائیں گے، اس وقت میں عرض کروں گا۔ اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کہ اذان ہونے کے بعد صلاۃ ہونے پر مسجد تشریف لایا کرتے تھے، لیکن اس شب میں خلاف معمول قبل اذان تشریف لائے، اور ان صاحب کو تعویذ دے کر فرمایا کہ فوراً جا کر باندھ دیجیے۔ اس کے بعد پھر زنانہ میں تشریف لے گئے، اور بعد اذان و صلاۃ حسب دستور نماز کے لیے تشریف لائے۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ میں برما میں تھا۔ قرآن شریف پڑھنے کے متعلق ایک شخص سے ایک جھگڑا ہوا، میں نے اسے بلایا کہ آؤ تمہیں دکھادوں۔ وہ بہت غصہ میں آیا، اور ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھا، مجھ کو مارنے کے لیے اٹھا۔ مجھے سخت صدمہ ہوا۔ جب میں سویا تو خواب میں اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور فرمایا: عبدالرحیم میں حاضر ہوا، تو مجھے تسلی ہوئی۔ میرے پڑوس میں ایک صاحب لکھنؤ کے رہنے والے تھے وہ اور ان کی بیوی اس وقت جاگ رہی تھی۔ صبح کے وقت انہوں نے پوچھا کہ رات کون صاحب تشریف لائے تھے؟ میں نے کہا: آپ کو کیا خبر؟ انہوں نے کہا: ہم دونوں میاں بی بی اس وقت جاگ رہے تھے، انہوں نے جو تم کو نام لے کر بلایا اس آواز کو ہم نے سنا۔ میں آبدیدہ ہوا اور کہا کہ یہ میرے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت کا کرم ہے کہ غلاموں کی تسکین کے لیے تشریف لائے۔

☆ عبدالرحیم خاں صاحب سلطان پوری ہی کا بیان ہے کہ نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ایک پیر مرد میرے ساتھ ملازم تھے، وہ بیان کرتے تھے کہ بریلی کے ایک رمّال تھے، وہ پیلی بھیت اکثر جایا کرتے تھے۔ پیلی بھیت کے جنگل میں ایک فقیر رہتے تھے، میں ان کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن ان سے ملاقات ہوگئی، بہت بوڑھے آدمی، پپوٹیں آنکھوں پر لگی ہوئی، میں نے سلام کیا۔ جواب دیا، اور کہا: بچہ! یہاں کہاں آیا؟ بھاگ بھاگ یہ شیروں کا جنگل ہے۔ میں بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ پیچھے سے ایک شیر آ رہا ہے، میں نے کہا: حضرت بچایئے شیر آ رہا ہے۔ ان بزرگ نے شیر کی طرف دیکھا، شیر وہیں کھڑا رہ گیا، اور مجھ سے فرمایا: تو یہاں سے چلا جا، تیرا حصہ یہاں نہیں ہے۔ پھر میں نے کہا کہ میرا حصہ کہاں ہے؟ میری دلی تمنا یہی ہے کہ حضور ہی سے بیعت ہوؤں۔ اس پر فرمایا کہ بریلی محلّہ سوداگران میں ایک قطب مولوی ہے، تیرا حصہ وہاں ہے۔ میں نے نام پوچھا تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نام نامی لیا، اور مجھے اپنے ساتھ جنگل کے باہر لا کر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد میں

بریلی آیا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز سے مرید ہوا۔

☆ جناب محمد حسین صاحب رضوی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۱ھ میں میرے گھر میں ایک گلٹ نکلی، اور غفلت طاری ہوگئی۔ میں ڈر گیا، اور فوراً اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا: تم کیوں گھبرا گئے؟ جو تمہارا خیال ہے، وہ بات نہیں ہے۔ ننھے میاں اس وقت موجود تھے، اُنھوں نے فرمایا: حضرت نے فرمادیا صحت ہوگی، اور کوئی مرض نہیں ہے۔ چنانچہ جس وقت میں مکان واپس آیا تو طبیعت اچھی تھی، دو دن کے بعد وہ بالکل اچھی ہوگئیں۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۳ھ بوقت شب مجھ پر ایک تہمت اٹھائی گئی، جس سے خطرہ تھا کہ میں مارڈالا جاؤں، لیکن یہ حضرت کی کرامت تھی کہ مجھ پر کچھ نہیں ہوا۔ وہ شخص خود ہی شرمندہ ہوا، اور کہنے لگا کہ میں خود غلطی پر تھا، اور معافی کا خواست گار ہوا۔

☆ جناب محمد حسین رضوی ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۳ھ میں میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ جن کی شکل نہایت ہی نورانی ہے، مجھ سے فرمارہے ہیں تو ایسے شخص کا مرید ہے جو سیدھی راہ پر ہے۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان ۱۳۴۷ھ میں میرے گھر میں، ران میں تین گلٹیاں نکلیں۔ میں فوراً اعلیٰ حضرت کے روضہ پر حاضر ہوا، اور رو رو کر دعا مانگی کہ حضور! ایک لڑکی سوامہینے کی ہے، اور دوسرے سب بچے بھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ حضور! میرا گھر تباہ ہورہا ہے، دعا فرمایئے۔ حضور اپنی حیات میں مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ پیر حشر میں، قبر میں، ہر جگہ مدد کرتا ہے۔ حضور اس وقت سے زیادہ کون وقت ہوگا؟ میرے لیے دعا فرمایئے۔ اور اسی حالت میں بہت رویا۔ بعدہ دونوں شہزادوں کی خدمت میں حاضر ہوا دعا فرمائی، تعویذ دی، غسالہ کا پانی دیا کہ اس کو پلایئے، گلٹیوں پر لگایئے، اذانیں کہیے۔ مکان آکر دیکھتا ہوں کہ مرض آدھارہ گیا، اس سے قبل سرسام ہوگیا تھا، قریب ایک ماہ تک پورا اثر رہا، زبان بالکل لکڑی ہوگئی تھی، چھ ماہ تک حالت خراب رہی، اب بحمد اللہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ایام علالت میں منجھلی لڑکی نے اعلیٰ حضرت کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں: تیرے والد اس قدر ناامید ہوگئے ہیں، ان سے کہہ دو آرام ہوجائے گا۔ چنانچہ دن بدن صحت ہوتی گئی۔ اب تک بحمد اللہ جسے عرصہ پانچ سال کا ہوا زندہ ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کی اور بھی بہت سی کرامتیں ہیں۔

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ مصور معرفت جناب مولانا شاہ عارف اللہ صاحب خطیب خیر المساجد خیر نگر میرٹھ اپنے والد ماجد مولانا حبیب اللہ صاحب قادری رضوی کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دن عقائد اہل دیوبند پر گفتگو ہورہی تھی، انہوں نے فرمایا: کم ازکم اس قدر بات تو ضرور ہے کہ دیوبندی ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز تو ضرور پڑھتے ہیں، اور اہل قبلہ کو برا کہنے کی ممانعت آئی ہے۔ ابھی یہ مجلس ختم نہ ہوئی تھی، یا فوراً ہی ختم ہوئی تھی کہ بریلی سے تار پہنچا کہ فوراً بریلی آؤ وہ گھبرا گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس سے مشورہ لیا، انہوں نے کہا: فوراً جایئے۔ چنانچہ بریلی شریف پہنچے آستانہ پر حاضر ہوکر سب سے دریافت کیا۔ کسی نے تار بھیجنا بیان نہ کیا۔ سخت تشویش ہوئی خیال کیا کہ مخالفین کی یہ

چال ہے کہ حسین حبیب اللہ میرٹھ سے ہٹ جائیں، اس لیے کہ ان دنوں بعض معاملات چل رہے ہیں۔ آخری بار تار آفس میں گئے، معلوم ہوا کہ یہاں سے تار گیا ہے، لیکن دینے کون آیا تھا یہ یاد نہیں۔ بہت متفکر ہوئے، الٰہی کیا ماجرا ہے؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود کچھ نہ فرمایا، نہ کچھ کہنے کی جرأت ہوئی کہ دریافت کروں۔ تیسرے دن میرٹھ واپسی کا قصد کیا، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے، جب اجازت چاہی، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مولانا! اس آیت کریمہ کو تو پڑھیے: لیس البران تو لوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب۔ مولانا فرماتے ہیں کہ مجھ سے رعب کی وجہ سے آیت نہ پڑھی گئی، میرے ساتھ مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی بھی تھے، انہوں نے آیت کریمہ پوری تلاوت کی۔ میرے دل میں معاً خیال گزرا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے اصلاح کی غرض سے بلایا تھا، اور صرف ایک آیت پاک تلاوت کر کے اصلاح فرما دی۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ مولوی سید سردار احمد بن سید مصاحب جو اعلیٰ حضرت کے سلسلہ کے مرید ہیں اور اعلیٰ حضرت کے مزار شریف کے سامنے ان کا مکان ہے، انہوں نے کہا کہ ملازمت کے سلسلہ میں میں نینی تال پر تھا کہ خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے کپڑے جل رہے ہیں، اور آقائے نعمت اعلیٰ حضرت فرما رہے ہیں: سردار احمد! کپڑے بجھاؤ۔ فوراً آنکھ کھل گئی، دیکھا کہ واقعی لحاف میں آگ لگی ہوئی ہے، اور حضرت قریب ہی تشریف فرما ہیں، اور فرما رہے ہیں: سردار احمد! آگ بجھا۔ میں نے چاہا کہ پہلے اعلیٰ حضرت کے قدم لوں، پھر آگ بجھاؤں۔ جیسے ہی اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا، حضرت نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے کپڑے بجھائے، چار انگل لحاف جل گیا تھا۔

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ میری بڑی بھاوج اعلیٰ حضرت کی پوتی علیل ہوئیں، تمام لوگ ناامید ہو گئے تھے، مرحومہ ریحانہ کی ولادت ہوئی تھی، اسی وجہ سے وہ علیل ہو گئی تھیں۔ والدہ محترمہ نے فرمایا کہ مزار شریف پر جا کر عرض کر۔ میں حاضر ہوا، اور بچی کو پائنتی میں ڈال دیا، تو مجھے محسوس ہوا کہ جیسے اعلیٰ حضرت فرماتے ہوں: جا اچھی ہو جائے گی۔ میں آیا والدہ صاحبہ سے عرض کیا۔ اسی وقت سے صحت شروع ہو گئی۔ ۲۲، ۲۳ دن میں بالکل اچھی ہو گئیں، اور خدا کے فضل سے اب تک صحیح وسالم ہیں۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ میرا چھوٹا بھائی حافظ مقدس علی خاں جو مجھے بہت زیادہ پیارا ہے، چیچک میں مبتلا ہوا۔ ایک شب میں استاذی مولانا امجد علی صاحب کے مکان پر تھا اور مولوی عبد المصطفیٰ صاحب سے لپٹ کر رو رہا تھا کہ دل میں خیال ہوا، حاضر دربار ہو کر عرض کروں۔ آستانہ پر حاضر ہوا، اور رو کر عرض کیا تو چند دنوں میں صحت ہو گئی۔

☆ ان ہی کا بیان ہے کہ ۸ رصفر المظفر ۱۳۵۵ھ کو استاذی مولانا امجد علی صاحب دادوں جا رہے تھے، ان کو پہچانے کا سنگھ گیا، وہاں سے مارہرہ شریف حاضر ہوا، ۹ رصفر کو واپس ہوا، جب گھٹ پری اسٹیشن پر پہنچا، معلوم ہوا کہ والد صاحب قبلہ کسی وجہ سے ناراض ہو کر کہیں چلے گئے ہیں۔ بہت زیادہ پریشانی ہوئی، حاضر آستانہ ہوا اور پریشانی کو عرض کیا، تو ایسا لگا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جمعہ کو مل جائیں گے۔ یہ غالباً پیر کا دن تھا، ۱۰ رصفر میں یہاں سے گاؤں گیا، اور پھر بدایوں بہت تلاش کیا، نہ

ملے۔کوشش وجستجو برابر جاری رہی کہ عرس شریف کا رقعہ آ گیا۔میں حاضر ہوا تو مولوی عبدالرحمٰن صاحب رضوی نے کچھ ایسے الفاظ کہے،جس سے معلوم ہوا کہ والد صاحب جے پور میں ہیں۔پھر انھوں نے بتایا کہ ٹونک جانے والے ہیں۔چچا نورالحسن صاحب کوٹونک بھیجنے کی تجویز ہوئی،میں گاؤں چلا گیا۔پھر تقریباً ۱۵/۲۰دن بعد بریلی آیا،جب بریلی سے واپس ہورہا تھا اسٹیشن مکرن پور پر اترا،باہر گیا اور سواری میں بیٹھ رہا تھا کہ والد صاحب کی آواز کان میں پڑی۔فوراً گیا،اور والد صاحب مل گئے۔میں نے گاؤں جانا مناسب سمجھا،اور خیال کیا کہ ابھی یہ کیا ہوا کہ آج منگل کو والد صاحب مل گئے،اعلیٰ حضرت نے تو جمعہ کو فرمایا تھا۔خیر گاؤں گیا تو سب کو اطلاع کردی۔جمعرات کو والد صاحب کا خط پہنچا کہ ہفتہ کو آرہا ہوں مگر ایک دن پہلے جمعہ ہی کو والد صاحب آ گئے،دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ قصد ہفتہ ہی کا تھا مگر بریلی گیا جمعرات سے بارش شروع ہوگئی اور خیال ہوا کہ اب اسٹیشن کا راستہ بند ہوگیا ہوگا،سواری نہ آسکے گی،جب پیدل ہی چلنا ہے تو ہفتہ کے بدلے جمعہ ہی کو جائیں۔یوں قول اعلیٰ حضرت صادق ہوگیا کہ جمعہ کو مل جائیں گے،اور کیوں نہ ہو؂

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

☆مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۴/مئی ۱۹۳۵ء کو بدایوں اور گاؤں کے درمیان دس آدمیوں نے والد صاحب قبلہ پر حملہ کیا،اور بہت زیادہ چوٹیں آئیں۔صبح ۵/مئی کو مظفر حسین نے کچھ ایسے الفاظ میں والد صاحب کی حالت بیان کی کہ نہ صرف میں بلکہ تمام لوگ گھبرا گئے۔آستانہ پر حاضر ہوا،بدایوں جا کر دیکھا تو جیسی حالت بتائی تھی اس سے بہت کم تھی۔۲۰/۲۲دنوں میں صحت ہوگئی،اگرچہ ضربات ۱۸،۱۹تھیں،مگر صدقے اس کریم کے کہ جس نے صحیح وسالم کردیا۔

☆مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ شعبان ۵۷ھ میں بڑے مولانا صاحب(حضرت حجۃ الاسلام)بیمار ہوئے۔حافظ عبدالکریم صاحب خواب میں اعلیٰ حضرت کو دیکھا۔فرماتے ہیں:یہ دعا کرو انشاء اللہ تعالیٰ اچھے ہوجائیں گے:اللھم سلم سلاما عبدک حامد رضا سب قرابت والوں نے دعا کی،اور کثرت سے دعا کی،اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔

☆ان ہی کا بیان ہے کہ جب بڑے مولانا صاحب بیمار ہوئے اسی زمانہ میں والدہ صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں:"مجھے تو کہا ہوتا" ادھر والدہ صاحبہ نے مجھے حاضری کے واسطے بھیجا۔میں نے عرض کی۔اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی۔

☆مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ زمانہ مقدمہ بدایوں میں سب لوگ نو محلّہ میں مقیم تھے،زنان خانہ میں والدہ صاحبہ بھی تھیں۔ایک دن پانی بالکل ختم ہوگیا،اور متعدد آدمیوں نے دیکھا کہ پانی نہیں ہے۔والدہ صاحبہ نے اعلیٰ حضرت سے عرض کیا،فرمایا:دیکھو پانی ہے۔والدہ صاحبہ نے عرض کیا کہ حضور پانی نہیں ہے۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا:دیکھو پانی ہے۔تیسری مرتبہ پھر والدہ صاحبہ نے کہا،حضور دیکھ لیا ہے پانی نہیں ہے۔اعلیٰ حضرت نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا:دیکھ جا کر پانی ہے۔والدہ صاحبہ آئیں،اور دیکھا تو اس قدر پانی پایا کہ سب کی ضروریات وضو کو کافی ہوا،سب نے وضو کر کے نماز فجر ادا کی۔

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ میرے والد صاحب قبلہ کے ۱۹۲۰ء میں سینہ پر گلٹیاں نکلنا شروع ہوئیں، اور بہت زیادہ روپیہ علاج میں صرف ہوا۔ والدہ صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کے قدموں پر گر کر عرض کیا، فرمایا: اب نہ نکلے گی۔ پھر کوئی گلٹ نہ نکلی، اور اب تک کہ تقریباً پچیس سال ہوئے بالکل صحیح وسالم ہیں۔

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ میری بڑی ہمشیرہ کے گلے میں گلٹ نکلی، سب اطبا اور ڈاکٹروں نے کہا کہ کنٹھ مالا ہے۔ والدہ صاحبہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا، فرمایا: جو خیال ہے وہ نہیں ہے، اور وہ واقعی نہ تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں سب گلٹ جاتی رہی، اور وہ بالکل ہی صحیح وتندرست ہوگئیں۔

☆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۰ھ میں والدین کریمین حج کے عازم ہوئے۔ والدہ صاحبہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اجازت چاہی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں، پھر فرمایا: میں سچ کہتا ہوں، میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں۔ والدہ صاحبہ روانہ ہوگئیں، حطیم شریف میں ایک شب والدہ صاحبہ نفل پڑھ رہی تھیں کہ لوگوں کا ہجوم آ گیا، اور ساتھ والے سب جدا ہوگئے والدہ صاحبہ بہت گھبرائیں، اور خیال کیا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا کہ میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں، اب کون سا وقت آئے گا جس میں مدد فرمائیں گے؟ لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ راستہ ملنا دشوار تھا کہ حضرت کو دیکھا۔ ارادہ کیا کہ قدم بوسی کریں کہ حضرت نے کچھ عربی میں فرمایا، جس کا مطلب معلوم نہ ہوسکا لیکن اس قدر ہجوم کے باوجود راستہ ایسا مل گیا کہ والدہ صاحبہ بآسانی وہاں سے چلی آئیں، اور دوسرے دروازہ سے جب حرم شریف کے باہر آئیں تو والد صاحب مل گئے، اور حضرت غائب ہوگئے۔ بریلی آ کر عرض کیا تو اعلیٰ حضرت نے سکوت فرمایا۔

☆ مولوی اعجاز خاں صاحب کا بیان ہے کہ مولوی وقار الدین صاحب کہتے تھے مجھ سے مولوی سردار احمد صاحب نے کہا کہ حیدر فتن والے کا بیان ہے کہ قریب عصر حضرت نے یاد فرمایا۔ میرے گھوڑے بالکل تھک گئے تھے مگر حضرت کے یاد فرمانے کے بعد مجھے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی، حاضر ہوا۔ فرمایا: چلو۔ غرض نینی تال روڈ پر گاڑی روانہ ہوئی، جب گاڑی لاری اسٹینڈ پر پہنچی، فرمایا: پیلی بھیت والی سڑک پر چلنا ہے۔ غرض ادھر گاڑی روانہ ہوئی، قریب ایک میل کی مسافت طے کی گئی کہ پیلی بھیت کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ آستانہ حضرت حاجی محمد بشیر صاحب پر تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: کیوں یاد کیا؟ فرمایا: ابھی ابھی خیال ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی زبان سے نعت شریف سننا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان فرمائے، اس کے بعد حضرت بریلی واپس تشریف لائے۔

سبحان اللہ وبحمدہ! اولیا اللہ کی بھی کیا شان ہوتی ہے!!! ادھر حاجی محمد بشیر صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ مولانا سے نعت سننا چاہیے، ادھر اعلیٰ حضرت کو خبر ہوگئی کہ جناب حاجی صاحب یاد فرماتے ہیں۔ تشریف لے گئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان فرمائے اور واپس تشریف لائے، اور ابھی مغرب کا وقت نہیں ہوا تھا آ کر نماز عصر ادا فرمائی۔

☆ جناب مولوی عرفان علی صاحب بیسلپوری پیلی بھیتی تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۳۱۲ھ میں احقر درد قولنج میں مبتلا ہوا۔ تین روز تڑپتے گزرے، کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ اس زمانہ میں احقر ہائی اسکول بریلی میں پڑھتا تھا اور بورڈنگ ہاؤس میں مقیم تھا۔ تیسرے روز اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے میرے کمرہ کو شرف بخشا، اور درد کے مقام پر اپناد ست مبارک رکھ کر کچھ پڑھ کر دم کیا، اور اپنے دست اقدس کی انگلی سے انگوٹھی نکال کر میری انگلی میں پہنادی، دو تین منٹ کے بعد درد کافور ہو گیا۔

☆ مولوی عرفان علی ہی کا بیان ہے کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیسلپور تشریف لائے، پہلی مرتبہ ساڑھے دس بجے دن کے بذریعہ ریل رونق افروز ہوئے، اور شام کو واپسی کا ارادہ مصمم کیا، گویا صرف چند گھنٹے کا قیام تھا۔ بیسلپور کے مسلمانوں کو حضور کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کا بہت کم موقع تھا، مگر حضور نے سب کے دامن مراد کو بھرا، بعض حضرات کے مکان پر تشریف لے گئے، واپسی میں یہ جانتے ہوئے بھی کہ گاڑی کا وقت گزر گیا ہے، اسٹیشن ایک گھنٹہ دیر سے پہنچے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ کا کرم اس وقت تک اسٹیشن پر نہ آئی تھی، گاڑی حضور پر نور کے سامنے آئی۔ اطمینان سے اعلیٰ حضرت گاڑی میں رونق افروز ہوئے، جب گاڑی چلنے لگی، لوگوں نے بطور اظہار عقیدت کہا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت تھی کہ گاڑی پورے ایک گھنٹہ لیٹ آئی۔

☆ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ العزیز نے الفیوضات الملکیہ میں فرمایا ہے کہ **فقیر حقیر غفرلہ المولی القدیر** کہتا ہے کہ بعض فقرائے حضرت قادریہ کے لیے دو مرتبہ ایسا ہوا کہ فجر کی نماز کے لیے آخر وقت میں آنکھ کھلی تو نہانے کی ضرورت تھی، تو نجاست کو پاک کیا، استنجا کیا، دانتوں میں خلال کیا، غسل خانہ میں پانی رکھوایا، کپڑا اتارنے کا ارادہ کیا، تو جیب سے گھڑی نکالی، تو طلوع میں فقط دس منٹ باقی تھے، کیوں کہ ان کو علم توقیت میں پوری واقفیت اور مہارت تھی۔ گھڑی کو زمین پر رکھا اور غسل خانہ میں گئے، اور تمام کپڑوں کو اتارا، اس لیے کہ زمانہ جاڑے کا تھا اور بہت کپڑے پہنے ہوئے تھے، اس وقت ان کو ایسا خیال ہوا کہ وقت بہت وسیع ہے تو اطمینان کے ساتھ غسل کرنے لگے، تین مرتبہ ہر عضو کو دھلایا، وضوو غسل کے فرائض و سنن سب کو پورے طور پر اطمینان سے ادا کیا، پھر سر سے پانی خشک کرنے میں بہت مبالغہ کیا کہ مبادا کہ کوئی بیماری لاحق ہو جائے، پھر سب کپڑے پہنے، اور باہر نکلے اور گھڑی اٹھائی تو بعینہٖ وہی وقت تھا، ایک سیکنڈ بھی زیادہ نہیں ہوا تھا۔ تو ان کو وہم ہوا کہ گھڑی جب زمین پر رکھی تو بند ہو گئی، پھر جس وقت اٹھائی تو چلنے لگی۔ اور خیال ہوا کہ وقت ختم ہو گیا، اس لیے کہ اس اطمینان سے نہانے میں یقیناً دس منٹ سے زیادہ وقت صرف ہوا، پھر اُفق کی طرف دیکھا تو اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ابھی وقت باقی ہے، اور فرض نماز کے علاوہ سنت فجر کی بھی ادا کرنے کی گنجائش ہے، تو سنت ادا کر کے جماعت سے فرض فجر پڑھی۔ جب زنانہ مکان میں گئے تو گھڑی کو بڑی گھڑی کلاک سے جو بہت اعلیٰ درجہ کی اور صحیح وقت دینے والی صحیح چال کی تھی، ملا کر دیکھا تو بالکل ٹھیک تھی۔ تو اگر یہ جیبی گھڑی بند ہو جاتی، تو دونوں میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد

بجالائے اور جانا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سیکنڈ زمانہ کو اتنا وسیع کر دیا کہ اس میں نہایت اطمینان کے ساتھ اتنے کام انجام پائے، جو کسی طرح دس منٹ سے کم میں نہیں انجام پا سکتے۔ اور اس قسم کا واقعہ دو مرتبہ واقع ہوا۔

☆ فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے اعلیٰ حضرت نے اگر چہ اس کو پردہ خفا میں رکھا اور بعض فقرا حضرت قادریہ کے ساتھ ذکر فرمایا، لیکن اس سے مراد خود حضور کی ذات گرامی صفات ہے، اسی لیے واقعہ کو تحریر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں: **و مثل ھذا یسمی فی عرف العلماء معونة** یعنی ایسے واقعہ کو علما کے عرف میں معونت کہتے ہیں۔ یہ محض انکسار ہے اس لیے کہ معونت اس کا نام ہے جو عوام مسلمانوں سے خرق عادت ظاہر ہو، اور یہ بلاشبہ کرامت ہے، اس لیے اس کا ظہور ایک ولی سے ہوا۔

☆ مولوی عرفان علی کا بیان ہے کہ حج سے واپسی کے بعد کراچی میں خرچ نہ رہا، سامان بہت زیادہ تھا، پلیٹ فارم پر اتارا گیا، ریلوے افسر نے آکر دیکھا کہ سامان زیادہ معلوم ہوتا ہے، اس پر چارج ہوگا، مگر اس نے ٹکٹوں کا حساب لگایا تو محصول ادا کردہ سے زیادہ سامان نہ نکلا، اس نے تین مرتبہ آکر سامان دیکھا، مگر جب حساب لگایا تو چارج کے قابل نہ پایا۔ درحقیقت سامان بہت زیادہ اور قابل چارج تھا، مگر یا قابض کی تجلی اس کو زیادہ معلوم کرنے سے روک دیتی۔ (۱)

☆ مولوی عرفان علی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ خاکسار نہایت شدید مرض میں مبتلا ہوا، حضور پرنور سے میرے احباب نے ذکر کیا۔ حضور نے دعا فرمائی۔ جس وقت حضور نے دعا فرمائی، اسی وقت مجھے یہاں شفا ہوئی، مرض سے نجات ملی۔ گویا ہاتھ اٹھانے کی دیر تھی۔ اعلیٰ حضرت کا یہ شعر بالکل حسب حال ثابت ہوا

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

میں نے عرض کیا۔ جواب میں گرامی نامہ صادر ہوا، جس میں تحریر فرمایا تھا: **الحمد اللہ الحمد اللہ** آج فقیر بھی غم سے آزاد ہوا۔

☆ مولوی عرفان علی ہی کا بیان ہے کہ بیسلپور کو پہلی بار تشریف لے جاتے وقت اہل لھمریا نے اسٹیشن پوٹا پر حاضر ہو کر التجا کی کہ حضور پرنور واپسی میں لھمریا تشریف لے چلیں۔ حضور نے فرمایا: اس دفعہ تو نہیں البتہ اگر دوسری دفعہ بیسلپور جانا ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ واپسی میں لھمریا بھی آؤں گا۔ دوسری مرتبہ تشریف لاتے وقت اہل لھمریا اسٹیشن پر حاضر ہوئے، اور واپسی میں لھمریا میں قیام فرمانے کے واسطے عرض کیا اور یہ کہا کہ ہم لوگ واپسی میں حضور کے لینے کے لیے اسٹیشن لھمریا پر حاضر ہوں گے۔ بیسلپور سے واپسی کے وقت وہ علمائے کرام وخادمان جو ہمراہ رکاب تھے، آپس میں مختلف ہوئے، بعضوں کی رائے تھی کہ اہل لھمریا کی آرزو پوری کرنی چاہیے۔ جب حضور واپسی میں بیسلپور اسٹیشن پہنچے تو شیخ عبد اللطیف صاحب مرحوم نے عرض کی کہ حضور پہلی بعیت ہی تشریف لے چلیں لھمریا میں قیام نہ فرمائیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں گاڑی چلنے پر ایک

وظیفہ پڑھتا ہوں، اگر وہ وظیفہ پوٹا اسٹیشن آنے سے پہلے ختم ہوگیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اہل گھر یا مجھے گھر یا لے جانے کے لیے اسٹیشن پر موجود نہیں ملیں گے، اور میں پیلی بھیت چلا چلوں گا۔ اور اگر ختم نہ ہوا تو گھر یا قیام کروں گا۔ وظیفہ اسٹیشن پوٹا آنے سے پہلے ختم ہوگیا، اسٹیشن پر اہل گھر یا سے کوئی شخص نہ ملا اور حضور پرنور پیلی بھیت تشریف لے گئے۔

☆ مولوی عرفان علی ہی کا بیان ہے کہ وصال شریف کے بعد فاتحہ سوم میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ حضور نے وصیت فرمائی کہ میری قبر پر تین دن تک شبانہ روز ہر وقت قرآن عظیم پڑھا جائے۔ میں ظہر کے وقت مزار شریف پر حاضر ہوا، ایک سید صاحب قرآن شریف پڑھنے کی نعمت ملتی۔ اس خیال کا آنا تھا کہ سیّد صاحب نے فرمایا: آپ قرآن شریف پڑھیں، میں جارہا ہوں۔ میں نے تلاوت شروع کردی۔ تھوڑی دیر کے بعد ظہر کی اذان ہوئی، میں نے ظہر اس وقت تک نہیں پڑھی تھی، صلاۃ ہونے پر مجھے گھبراہٹ ہوئی کیوں کہ سوا میرے کوئی بھی مزار شریف کے قریب نہ تھا۔ یہ خیال گزر رہا تھا کہ اگر نماز پڑھنے جاتا ہوں تو قرآن شریف کی تلاوت ترک ہوتی ہے، اور حضور پرنور کی وصیت کے خلاف ہوتا ہے کہ ارشاد فرمایا ہے کہ تین دن تک شبانہ روز ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت ہوتی رہے، اور اگر بیٹھا قرآن شریف پڑھتا رہتا ہوں تو تارک جماعت ٹھہرتا ہوں، اور گنہگار ہوتا ہوں۔ میں اسی پریشانی میں تھا کہ جناب حکیم سلامت اللہ صاحب رضوی شاہ جہاں پوری تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: آپ ظہر پڑھنے جائیں، میں ظہر پڑھ کر آیا ہوں، اور اب میں یہاں قرآن شریف تلاوت کروں گا۔ یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت بعد وصال ظہور میں آئی کہ میں نے جماعت سے نماز پڑھی، اور مزار شریف پر قرآن شریف کی تلاوت بھی برابر جاری رہی، ایسے شخص کو بھیجا جو ظہر پڑھ چکا تھا۔

☆ جناب ذکاء اللہ خاں صاحب رضوی کا بیان ہے: ایک دن پھاٹک میں بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے گرمی کا موسم تھا دوپہر کے کھانے میں مولانا ہدایت الرسول صاحب نے فرمایا: کیا اچھا ہوتا اگر اس وقت برف کا پانی ہوتا۔ یہ جملہ ختم ہی کیا تھا کہ زنانہ مکان کے کوڑا کھلنے کی آواز آئی، دیکھا کہ اعلیٰ حضرت خود بنفس نفیس جگ میں برف کا پانی لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: ذکاء اللہ خان یہ برف کا پانی لے جایئے۔ مولانا ہدایت الرسول صاحب نے فرمایا: کھلی کرامت اس کو کہتے ہیں۔

☆ جناب ذکاء اللہ خاں صاحب رضوی ہی کا بیان ہے کہ مولوی اصغر علی خاں صاحب وکیل رئیس شہر کہنہ کے ایک عزیز قریب، قتل کے مقدمہ میں گرفتار ہوگئے۔ مقدمہ چلا بریلی سے پھانسی کا حکم ہوگیا، الٰہ آباد میں اپیل کیا۔ ان کے رشتہ دار بہت پریشان تھے ایک جمعہ کو ان کے خاص عزیز حاضر خدمت اقدس ہوئے، سارا واقعہ بیان کیا۔ اعلیٰ حضرت سن کر خاموش ہو گئے۔ عصر کی نماز کا وقت آگیا، سب لوگ مسجد گئے۔ اعلیٰ حضرت نے عصر کے بعد صحن میں کھڑے ہو کر سب لوگوں سے فرمایا: پھانسی نہیں ہوگی، یہ حکم منسوخ ہوجائے گا۔ چنانچہ بعد کو خبر آئی کہ واقعی پھانسی کا حکم منسوخ ہوگیا۔

☆ جناب ذکاء اللہ خاں صاحب رضوی ہی کا بیان ہے کہ مولوی اصغر علی خاں صاحب وکیل کی لڑکی بہت سخت بیمار ہوئی۔ اعلیٰ حضرت کو لینے کے لیے وہاں سے لوگ آئے، اعلیٰ حضرت گاڑی سے اتر رہے ہیں۔ فوراً حاضر خدمت ہوئے،

اور دست بوسی کر کے کہا کہ حضرت نے جس وقت میرے مکان پر تشریف لانے کا قصد فرمایا: بحمد اللہ تعالیٰ مریضہ کو اسی وقت سے شفا و صحت شروع ہوگئی۔ حضرت اندر مکان کے تشریف لے گئے، اور مریضہ پر پڑھ کر دم کیا، اللہ تعالیٰ نے مریضہ کو بالکل صحت بخشی۔

☆ جناب ذکاء اللہ خاں صاحب رضوی ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بہت کم شہر سے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے، برابر افتا و تصنیف ذکر و شغل، طاعت و عبادت میں مشغول رہتے۔ لیکن مخلصین کے اصرار اور دینی ضرورت دیکھ کر کبھی کبھی باہر بھی تشریف لے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ تیر پور ضلع پیلی بھیت میں منگل خاں بالا خاں صاحب جو وہاں کے بہت بڑے رئیس تھے، اور اعلیٰ حضرت کے بڑے معتقد، وہاں ان کے رشتہ داروں میں کوئی عورت بیمار ہوئیں۔ شیر پور سے کچھ لوگ اعلیٰ حضرت کو لینے کے لیے حاضر ہوئے اور بہت طرح سے ضرورت ظاہر کی، تو اعلیٰ حضرت کے بھانجے جناب علی احمد خان صاحب مرحوم حضرت کے ہمراہ تھے۔ پورن پور اسٹیشن پر بہت سے حضرات استقبال کے لیے موجود تھے، حضرت کو بڑے آرام و عافیت کے ساتھ شیر پور لے گئے۔ جیسے ہی اعلیٰ حضرت وہاں پہنچے منگل خاں صاحب یا بالا خاں صاحب، خادم کو یاد نہیں کہ کون تھے؟ غرض دونوں بھائیوں میں سے ایک تشریف لائے، اور عرض کیا کہ حضور شاید ریل پر سوار ہو رہے ہوں کہ مریضہ کو بعنہ تعالیٰ شفا ہونی شروع ہوگئی۔ اب حضور کے قدم مبارک آ گئے ہیں بالکل صحت ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اعلیٰ حضرت نے دو یوم قیام فرمایا مریضہ بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہوگئیں۔

☆ جناب محمد علی محمد خاں صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے کا بیان ہے کہ میری عمر اس وقت ستر یا اکہتر سال کی ہے۔ طفلی کے زمانہ میں تقریباً بارہ برس تک بریلی میں رہنا ہوا، بعد میں اتنا زمانہ قریب قریب پردیس میں گزرا، کبھی کبھی بریلی آتا ورنہ برابر پردیس ہی میں رہتا۔ ایک دفعہ میں بریلی آیا ہوا تھا تو مولانا حامد رضا خاں صاحب اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے نے جو میرے ماموں زاد اور ہم جولی ہیں، مجھ سے بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت نے مجھے تلاش کیا آدمی تمام محلہ میں دیکھ کر واپس آ گیا، اور عرض کیا کہ وہ مجھے نہیں ملے، وہ محلہ میں نہیں ہیں۔ فرمایا: جاؤ فلاں مکان میں ہیں۔ (وہ مکان میری خالہ صاحبہ کا تھا، وہ لوگ جب گاؤں چلے جاتے تھے تو خالی رہتا تھا) وہ آدمی آیا، اور مکان بند پایا تو اس نے آوازیں دینی شروع کیں۔ میں آیا، اور اس سے دریافت کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں؟ اس نے کہا: پہلے میں تمام محلہ میں تلاش کیا اور جا کر عرض کیا کہ میں نے ہر جگہ تلاش کیا وہ نہیں ملے۔ حضرت نے فرمایا کہ فلاں مکان میں ہیں۔

☆ محمد علی خان صاحب کا بیان ہے کہ جب بدایوں والوں نے مسئلہ اذان جمعہ کے متعلق مقدمہ فوجداری میں دائر کیا، اور انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح اعلیٰ حضرت تھوڑی دیر کے لیے کچہری میں آ جائیں اعلیٰ حضرت نے فرما دیا تھا کہ 'میری جوتی بھی کچہری نہ جائے گی' حد یہ کہ لوگوں نے وارنٹ نکلوا دیا وہ بھی خارج ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت کا فرمانا بالکل ٹھیک ہوا، حضرت کچہری نہیں تشریف لے گئے اور مقدمہ خارج ہوگیا، اور جن جن لوگوں کو مدعا علیہ بنایا تھا سب اعلیٰ حضرت کی برکت سے بے داغ بری

ہو گئے۔

☆ حاجی کفایت اللہ صاحب اعلیٰ حضرت کے خادم خاص کا بیان ہے کہ جناب نیاز احمد خان باغ احمد علی خان بیان کرتے تھے کہ جس دن ان کے والد کا انتقال ہوا، اس سے ایک دن قبل اپنی لڑکی سے یہ کہا: اے بیٹی! دیکھو بڑے مولانا صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کو بیٹھاتی نہیں ہو، لڑکی نے کہا کہ کہاں ہیں؟ دیکھو یہ ہیں، تم دیکھتی نہیں ہو۔

☆ حاجی کفایت اللہ صاحب ہی کا بیان ہے کہ سیّد رضا علی باغ احمد علی خان میں رہتے تھے۔ ان کو پیر کی تلاش تھی اور کہتے تھے کہ کوئی پیر ملے تو مرید ہو جاؤں۔ نیاز احمد خان نے کہا: آپ اعلیٰ حضرت سے مرید ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ میں جب تک کچھ دیکھ نہ لوں، بیعت نہیں ہو سکتا۔ ایک مدت اسی میں گذر گئی۔ ایک روز خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک میدان ہے جس میں میں ہوں اور اعلیٰ حضرت تشریف فرما ہیں۔ میں گر رہا ہوں تو اعلیٰ حضرت نے مجھے سنبھالا دیا۔ صبح کو یہ خواب نیاز احمد خان سے ذکر کیا، انہوں نے کہا: اب آپ بیعت ہو جایئے، وہ گرتوں کو سنبھال لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ بطیب خاطر اعلیٰ حضرت کے مرید ہو گئے۔

☆ حاجی کفایت اللہ صاحب ہی کا بیان ہے کہ جناب حاجی خدا بخش صاحب فرماتے تھے کہ جمادی الاخرہ کے مہینہ میں، میں نے ارادہ کیا کہ حج بیت اللہ کو جاؤں، مگر فکر یہ ہوئی کہ ابھی چلا جاتا ہوں، بمبئی میں پڑا رہوں گا کہ جہاز شعبان کے مہینہ سے چھوٹنا شروع ہوتا ہے۔ اور اب سے نہیں جاتا ہوں تو خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کے عرس کی شرکت نہیں ہو سکتی ہے۔ میں یہی تردد میں تھا کہ ایک روز خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اٹھا کر بیٹھایا، اور فرمایا: پڑھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اب چل۔ صبح کو جمعہ کا دن تھا میں نے خیال کیا کہ آج جمعہ کی نماز اعلیٰ حضرت کے پیچھے چل کر پڑھوں۔ چنانچہ میں حاضر ہوا، اور جمعہ کی نماز حضرت کے پیچھے پڑھی۔ نماز پڑھ کر میں املی کے درخت کے نزدیک کنواں کی طرف منہ کر کے اپنی پشت درخت سے لگا کر آڑ سے کھڑا ہو گیا، اور دل میں خیال کر رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت سے کچھ باتیں تنہائی میں کرتا۔ لیکن اعلیٰ حضرت ابھی نماز پڑھ رہے ہیں، پھر درود شریف کا حلقہ ہوگا، اس کے بعد اور لوگ بھی اعلیٰ حضرت کے ساتھ ہوں گے، تنہائی کس طرح ممکن ہے؟ اتنا خیال کرنا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ نماز پڑھ کر فصیل مسجد پر بیٹھے ہوئے تھے، کھڑے ہو گئے۔ میں نے خیال کیا کہ اعلیٰ حضرت کھڑے ہوئے ہیں، جب ہی یہ لوگ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی میں نے جھانک کر دیکھا تو اعلیٰ حضرت کھڑے ہو کر میری طرف تشریف لا رہے ہیں۔ کچھ لوگ ساتھ ہونے لگے، اعلیٰ نے ان کو منع فرمایا، اور ہاتھ سے روک دیا، اور تنہا حضرت املی کی طرف تشریف لے آئے، اور میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا: کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے بڑے سرکار میں حاضری کا، اور میرے پاس راہ خرچ تھوڑا ہے، دعا کر دیجیے کہ خرچ مجھے کافی ہو جائے۔ میں اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاؤں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: خرچ سے مت گھبراؤ، خرچ تمہارے پاس بہت ہے۔ تین مرتبہ حضرت نے یہی فرمایا، اور فرمایا کہ تم منزل مقصود کو پہنچ جاؤ

گے۔اور میرے سر اور پشت پر ہاتھ پھیرا۔اور میرے پاس صرف پونے دو سو روپے تھے۔ پھر میں وہاں سے رخصت ہو کر مکان آیا،اور شام کی گاڑی سے روانہ ہو کر پرانی دہلی جا کر حضرت مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں شریک ہوا،اور وہاں سے گڑگاؤں، گڑگاؤں سے اجمیر شریف حاضر ہوا۔خواجہ غریب نواز کا عرس یکم رجب سے شروع ہو جاتا ہے، اس میں شریک ہوا۔نو دن تک وہاں رہا۔نو دن کے بعد بمبئی چلا، وہاں پہنچ کر راحت یار خان صاحب بریلی والے جو پولیس میں ملازم تھے،ان کے یہاں ٹھہرا۔ان کو مبلغ بیس روپے دیئے کہ جب جہاز کا ٹکٹ بیس روپے میں ہو مجھے لا دینا۔وہ کہنے لگے، بھائی!ٹکٹ تو آج کل ترپن روپے میں ملتا ہے۔قیمت اگرچہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے لیکن اس قدر کم ہونے کی امید بالکل نہیں کہ ترپن کی جگہ بیس روپے ہو جائیں۔میں نے کہا: آپ رکھ تو لیجیے، کوئی روز اللہ تعالیٰ ایسا بھی کرے گا کہ ٹکٹ بیس روپے کا ہو جائے گا،اس دن آپ لا دیں گے۔انہوں نے ہنس کر میرے روپے رکھ لیے۔ایک روز میں بھنڈی بازار چونا بھٹی گلی میں ایک پنجابی کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی گھنٹی بجاتا آ رہا ہے کہ آج ٹکٹ بیس روپے کا ہے۔میں نے فوراً جا کر راحت یار خان صاحب سے کہا کہ میری مراد پوری ہوگئی، آج ٹکٹ بیس روپے کا ہو گیا،اب جا کر لا دیجیے۔یہ وہی جہاز تھا جس کا ٹکٹ ترپن روپے کو فروخت حج وزیارت روانہ ہو گیا۔جدہ جا کر اترا۔وہاں سے پہلے ایک قافلہ روانہ ہوا تھا،اور لٹ چکا تھا اس میں سے آدمی کچھ اس طرف بھاگ آئے تھے،ان سے قافلہ کے حالات معلوم ہوئے،اس لیے اب قافلہ نہیں جانے دیتے تھے۔میں سولہ روز جدہ میں رہا۔سترہویں رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان بڑا عالیشان ہے،اس میں ایک کھڑکی ہے،اس میں سے میں نے دیکھا تو اس مکان میں بہت ہی پر تکلف فرش بچھا ہوا ہے،اور بالکل آراستہ ہے۔اس میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کو دیکھا کہ بایاں ہاتھ ٹیکے ہوئے ہیں،اور آپ کے آگے دو صفیں کھڑکی سے باہر منہ نکالا تو دیکھا کہ حاجی علیم اللہ صاحب رضوی کھڑے ہیں،اور مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے اس مکان میں کیا دیکھا؟ میں نے کہا: اس میں اعلیٰ حضرت بیٹھے ہیں۔انہوں نے کہا کہ واقعی وہ بیٹھے ہیں،ان سے تم نے کوئی بات کی؟ پھر کھڑکی میں، میں نے اپنا سینہ تک جسم اندر کر کے کہا، مولانا! السلام علیکم۔حضرت الٹا ہاتھ ٹیکے ہوئے تھے،سیدھا ہاتھ میری طرف اٹھا،اور فرمایا: وعلیکم السلام۔جواب سلام دے کر آپ کے آگے جو دو صفیں قائم تھیں،ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ان کو جانے دیجیے۔اتنے میں فجر کی اذان ہوئی، میں بیدار ہوا اور نماز کو چلا گیا۔جب مسجد سے نماز پڑھ کر واپس آیا، کیا دیکھتا ہوں اونٹ والے آ رہے ہیں، بگل پھونکا گیا کہ جدہ قافلہ لے جاؤ۔وہاں سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ اخیر رمضان شریف میں پہنچا۔صبح کی عید کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھی۔میرے آنے کے چھٹے دن پھر ایک قافلہ روانہ ہوا،اس پر گولی چلی اور قافلہ لٹا۔مکہ معظمہ میں ایک بزرگ سے ملا جن کا نام محمد جان تھا،انہوں نے ۲۵/حج کیے تھے اور ۱۷/مرتبہ مدینہ پاک کی حاضری نصیب ہوئی تھی، بہت ہی خوبیوں کے آدمی،اور بہت ہی ملنسار تھے،اکثر غار حرا میں جا کر شب بیداری کرتے تھے، اعلیٰ حضرت کے بڑے مداح اور بہت ہی معتقد تھے۔۱۳۲۳ھ میں جب اعلیٰ حضرت دوبارہ حج وزیارت کے لیے حاضر ہوئے تھے اور وہابیوں کے رد میں ''الدولۃ المکیہ، وحسام الحرمین'' تحریر فرمائی تھی، اس واقع کو بہت

تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ پھر میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوا اور وہاں سے جدہ واپس ہوا۔ جدہ میں رہتے پھر مجھے سولہ دن ہوگئے۔ میرے ساتھ اور کئی آدمی تھے۔ سترہویں دن خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے پیرو مرشد حاجی محمد بشیر میاں صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا، اور فرمایا کہ گھر چلے ہیں؟ مجھے خبر نہیں تھی کہ ٹکٹ کتنے کا بکتا ہے؟ دھام پور نگینہ کے ایک پیر بھائی تھے، جہاں پر ٹکٹ بکتا تھا اس جگہ وہ کھڑے ہوئے تھے کہ ٹکٹ والے نے آواز دی: ٹکٹ اربع گنی۔ وہ کہنے لگے کہ اربع گنی میرے پاس ہیں، میں دیتا ہوں، لیکن اربع گنی کے تین ٹکٹ دو۔ انہوں نے چار اشرفی اس کے آگے رکھ دی۔ اس نے تین ٹکٹ ان کو دے دیئے، وہ خوش ہوتے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے چل بھائی میں تیرا ٹکٹ لے آیا ہوں، اور تین ٹکٹ لایا ہوں، ایک اپنا، ایک اپنے بھائی کا اور، ایک تمہارا۔ میں نے کہا: کتنے میں لائے ہو؟ انہوں نے کہا: بیس روپے۔ میں نے بیس روپے ان کو دے دیئے، اور ٹکٹ لے لیا، اور جہاز پر سوار ہو کر بمبئی پہنچا۔ وہاں سے ریل پر سوار ہو کر گھر آیا۔ جاتے وقت میں نے کان پوری گاڑھے کی ایک ہمیانی بنوالی تھی۔ میرے پاس کل پونے دوسو روپے تھے، اس کی میں نے کچھ گنی کچھ روپے کچھ نامہ بھنا کر رکھ لیا تھا۔ اور جب حج سے واپس آیا تو اس ہمیانی کو کھول کر دیکھا تو اس میں ۷/اشرفی اور کئی روپے کا نامہ نکلا۔ اس سفر میں پورے نو مہینے صرف ہوئے، اور تمام خرچ کر کے اس قدر روپے واپس لایا۔ اعلیٰ حضرت نے جو فرمایا تھا کہ خرچ سے مت گھبراؤ، خرچ بہت ہے لفظ بلفظ پورا ہوا۔ یہ واقعہ بالکل سچا ہے، ایک بات غلط نہیں، جھوٹے پر خدا کی لعنت ہے۔ میں حضرت حاجی محمد بشیر صاحب پیلی بھیتی کا مرید ہوں۔

☆ حاجی کفایت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ حاجی خدا بخش صاحب فرماتے تھے: میرا ایک لڑکا تھا جس کا نام مقبول احمد تھا، ۱۹/سال اس کی عمر تھی۔ اس کو بخار آیا۔ تیسرے روز اس کی حالت بہت غیر ہوئی یہاں تک کہ انتقال ہوگیا۔ گھر کی عورتیں رونے لگیں۔ یکا یک ان کا خیال ہوا کہ ایک کپڑا پھاڑ کر اس کے پاؤں کے دونوں انگوٹھے باندھ دیں۔ جب وہ باندھنے لگیں تو اس نے اپنا پاؤں کھینچ لیا، اور اس میں جان آگئی اور باتیں کرنے لگا اور اپنے بڑے بھائی سے کہا کہ بھائی! بڑے مولانا کنے جا۔ ہم لوگوں نے اس کا کچھ خیال نہ کیا، اور پھر اس کی وہی حالت ہوگئی اور اس کا دم نکل گیا۔ عورتیں پھر رونے لگیں، اس کے بعد ان کو پھر خیال آیا تب انگوٹھے باندھنے لگیں۔ اس نے پھر پاؤں کھینچ لیا اور آنکھیں کھول دیں اور کہا: بھیا! بڑے مولانا کنے (پاس) جا۔ پھر نہیں خیال کیا۔ تیسری مرتبہ پھر وہی واقعہ ہوا۔ غرض صبح سے تیسرے پہر تک یہی حالت رہی۔ جب تین مرتبہ یہ حالت گزری تو میں نے اپنے بڑے لڑکے سے کہا کہ تو جا، اور حاجی طالب صاحب سے پرچہ لکھا کر اعلیٰ حضرت کے پاس جا۔ وہ گیا، اور حاجی صاحب موصوف سے پرچہ کیفیت کا لکھوا کر لے گیا۔ اعلیٰ حضرت پھاٹک ہی میں تشریف رکھتے تھے، اس نے وہ پرچہ دے دیا۔ حضرت نے وہ پرچہ پڑھا اور فرمایا: میں ابھی چلا چلوں گا۔ حاجی علیم اللہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے، کہا حضرت یہ گاڑی لے آئیں گے۔ لڑکا چھوٹے دروازہ جا کر گاڑی لے آیا، اور حضرت میرے یہاں تشریف لے آئے۔ حضرت کے ہمراہ اور کئی صاحب آئے تھے۔ حضرت نے تشریف لا کر اس کو بٹھا دیا، اور دم کر کے اپنے ہاتھ سے پانی پلایا۔ پھر حضرت

نے لٹا دیا۔مغرب کا وقت قریب تھا، اعلیٰ حضرت تشریف لے آئے۔لال مسجد میں نماز پڑھی۔نماز کے بعد حضرت مکان تشریف لے آئے اور مجھ سے فرمایا کہ اب میں اسے تعویذ لکھ دوں گا۔جس وقت حضرت مکان سے چلے،اس لڑکے نے اپنی گردن گھما کر اعلیٰ حضرت کو دیکھا،اور جب تک حضرت دروازہ تک پہنچے اس وقت تک دیکھتا ہی رہا۔اتفاق وقت دیکھئے کہ میں حضرت کے یہاں تعویذ لانے کے لیے جانا بھول گیا۔شب میں اس کا انتقال ہوگیا،پھر زندہ نہ ہوا۔وہ اعلیٰ حضرت کا بہت معتقد تھا،اس کی روح اعلیٰ حضرت کو دیکھنے کو بے چین تھی۔حضرت کو دیکھ کر سکون واطمینان ہوگیا۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب اپنے والد ماجد مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس سراپا قدس میں ضرور اعلیٰ حضرت کو دعوت شرکت دیتے،اور حضور والا بھی التزاماً شرکت فرماتے۔حسب معمول ایک سال بجائے مولانا ممدوح کے،حضرت ننھے میاں قبلہ سجادہ نشین حضرت حاجی محمد شریف صاحب موٹر میں صبح ۱۰ ربجے پیلی بھیت سے اعلیٰ حضرت قبلہ کو ہمراہ لے جانے کے لیے تشریف لائے۔حضور کی طبیعت اس روز بہت ناساز تھی،اور نقاہت غالب۔ادھر علالت کے باعث یہ حال تو ادھر حضرت محدث سورتی کے عرس میں شرکت کی اہمیت اور جناب سجادہ نشین صاحب کا ورود مسعود مدنظر۔بالآخر ارشاد فرمایا: جس وقت مجھ کو کچھ بھی سکون ہوا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور چلوں گا،آپ تشریف رکھیے۔چنانچہ اسی روز بعد نماز مغرب موٹر میں پیلی بھیت تشریف لے گئے اور عرس شریف میں شرکت فرمائی۔وہاں سے مراجعت ریل گاڑی سے ہوئی۔نواب گنج اسٹیشن پر جہاں گاڑی صرف ۲ رمنٹ ٹھہرتی ہے،نماز مغرب کا وقت ہوگیا۔حضور والا نے گاڑی ٹھہرتے ہی تکبیر اقامت فرما کر گاڑی کے اندر ہی نیت باندھ لی۔غالباً پانچ شخصوں نے اقتدا کی،ان میں میں بھی تھا،لیکن ابھی شریک جماعت نہیں ہو پایا تھا کہ میری نظر غیر مسلم گارڈ پر پڑی جو پلیٹ فارم پر کھڑا سبز جھنڈی ہلا رہا تھا۔میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا کہ لائن کلیر لے جانے والے نے ہاتھ بڑھا کر انجن ڈرائیور کو کاغذ دے دیا،جس کے یہ معنی تھے کہ گاڑی چھوٹ رہی ہے۔مگر یہ خیال غلط ہوا یعنی حضور نے باطمینان تمام بلا کسی اضطراب کے تینوں رکعتیں ادا کیں،اور جس وقت داہنی جانب سلام پھیرا تھا،گاڑی چل دی۔مقتدیوں کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ نکل گیا۔اس کرامت میں قابل غور یہ بات ہے کہ اگر جماعت پلیٹ فارم پر قائم ہوتی تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ گارڈ نے ایک بزرگ ہستی کو دیکھ کر گاڑی روک لی ہوگی۔ایسا نہ تھا بلکہ نماز گاڑی کے اندر پڑھی تھی۔اس تھوڑے وقت میں گارڈ کو کیا خبر ہوسکتی تھی کہ ایک اللہ کا محبوب بندہ فریضہ نماز گاڑی میں ادا کر رہا ہے۔اور اگر بالفرض دیکھ بھی لیتا کہ نماز ہورہی ہے تو اس پر غیر مسلم کو مسئلہ شرعیہ اسلامیہ سے کیا واقفیت کہ چلتی گاڑی میں فجر کی سنتیں اور فرض نمازیں اور وتر ادا نہیں ہوتیں۔اور اگر بالفرض یہ بات کسی سے سن بھی لی ہو تو اس غیر مسلم کو اس کی کیا پرواہ کہ ایک بزرگ مسلمان کی عبادت قواعد شرعیہ کے مطابق ادا ہو،اس لیے مجھے گاڑی کو روک دینی چاہیے۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت شباب میں ایک مرتبہ دہلی تشریف لے گئے۔وہاں وہابیہ

سے مناظرہ چھڑ گیا۔ یہ تنہا اور اُس طرف سارا وہاب گڑھ۔ جب علمی دلائل سے وہ مقہور و مغلوب ہوئے، اور کچھ بن نہ پڑا، ایک جھوٹا مقدمہ فوجداری میں دائر کر دیا۔ اس وقت حضور اقدس کے قلب اطہر پر اس قسم کا خیال آیا کہ میں تنہا ہوں اور ان کی ساری جماعت ہے، اپنا وطن ہوتا تو مقدمہ کی پیروی میں سہولتیں ہوتیں۔ اسی فکر و تردد میں وہ شب آ گئی، جس کی صبح کو مقدمہ کی پیشی تھی۔ حضور نے سرکار ابد قرار تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا، اور دل ہی دل میں عرض کیا کہ سرکار میری لاج رکھ لیجیے، میں نے تو حضور کی عزت و وقعت کی خاطر دخل دیا تھا، حضور پر سب کچھ روشن ہے۔ میں یہاں وطن سے دور تنہا پڑا ہوں، بجز حضور کے کوئی میرا معین و مددگار نہیں ہے۔ حضور کرم فرمائیں، اور دشمنوں کو نیچا دکھائیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ میں دل سے یہ کہہ رہا تھا اور میری آنکھوں سے اشک جاری تھے کہ دفعۃً مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے میرے رخسارہ پر اپنا رخسار رکھا، جس کی ٹھنڈ مجھے محسوس ہوئی، اور یہ غیبی آواز میں نے سنی:

: تیرے اعدا میں رضا کوئی بھی منصور نہیں

اسی وقت میرا قلب بعونہ تعالیٰ مطمئن ہو گیا، چنانچہ صبح کچہری کھلتے ہی مقدمہ خارج ہو گیا، وہابیہ وہاں سے بھی خائب و خاسر پھرے۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ماہ شعبان المعظم نصف گزر چکا ہے۔ اوقاف خمسہ برائے ماہ مبارک برادرم سیّد قناعت علی نے اور بیرونجات کیلیے اوقات سحری و افطار فقیر نے استخراج کیے، اور عین اس روز جب کہ نقشہ کتابت کے لیے کاپی نویس کو دینے کا ارادہ تھا کہ اعلیٰ حضرت دن کے ۱۲ بجے قیلولہ فرمانے کے قبل خلاف معمول باہر تشریف لائے، اور مجھ سے بیرونجات کے اعمال کی کاپی لے کر شملہ کے وقت کی جانچ فرمائی، جس میں ایک جگہ بجائے مثبت کے منفی اعداد لیے تھے۔ فرمایا: یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ حضور نے جو مثال تفہیم فرمائی تھی، اس قاعدہ کو اپنی زبان میں سہولت کے لیے قلم بند کر لیا تھا۔ فرمایا: سنائیے۔ میں نے پڑھا۔ اس میں وہی تھا جس کے مطابق عمل کیا تھا۔ چونکہ شملہ ۳۱۔۳۲ درجات کے درمیان ہے لہٰذا ہر اس مقام کے وقت میں غلطی ہونا لازمی تھی جو اس عرض پر واقع تھے۔ فرمایا: اب کب تصحیح ہوگی، کب نقشہ چھپے گا، کب باہر روانہ ہوگا؟ اس لیے صرف بریلی کے اوقات چھاپ دیئے جائیں، بیرونجات کو چھوڑیے یہ حساب نہیں، بلکہ فتویٰ ہے۔ مسلمانوں کے روزے برباد کیے جائیں؟ اور فوراً کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے، اس وقت جو حالت میری ہوئی، میں ہی جانتا ہوں۔ ایک طرف تو حضور کی ناراضگی عرق عرق کیے دیتی تھی، اور دوسری طرف تین مہینے کی محنت شاقہ کا نتیجہ برباد ہو رہا تھا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ وقت کی تنگی۔ الغرض جیسے کوئی سمندر کے کنارے بیٹھ جائے کہ سمندر خالی کر دوں گا، اسی طرح فقیر نے اولاً شملہ کا وقت صحیح کیا بعدہ ان مقامات پر جن میں غلطی کا گمان غالب تھا نظر ڈالنی شروع کی۔ مگر قربان اپنے آقا مولیٰ کے کہ جس جگہ غلطی ہونی چاہیے تھی، ترمیم پاتا ہوں۔ حالانکہ بروقت ملاحظہ حضور کے دوات و قلم پاس بھی نہ تھا، جو یہ کہا جائے کہ حضور نے ترمیم کر دی ہوگی، ایسا ہر گز نہ ہوا۔ غرض ان مواقع کو میں نے جلد دیکھ لیا، اور ہر جگہ یہی کیفیت ترمیم کی پائی، چونکہ کاشانہ

اقدس کے کواڑ بند نہیں ہوئے تھے، جن سے ظاہر تھا کہ حضور نے ابھی قیلولہ نہیں فرمایا ہے۔ لہٰذا ایک پرچہ پر یہ مفصل کیفیت لکھ کر حضور کی خدمت میں بھیج دیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس پرچہ کی ابتدا میں نے اس جملہ سے کی تھی: ''واللہ یہ حضور کی کرامت ہے'' اس کا جواب آیا۔ سید صاحب یہ آپ کی کرامت ہے۔ ۳۰؍منٹ کے بعد حاضر ہوتا ہوں اس وقت دل فرطِ مسرت سے پھولا نہ سماتا تھا اور بے اختیار اسی کا متقاضی تھا کہ:

آج تو قدموں پہ سرکار مچل جانے دو

اللہ اللہ انتظار کا ایک ایک منٹ گراں، آنکھوں کو پلک مارنا دشوار، وقت کا یہ عالم کہ سیلاب اشک آنکھوں سے رواں، اور گوش برآواز تھے کہ اتنے میں کواڑوں کے کھلنے کی آہٹ محسوس ہوئی، اور جیسے ہی باہر تشریف فرما ہوئے میں نے قدم بوسی کرنی چاہی، مگر حضور نے دونوں ہاتھ بڑھا کر سینہ سے لگا لیا، اور مسہری پر رونق افروز ہو کر اس کاپی کو ملاحظہ کے لیے لے لیا۔ میں نظر جھکا کر زار زار رو رہا تھا اور منتظر تھا کہ حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ جب کچھ دیر گزری اور حضور نے کچھ نہ فرمایا تو ڈرتے ڈرتے قدرے نظر اٹھا کر میں نے دیکھا تو حضور مجھے بغور دیکھ رہے تھے، نظر دوچار ہونا تھی کہ چہرے پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے، اور فرمایا: 'خوب' پھر فوراً تشریف لے گئے عصر کے وقت میں اس خوشی میں شیرینی لایا اور حضور سے فاتحہ دلائی۔ بعد فاتحہ حضور نے اس شیرینی کو حاضرین پر تقسیم فرمایا۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ عید الفطر کے چار پانچ روز باقی تھے، برادرم قناعت علی کو خیال آیا کہ اس مرتبہ میرے پاس نئے کپڑے نہیں۔ اسی روز ظہر کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز جب مسجد سے باہر تشریف لے جانے لگے، قناعت علی سے فرمایا کہ یہیں ٹھہرے رہیے۔ تھوڑی دیر بعد حضور نے اندرونی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر اشارے سے قریب بلایا۔ جھجکے اس لیے کہ وہ جگہ زنان خانہ سے قریب تھی۔ حضور نے فرمایا: تشریف لے آئیے، اور کواڑ بند کرتے آئیے۔ انہوں نے دونوں کواڑ بھیڑ دیے، فرمایا: زنجیر ڈال دیجیے۔ انہوں نے تعمیل حکم کی، اور ڈرتے ڈرتے قدم آگے بڑھایا۔ حضور نے ایک جوڑا قسم پارچہ بے سلا اور اس کے ساتھ دس روپے کا نوٹ عطا فرمایا، اور فرمایا کہ اس جوڑے کو مردے کے نام کا نہ سمجھیے، اور ابھی اسے مکان لے جائیے، یہاں اپنے پاس نہ رکھیے۔ یہ اہتمام اور تاکید محض اس لیے تھی کہ کوئی دوسرا خبردار نہ ہو۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ خاں بہادر اصغر علی خان صاحب وکیل و رئیس شہر کہنہ کے برادر خرد جناب محمد علی خاں صاحب ایک قتل کے مقدمہ میں ماخوذ ہو گئے۔ اس پریشانی کے عالم میں ایک روز عصر کے وقت مسجد محلّہ سوداگران میں آ کر اعلیٰ حضرت سے قدم بوس ہوئے، اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا، اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ بیعت طالب دعا ہوئے۔ حضور نے دعا فرماتے ہوئے تسکین بخش آواز میں یوں ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ آپ کو پھانسی نہیں ہوگی۔ پھر ان کو اپنے ساتھ لے کر پھاٹک میں تشریف لائے، یہاں جو خدام و متوسلین موجود تھے ان سے بھی موصوف کے لیے دعا کرائی، اور فرمایا کہ جہاں چالیس مسلمان ہوتے ہیں ان شاء اللہ ان کی دعا ضرور مقبول ہوگی۔ اس کے بعد کچھ پڑھنے کے

لیے بتادیا۔ چنانچہ مقدمہ کھلا صرف کچھ دنوں جیل میں رہے پھانسی سے خداوند عالم نے بچالیا۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جیل کا واقعہ خاں صاحب موصوف نے خود بیان کیا کہ ہر شب بعد نماز عشا بیداری میں اعلیٰ حضرت تشریف لاتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ بیرونی حصہ میں ٹہل رہے ہیں، جس سے مجھے تسکین ہوتی اور گھبراہٹ دور ہو جاتی تھی۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ صبح ۹ یا ۱۰ بجے کا وقت ہوگا، میں اور برادرم قناعت علی پھاٹک میں کام کر رہے تھے کہ ایک نوجوان صاحبزادے بحیثیت مسافر تشریف لائے، اور سلام کر کے ایک طرف خاموش بیٹھ گئے۔ ہم لوگوں نے دولت خانہ دریافت کیا، فرمایا: میرٹھ کا رہنے والا ہوں۔ پھر پوچھا: کیسی تکلیف فرمائی؟ اس پر بے اختیار رونے لگے۔ بار بار دریافت کیا جاتا تھا مگر انکشاف نہ ہوتا تھا۔ بالآخر بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کا مرید ہوں' امسال حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس میں حاضری کا اتفاق ہوا، ایک بزرگ سے قدم بوس ہوا، بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم ان بزرگ کے مرید ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ بریلوی سے بیعت ہوں۔ انہوں نے کہا: وہاں تم شریعت میں بیعت ہوئے ہو، یہاں تم طریقت میں بیعت ہو جاؤ۔ میں ان لوگوں کے کہنے سے ان بزرگ کا مرید ہوگیا، جب وہاں سے آ کر فرودگاہ پر آرام کیا غافل سوگیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ سامنے تشریف لائے، چہرہ انور پر جلال نمایاں تھا، مجھ سے فرمایا: ''لا ہمارا شجرہ واپس کردے'' اتنے میں آنکھ کھل گئی، اس روز سے میری طبیعت کسی کام میں نہیں لگتی ہے۔ اسکول میں پڑھا کرتا تھا، وہ بھی چھوڑ دیا۔ ہر وقت دل یہی چاہتا ہے کہ دھاڑیں مار مار کر خوب روؤں۔ ہم لوگوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا آپ گھبرائیں نہیں، ظہر کے وقت حضور تشریف لائیں گے، بعد نماز عرض کردیجیے کہ میں تجدید بیعت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر ان کو کچھ سکون ہوا۔ اتنے میں دیکھا کہ اسی وقت خلاف معمول حضور باہر تشریف لے آئے، اور ان صاحبزادے سے فرمایا: آپ کیسے آئے؟ ہم لوگوں کو یہ الفاظ سن کر ایک گونہ تعجب ہوا، اس لیے کہ عادت کریمہ یہ تھی کہ ہر نووارد سے دریافت فرماتے: آپ نے کیسے تکلیف فرمائی؟ خیر! یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ ان صاحبزادے نے حضرت کے دریافت کرنے پر بجز رونے کے کچھ جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نے پھر فرمایا: رونے سے کوئی نتیجہ نہیں، مطلب کہیے۔ اس پر انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر پھر ارشاد فرمایا: میرے پاس کس لیے آئے ہیں؟ وہ صاحبزادے پھر رونے لگے، اور جو ترکیب ہم لوگوں نے بتائی تھی اس کے کہنے کی انہیں جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضور یہ فرماتے ہوئے کہ آپ قیام کریں مجھے کام کرنا ہے، تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں نے پھر ان سے کہا: آپ ڈریں نہیں، اور نماز ظہر کے وقت تجدید بیعت کے لیے عرض کردیں۔ مختصر یہ کہ بعد نماز ظہر انہوں نے تجدید بیعت کے لیے عرض کردیا۔ حضور اس وقت مسہری پر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ جب آپ وہاں بیعت ہو چکے ہیں پھر مجھ سے کیوں کہا جاتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور مجھ سے قصور ہوا، اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں، لوگوں کے بہکانے میں آ گیا تھا۔ اس پر حضور نے پھر فرمایا کہ خوب غور کرلو، سوچ لو، سمجھ لو، مجھے مرید کرنے کا شوق نہیں مگر یہ کہ

لوگ صراط مستقیم پر قائم رہیں۔ یہ ٹھیک نہیں کہ آج اس دروازہ پر کھڑے ہیں، کل اس دروازہ پر۔ یک در گیر محکم گیر۔ انہوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ حضور ایسا ہی ہوگا۔ اب اللہ میرا قصور معاف فرما دیجیے۔ اس کے بعد حضور نے داخل سلسلہ فرمایا، اور وہ صاحبزادے اسی روز خوش خوش اپنے مکان واپس تشریف لے گئے۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز رحیمن ملازمہ باہر گھبرائی ہوئی آئی اور ہم لوگوں سے حضور کو پوچھنے لگی کہ میاں کہاں ہیں؟ ہم خدام نے لاعلمی ظاہر کی۔ وہ کہنے لگی کہ مکان میں کہیں پتا نہیں ہے، نہ اوپر چھت پر ہیں، نہ کسی گھر میں ہیں، سب کچھ دیکھ آئی۔ ہم لوگوں نے کہا کہ باہر تشریف لائے نہیں شاید استنجا کے لیے تشریف لے گئے ہوں کہنے لگی اگر وہاں جاتے تو بائیں بازو کو ہاتھ کی لکڑی رکھی ہوتی بلکہ بیوی نے آہٹ کر کے وہاں بھی دیکھ لیا یہ کہہ کر وہ اندر چلی گئی لواحقین اپنے اپنے خیال دوڑا رہے تھے کہ اتنے میں وہی ملازمہ دوڑتے ہوئے آئی اور کہنے لگی کہ میاں تو دالان میں اسی جگہ بیٹھے ہیں، جہاں بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔ اندر سب نے دریافت کیا، فرمایا: میں تو یہیں کام کر رہا ہوں۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز فجر کے وقت پیرانی صاحبہ دیکھتی ہیں کہ کسی گھڑے میں پانی نہیں۔ مجبوراً حضور سے عرض کیا کہ نماز کا وقت جا رہا ہے کسی گھڑے میں پانی نہیں ہے۔ حضور یہ سن کر فوراً ایک گھڑے کے اوپر دست مبارک رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ پانی تو اس گھڑے میں اوپر تک بھرا ہے، لو وضو کر لو۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ سیّد محمود جان صاحب ساکن محلّہ گڑھی نے فرمایا کہ ایک روز مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج حضور کی خدمت میں حاضر تھے، اور کچھ پھل خربوزہ کے رکھے ہوئے ہیں۔ بایمائے حضور ایک پھل مولانا ممدوح نے اٹھایا، اور گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر تراشا، جو پھیکا نکلا۔ اس کے بعد حضور نے صرف ایک بار سورہ اخلاص پڑھ کر تراشا تو میٹھا نکلا۔ مولانا نے فرمایا: میں گیارہ بار پڑھوں تو پھیکا اور آپ ایک بار پڑھیں تو میٹھا نکلے۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز بعد مغرب میں مکان پر کھانا کھا رہا تھا کہ برادرم قناعت علی حواس باختہ آئے، اور کہنے لگے، مجھے جلد تر اعلیٰ حضرت کے پاس لے چلو میرے پیر میں سانپ نے کاٹا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔ میں نے دیکھا تو ان کے پاؤں قابو میں نہ تھے۔ غرض خیزاں کاشانہ اقدس کے قریب پہنچے ہی تھے کہ حضور عشاء کی نماز کے لیے آ رہے تھے۔ حالانکہ ان دنوں نماز عشاء کچھ دیر کر کے ہوئی تھی، مگر اس روز اول ہی وقت میں تشریف لے آئے۔ میں بڑھ کر دست بوس ہوا اور اس واقعہ کی اطلاع کی۔ جس کا حضور پر اس قدر اثر ہوا کہ باوجود قناعت علی کے قریب ہونے کے فرمانے لگے: سید صاحب کہاں ہیں؟ میں نے اشارہ سے بتایا حضور وہیں سڑک پر پڑھنے کے لیے بیٹھنے لگے، مگر قناعت علی کے کہنے سے مسجد میں پہنچ کر مجھ سے چراغ قریب منگا کر دیکھا تو فی الواقع دانتوں کا نشان تھا۔ حضور دیر تک کچھ پڑھتے رہے، اور اس جگہ اپنا دست مبارک پھیرتے رہے، اور آخر میں دم کرنے کے بعد تسکین دہ الفاظ میں فرمایا: باورچی خانہ میں چوہے نے کاٹا ہوگا، نظر

آپ کی سانپ پر پڑی۔ قناعت علی نے عرض کیا: ایک تمنا اور ہے۔ فرمایا: وہ کیا؟ عرض کیا: حضور تھوڑا سا لعاب دہن اگر اس جگہ لگا دیں گے تو میں بچ جاؤں گا۔ حضور نے فرمایا: اس میں کیا رکھا ہے، میں نے تو وہ دعائیں جو سرکار نے ارشاد فرمائی ہیں، پڑھ کر دم کر دیں، انشاء اللہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ انہوں نے پھر عرض کیا: میں حضور کو سچا نائب رسول جانتا ہوں۔ سرکار نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پائے مبارک پر اپنا لعاب دہن لگایا تھا، اگر حضور لعاب دہن لگا دیں گے تو مجھے اطمینان قلبی ہوگا۔ یہ سن کر ذرا کبیدہ خاطر ہوئے جس پر قناعت علی باندازِ مایوسانہ خاموش ہو گئے۔ فرمایا: تم نہیں مانتے ہو اچھا لاؤ پاؤں۔ میں نے بڑھ کر لعاب دہن لینے کے لیے اپنا سیدھا ہاتھ پھیلا دیا، مگر حضور نے میرے ہاتھ کو ہٹا کر خود اپنے دست اقدس سے لعاب دہن لگاتے ہوئے فرمایا: بس اب تو آپ کا کہنا ہو گیا۔ انہوں نے کہا: حضور فصیل پر چل کر ہاتھ دھولیں۔ فرمایا: اچھا چلیے۔ یہ پورا لوٹا بھر کر خود لائے اور تیزی کے ساتھ موٹی دھار سے پانی ڈالنا شروع کیا۔ حضور بار بار منع فرما رہے تھے، بس کیجئے یہ اسراف ہے، مگر انہوں نے تاوقتیکہ لوٹے کا پانی ختم نہ کر لیا باز نہ آئے۔ اس کے بعد نماز ہوئی، اور حضور وظائف سے فارغ ہو کر جب تشریف لے جانے لگے تو میں نے اپنی حماقت سے عرض کیا: حضور! میں نے سنا ہے کہ مارگزیدہ کو سونے نہ دیا جائے۔ یہ سنتے ہی ٹھہر گئے، اور فرمایا: جب کاٹا بھی ہو، چوہے نے کاٹا ہوگا سانپ پر نظر پڑ گئی۔ اور قناعت علی سے فرمایا: سید صاحب آپ بالکل اطمینان سے آرام فرمائیے، اور صبح کو خیریت بھیجئے۔ مختصر یہ کہ انہوں نے رات بھر خواب دیکھے کہ میں سانپ مار رہا ہوں کیوں کہ اس سانپ کو قناعت نے مارا تھا۔ صبح ان کی آنکھ اوّل وقت میں کھل گئی، اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ حضور کو فکر ہوگی تین چار بجے ہی مسجد میں پہنچ گئے اور حضور کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور تشریف لے آئے، اور دور سے نظر پڑتے ہی چہرہ مبارک پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان کہ مرزا اذاکر بیگ صاحب قادری رضوی ساکن محلّہ کانکرٹولہ کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں حضور بیان فرما رہے تھے۔ حاضرین میں سے بعض لوگوں نے دیکھا کہ منبر کے نیچے ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے نہایت اطمینان سے بیٹھا ہے۔ لوگ اِدھر اُدھر ہٹنے لگے۔ کسی نے کہا لاٹھی لاؤ، کسی نے کچھ کہا۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا: آپ حضرات تشریف رکھیے، اس سے کچھ نہ بولیے۔ سب لوگ حضور کے فرمانے سے بیٹھ تو گئے، مگر کنکھیوں سے دورانِ تقریر بار بار دیکھتے رہے یہاں تک کہ تقریر ختم ہوتے ہی دفعۃً غائب ہو گیا۔ لوگوں نے حضور سے استفسار کیا: یہ کیا معمہ تھا جو اس جگہ حضور نے سانپ مارنے سے منع فرمایا، اور چہار جانب مجمع ہوتے ہوئے کس طرح سے نکل گیا؟ ارشاد فرمایا: مارِ سیاہ کی شکل میں بسا اوقات جن بھی ہوا کرتے ہیں، اسی واسطے حکم ہے کہ مارِ سیاہ جب نظر پڑے تو تین بار یہ کہدے، اگر تو سانپ نہیں تو چلا جا۔ اس کے بعد وار کرے۔ لوگوں نے عرض کیا: حضور یہ جن تھا؟ فرمایا: بہت ممکن ہے، اور اسی خیال سے میں نے منع کیا تھا۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے رات کے دو بجے کا وقت تھا حضور تحریر کا کام چھوڑ کر آرام فرمانے کے لیے لیٹ گئے کہ کسی نے اندر دروازہ پر دستک دی، آپ فوراً اٹھ کر باہر تشریف لائے اور بہت دیر میں واپس تشریف لے گئے۔ پیرانی

بی بی نے عرض کیا: حضور! کون تھے، اور کیا کام تھا؟ ارشاد فرمایا: ایک مسئلہ کا جواب دینا تھا۔ انہوں نے کہا: اس وقت کون مسئلہ پوچھنے آیا تھا؟ فرمایا: ایک جن تھا، جو بہت دور سے آیا تھا۔

☆ سیّد صاحب ہی کا بیان ہے کہ مکان کلاں جس میں بعد کو حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی رہنے لگے، اس کی شمالی دیوار برسات میں گر گئی تھی۔ عارضی طور پر پردہ کا اہتمام وانتظام کر لیا گیا تھا۔ اس طرف ہندو سناروں کا مکان تھا، یہی مکان اعلیٰ حضرت کا قدیم آبائی تھا، اور پہلے اعلیٰ حضرت قبلہ بھی اسی مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ مسئلہ قربانی بقر کی وجہ سے مخالفت کی بنا پر رات کے وقت اعلیٰ حضرت پر ایک غیر مسلم نے اس طرف سے حملہ کرنا چاہا، مگر جب اس طرف آنے کا قصد کرتا، تو ایک شیر کو زیر دیوار گشت کرتے ہوئے پاتا۔ آخر کار اپنے ارادہ سے باز رہا۔ صبح کو حاضر خدمت ہو کر معافی چاہی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حافظ حقیقی اپنے محبوب بندوں کی اس طرح حفاظت فرماتا ہے۔

☆ جناب سیّد ایوب علی ہی کا بیان ہے کہ حاجی کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں کہ ایک ضعیفہ اعلیٰ حضرت کی مریدہ تھیں۔ ان کے شوہر پر قتل کا مقدمہ دائر ہو کر حکم ہو گیا تھا کہ پانچ ہزار جرمانہ اور بارہ سال قید۔ اس کی اپیل کی گئی۔ جب سے اپیل ہوئی تھی، ان کا بیان ہے کہ میں روزانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی، اور حال بیان کیا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ اپیل کی تاریخ آ گئی۔ میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا کہ حضور! آج کا دن ہے مجھے کیا ارشاد ہوتا ہے؟ فرمایا: وہی وظائف جن کے پڑھنے کو تم سے کہہ دیا ہے، پڑھے جایئے۔ جب میں نے کئی بار عرض کیا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو کچھ ناراض سے ہو گئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر میرے دل پر بے چینی اور زیادہ ہو گئی۔ مجھے خیال آیا میرا شوہر تو اب گیا، میں ابھی بیوہ ہو گئی۔ مکان و جائیداد سب نیلام ہو کر جرمانہ میں چلی جائے گی۔ دل میں ارادہ کیا کہ میں آج سے اس در پر نہ آؤں گی۔ غرض میں اٹھی اور سلام کر کے چل دی۔ جس پر حضور نے بلایا اور فرمایا کہ پان کھاتی جایئے۔ میں نے کہا: میرے منہ میں پان ہے۔ حضور نے پھر فرمایا: میں نے عذر کیا۔ تیسری مرتبہ پھر فرمایا تو میں بیٹھ گئی۔ بعدہ پان بنوا کر کچھ دیر اپنے دست مبارک میں لے کر مجھے دیا اور ارشاد فرمایا: آپ گھبراتی کیوں ہیں؟ جو آپ چاہتی ہیں وہ کام تو بحمد اللہ تعالیٰ ہو گیا۔ وہ مقدمہ سے بری ہو گئے، اور جرمانہ بھی معاف ہو گیا۔ مکان جا کر دیکھیے، تار بھی آ گیا۔ میں فوراً مکان آئی تو فی الحقیقۃ اسی مضمون کا تار آیا ہوا تھا۔ بعد ازاں میں نے حسب حیثیت فاتحہ دلائی۔ میں پہلے سے حضور کی مریدہ تھی، مگر حضور نے مجھے تجدید بیعت کے لیے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ میں دوبارہ بیعت ہوئی اور جانا کہ اس دن جو دل میں کڑھی تھی اور خیال کیا تھا کہ اب میں کبھی اس در پر نہ آؤں گی، یہ مجھے نہیں چاہیے تھا۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ برادرم سیّد قناعت علی کے تمام جسم پر خارش کا اس قدر اثر تھا کہ چاقو وغیرہ سے کھجلاتے رہتے تھے۔ پاؤں سوج کر مثل فیل پا ہو گئے تھے اور ان سے خون پیپ جاری تھا۔ لوگوں کو پاس بیٹھنے میں تکلف ہوتا تھا۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ پاؤں گل جائیں گے۔ بے چارے اپنی زندگی سے عاجز تھے۔ ایک شب والدہ خواب دیکھتی ہیں کہ دروازہ پر کسی نے دستک دی، انہوں نے دریافت کیا: کون؟ آواز آئی: احمد رضا، سیّد صاحب کی خیریت پوچھنے آیا

ہوں۔کیسی طبیعت ہے؟انہوں نے آبدیدہ ہوکر کہا: حضور! اندر تشریف لائیں، ابھی ابھی اس کی ذرا آنکھ لگ گئی ہے۔ارشاد فرمایا: اچھا سونے دیجیے، اندر آنے کی ضرورت نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو جائے گا، گھبرائیے نہیں۔ چنانچہ صبح کو جو دیکھا تو قناعت علی کے دونوں پاؤں مرجھائے ہوئے تھے، اور ورم زائل ہو چکا تھا۔قناعت علی دونوں ہاتھوں سے سوتنا شروع کیا، جس سے ایک موٹا خول کھال کا مثل چمڑے کے دونوں پاؤں سے اتر گیا۔اب نہ خون نہ پیپ نہ وہ تکلیف خالی سرخ گوشت نظر آنے لگا۔دو ایک روز میں اس پر خشکی آ گئی اور بکرمہ تعالیٰ صحت ہوگئی۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ گاندھویت کا زور شور تھا۔ جماعت رضائے مصطفےٰ مخالف جماعتوں کا شدومد سے مقابلہ کر رہی تھی۔عید الفطر کو چند روز باقی تھے کہ ایک چھوٹا سا اشتہار سبز رنگ کا حاجی محمد قاسم صاحب زمیندار ومتولی عیدگاہ کی جانب سے بایں مضمون شائع ہوا۔

امسال کی انجمن یا جماعت کو عید میں انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہم خود اہتمام کریں گے۔

جس وقت یہ اشتہار دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ میں پہنچا، مبلغ جماعت مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن خاں صاحب ودیگر اراکین جماعت نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ غالباً ہماری مخالف جماعتوں نے ریشہ دوانیاں کی ہیں جماعت جو بموقع عیدگاہ میں وضو کا انتظام اور سبیل وغیرہ لگایا کرتی ہے اور عاملین جماعت جو وہاں اہتمام کرتے ہیں، نہ کرنے پائیں۔لہٰذا مبلغ جماعت موصوف نے فوراً ایک پرچہ اپنے ایک شاگرد محمد جمیل احمد رضوی کے ذریعہ حاجی صاحب موصوف کی خدمت میں ارسال کیا جس میں لکھا تھا کہ:

> ابھی ایک اشتہار آپ کا ہماری نگاہ سے گزرا لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا جماعت حسب دستور امسال وضو وغیرہ کا انتظام نہ کرے ہم نے خارجاً یہ افواہ بھی سنی ہے کہ بعض معاندین نے آپ کے گوش گزار کیا ہے کہ جماعت رضائے مصطفےٰ آپ کی تولیت سلب کرنا چاہتی ہے، یہ بالکل غلط ہے۔یہاں نہ کبھی اس کا خیال آیا نہ آئندہ کبھی آ سکتا ہے۔ہمارا مقصود صرف رفاہ عام ہے نہ تولیت کی تمنا۔امید کہ بملاحظہ عریضہ ہذا بواپسی جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے والسلام۔

یہ پرچہ ادھر روانہ ہوا ادھر قناعت علی پر دفتر جماعت میں غنودگی طاری ہوئی اور تھوڑی دیر میں غافل ہو گئے۔خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر سے پھاٹک میں تشریف لائے ارشاد فرمایا: حاجی محمد قاسم صاحب کے یہاں سے آرہا ہوں، انہوں نے فرمایا ہے کہ جماعت جیسے ہر سال انتظام کرتی آئی ہے ویسے ہی کرے وہ اشتہار جماعت کے لیے نہیں ہے۔ معاً آنکھ کھل گئی اس وقت تک شیخ جمیل احمد، حاجی احمد صاحب کی طرف سے اس پرچہ کا جواب نہیں لاتے تھے۔قناعت علی نے منتظرین سے اپنا خواب بیان کیا اور باتفاق رائے ان الفاظ کو جو حضور سے سنے تھے، ایک کاغذ پر لکھ لیا۔تھوڑی دیر میں حاجی صاحب کا جواب آ گیا جس میں بعینہٖ وہی الفاظ تحریر تھے جو جواب میں سیّد قناعت علی نے حضور سے سن

کر کاغذ پر پہلے ہی لکھ دیے تھے۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضور بسا اوقات بعد نماز عشاء پھولوں کا ہار گلے سے اتار کر حاضرین مسجد پر تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اس عطیہ بہیہ سے اکثر فقیر بھی مستفید ہوا کرتا تھا۔ میں ان پھولوں کو خشک ہونے پر محفوظ کر لیا کرتا تھا۔ چنانچہ جب تک وہ تبرک میرے پاس رہا مجھے کسی دوا کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ اگر درد سر ہوا تو انہیں خشک پھولوں کو پیس کر پیشانی پر لگالیا۔ بخار زکام کھانسی وغیرہ امراض میں پیس کر پی لیا کرتا تھا اور بکرمہ تعالیٰ وہ مرض کافور ہو جاتا تھا۔ افسوس کہ تبرک رفتہ رفتہ اب ختم ہو گیا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ فقیر کے والد ماجد کے پائے مبارک میں زخم ہو گیا تھا، اور خون پیپ جاری تھا، جراح روزانہ آیا کرتا اور طرح طرح کے مرہم لگاتا، اور زخم کی صفائی کرتا، مگر اندمال نہ ہوتا تھا۔ موسم سرما کا زمانہ تھا۔ حضور ان دنوں نومحلّہ کی پیلی کوٹھی کے عقب میں ایک مکان میں مقیم تھے۔ حضور کے خادم خاص جناب حاجی کفایت اللہ صاحب نے نماز عشا کے وضو کو پانی رکھا، اور چوکی کے قریب ایک طشت رکھ دیا۔ حضور نے اس میں وضو فرمایا۔ اس وقت دل میں خیال آیا کہ والد ماجد صاحب کا زخم اس پانی سے دھونا چاہیے، لہٰذا حاجی صاحب موصوف سے عرض کیا: اس وقت میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں یہ پانی لے جاؤں، آپ براہ کرم کل سے پانی ضائع نہ کریں۔ دوسرے روز میں نے لوٹوں کو حاجی صاحب سے بھروالیا، اور استعمال شروع کر دیا، بحمد اللہ تعالیٰ مہینوں کا زخم ہفتوں کے اندر مندمل ہو گیا۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ میرے چھوٹے بھائی مشتاق علی قادری رضوی کو کئی مہینے سے ہر تیسرے روز جاڑا آ جایا کرتا تھا، جس کے باعث نقاہت بہت بڑھ گئی تھی، اور بالکل زرد پڑ گیا تھا۔ اس کی تیمارداری کی وجہ سے حاضری آستانہ بدیر ہونے لگی۔ ایک روز حضور نے بعد نماز فجر میری عدم موجودگی میں حاجی صاحب سے سبب دریافت کیا: انہوں نے جو واقعہ تھا عرض کر دیا۔ فرمایا: میں ابھی دیکھنے جاؤں گا، اور کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے کہ اسی وقت میں پہنچا، حاجی صاحب نے فرمایا: اعلیٰ حضرت آپ کے یہاں تشریف لے جا رہے ہیں، میں سنتے ہی بھاگا ہوا مکان پہنچا، ابھی ۱۰، ۱۲ منٹ ہوئے ہوں گے کہ حاجی صاحب نے دستک دی میں باہر آیا، اور عرض کیا: تشریف لائیے۔ میرے بیمار بھائی نے تعظیماً کھڑے ہونا چاہا، مگر حضور نے نقاہت دیکھتے ہوئے منع فرمایا۔ بعدہ ارشاد فرمایا: وضو کر لیجیے۔ اس وقت فقیر کی حالت اس شعر کی مصداق ہو رہی تھی

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

مختصر یہ کہ وضو کرنے کے بعد حضور نے اپنے رومال میں سے ایک ٹکڑا روٹی کا جس پر شاید آیہ کریمہ **فسیکفیکھم اللہ** مرقوم تھی، مریض کو عطا فرمایا، اور ارشاد فرمایا: بسم اللہ شریف پڑھ کر کھا لیجیے۔ اس نے تعمیل حکم کی اور حضور تشریف لے گئے۔ اس

کے بعد جاڑا نہیں آیا، حالانکہ وہ دن باری کا تھا۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ موسم گرما کا زمانہ تھا، حضور نماز ظہر کے لیے باہر تشریف لائے، خدام ساتھ ساتھ مسجد میں پہنچے۔ بعد نماز حسب معمول پھاٹک میں آ کر بایں خیال دست بوس ہوئے کہ حضرت اب کاشانہ اقدس میں تشریف لے جائیں گے، مگر خلاف معمول سہ دری میں مسہری پر جلوہ افروز ہوئے۔ میں اور برادرم قناعت علی مسہری کے برابر تخت پر بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگے، مگر گوش برآواز تھے کہ چند منٹ کے بعد حضور نے فقیر سے ارشاد فرمایا: سید صاحب! دیکھیے تو کواڑ پر سایہ کیسا پڑ رہا ہے؟ اس وقت حاضرین میں مولوی نور محمد صاحب برادر خرد شیخ امام علی صاحب مسہری کے سرہانے کی طرف اندرونی دالان کے درمیانی دروازہ پر اور ہم دونوں تخت پر بیٹھے حضور کے فرماتے ہی ہم تینوں کی نظریں کاشانہ اقدس کے بیرونی کواڑ پر پڑیں، جو حضور نے بروقت تشریف آوری کھولا نہ تھا، اور جس پر اس پھول دار بیل کے پتوں کا سایہ پڑ رہا تھا جو پھاٹک پر پھیلے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں نے بلا تجسس دیکھا کہ کواڑ پر صاف طور پر نام اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ سے تحریر تھا۔ ہم تینوں خدام کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ نکل گیا، اور درود شریف پڑھنے لگے۔ تقریباً دو ڈھائی منٹ تک ہم نے زیارت کی۔ بعدہ حرف دال پر سایہ آیا، پھر میم پر، پھر ح پر، پھر میم پر۔ ہماری آنکھوں سے آنسو رواں تھے، ادھر حضور کو بھی دیکھا کہ مسہری پر دوزانو خمیدہ اور لب ہائے مبارک جنبش میں پیشانی مبارک سے سیلاب اشک رواں تھا۔ میرے قلب پر اس منظر کو دیکھ کر اسی وقت القا ہوا کہ اس وقت آستانہ عالیہ پر سرکار ابد قرار نے اپنی مہر ثبت فرما کر یہ جتا دیا کہ اے میرے پھولو! اگر تمہیں آج میرے سچے نائب کی جستجو وتلاش ہے تو اس چوکھٹ پر حاضر ہو کر ناصیہ فرمائی کرو۔

☆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ میرٹھ سے کسی صاحب نے ایک غیر مطبوعہ رسالہ کی درخواست کی، جو بانس کے کاغذ پر تحریر تھا، جس کے اوراق میں جابجا کیڑے نے سوراخ کر دیے تھے، مجھے حکم ہوا کہ اسے نقل کر دوں۔ میں نے سفید کاغذ پر حتی الامکان بہت خوش خط لکھ کر حاضر کر دیا، اور جہاں الفاظ سوراخوں کی وجہ سے پڑھنے میں نہیں آئے، ان کی جگہ خالی چھوڑ دی، اور حضور سے عرض کر دیا۔ ارشاد ہوا کہ میرے پاس رکھ دیجیے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا: لیجیے، یہ ٹھیک ہو گیا۔ اب جو میں ان مقامات کو تلاش کرتا ہوں، جہاں جگہ خالی چھوڑی تھی تو پتہ نہیں چلتا یعنی میرے خط سے ایسا خط ملایا کہ امتیاز نہ ہو سکا۔ بالآخر میں نے اصل رسالہ میں اوّل مواقع کو نکال کر مرقومہ الفاظ کی زیارت کی۔ دوسرے روز فقیر نے حضرت شہزادہ اصغر مولانا مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر ممدوح فتاویٰ رضویہ کی ایک غیر مطبوعہ جلد اٹھا کر لے آئے، اور ایک رسالہ مبارکہ کی زیارت سے مشرف فرمایا، جسے حضور نے اپنے دست حق پرست سے نہایت پاکیزہ خط نستعلیق میں ارقام فرمایا تھا۔ واللہ العظیم اسے مبالغہ پر نہ محمول کیا جائے، میری آنکھیں شاہد ہیں کہ دوائر اور بین السطور کو اگر پرکار سے پیمائش کیا جائے تو انشاء اللہ سرمو فرق نہ ہو گا۔ نیز متن وحاشیہ کی سطور ایسی مستقیم گویا صفحات پر مسطر سے کام لیا ہے، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ میرے اس بیان کی تصدیق میں وہ تحریر منیر اب بھی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی کہتا ہے کہ جناب سیّد صاحب کا فرمانا بالکل حق ہے، اور واقع کے مطابق سر مو مبالغہ نہیں۔ وہ رسالہ مبارکہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید ہے، جسے میں نے ترتیب کتب خانہ کے وقت الماری خاص تصنیفات اعلیٰ حضرت کے خانہ اوّل میں رکھا ہے، میری رائے ہے کہ یہ رسالہ دیگر رسالوں کی طرح کاپی ہو کر طبع نہ کیا جائے، بلکہ اس کا فوٹو لیا جائے اور اسی کو شائع کیا جائے، جس طرح یورپ میں عام طور پر دستور ہے کہ کتابوں کی نقل کے بدلے ان کا فوٹو لیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ اس رسالہ کے مضمون سے فائدہ اٹھانے کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے خط مبارک کی زیارت سے مستفیض ہوں۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضور کے ایک مرید نصرت یار خاں صاحب ساکن بانس منڈی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں، میرا ارادہ حرمین طیبین کی حاضری کا ہے۔ حضور نے دعا فرمائی، اور ایک تعویذ عطا فرمایا، اور فرطِ شوق سے سینہ سے لگایا، یہ دن جمعہ کا تھا۔ چنانچہ اسی شب سب شہر میں نماز عشا ہو چکی تھی حضور مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ برادرم نصرت یار خاں صاحب سفری لباس زیب تن کیے ہوئے گلے میں حمائل شریف ڈالے حاضر ہوئے، حضور اس وقت روبقبلہ تشریف رکھتے تھے، انہوں نے بڑھ کر کان میں چپکے سے کچھ کہا۔ حضور نے کسی قدر کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا: یہ وسوسے کیوں دیر کر رہے ہو؟ پھر یہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، اور کچھ کہنا چاہتے تھے کہ حضور نے فرمایا: نصرت خاں! جانتا ہے، میں کون ہوں؟ میں تجھے حکم دیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: میں خوب جانتا ہوں، آپ میرے شیخ ہیں، مگر میں تو نہیں جاؤں گا میرے لیے آپ ہی سب کچھ ہیں۔ یہ سن کر حضور کھڑے ہو گئے، اور فرمایا: گیارہ بجا چاہتے ہیں، گاڑی کا وقت قریب آ گیا، جلد اسٹیشن جاؤ، گاڑی اب بھی مل جائے گی، مگر وہ تو یہی کہہ رہے ہیں، میں نہیں جاؤں گا۔ میرے لیے آپ ہی سب کچھ ہیں۔ ہم لوگ بھی سمجھا رہے تھے، مگر وہ کسی کی کب سنتے تھے، تو حضور نے فرمایا: اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے، اس کے سر پر پانی ڈالو، اور تشریف لے جانے لگے۔ انہوں نے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے پائے مبارک کی کھمبی بھر لی، اور کہنے لگے۔ آپ جاتے کہاں ہیں، میں نہیں جانے دوں گا۔ ایک بار سینہ سے لگا کر وہی جلوہ دکھا دو، میں پاگل نہیں ہوں۔ حاضرین نے بدشواری انہیں جدا کیا۔ حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کی نعلین مبارک دروازہ مسجد میں رکھیں، نصرت یار خان صاحب نے لوگوں سے اپنے کو چھوڑا کر حضور کا جوتہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ حضور نے فرمایا: دوسرا جوڑا گھر میں سے لے آؤ۔ مختصر یہ کہ حضور تو کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے، خدام نے پھاٹک بند کر لیا۔ اب مسجد میں حضور کے خلف اکبر و دیگر خاندانی حضرات اور خدام پکڑ رہے ہیں، اور پانی ڈالا جا رہا ہے، مگر وہ کسی طرح قابو میں نہیں آتے تھے۔ اسی کشمکش میں خدام تو خدام حضرات شاہزادہ اکبر کا بھی کرتہ سلامت نہ رہا، چونکہ پھاٹک بند ہو گیا تھا لہٰذا سڑک پر پھاٹک کے سامنے دیر تک پڑے رہے، شب کے ایک بجے وہ مستورات جو ہمراہ جانے والی تھیں، مع چند رفقا اسٹیشن سے بعد انتظار مع سامان حاضر آستانہ ہوئے، سب کے ٹکٹ خرید لیے تھے، وہ واپس کرائے گئے۔ اور نصرت خان صاحب کو بدشواری مکان لے گئے۔ اور دست و پا میں ہتھکڑی اور بیڑی ڈال کر بے

قابو کر دیا۔ اب کیفیت یہ تھی کہ نہ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے، دن رات اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا وظیفہ تھا۔ ادھر جس شب کا یہ واقعہ ہے، اس کی صبح کو حضور کا چہرہ بہت اداس پایا، اور معلوم ہوتا تھا کہ رات بھرالحاح وزاری میں گزاری ہے۔ نصرت یار خاں ایک عرصہ تک پابزنجیر رہے۔ یہ معمول ہوگیا کہ ہر جمعہ کو ان کے عزیز ہتھکڑی ڈالے ہوئے لایا کرتے تھے، اور تھوڑی دیر اعلیٰ حضرت کی زیارت کرا کر واپس لے جاتے۔ میں نے دیکھا کہ وقت حاضری خاں صاحب موصوف ملتجیانہ نگاہوں سے حضور کی طرف دیکھتے، اور پھر خاموش ہوجاتے، اور نیچی نظر کیے بیٹھے رہتے تھے۔ بعض اعزہ کے مشورہ پر بدایون مزارات پر حاضری ہوئی، وہاں دورانِ قیام میں ایک شب موقع پا کر شہر کا رخ کیا، اور ایک لوہار سے خوشامد کی میری ہتھکڑی اور بیڑی کاٹ دے، میں پاگل نہیں ہوں، نہ مجھ پر کوئی آسیب ہے، یہ میرے گھر والوں کی غلط فہمی ہے۔ اس نے کچھ تامل کیا تو کچھ رقم بھی دی۔ بالآخر انہیں اس نے آزاد کر دیا۔ یہ سیدھے مکان آگئے، لوگوں کو اطمینان ہوگیا۔ اب صرف یہ صورت تھی کہ یہ خاموش رہتے تھے۔ غرض دو تین سال یوں ہی گزر گئے، اس کے بعد ایک روز سید محمود علی صاحب قادری رضوی حاضر خدمت ہوئے، اور اپنا ارادہ حاضری حرمین کا ظاہر کیا۔ خاں صاحب بھی نیچی نظر کئے ہوئے سامنے آئے، دست بوسی کے لیے ہاتھ بڑھائے، حضور نے ان سے بھی مصافحہ کیا، اور دعائے صحت سلامتی بخیر ذہاب وایاب کی فرمائی۔ اس کے بعد وہ دونوں حضرات رخصت ہوئے۔ اس وقت ہم خدام آستانہ نے مولانا امجد علی صاحب اعظمی مصنف 'بہار شریعت' سے دریافت کیا کہ حاجی نصرت یار خاں صاحب کی حالت پہلے کیوں خراب ہوگئی تھی، اس میں کوئی راز ضرور ہوگا۔ مولانا نے ارشاد فرمایا: اس وقت حضور نے ایک جذبہ کی حالت میں معانقہ فرمایا، جس کے باعث ان کا ظرف چھلک گیا، اور برداشت نہ کر سکے۔ اس وقت فقیر کو حضور کے غزل کا مطلع یاد آگیا۔

گلے سے باہر سر کتا نہیں شور و فغاں دل کا
الٰہی چاک ہو جائے گریباں ان کے بسمل کا

ناظرین کرام! خود فرمائیں کہ جو قلب اطہر ایسی سمائی رکھتا ہو اس میں جذبہ پیدا ہو تو بے چارے نصرت یار خاں صاحب پر کیا منحصر؟ کون ہے جو برداشت کر سکے۔ خیر بہر کیف! جب ان حضرات کی واپسی ہوئی، اس وقت حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر کے بعد مسجد میں منتظر تھے، اتنے میں جلوس حاجیوں کا آگیا۔ پہلے حاجی سیّد محمود علی صاحب بارادہ دست بوسی حضور کی طرف بڑھے، حضور نے حسب عادت کریمہ دریافت فرمایا: سرکار میں حاضری ہوئی؟ سید صاحب نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور قدم بوس ہوئے۔ اس کے بعد حضور حاجی نصرت یار خاں صاحب کی طرف جن پر نظر پہلے سے بار بار پڑ رہی تھی خود سبقت فرمائی۔ حاجی نصرت یار خان صاحب قدموں پر آنکھیں ملنے لگے۔ حضور نے دونوں بازو پکڑ کر اٹھایا، اور سینہ مبارکہ سے دیر تک لگائے رہے۔ اس وقت ہم خدام نے دیکھا کہ حضور کا چہرہ انور فرط مسرت سے دمک رہا تھا، اور چشمانِ مبارک پر آشوب تھیں، اور یہ احساس ہوا کہ جب سے حاجی نصرت یار خاں صاحب کی حالت خراب ہوئی تھی، اس دن سے ہم

خدام نے برابر حضور کو اداس وملول پایا۔الغرض! جلوس تھوڑی دیر قیام کے بعد حاجیوں کو لے کر رخصت ہوا، اور حضور کا شانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔

☆جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ کرم الٰہی ایڈیٹر 'یونین گزٹ' کی ایک شیر خوار لڑکی کو ایک نوعمر لڑکا گود میں لیے ہوئے تھا کہ بہاری پور کی ڈھال والی مسجد کی گلی سے دفعۃً ایک کچہری کے مختار کے یکہ کے سامنے جو بزریہ کی طرف سے آرہا تھا، آ گیا۔لڑکا تو کسی طرح بچ گیا، مگر لڑکی کے سر میں شدید چوٹ آ گئی۔ یکہ والا یہ دیکھ کر کہ لڑکی ٹکرا کر سڑک پر گر پڑی، خوف زدہ ہو کر تیزی سے گھوڑے کو بھگاتا ہوا، کتب خانہ کی طرف مڑا، جس سے ایک خاکروب کے پیر میں چوٹ آئی۔ایڈیٹر اخبار مذکور نے تعاقب کیا، اور کچھ دور جا کر یکہ والے کو روک لیا۔اسی وقت برادرم قناعت علی خط بنوانے حجام کے مکان پر جو عین موڑ پر تھا پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ لڑکا اس لڑکی کو اٹھا رہا تھا، اسی وقت پولیس آ گئی۔لڑکی کو فوراً شفا خانہ لے گئے، جو تھوڑی دیر میں مرگئی۔بعض اہل محلہ نے گواہی میں برادرم قناعت علی کا نام بھی ان کی عدم موجودگی میں لکھا دیا، جنہیں کچہری میں شہادت دینے کا اپنی عمر میں کبھی بھی موقع نہ آیا تھا، یہ پہلا موقع تھا۔اب یہ سخت پریشان یوں اور بھی ہوئے کہ فوجداری کا مقدمہ ہے، اگر حلف دروغی میں لے لیا تو مجھے سزا ہو جائے گی۔چونکہ سمن تعمیل ہو چکا تھا۔اس لیے تاریخ معینہ پر کچہری جانا پڑا۔پولیس نے حسب منشا خدا جانے کیا کیا گواہوں کو تعلیم دیا، مگر انہوں نے مجوزہ کے روبرو جو کچھ دیکھا تھا وہی بیان کیا، اور اسی وقت جرح بھی ہوگئی، بیان میں انہوں نے کہا تھا: میں خط بنوانے گیا تھا، مختار جس کا یکہ تھا، لکھوانے لگا حجامت بنوانے گیا تھا انہوں نے فوراً روکا، میرے الفاظ قلم بند کیے جائیں۔مجوز نے فوراً قلم روک لیا، اور مختار سے پوچھنے لگا کہ خط بنوانے اور حجامت بنوانے میں کیا فرق ہے؟ وہ کسی قدر خاموش ہوا، انہوں نے کہا: اگر اجازت ہو تو میں بیان کروں، اس نے اجازت دی۔انہوں نے کہا: چہرہ کے بال درست کرانا خط بنوانا کہلاتا ہے، اور سر کے بال اور بغل وغیرہ بنوانا حجامت کہلاتا ہے۔مجوز نے ان کے الفاظ لکھ لیے، اور اپنے دل میں خیال کیا کہ گواہ راست گو معلوم ہوتا ہے۔مختصر یہ کہ دونوں طرف کے گواہ سن لیے گئے، یکہ والے کو تین ماہ کی سزا ہوگئی۔بعد کو معلوم ہوا کہ دوبارہ جرح ہوگی۔اب برادرم قناعت علی کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی، اور یوں اور بھی وحشت ہوئی کہ نواب وزیر احمد خان صاحب ساتھ لے کر اکثر وکلا سے جا کر ملے، ہر ایک سے پتہ چلا کہ ہم قانون پیشہ لوگوں کی کمیٹی ہو چکی ہے، اور اس میں اس مختار کو بہت شرمندہ کیا گیا کہ ایک معمولی لڑکے نے بر سر اجلاس تیری زبان بند کر دی، اور اس میں ہم سب کی ذلت ہے۔لہٰذا بالاتفاق طے پایا کہ دوبارہ جرح کی جائے، اور قناعت علی گواہ کو جس طرح ہو سزا دلوائی جائے۔بالآخر نواب وزیر احمد خان صاحب نے آبدیدہ ہو کر قناعت علی سے فرمایا کہ دنیوی کوشش تو ختم ہو چکی، اب میری رائے ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جا کر عرض کیجیے۔چنانچہ قناعت علی حاضر ہوئے، اور تمام واقعہ بیان کیا۔حضور نے ان کا نام اور ان کے والد کا نام نامی، اور جد امجد کا اسم گرامی، سیّد صادق علی صاحب سن کر ارشاد فرمایا: ہاں! ان سے میں واقف ہوں، آپ ان کے پوتے ہیں؟ اور اپنے پاس بٹھا لیا۔اور تسلی وتشفی فرمائی اور ایک تعویذ عطا فرما کر ارشاد فرمایا: انشاء اللہ دوبارہ

جرح نہ ہوگی۔ اب تاریخ مقررہ پر کچہری پہنچتے ہیں۔ اتفاق سے اس یکہ والے کی نظر قناعت علی پر پڑتی ہے، وہ قریب آ کر ان سے التجا کرتا ہے کہ میاں ایسے ہی کہہ دینا کہ میں بچ جاؤں۔ انہوں نے تیور بدل کر کہا آج تو ایسی کہوں گا کہ چھ مہینہ سے کم کی سزا نہ ہوگی۔ ان الفاظ کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے نہ کسی سے کہا، نہ سنا خاموشی کے ساتھ جیسے ہی چپراسی نے مقدمہ پکارا، اس نے سوال دے دیا کہ میں دوبارہ جرح کرانا نہیں چاہتا۔ غرض تین ماہ کی سزا بھگتنے کے لیے اسی وقت جیل خانہ چلا گیا، اور قناعت علی خوش خوش مکان آ گئے، اور حضور کی خدمت میں عصر کے وقت حاضر ہوئے، اور عرض کیا: حضور دوبارہ جرح نہیں ہوئی۔ حضور نے فرمایا: الحمدللہ۔ پھر فرمایا: سید صاحب اب تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اگر ہو تو فرمایئے۔ انہوں نے عرض کیا: حضور کی دعا سے کوئی پریشانی نہیں۔ یہ کہہ کر مکان چلے آئے۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ غالباً ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کی شب میں قناعت علی سوئے ہوئے تھے، خواب میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ دست راست کا انگوٹھا اور درمیانی انگلی میرے پیشانی پر رکھ کر حرکت دیتے ہیں، اور ارشاد فرماتے ہیں: اٹھ نماز پڑھ پانچ بجے ہیں۔ معاً آنکھ کھلتی ہے، گھڑی کو دیکھتے ہیں تو ٹھیک پانچ بجے کا وقت ہے۔ اُٹھے اور وضو کیا، فجر کی نماز ادا کی۔ دوسری شب میں بعینہٖ یہی واقعہ پیش آیا۔ یہ پھر اٹھے اور نماز فجر ادا کی، مگر آج قلب کی حالت دگرگوں ہے، نہ کھانے کو طبیعت چاہتی ہے، نہ کسی سے بات کرنے کو۔ تنہائی مرغوب ہے، اور دل چاہتا ہے کہ خوب روؤں۔ اب تیسری شب آئی، اور پھر حضور خواب میں تشریف لاتے ہیں، اور وہی کلمات زبان فیض ترجمان پر ہیں: اٹھ نماز پڑھ پانچ بجے ہیں۔ یہ بیدار ہوتے ہیں، اور گھڑی دیکھتے ہیں تو واقعی پانچ بجے ہیں۔ یہ دن اضطراب اور بے چینی میں اور چھپ چھپ کر روتے گزرا۔ بعد ظہر برادرم قناعت علی سیّد ضمیر الحسن صاحب جیلانی رضوی کے یہاں جاتے ہیں، جو اس زمانہ میں قریب ہی ایک مکان میں رہتے تھے، ان کی نظر جب ان پر پڑی تو اُداس اور ملول دیکھ کر پوچھنے لگے۔ انہوں نے پہلے تو اس کو صیغہ راز میں رکھنا چاہا، مگر جب سیّد صاحب موصوف مصر ہوئے، تو سارا واقعہ ظاہر کر دیا۔ سید صاحب نے ان کا دل بہلانے کے لیے فرمایا: چلو بازار چلیں۔ غرض دونوں بازار میں اس گلی کے محاذ پر جس وقت پہنچے، جو محلّہ سوداگران کو سیدھی آتی ہے تو سیّد صاحب نے یہ فرما کر کہ عصر کی نماز اعلیٰ حضرت کی مسجد میں پڑھیں گے، انہیں لے کر پہنچ گئے جماعت ہو چکی تھی، حضور وظیفہ پڑھ رہے تھے، اور کچھ لوگ آس پاس مودب حاضر تھے۔ ان دونوں نے اندر مسجد کے نماز عصر ادا کی۔ اس عرصہ میں حضور بھی وظیفہ سے فارغ ہو گئے۔ حاضرین نے مصافحہ شروع کیا۔ جس وقت حضور دروازہ مسجد کے قریب پہنچے تو برادرم قناعت علی نے بھی مصافحہ کیا۔ حضور نے اس وقت ان کے ہاتھوں کو اس زور سے دبایا کہ ادب مانع نہ ہوتا تو ان کی چیخ نکل جاتی۔ یہاں تک کہ اس گرفت سے ان کا دل بگڑنے لگا، دماغ میں چکر سا آ گیا، اور آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا۔ اسی تاریکی میں یہ دیکھتے ہیں کہ نہایت روشن حروف میں یہ الفاظ پیش نظر ہیں: 'تیرا شیخ یہ ہے' جس آن انہوں نے یہ جملہ پڑھا حضور نے بلا تاخیر ان کا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ اب یہ وہاں سے رخصت ہو کر سیدھے نواب وزیر احمد خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور زارزار

رونے لگے، یہاں تک کہ سسکی بندھ گئی۔ نواب صاحب ممدوح سے ان کے والد صاحب کے دیرینہ تعلقات تھے، اسی لیے ان سے بہت محبت واخلاص سے پیش آتے تھے، اسی لیے ان کی یہ حالت دیکھ کر وہ بھی رونے لگے، اور بہت کچھ تسلی وتشفی فرمائی، اور سبب پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آج عصر کے وقت بروقت مصافحہ یہ صورت ظہور میں آئی، اسی لیے آپ مجھے مرید کرادیجیے۔ یہ سنتے ہی نواب صاحب کے اشکوں کا تار بندھ گیا، اور فرمایا کہ سیّد صاحب! آپ کا قلب سخت واقع ہوا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا، تو بڑے اصرار کے بعد صرف اس قدر فرمایا کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کی توجہ آپ کی طرف اس وقت تھی، جب آپ تعویذ کے لیے گئے تھے۔ اس کے بعد نماز مغرب نواب صاحب فرمانے لگے: تو پھر کار خیر میں تعویق کیوں کی جائے؟ ابھی چلیے۔ قناعت علی نے کہا: کچھ شیرینی ساتھ لے لی جائے۔ نواب صاحب نے فرمایا: اس کی چنداں ضرورت نہیں مگر جب مجھ سے مشورہ لیتے ہیں تو ایک روپیہ کی شیرینی منگوا لیجیے، اور دو روپیہ نذر کر دیے جائیں۔ اتنے میں ملازم کھانا لے آیا، نواب صاحب نے اپنے ساتھ انہیں بھی شریک طعام کیا اور ملازم سے فرمایا: ایک روپیہ کی جلیبی لے آؤ۔ وہ بازار گیا ادھر یہ کھانے سے فارغ ہوئے ادھر ملازم شیرینی لے کر آ گیا غرض دونوں حاضر آستانہ ہوئے اس وقت حضور پھاٹک میں تشریف فرما تھے اور مولانا امجد علی صاحب سے مسائل کے جوابات لکھوا رہے تھے یہ دونوں مصافحہ کرکے خاموش بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور قناعت علی کی طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا آپ نے کیسے تکلیف فرمائی نواب صاحب نے عرض کیا حضور یہ داخل سلسلہ ہونا چاہتے ہیں۔ حضور نے ان سے دریافت کیا: آپ کا وضو ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حضور باوضو ہوں۔ ارشاد فرمایا: اچھا مسجد میں دو رکعت نفل پڑھ آئیے۔ اٹھے جب پھاٹک کے قریب پہنچے تو حضور نے ان سے فرمایا نفل پڑھنے کے بعد آپ جب واپس آئیں تو راستہ میں کسی سے کلام نہ کریں۔ یہ مسجد سے نفل پڑھ کر جب لوٹے تو ایک بوڑھا آدمی ٹوٹی جوتیاں پہنے دروازہ مسجد سے نکلتے ہی ساتھ ہولیا، اور بار بار پوچھنے لگا: اے میاں! بڑے مولوی صاحب کا مکان کون سا ہے؟ یہ حسب ہدایت مطلقاً خاموش رہے، اور کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ پھاٹک پر آ کر یہ اندر آ گئے۔ اور وہ سیدھا نکلا چلا گیا۔ حضور نے دوزانو مسہری پر ہو کر ان سے فرمایا: تشریف لائیے۔ نواب صاحب نے کہا: مسہری پر بسم اللہ کہہ کر سیدھا قدم رکھیے، اور دوزانو بیٹھ جائیے۔ انہوں نے تعمیل حکم کی۔ اب حضور نے فرمایا: قریب آ جائیے۔ یہ ڈرتے ڈرتے کچھ آگے بڑھے۔ حضور نے دوسری بار پھر فرمایا: اور قریب آئیے۔ یہ اور بڑھے۔ حضور نے تیسری بار پھر یہی فرمایا۔ یہاں تک کہ ان کے زانو حضور کے زانوئے مبارک سے سختی کے ساتھ مل گئے۔ اس وقت ان کا تمام جسم اس قدر تھرتھرا رہا تھا کہ چارپائی حرکت کر رہی تھی، نیز قلب نہایت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضور نے فرمایا: آپ اس قدر کانپ کیوں رہے ہیں؟ گھبرائیے نہیں۔ اور خود ان کا دست راست بدست راست اور دس چپ بدست چپ لے کر کلمات بیعت تلقین فرمائے اور کچھ شیرینی اٹھا کر انہیں دی کہ یہ سرکاری حصہ ہے، اسے آپ خود ہی کھائیے، اور باقی تقسیم کر دیں۔ انہوں نے حسب ارشاد تعمیل کی، اور تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب کے ہمراہ واپس مکان ہوئے۔

سید صاحب فرماتے ہیں اور فقیر بھی تائید کرتا ہے کہ ۱۳۳۴ھ سے ۱۳۴۰ھ تک ہمارے سامنے صدہا حضرات داخل سلسلہ ہوئے مگر یہ اہتمام بیعت نفل وغیرہ کا کسی کے لیے نہ فرمایا۔ غالبًا انہیں خصوصیات کی یہ برکات ہیں کہ سیّد صاحب نے نہ صرف حضور کی حیات ظاہری تک بلکہ تا ایں دم حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تصانیف عالیہ کی اشاعت میں اپنی زندگی وقف فرمادی اور آئندہ بھی ایسی ہی امید ہے۔

☆ حاجی کفایت اللہ صاحب کی روایت ہے کہ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت مولانا رحیم بخش صاحب آروی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار حضور قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوب خلفا و تلامذہ میں ہے۔ شہر آرہ صوبہ بہار میں مدرسہ فیض الغربا آپ ہی کی یادگار ہے۔ اس مدرسہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں حضور تشریف لے جاتے ہیں، قیام ایک وسیع پرفضا عمارت میں ہے، جس کے صحن میں ایک باغیچہ بھی ہے۔ وہاں عرصہ سے نلوں کے پانی کا رواج تھا، جو شب کے بارہ بجے بند ہوجاتا ہے، اور صبح ۴ ربجے نل کھلتے تھے۔ ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ پانی کے تمام ظروف خالی اور نل جو قیام گاہ کے تقریباً اک فرلانگ پر تھا، بند ہو چکا تھا۔ حضور کے ہمراہیان و خدام جناب حاجی دلاور حسین خاں صاحب قادری رضوی اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے جب حضور آرام فرمانے لگے تو ۲ ربجے کے قریب کھانا تناول کیا، اور آپس میں یہ طے کیا کہ شب کو جاگتے رہیں گے اور چار بجتے ہی نل سے پانی لائیں گے۔ غرض تین بجے تک بیدار رہے، اس کے بعد دونوں حضرات غافل ہوگئے۔ اب ایسے وقت آنکھ کھلتی ہے کہ وقت فجر تو ہوتا ہے مگر جس وقت یہ اٹھنا چاہتے تھے اس سے کہیں تجاوز ہو چکا تھا۔ الحاصل یہ قرار پایا کہ پہلے حقہ بھر لیا جائے اگرچہ تازہ نہ ہو۔ جب تک حضور حقہ نوش فرمائیں گے پانی جا کر لے آئیں گے۔ چنانچہ حاجی دلاور حسین خاں صاحب نے سچے کوئلے ہاتھوں سے توڑ کر جلدی سے چلم تیار کی ہی تھی کہ حضور تشریف لے آئے، اور حاجی صاحب کے دونوں ہاتھ کالے دیکھ کر فرمایا: حاجی صاحب! ہاتھ تو دھو لیجیے۔ چونکہ اِن کے علم میں تھا کہ پانی کا ایک قطرہ موجود نہیں، لہٰذا عرض کرنے لگے: حضور! مسجد میں جا کر دھولوں گا۔ اس پر خود حضور نے لوٹا اٹھا کر جو قریب ہی تھا، حاجی صاحب کے ہاتھوں پر پانی ڈالنا شروع کردیا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ بالکل خالی تھا جو دست اقدس میں آتے ہی پانی سے لبریز ہوگیا۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہا ایک مرتبہ شب کے وقت مولانا رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میر زاہد مطالعہ فرما رہے تھے کہ طلبہ کو من جملہ اور اسباق کے اس کا بھی درس دینا تھا۔ دوران مطالعہ میں ایک جگہ رکاوٹ پیدا ہوئی، بہت غور فرمایا مگر وہ مقام حل نہ ہوا۔ شب کا زیادہ حصہ اسی میں گزر گیا، بالآخر کتاب بند کردی، اور صبح کو جب طلبہ نے پڑھنا چاہا، فرمایا: آج اسے رہنے دو کل دیکھا جائے گا۔ دوسری شب پھر دیر تک اس موقع کو غور کیا، مگر سمجھ میں نہ آیا، اور صبح کو پھر طلبہ کو ٹال دیا۔ تیسری شب انتہائی سعی فرمائی مگر کامیابی نہ ہوئی، اور کتاب بند کر کے بارادہ استراحت لیٹ گئے مگر نیند نہ آئی۔ دیر تک کروٹیں بدلتے رہے بالآخر آنکھ لگ گئی اور خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ ایک اجتماع کثیر میں اسی مسئلہ لاینحل کو حل فرما رہے ہیں۔ معاً آنکھ کھل گئی تو فجر کا وقت تھا وضو فرمایا، اور نماز پڑھی، اور خوش خوش مدرسہ پہنچ کر طلبہ کو درس دیا۔ اور جس

وقت سے بیدار ہوئے تھے قلب بار بار متقاضی تھا کہ بریلی شریف حاضر ہوکر قدم بوسی حاصل کروں۔ چنانچہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سبب حاضری عرض کیا۔ حضور نے تبسم فرماتے ہوئے اس حل کی تائید فرمائی۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ مولوی سردار علی خان عرف عزو میاں فرزند اکبر جناب حاجی واجد علی خان صاحب مرحوم ہمشیرہ زادہ اعلیٰ حضرت کی طالب علمی کا زمانہ تھا۔ ابتدا نہایت بدشقی، بے توجہی، لاپرواہی میں گزرا۔ ممدوح خود مقر ہیں کہ مدرسہ کے اوقات میں مولوی صاحب طلبہ کو درس دے رہے ہیں مگر میرے کان ان کی تقریر سے محض ناآشنا رہے تھے۔ نہ کبھی کتاب کا مطالعہ کرتا نہ بعد کو کوئی سبق یاد کرتا، فقط مدرسہ کے وقت کتاب ہاتھ میں لے لیتا اور پھر کوئی غرض مطلب نہیں۔ اور اسی وجہ سے ڈر کے مارے اعلیٰ حضرت کے سامنے نہ آتا۔ نمازوں کے اوقات میں جب جماعت قائم ہوجاتی تو اخیر میں آکر شریک ہوجاتا، اور سب سے پہلے مسجد سے نکل آتا۔ ایک روز جماعت عشاء کے لیے یہ خیال کرکے جاتا ہوں کہ پہلے ہی پڑھ کر چلا آؤں گا۔ ابھی بیرونی درجہ کے شمالی فصیل کے در میں بیٹھا ہی تھا کہ دفعۃً حضور اندرونی درجہ سے نکل کر میرے قریب آکر کھڑے ہوگئے۔ اب قدم نہ آگے بڑھتا ہے، نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ غرض حضور دریافت فرماتے ہیں: کیا پڑھتے ہو؟ عرض کرنا پڑا: ہدایہ آخرین، شرح عقائد نسفی۔ حضور کو یہ سن کر بہت مسرت ہوئی، اور ماشاء اللہ فرماتے ہوئے دست شفقت میرے سر پر پھیرتے ہیں، جس سے بالکل کایہ پلٹ جاتی ہے، اور مجھے کتب بینی کا شوق پیدا ہوجاتا ہے کہ کتاب ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ ذہن بھی ایسا رسا ہوگیا کہ اپنے ہم سبقوں میں ممتاز ہوگیا۔ بلکہ جس شب کا یہ واقعہ ہے اس کے صبح ہی کو جس وقت درجہ میں جاکر بیٹھا ہوں اور سبق شروع ہوتا ہے تو میرے استاذ مولانا رحم الٰہی صاحب دامت فیوضہ مجھ میں بین فرق محسوس فرماتے ہیں۔ ان کی حیرت واستعجاب پر میں سارا واقعہ بیان کرتا ہوں کہ جس وقت سے اعلیٰ حضرت نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا ہے میں خود اپنے میں یہ تبدیلی محسوس کررہا ہوں۔

فی الحقیقت یہ اسی دست حق پرست کے برکات ہیں کہ آج مولوی صاحب موصوف مدرسہ منظر اسلام میں درجہ دوم اور اوّل کے طلبہ کو درس دے رہے ہیں۔ مولانا کا معمول ہے کہ روزانہ کتاب کا مطالعہ مواجہہ اقدس میں کیا کرتے ہیں، اور اگر کوئی الجھن واقع ہوتی ہے تو حضور کی نظر کرم سے فوراً حل ہوجاتی ہے۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ مولوی سردار علی خاں عرف عزو میاں کی اوائل عمر میں ایک شب عشا کی نماز کے وقت دروازہ سے کسی نے ان کی نسبت پوچھا: وہ بچہ اچھا ہے؟ مکان میں سے کسی نے جاکر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ دوسری شب پھر آواز آئی، وہ بچہ اچھا ہے؟ یوں ہی تیسری شب آواز آئی۔ وہ بچہ اچھا ہے؟ اب فکر لاحق ہوئی، اور لوگ وقت مقررہ پر چھپ کر جابجا کھڑے ہوگئے مگر سب نے آواز بدستور سنی، اور آواز دینے والا نظر نہ آیا۔ بالآخر چار پانچ روز گزر جانے کے بعد عزو میاں کی دادی صاحبہ نے، جو حضور اعلیٰ حضرت کی بڑی ہمشیرہ تھیں، اعلیٰ حضرت کا عرفی نام لے کر ارشاد فرمایا: امن میاں کو بلالاؤ۔ چنانچہ وقت مقررہ سے پہلے اعلیٰ حضرت قبلہ حسب طلب وہاں پہنچے، اور بہن کی کرسی کی برابر والی کرسی پر صحن میں بیٹھ

گئے۔ کچھ دیر ہوئی تو حضور نے فرمایا: ہنو آپا! ایک شبہ ہوا ہوگا، کہاں آواز آئی؟ انہوں نے فرمایا: نہیں نہیں امن میاں! ایسا نہیں، سب لوگ برابر سن رہے ہیں۔ فرمایا: خیر میں بیٹھا ہوں، اور باتیں کرنے لگے۔ غرض نصف گھنٹہ سے زائد قیام فرمایا، مگر آواز نہ آنا تھی، نہ آئی۔ آخر کار کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ابھی قریب پھاٹک کے تھے کہ آپ کے آتے ہی آواز آئی۔ وہ بچہ اچھا ہے؟ حضور واپس تشریف لے گئے، اور بہن سے مسکرا کر فرمایا: اب تو آواز آ ہی گئی۔ یہ کہہ کر مکان تشریف لے آئے، اور صبح بعد نماز فجر ایک تعویذ لکھ کر عزو میاں کے گلے میں ڈلوا دیا، اور فرمایا: انشاء اللہ تعالیٰ اب آواز نہیں آئے گی۔ چنانچہ اس روز سے آج تک وہ آواز نہیں سنی گئی۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ شیخ مشتاق علی صاحب قادری رضوی ابن شیخ یاد علی صاحب ساکن بانس منڈی محلہ شہر بریلی شب جمعہ میں حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضور، شیخ صاحب کو ایک تعویذ عنایت فرماتے ہیں کہ دفعۃً ان کی آنکھ کھل جاتی ہے، دیکھتے ہیں کہ صبح صادق کا وقت ہے، دل میں طے کرتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ عالیہ رضویہ سے عرض کروں گا۔ چنانچہ وہ مقررہ وقت پر نماز جمعہ سے فارغ ہو کر دفتر ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' میں کہ پھاٹک میں بالا خانہ پر تھا، حاضر ہوئے، اور حضرت ممدوح سے خواب بیان کیا، جسے سن کر ابھی کچھ ارشاد نہ فرمایا تھا، اتنے میں مولوی حشمت علی خاں صاحب لکھنوی ایک نقش قل ھو اللہ احد شریف کا جو حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے قلم فیض رقم سے مرقوم تھا، لے کر آئے، اور عرض کیا: حسب حکم حضور والا فقیر حقیر کاشانہ اقدس میں کتب خانہ کی الماری میں کتابوں کو صاف کر کر کے لگا رہا تھا کہ ایک کتاب میں یہ نقش نکلا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے فوراً وہ نقش لے کر شیخ صاحب کو یہ فرماتے ہوئے عطا فرمایا کہ: لیجیے بھائی مشتاق علی صاحب اپنے خواب کی تعبیر۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ نصف گزر چکا ہے، خدام آستانہ سیّد ایوب علی وقناعت علی نقشہ سحری وافطار برائے رمضان المبارک بالکل مکمل کر چکے ہیں، دن کے نو یا دس بجے کا وقت ہے، بادِ سموم دم بدم ترقی کر رہا ہے، یہاں تک کہ بالا خانہ میں غرب رویہ دروازہ سے مزار پُر انوار اعلیٰ حضرت قبلہ سامنے نظر آرہا ہے، جسے دیکھ دیکھ کر اس وقت قلوب بے چین وبے قرار ہیں۔ آنکھیں اداس قامت زیبا کے تصور میں محو، اور آنکھوں سے سیلاب اشک بے طرح اُمڈ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنین ماضیہ میں جب حضور حیات سے تھے، دستور تھا کہ بعد تکمیل نقشہ مذکور پیش کیا جاتا اور بآواز پورے ماہ مبارک کا سال گزشتہ کے اوقات سے روبرو بیٹھ کر موازنہ ہوا کرتا تھا، اگر کہیں کچھ خامی ہو، اگرچہ سکنڈ کے ہزارویں حصہ کی، فوراً ٹوک دیتے، اور جانچ کرنے پر واقعی غلطی نکلتی، اور اسے دور کر دیا جاتا، حالانکہ وقت پر اس کا اثر کیا پڑ سکتا تھا، تاہم اعلیٰ حضرت احتیاط فرماتے تھے۔ وصال شریف کو تقریباً چھ ماہ ہوئے تھے، مزار مبارک خام تھا۔ دل ڈھونڈ رہا تھا کہ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد یہ پہلا نقشہ ماہ مبارک کا تیار ہوا ہے، للہٰذا اس دستور کو برقرار رکھنے کے لیے ہم دونوں نے مواجہہ اقدس میں حاضر ہو کر دھوپ میں چٹائی بچھا کر کہ زمین تمازت آفتاب سے گرم ہو رہی تھی، اسی طرح بآواز بلند تمام

اوقات کا موازنہ شروع کر دیا، اور یہ پہلے سمجھ لیا تھا کہ اگر کسی جگہ غلطی ہوگی، تو انشاء اللہ ہمیں ضرور القا فرمایا جائے گا۔ چنانچہ درمیان میں دو جگہ مشتبہ پایا فوراً نشان بنا لیا کہ دفتر جماعت میں پہنچ کر نظر ثانی کر لی جائے گی۔ اس کے بعد فقیر نے نقشہ مذکور مزار شریف کی چادر مبارک کے نیچے رکھ کر فاتحہ خوانی کی، اور دفتر میں آ کر ان مشکوک مواقع کے اعمال پر نظر ڈالی، تو فی الحقیقت ایک جگہ سکنڈ میں ایک جگہ اشاریہ کا دوسرا حصہ اور دوسری جگہ اعشاریہ کا تیسرا درجہ غیر منظم پایا۔ یعنی ایک جگہ سکنڈ ۱۰۰ حصہ اور دوسری ۱۰۰۰ بے ترتیب تھا تو درست کیا ہی تھا کہ اتنے میں مولوی حشمت علی صاحب قادری رضوی لکھنوی جو اس زمانہ میں مسجد بی بی جی کے شمال حجرہ میں رہتے تھے، تیز قدم آنکھیں ملتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: السلام علیکم۔ میں نے کہا: وعلیکم السلام، کیسے گھبرائے ہوئے اس وقت دھوپ میں آنا ہوا؟ فرمایا: میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شانہ اقدس کے شمال رویہ دالان میں ایک چارپائی پر اس طرح لیٹے ہیں، جس طرح اس وقت مزار میں آرام فرمارہے ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ ہیں جو برابر چارپائی پر تشریف فرما ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ ہیں جو برابر چارپائی بچھی ہے اس پر بیٹھے ہیں، جنہیں میں پہچانتا نہیں ہوں، اور آپ دونوں بھی ہو۔ حضور کے بائیں ہاتھ میں کوئی کاغذ ہے، اور دہنے ہاتھ میں قلم، اور پہلوئے راست میں دوات رکھی ہوئی ہے۔ اور نہایت تیزی کے ساتھ اس کاغذ پر اس طرح لیٹے لیٹے ارقام فرمارہے ہیں، جیسے ابھی ان حاضرین میں سے کسی کو لکھ کر وہ کاغذ دینا ہے، بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ سیّد سردار احمد صاحب موصوف کہتے تھے کہ اک مرتبہ میرے گھر میں سات ماہ کا حمل تھا، دولڑکے پیٹ میں تھے۔ اس حال میں وہ دونوں لڑکے پیٹ میں مر گئے، ان کا پیدا ہونا سخت دشوار ہوا۔ ہسپتال کی بڑی میم نے کہا: ان بچوں کا پیدا ہونا ممکن نہیں لہٰذا ان کو ہسپتال لے چلو۔ اس کے کہنے کے مطابق میں پالی لینے کو بہت پریشان جارہا تھا کہ حضرت قبلہ مسجد کی فصیل پر وضو فرمارہے تھے، مجھ سے دریافت فرمایا: کیوں پریشان ہو؟ میں نے سب واقعہ اپنے گھر کا ذکر کیا۔ اس پر حضرت قبلہ نے روک دیا اور فرمایا: پردہ کراؤ میں آرہا ہوں۔ لہٰذا میں فوراً لپکتا ہوا گھر آیا، اور پردہ کر دیا۔ اتنے میں حضرت قبلہ تشریف لے آئے، مکان میں لے گیا۔ حضرت نے فرمایا: ایک ڈورا بڑا سالاؤ۔ میں نے ڈورا حاضر کیا۔ حضرت نے اس کا ایک سرا میرے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا: یہ ان کی ناف پر رکھو۔ میں نے اس ڈوری کو لے کر اپنے گھر میں ناف پر رکھا۔ حضور نے پڑھنا شروع کیا، پندرہ منٹ کے بعد حضور نے فرمایا: باہر چلے آؤ، اور دایا کو پاس کر دو۔ جیسے ہی میں اور حضرت قبلہ باہر تشریف لائے، گھر میں سے خبر آئی کہ دو بچے مردے پیدا ہو چکے ہیں۔ ورنہ بڑی میم نے کہہ دیا تھا کہ یہ بچے بغیر آپریشن کے نہیں پیدا ہو سکتے ہیں، ورنہ بچوں کی ماں کا زندہ رہنا دشوار ہے۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ سیّد سردار احمد صاحب نے کہا کہ ایک مرتبہ مرا انچارج افسر بہت ناخوش ہو گیا اور میرے نقصان رسانی کا جویاں رہنے لگا، جس کے باعث میں بہت پریشان تھا، اور میں نے وہ وظائف جو حضور نے

بتائے تھے پڑھنے شروع کر دیئے۔ ایک روز اس نے مجھ پر بہت تشدد کیا۔ میں نے اس پریشانی کے باعث کھانا بھی نہ کھایا اور نماز عشاء پڑھ کر سو رہا۔ خواب میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، اور فرمایا: کیوں پریشان ہوتے ہو؟ وہ کافر تمہارا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد وہ خود بخود ٹھیک ہو گیا، اور پھر کبھی کچھ نہ کہا۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ موسم گرم میں فقیر کے سینہ پر نزلہ کا شدید غلبہ تھا، جمعہ کے روز کاشانہ اقدس میں برف کا شربت جس میں دودھ، کیوڑا، پستہ وغیرہ لوازمات شامل تھے تیار ہوا۔ ظاہر ہے کہ یہ شربت نزلہ میں کس قدر مضر ہے، مگر میں نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا کہ پیوں گا اور ضرور پیوں گا اور خوب سیر ہو کر پیوں گا۔ یہ حضور کے یہاں تبرک ہے، انشاء اللہ مجھے مفید ہوگا۔ چنانچہ ضرورت سے کہیں زیادہ پیا، اور بحمد اللہ تعالیٰ شام تک سارا نزلہ کھانسی وغیرہ سب کافور ہو گیا۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی بیسلپوری نے کہا کہ ایک مرتبہ حضور کے سامنے نواب کلب علی خان صاحب والی ریاست رام پور کا ذکر ہو رہا تھا ارشاد فرمایا کہ مرحوم اہل دل سے تھے۔ پھر فرمایا: میں ان کو ایام حج میں ہر سال مدینہ منورہ کی گلیوں میں دیکھتا ہوں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حضور سیدی مرشدی وملجائی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ حیات میں ہر سال باطنی طور پر ایام حج میں مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے، نیز نواب صاحب مرحوم بھی بعد وفات ہر سال ایام حج میں مدینہ شریف کی زیارت کیا کرتے، جبھی تو دونوں کی ملاقات مدینہ منورہ میں ہر سال ہوتی تھی۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ سفر جبل پور میں جس کمرہ میں حضور کا قیام تھا، اس میں ایک دروازہ تھا جس کے کواڑوں کے تختوں نے خشک ہو کر جھروکے پیدا کر دیئے تھے۔ اس دروازہ کے دونوں پہلوؤں پر دو کھڑکیاں تھیں۔ اسی کمرہ کی ایک بغلی کوٹھری تھی، جس میں دو دروازے تھے، ایک جوری کواڑ کمرے کی طرف، اور اس میں بھی ایسے جھروکے تھے کہ جھانکنے سے پورا کمرہ صاف نظر آتا تھا، اور دوسرا دروازہ بیرونی برآمدہ کی طرف لگا تھا۔ اس کوٹھری میں فقیر غفرلہ اور برادرم قناعت علی مقیم تھے۔ برآمدہ میں حاجی کفایت اللہ صاحب رہتے تھے۔ ہم لوگ کمرہ کے رخ کا دروازہ ہر وقت بند رکھتے تھے۔ حضور کے قیلولہ فرمانے کے وقت حاجی صاحب کمرہ کی کھڑکیاں اور دروازہ اندر سے بند کر لیا کرتے تھے اور فرشی پنکھا چلاتے رہتے تھے ایک روز کسی جگہ دعوت تھی وہاں سے دوپہر کو واپسی ہوئی۔ حاجی صاحب نے حقہ بھر کر کمرہ میں پلنگ کے پاس رکھا، اور حسب معمول کواڑ بند کر کے پنکھا جھلنا چاہا۔ حضور نے فرمایا: حاجی صاحب آج پنکھے کی ضرورت نہیں ہے، تشریف لے جایئے۔ حاجی صاحب باہر آ گئے حضور نے کمرہ اندر سے بند کر لیا۔ حاجی صاحب نے ہم لوگوں سے آ کر کہا کہ آج خلاف معمول حضور نے پنکھے کو منع فرمایا۔ میں سن کر خاموش ہو گیا، مگر برادرم قناعت علی نے کچھ دیر کے بعد کوٹھری میں کمرہ والے دروازہ کے پاس لیٹ کر جھروکوں سے جو نظر ڈالی تو پلنگ اور تمام کمرہ بالکل خالی پایا۔ کہیں حضور کا پتہ نہ تھا۔ یہ لیٹے لیٹے وہاں

سے ہٹ آئے، اس کا تذکرہ جس وقت مولانا حامد رضا خاں صاحب قبلہ کے سامنے آیا وہ لرز گئے، اور فرمایا: سید صاحب اب آئندہ کبھی ایسا نہ کیجئے گا کہ ایسے مواقع پر آنکھیں جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر کی ضعیفہ والدہ صدر سے خدمت اقدس میں حاضر ہوتی ہیں، اور رو کر عرض کرتی ہیں: میرا ایک ہی بیٹا ہے بخار کی شدت ہے اور دو روز سے بالکل غافل ہے حضور اگر تکلیف فرمائیں تو بڑا کرم ہوگا۔ حضور نے ان ضعیفہ کی درخواست منظور فرماتے ہوئے بعد عصر کا وعدہ فرمالیا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر ڈاکٹر صاحب کا موٹر آ گیا۔ حضور نے حاجی کفایت اللہ صاحب اور برادرم قناعت علی اور فقیر کو ہمراہ لیا اور مولوی حسنین رضا خان صاحب کی خواہش پر انہیں ساتھ لے کر وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ واقعی غفلت طاری تھی۔ حضور نے وہیں ایک تعویذ لکھ کر سیدھے بازو پر باندھا اور گھڑی سامنے رکھ لی، اور چارپائی کے قریب کرسی پر بیٹھے رہے۔ تقریباً نصف گھنٹہ گزرا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے آنکھیں کھولیں، اور بخار اتر گیا۔ حضور نے ان ضعیفہ سے فرمایا کہ اگر پیاس معلوم ہو تو پودینہ، الائچی سرخ، پانی میں ڈال کر جوش دے کر ٹھنڈا کر لیا جائے، اور پلایا جائے۔ اس کے بعد حضور بعد مغرب واپس تشریف لے آئے۔ صبح کو اطلاع ملی کہ بھوک کی شدت ہے۔ فرمایا: مونگ کی دال کا پانی دیا جائے، اور دن میں جو کیفیت ہو سہ پہر کو مجھ سے آ کر بیان کی جائے۔ مگر بفضلہٖ تعالیٰ عصر کے وقت بجائے اطلاع کے خود ڈاکٹر صاحب موٹر میں آ گئے۔ ہم لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ کل شام میں تو ان کی یہ حالت تھی کہ کمزوری کی وجہ سے کروٹ لینے میں تکلیف تھی، اور آج یہاں تک آ گئے۔ حضور نے مزاج پرسی فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کی دعا سے بالکل ٹھیک ہوں مگر بھوک بیتاب کئے دیتی ہے۔ مونگ کی دال کا پانی نامرغوب ہے اگر فرمائیں تو شوربا پی لوں۔ فرمایا: اچھا شوربا تیار کرا لیجئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب دست بوس ہوئے، اور موٹر میں بیٹھ کر چلے گئے۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جناب مولوی حافظ یقین الدین خلیفہ اعلیٰ حضرت قدس سرہما کا بیان ہے۔ بہت عرصہ ہوا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مکان میں تشریف رکھتے تھے، جس میں آج کل حضرت حسن میاںؔ تشریف رکھتے ہیں۔ میں ملوکپور میں اپنے یہاں کی مسجد میں ظہر کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا کہ دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت کا لفظ عام طور پر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ قصد کر لیا کہ ابھی جا کر دریافت کر لوں گا۔ عصر سے کچھ پہلے دردولت پر حاضر ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا، خادمہ مجھے دیکھ کر واپس گئی۔ چند منٹ کے بعد حضور تشریف لائے۔ مبارک ہاتھوں میں کتابیں اور قلم دان اور پان کی تھالی تھی۔ غلام نے کتابیں قلم دان لے کر حضور کے بیٹھنے کی جگہ رکھ دیں۔ حضور نے پان کی تھالی غلام کے سامنے کر کے فرمایا: حضرت ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے پیشتر کبھی یہ الفاظ نہیں فرمائے تھے۔ ورنہ غلام کے دل میں یہ خیال کیوں پیدا ہوتا۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جناب مولوی حافظ یقین الدین صاحب نے فرمایا: میرے برادر معظم حاجی حافظ محمد حسین الدین صاحب سفر سے تشریف لائے۔ ایک روز والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ عرض کر کے کہ مجھے

بہت سی باتیں دریافت کرنی ہیں، اعلیٰ حضرت کے حضور میں گئے۔ (مگر ابھی وہ کچھ پوچھنے بھی نہ پائے تھے) اللہ عزوجل کے حبیب، ماکان ومایکون کے عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلام (اعلیٰ حضرت) نے باتوں ہی باتوں میں سوال سے پیشتر سب کا جواب عطا فرمادیا۔ مکان آ کر والد ماجد صاحب مرحوم ومغفور سے بہت تعجب سے کہنے لگے کہ میں نے حضور سے ایک بھی سوال نہ کیا مگر حضور نے میرے سب سوالوں کا جواب عطا فرمادیا۔ اس کے بعد بھائی جان سلسلہ غلامی میں داخل ہوئے۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مرزا عبدالرحمٰن بیگ صاحب قادری رضوی ساکن محلّہ نجار پورہ شہر کہنہ بریلی کا طلائی ونقرئی تمام زیور چوری ہوگیا۔ یہ سخت پریشان کہ شب کو خواب میں اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ مرزا جی! آپ کا سب زیور محفوظ ہے، گھبرایئے نہیں، انہوں نے عرض کیا: حضور! پھر مجھے کس طرح ملے؟ فرمایا: فلاں شخص نے تمہارے مکان کے سامنے ہی دفن کیا ہے، تلاش کرو، انشاء اللہ تعالیٰ مل جائے گا۔ صبح کو یہ اٹھ کر اس شخص کو کہ وہیں کا رہنے والا ہے، پکڑتے ہیں، اور اسے ڈراتے دھمکاتے ہیں، بالآخر وہ شخص مرزا جی کے مکان سے متصل جو کھنڈر پڑا تھا وہاں لے جاتا ہے دیکھا کہ وہ افتادہ زمین جابجا کھدی پڑی ہے۔ اس شخص سے پوچھا جاتا ہے بتاؤ کہاں دفن کیا ہے؟ اس پر وہ شخص کہتا ہے، زیور ضرور میں نے دفن کیا ہے، اور اس کھنڈر میں دفن کیا تھا، مگر اب نہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟ مجھے رات بھر تلاش کرتے ہوگیا ہے، مگر پتہ نہیں چلا۔ یہ زمین ہر جگہ میں نے ہی کھودی ہے۔ غرض چند آدمیوں نے مزید جستجو کی اور بالآخر اس کھنڈر میں ایک طرف ٹوٹا پھوٹا پائخانہ بنا ہوا تھا اسے جو کھودا تو تمام زیور ایک جگہ نکل آیا۔ مرزا جی نے اس خوشی میں بڑی دھوم سے حضور کے مزار پرانوار پر چادر چڑھائی۔

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ کی حیات ظاہری میں حضرت مولانا مولوی حاجی عبدالرحمٰن صاحب قادری رضوی شاگرد رشید حضرات سراپا برکت مولانا وصی احمد محدث سورتی جن کا عرصہ دراز سے قیام جے پور ہے، عازم حرمین ہوتے ہیں، اور بعد فراغ فریضہ حج مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں، اور حضرت مہاجر مدنی مولانا ضیاء الدین صاحب قبلہ سے ملتے ہیں۔ درمیان گفتگو کے مولانا عبدالرحمٰن صاحب حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کے کچھ حالات ذکر فرماتے ہیں، جنہیں سن کر حضرت مہاجر صاحب مدظلہ کو اسی درجہ اشتیاق قدم بوسی ہوتا ہے کہ باوجود ہجرت کر جانے کے بھی مولوی حاجی عبدالرحمٰن صاحب جے پور ہوتے ہوئے بریلی شریف حاضر آستانہ ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوتے ہیں، اور چندے قیام کر کے پھر مدینہ منورہ واپس جاتے ہیں۔ مولانا موصوف اصل رہنے والے سیالکوٹ پنجاب کے ہیں۔ چونکہ خاندان کے عقائد خراب تھے، اور ہجرت کیے ہوئے بارہ سال ہوگئے تھے، اس لیے وطن کا رخ نہ فرمایا کہ کون مرا، کون زندہ ہے؟ جب سے فقیر نے ان سے خط وکتابت جاری رکھنا اپنی سعادت مندی سمجھا۔ اب حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پردہ فرمانے کے بعد فقیر ایک عریضہ بغرض سہولت مکرمی جناب حاجی شیخ عظیم الدین صاحب کی معرفت حضرت مہاجر مدنی صاحب کی خدمت میں روانہ کرتا ہے۔ جب شیخ صاحب بریلی واپس آتے ہیں تو وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد صاحب نے

اپنا ایک خواب بیان فرمایا کہ دن کے دس بجے کا وقت تھا کہ میں سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ حرم شریف میں مزار پُر انوار مالک و مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس میں حاضر ہیں، اور صلاۃ و سلام عرض کر رہے ہیں۔ بس اس قدر دیکھنے پایا تھا کہ معاً میری آنکھ کھل گئی اب بار بار خیال کر رہا ہوں کہ خواب تھا مگر دل کی یہ حالت کہ متواتر حرم شریف چلنے پر آمادہ کر رہا تھا۔ بالآخر بستر سے اٹھا، وضو کیا اور باب السلام سے حرم شریف میں داخل ہوا۔ ابھی کچھ حصہ مسجد نبوی کا طے کیا تھا کہ اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھا کہ واقعی اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سفید لباس میں مزار پُر انوار پر حاضر ہیں۔ خواب تو دیکھا تھا کہ صلاۃ و سلام پڑھ رہے تھے، آنکھوں نے یہ دیکھا کہ لب ہائے مبارک جنبش میں تھے، آواز سننے میں نہ آئی۔ غرض میں یہ واقعہ دیکھ کر بیتابانہ قدم بوسی کے لیے آگے بڑھا کہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے حاضری دی، اور صلاۃ و سلام عرض کر کے واپس ہوا۔ جب اس جگہ آیا جہاں سے اعلیٰ حضرت کو دیکھا تھا، ایک مرتبہ پھر کر جو دیکھا، تو پھر اسی طرح موجود پایا۔ مختصر یہ کہ تین بار ایسا ہی ہوا، پھر نظر سے اوجھل ہو گئے۔ راقم الحروف ایوب علی نے جس وقت شیخ صاحب سے یہ خواب سنا تو اسے قلم بند کر کے عریضہ بھیج کر مولانا ضیاء الدین احمد صاحب قبلہ سے تصدیق بھی کر لی۔ اس پر یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی قسم کے اور بھی کئی خواب اعلیٰ حضرت قبلہ کے متعلق مولانا نے دیکھے تھے۔ عرصہ گزر جانے کی وجہ سے پورے طور پر یاد نہیں رہے، اس لیے ظاہر کرنے سے احتراز فرمایا۔

☆ نبیرہ محدث سورتی جناب مولوی قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند مسائل کی تحقیق کے لیے حضرت محدث سورتی صاحب پیلی بھیت سے بریلی تشریف لے گئے۔ کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ بہت ناوقت یعنی شب کو دو بجے حضرت کے دولت کدہ رحمت پر پہنچے۔ اعلیٰ حضرت اس وقت پھاٹک میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے، ملاقات کے بعد ایک صاحب سے جو اس وقت خدمت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ فرمایا کہ دروازہ پر پکار کر کہہ دو کہ پیلی بھیت سے محدث صاحب تشریف لائے ہیں، تین آدمیوں کا کھانا بھیج دو۔ جب کھانا آیا تو حضرت بھی مہمان کے ساتھ دسترخوان پر رونق افروز ہوئے، نیبو، اور پیاز کی چٹنی کچھ زیادہ مقدار میں دسترخوان پر موجود تھی۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اس وقت سیخ کے کباب ہوتے، تو زیادہ لطف دیتے۔ اعلیٰ حضرت اپنے مہمان کی اس خواہش کو سن کر خود گھر میں تشریف لے گئے، اور چند منٹ کے بعد باہر جب تشریف لائے تو ہاتھ میں ایک چینی کی پلیٹ تھی، جس میں ۱۶ر کباب سیخ کے موجود تھے۔ کبابوں سے گرم گرم بھاپ نکل رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی تیار کیے گئے ہیں، جملہ مہمانانِ اعلیٰ حضرت کی اس کرامت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

☆ اس واقعہ کو مولوی برکات احمد صاحب نبیرہ حضرت مولانا عبدالاحد برادر خرد حضرت محدث سورتی اور ان کے ساتھ مولانا مولوی ہدایت رسول صاحب اور بندہ کے والد مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم بریلی اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ پر شب کو ۳ر بجے پہنچے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی خاطر مدارت کی۔ مولانا ہدایت رسول صاحب نے فرمایا کہ اس وقت اگر سیخ کے کباب

ہوتے تو بڑا مزا آتا۔ اعلیٰ حضرت یہ سنتے ہی مکان کے اندر تشریف لے گئے، صرف تین چار منٹ میں سیخ کے گرم گرم کباب ان لوگوں کے پاس لاکر رکھ دیے۔ ان حضرات نے فرمایا کہ حضرت اس وقت گرم گرم کباب آپ نے کہاں سے منگائے ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: یہ سب اللہ کا فضل ہے۔

☆ جناب قاری صاحب ہی فرماتے ہیں کہ ۸ر ربیع الثانی کو حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ کی خانقاہ میں عرس شریف کے موقع پر رسیوں کے جکڑے ہوئے ایک مسلمان نوجوان دیوانے کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ پاگل کے رشتہ داروں نے بیان کیا کہ چھ ماہ سے یہ پاگل ہے۔ ہزاروں علاج کیے، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پاگل خانہ میں اس لیے داخل نہیں کیا کہ وہاں مریضوں کو بہت مارتے ہیں۔ ہم بڑی امید کے ساتھ حضور کی خدمت میں لائے ہیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، تمام گھر سخت پریشان ہے۔ اعلیٰ حضرت سب واقعات سننے کے بعد چند منٹ اس دیوانے کی طرف بہت غور سے دیکھتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ نگاہوں سے مرض کو کھینچ رہے ہیں۔ حضرت کے نگاہ ملاتے ہی دیوانہ کی مجنونانہ حرکات میں افاقہ ہونا شروع ہوگیا، اور تھوڑے ہی دیر میں اسی جگہ بے حس و حرکت ہوکر گر پڑا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کے رشتہ داروں سے فرمایا: اب یہ ٹھیک ہیں، رسیاں کھول دو، اور گھر لے جاؤ، اور روزانہ گیارہ عدد منقی تھوڑے سے دودھ کے ساتھ کھلا دیا کرو۔ خدا کے فضل سے وہ دیوانے صاحب اب تک زندہ ہیں، اور اپنے نوجوان لڑکے کے ساتھ کاروباری زندگی میں مصروف ہیں۔

☆ حضرت مانامیاں صاحب سجادہ نشین حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مخالفین کی جانب سے اعلیٰ حضرت کے قتل کی منظم سازش کی گئی، اور دو آدمیوں کو مقرر کیا گیا کہ وہ عشاء کے بعد مسجد سے آتے ہوئے راستہ میں آپ کو شہید کردیں۔ یہ دونوں ایک دن مسجد سے آپ کے پیچھے ہولیے، اور راستہ میں اپنے ناپاک خیال سے حملہ کرنا چاہا تو ایک خوفناک چیخ مار کر بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ لوگ چیخ کی آواز سن کر ادھر ادھر سے آگئے، اور ان کو بے ہوش دیکھ کر ہوش میں لانے کی کوشش کی، جب ہوش و حواس ٹھیک ہوئے تو ان سے حالات دریافت کیے گئے تو ان دونوں آدمیوں نے قتل کی سازش بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب ہم نے حملہ کرنا چاہا تو اعلیٰ حضرت کے داہنے بائیں دو شیر نمودار ہوئے، اور ہماری طرف نہایت غضب ناک طریقہ سے بڑھے، پھر ہم کو نہیں معلوم کہ کیا ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ بظاہر شیر تھے، لیکن حقیقت میں اللہ کے پیارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے عاشق و شیدا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد تھی۔ یہ دونوں شخص اسی وقت اعلیٰ حضرت کے سامنے تائب ہوکر بیعت ہوگئے۔

☆ قاری احمد ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۰ھ میں پیلی بھیت کے ایک مشہور بزرگ حافظ یعقوب علی خاں صاحب مرحوم اعلیٰ حضرت سے بیعت ہونے پر بریلی تشریف لے گئے۔ ابھی اعلیٰ حضرت کی نشست یعنی پھاٹک سے تقریباً ۲ر فرلانگ کے فاصلے پر تھے کہ اعلیٰ حضرت نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ پیلی بھیت کے ایک بزرگ بیعت ہونے آرہے ہیں، ان کو لے

آ ہیئے۔ کچھ لوگ گئے، اور حافظ صاحب کو لاکر پھاٹک میں بٹھادیا۔ اعلیٰ حضرت نے اسی مجلس میں حافظ کو مرید کیا، اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ کس کے ہاتھ پر بیعت کررہے ہیں۔

☆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۲۹ھ اعلیٰ حضرت مدرسۃ الحدیث میں حضرت مولانا شاہ محمد وصی احمد سورتی کے پاس مقیم تھے کہ سید فرزند علی صاحب اعلیٰ حضرت سے ملنے آتے ہیں اور دست بوس ہوتے ہیں۔ سید صاحب کی داڑھی مونڈی ہوئی تھی، اعلیٰ حضرت بہت دیر تک بہت گہری نظروں سے سیّد صاحب کے چہرے کو دیکھتے رہے۔ سیّد صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہوں نے مجھے عرق عرق کردیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اعلیٰ حضرت مجھ کو داڑھی رکھنے کی خاموش ہدایت فرمارہے ہیں۔ میں نے صبح کو حاضر خدمت ہوکر اپنے اس فعل شنیعہ سے توبہ کی۔ آج میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ سیّد صاحب کے چہرہ پر نہایت خوش نما داڑھی موجود ہے۔

☆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت سے فرمایا کہ بڑی لڑکی حنیف النسا کی آنکھیں تین ماہ سے دکھ رہی ہیں، مختلف علاج کیے گئے، کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے، ورم کی وجہ سے آنکھیں کھلتی نہیں ہیں، رات بھر سخت بے چینی اور تکلیف میں رہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے قلم سے کاغذ کے دو ٹکڑوں پر **اشھد ان محمدا رسول اللہ** کچھ گولائی کے ساتھ تحریر فرمایا، اور محدث صاحب کو دے کر فرمایا کہ ایک ایک کاغذ آنکھوں پر رکھ کر ایک مہین کپڑا باندھ دیجیے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حسب ہدایت ظہر کے بعد جب کپڑا کھولا گیا تو آنکھوں میں نہ ورم تھا، نہ سرخی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان آنکھوں میں کبھی کوئی شکایت ہی نہیں ہوئی۔ افسوس کہ مدرسۃ الحدیث کی عمارت منہدم ہونے کے وقت یہ کاغذ کے ٹکڑے ضائع ہوگئے۔

☆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۲۹ھ میں حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی تحریر فرمارہے تھے: ایک دن بہت سے اوراق آپ کی چوکی پر سے غائب ہوگئے، بہت تلاش کی گئی مگر وہ اوراق دستیاب نہ ہوئے۔ اعلیٰ حضرت سے اس واقعہ کو بیان کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ضائع نہیں ہوئے ہیں، بلکہ احتیاط سے رکھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت محدث سورتی صاحب سے فرمایا کہ آپ کی مسجد میں جنوں کی ایک جماعت رہتی ہے، ان میں ایک صاحب علوم اسلامیہ سے بھی واقف ہیں، اور آپ کے درس حدیث میں بھی شامل ہوتے ہیں وہ دیکھنے کے لیے لے گئے تھے مگر واپس رکھنا بھول گئے۔ آپ مسجد میں تلاش کیجیے۔ چنانچہ مسجد میں تلاش کیا گیا تو وہ مسودہ ایک اونچے طاق پر حفاظت سے رکھا ہوا دستیاب ہوا۔

☆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ پیلی بھیت کی ایک سیدانی صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ایک سال ہوا، میں کچھ روپے اور اشرفیاں اپنے کمرے کے ایک کونہ میں گاڑ دیے تھے مگر اب وہاں دیکھتی ہوں تو نہیں ہیں۔ لڑکی کی شادی قریب ہے، اور اسی لیے رکھے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ وہ اب اس جگہ نہیں ہیں، بلکہ وہاں سے ہٹ کر

کوٹھری میں فلاں جگہ پہنچ گئے ہیں۔ اس جگہ تلاش کئے گئے تو سب کے سب مل گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ بغیر بسم اللہ کہے، اگر دفن کیا جائے تو وہ اپنی جگہ پر قائم نہیں رہتا ہے۔

☆ مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ میں میرٹھ سے بریلی حاضر ہوا کرتا تو معمول رہتا کہ چونکہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف نماز جماعت کے لیے باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ میں بھی وقتوں میں حاضر رہا کرتا اور صبح سے ظہر تک کسی سے ملنے کو یا طلسمی پریس کے کام کو کہیں چلا جایا کرتا تھا۔ کبھی کبھی واپس آ کر یہ سنتا کہ کوئی صاحب تشریف لائے تھے، ان کے ملنے کو حضرت درمیان میں باہر تشریف لائے تھے تو مجھے بہت افسوس ہوتا کہ اگر میں بھی اس وقت یہیں موجود ہوتا تو ایک مرتبہ زیارت ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں ۱۹۱۸ء یا ۱۹۱۹ء میں میرٹھ سے بریلی حاضر ہوا، اور یہ سوچ کر کہ میرا ہینڈ بیگ طلسمی پریس کا ہمراہ ہونا مضر ہے، اسی وجہ سے میں صبح کے وقت باہر جاتا ہوں، لہٰذا اسے چھوڑ کر چلوں تا کہ ہر وقت وہیں بیٹھا رہوں۔ جس وقت باہر تشریف لائیں کوئی بات سننے کو مل جائے گی۔ لہٰذا ہینڈ بیگ چھوڑ کر بریلی گیا، قریباً دس بجے پہنچا، اتفاق سے اعلیٰ حضرت اس وقت باہر ہی تشریف فرما تھے، فرمایا: کس کام کو آئے؟ عرض کی: کچھ نہیں پھر دریافت فرمایا، پھر فرمایا: اگر کوئی کام نہیں ہے تو میرا ایک کام کر دیجیے میں سوچ رہا تھا کہ یہ کام کس کے سپرد کروں۔ اتفاق سے آپ آ گئے کام یہ ہے کہ ایک فتویٰ لکھنؤ سے آیا ہے۔ اس میں ایک کتاب کا حوالہ ہے، وہ میرے کتب خانہ میں نہیں ہے، لکھنؤ میں ملے گی۔ اسے لا دیجیے۔ یہ کام سن کر اس قدر صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ خیال ہوا کہ میں تو ہینڈ بیگ چھوڑ کر اس خیال سے آیا تھا کہ ہر وقت وہیں حاضر رہوں، اور یہاں یہ حکم ملا کہ شہر سے بھی باہر چلا جا، مگر اختیار کیا۔ چار و ناچار یہی عرض کرنا پڑا، بہت اچھا۔ اسی وقت مجھے سفر خرچ عطا کر کے فرمایا کہ گاڑی کا وقت ہے، چھوٹی لائن سے لکھنؤ چلے جائیے۔ میں نہایت رنجیدہ نکلا، اسٹیشن پہنچا ٹکٹ لے کر گاڑی میں بیٹھا، اور بہت دیر تک اس صدمہ میں روتا رہا، یہاں تک کہ لکھنؤ آ گیا۔ اسٹیشن سے حضرت شاہ مینا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مزار شریف پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھ کر دعا مانگی کہ یہ کام ہو جائے، جس سے اعلیٰ حضرت خوش ہوں۔ اور ایک سرائے میں قیام کر کے پہلے بریلی شریف عریضہ حاضر کیا کہ میں لکھنؤ پہنچ گیا، یہاں مقیم ہوں، بہت عجلت میں مجھے روانہ فرمایا گیا، اگر اور کچھ فرمانا ہو تو یہ پتہ ہے۔ اب تلاش کو جاتا ہوں۔ 'النجم' کے ایڈیٹر مولوی عبد الشکور سے ملا، جنہوں نے اس کتاب کا حوالہ لکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ کتاب مطبوعہ نہیں ہے، قلمی ہے، اور مولوی عبد الباری صاحب کے کتب خانہ میں ہے، ان کے مدرسہ کے مدرس اوّل میرے شاگرد ہیں، اور میرے پاس روزانہ آتے ہیں، شام کو میں ان سے کہہ دوں گا۔ میں شب کو پہنچا تو وہ بولے اتفاق سے آج وہ نہیں آئے صبح کو بھی آتے ہیں، جب کہہ دوں گا۔ اس حال کی بھی بریلی اطلاع کر دی، اور صبح پہنچا تو کہا کہ اتفاق سے وہ اس وقت بھی نہیں آئے، شام کو ضرور آئیں گے، تب کہہ دوں گا۔ میں نے کہا کہ آپ ان کے نام پر ایک پرچہ لکھ دیجیے، میں خود مل لوں گا۔ انہوں نے پرچہ لکھ دیا، اور وہ پرچہ لے کر ان سے مدرسہ میں ملا بولے کہ دوپہر کو یہاں سے اٹھوں گا۔ مولوی عبد الباری صاحب سے کہہ کر دلوا دوں گا آپ دیکھ لیں۔ میں نے کہا کہ آپ پرچہ لکھ دیجیے، میں معلوم کر لوں گا۔ انہوں نے پرچہ لکھ دیا،

میں نے مولانا عبدالباری صاحب کو وہ پرچہ دیا فرمایا کہ گیارہ بجے کتب خانہ کے محرر آتے ہیں، میں ان سے کہہ دوں گا، وہ نکال کر دکھادیں گے۔ میں نے عرض کی کہ آپ اس وقت یہاں ہوں یا نہ ہوں ان کے نام پر پرچہ لکھ دیجیے انہوں نے لکھ دیا۔ اب یہ خیال ہوا کہ کوئی کاتب تلاش کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ مجھے اس زمانہ میں یہ عارضہ تھا کہ لکھتے وقت ایک صفحہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتا تھا، ہاتھ میں سخت درد پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ اس عارضہ کو کچھ عرصہ گزر چکا تھا، کئی صاحبوں سے کہا کہ کاتب تلاش کر دیجیے، اور فوراً بازار گیا، اور سادہ کاغذ، روشنائی، قلم، مسطر، دوات تمام سامان لایا۔ گیارہ بجے منشی صاحب آئے، ان کو پرچہ دیا۔ انہوں نے کتب خانہ میں وہ کتاب نکال کر مجھ کو دی، اور مجھ سے یہ کہا کہ اس میں یہ شرط ہے کہ اسی مکان کے احاطہ میں کسی جگہ بیٹھ کر آپ اسے دیکھیں، لیکن مکان سے باہر لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے کہا بہت اچھا، ایک کاتب کو تلاش کر دیجیے۔ دیکھا تو وہ کتاب بہت پرانی، کرم خوردہ ۱۸ رجز کی تھی، اور جا بجا الفاظ اُڑے ہوئے۔ بریلی سے خط و کتابت جاری ہو چکی تھی اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا تھا۔ آپ نے بہت اچھا کیا جو فوراً پتہ لکھ دیا، اور کچھ ہدایت فرمائیں۔ اب میں نے یہ اطلاع کی کہ اٹھارہ جز کی یہ کتاب ہے، اب کیا کروں؟ اس کا جواب پہنچا کہ اس حالت میں جا بجا سے کچھ کچھ لکھ لائیے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ مجھے بریلی چلتے ہوئے بے حد صدمہ تھا کہ ہر وقت حاضری کے خیال سے اس مرتبہ حاضر ہوا تھا، اور سورت یہ پیدا ہوئی۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ روزانہ بلاناغہ گرامی نامے مل رہے ہیں۔ میری جانب توجہ کافی ہے، میرا مقصد حاصل ہے۔ لہٰذا میں انشاء اللہ تعالیٰ پوری لکھ کر لاؤں گا۔ اس کا جواب پہنچا جو میرے پاس اب تک محفوظ ہے، اور میں نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا ہے کہ یہ خط میری قبر میں رکھ دینا اس لیے کہ اس کا پہلا فقرہ یہ ہے: نور دیدہ محبت سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔ یہ پڑھتے ہی فوراً خیال ہوا کہ اعلیٰ حضرت سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین تحریر فرمایا ہے، ایک سچے ولی اللہ کے قلم سے یہ الفاظ نکلے ہیں تو اب انشاء اللہ تعالیٰ میں ہمیشہ آرام سے رہوں گا، اور ہر کام میں کامیاب ہوں گا۔ اور چونکہ قبر بھی دارین ہی میں ہے، اس لیے وہاں کے مصائب سے بھی نجات کا ذریعہ ہے، اس وجہ سے وہ خط محفوظ کر لیا۔ اب سنیے! گیارہ بجے وہ کتاب ملی اس خیال سے کہ منشی کی تلاش ہو رہی ہے، جب تک وہ ملیں میں ہی شروع کر دوں، اگرچہ ایک صفحہ سے زیادہ نہ لکھ سکوں گا یہ سوچ کر لکھنا شروع کیا چند سطریں لکھنے پر معلوم ہوا کہ میرا قلم معمول سے زیادہ تیز چلتا ہے اور حروف معمول سے اچھے بن رہے ہیں۔ جب ایک صفحہ کے قریب پہنچا تو خیال تھا کہ اب قلم رکھ دینا پڑے گا مگر درد نہیں پیدا ہوا، تو میں نے وہ صفحہ ختم کر کے دوسرا صفحہ شروع کر دیا، اور پھر درد کا انتظار کرتا تھا، اس لیے کہ وہ بہت تکلیف دہ ہوا کرتا تھا مگر نہ ہوا۔ میں نے تیسرا صفحہ لکھنا شروع کر دیا اور چوتھا، مگر درد نہ ہوا۔ پھر کھانا کھانے اٹھا، اور نماز ظہر پڑھ کر پھر جا بیٹھا عصر تک برابر لکھتا رہا، درد نہ ہوا۔ اس واقعہ کو آج ۲۹ رسال گزر گئے مگر ہاتھ میں درد آج تک نہ ہوا شفائے کلی حاصل ہو گئی، جہاں جہاں حروف نہ تھے، ان جگہوں کو چھوڑ کر لکھتا چلا گیا، اور روزانہ حالات سے اطلاع دیتا رہا، یہاں تک کہ ایک ہفتہ میں پنجشنبہ کے دن وہ اٹھارہ جز کتاب ختم ہو گئی۔ جمعہ کے دن ایک طالب علم کو ایک روپیہ دے کر ساتھ بٹھا لیا، اور تمام دن میں تصحیح کر لی مگر بہت سے مقامات رہ گئے جو کرم خوردہ تھے۔ ہفتہ کو انھیں مدارس اوّل صاحب

کے پاس جا کر باقی ماندہ الفاظ کی تصحیح کی، مگر پھر بھی رہ گئے۔ بعد جناب مولوی عبدالباری صاحب سے عرض کی کہ دو مرتبہ اس طرح تصحیح ہوگئی، اس کے بعد میں نے جناب مولانا صاحب سے عرض کی کہ حیدرآباد کے ایک کتاب کی آپ نے تعریف لکھ دی ہے، اور اس میں اعلیٰ حضرت کے نزدیک کفریات ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا کہ بھائی مصنف صاحب نے کتاب کا ایک صفحہ دکھایا مجھ سے لکھوانا چاہا میں نے لکھ دیا، تمام کتاب دیکھی نہیں۔ اور اگر میں دیکھتا تب بھی وہ باتیں نہیں نکال سکتا تھا جو انہوں نے نکالیں۔ بات یہ ہے کہ ان کی سی نظر نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ جو انہوں نے تحریر فرمایا فی الحقیقت وہی صحیح ہے۔ تو میں نے عرض کی کہ آپ یہ تحریر فرمادیں تا کہ درمیان میں صفائی ہو جائے۔ انہوں نے اپنے مفتی صاحب سے اس کتاب کی نسبت فتویٰ لکھوایا کہ اس میں بہت کفریات ہیں، اور اسی پر خود دستخط کر کے مجھے دے دیا۔ میں نے یہ دونوں چیزیں لکھنؤ سے لاکر قریب دوپہر حاضر خدمت کیں۔ فوراً باہر تشریف لے آئے اور ملاحظہ فرما کر فرمایا: اتنی جلدی اتنی بڑی کتاب نقل ہونا یہ تو آپ کی کرامت ہے۔ میں نے عرض کیا بے شک کرامت ہے، جس کی بھی ہو۔ فرمایا: اچھا میں اسے دیکھ لوں، اور اندر تشریف لے گئے۔ عصر کی نماز ادا کر کے حسب معمول باہر تشریف رکھا، اور فرمایا کہ اس میں تو سب مضامین میرے موافق ہیں۔ فلاں جگہ یہ لکھا ہے، فلاں جگہ یہ لکھا ہے۔ غرض کہ ان کو تمام حفظ تھی۔ میں نے عرض کی کہ مولوی عبدالشکور صاحب یہ کہتے تھے کہ کیسے بے نفس بزرگ نے یہ لکھی ہے کہ اپنا نام بھی نہیں لکھا اور نہ مولوی عبدالباری صاحب ہی کو نام معلوم تھا۔ فرمایا کہ نام تو ہے، فلاں جگہ 'گویا' لکھا ہے۔ وہ ان کا تخلص ہے۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ میں نے خود لکھی، کئی مرتبہ تصحیح کی، مگر کچھ نہ سوجھا، اور یہ سب کچھ بتا رہے ہیں۔ وہ فتویٰ ملاحظہ کر کے بہت خوش ہوئے، اور پھر دونوں صاحبوں میں اتفاق ہو گیا، اور نا اتفاقی مٹ گئی۔

☆ مولوی محمد حسین میرٹھی ہی کا بیان ہے کہ غالباً ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء میں امیر حبیب اللہ خاں صاحب والی افغانستان بغرض سیر و سیاحت ہندوستان تشریف لائے۔ آگرہ میں فوجی کام دکھانے کو دعوت دی گئی۔ اس میں میرٹھ سے آگرہ تک فوج کو ہر پڑاؤ پر رسد دینے کا ٹھیکہ میاں فریدالدین صاحب رئیس میرٹھ نے لیا، مگر کام میں دقت ہوئی۔ بعدہ آگرہ میں واپسی میں یہ حکم ہوا کہ یہی فوج دو راستوں سے واپس جائے گی۔ لہٰذا اب بجائے آٹھ پڑاؤ کے سولہ پڑاؤ ہو گئے اور کام دوگنا ہو گیا۔ اب اور بھی دقت پڑ گئی، آدمی بڑھائے مگر کام نہ ہو سکا۔ آگرہ سے علی گڑھ تک چار پڑاؤ کے لیے بہت سے آدمی بھیجے گئے مگر بے امنی اور بے انتظامی ہی کی خبریں آتی رہیں، جس سے بڑی پریشانی تھی، اور میاں فریدالدین صاحب کو فکر کی وجہ سے گٹھیا ہو گیا۔ اور علی گڑھ سے میرٹھ تک چار پڑاؤ کا کام بالکل پڑا تھا، خان بہادر شیخ بشیرالدین صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس نصف راستہ کا انتظام کے لیے روپیہ بھی لے لیا، اب میرٹھ سے چل کر پہلا پڑاؤ ہاپوڑ پر چل کر انتظام کرنا چاہا۔ تب پتہ چلا کہ یہ تو بہت دشواری کا کام ہے، اور بغیر بہت سے آدمیوں کے ہو بھی نہیں سکتا ہے۔ یعنی فوج جس وقت آئے اس وقت ان کی تمام ضروریات کی چیزیں اس کو پہنچ جائیں، اور سب اچھی ہوں اور جس قدر حکم ہو اتنی پوری مہیا کی جائیں، اور فوج مختار ہے جتنی چاہے لے۔ اور دوسرے دن فوج چل دے گی، جس قدر سامان بچا وہ کچھ بھی کرو، اور سرما کا موسم لکڑی گیلی مگر ان کو سوکھی دو۔ گھانس پھونس جتنی

چاہے اتنی دو۔ یہ چیزیں بڑی چیزوں سے زیادہ پریشان کرتی ہیں۔ پھر گھانس لانے والے چماران کی بات قابل اعتبار نہیں، وقت پر اگر چیز کم ہوگئی تو بے حد خرابی۔ ان حالات کو دیکھ کر میں بہت گھبرایا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ فوراً بریلی چل دیا، وہاں پہنچ کر اپنی گھبراہٹ اور پریشانی اعلیٰ حضرت سے عرض کر دیا۔ اگر چہ میرا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی پریشانی اور دقت پیش آتی تو میں ان منشی صاحب کو جن کو میں نقل فتاویٰ کے لیے اپنے قائم مقام کر دیا تھا ان کو خط لکھتا کہ ظہر کی نماز کے لیے جب اعلیٰ حضرت تشریف لائیں تو میرا اسلام عرض کر دیجیے۔ وہ عرض کرتے، اعلیٰ حضرت جواباً وعلیکم السلام فرماتے، یہاں کام ہو جایا کرتا تھا اور کبھی کام عرض کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ مگر اس وقت اپنی سخت پریشانی میں سب حال عرض کر دیا۔ فرمایا کہ وہ فوج کیا امری صاحب کی ہے؟ میں نے عرض کی انگریزوں کی تو فرمایا: اگر امیر صاحب کی ہوتی تو میں دعا کرتا۔ اب میں کیا عرض کروں؟ خاموش ہو رہا، اور اسی پریشانی میں دوسرے وقت ہاپڑ واپس آیا۔ ظہر کا وقت آبادی سے باہر راستہ پر ایک باغ تھا، اس میں مسجد نظر آئی وہاں جانے لگا پیچھے سے آواز آئی، مولوی صاحب! میں نے مڑ کر دیکھا تو راستہ پر ایک سوار تھے انہوں نے کہا: میں آپ ہی کو پکارتا ہوں میں جا کر ان سے ملا کہنے لگے میں نائب تحصیل دار ہوں، اور تحصیل کی جانب سے تمام قسم کا پورا سامان تیار رکھنے کا حکم ہے، اسی لیے بھیجا گیا ہوں، مگر ہم کوئی شئی فوج کو دے نہیں سکتے، قاعدہ یہ ہے کہ اگر ٹھیکے دار کے پاس کوئی چیز کم ہو جائے تو تحصیل پوری کر دے۔ غرض ہم کوئی چیز نہیں دے سکتے تاوقتیکہ ٹھکیدار ہم کو اجازت نہ دے۔ میرا خیال ہے کہ یہاں کے انتظام کے لیے آپ آئے ہیں، اسی وجہ سے میں نے آپ کو پکارا، اور میں یہ جانتا ہوں کہ آپ بہر حال کہیں سے سامان فراہم کریں گے، بجائے اس کے مجھ سے لیں تو ہماری محنت وصول ہو جائے، اور ہم نقصان سے بچ جائیں۔ میں نے کہا: نرخ؟ اس نے کہا: ہر شئی بازار نرخ سے زائد۔ میں نے کہا کہ چیز کیسی ہوگی؟ کہا: ہر شئی بالکل اچھی، ہر غلہ بالکل صاف، لکڑی خشک وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا کہ وہ سامان کب ملے گا؟ کہا: سب تیار ہے، آپ چل کر دیکھ لیجیے۔ میں ان کے ہمراہ گیا، سب سامان دیکھا، انہوں نے کہا کہ سب چیز اچھی ملے گی، اور آپ کے اطمینان کے لیے یہ بات کہہ دیتا ہوں کہ فوج آنے پر ہم سب سامان آپ کی طرف سے ان کو اپنے آدمیوں سے بھیج دیں، اور پسند کرا کر ان سے رسید منگوا دیں، ان رسیدوں کے مطابق آپ ہمیں قیمت دے دیں۔ اب مزدور اور کام کرنے والے بھی بچے جو ایسے موقعہ پر پچاس ساٹھ سے زیادہ رکھنے پڑتے ہیں۔ میں نے ہر چیز کا نرخ لکھ کر ان سے دستخط کرائے اور چند اشرفیاں بطور بیعانہ دے دیں، اور ان کی رسید لے لی، اور رخصت ہوا۔ اب انہوں نے کہا کہ اتنی بات اور مان لیجیے کہ اگلے پڑاؤ پر دوسرے نائب تحصیل دار صاحب ہیں، مہربانی فرما کر اول آپ ان سے مل لیں اگر وہ آپ کے حسب منشا معاملہ کر لیں تو پھر آپ خود کوئی انتظام نہ فرمائیں۔ ظہر کی نماز پڑھ کر میں روانہ ہوا، دوسرے پڑاؤ پر عصر کی نماز پڑھی، اور اسی طرح معاملہ کیا۔ پھر تیسری پر مغرب پڑھی اور اسی طرح وہاں کا بھی معاملہ طے کیا۔ اور صبح کو چوتھی جگہ کا معاملہ طے کر کے میرٹھ آ گیا۔ خان بہادر صاحب نے مجھے دیکھ کر گھبرا کر فرمایا: ابھی تک گئے نہیں؟ میں نے عرض کی کہ ہو آیا، اور سارا انتظام کر آیا۔ انہیں یقین نہ آیا، اور فرمایا کہ اگلے نصف راستہ کے چار پڑاؤں کے

لیے بہت سے آدمی گئے ہیں۔ پرسوں ۲۴ر گھسیر ے معہ گھوڑوں کے سواری گاڑی سے ایک جگہ کے لیے روانہ کیے ہیں مگر ابھی تک کہیں سے انتظام ہونے کی خبر نہ آئی، بہت بڑی پریشانی ہے۔ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ میں ہو آیا ہوں، اور انتظام کر آیا؟ میں نے عرض کی کہ ان قصوں کو رہنے دیجیے، آپ اپنا کوئی آدمی بھیجیں میں ان کو سب سامان سپرد کردوں۔ وہ ہر شئی اچھی دیکھ کر مجھ سے لے لیں۔ یہ سن کر خان بہادر صاحب بہت حیران ہوئے، اور فرمایا کہ اچھا! اگر کوئی ایسی ترکیب آتی ہے تو اگلے چار پڑاؤں میں بھی کچھ امداد فرمادیجیے۔ چنانچہ دوسرے دن جا کر میں نے انہیں بھی جو ضرورت تھی پوری کردی۔ اعلیٰ حضرت کی تصرفات کا اس سے اندازہ کیجیے کہ کیسا مشکل کام خود بخود کس قدر آسان ہوگیا۔ عجیب زبردست صاحب تصرف تھے۔

☆ انہیں کا بیان ہے کہ میرے ۱۹۰۷ء میں صبح کو ۵، ۷ منٹ میں بہت سخت ورم گھٹنے سے ران کی جڑ تک پیدا ہوگیا۔ ڈاکٹر نے کہا: فوراً مکان پر جاؤ۔ مکان جا کر بیٹھا تو پھر اٹھا نہ گیا۔ اور یہ ورم تخمیناً ۵، ۶ انچ موٹا تھا، اس میں تکلیف پیدا ہوئی، ہر چند کہ ڈاکٹروں نے علاج کیے، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ میرے بھائی حکمت فرماتے تھے: جناب حکیم علی بہادر صاحب ان کو اجمیر شریف سے بلایا، اور جناب والد ماجد صاحب کو بدایوں سے، سب نے ہر چند کوشش کی، کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ تکلیف بڑھتی گئی اور نیچے کا پاؤں سمٹ کر ران سے مل گیا۔ گھٹنا بے حد لاغر ہوگیا، جسم کی قوت کا یہ عالم ہوگیا کہ کارڈ تھامنے سے نہیں رکتا گر پڑتا تھا۔ بہت ہی تکلیف تھی سارا گھر شبانہ روز پریشان۔ تین مہینے ہوگئے، بریلی شریف کئی عریضے بھیجے، کسی کا جواب نہ آیا۔ میرے چند عزیز بدایوں کے مجھے دیکھنے آئے، ان کا آہستہ کہنا میں نے سن لیا کہ محمد حسین ختم ہوگیا۔ کسی کو امید زیست نہ تھی۔ جب یہ لوگ واپس چلے تو میں نے کہا بریلی راستہ میں پڑے گا، میرا ایک پرچہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پہنچا دینا۔ اس میں بمشکل یہ لکھا: یہ تو میں جانتا ہوں کہ حضور نہایت ہی عدیم الفرصت ہیں، لیکن کیا ہم خدام کا اتنا حق بھی نہیں کہ ہمارے مرتے وقت آپ کام آجائیں۔ سلام وغیرہ کچھ نہ تھا، بڑی دشواری سے یہ لکھا گیا تھا۔ وہ پرچہ بعد نماز جمعہ مسجد میں پیش کیا گیا، اسی وقت تار دیا جو شام کو میرٹھ آیا۔ لکھا تھا: گھبراؤ مت اچھے ہو جاؤ گے۔ اس تار کے آنے سے گویا تن مردہ میں جان آ گئی، صبح ہفتہ کو گرامی نامہ آیا جو یقیناً اسٹیشن پر گاڑی میں ڈلوایا ہوگا، گرامی نامہ کا مضمون یہ تھا میں نے تمہارے خطوط کا جواب نہیں دیا اس میں مصلحت تھی ورنہ میں ہر وقت بطریق روحی تمہارے ساتھ ہوں۔ ایک نسخہ مجوزہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم لکھتا ہوں، اس عبارت کو چینی کے پلیٹ پر لکھ کر روغن زیتون سے دھو کر اس روغن کی مالش کرو۔ اسی وقت خان بہادر کے یہاں آدمی بھیجا، روغن زیتون مل گیا، وہ عبارت لکھ کر روغن زیتون سے دھو کر مالش کی۔ پہلے دن میں کچھ نہیں، دوسرے دن ایسے سخت پھوڑے میں جو نہایت سخت کھیرے کی طرح تھا، نرمی معلوم ہوئی، اور تیسرے دن اس کے درمیان میں ایک سوراخ ہوا، اور پیپ کے بائیس پیالے نکلے۔ اس دن مجھے اور میرے گھر والوں کو ایسی بے ہوشی کی نیند آئی کہ کسی کو ہوش نہ تھا کہ کہاں پڑا ہے۔ بعدہ روزانہ روغن کی مالش کی جاتی، اور پیپ نکلتی اور سکون بڑھتا جاتا۔ بھوک کھلی، اوّل اوّل کچھ کھا کر بے ہوش ہوجایا کرتا، جسم میں قوت آنی شروع

ہوئی، گھٹنا خود بخود فربہ ہونا شروع ہوا، اور نیچے کا پاؤں خود بخود کھلنا شروع ہوا حتیٰ کہ صحیح ہو گیا۔ پھوڑا جو اندازاً ۵، ۶/ انچ چوڑا، اور ۱۲/ انچ لمبا تھا، وہ نصف سے کچھ زیادہ رہ گیا، اور میں ٹیڑھے پاؤں سے کھڑا ہونے لگا۔ خیال ہوا کہ پھوڑے کا سوراخ چھوٹا ہے، اسے ذرا بڑھا دو تو جلدی آرام ہو جائے۔ شفا خانہ گیا سول سرجن کو دکھایا، انہوں نے سلائی اوپر کو ڈال کر دیکھا اور ناسور سمجھا بغیر مجھ سے کہے نشتر لا کر ایک جانب ایک دم چیر دیا۔ نیچے کے حصے کی ان کو خبر نہیں زیادہ خون نکلا اس قدر کثرت سے خون دیکھ کر نیچے کے حصہ کا ذکر کرنے کی ہمت نہ پڑی، اور یہ اس کا زخم خود ۶/ انچ لمبا ہو گیا، بمشکل ڈولی میں مکان آیا سارے کپڑے اور ڈولی خون سے تر، سب دیکھ کر گھبرا گئے، مگر اب کیا ہو روزانہ کمپونڈر آ کر زخم دھوتا اور دوا بتی رکھتا نیچے کے پھوڑے پر روغن کی مالش بند اس لیے حرکت نہ ہو، جب اوپر کے زخم کو آرام ہوا، جب تک نیچے کا خوب سخت ہو گیا اب جو کھڑا ہوا تو پاؤں بالکل ٹیڑھا، اور اس تمام قصے میں دس مہینے ہو گئے۔ میری والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اب اگر نیچے کے بڑا زمانہ چاہیے۔ تم بریلی جاؤ۔ اور اعلیٰ حضرت سے دریافت کر و اب کیا کرنا چاہیے؟ میں بریلی گیا۔ ۳/ دن حاضر رہا، چونکہ اپنی بات عرض کرنے کی عادت نہ تھی، کہا نہیں گیا۔ شب کے ۱۲/ بجے کی گاڑی سے واپسی کا خیال ہے، تانگہ دروازہ پر کھڑا ہے، بعد عشا تشریف رکھ کر کچھ باتیں فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ والدہ صاحبہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت سے دریافت کر کہ اب پھر وہی روغن استعمال کریں، یا کیا کریں؟ اس میں پھر بہت وقت لگے گا۔ فرمایا: کہاں ہے؟ اعلیٰ حضرت میرے دہنے ہاتھ کی طرف بیٹھے تھے، ان کا بایاں دست مبارک ملتے نظر آیا، بس ہاتھ اٹھا لیا نہ دم فرمایا نہ کچھ اور فرمایا نہ میں نے کچھ اور عرض کیا۔ بعدہ رخصت ہو کر تانگہ میں سوار اسٹیشن پر اتر کر اندر گیا ریل میں بیٹھا تو اس کے چلنے میں کچھ نرمی معلوم ہوئی اور جب میرٹھ اسٹیشن پر اتر کر گھر چلا تو کچھ بھی نہ تھا، اور دوسری بات یہ کہ جو زخم علاج سے اچھا ہوا تھا، وہ عرصہ تک گھوڑے کی سواری پر دکھتا بھی تھا مگر یہ بالکل اچھا تھا۔ سبحان اللہ یہ عجیب و غریب تصرف تھا۔

☆ مولوی محمد حسین ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور مولوی حبیب اللہ صاحب اور مولانا عبد العلیم صاحب بریلی گئے۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت نے عرصہ سے کچھ نوش نہ فرمایا تھا، گھر والوں نے بہتیرا عرض کیا مگر قبول نہ ہوا۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر حسن میاں مرحوم نے فرمایا کہ آج حضرت کو ۱۳/ دن ہوئے کوئی چیز نہیں کھائی ہے۔ ہر چند عرض کیا مگر نہیں مانتے۔ آپ لوگ مہمان ہیں، مہمان کا کہنا ماننا سنت ہے، آپ صاحبان عرض کریں۔ جب حضرت نماز کو تشریف لائے، مولانا عبد العلیم صاحب نے عرض کیا، کچھ جواب نہ دیا۔ دوسری نماز کے بعد پھر عرض کیا، پھر جواب نہ ملا تیسری مرتبہ پھر عرض کیا تو فرمایا کہ مولانا آپ یہ کس غرض سے فرما رہے ہیں؟ عرض کی: حضور کے تمام اوقات دینی کاموں میں مشغول ہیں، مقصد یہ ہے کہ حضور کو ضعف نہ ہو، ورنہ ان کاموں میں حرج ہوگا۔ فرمایا کہ میرے ذمہ فتاویٰ نویسی، پنج وقتہ جماعت میں حاضر ہونا، اگر کوئی صاحب تشریف لائیں، اور کچھ دریافت کریں تو ان کا جواب عرض کرنا، ان تینوں کاموں سے آپ نے کس کام میں تساہل پایا؟ مولانا! یہ عادت تو جانوروں کی ہوتی ہے کہ دانہ چارہ ملا تو کام کیا، ورنہ نہیں، انسان کی یہ خصلت نہیں۔ یہ سن کر کوئی جواب نہ بن پڑا، مگر پھر خوشامد

کی۔رضا مند ہوئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ ابتداء تھوڑا تھوڑا دودھ دیا جائے، ورنہ نقصان ہوگا، آنتیں خشک ہوگئی ہیں۔چنانچہ تر سٹھویں وقت ذرا سا دودھ دیا گیا۔

☆ مولوی محمد حسین میرٹھی ہی کا بیان ہے کہ ایک صاحب میرٹھ کے جوادل میں کسی دیو بندی مولوی سے بیعت ہوگئے تھے یہ سمجھ کر کہ بریلوی حضرات میں بزرگان دین کی تعظیم اور احتیاط زیادہ ہے بریلی گئے، اور اعلیٰ حضرت سے مرید ہوئے۔کچھ عرصہ بعد ایک دن میرے پاس آئے، دوران گفتگو دیو بندیوں کی تعریف کرنے لگے۔میں سفر کشمیر کے لیے تیاری کر رہا تھا اس لیے جلدی میں گھر چلا آیا، اور سفر کو چل دیا۔میرٹھ سے راولپنڈی پہنچتے ہی میں نے عریضہ لکھا کہ چلتے وقت فلاں صاحب کا یہ واقعہ پیش آیا میں چاہتا ہوں کہ وہ سنبھل جائیں۔کشمیر سے واپس آ کر معلوم ہوا کہ انہیں دنوں بریلی سے ایک تاران کی طلبی کا آیا یہ گئے، اور دو تین دن بعد واپسی کی اجازت چاہی، مگر نہ ملی۔پھر دو تین دن بعد اجازت چاہی، پھر نہ ملی، حتیٰ کہ ایک ہفتہ وہاں رہے، کسی قسم کا کوئی ذکر نہیں ہوا۔بعد ایک ہفتہ اجازت ملی۔واپس آئے، خیالات نہایت درست اور بالکل پختہ تھے جو باقی عمر پختہ ہی رہے۔

☆ مولوی مبین الدین صاحب امروہوی مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امروہہ سے چند اشخاص حافظ محمد شفیع صاحب، محمد ابراہیم خاں صاحب، ورفیق احمد صاحب درخشاں، بریلی اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔بی بی جی کی مسجد میں جلسہ منعقد تھا، محمد ابراہیم خاں صاحب ورفیق احمد صاحب اور محمد شفیع صاحب کے والد حافظ کرامت اللہ صاحب نعت خواں تھے، اسی جلسہ میں ان حضرت نے نعت پاک سنائیں۔حافظ کرامت اللہ صاحب امروہہ کے منتخب نعت خواں تھے، اور شب بیدار عابد وزاہد۔جلسہ سے فارغ ہو کر یہ حضرات اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت نعت خوانی کا تذکرہ تھا، اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ حافظ کرامت اللہ صاحب کی طہارت میں نقصان ہے، انہیں چاہیے کہ کامل طہارت کیا کریں۔جب صاحب مذکور سے کہا گیا کہ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا، تو غور کے بعد بولے کہ بالکل سچ فرمایا۔میں استنجا صرف ڈھیلے سے کرتا ہوں، پانی سے نہیں کرتا ہوں۔پھر غالباً اس مرتبہ یا اس کے بعد رفیق احمد صاحب درخشاں اور حافظ محمد شفیع صاحب اور محمد ابراہیم خاں صاحب داخل سلسلہ ہوئے۔

☆ مولوی ابو علی محمد تقی احمد صاحب مالا باری قادری نقشبندی امام مسجد کلیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں دھرواجی حاجی عبدالغنی صاحب کے یہاں مقیم تھا کہ استاذی مولانا امجد علی صاحب وہاں تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت کے حالات کے ضمن میں بیان فرمایا کہ ہم اعلیٰ حضرت سے درس حدیث لے رہے تھے کہ خلاف عادت حضرت وہاں سے اٹھے، اور پندرہ منٹ بعد قدرے متفکر پریشان واپس تشریف لائے، اور دونوں ہاتھ آپ کے مع آستین کے تر تھے تو مجھے پکارا، میں مسجد کے باہر آیا، تو حکم فرمایا کہ دوسرا خشک کرتا لے آیئے۔میں نے حاضر کیا، حضور نے پہنا، اور ہم لوگوں کو درسِ حدیث دینے لگے، لیکن میرے دل میں یہ عجیب بات کھٹکی تو میں نے وہ دن تاریخ وقت لکھ لیا، چنانچہ گیارہ دن کے بعد ایک جماعت تحفہ تحائف لے کر حاضر ہوئی، جب وہ

لوگ چند دن رہ کر واپس جانے لگے، تو میں نے ان سے حال پوچھا کہ کہاں مکان ہے، اس وقت کہاں سے تشریف لائے اور کیسے آنا ہوا؟ تو ان لوگوں نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ہم فلاں تاریخ کشتی میں سوار ہوئے، ہوا تیز چلنے لگی، موجیں زیادہ ہونے لگیں، یہاں تک کہ کشتی کے الٹ جانے، اور ہم لوگوں کے ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہوا، تو ہم نے اعلیٰ حضرت سے توسل اور نذر مانی تو دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کشتی کے نزدیک آیا، اور کنارا اس کا پکڑ کر گھاٹ کے کنارے پہنچا دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کے توسل کی برکت سے ہم لوگوں کو بچالیا، تو وہی نذر پوری کرنے اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کو آئے ہیں۔ حضرت استاذ نے اس جگہ کا نام فرمایا تھا، لیکن ہم اس وقت بھول گئے۔

☆ مولوی مبین الدین امروہوی مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ تحریر فرماتے ہیں کہ محترم عاشق حسین صاحب زبیری میرٹھی نے مجھ سے کئی مرتبہ اس کو بیان کیا کہ میں مولوی محمد حسین صاحب بریلوی و مولوی محمد حبیب اللہ صاحب میرٹھی کے ساتھ بریلی حاضر ہوا، وہ زمانہ حضرت خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمدی صاحب علیہ الرحمہ مارہروی کے عرس سراپا قدس کا تھا۔ وہاں پہنچ کر طبیعت میں خواہش ہوئی کہ حضرت سے بیعت ہو جاؤں۔ کسی نے خدمت اقدس میں عرضکر دیا کہ یہ صاحب داخل سلسلہ ہونا چاہتے ہیں۔ حضرت نے مجھ کو داخل سلسلہ فرمالیا، اور شجرہ شریف اور کچھ اوراد تعلیم فرمائے، اور ایک ترکیب سورہ تبت یدا کی تعلیم فرمائی، کچھ مدت کے بعد والد صاحب کے ساتھ موضع سوندھ شریف ضلع گوڑ گاؤں میں حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ حضرت میاں راج شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند تھے، اور والد صاحب مرحوم نیز دیگر اکثر اہل خاندان کے پیر و مرشد تھے، وہاں پہنچ کر میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے بھی انہیں سے بیعت ہونا چاہیے تھا، کیوں کہ یہ خاندانی پیر و مرشد بھی ہیں، اور صوفی بھی ہیں، اور اعلیٰ حضرت تو عالم ہیں، صوفی تو نہیں۔ چنانچہ بیعت کا خیال حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب سے ظاہر کیا، اور اعلیٰ حضرت سے بیعت ہونا بھی عرض کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم اور وہ دونوں ایک ہی خاندان قادریہ سے متعلق ہیں۔ ایک ہی بات ہے اب تم کو بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ تم جب بریلی میں بیعت ہو چکے بس وہی کافی ہے۔ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا کہ پیر بمنزلہ امام اور مرید مثل مقتدی۔ اگر مقتدی نے نیت توڑ دی، تو وہ جماعت سے الگ ہو گیا اب وہ دوسری جگہ جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ الغرض میں نے اپنی اوائل عمری اور حقیقت بیعت کو نہ سمجھنے کی بنا پر ان سے بیعت ہونے پر اصرار کیا۔ بالآخر حضرت شاہ صاحب نے بیعت فرمالیا، یہ واقعہ صبح کو ہوا۔ چونکہ گرمی کا موسم تھا، بیعت و فراغت طعام کے بعد میں خانقاہ شریف میں جا کر سو گیا۔ فوراً اعلیٰ حضرت کو خواب میں دیکھا، تشریف لائے، نہایت ناراض اور غصہ کی حالت میں مجھ سے فرمایا کہ یہاں کس بات کی کمی ہے، جو تم دوسری جگہ گئے۔ لاؤ میرا شجرہ، اور اوراد بھی واپس کرو۔ کچھ وقفہ کے بعد فرمایا: وہ عمل بھی واپس کرو، جو تم کو بتایا تھا۔ یعنی تبت یدا کا عمل، جو مجھے یاد بھی نہ تھا کہ حضرت نے تعلیم فرمایا ہے۔ یہ دیکھ کر فوراً میری آنکھ کھل گئی، اس وقت شاہ عبداللہ شاہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: اجی میاں اعلیٰ حضرت ناراض ہو گئے، خواب میں تشریف لا کر شجرہ وغیرہ واپس لے گئے۔ شاہ صاحب کچھ دیر تک

خاموش رہ کر فرمانے لگے، میرے گھر کا بچہ تھا، میرے پاس آ گیا۔ مولوی صاحب کو ناراض نہ ہونا چاہیے تھا، اور بہت دیر تک کچھ کچھ وقفہ کے بعد اسی جملہ کی تکرار فرماتے رہے۔ پھر میں خانقاہ واپس چلا آیا، پھر والد صاحب کے ساتھ میرٹھ واپس آ گیا، لیکن اعلیٰ حضرت کی ناراضگی کا میرے دل پر اس قدر اثر تھا کہ میں ہر وقت پریشان رہنے لگا، اور دنیوی تفکرات کا ہجوم رہتا، اور کچھ عجب کرب و بے چینی دل میں پاتا تھا، اسی حالت میں دو سال گزر گئے۔ بالآخر دل نے کہا کہ بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت سے معافی کا خواستگار ہوں۔ چنانچہ بریلی حاضر خدمت اقدس ہوا، اور تمام واقعہ اعلیٰ حضرت کی خدمت عالیہ میں عرض کیا، اور روتا رہا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میاں تم ابھی بچے ہو۔ پیری مریدی کو ابھی سمجھتے نہیں۔ ایک جگہ بیعت ہونے کے بعد دوسری جگہ بیعت ہونا جائز نہیں خیر۔ اس کے بعد وہ پریشانی دور ہوئی۔

☆ حاجی کفایت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت، حاجی خدا بخش صاحب کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب اعلیٰ حضرت اس مکان میں تشریف لے جا کر بیٹھے تو لڑکے نے مٹھائی لا کر رکھی کہ گیارھویں شریف کی فاتحہ کر دیجیے۔ حضرت نے اس پر فاتحہ دی اور سر جھکا کر خاموش بیٹھے رہے، اس کے بعد اس لڑکے کی بیوی بھی سامنے سر سے پاؤں تک چادر سے اپنے آپ کو چھپائے ہوئے آ کر کھڑی ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت سر اٹھائیں تو میں سلام کروں۔ حضرت نے سر اٹھایا تو اس نے سلام کیا۔ حضرت نے اس کا نام لے کر فرمایا کہ تم یہاں پر بیاہی ہو(۱)؟ وہ عورت حضرت سیّدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہری قدس سرہ العزیز سے بیعت تھی۔ (ق ۲۶)

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے جو سلسلہ سفر جبل پور میں تحریر فرمایا کہ حضرت عیدالاسلام جناب مولانا مولوی عبدالسلام صاحب مدظلہم الاقدس نے مبلغ ایک ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت ایک سفید چینی کی بڑی قاب میں بھر کر بطور نذر حضور کی خدمت میں پیش کیا، جسے قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مولانا! یہی کیا کم تھا جو آپ نے اس وقت تک صرف کیا؟ اور حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا کہ اسے رکھ لو اور میرے وظیفہ کی صندوقچی اٹھا لاؤ۔ حاجی صاحب نے وہ روپے سامنے کمرہ میں رکھ دیئے، اور وظیفہ کی ہشت پہل صندوقچی پیش کیا، جس کا طول تخمیناً ایک فٹ ہوگا، اور جس میں ایک طویل سفید کپڑے پر سیاہ ڈورے کے حروف تھے۔ یہ وظیفہ حضور کو اپنے شیخ سے ملا تھا، جسے بعد نماز فجر پڑھا کرتے تھے، اور یہ صندوقچہ مقفل رہا کرتا تھا، جس کی کنجی حضور اپنے پاس رکھتے تھے۔ اس صندوقچی میں بجز وظیفہ کے اور کوئی چیز نہیں رہتی تھی، اور نہ اس میں گنجائش تھی کہ دوسری شئی رکھی جاتی۔ اب حضور اس صندوقچی کو اپنے سامنے رکھ کر کھولتے ہیں، اور ڈھکنا بالکل نہیں کھولتے، بلکہ تھوڑا سا اٹھا کر الٹے ہاتھ سے جھکائے رکھتے، اور سیدھا ہاتھ بار بار بغیر دیکھے اندر ڈالتے، اور روپیہ نکالتے اور فرداً فرداً مولانا کے ملازمین وملازمہ وخدام ورضا کاران وغیرہ ہم پر نہایت فراخ دلی سے تقسیم فرماتے رہے۔ تعجب ہوتا تھا کہ اس قدر روپے اس صندوقچہ میں کہاں سے آ گئے؟ اور اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ مولانا عبدالسلام صاحب کی بہو یعنی برہان میاں صاحب کی اہلیہ کو، اور ان کی بچیوں کو طلائی زیورات، بلکہ سب سے چھوٹے بچہ کے لیے سلا ہوا کرتا ٹوپی اسی صندوقچی سے برآمد ہوا۔ حالانکہ وظیفہ کی

صندوقچی اس دوران سفر میں بسا اوقات وظیفہ پڑھنے میں دیکھی گئی، بجز وظیفہ کی کتاب کے اور کچھ نظر نہیں پڑا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس واقعہ کو مجھ سے مولانا حسنین رضا خان صاحب نے اسی تعجب کے ساتھ بیان کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ نہ صرف مولانا عبدالاسلام صاحب ہی کے اعزہ کے لیے بلکہ خاص خاص سیٹھ صاحبوں کی بچیوں کے لیے بھی کافی طلائی زیورات اعلیٰ حضرت نے وظیفہ کی صندوقچی میں سے نکال نکال کر عطا فرمائے۔ یہاں تک کہ سیٹھ صاحبو نے کہا کہ ہم لوگوں نے اعلیٰ حضرت کی کیا خدمت کی؟ جو کچھ دعوت اور خاطر مدارت میں صرف کیا اس سے کہیں زائد کے زیورات اعلیٰ حضرت نے ہم لوگوں کی بچیوں بہوؤں کے لیے عطا فرمائے۔ مولوی حسنین رضا خان صاحب بہت ہی حیرت اور تعجب کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ زیورات کب اعلیٰ حضرت نے خریدے، اور کب اس صندوقچی میں رکھے؟ اس کے علاوہ اس صندوقچی میں تو وظیفہ کی کتابوں کے سوا کچھ بھی جگہ نہ تھی۔ اتنے زیور اس میں کہاں سے آ گئے، اور کیسے گنجائش ہوئی؟ واقعی یہ واقع جس طرح اعلیٰ حضرت کی سیر چشمی کی دلیل ہے، جود و سخا کا روشن برہان اسی طرح بین کرامت کا پرزور ثبوت ہے۔ (ق ۵۶/۵۷)

مستری غلام نبی صاحب قادری رضوی بریلوی ساکن محلہ مسجد منہاریان نے فرمایا کہ مولانا (امجد علی صاحب جب حج سے واپس آ رہے تھے تو ان) کی آمد اور حضور کے ریلوے اسٹیشن تشریف لے جانے کی خبر رات ہی میں عام ہو چکی تھی۔ لہٰذا میں نے نماز فجر حضور ہی کی مسجد میں پڑھی۔ نیز اور مسلمان بھی کافی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ بعد نماز حضور کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ریلوے جنکشن والے ننھے میاں کی پٹھن بسا اوقات سواری کے لیے آیا کرتی تھی، اور وہ اس وقت تک نہ آئی تھی۔ ریل کا وقت تھوڑا رہ گیا تھا۔ میں بغیر کسی سے کچھ کہے سواری کی تلاش میں قطب خانہ دوڑتا ہوا گیا۔ ایک تانگہ والے سے کہا: اس نے کہا کہ حضور تو ننھے کی پٹھن میں جاتے ہیں۔ غرض میرے اصرار سے وہ چلا آیا۔ چنانچہ جب تانگہ حضرت ننھے میاں صاحب کے مکان کے قریب موڑ پر پہنچا، تو تانگہ والے نے کہا کہ گاڑی کھڑی ہے میں نے اتر کر تانگہ سے دیکھا تو واقعی گاڑی کا کچھ حصہ چمک رہا تھا، اور سب لوگ پھاٹک پر جمع تھے۔ مسجد کے قریب یا جہاں تک تانگہ پہنچا تھا، کوئی نہ تھا۔ مختصر یہ کہ تانگے والا واپس جانے لگا تو میں نے ایک چونی اپنی جیب سے نکال کر اسے دی، اس نے کہا بھی کہ رہنے دیجیے، مگر میں نے اس کے حوالے کر دی، اور وہ گلی کی موڑ ہی سے واپس چلا گیا۔ اس کے جانے اور میرے چونی دینے کو کسی نے نہ دیکھا۔ اب میری چار پانچ روز کے بعد حاضری ہوتی ہے، اس وقت حضور مجھے ایک چونی عطا فرماتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں: حضور یہ کیسی ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: اسی روز تانگے والے کو جو آپ نے دی تھی۔ میں نے یہ عرض کرتے ہوئے کہ وہ بھی حضور ہی کی تھی، لینے میں قدرے تامل کیا۔ مگر بایمائے دیگر حضرات کہ اس تبرک کو کیوں چھوڑتے ہو؟ اسے ہاتھ بڑھا کر لے لیا۔ چنانچہ جب تک وہ میرے پاس رہی نمایاں برکات میں نے پائے۔ (ق ۲۱۰)

اکابرین ومشاہیر کی آراء

☆حضرت سیّد شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ حضرت سیّدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری مارہروی قدس سرہ العزیز نے مجھ سے فرمایا کہ اب اس وقت دین داری کی علامت یہ ہے کہ جو شخص مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں صاحب سے محبت رکھے، اسے دین دار جانو، اور جوان دونوں سے بغض وعداوت رکھے، اسے سمجھ لو کہ بدمذہب ہے، یا کسی بدمذہب کے پھیر میں پھنسا ہوا ہے۔ اور جس مسئلہ پر ان دونوں کا اتفاق ہوا سے جانو کہ یہ مسئلہ بہت ہی محقق ہے۔ اور جس مسئلہ سے ان دونوں کو اختلاف ہوا سے جان لو کہ یہ غیر محقق اور غلط ہے۔ اور فرماتے کہ ہمارا تو اب یہی دستور العمل ہے کہ جو مسئلہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا، اس پر دل فوراً مطمئن ہو گیا، اور آپ کی اعلیٰ تحقیق اور غور وتدبر کے کثیر در کثیر مشاہدات وواقعات نے یہ حالت کردی تھی کہ جو مسئلہ دریافت کرتا اس کی نسبت لکھ دیتا کہ مسئلہ کا حکم لکھ دیجیے دلیل کی ضرورت نہیں۔ اس لیے فقیر کا بھی یہی دستور العمل ہے۔

☆مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب نے دربار فضائل میں ذکر کیا کہ ۱۲۹۳ھ ماہ مبارک رمضان شریف میں کہ اعلیٰ حضرت کی عمر شریف ۲۱ رسال کی تھی، حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب سے ملنے تشریف لے گئے۔ ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہم راہیوں کو حضرت کی خدمت میں بھیجا، اور تاکید فرمائی کہ صرف اتنا کہنا: ایک شخص بریلی سے آیا ہے، حضور سے ملنا چاہتا ہے۔ انہوں نے جا کر کہا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: وہ یہاں کیوں آئے ہیں، ان کے دادا اتنے بڑے عالم، ان کے والد اتنے بڑے عالم، اور خود عالم، فقیر کے پاس کیا دھرا ہے؟ پھر نرم ہو کر بکمال لطف فرمایا: تشریف لائیں۔ بعد ملاقات اعلیٰ حضرت نے مجلس میلاد شریف کے متعلق حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا۔ ارشاد فرمایا: اب لوگ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں، اور میں سنت جانتا ہوں۔ صحابہ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے یہی نہ کہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا، انہوں نے یہ معجزے دکھائے، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیے، اور مجلس میلاد میں کیا ہوتا ہے؟ یہی بیان ہوتے ہیں، جو صحابہ اس مجمع میں بیان کرتے تھے، فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڈو) بانٹتے ہو اور صحابہ اپنا موڑ (سر) بانٹتے تھے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کو بکمال شفقت ومحبت تین دن تک مہمان رکھا۔ ۲۹ رماہ مبارک کو رخصت کیا، جب عید سر پر آ گئی۔ وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف

لائے۔اعلیٰ حضرت مدظلہ نے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔فرمایا:تکفیر میں جلدی نہ کرنا۔اعلیٰ حضرت مدظلہ نے دل میں خیال کیا کہ میں تو اس کو کافر کہتا ہوں جو حضور اقدس کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہیں، یہ خیال آتے ہی معاً مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:ہاں!جو کوئی ادنیٰ حرف گستاخی کا شان اقدس میں بکے ضرور کافر کہنا، بے شک کافر ہے۔پھر اعلیٰ حضرت سے فرمایا:ہمرا جی چاہتا ہے کہ اپنے موڑ کی ٹپیا (سر کی ٹوپی) تمہارے موڑ پر دھر دیں، اور تمہارے موڑ کی ٹپیا اپنے موڑ پر رکھ لیں۔اعلیٰ حضرت نے براہ ادب سر جھکا دیا، مولانا نے اعلیٰ حضرت کی کلاہ مبارک اپنے سر پر رکھ لی، اور اپنی کلاہ مقدس اعلیٰ حضرت کے سر مبارک پر رکھ دی جو بطور تبرک اب تک محفوظ ہے۔

فقیر قادری عرض کرتا ہے کہ بعینہٖ یہی واقعہ مولوی حافظ محی الدین صاحب عرف لعل محمد صاحب نے منڈواضلع فتح پور سے بھی لکھ کر بھیجا ہے اور مجھے بھی خیال آتا ہے کہ میں نے بھی خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زبان مبارک سے اس واقعہ کو سنا ہے اس لیے اس کی صحت میں شک نہیں۔(دیکھئے دبدبہ سکندری، اور سوانح حضرت فضل الرحمٰن)

☆ مولانا جمیل الرحمٰن صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت اقدس سیّدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کو جو خصوصیت اعلیٰ حضرت قبلہ سے تھی، محتاج بیان نہیں۔ہمیشہ جملہ مسائل وعقائد میں اعلیٰ حضرت مدظلہ اور حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب عثمانی بدایونی قدس سرہ العزیز سے مشورہ فرماتے، اور جو جو مدائح فرمایا کرتے ہر بارباب صحبت پر واضح ہیں۔ایک صحیفہ شریفہ میں اعلیٰ حضرت مدظلہ کو تحریر فرمایا:

مولوی صاحب خدا کی قسم میں حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے بہتر خلیفہ آپ کو جانتا ہوں۔

اکثر دعا فرمایا کرتے:

الٰہی!میری عمر میں سے اعلیٰ حضرت کو عمر عطا فرما۔

۱۳۲۳ھ جب اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمین طیبین حاضر ہوئے، اکثر دعا فرمایا کرتے:

الٰہی!مجھے موت نہ آئے جب تک مولانا احمد رضا خاں صاحب کو بالخیر واپس آیا ہوا دیکھ نہ لوں۔

محرم ۱۳۲۰ھ کو ایک خط بصیغہ رجسٹری بھیجا جس کی نقل مطابق اصل یہ ہے:

چشم و چراغ خاندان برکاتیہ مارہرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب ام عمرھم وعلیہم۔

از ابوالحسین بعد دعا مقبولیت فقرہ محررہ القاب سطر بالا واضح ہو کہ یہ خطاب حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو دیا تھا باوجودیکہ میں لائق اس کے نہ تھا تحریر فرمایا کرتے تھے چونکہ اب میں بظاہر اسباب انواع انواع امراض میں ایسا مبتلا ہوں کہ مصداق اس مصرع کا ہو گیا ہوں:

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

اور مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اٹھ گئے، اور جگہ خالی کر گئے، تو اب سوائے آپ کے حامی کار اس

خاندان عالیشان کا خلفا میں کوئی نہ رہا۔لہٰذا میں نے یہ خطاب آپ کو بایمائے غیبی پہنچادیا۔بطوع ورغبت آپ کو قبول کرنا ہوگا،اور میں نے بطیّب خاطر بلا اکراہ و جبر،ورغبت قلب یہ خطاب آپ کو ہبہ کیا،اور بخش دیا۔یہی خط اس کی سند میں باضابطہ رہے۔

فقط ابوالحسین از مارہرہ ۲۲؍محرم ۱۳۲۰ھ

چنانچہ حسب الحکم حضرت والاشان وہ فرمان مبارک محفوظ ہے۔

☆ جب اعلیٰ حضرت قبلہ نے مکہ معظمہ میں رسالہ مبارکہ **الدولة المکیه بالمادة الغیبیه** تالیف فرمایا،اور علمائے مکہ معظمہ میں اس کی شہرت ہوئی،وہاں کے معظم ومحترم جلیل القدر عالم شیخ الخطبا والائمہ،حضرت مولانا احمد ابوالخیر میر دادا نے کہلا بھیجا کہ میں بھی اس رسالہ کا مشتاق ہوں،اور خود آپ کی زبان مبارک سے سننا چاہتا ہوں،اور پاؤں کی معذوری کے سبب آنہیں سکتا۔اعلیٰ حضرت قبلہ تشریف لے گئے اور تمام رسالہ ایک جلسہ میں حضور کو سنادیا حضرت شیخ الائمہ نے کمال مدح وستائش فرمائی۔اور صدہا دعائیں دیں وقت رخصت اعلیٰ حضرت دام ظلہ مقدس نورانی عالم کی تعمیل کے لیے جن کی عمر پاک ستر برس سے متجاوز تھی ان کی قدم لینا چاہا اس پر شیخ الائمہ نے فرمایا:**انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم** میں آپ کے پاؤں چوموں میں آپ کے نعلین کو بوسہ دوں۔حق یہی ہے کہ اہل فضل کی قدر فضل والا ہی جانتا ہے:**انما یعرف ذالفضل من الناس ذوو لا** اس کا حال رسالہ مبارکہ **الاجازات المتینه لعلما بکة والمدینة** سے ظاہر ہے۔ستائیس حضرات علمانے اعلیٰ حضرت قبلہ سے سندیں لیں،اجازت حدیث حاصل کیں۔

☆ حضرت والا مولانا سیّد عبدالقادر طرابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے جناب مولانا حسین خطیب مدنی اس زمانہ میں ترکستان تشریف لے گئے تھے،وہاں سے واپس آکر اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری اور علمائے کرام کی سند لینے،اعلیٰ حضرت کی تصنیفات علمی قابلیت کا حال سنا۔مدینہ طیبہ سے خاص عزیمت فرما کر تحصیل بعض نوادر علوم مثلاً جفر زائچہ ارثماطیقی لوگارثم وغیرہ علوم کے لیے اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت میں بریلی شریف لائے،اور فرمایا کہ میں جب سفر سے واپس آیا،علمائے مدینہ میں سے جولوگ آپ سے مل چکے تھے،ان کو آپ کا کمال مداح پایا،اور جو نہ ملے تھے،ان کو افسوس کرتا پایا۔لہٰذا میں وہاں سے صرف آپ کی زیارت اور آپ سے تحصیل علوم وفنون کے لیے آیا ہوں۔یہ ۵؍صفر ۱۳۲۸ھ کا واقعہ ہے۔

☆ حضرت اقدس،شیخ علماء الحرام سیدی مولانا سیّد احمد زین دحلان قدس سرہ العزیز کے بھتیجے جناب مولانا سید عبداللہ دحلان مکی ۲۱؍جمادی الآخرہ ۱۳۲۸ھ میں تشریف لائے،اور اعلیٰ حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کی حدیث،اور دیگر علوم کی اجازتیں حاصل کیں،اور نوادر علوم کسب واستفادہ فرمایا۔

☆ حضرت سید ابراہیم حسین صاحب مدنی اس سے پہلے ۱۳۲۵ھ میں تشریف لائے،اور زمانہ دراز تک علم جعفر وتکسیر حاصل کیا۔اسی زمانہ میں حضرت حجۃ السلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فرزند دل بند عنایت فرمایا،یہ پہلے

پہلی صاحبزادے بہت آرزو وتمناؤں کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ان کے قبل سب لڑکیاں ہی تولد ہوئی تھیں،اس لیے ان کی پیدائش کے بعد بہت ہی بڑی مسرت اور خوشی تمام خاندان میں ہوئی تھی،حضرت سیّد ابراہیم حسین صاحب بطور یادگار اپنے نام ابراہیم رضا تجویز کیا،اور اعلیٰ حضرت نے پسند فرمایا تھا۔

☆ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بخاری جو حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علیگڑھ کے شاگرد رشید اور فارغ التحصیل ذی علم وقابلیت شاگرد رشید اور صاحب فضل وکمال وکشف وکرامت تھے،تحصیل علم جفر میں اپنے پیرانہ سالی میں حضرت سیّد شاہ الحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں مارہرہ شریف پہنچے۔حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ اس فن کے بہت بڑے جاننے والے مولانا احمد رضا خاں صاحب ہیں،آپ بریلی تشریف لے جائیے، اور ایک سفارشی خط میاں صاحب نے اعلیٰ حضرت کے نام بھیجا کہ میں بخاری صاحب کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں،آپ ان کو علم جفر وتکسیر کی تعلیم کیجیے۔چنانچہ تقریباً ایک سال بخاری صاحب نے بریلی شریف اقامت فرما کر ان دونوں علموں کو حاصل کیا۔اس کے بعد سنگاپور ایک عمل کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔کچھ دنوں تک خطوط آتے رہے۔بریلی شریف میں جناب ننھے میاں صاحب کے بالا خانہ قیام تھا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو دست غیب کا عمل تھا،اس قدر شاہانہ خرچ تھا کہ سمجھ سے وراتھا،کپڑے بہت نفیس اور قیمتی پہنا کرتے،چائے کا سلسلہ رات دن لگا رہتا۔سماوار ہر وقت گرم رہتا جو آتا چائے ضرور پیتا، نہ معلوم کہ کہاں سے خرچ آتا؟

☆ جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ فقیر کے ایک پیر بھائی ساکن محلّہ گڑھی جنہیں لوگ انجینئر صاحب کہا کرتے ہیں،اور اسی نام سے معروف ومشہور ہیں،ان کا کسی دور دراز مقام پر گزر ہوا،دوران قیام میں وہاں کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہاں ایک پہاڑی کی چوٹی پر کوئی درویش ہیں،مگر وہ کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے ہیں،اور اگر کوئی پہاڑ پر چڑھنے کی جرأت کرتا ہے،تو اس پر سے پتھر آنے لگتے ہیں۔انجینئر صاحب نے یہ سن کر تنبیہ کرلیا کہ میں جاؤں گا ضرور خواہ کچھ بھی ہو۔الحاصل جب انہوں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا تو واقعی پتھر لڑھکتے ہوئے آنے لگے،مگر انہوں نے مطلقاً پرواہ نہ کی،اور نظر جھکائے ہوئے چڑھتے ہی چلے گئے۔ان کا بیان ہے کہ جیوں جیوں قدم بڑھتا جاتا تھا پتھروں کی کھڑکھڑاہٹ بڑھ رہی تھی،ایسا بھی ہوا کہ ان کے برابر سے پتھ نکل گیا،مگر لگا کوئی نہیں۔بالآخر یہ اوپر پہنچ گئے،دیکھا کہ ایک فقیر صاحب گردن جھکائے بیٹھے ہیں۔یہ سامنے دیر تک خاموش کھڑے رہے،بہت دیر کے بعد فقیر صاحب نے نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔انہوں نے سلام کیا،جس کے جواب میں وعلیکم السلام فرمایا۔اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا:بابا!میرے پاس کیوں آیا ہے؟تیرا حصہ تو مولانا احمد رضا خاں صاحب کے یہاں بریلی شریف میں ہے،وہیں جا۔یہ فوراً سلام کرکے واپس چلے آئے۔

☆ سیّد ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ مکٹھ شریف پنجاب کے رہنے والے دہلی سے اپنے ایک آدمی کے ذریعہ جن کا اسم گرامی صوفی احمد دین صاحب تھا،اور لاہور کے باشندے تھے،اپنی آمد کی اطلاع دیتے ہیں،صوفی

صاحب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولا دامجاد میں ہیں، اور بہت بڑے مشہور ومعروف آدمی ہیں، نام نامی واسم گرامی حضرت پیر غلام عباس ہے۔ ہم لوگ آستانہ عالیہ پر صفائی وغیرہ کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت قبلہ اپنے ایک خادم کو صوفی صاحب کی معیت میں اسٹیشن روانہ فرماتے ہیں مگر پیر صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ دوسری بار پھر آدمی اسٹیشن جاتا ہے اور بے نیل مرام واپس آتا ہے۔ حضور نے فرمایا: ایک بار اور ہو آنا چاہیے۔ پھر ضرورت نہیں۔ چنانچہ تیسری بار میں پیر صاحب، تشریف لے آئے، جن کی اعزاز واحترام کے ساتھ میزبانی کی گئی۔ اب شدہ شدہ پیر صاحب کی آمد آمد کی خبر کیمپ میں پہنچی، اور وہاں سے پنجاب کے بکثرت مسلمان فوجی آدمیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اور جب تک قیام رہتا ہے۔ یہی کیفیت رہتی ہے، پھر تو حضور کی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے رہتے تھے۔ دوران قیام میں ایک روز پیر صاحب کی دعوت بھی کی۔ ایک روز صوفی احمد دین صاحب نے بیعت کی درخواست کی حضور نے انہیں داخل سلسلہ فرمایا۔ انہیں سے ایک روز پیر صاحب کی تشریف آوری کا سبب معلوم ہوا، اور وہ یہ تھا کہ اگرچہ پیر صاحب کے ہزاروں مرید ہیں مگر حضور سے خلافت واجازت اور تکمیل تمنا میں تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ پیر صاحب نے ایک دن تخلیہ چاہا۔ ہم سب لوگ ہٹ گئے۔ غالباً یہی مرحلہ حضور سے طے کیا گیا۔ پیر صاحب تقریباً دو ڈھائی ہفتہ مقیم رہے۔ اخیر جمعہ کی صبح کو حضور ایک بادامی پرچہ پر کچھ لکھ کر لاتے ہیں، اور پیر صاحب کو دیتے ہیں، وہ اس تحریر میز کو لے کر دیکھتے ہیں، اور کہتے ہیں: حضور میری سمجھ میں ایک حرف بھی نہیں آیا۔ حضور نے فرمایا: یہاں اندر کمرہ میں آیئے تو سمجھ میں آجائے گا۔ پیر صاحب کمرہ میں جس وقت پہنچے، حضور نے فوراً کمرہ بند کرلیا۔ میں اور برادرم قناعت علی سہ دری میں کام کرتے رہے، یہ تخلیہ کئی گھنٹوں رہا۔ کمرہ کی سب جوڑیاں کیواڑوں کی بند ہو جانے سے بالکل اندھیرا ہو گیا ہوگا۔ پھر یہ کہ اتنی دیر سے یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کوئی اس کمرہ کے اندر ہے، سکوت محض پایا گیا۔ غرض بڑی دیر میں حضور نے کواڑ کھولے، اور پیر صاحب سے یہ فرماتے ہوئے کہ اب اجازت دیجیے، جمعہ کا دن ہے، اندر تشریف لے گئے۔ بعدہ پیر صاحب اپنے پلنگ پر کھڑے ہو گئے، اور جھوم جھوم کر ہم لوگوں سے فرمانے لگے کہ آپ حضرت بڑے خوش قسمت ہیں، میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ایسے بزرگ کے آپ مرید ہیں، اور میں آپ لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں، میرے ہزاروں مرید ہیں، اور میں حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہوں، اور دنیاوی وجاہت یہ دیکھتا ہوں کہ پنجاب کا گورنر میرے سامنے پیٹ اتار کر آتا ہے، لہٰذا میرے الفاظ کو ہلکا نہ جانیے، واقعی آپ بڑے خوش نصیب ہیں۔ ان کا انداز کلام اس وقت کا یہ بتاتا تھا کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا، اس کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے، اس لیے اجمالی الفاظ پر اکتفا فرمارہے تھے۔ اس کے بعد پیر صاحب تشریف لے گئے، اور کچھ عرصہ کے بعد دو بڑے پنجروں میں کئی سو بٹیر کھانے کے لیے حضور کی خدمت میں بھیجے۔

☆ فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ ۱۲۹۵ھ میں کہ پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے ساتھ حج وزیارت کے لیے حاضر ہوئے، اور وہاں کے مشاہیر علمائے کرام کی خدمت میں ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، اور ان سے اجازت

احادیث حاصل فرمائی۔ایک دن نماز مغرب مقام میں ادا فرمائی، بعد نماز امام شافعیہ حضرت مولانا حسین بن صالح جمل اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا، اور حضرت کو لیتے ہوئے اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے، اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا: انی لاجد نور اللہ فی ھذا الجبین بے شک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں۔اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر عطا فرمائی، اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔

☆ مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی سمستی پوری کا بیان ہے کہ سمستی پور غریب خانہ پر مولانا احمد حسن صاحب کانپوری، مولانا عبیداللہ صاحب الٰہ آبادی کانپوری کا ذکر خیر ہو رہا تھا۔حاضرین میں والد ماجد مولوی جعفر علی صاحب فریدی مدظلہ کے علاوہ چند اہل علم مشائخ بھی تھے کہ کسی نے اعلیٰ حضرت کا ذکر کیا، اس پر مولوی غلام یحییٰ جو جالہ ضلع دربھنگہ کے قریب کسی دیہات کے ساکن ہیں، جس میں اہل حدیث و مغل آباد ہیں برملا کہنے لگے کہ طالب علمی کے زمانہ میں کانپور میں مولانا تھانوی آئے تھے، میں بھی حاضری دیتا رہا۔روانگی کے وقت اسٹیشن پر مولانا بریلوی کا ذکر آیا، اس پر مولانا تھانوی نے کہا کہ وہ ہندوستان کا فقیہ اعظم تھا، ان کی وفات سے فقہ کو نقصان پہنچا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ۱۹۲۸ھ میں احقر مولانا غلام یحییٰ صاحب ہزاروی سے مدرسہ الٰہیات کانپور میں ملاحسن میبذی وغیرہ پڑھ رہا تھا کہ ایک ولایتی طالب علم محمد زمان نامی ڈھابیل مدرسہ سے آ کر شرح چغمینی، حمداللہ میں شریک ہوئے۔ایک دن علمائے ہند کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ انہوں نے کہا کہ ہمارے شاہ صاحب مولانا انور شاہ کشمیری نے کہا: مولوی احمد رضا خاں صاحب ہندوستان کے بڑے عالم تھے، ان کا اخیر وقت مردہ سنت (اذان بین یدیہ خارج مسجد) کے احیا میں گزرا۔

☆ مولوی جمیل الرحمٰن صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن وہاں مدرس حرم شریف اپنی تقریظ کتاب مستطاب حسام الحرمین میں فرماتے ہیں: الذی شھدلہ علما لابلد الحرام بانہ السید الفرد الامام یہ وہ ہیں جن کے لیے مکہ معظمہ کے علمانے شہادت دی کہ وہ سردار یکتا امام ہیں۔

☆ مولانا مولوی قادر بخش صاحب سہرامی جو ایک بہت بڑے مشہور عالم اور زبردست واعظ تھے۔ایک مرتبہ بسلسلہ وعظ موضع رجہت ضلع گیا تشریف لے گئے۔یہ بستی سادات کرام کی ہے، اس بستی کے لوگ سجادہ نشینان سہرام کے رشتہ دار ہیں۔ان کی شادیاں اس وقت تک رجہت اور پچروکھی وغیرہ میں ہوا کرتی ہیں۔رجہت ہی کے رہنے والے میرے دوست مولوی سیّد شاہ غیاث الدین صاحب چشتی نظامی فخری رجہتی بہاری اور پچروکھی کے رہنے والے میرے مخلص محترم مولانا مولوی سیّد احمد عالم صاحب قادری برکاتی رضوی صدر مدرس مدرسہ قادریہ بسرام پور شیر گھاٹی ہیں۔یہاں کے باشندے پہلے سب کے سب سنی حنفی تھے۔تھوڑے دنوں سے کچھ وہابیت کا اثر ہو گیا۔اور کچھ لوگ غیر مقلد ہو گئے۔ان لوگوں کی برادری کی وجہ سے سجادہ نشین صاحب سہرام کے یہاں آمدرفت ہے، مگر اختلاف مذہب کی وجہ سے مسجد میں اعلان مذہب سے ممنوع تھے۔تاکہ اختلاف و خلفشار پیدا نہ ہو۔وہ لوگ جب آتے کمرہ ہی پر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ رجہت کے سنیوں نے مولانا قادر

بخش صاحب سہرامی کو رجہت وعظ کے لیے بلایا۔ وعظ کے بعد کھانا کھانے کے لیے بیٹھے، تو کسی نے پوچھا کہ مولانا! سنی اور وہابی کی کیا پہچان ہے؟ ایسی بات بتایئے کہ جس کو ہم لوگ بھی کر سکیں، اور اس کے ذریعہ سنی وہابی کو پہچان سکیں، کوئی بڑی علمی بات نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا: ایسا آسان عمدہ اور کھرا قاعدہ آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے اچھا ملنا مشکل ہے۔ آپ جس کسی کے بارے میں مشتبہ ہوں کہ سنی ہے یا وہابی بدمذہب؟ تو اس کے سامنے مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا تذکرہ چھیڑ دیجیے، اور اس کے چہرے کو بغور دیکھئے، اگر چہرہ پر بشاشت اور خوشی کے آثار دیکھئے، تو یقین جانیے کہ سنی ہے۔ اور اگر چہرہ پر پژمردگی اور کورت دیکھئے، تو سمجھئے کہ وہابی ہے۔ اور اگر وہابی نہیں، جب بھی اس میں کسی قسم کی بے دینی ضرور ہے۔ اس زمانہ میں لایحبہ الامؤمن ولایبغضہ الامنافق میں یہ ضمیریں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی طرف پھرتی ہیں۔

(ن، ق ۶۲۰، ۶۴۳)

☆ حضرت محدث سورتی صاحب اور اعلیٰ حضرت کے تعلقات کو دیکھ کر ایک بار حضرت محدث صاحب کے آخری تلمیذ مولانا سید محمد صاحب کچھوچوی نے پوچھا کہ آپ کو شرف بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی سے حاصل ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے، وہ کسی سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے فضل وکمال کا خطبہ آپ کی زندگی کے لیے روح کا مقام رکھتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا کہ سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے، جو میں نے مولوی اسحاق محشی بخاری سے پائی، اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مراد آباد میں نصیب ہوئی، بلکہ وہ ایمان جو مدار نجات ہے، میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا، اور میرے سینہ میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کا بسانے والا اعلیٰ حضرت ہیں۔ اسی لیے ان کے تذکرہ سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، اور ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لیے مشعل ہدایت جانتا ہوں۔

وصال شریف کی واقفیت

☆جناب سیّد ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جب حضور اعلیٰ حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ وصال فرما گئے، تو اب یہ خیال آتا ہے کہ نہ صرف ماہ صیام گزارنا کوہ بھوالی پر مقصود تھا بلکہ ہم پسماندگان کو اپنی مفارقت کا آہستہ آہستہ عادی بنانا تھا، ورنہ انہیں برسوں پہلے بخوبی روشن تھا کہ میرا کس سال، اور نہ صرف سال بلکہ کس مہینہ، اور نہ صرف مہینہ، بلکہ کس تاریخ کس روز کس وقت کس منٹ پر وصال ہوگا۔ ملاحظہ ہو سرکار کا نعتیہ دیوان مسمّٰی بہ 'حدائق بخشش' حصہ اوّل کے اخیر میں قصیدہ 'حضور جان نور' زیر عنوان 'حاضری بارگاہ بہیں جاہ' وصل دوم رنگ علمی کے دو شعر جو علی الاتصال موجود ہیں جن کے ظاہر معنی نظر انداز کرتے ہوئے تاریخ وفات ۲۵ رصفر ۱۶، سال پہلے صاف لفظوں میں فرمادی تھی۔ 'حضور جان نور' تاریخی نام ہے، اور یہ اشعار دوسرے مرتبہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ کی روانگی میں راہ میں کہے تھے۔ یہ ۱۳۲۴ھ کا واقعہ ہے وہ اشعار یہ ہیں۔

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست وچہارم صفر کی ہے
ماہ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دوپہر کی ہے

☆بعد وصال قبل تدفین کاشانہ اقدس سے حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب خلف اکبر مکتوبات رضویہ کی جلد اول لائے، اور میرے روبرو ورق گردانی فرماتے ہوئے ایک صفحہ پر توقف فرمایا۔ اس فقیر نے اور تمام حاضرین نے دیکھا کہ اس صفحہ پر حضور نے کچھ تواریخ وفات مرحومین وغیرہ کی استخراج فرمائی تھیں جن کا اندازہ ظاہر کرتے ہوئے میں اس تاریخ کو پیش کرتا ہوں جس سے میرا مقصود حاصل، وہ یہ ہے۔

۱۳۴۰ھ ویطاف علیھم بانیة من فضة واکواب۔ (مولوی وصی احمد صاحب)

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے اعداد کا شمار بقاعدہ ابجد ۱۳۴۰ھ ہوتا ہے۔ اور حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۳۳۴ھ میں ہوا ہے، اسی لیے وکو الگ کر کے تحریر فرمایا۔ یعنی یطاف علیھم بانیة من فضة واکواب۔ ان کا مادہ تاریخ ہے...... اور آیت کریمہ ویطاف علیھم ہے، جس کے اعداد ۱۳۴۰ھ ہیں۔ لہٰذا حضرت محدث سورتی صاحب کا اسم

گرامی لکھ کر محدود فرمانا، اس کو پردہ میں رکھنا ہوا، اور ظاہر ہے کہ اپنا نام تحریر فرما دینے سے انکشاف راز ہو جاتا، اس لیے حضرت محدث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی پر اکتفا فرمایا۔ جس کا صاف مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ واو چھوڑ کر پڑھنے سے محدث صاحب کی تاریخ نکلتی ہے، اور واو شامل کر لینے سے ہماری تاریخ وفات ہے یعنی چھ سال قبل اپنے وصال کی تاریخ مکتوبات شریف میں محفوظ کر دی تھی۔

جامع حالات فقیری قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ جب حضرت استاذی ملاذی محدث سورتی قدس سرہ العزیز کی وصال شریف کے بعد بنظر تعزیت پیلی بھیت حاضر ہوا، اس کی بعد بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے لیے بھی حاضری دی۔ ایک دن حضور اثنائے تذکرہ میں فرمایا کہ میں نے حضرت محدث صاحب کی تاریخ وفات آیہ کریمہ سے پائی، جس سے ان کا مرتبہ بھی معلوم ہوتا ہے، اور آیہ کریمہ حضور نے تلاوت فرمائی: **یطاف علیھم بانیة من فضة و اکواب** ۔ اسی وقت میں نے آیہ کریمہ کے اعداد جوڑے تو ۱۳۳۴ھ نکلے۔ لیکن میرے دل میں ایک کھٹک تھی جس کو کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی لیکن اعلیٰ حضرت نے اس پر مطلع ہو کر فرمایا: کیا کچھ کہنا چاہتے ہیں؟ اتنا اشارہ پا کر میں نے عرض کیا: آیہ کریمہ **ویطاف** ہے۔ اس پر تبسم فرمایا، اور ارشاد ہوا کہ پوری آیت اس بندہ خدا کی تاریخ ہوگی جس کا انتقال ۶ سال بعد ۱۳۴۰ھ میں ہوا معاً خیال آیا کہ اعلیٰ حضرت نے اس دن اپنی ہی طرف اشارہ فرمایا تھا، مگر میں سمجھ نہ سکا۔

نبیرہ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب تحریر فرماتے یں کہ وصال شریف کے بعد جب اعلیٰ حضرت کو غسل دینے کے لیے بستر سے اٹھایا گیا تو سرہانے سے ایک کاغذ برآمد ہوا جس پر سورہ دہر کی یہ آیہ کریمہ لکھی ہوئی تھی: **ویطاف علیھم بانیة من فضة و اکواب** ۔ نیچے لکھا ہوا تھا اگر اس آیت کو واو سمیت پڑھا جائے تو میرے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے، اور اگر بغیر واو کے پڑھیں تو حضرت مولانا شاہ وصی احمد سورتی کے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے۔ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کا انتقال اعلیٰ حضرت کے وصال سے ۶ رسال قبل ۱۳۳۴ھ میں ہوا تھا۔

☆ جناب ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ دوران قیام کوہ بھوالی حضور کا ایک مفاوضہ عالیہ فقیر کے نام آتا ہے، آخر میں اسم گرامی سے پہلے ارقام فرماتے ہیں: چراغ سحر بلکہ آفتاب سر کوہ...... یہ مفاوضہ عالیہ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کی روداد سال اوّل کے آخر میں شاید چھپا ہوا ہے۔

☆ کوہ بھوالی سے مراجعت ۲۴ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو ہوتی ہے۔ حضور کے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت سیّدنا شاہ آل رسول صاحب قادری برکاتی احمد مارہری قدس سرہ العزیز کے عرس شریف کا زمانہ منقضی ہو چکا تھا کہ ۱۶، ۱۷، ۱۸ رذی الحجۃ الحرام کو حضور کیا کرتے تھے، لہٰذا واپس آنے پر یہ تقریب منائی گئی، اور چونکہ نقاہت اس درجہ تھی کہ خدام کرسی پر بٹھا کر پانچوں وقت مسجد میں لے جاتے تھے، لہٰذا قل شریف کے لیے کاشانہ اقدس کے اندر ہی انتظام ہوا، اس وقت جو کلمات طیبات بطور وصایا ارشاد فرمائے وہ یہ تھے۔

وصایا کے کلمات

پیارے بھائیو! لا ادری مابقائی فیکم مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنے دن تمہارے درمان ٹھہروں؟ تین ہی وقت ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی، جوانی گئی بڑھاپا آیا، اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے، جس کا انتظار کیا جائے؟ ایک موت ہی باقی ہے۔ اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزارہ مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں میں ہوں، اور میں آپ لوگوں کو سناتا رہوں۔ مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔ اس وقت دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اللہ جل جلالہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دوسری خود میری۔ تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو، دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے غرض کتنے ہی فرقے ہوئے۔ (الیٰ آخر ما قال وافاد) وسیاتی۔

☆ آیہ کریمہ ویطاف علیهم بانية من فضة واكواب۔ بسا اوقات نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

☆ جمعہ وصال سے ماقبل جمعہ میں بروقت حاضری مسجد صاف ارشاد فرمادیا تھا کہ آج کرسی پر حاضری ہوئی ہے، آئندہ جمعہ چارپائی پر ہوں گا۔

☆ حضور کے برادرزادہ محبی مولوی حکیم حاجی محمد حسین رضا خاں صاحب قادری برکاتی نوری مدظلہ حاضر ہوتے ہیں، اور نبض کی حالت دیکھ کر پریشان ہوجاتے ہیں۔ حضور ان کے چہرے کا رنگ متغیر دیکھ کر استفسار فرماتے ہیں۔ حکیم صاحب موصوف 'کچھ نہیں' کہہ کر ٹالنا چاہتے۔ دریافت فرمایا جاتا ہے: آج کیا دن ہے؟ یہ عرض کرتے ہیں: بدھ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: بدھ، جمعرات، جمعہ، حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

☆ نصف شب گزر چکی ہے۔ حضرت پیرانی صاحبہ محترمہ خدمت میں حاضر ہیں۔ ارشاد فرمایا: کیوں بیٹھی ہو؟ جاؤ آرام کرو۔ عرض کیا: حضور! اس خیال سے کہ شاید کچھ ضرورت ہو تو حضور کو تکلیف نہ ہو۔ فرمایا: نہیں جاؤ آرام کرو۔ پھر فرمایا: آج وہ رات نہیں، جس کا انتظار ہے۔

☆ یوم وصال صبح سے تمام مراحل جائیداد وغیرہ طے فرمائے۔ ۱۲ بجکر ۲۰ منٹ پر وصایا شریف، خلف اصغر حضرت مفتی

اعظم مولانا مولوی حاجی شاہ محمد مصطفٰے رضا خاں صاحب مدظلہ العالی سے لکھوائے، اور آخر میں بحالت ہوش وحواس واللہ شہید خود ست حق پرست سے ارقام فرما کر دستخط ثبت فرمائے۔ مفصل حالات ارتحال مع وصایا وغیرہ آئندہ کسی جگہ ہدیٰ ناظرین کیے جائیں گے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اب وصایا شریف کے صرف ۲؍گھنٹے ۱۸؍منٹ باقی تھے۔ اس عرصہ میں خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی حاجی قاری محمد حامد رضا خاں صاحب نے حسب الحکم سورہ یٰسین وسورہ رعد تلاوت فرمائی۔ اس وقت بھی ہوش وحواس کا یہ عالم تھا کہ دمیان تلاوت دو ایک جگہ اعرابی غلطی کی صحت فرمائی۔ بعدہ وہ دعائیں جو سفر کے وقت پڑھنے کا معمول تھا حضور نے شروع فرمادیں۔

☆ ارشاد فرمایا: میری وجہ سے نماز جمعہ میں دیر نہ کی جائے۔

قریب وصال بڑے مولانا صاحب سے فرمایا: گھڑی میرے پاس رکھ دو۔ ممدوح نے فوراً تعمیل حکم کی۔ فرمایا: اور قریب لاؤ۔ انہوں نے اور بڑھادی۔ فرمایا: اور قریب لاؤ۔ انہوں نے اور قریب کردی۔ پھر فرمایا: اور قریب لاؤ۔ غرض بالکل بالکل نظر کے سامنے رکھوالی گئی۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ وصال شریف ۲؍بجکر ۳۸؍منٹ پر ہوا۔ گویا یہ وقت پہلے سے معلوم کرایا گیا تھا، اور ایک ایک منٹ کر کے اس کا انتظار فرمار ہے تھے، اسی لیے گھڑی بالکل مواجہہ اقدس میں رکھوالی تھی۔ اس جگہ نفع عام کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ رسالہ وصایا شریف مولفہ مولانا مولوی حسنین رضا خاں صاحب خلف اوسط برادر اوسط اعلیٰ حضرت امام اہل سنتِ گرامی جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب قدس سرہما کی پوری نقل کردوں۔ اگرچہ بعض مضامین مکرر ہو جائیں گے، مگر اس میں مضائقہ نہیں۔ والمسك ما کررته یتضوع

الحمد لله وكفى والصلوٰة والسلام على عباده الذين اصطفٰى وعلٰى آله وحزبه وابنه مدالدهر ابدا ابدا ......

بحیثیت اس کے کہ یہ رسالہ اعلیٰ حضرت کے وصایا پر مشتمل ہے، میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مکتوب وصایا کے ساتھ بعض ان ملفوظ وصایا کو بھی جمع کردوں جو زمانہ علالت میں وقتاً فوقتاً ارشاد ہوئے۔ یوں تو ان کی ہر مجلس میں ہر بیٹھنے والا نصائح کو گوش دل سے سنا، اور ان پر عمل کیا۔ افسوس اور سخت افسوس ہے کہ وہ زواہر جواہر اس درفشانی کے ساتھ ہی سلک تحریر میں نہ آسکے جو دو چار باتیں میرے خیال میں ہیں، حوالہ قلم کرتا ہوں۔ اسی اثنا کے بعض ضروری حالات بھی اضافہ کروں گا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۴؍محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو بھوالی سے واپس تشریف لائے۔ مسلمانان بریلی نے بڑا شاندار استقبال کیا۔ حضور والا کے تشریف لانے سے بریلی میں چہل پہل ہوگئی۔ بھوالی میں اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درد پہلو کا دورہ پڑ چکا تھا، اس سے ضعف شدید ہوگیا۔ وطن اور بیرونجات کے دور دراز مقامات سے مسلمان عیادت وبیعت کے لیے گروہ در گروہ آتے جاتے رہے۔ باوجود نقاہت ان کی ہر مجلس عیادت تذکرہ نصائح کا ذخیرہ ہوتی۔ ان کی کبھی کوئی مجلس سرکار

دوعالم تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر شریف سے خالی نہ گئی، مگر اس دوران علالت میں بکثرت ذکر شاہ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ فرماتے، اور خصوصیت کے ساتھ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے حسن خاتمہ کی دعا فرماتے۔ تضرع وخشیت کی یہ حالت تھی کہ اکثر احادیث رقاق ذکر فرماتے۔ خود اپنی نیز حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ اکثر اوقات فرماتے: جس کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا، اس نے سب کچھ پالیا۔ کبھی فرماتے: اگر بخش دے، اس کا فضل ہے، نہ بخشے تو اس کا عدل ہے۔

حضرت پیرومرشد سیّدنا شاہ آل رسول قدس سرہ العزیز کے عرس شریف میں جو سال بسال بتواریخ ۱۷، ۱۸، ۱۹/ ذی الحجہ الحرام ہوا کرتا تھا، مگر اس مرتبہ بوجہ علالت اعلیٰ حضرت قبلہ اوقات مقررہ پر نہ ہوسکا، بلکہ بعد واپسی حضور یہ عرس شریف ہوا۔ اس عرس میں کہ اعلیٰ حضرت کی حیات میں آخری عرس تھا، قل کے وقت لوگوں کو مکان میں طلب فرمایا۔ یہ وعظ ونصیحت کی آخری عرس تھا، قل کے وقت لوگوں کو مکان میں طلب فرمایا۔ یہ وعظ ونصیحت کی آخری صحبت تھی، اور رشد شاد کا دور۔ مولانا امجد علی صاحب نے کچھ وصایا شریف قلمبند کیے تھے، جو خود حضور نے القا فرمائے تھے۔ افسوس ہے کہ وہ کہیں کاغذات میں مل گئے کہ ان کا ابتک پتہ نہ چلا۔ روز عرس کچھ کلمات طیبات جو بطور وصایا ارشاد ہوئے، ان کی برکات سے حصہ لینے کے لیے گوش گزار ناظرین کیے جاتے ہیں۔

ملفوظ وصایا

پیارے بھائیو! لاادری مابقائی فیکم مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنے دن تمہارے اندر اور ٹھہروں۔ تین ہی وقت ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی، جوانی گئی بڑھاپا آیا۔ اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے، جس کا انتظار کیا جائے؟ ایک موت ہی باقی ہے۔ اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے، اور آپ سب لوگ ہوں، میں ہوں، اور میں آپ لوگوں کو سناتا رہوں۔ مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔ اس وقت میں دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اللہ جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور دوسری خود میری۔ تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو، دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے۔ اور ان سب سے نئے اب گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھیڑیے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں۔ حضور سے صحابہ روشن ہوئے، صحابہ سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں: یہ نور ہم سے لو۔ تمہیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت، ان کی تعظیم، اور ان کے دوستوں کی خدمت، اور ان کی تکریم، اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں ہمیشہ تمہیں یہی بتاتا رہا اور اس وقت بھی یہی عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندہ کو کھڑا کر دے گا، مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے وہ تمہیں کیا بتائے، اور تم کیا سمجھ لو؟ اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو! اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہیں آؤں گا۔ جس نے اسے سنا، اور مانا، قیامت کے دن اس کے لیے نور و نجات ہے۔ اور جس نے نہ مانا اس کے لیے ظلمت و ہلاک۔ یہ تو خدا جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں، اور جو یہاں موجود نہیں ہیں تو

حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کر دیں۔

اور دوسری میری وصیت ہے۔ آپ حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنے دی، میرے کام آپ لوگوں نے خود کیے، مجھے نہ کرنے دیے، اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے۔ مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے۔ میں نے تمام اہل سنت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کر دیے ہیں، آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگزاشت ہوئی ہو وہ سب معاف کر دیں۔ اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں، ان سے میری طرف سے معافی کرا لیں۔

ختم جلسہ کے وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر سے فتویٰ نکلتے نوے برس سے زائد ہو گئے، میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمر یہ کام کیا، جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز کو چھوڑا۔ میں نے چودہ سال کی عمر میں ان سے یہ کام لے لیا، پھر چند روز بعد امامت بھی اپنے ذمہ کر لی۔ غرض کہ میں نے اپنی صغر سنی میں کوئی باران پر نہ رہنے دیا۔ جب انہوں نے رحلت فرمائی تو مجھے چھوڑا، اور اب میں تم تین کو چھوڑتا ہوں۔ تم (حضرت حجۃ الاسلام) ہو، مصطفےٰ رضا ہیں، تمہارا بھائی حسنین ہے۔ سب مل کر کام کرو گے تو خدا کے فضل سے کر سکو گے، اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔

اس کے بعد اپنے پسماندوں کے حق میں خدمت دین و ترقی علم کی دعا فرمائی کہ اے اللہ! تو ان ناتوان ہاتھوں کی لاج رکھ لے، جو ہمیشہ تیرے ہی آگے پھیلے ہیں۔

ان مبارک وصایا نے مجمع پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ لوگوں کا اس روز بلک بلک کر رونا عمر بھر یاد رہے گا۔ کچھ اس روز ہی اپنی رحلت کی تصریح نہ فرمائی، بلکہ اس کے بعد سے یوم وصال تک لگا تار خبریں اپنے وفات شریف کی دیں، اور ایسے وثوق سے کہ گویا منٹ منٹ کی خبر ہے۔ میں نے تو تمام واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ میں یہ کہنے کے لیے بالکل مجبور ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز جو تفرد و امتیاز دور جدید کے علمائے ظاہر میں رکھتے تھے، وہی علو و برتری انہیں طبقہ اولیا میں بھی حاصل تھی۔ ان کثیر اخبار میں سے بعض حوالہ قلم کرتا ہوں۔

اخبار ارتحال

رمضان ۱۳۲۹ھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ بھوالی تشریف رکھتے تھے، اس وجہ سے کہ فرائض الٰہیہ کی عظمت اعلیٰ حضرت کا قلب ایسا محسوس کرتا تھا، جو اولیائے کاملین کا مخصوص حصہ ہے۔ گونا گوں امراض اور فراواں ضعف سے یہ طاقت نہ رکھتے تھے کہ موسم گرما میں روزہ رکھ سکیں، اس لیے آپ نے اپنے حق میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے، وہاں روزہ رکھ لینا ممکن ہے، تو روزہ رکھنے کے لیے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہوگیا۔ اسی فتویٰ کی بنا پر متعدد سال سے حضور اخیر شعبان کو وہ بھوالی تشریف لے جاتے تھے، اور رمضان کے روزے پورے فرما کر عید کا چاند دیکھتے ہی بریلی تشریف لے آیا کرتے، اور نماز عید الفطر بریلی شریف اپنی مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس سال بھی حضور ماہِ مبارک رمضان شریف میں کوہ بھوالی تشریف رکھتے تھے، اور آپ کی سنجھلی صاحب زادی مرحومہ بغرض علاج نینی تال میں مقیم تھیں، یہ کم وبیش تین برس علیل تھیں، اور ایسی سخت کہ بارہا مایوسی ہوچکی تھی۔ جب نماز عید پڑھانے کے لیے اس سال نینی تال تشریف لانا ہوا تو صاحبزادی صاحبہ نے اشتدادِ مرض کی کیفیت عرض کی۔ سنا اور چلتے وقت فرمایا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا داغ نہ دیکھوں گا' حالانکہ وہ بہت زیادہ بیمار تھیں' اور حضور والا کے بعد صرف ۲۷ ہی روز زندہ رہیں۔ ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۴۰ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ نے ان مرحومہ کی تاریخ وصال فی البدیہہ یہ کہی: رحمۃ اللّٰہ علیہا رحمۃ واسعۃ

وصال شریف سے دو روز قبل چہار شنبہ کو بڑی شدت سے لرزہ ہوا۔ جناب بھائی حکیم حسین رضا خان صاحب کو نبض دکھائی، بھائی صاحب قبلہ کو نبض نہ ملی۔ دریافت فرمایا: نبض کی کیا حالت ہے؟ انہوں نے گھبراہٹ اور پریشانی میں عرض کردیا: ضعف کے سبب نہیں ملتی۔ اس پر دریافت فرمایا: آج کیا روز ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: چہار شنبہ ہے۔ ارشاد فرمایا: جمعہ پرسوں، یہ فرما کر دیر تک حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل پڑھتے رہے۔

میں اس وقت حاضر تھا، کہنے والے نے میرے دل میں فوراً کہہ دیا کہ امام اہل سنت جمعہ کو ہم میں رہنے والے نہیں۔ شب پنجشنبہ میں اہل بیت نے چاہا کہ جاگیں، شاید کوئی ضرورت ہو، منع فرمایا۔ جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا: انشاء اللہ یہ رات وہ نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے، تم سب سو رہو۔ وصال کے روز ارشاد فرمایا: پہلے جمعہ میں کرسی پر جانا ہوا، آج چارپائی

پر جمعہ ہوگا۔ پھر فرمایا: میری وجہ سے نماز جمعہ میں تاخیر نہ کرنا۔

عالی جناب چودھری عبدالحمید خاں صاحب رئیس سہاور مصنف کنز الآخرۃ جو اعلیٰ حضرت کے عقیدت کیش مخلص ہیں، وصال شریف سے کچھ قبل ملنے کے لیے تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حکیم عابد علی خاں صاحب کوثر سیتاپور کے ایک پرانے طبیب ہیں، صحیح العقیدہ سنی اور فقیر دوست ہیں، میرے خیال سے انہیں بلالیا جائے۔ ارشاد فرمایا کہ انسان آخر وقت تک تدبیر نہیں چھوڑتا، اور یہ نہیں سمجھتا کہ اب تدبیر کا وقت نہیں رہا۔

جمعہ کے روز کچھ تناول نہ فرمایا۔ بھائی حکیم حسین رضا خان صاحب حاضر خدمت تھے، اعلیٰ حضرت قبلہ کو خشک ڈکار آئی، ارشاد فرمایا: خیال رہے معدہ خالی ہے، ڈکار خشک آئی ہے...... اس پر بھی احتیاطاً وصال سے کچھ قبل چوکی پر تشریف لے گئے۔

جمعہ کے روز صبح سے سفر آخرت کی تیاریاں ہوتی رہیں جائیداد کے متعلق وقف نامہ تکمیل فرمایا۔ جائیداد کی چوتھائی آمدنی مصرف خیر میں رکھی، باقی اپنے ورثہ پر بحصص شرعی وقف علی الاولاد فرمادی۔ پھر وصیت نامہ مرتب فرمایا، جو درج ذیل ہے......

اس جگہ یہ بات بھی ذہن نشین کرنا چاہیے کہ جب سے حضور والا کو ضعف لاحق ہوا، اور چلنے سے معذوری ہوئی، کرسی پر پنجگانہ نماز پڑھنے کو تشریف لاتے رہے، اور تمام فرائض باجماعت ہی ادا فرماتے رہے۔ اس مرتبہ بھوالی سے واپسی پر بے انتہا ضعف لاحق ہوا، تو صرف جمعہ ہی باجماعت ادا فرمایا کئے۔ حتیٰ کہ جمعۃ الوصال کے قبل والا جمعہ بھی باجماعت مسجد میں کرسی پر تشریف لے جاکر ادا فرمایا۔

مکتوب وصایا

جو وصال سے دو گھنٹہ ۱۷ منٹ قبل قلمبند کرائے، اور آخر میں درود شریف و دستخط وغیرہ خود دست اقدس سے تحریر فرمائے:

حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

☆ شروع نزع کے قریب کارڈ لفافے روپیہ پیسے کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے، جب یا حائض نہ آنے پائے، کتا مکان میں نہ آئے۔

☆ سورہ یٰسین سورہ رعد بآواز بلند پڑھا جائے۔کوئی چلا کر بات نہ کرے۔کوئی رونے والا بچہ مکان نہ آئے۔

☆ بعد قبض روح فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کردی جائیں۔بسم اللہ وعلٰی ملۃ رسول اللہ کہہ کر نزع میں نہایت سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پلایا جائے۔ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کردیے جائیں۔ پراصلا کوئی نہ روئے۔وقت نزع میرے اور اپنے لیے دعائے خیر مانگتے رہو۔کوئی کلمہ برا زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔جنازہ اٹھتے وقت خبردار کوئی آواز نہ نکلے۔

☆ غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو۔حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتاوٰی میں لکھی ہیں، خوب ازبر کرلیں تو وہ نماز پڑھائیں، ورنہ مولوی امجد علی۔

☆ جنازہ میں بلا وجہ شرعی تاخیر نہ ہو۔جنازہ کے آگے آگے پڑھیں،تو،تم پہ کروڑوں درود،اور ذریعہ قادریہ (یہ دونوں نظمیں اعلیٰ حضرت ہی کی ہیں۔پہلی نظم کا مطلع یہ ہے

کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پر کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

دوسری نظم کا مطلع یہ ہے:

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

☆ خبردار کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے، یوہیں قبر پر۔

☆ قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں۔ دہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں، پیچھے نرم مٹی کا پشتارہ بنادیں۔

☆ جب تک قبر تیار ہو: سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الااللہ واللہ اکبر اللھم ثبت عبیدك ھذابالقول الثابت بجاہ نبیك صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتے رہیں۔ اناج قبر پر نہ لے جائیں، یہیں تقسیم کردیں، وہاں بہت غل ہوتا ہے، اور قبروں کی بے حرمتی۔

☆ بعد تیاری قبر سرہانے الم تا مفلحون۔ پائنتی آمن الرسول تا آخر سورہ پڑھیں۔ اور سات بار بآواز بلند حامد رضا خاں اذان کہیں۔ پھر سب واپس آئیں۔ اور ملقن میرے مواجہہ میں کھڑے ہوکر تین بار تلقین کریں، پیچھے ہٹ کر۔ پھر اعزا احبا چلے جائیں۔ اور ڈیڑھ گھنٹہ میرے مواجہہ میں درود شریف ایسی آواز سے پڑھتے رہیں کہ میں سنوں۔ پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کرکے چلے آئیں۔ اور اگر تکلیف گوارہ ہوسکے، تو تین شبانہ روز کامل پہرے کے ساتھ دو عزیز یا دوست مواجہہ میں قرآن شریف و درود شریف ایسی آواز سے بلاوقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نئے مکان میں دل لگ جائے۔(۱)

☆ کفن پر کوئی دوشالا یا قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو، کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

☆ فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقرا کو دیں، اور وہ بھی اعزاز وخاطرداری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر۔ غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ان ابرار میں سے تھے جو آیہ کریمہ وفی اموالھم حق للسائل والمحروم کے مصداق میں حضور والا کو مدت العمر غربا سے محبت رہی ان کی امداد واعانت فرماتے رہے، اور وقت وصال بھی انہیں کا خیال ہے کہ اپنے مرغوب کھانے انہیں پہنچتے رہیں، شان کریم یہ ہے۔

☆ اعزا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیا سے بھی کچھ بھیج دیا کریں:
دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو...... مرغ بریانی...... مرغ پلاؤ...... خواہ بکری کا شامی کباب...... پراٹھے...... بالائی...... فیرنی...... اردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم...... گوشت بھری کچوریاں...... سیب کا پانی...... انار کا پانی...... سوڈے کی بوتل...... دودھ کا برف۔

اگر روزانہ ایک چیز ہو یوں کرو، یا جیسے مناسب جانو، مگر بطیب خاطر، میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو۔

(دودھ کا برف دوبارہ پھر بتایا۔ چھوٹے مولانا نے عرض کیا: اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں۔ فرمایا: پھر لکھو۔ انشاء اللہ مجھے میرا رب سب سے پہلے برف ہی عطا کرے گا...... اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب وقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے۔)

☆ ننھے میاں سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خاں کے ہیں، میں نے تحقیق کیا سب غلط ہیں، اور وہ جو احکام بے اصل۔ یہ شرعی مسئلہ کہتا ہوں، نہ رو ورعایت سے۔ ان کی غلط فہمی ہے۔ ان پر ان کی اطاعت ومحبت واجب ہے، اور ان پر بھی ان

سے محبت وشفقت لازم۔ جو اس کے خلاف کرے گا، اس سے میری روح ناراض ہوگی۔

☆ رضا حسین، حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو، اور میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ والسلام...... دستخط فقیر احمد رضا قادری غفرلہ، بقلم خود بحالت صحت حواس۔ واللہ شهيد وله الحمد وصلى الله تعالىٰ وبارك وسلم علىٰ شفيع المذنبين وآله الطيبين وصحبه المكرمين وحزبه الى ابدالابدين والحمد لله رب العالمين ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ روز جمعہ مبارکہ ۱۲ر بجکر ۲۱ر منٹ پر یہ قیمتی وصایا قلمبند ہوئے۔ (یہ درود آخری درود اور یہ حمد پچھلی حمد ہے، اور یہ تحریر آخری تحریر ہے جو حضور پُرنور اعلیٰ حضرت نے اپنی آخر عمر شریف میں تحریر فرمایا، اس کے بعد پھر کچھ نہ تحریر فرمایا۔)

تواریخ وصال

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ قدس سرہ العزیز کے انتقال پر ملال کی خبر نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند حرمین طیبین، مصروشام (اور) بیروت کے اخباروں میں بھی (چھپی) اس حادثہ ارتحال کی خبریں نہایت ہی حسرت وافسوس کے ساتھ شائع (ہوئیں) اخباروں میں بکثرت مضامین اس قسم کے لکھے گئے۔ اگر ان سب کو جمع کیا جائے، تو مستقل کتاب ہو جائے۔ میں صرف اخبار دبدبہ سکندری ریاست رام پور جلد ۵۸ سے ان کو نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

دبدبہ سکندری، جلد ۵۸ نمبر ۹، ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۱ء

عالم بے بدل وامام اہل سنت کی وفات

۱۳ ھ ۴۰

اس حادثہ کو لکھتے ہوئے قلم تھراتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ نہ صرف بریلی بلکہ تمام ہندوستان کے ایک زبردست عالم بے بدل اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہر مولانا مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی بریلوی نے ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ راکتوبر ۱۹۲۱ء یوم جمعہ کو ۲ ربجے انتقال فرمایا۔ مرحوم ایک عرصہ سے علیل وکمزور رہتے آتے تھے۔ یہ افسوس ناک خبر شہر میں برقی رو کی طرح پھیل گئی، اور جس نے سنا اس پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا، اور جوق در جوق مسلمان آستانہ رضویہ پر آکر جمع ہونے لگے۔ اس روز مسلمانوں میں ایک سناٹے کا عالم تھا۔ ۲۶ رصفر کو دن کے ۴ ربجے مسجد رضوی کے پہلو میں مطبع والا جو مکان تھا، اس میں دفن کیے گئے۔ نماز جنازہ خلائق کے ازدحام کے باعث عیدگاہ کے وسیع میدان میں شاندار طریقے سے پڑھی گئی۔ اور اس طرح یہ غیر معمولی ہستی ہمیشہ کے لیے ہم سے پردہ فرما گئی۔ اس حادثہ پر مسلمان بہت روئیں گے، کیوں کہ اعلیٰ حضرت کی ذات والاصفات، دین کے لیے سپر تھی، اور معاندین اہل سنت کے، اس صادق جانباز عاشق رسول کے سامنے

چراغ گل تھے۔ دنیائے سنیت کے اس بڑے حادثہ میں ہم کو ان کے صاحبزادہ گان، سعید جناب مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ حامد رضا خاں صاحب قادری، اور جناب مولانا مفتی شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب قادری، وعلیہا جنابہ محترمہ اور صاحبزادیوں اور دیگر اعزہ سے غیر معمولی ہمدردی ہے... مفصل ہم آئندہ لکھیں گے، اور امید کرتے ہیں کہ بعض خصوصی احوال سے صاحبزادگانِ گرامی قدر مشرف فرمائیں گے۔

دبدبہ سکندری نمبر ۱۰، ۷ر نومبر ۱۹۲۱

جہان مرگیا

موت العالم موت العالم

ازارکین جماعت رضائے مصطفےٰ محلہ سوداگران بریلی

۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء یوم جمعہ کے روز ۲ر بجکر ۳۸ر منٹ پر اسلام کے پیشوائے اعظم، مقتدائے فضلائے عالم، مائۃ حاضرہ کے مجدد، ملت طاہرہ کے موید، اعلیٰ حضرت جلیل المرتبت مولانا مفتی حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہ نے ذکر الٰہی کے ساتھ عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مسلمانان عالم کے قلوب بے چین ہیں۔ بریلی میں گھر گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے، جابجا سے افاضل واماثل دین جمال کے دیوانے ہو کر دوڑے، اور ۲۶ر صفر کی صبح کو ۹ر بجے کے بعد اس امام اسلام کا جنازہ اٹھا، آدمیوں کی وہ کثرت تھی کہ سوائے عیدگاہ کے کسی اور مقام میں نماز جنازہ کا ادا کرنا ممکن نہ معلوم ہوا۔ وسیع سڑکوں اور بلندیوں پر چڑھ کر دیکھنے سے جہاں تک نظر جاسکتی تھی، انبوہ ہی انبوہ نظر آتے تھے۔ ایک بجے عیدگاہ پہنچے، اور بعد نماز ظہر حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم نے بعد تلقین ترکیب نماز جنازہ اور تکبیر سوم کے بعد وہ ادعیہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتاویٰ مبارکہ میں تحریر فرمائیں، اور معمولہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھیں، حسب وصیت پڑھیں۔ مقتدیوں کو بعد دعا کے آہستہ آہستہ آمین آمین کہنے کی ہدایت فرمادی تھی۔ پھر وہاں اسی شان وشوکت کے ساتھ واپس ہوئے۔ جنازہ کے سامنے نعت خوانی درود شریف پڑھتے ہوئے محلّہ سوداگران لائے، اور حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے مکان میں اسی سرالٰہی، اور ودیعت ربانی نے پردہ فرمایا۔ قریب مغرب دفن سے فراغ ہوا، اور ابھی تک شیدائیان صادق العقیدہ کے غول کے غول مرقد اقدس کا (بمعنیٰ لغوی) طواف کررہے ہیں۔

دبدبہ سکندری، نمبر ۱۰، ۷ نومبر ۱۹۲۱ء

سرکار اعظم اجمیر شریف میں اعلیٰ حضرت کی فاتحہ سوم

از سید غلام علی صاحب خادم درگاہ اجمیر شریف

۲۵ ر صفر مطابق ۲۸ ر اکتوبر یوم جمعہ کو بوقت شب سیّد حسین علی صاحب ولد سید صدیق علی صاحب وکیل جناب نواب صاحب بہادر والی ریاست جاورہ وخادم درگاہ معلیٰ سرکار اعظم اجمیر شریف کے نام ایک تار مرسلہ حضرت قبلہ مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلی سے آیا۔ جس میں تحریر تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا وصال ہوگیا، اس حادثہ ہوشربا کو معلوم کر کے تمام مریدین ومعتقدین کو جو اور جتنا رنج والم ہوا، اس کا حال تو عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے۔ اس حادثہ کی سب احباب کو اطلاع دی گئی اور سیّد حسین علی صاحب نے فاتحہ سوم کا انتظام کیا۔ اور اوّل بروز اتوار ۲۷ ر صفر کو آستانہ عالیہ حضور خواجہ خواجگان سرکار اعظم خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ جنوب واقع دالان نواب ارکاٹ بعد نماز صبح قرآن خوانی ہوئی، جس میں چند صاحبزادگان، وچند مدرسین اور طلبائے مدرسہ معینیہ عثمانیہ ومدرسین معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول شریک رہے، اس کے بعد ڈھائی بجے موافق قاعدہ صاحبزادگان درگاہ معلیٰ ختم فاتحہ سوم کے واسطے شرقی دروازہ صحن درگاہ معلیٰ میں آ کر ختم کیا گیا اس وقت علاوہ صاحبان مذکور کے حضرت جناب میر سیّد نثار احمد صاحب قبلہ متولی درگاہ اور چند اشخاص مدرسہ حنفیہ صوفی ویتامیٰ اجمیر شریف بہ تعداد کثیر شریک تھے، بعد ختم تبرک تقسیم ہوا۔ اور اس طرح اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحہ سوم سرکار اعظم اجمیر شریف میں کی گئی۔

اخبار مخبر عالم مراد آباد

انتقال پرملال مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی

اجل لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے
بہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے

بریلی کے ایک تار سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا مرحوم سنی حنفی علما میں ایک غیر معمولی قابلیت ولیاقت کے عالم تھے، جن کی تصانیف کثیرہ سے نہ فقط ہندوستان بلکہ ممالک غیر بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس خبر وحشت اثر نے افسوس کی جا بجا صف ماتم بچھادی۔ چنانچہ مراد آباد سے بھی مولوی نعیم الدین صاحب اور بہت سے حضرات جو آپ کے شاگردان اور مریدین میں ہیں،

فوراً بریلی روانہ ہو گئے جن کے آنے پر مفصل حالات معلوم ہوں گے، کل ہی کی بات ہے کہ مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام سے ایک چٹھی جعلی اخبار میں چھپ چکی، جس کی فوراً تردید ہوئی تھی، اور امید تھی کہ اس افتراپردازی کا کیا گل کھلے کہ یکا یک یہ خبر آ گئی۔ مولانا مرحوم کے بے وقت انتقال سے قوم کو ایک غیر معمولی صدمہ ونقصان برداشت کرنا پڑا کیوں کہ آپ ہی کے نقش قدم پر آپ کے سچے جانشین چلیں گے، اور ان مفید علمی ومذہبی اشاعتوں کا باب بند نہ ہوگا۔ اخیر میں مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور ان کے پسماندگان سے اظہار افسوس وہمدردی کرتے ہیں۔ (بحوالہ دبدبہ سکندری نمبر ۱۰، ۷؍نومبر ۱۹۲۱ء بعنوان اقتباسات، اخباری دنیا میں فاضل بریلوی کا ماتم۔)

روزانہ اخبار بریلی

نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا
فقط ایک نام نکوئی رہے گا

سچ ہے اس عالم ناپائدار میں بجز ذات باری تعالیٰ باقی سب فانی: کل نفس ذائقة الموت کے مصداق سب ہی کو ذائقہ موت چکھنا پڑے گا، مگر بعض انسانی ہستیاں ایسی داعی اجل کو لبیک کہتی ہیں جن سے پسماندگان کی چشم پرنم اور دل ہمیشہ متاسف رہا کرتا ہے، اور رہ رہ کر عدم کو سدھارنے والے کی یاد آیا کرتی ہے۔ بریلی میں بھی ایک نہایت المناک حادثہ گزرا ہے، جس نے بھی اس حادثہ روح فرسا کو سنا، اس پر کوہ الم ٹوٹ پڑا ہے۔ آہ وہ حادثہ جاں گداز کیا ہے؟ یہ لکھتے ہوئے قلم تھراتا ہے، تاہم نہایت مختصر پیرایہ میں یہ تاسف انگیز خبر شائع کی جاتی ہے کہ بریلی کے مشہور زبردست عالم فاضل مجدد مائۃ حاضرہ عالی جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب نے کل بروز جمعہ سہ پہر ایک طویل علالت شدیدہ کے بعد وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج تجہیز وتکفین عمل میں آنے کے بعد اعلیٰ حضرت مرحوم مغفور بعد از فراغت نماز سوداگری محلہ متصل مسجد ایک مقام پر دفن کیے گئے۔

(بحوالہ دبدبہ سکندری نمبر ۱۰، ۷؍نومبر ۱۹۲۱ء بعنوان اقتباسات، اخباری دنیا میں فاضل بریلوی کا ماتم۔)

دبدبہ سکندری نمبر ۱۱، ۱۲ صالف

وہی دھوم ان کی ہے ماشاء اللہ

الاان اولیا اللہ لا یموتون

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

اللہ اللہ جولوگ محبوب حقیقی کی محبت میں فنا ہو جاتے ہیں، پھر ان کی حیات جاودانی ہے، انہیں موت نہیں آتی۔ الاان اولیا اللہ لا یموتون انہیں تو ان کے محبوب جمیل سے وصال میسر ہوتا ہے، اس لیے وہ موت کی تمنا کیا کرتے ہیں: ان زعمتم أنکم أولیاء اللہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ان کی موت حقیقۃ ان کے وصلا الی الحبیب کا نام ہے۔ سبحان اللہ

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
یہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

انہیں میں ہیں امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ حضور پرنور مرشد برحق سیّدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جب تک دنیا میں قیام فرمایا کوئی وقت کوئی ساعت، کوئی آن، کوئی لحہ حمایت دین سے خالی نہ چھوڑا، اپنے پیارے آقا حضور پرنور سیّدنا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا میں غرق رہے، غیر کی طرف التفات نہ کیا، خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

انہیں مانا انہیں جانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اللہ اکبر ۲۵ر صفر یوم جمعہ مبارکہ ۱۳۴۰ھ کو ۱۲ بجکر ۲۱ر منٹ پر قبض روح شریف سے صرف دو گھنٹے ۱۷ر منٹ پیشتر جو وصایائے مبارکہ قلمبند کرائے، ان کے مطالعہ سے اس کا بین ثبوت ملتا ہے کہ جو ایسا متبع سنت پابند شریعت ہے اپنی زندگی میں کیا حال ہوگا اس کی اتباع شریعت و پابندی شریعت کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے یہ وہی وصایا شریف ہیں جو اس میں کتاب مذکور ہیں۔ وصال سے تھوڑی دیر پیشتر فرمایا: تصویریں ہٹاؤ مجدد ملت کیگھر تصویر کا کیا کام فرمایا روپے پیسے کارڈ لفافے ان سب پر تصاویر ہیں انہیں ہٹاؤ تعمیل ارشاد کی گئی یہ غایت احتیاط و نہایت تقویٰ تھا پھر فرمایا بیٹھے کیا ہو یٰسین شریف پڑھو حضرت شاہزادہ اعظم مولانا حامد رضا خاں صاحب مدظلہم العالی نے وضو کر کے یٰسین شریف پڑھی پھر سورہ رعد شریف سنائی ایک آیت صاف سننے میں نہ آئی دوبارہ پڑھوایا ایک جگہ سبقت لسان سے عملوا کا عملوا نکل گیا بتایا گیا اعملوا جب ختم ہوگئی تو ہو دعائیں پڑھنا شروع فرمائیں جو سفر کے وقت تمام و کمال وہ دعائیں پڑھیں من جملہ ان پیارے الفاظ کے یہ بھی ہیں۔ اللھم اطولنا بعدہ اللھم ارزقنا سعدہ اے اللہ اس سفر کی درازی کو ہمارے لیے مختصر فرما دے اے اللہ اس سفر میں ہمیں کامیابی عطا فرمایا اللہ اکبر جب سینے پر دم آیا اس وقت کلمہ طیبہ پڑھا جب ہمارے آقا مولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بولنے کی طاقت نہ رہی اس وقت بھی لبہائے مبارک جنباں تھے کان لگا کر سنا تو اللہ اللہ فرما رہے تھے یہاں تک کہ ہر سانس میں اللہ نکلتا تھا اسی طرح اپنے محبوب حقیقی کا ذکر کرتے ہوئے اس دار فنا سے دار بقا تشریف لے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصلی اللہ علیہ وبارك وسلم بہت مخلصین کو تار دیے گئے جس جس مسلمان کو خبر ہوئی کوہ غم اس کے دل پر ٹوٹ پڑا اور کیوں نہ ہو کہ آج وہ خورشید جہاں

تاب مصطفائی افق قرب میں غروب ہوا جس کی پیاری روشنی سے اہل سنت کے دل منور آنکھیں روشن جگر ٹھنڈے جانیں سیراب تھیں جس کے روئے منور میں ایمان والوں کو جمال بغداد کے جلوے ملتے تھے جس کے چہرۂ انور میں حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نظر آتی تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کیوں نہ ہو خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **من صافح عالما فکانما صافحنی** جس نے کسی عالم سے مصافحہ کیا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا جس کی خوشبو سے گلشن اسلام مہک رہا تھا جس کے نور سے بزم شریعت جھلک رہی تھی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا دوسرے روز شنبہ کو ۱۰ بجے غسل شریف عمل میں آیا ہر بات مطابق سنت وموافق ارشاد حضور ہوئی باوجود اس قدر دیر گزرنے کے جسم شریف نہایت نرم ونازک ہی تھا پائے اقدس کو مس کرنے والوں کا بیان ہے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ریشمیں باریک کپڑوں کی تہ کر دی گئی ہے اور کیوں نہ ہو وہ سچے نائب ووارث تھے۔اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نہیں مس کیا میں نے کسی ریشمی کپڑے یا دیبا کو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کف اقدس سے زیادہ نرم ہو۔ راوہ البخاری فی صحیحہ

تو اس وصف کریم کا پرتو بھی ہمارے مرشد برحق آقا ومولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کامل تھا بعد غسل وکفن جنازہ شریف تیار ہوا، اللہ اکبر

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے

اطراف وجوانب حتیٰ کہ پیلی بھیت مراد آباد رامپور علی گڑھ شاہ جہاں پور اور دیپور مبواڑ وغیرہ مقامات کے حضرات اہل سنت آ گئے تھے ایک عالم تھا عشاق کا تخمینہ گیارہ ہزار آدمیوں کا کیا جاتا ہے جنازہ مبارکہ کے آگے آگے یہ سلام موافق وصیت پڑھا جا رہا تھا

کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پر کروڑوں درود

اللہ اکبر یا رسول اللہ یا غوث الوریٰ کے نعروں سے گلی کوچے گونج رہے تھے یہ کرامت جلیلہ آنکھوں سے دیکھی گئی کہ کل جو لوگ اس رہنمائے دین کی مخالفت پر کمر بستہ تھے آج اس نائب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سر نیاز خم کرنا پڑا بہت کوشش کندھا دینے میں کی جب میسر نہ ہوا اپنی ٹوپیاں ہی جنازہ سے مس کر کے چومتے اور سر پر رکھتے تھے: **الفضل ماشھدت بہ الاعداء** حق وہ ہے جو باطل پرستوں سے اپنا کلمہ پڑھوا چھوڑے۔اسی شان وشوکت کے ساتھ جنازہ عیدگاہ پہنچا نماز جنازہ ہوئی پھر اسی شان وشوکت کے ساتھ جنازہ واپس ہوا مسجد شریف کی جانب شمال محلہ سوداگران میں جو حضرت شہزادہ اعظم مدظلہ العالی کی مکان مبارک ہے قربان اس تقدیر کے جو اس مجدد ملت حبیب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا آرام گاہ بنا بعد دفن وصایا کی تعمیل ہوئی ڈیڑھ گھنٹہ مواجہہ شریف میں صلاۃ رضویہ کا حلقہ رہا پھر تین شبانہ روز علی الاتصال مواجہہ شریف میں تلاوت قرآن مجید جاری رہی اب تک حضرت کے شیدائی وسچے فدائی دیار وامصار سے برابر شد رحال کر کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر طواف

مزار بڑے شوق وذوق سے استفاضہ خیرات و برکات کررہے ہیں ہر پنجشنبہ کو مواجہہ شریف میں مجلس میلاد شریف نعت خوانہ ونعرہائے اللہ اکبرو یارسول اللہ کا شوراور ہجوم عاشقان ہوتا ہے ہر جمعہ کو موجہہ اقدس میں حلقہ درود شریف ہوتا ہے۔

دبدبہ سندری نمبر ۱۱،۱۲،اص ۱۱

ریاست اودے پور میواڑ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کا ماتم

ازمکرمی جناب قاضی یعقوب محمد صاحب جوائنٹ سیکریٹری مدرسہ اسلامیہ اودے پور

اعلیٰ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ کے حادثہ انتقال پرملال سے یہاں کے تمام مسلمان اور تمام اراکین انجمن تعلیم الاسلام مدرسہ اسلامیہ گزشتہ اتوار کو مسجد ہاتھی پول میں جمع ہوئے ،اور ایصال ثواب کے لیے چار قرآن مجید ختم کیے گئے۔جس کے بعد مخدومی مکرمی جناب مولانا مولوی محمد عبدالکریم صاحب قادری نقشبندی چتوڑی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ اودے پور نے اپنی فاضلانہ اور پراثر تقریر میں اعلیٰ حضرت صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے حالات طیبات اوران کی دینی خدمات اور ان کے ملی جذبات بیان کیے جس کو سن کر تمام حاضرین جلسہ گریاں ونالاں تھے اور نہایت درجہ رنج وغم کا اظہا کررہے تھے۔آخر میں اس دعا پر اختتام جلسہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مغفرت فرماکر جناب عالیہ عطا فرمائے اوران کے اعزہ واحبا کوان کے حادثہ وفات پر صبر وشکر کی توفیق بخشے اور حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ حامد رضا خاں قبلہ سجادہ نشین اعلیٰ حضرت کو ہم تشنگان علوم شریعت وطریقت کے سروں پر تادیر فیض بخش رکھے جن کی ذات بابرکات سے تمام متوسلین آستانہ رضویہ کی دینی امیدیں قدرت نے وابستہ کردی ہیں اراکین مدرسہ اسلامیہ خاص طور سے اسلامی دنیا کے اس اہم حادثہ میں خاندان والا دودمان سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔

دبدبہ سکندری نمبر ۱۴

وفات حسرت آیات

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ

اور جماعت اہل سنت جبل پور کی مصیبت زدہ دلوں پر نا قابل برداشت غموں کا تلاطم عظیم

ازاراکین جماعت خدام اہل سنت جبل پور،مرسلہ ناظم جماعت

جبل پور پر ۱۳۴۰ھ آتا ہے،اور کچھ ایسے قہر وجلال کبریائی کی بجلیاں چمکاتا ہوا آتا ہے کہ توفیق الٰہی شامل حال نہ ہوتو

سنبھلنا دشوار ہو جائے۔ ابتدائے محرم سے طاعون کی حکومت شروع ہوئی، اور ایسے زوروں پر کہ الامان! موت کا بازار گرم تھا، اور ایام مصیبت رواں کہ صفر کے عشرہ اولیٰ میں حضرت عیدالاسلام مولانا شاہ عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے پوتے محمد لعان الحق، جن کے لیے ہمارے پرارمان دل ایک مدت سے دست بدعا تھے، اور جن کی پیدائش پر حضور پرنور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نام مذکور تجویز فرما کر اپنی جانب سے اظہار مسرت میں شیرینی تقسیم کرنے کے لیے ایک معقول رقم عطا فرمائی تھی، وہ آٹھ ماہ کی عمر میں ہماری مدتوں کے بھرے ہوئے مگر نکلنے کے امیدوار تمناؤں، اور موانوں کو تڑپتا چھوڑ کر آغوش رحمت میں جا بسے۔ اور حضرت قبلہ مدظلہ العالی کی پوتی حضرت لعان میاں کی بڑی ہمشیرہ چھ برس، اور حضرت کے بھتیجے عبدالقیوم پندرہ برس کی عمر میں لعان میاں سے چند گھنٹے پیشتر انتقال کر چکے تھے، اور تینوں جنازوں کی حسرت ناک روانگی کے منظر نے ہمارے غمزدہ دلوں پر ایسی مصیبتوں کا اضافہ کر دیا تھا جو شاید ایک مدت تک ہمارے دلوں سے نکالے نہ نکلتے۔ ایسی حالت اور وقت میں کہ حضرت عیدالاسلام مدظلہ کے صاحبزادہ ذوالقدر استاذ نا المحترم مولانا عبدالباقی محمد برہان الحق صاحب بخار شدید میں مبتلا ہیں۔ اور بھی بعض اعزہ بیماری کے سبب حضرت قبلہ مدظلہ نہایت پریشان ہیں۔ کہ یکا یک جمعہ کو شب کے ۹ ربجے تار پہنچتا ہے، جو فی الواقع اہل سنت کی موت کی خبر دیتا ہے، اور حضور اقدس امام اہل سنت کی وفات کی خبر ہم غم نصیبوں کے حسرت زدہ، مصیبت کشیدہ دلوں کی رہی سہی جان نکال لیتی ہے۔ اور جو کچھ دلی تمنائیں تھیں، سب خاک میں مل جاتیں ہیں۔ اس غم جانکاہ کے سامنے تمام غم ساری فکریں ہیچ ہو گئیں۔ حضرت قبلہ مدظلہ کی بے خودی کی یہ کیفیت کہ فرزندار جمند شدت بخار میں بے ہوش اور بالکل بے خبر مگر یہاں حضرت نے روانگی کی تیاری مکمل فرمالی، اور موانع موجودہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، بریلی شریف جانے کے لیے قطعی آمادہ ہو گئے، حالانکہ ریل کا وقت گزر چکا تھا مگر بے خودی میں اس کی بھی خبر نہ تھی۔ یہ بھی تامل نہ فرمایا کہ اگر روانہ ہوں بھی تو پہنچیں گے کب؟ مگر صرف ریل کے وقت کا گزر جانا ہی ایک ایسا مانع قوی تھا، جس نے روک دیا...... بروز سنیچر بعد ظہر جامع مسجد کوتوالی میں بڑے اہتمام کے ساتھ قرآن خوانی شروع ہوئی، اور عصر کے آخری وقت میں قل کے بعد فاتحہ ہوئی۔ سات قرآن عظیم ختم ہوئے، اور اسی جلسہ میں مولانا برہان میاں صاحب نے باوجود بخار وضعف کے حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے وہ مبارک صحیفے پڑھ کر سنائے جو مولانا اور حضرت قبلہ کے نام بچوں کی تعزیت میں تشریف لائے تھے، اور یہی آخری صحیفے تھے۔ مجلس مبارک میں کوئی فرد نہ تھا جس کی آنکھیں اشک بار نہ ہوں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہاں جس وقت قل وفاتحہ ہوئی، وہی وقت حضور پرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کا تھا۔ الحمدللہ! یہی ہم وابستگان دامن اہل سنت جبل پور پر خاص توجہ والطاف روحانی کی مبارک علامت ہے۔ اس کے بعد متواتر تین دن تک بعد نماز فجر مسجد ارمنی، مسجد پھوٹا تال، مسجد خانساماں مرحوم گڑھا پھاٹک میں، اور دوسرے ہفتہ میں سنیچر کو مسجد مومنان مدار ٹیکری، اور تیسرے ہفتہ میں سنیچر کو مسجد بھان تلیا میں قرآن خوانی اور فاتحہ ہوئی اور اس طرح ہم حلقہ بگوشانِ سلسلہ مبارکہ قادریہ رضویہ سلامیہ نے اپنی نیاز کیشی، غلامی، عقیدت مندی کا اظہار کر کے اپنی عاقبت کے مبارک وسیلے کو مضبوط کر لیا۔ اگر چہ وہ ذات اطہر

ہم گنہگاروں سے اس بات کی محتاج نہ تھی۔ ثبتنا اللہ تعالیٰ وسائر المسلمین علی الصراط المستقیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ محمد والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین وعلینا معھم وبھم آمین

شہر پٹنہ عظیم آباد میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا جلسہ تعزیت وختم ایصال ثواب

۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ روز جمعہ کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے وصال پر ملال کا تار بریلی شریف سے مدرسہ کے پتہ پر میرے نام آیا، جو شب کو یہاں پہنچا۔ اس وقت تعمیل نہ ہوسکا، دوسرے دن ۲۶؍صفر روز شنبہ کو جب میں مدرسہ پہنچا، وہ تار مجھے ملا، جس میں لکھا تھا: اعلیٰ حضرت ڈائڈ اعلیٰ حضرت نے انتقال کیا۔ لیکن چونکہ وہ زمانہ گاندھویوں کے شر انگیزیوں کا تھا، جھوٹے مضمون چھاپ دینا ان کے نزدیک کوئی بات نہ تھی۔ تو پریشان کرنے کو ایک تار دے دینا کیا بعید تھا؟ اس لیے مجھے اس کا بالکل یقین نہ ہوا، کیوں کہ کچھ ہی دن پہلے ان لوگوں نے شاہزادہ اکبر کے نام سے ایک اعلان اخبار ''الخلیل'' بجنور میں شائع کرایا تھا کہ وہ اپنے والد ماجد صاحب کے طریقے کو غلط جانتے ہیں، اور اس سے توبہ ورجوع کرتے ہیں وغیرہ ذالک۔ مگر اس کی عبارت ایسی لچر اور ذلیل تھی کہ جو شخص بریلی شریف کی تحریرات پڑھے ہوئے، رسال وتصنیفات دیکھے ہوئے ہے، وہ اولین نگاہ میں سمجھ سکتا ہے کہ یہ تحریر بریلی والوں کی ہرگز نہیں، چہ جائیکہ صاحب زادگان کرام میں سے کسی کی ہو۔ چنانچہ اس پرچہ کو لیے ہوئے ایک صاحب میرے پاس پہنچے، اور کہا کہ مولانا! اب آپ بھی توبہ کرکے ہم لوگوں میں شامل ہوجایئے۔ دیکھیے! خان صاحب کے صاحبزادے نے اپنے والد کے عقائد وخیالات سے توبہ ورجوع کیا ہے۔ یہ ۲۰؍اکتوبر کا ''الخلیل'' بجنور دیکھیے۔ میں نے شروع سے اخیر تک اس مضمون کو پڑھا۔ سطر سطر بلکہ لفظ لفظ ببانگ دہل کہہ رہا تھا کہ یہ مضمون ہرگز شاہزادہ اکبر کا نہیں۔ جب میں پڑھ چکا تو وہ بولے کہیے آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کہ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ یہ مضمون ہرگز صاحبزادہ کا نہیں ہے، کسی نے گڑھ کر ان کی طرف منسوب کردیا ہے۔ باپ کے خلاف بیٹا رائے قائم کرسکتا ہے، بلکہ خود اپنے سابق خیال کو غلط سمجھ کر اس سے علیحدہ ہوسکتا ہے، مگر یہ ناممکن ہے کہ خلافت کمیٹی میں آنے کے ساتھ ہی قابل شخص ناقابل ہوجائے۔ بہترین لکھنے والا، بچوں جیسی عبارت لکھنے لگے۔ آپ چونکہ بریلی کی طرز تحریر سے واقف نہیں، اس لیے اس کو سچ سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن ایک میں کیا، بریلی کا کوئی تعلیم یافتہ ایک سرسری نگاہ کے بعد ہی حضرت صاحبزادہ صاحب کی تحریر قرار نہیں دے سکتا۔ ان لوگوں کی تحریر کا ڈھنگ ہی دوسرا ہوتا ہے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد اخبار دبدبہ سکندری نمبر ۹ر مورخہ ۳۱؍اکتوبر میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اس کارڈ شائع ہوا، جس کی نقل حسب ذیل ہے۔

جعلی خط والوں پر خدا کی لعنت

یہ خط اخبار ''الخلیل''، مطبوع ۲۰؍اکتوبر ۱۹۱۲ء میں میرے نام سے توبہ ورجعت کا شائع ہوا، اس کی نسبت اس سے بہتر کیا کہہ سکتا ہوں جو قرآن کریم نے تعلیم فرمایا کہ لعنۃ اللہ علی الکذبین واحد قہار اور اس کے حبیب مالک مختار اور اس کے جملہ

انبیائے اطہار، اور تمام ملائکہ ابرارعلیٰ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی ہزار در ہزار بے شمار لعنتیں اس خبیث کذاب، ذریت شیطان، بچہ ابلیس پر، جس نے میری طرف یہ ملعون جعلی خط بنایا، اور شائع کرایا۔ اگر اس کے لیے واقعیت ہے تو کذابین وملاعنہ وہ اصل خط پیش کریں، ورنہ لعنت الٰہی کے گہرے گڑھے میں گریں۔ بے شرم قہرزدوں نے بیش خویش یہ مولوی عبدالباری صاحب کی توبہ کا معاوضہ گڑھا ہے۔ منہ چڑھانے سے چغد انسان نہیں ہوسکتا۔ اللہ عزوجل شاہد ہے کہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ اپنے والد ماجد دامت برکاتہم العالیہ کو حقیقی، سچا، امام اہل سنت، مجدد مائۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ، ناصر سنت ظاہرہ، صاحب حجۃ قاہرہ جانتا مانتا ہوں۔ وکفی باللہ شہیدا۔ اور نہ صرف میں، بلکہ بحمدہ تعالیٰ جماعت اہل سنت عرب وعجم میں ایسا ہی جانتے مانتے ہیں۔ اور نام نہاد خلافت کہ اس کے لیڈروں کے اقرار سے حقیقۃً سوراج کمیٹی بلکہ سوراج معدوم کے وجود سے پہلے اس کی پیشگی بیٹی ہے

از ستر خلافت خر سوراج بجست — در گاندھی کیپ ترک ترک ترکست
آزاد و محمد علی و شوکت گفت — گر ترک آیند تیغ گیریم بدست

جس میں اسلام اور شرعی احکام کند چھری سے ذبح کیے گئے، اور اتباع بعض آیات کا نام دکھا کر کثیر آیات وارشادات الٰہیہ سخت بے باکی سے پامال کیے۔ جس کا نمونہ کتاب مستطاب الحجۃ الموتمنہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ اس کے لیڈروں میں سے بعض کو خالص مرتد جانتا ہوں، اور باقی کو گمراہ، یا ان گمراہوں کے پھندے میں پھنستے ہوئے جاہلان افتادہ درچاہ۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔ اللہ ورسول جانتے ہیں کہ یہ جو کچھ میں نے لکھا اسلام واحکام شریعت سے ہے، نہ انگریزوں کی طمع یا خوف یا رورعایت سے۔ اس میں جو جھوٹ کہتا ہوا، اور جو باتباع شیطان بدگمانی کریں، اور جو اہتمام رکھتے ہیں، ان سب پر غضب الٰہی ہو۔ یہ جعلی تحریر میری سخت دل آزاری اور توہین مذہبی دینی ودنیوی شدید نقصان رسانی کے لیے شائع کی گئی۔ والی اللہ المشتکیٰ فقیر حامد رضا قادری غفرلہ ۱۸ر صفر ۱۳۴۰ھ۔

جب یہ تحریر شائع ہوئی، اور وہ اخبار میرے پاس پہنچا، اس وقت میں نے ان صاحب کو لے جاکر دکھایا کہ دیکھیے، مرا کہنا سچ ہوا، حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اس کا رد شائع ہوا۔ اب اس کو پڑھیے اور اس تحریر کو اس سے ملایئے۔ کیا یہ دونوں تحریریں ایک شخص کی ہوسکتی ہیں؟ کہاں اس تحریر کی خوبی فصاحت وبلاغت، اور کہاں اس کا مہمل پن اور بطالت؟ اس کو پڑھ کر ان کو اقرار کرنا پڑا کہ جس کی یہ تحریر ہے، اس کی تحریر وہ نہیں ہوسکتی ہے۔ یہی کسی نے ضرور افترا کیا ہے۔ الغرض اس جعلی خط کا واقعہ میرے دماغ پر چھایا ہوا تھا، اس لیے میرا خیال بالکل صحیح ہوا کہ کسی نے حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب کی طرف سے یہ غلط تار میرے پاس صرف مجھ کو پریشان کرنے کے لیے بھیجا ہے، اس لیے میں نے اس وقت ایک تار حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس بھیجا کہ کیا آپ نے کوئی تار میرے نام بھیجا؟ یہ تار بھیجنے کو تو میں نے بھیج دیا، لیکن دل میں اس خبر وحشت اثر کی وجہ سے پریشانی ضرور رہی۔ دن بھر تردد و پریشانی میں گزرا، مدرسہ کے وقت تک جواب نہ آیا، تو نوکروں کو تاکید کردیا کہ جس

وقت تار آئے، فوراً میرے پاس پہنچا دینا۔ عشا کے وقت تک کچھ خبر نہ ملی۔ شب کو اسی پریشانی میں سو گیا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوا کہ مسجد میں نہایت ہی سفید صاف شفاف لباس زیب بدن فرمائے تشریف رکھتے ہیں۔ چاروں طرف لوگ حاضر ہیں، اور بدستور مسئلے مسائل پوچھ رہے ہیں۔ لیکن میں بالکل خاموش اعلیٰ حضرت کو حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں کہ خود اعلیٰ حضرت میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ مولانا! آپ اس قدر حیرت میں کیوں ہیں؟ میں نے عرض کیا: حضور! مولانا صاحب کا تار میرے پاس پہنچا کہ اعلیٰ حضرت کا وصال ہو گیا، اور میں آپ کو زندہ دیکھ رہا ہوں۔ اس پر مسکرا کر فرمایا: تو آپ نے اس تار پر یقین کر لیا؟ میں نے کہا: مجھے یقین تو نہیں ہوا، اسی لیے میں نے تار دے دیا کہ کیا آپ نے کوئی تار میرے نام بھیجا ہے؟ لیکن اس کا جواب نہ پہنچا، تو مجھے پریشانی ہوئی، اور اسی پریشانی میں حضور کو دیکھنے خود چلا آیا ہوں۔ الحمدللہ! حضور کو دیکھ کر ایسی مسرت ہوئی کہ بیان سے باہر ہے، اور اسی لیے میں مبہوت ہو کر آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ ایسا تار کیوں دیا گیا؟ اسی حالت میں آنکھ کھل گئی، تو مجھے یقین ہو گیا کہ تار سچا ہے، اس لیے کہ حضور اگرچہ برابر سفید ہی پارچہ پہنا کرتے تھے، مگر اس جوڑی کی سفیدی اور براقی دوسرے قسم کی ہے۔ رہا زندہ دیکھنا تو اس کا مصداق ہے

ان الاحباء احیاء وان ماتوا　　وانما النقل من دار الی دار

صبح کے وقت دوسرا تار یہی بریلی شریف سے آ گیا کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کی خبر صحیح ہے۔ اسی وقت مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں اس کی شہرت ہو گئی لیکن اوقات مدرسہ کی پابندی کی وجہ سے مدرسین اس وقت نہ آ سکے جب چار بجے مدرسہ میں تعطیل کی گھنٹی بجی، اس وقت پرنسپل و جملہ مدرسین مدرسہ و اکثر طلبہ میرے کمرہ میں تشریف لائے، اور اس حادثۂ جاں کاہ پر غم اور افسوس کا اظہار کیا۔ چنانچہ میری استدعا پر سب حضرات نے تین تین مرتبہ درود شریف، ایک ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، ایک ایک مرتبہ آیۃ الکرسی، تین تین مرتبہ سورہ اخلاص، پھر تین تین بار درود شریف پڑھ کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا، اور پنج شنبہ کا دن، دو ربیع الاول شریف کہ مدرسہ صرف تین گھنٹہ، اور صبح کے وقت ہوا کرتا ہے، ختم قرآن شریف کے لیے مقرر کیا گیا۔ چنانچہ پنج شنبہ کے دن پہلے ہی گھنٹے میں پھر میں نے جملہ مدرسین وطلبہ کو یاد دہانی کرا دی کہ گھنٹی ہونے کے ساتھ ہی سب حضرات نوری مسجد میں جمع ہو کر ختم قرآن شریف کر کے ایصال ثواب کریں۔ خداوند علا کا ہزار شکر ہے کہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں سات ختم قرآن شریف کے ہو گئے۔ اس کے بعد قل ہوا، اور سب لوگوں کو ایصال ثواب کے لیے شیرینی تقسیم کی گئی۔ اس کے بعد میں نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب شہزادہ اکبر سجادہ نشین اعلیٰ حضرت کی خدمت میں تعزیت کا خط لکھا۔

بحضور حضرت والا درجت زیب سجادہ علیہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ دامت فیوضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور کا تار ۲۶ ر صفر روز شنبہ کو مجھے ملا۔ مگر مجھے بالکل یقین نہ ہوا، سمجھا کہ جس طرح لوگوں نے حضور کی طرف سے جعلی خط بنا کر اخبار میں چھپوا دیا کسی نے براہ شرارت میرے پاس اس مضمون کا تار بھیج دیا ہے۔ اسی لیے دریافت

حال کے لیے میں نے تار دیا، اس کا جواب مجھے نہیں ملا تھا کہ شب میں حضور پرنور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی زیارت سے مشرف ہوا، جس سے یقین ہو گیا کہ خبر صحیح ہے۔ پھر ۲۷؍صفر روز یک شنبہ کو حضور کا دوسرا تار ملا، جس نے اس خواب کی تصدیق کر دی۔ اخباروں میں بھی پیہم وصال کی خبریں چھپ رہی ہیں۔ مگر میرا دل اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں، اور میں یقین کامل کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نے آپ اور مصطفیٰ میاں جیسا بہترین یادگار سیکڑوں لائق و فاضل شاگرد، اور پانچ چھ سو کے قریب بہترین تصنیفات چھوڑیں، اس کا ہرگز انتقال نہیں ہوا۔ لوگ لاکھ اس کے مرنے کی خبریں شائع کیا کریں، مگر وہ ہرگز نہیں مرا:

نوشیرواں نہ مرد کہ نام نکو گزاشت

ونعم من قال ؎

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضور کا سایہ ہم غلاموں کے سروں پر تادیر قائم رکھے اور رشد و ہدایت کا باڑا جس طرح اس در سے بٹتا تھا ہمیشہ بٹتا رہے اور ہم جیسے بھکاری ہمیشہ اپنی جھولیاں بھرتے رہیں۔ آمین ثم آمین۔

فقیر رضوی محمد ظفر الدین قادری غفرلہ

قطعات تاریخ ارتحال حسرت اشتمال

اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ جناب مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب قاری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ من نتائج افکار گہر بار، اکمل المتاخرین افضل المورخین عالی جناب معلی القاب شمس الشعرا آنریبل خاں بہادر نواب زادہ خواجہ محمد افضل خاں صاحب بہادر افضل رئیس اعظم ڈھاکہ دام اقبالہ

دبدبہ نمبر ۱۱، ۱۲، ص ۱۲

صد حیف شہ احمد رضا کاں بے بدل عالم کہ بود
مشہور دوراں شدرواں ازباغ عالم ارم
سال رحیل "احمد رضا خان آہ وصد حیف آہ آہ"
برصفحہ گیتی قلم فی الفور افضل زد رقم

۱۹۲۱ء

دیگر

ارتحال حضرت احمد رضا خان فقیہ
وائے مار ارنج برنج وغم و حسرت فزود
بودبست و ہشتم از اکتوبر و آدینہ ظہر
کرد مرغ روح پاکش جانب بالاصعود
زدندا "احمد رضا خانِ آہ دردا" ہاتفش
افضل خستہ چوفکر سال میلادی نمود

۱۹۲۱ء

دیگر

آن فقی دہروعالم باعمل
عابدمرتاض وزاہد بے ریا
پیشوائے مسلک دین نبی
رہنمائے راہ رع واتقا

حاجی ومفتی وقاری مولوی عارف کامل جناب احمد رضا خان

رہ گر اے عالم باقی بشد زین
سرائے بے ثبات وبے بقا
بودبست وپنجم ازماہ صفر
نیم ودو ساعت جمہ آوخا
گشت افسردہ چہ قلب مومناں
گشتہ بے رونق چہ بزم اصفیا

از ترشحہائے لطف ایزدی — ترتبش بادا منور دائما
روح قدس وحوروہم قدوسیاں — گرد شمع ترتبش پروانہا
جستمش سال ایں ندا آمدزعرش — افضلا"مقبول حق احمد رضا خاں"

۱۳۴۰ھ

دیگر

ان بزرگ احمد رضا خان باصفا — پاکباطن نیک دل نیکو سرشت
چوں ندائے ارجعی گوشش شنید — پشت پازد برسر دینائے زشت
شد بیک چشمک زدن روحش مقیم — درمیاں کوشک زرینہ خشت
چشم پرنم ازفورر نج وغم — مرغ دل از آتش فرقت برشت
"آں بزرگ احمد رضا آہ" افضلا — سال فوت ہجریش کلکم نوشت ۱۳۴۰ھ

قطعہ ذوالبحرین، ذوالقافیتین، ذوالتاریخین

از رشحات کلک گہر سلک شاعر شیریں مقال مورخ عدیم المثال علیٰ جناب سیادت مآب نواب سیّد جعفر علی خان صاحب بہادر جعفر عرف نواب پیارے صاحب بہادر رئیس اعظم شمس اعظم شمس آباد ضلع فرخ آباد دام افضالہ

خان علامہ بزرگ باخدا......وہ مولوی
مسلموں کے پیشوا اور رہنما......سرو خفی
ہاں صفر چھبیسویں جمعہ کے دن......عیسیٰ نفس
واصل حق ہو گئے احمد رضا......کیا متقی

۱۳۴۰ھ+۵۸۱=۱۹۲۱ء

دیگر

بود مسلک قادریہ مسلک ایں مقتداء — حامی وقاری فاضل یکتا بزرگ باخدا
شد از جہاں درماہ اکتوبر بست وہشتمیں — "ممدوح عالم آہ مفتی مولوی احمد رضا"

۱۹۲۱ء

قطعہ تاریخ

از حامی دین متین جناب مولوی قاضی حافظ حاجی محمد خلیل الرحمٰن صاحب حافظ وکیل وانریری مجسٹریٹ پیلی بھیت دامت

افضالہ

اُف وقت جمعہ مولوی احمد رضاخان کی وفات
تاریک ہے اہل نظر کی آنکھ میں کل کائنات

نام خداہوتی ہے ایسی بھی حیات ایسی ممات
قالب سے نکلی روح اشاروں سے ادارکرکے صلات

حادث ہے عالم حادثے ہوتے ہی رہتے ہیں یہاں
اس حادثے کانام سچا ہے اشد الحادثات

کعبہ سیہ پوش آج ہے، غمناک ہے ہرحق پرست
خوش بڑے پاپوش سے لات ومنات وسومنات

حیرت ہے کیا، ندرت ہے کیا، مدحت سرائی پراگر
ان کے لبوں کو بوسہ دیں آکر رسول کائنات

یہ گھر بھرا ہے خیر سے خوشحال ومالامال ہے
مال اس میں ہے آل اس میں ہے اس میں ابناء وبنات

یہ ہیں وہی مال وبنوں جن کہا قرآن میں
زین حیات دنیوی پھر باقیات و صالحات

یہ مال بھی یہ آل بھی قائم رہے دائم رہے
اب اس دعا کی آڑ میں لکھنا ہے تاریخ وفات

تاریخ کا جو شعر ہو مطلع بھی ہو مقطع بھی ہو
مطلب یہ ہے وہ بات کہیے جس سے نکلے کوئی بات

حافظ کو مصرع غیب سے تاریخی آیا ہے یہ بات
مال وبنون وودو ماں الباقیات الصالحات

۱۳۴۰ھ

قطعات تاریخ

از جناب میر ضامن علی صاحب مفتون الوری۔ حسب فرمائش جناب مولانا مولوی محمود الحسن صاحب قادری رضوی الوری مدرس مدرسہ اسلامیہ ریاست اودے پور

امام المسلمین احمد رضاخان
وحید الدہر فخر افتخاراں

مہ آفاق خورشید بریلی
چراغ کوشک اسلام وایماں

بہ بست وپنجم صفر المظفر
رواں گشتند سوئے باغ رجواں

بآدینہ کہ عید المسلمین ست
میسر شد وصال حور وغلماں

بود تاریک ”مرغوب محمد“
مسیحی ”ماہ عالمتاب غفراں“

”چراغ صبح گاہی“ سال سوئم
چہارم ”شیخ اعظم“ سال برخواں

چو پنجم ”فخر موجودات“ باشد
ششم ”مہرمبین خورشید تاباں“

بود ہفتم چو ”باغ نورآگیں“
”فروغ دریکتا“ ہشتمیں خواں

نہم ”مغفور جواد ست سالش
دہم ”جوش بہار باغ عرفاں“

”نہاں گردید مفتون معدن نور“
”معزز مولوی احمد رضاخان“ ۱۳۴۰ھ

دیگر

از جناب منشی بشیر حسین صاحب المتخلص بہ اختر الوری

عالم باعمل وفاضل بے ند و نظیر حیف صدحیف ہوئے کنج لحد میں پنہاں
عالم غیب سے پیدا ہوئی اختر یہ ندا سال رحلت ہے احمد رضا خاں کا ''رضی الرحماں''

۱۳۴۰ھ

دیگر

از جناب منشی محمد عبدالرحیم خاں صاحب قادری رضوی حال متوطن فیروز پور ضلع سلطان پور

اٹھا دنیا سے رضا سا کامل حیف اس غم میں ہے جینا مشکل
اے فلک تجھ سے خدا ہی سمجھے ''صفر کا چاند جمعہ داغ دل''

۱۳۴۰ھ

دیگر

جس طرف دیکھو آج ہے سنساں لوٹ کر لے گئی کہاں کو خزاں
ڈھونڈھتی تھیں جسے میرے آنکھیں نہیں اس گل کا آج کچھ بھی نشاں
گلشن دہر کرگیا خالی بلبل خوش نوا وخوش الحاں
ان کی فرقت سے دل کے ہیں ٹکڑے کیوں نہ لب ہو میرے آہ وفغاں
اب تو انصاف سے یہ کہہ دے رحیم خوش بیاں اب رضا سا کہاں

دیگر

از جناب مولوی حافظ قاضی خلیل الدین صاحب حافظ وکیل ورئیس پیلی بھیت

صد حیف وہ مقتدائے اہل سنت سب کرتے ہیں ہائے ہائے اہل سنت
حافظ نے کہا مصرعہ تاریخ وفات ''سردار پیشوائے اہل سنت''

۱۳۴۰ھ

دیگر

از نتائج فکر جناب منشی ابوالحسن صاحب جوہر انصاری رحمانی بریلوی

جناب مولوی احمد رضا خان کہ بودہ آیۃ اللہ تعالیٰ

ازیں عالم رواں شد سوئے جنت | قرب جست باللہ تعالیٰ
کسوف آمد بمہر علم وحکمت | بگویم راست واللہ تعالیٰ
چوشیدائے رضائے احمدی شد | فنا جو فی ہو اللہ تعالیٰ
پئے سال وصالش گفت جوہر | ”علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ“ ۱۳۴۰ھ

دیگر

ازنتیجہ فکر سیّد حسین صاحب داعی سکنڈ مولوی مہارانا ہائی اسکول اودے پور میواڑ

وادریغا سالک رحماں گزشت | فاضل اکمل ازیں گیہاں گزشت
رہنمائے راہ رحماں رفت حیف☆ ازسر ما افضل دوراں گزشت مولوی احمد رضا خاں قادری
شمع ملت صیقل ایماں گزشت
کردداعی فکر تاریخ وصال - | سال رحلت شد ”فروغ جاں گزشت“
۱۳۴۰ھ

قطعہ تاریخ ترحیل

من تصنیف لطیف عالی جناب محبّ الفقراء مولانا مولوی حاجی چودھری محمد عبدالحمید خاں صاحب رئیس اعظم سہاور تخلص حمید مصنف ”کنز الآخرہ“ دام فیضہ

عالی مناقب خان والا منزلت بحر العلوم | حاجی کعبہ منطقی وفلسفی کہف التقی
پابند فقہ بوحنیفہ رکن قصر اجتہاد | فخر جہاں علامہ دوراں بزرگ باخدا
آں طوطی ملک سخن آں بلبل صحنِ چمن | آں قاضی ہندوستان آں مفتی عقدہ کشا
خضر بیابان ہدی گم گشتگاں را رہنما | کشتی بہ بحر اُفتادہ را مرد خدا بُدنا خدا
ہم صوفی صافی منش ہم زیب مسند قادری | ہم خادم غوث الوریٰ ہم عاشق خیر الوریٰ
آدینہ یوم وماہ اکتوبر بہ بست وہشتمیں | واصل بحق شددربریلی شہراز حکم قضا
وقت ورودش درجناں گفتند غلمان جناں | ”جنت مکانے قبلہ دین مولوی احمد رضا“
۱۹۲۱ھ

قطعات تاریخ

ازجناب مولانا مولوی ابو یوسف محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاران ضلع سیالکوٹ دامت فیوضہ

موت العالم عدل موت العالم

۱۳۴۰ھ

وادریغا حسرتا صد حسرتا صدحسرتا
راہی ملک بقا شد مولوی احمد رضا

قامع اعناق مبتدعین وناصراہل دیں
پیشوائے اہل سنت آہ ازما شد جدا

بہر تاریخ وصالش غور کردم ساعتے
ازدلم آمدندا "مقبول حق احمد رضا"

۱۳۴۰ھ

دیگر

چوں کہ حضرت مجددوراں
طائر روح او بہ خلدپرید

بہر تاریخ سال گفت شریف
"زیب کونین دربہشت رسید"

۱۳۴۰ھ

دیگر

شیخ احمد رضایگانہ عصر
چوں ازیں دہرروئے خویش نہفت

سن رحالش بہ جواب پرشیدم
"غفرنی" سال رحلت خودگفت

۱۳۴۰ھ

دیگر

فاضل دہر حضرت اعلیٰ کر
دسوئے بہشت چوں رحلت

باسر "آ" ہ سال رحلت او
گفت ہاتف "برفت درجنت"

۱۳۴۰ھ

دیگردرنثر

درسن یک ہزاروسہ صدوچھل ہجری بحرم علوم

۱۳ ھ ۴۰

حضرت شاہ اھل صفاء خلیق نیک ذات شیخ عظما

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء ۱۹۲۱

مخدوم صافی ضمیر شمشادقدبےنظیر

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء

مصرع جات تاریخ

جامع کمالات زین زمین نہاں شد　　زبدۃ واصلین بجنت رفت
۱۳۴۰　　۱۳۴۰

رفت از دہر انجمن افروز
۱۳۴۰

دیگر

از: جناب مولانا مولوی ابوالیاس محمد امام الدین صاحب قادری رضوی کوٹلی لوہاراں

میرے قبلہ احمد رضا　　وہ وحید الدہر یکتائے زماں
ناصر ملت امام اہل دیں　　وہ مجدد پیشوائے عارفاں
ہائے دنیا سے وہ رحلت کر گئے　　ناگہاں وہ ہوگئے ہم سے نہاں
اہل سنت پر بڑا صدمہ ہوا　　ان کی فرقت میں ہیں سب نالہ کناں
بدل ان کا کوئی اب ملتا نہیں　　ہائے پھر نعم البدل ہوگا کہاں
ان کا مرنا ثلمۃ فی الدین ہے　　یہ کمی سب اہل دیں پر ہے عیاں
مصرع تاریخ ہاتف نے کہا　　داخل جنت ہوا قطب الزماں

۱۳۴۰ھ

از نتائج طبع جناب مولوی علی حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۳۴۰ھ

از نتائج طبع جناب گرامی القاب سیّد شاہ عالی حسین صاحب سبز پوش (جانشین حضرت آسی غازی پوری)

ان ذالك جزاء من تزکی

۱۳۴۰ھ

از نتائج طبع حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب

شیخ اعظم

۱۹۲۱ء

از نتائج طبع شاعر باکمال ابوالمحب مداح مصطفےٰ جناب محمد عبدالرحمٰن صاحب رضوی

تاریخ وصال بے مثال

۱۹۲۱ء

تقدیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۳۴۰ھ

کر درحلت چوں مجدد سوئے دیدار جلیل

۱۳۴۰ھ

گفت ملہم کلک زن از طرز نو باندب ورنج

۱۳۴۰ھ

بعد دوساعت بوقت جمعہ ایں گوئے حمید

۱۳۴۰ھ

سیزدہ صد چہل ہجری از صفر بابست وپنج

۱۳۴۰ھ

سگ حقیر کوئے درگاہ حمید الرحمٰن عفی عنہ

۱۳۴۰ھ

ایضاً از جناب موصوف مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب قادری رضوی بریلوی

تاریخ وفات امام عالم

۱۹۲۱ء

حامی احتشام مذہب ناصرین دین رفیع ہادی راہ ہدایت منبع فوزعظیم

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء

مخزن روزطریقت معدن ملک بیان واقف رمز حقیقت شمع زیب شمیم

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء

عارف لمعان معرفت شان قدس ماہتاب سرِگلشن آفتاب روز نیم

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء

سرشکن لامذہباں آں کا سرنجدی جنود قامع خبث قدیمہ قاطع راہ جحیم

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء

وارث سلطان جیلاں ماہ تاباں دستگیر جانشیں محبوب علی نائب نور کریم

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء

مرأت برکات وحمزہ نقشہ اچھے میاں نائب عشقی ست مارہری کہ آں قطب کریم

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء

آں معین ماجد ومرشدی احمد رضا منبع فقہ وذکاوت صاحب عقل سلیم

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء

اے ب صغر لامعہ خود بودد ہندوستاں در یکے ہم چوں نہ شد علامہ واللہ العظیم

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء

شد وصالش سیزدہ صد چہل ہجری سال خواں یوم جمعہ بست وپنجم از صفر شہر الکریم

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء

ایں بگو نام حمید الہم غیبی بگفت آں سراج جان وایمان رفت درقصر نعیم

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء

ازنتیجہ افکار سگ درگاہ قادریہ مجددیہ قدسیہ مبارکہ

۱۹۲۱ء

ابوالحب فقیر بے کمال مداح مصطفےٰ محمد حمید الرحمٰن بریلوی قادری رضوی ابن استاذ مداح الحبیب عفی عنہ

۱۹۲۱ء ۱۹۲۱ء

ازنتیجہ فکر عالی جناب نواب وزیر احمد خاں صاحب قادری نوری رضوی تلمیذ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نور باصرہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۳۴۰ھ

رنگ طلائی نور افشاں سنہ ہجری رنگ سبز برائے امتزاج سنہ فصلی

۱۳۲۹۱۳۴۰

رنگ سرخ تمسک سنہ عیسوی حروف سیاہ الیضاح سمت وبکرمی

۱۹۷۸۱۹۲۱ء

وصال قوت جاں (سبز) مولوی احمد رضا (طلائی) خان (سبز) صاحب (طلائی)

درسنہ (سرخ) یک (سیاہ) ہزار (سرخ) وسہ (سیاہ) صد (طالائی) چہل ہجری (سیاہ) بست وپنجم (سرخ) صفر یوم (طلائی) جمعہ (سرخ) وقت (سرخ) دوساعت ۳۸ دقیقہ بعد از (سیاہ) نصف النہار (سرخ) فقر (سرخ) ہ (سبز) بالا (سرخ) مرصع (سیاہ) افشانی نو (سیاہ) ا (سرخ) یجا (طلائی) دمر (سرخ) سوم (طلائی) خیال (سیاہ) فقیر (سرخ) بے کما

(سیاہ) ل (سبز) کج مج (سرخ) زباں (سبز) وزیر احمد خان (طلائی) طالب (سیاہ) اعلیٰ حضرت (سبز) بلند (سرخ) مکان (سبز) نور (سرخ) اللہ (طلائی) مرقد (سرخ)۔ (سبز)

تشریح پاکیزہ الوان اربعہ

۲۹ف ۱۳

ہر (طلائی) فقرہ جدا (سبز) جدا (سیاہ) تاریخ (سرخ) می (طلائی) دہد (سرخ) از (سبز) حروف طلائی سنہ ہجری رونماید (طلائی) واز رنگ سبز فصلی واز (سبز) لون سرخ عیسوی واز (سرخ) سیاہ گوں سمت وبکری برمی آید (سیاہ) واعلم (طلائی) ایں جملہ (سرخ) ہم بایں (سیاہ) وصف (سبز) مو (سرخ) صوف (سبز)

قطعہ تاریخ وصال

مولانا سید شاہ ابوسلمان محمد عبدالمنان صاحب مظہر قدری چشتی دامت فیوضہ

مولوی احمد رضا خاں مقتدائے سنیاں
از ہمہ اسرار قرآن و حدیث آگاہ بود
جاں نثار احمد مختار و آل پاک او
محترز از ماسوا و عاشق اللہ بود
ہادی اہل ضلال و پیرو دین مبیں
بہر گمراہاں دشت دہر خضر راہ بود
کہربائے جذب یزدانی بسوئے خودکشید
واصل حق گشت او حقا کہ حق آگاہ بود
گفت مظہر مصرعہ سال وفات آں جناب
او بجان ودل پرستار رسول اللہ بود

۱۳۴۰ھ

اخباری دنیا میں فاضل بریلوی کا مقام

اخبار روہل کھنڈ گزٹ بریلی مطبوعہ یکم نومبر ۱۹۲۱ء

سب سے بڑا حادثہ

بریلی کے لیے سب سے بڑا حادثہ اس ہفتہ کا جناب مولوی حاجی حافظ قاری احمد رضا خاں صاحب کی وفات حسرت آیات ہے جو ایک مشہور عالم تھے، اور حقیقۃ مختلف علوم میں کامل دستگاہ کی رکھتے تھے۔ ندوۃ العلماء کی مخالفت سے پہلے عام علما اہل اسلام میں مقبول نام تھے، مگر اس کاروائی سے ایک بڑا حصہ آپ سے علیحدہ ہو گیا تھا، پھر علم غیب، اور اذان کے مسئلہ نے اور بھی کشیدگیاں پیدا کر دی تھیں۔ آپ کی پر معنی جدت پسندیوں اور مخالفت و موافق اشتہار بازیوں سے دور دور آپ کی شہرت ہو چکی تھی۔

اخباری دنیا بھی اچھی طرف آپ سے واقف ہو چکی ہے۔ علاوہ پیرانہ سالی کے آپ مدت کے آپ مدت سے علیل تھے، کچھ عرصہ سے موسم گرما پہاڑ گزرنے لگا تھا، جہاں سے حالی ہی میں واپسی ہوئی تھی۔ جمعہ کے دن بعد نماز یکا یک یہ خبر شہر میں مشہور ہو گئی، مگر جنازہ دوسرے روز اٹھایا گیا، اور بعد نماز ظہر عیدگاہ میں ہزاروں آدمیوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ گئی۔ اور پھر مجمع عظیم، اور نعت خوانی کے ساتھ مکان پر لا کر دفن کیا گیا، جہاں خاص طور تینوں میونسپلٹی سے دفن کی اجازت حاصل کر لی گئی تھی۔ افسوس!

اخبار الفقیہ امرتسر مطبوعہ ۵ر نومبر ۱۹۲۱ء

جہاں مر گیا

اسی سرخی سے اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کا مراسلہ جو دبدبہ سکندری میں شائع ہو چکا ہے، اور اسی کے حوالہ سے اس کتاب میں پہلے درج ہو چکا ہے، اس کو ۵ر نومبر کی اخبار میں شائع کر کے جناب ایڈیٹر صاحب الفقیہ حسب ذیل الفاظ میں امام اہل سنت کا ماتم کرتے ہیں:

ہم نے مندرجہ بالا خط کو جس رنج سے لکھا ہے، اور اس سے جس قدر صدمہ ہمارے دل پر ہوا ہے، اس کا اظہار بذریعہ

تحریر ناممکن۔ موت العالم موت العالم ایک سچا مقولہ ہے۔ ایسے عالم حقانی کا دنیا سے اٹھ جانا در حقیقت دنیا موت ہے۔ اس پرفتن زمانہ میں جب کہ فرقہائے ضالہ، دین اسلام کو خراب کرنے کے لیے بڑی جدو جہد سے کام لے رہے ہیں، ایسے وقت میں اس سیف صارم کا فوت ہونا مذہب اسلام کو ایک نا قابل تلافی نقصان پہچانے والا ہے۔ تاہم ان کی بے شمار تصنیفات تمام گمراہیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ان کے قائم مقام ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے فرزندانِ سعید جناب مولانا مولوی حامد رضا صاحب، وجناب مولانا مولوی مصطفیٰ رضا صاحب کو ان کا صحیح جانشین بنائے، اوران کو توفیق دے کہ ان کے نقش قدم پر چل کر، اور حمایت دین متین میں سرگرم رہ کر، ماحی ضلالت ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مدارج عطا فرمائے اور پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دیوے۔ آمین۔

مذکورہ بالا خط ایسے وقت پہنچا، جب کہ ۵ر نومبر کی کاپیاں تیار ہوکر پریس میں پہنچ چکی تھیں، صرف اسی قدر درج ہوسکا، باقی انشاءاللہ آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔ معراج الدین عفی عنہ

اخبار مشرق گورکھپور مطبوعہ ۳ر نومبر ۱۹۲۱ء

موت العالم موت العالم

اسلام کی زبردست تعلیم، اور سنت نبویہ کی مستحکم تلقین، اور اشداء علی الکفار پر شدت سے عمل کرنے والے، حامی شریعت محمدیہ جناب مولانا حافظ قاری مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸ر اکتوبر کو بریلی میں رحلت فرمائی۔ دوسرے دن نماز جنازہ عیدگاہ میں اس لیے ہوئی کہ ہجوم بہت زیادہ تھا، گھر پر جگہ نہ تھی، بعد نماز جنازہ، حضرت جناب حامد رضا خاں صاحب خلف الصدق حضرت، کے مکان میں دفن کیے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اخبار علی گڑھ گزٹ مطبوعہ ۱۱ر نومبر ۱۹۲۱ء

موت العالم موت العالم

ایک عالم کی موت ایک جہان کی موت ہے، نہایت درست ارشاد ہے۔ اور اس زمانہ میں اس کا مصداق حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی رحلت سے بہتر نہیں پایا جاتا، جو ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء روز جمعہ کو پونے تین بجے سہ پہر کے قریب واقع ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم اپنے عہد کے فقید المثال فقیہ تھے، لیکن اس کے ساتھ آپ کو تفسیر، حدیث، معقول، ریاضی، فلسفہ اور ہیت وغیرہ علوم کثیرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف سیکڑوں کی تعداد میں ہیں، جن میں سے بعض ضخیم وجسیم کئی کئی جلدوں میں ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت کثیر ہے، جو عراق، عرب، ترکستان،

افغانستان وغیرہ تک میں پھیلی ہوئی ہے۔البیرونی کی کتاب قانون مسعودی جو ہیات قدیم میں ایک نایاب کتاب ہے،اس کے سمجھنے والے دنیا میں ایک ہی دو ہیں اور ان میں آپ بھی تھے۔آپ فتویٰ ہمیشہ بے لاگ،اور سیف قاطع ہوتا تھا۔کبرسنی اور امراض گوناگوں کے باعث کچھ عرصہ سے صاحب فراش چلے آتے تھے۔ضعف روز بروز بڑھتا جاتا تھا،مگر مطالعہ وتحریر کا شغل آخروقت تک جاری رہا۔بفضل خدافکر معاش سے فارغ البال تھے،اور معقول زمین داری رکھتے تھے۔حدیث شریف میں آیا ہے:ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا فینتزعه من العباد لکن یقبض العلماء حتی اذالمیبق عالما اتخذ الناس روسا جهالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا وٰاضلوا (یعنی خدائے تعالیٰ علم کو بندوں کے دلوں سے محو کر کے نہیں چھینے گا بلکہ علما کو اٹھالے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے جن سے مسئلے پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے۔تو جس طرح خود گمراہ ہیں، دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے)۔افسوس کہ مسلمان میں علماواکابر کی تعداد روز بروز کم ہورہی ہے،اور جو فرد اٹھ جاتا ہے،اپنی نظیر نہیں چھوڑتا۔مرحوم سلسلہ قادریہ میں بیعت بھی کرتے تھے،خدا ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

اخبار ذوالقرنین بدایوں مطبوعہ ۷/نومبر ۱۹۲۱ء

حضرت مولانا احمد رضاخان صاحب بریلوی عرصہ علیل تھے آخر ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ، مطابق ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۱ء جمعہ کے روز ۲/بجکر ۳۸/منٹ پر اس جید عالم باعمل نے رحلت فرمائی،فوراً آپ کے انتقال کی خبر آپ کے تلامذہ ومریدین کو جو دور دور پھیلے ہوئے ہیں،دی گئی۔۲۶/صفر کی صبح کو ۹ بجے کے بعد جنازہ اٹھا۔آدمیوں کی وہ کثرت تھی کہ سوائے عیدگاہ کے کسی اور مقام پر نماز جنازہ کا ادا کرنا ممکن معلوم نہ ہوا۔وسیع سڑکوں اور بلندیوں پر چڑھ کر دیکھنے سے جہاں تک نظر جاسکتی تھی،انبوہ ہی انبوہ نظر آتے تھے۔ایک بجے عیدگاہ پہنچے،اور بعد نماز ظہر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم نے بعد تلقین ترکیب نماز حسب وصیت نماز جنازہ اور تکبیر سوم کے بعد ادعیہ جو معمولہ مولانائے مرحوم تھیں،مقتدیوں کو بعد دعا،معمولی کے آہستہ آہستہ آمین کہنے کی ہدایت فرمائی۔پھر وہاں سے اسی شان وشوکت کے ساتھ واپسی ہوئی۔جنازہ کے سامنے نعت خوانی ودرود شریف پڑھتے ہوئے،محلّہ سوداگراں لائے،اور حضرت والا مولانا مولوی شاہ حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر مولانا مرحوم کے مکان میں سپرد خاک کیے گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون مولانا کے انتقال نے ہندوستان کے ایک بڑے شخص کی جگہ خالی کردی جس کا پرنا مشکل ہے۔آپ ہر معاملہ میں مستقل رائے رکھتے تھے۔حق کے مقابلہ آپ کسی چیز سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔واقعات حاضرہ میں آپ نے جو رائے غوروخوض کے بعد قائم کی تھی،اس کو کوئی قوت بدل نہ سکی،یہاں تک کہ مخالفین نے آپ پر طرح طرح کے ناواجب الزام لگائے،لیکن آپ اپنی اس رائے پر جس کو اپنے نزدیک حق سمجھتے تھے،آخر دم تک قائم رہے۔

منقبتیں

تصنیف لطیف محبّ الرضا حافظ محبوب علی خاں صاحب قادری رضوی

مصطفےٰ کا دلارا ہمارا رضا
غوث اعظم کا پیارا ہمارا رضا

اپنے مرشد کا پیارا ہمارا رضا
رضویوں کا ہے مولا ہمارا رضا

قادریت کا سہرا رہا جس کے سر
قادریوں کا دولہا ہمارا رضا

علما حرم جن سے بیعت ہوئے
ایسا مرشد ہے اعلیٰ ہمارا رضا

نظر آتا نہیں اب کوئی ہند میں
ہندو میں ہے وہ یکتا ہمارا رضا

رضویوں کو نہیں غم ذرا حشر میں
ہے مدد کرنے والا ہمارا رضا

جس کو سب اچھے کہتے ہیں اچھے میاں
ہے اس اچھے کا اچھا ہمارا رضا

غم نہیں حشر سے مجھ کو کچھ اے محبّ
ہے مدد کرنے والا ہمارا رضا

دیگر

تصنیف لطیف جناب مولانا محمود الحسن صاحب الوری المتخلص بہ ضیا اودے پور

از گروہ اولیا احمد رضا
تاجدار اتقیا احمد رضا

حامل علم خدا ومصطفےٰ
مخزن وبحر ہدیٰ احمد رضا

از علوم حضرت خیر الوریٰ
بود قلبت پر ضیا احمد رضا

ازفیوض دین اصحاب رسول
بہرہ ہم حاصل ترا احمد رضا

حضرت محبوب سبحان دستگیر
درد فیض خود تر احمد رضا

باعث فخر حنیفہ گشتئی
مخر اسلام ہدیٰ احمد رضا

ازمیاں نوری تو نوری گشۃ
دیگرے مثلت کجا احمد رضا

ای محی ملت اے سحبان زمان
دیگرے مثلت کجا احمد رضا

عامل سنت بنی محترم
بوزاتت یا شہا احمد رضا

درتمامی علم وفن فاضل ہدیٰ — مرحبا صد مرحبا احمد رضا
کنت کنزا مخفیا راز داں — واقف راز خدا احمد رضا
در علوم دینیہ سر آمدی — اہل الحق را پیشوا احمد رضا
یائے مقرب بارگاہ کبریا — سالک راہ خدا احمد رضا
معدن جو دو عطا مہر وکرم — مصدر حلم سخا احمد رضا
قادریاں را توبودی سرورا — باعث عز وعلا احمد رضا
اہل سنت والجماعت راتوئی — منہج راہ صفا احمد رضا
ہر کہ تابع گشت برمان تو — گشت آں تابع خدا احمد رضا
لیک آں سرچشمہ فیض وعطا — باعث رشدہد احمد رضا
وا دریغا حسرتا وا حسرتا — شدازیں دنیاجدا احمد رضا
جنت الفردوس شد اورامقام — نیز مقبول خدا احمد رضا
یاخدابرذات آں خاک جناں — راہی راہ رضا احمد رضا
رحمت باشد برولطف وکرم — بروجود سعد زا احمد رضا
از غلامانت شدہ بے کس ضیا — فخر حاصل ایں مرا احمد رضا

دیگر

از جناب مولوی صاحب موصوف

اہل حق کے پیشوا احمد رضا — رہبر صدق وصفا احمد رضا
ماحی کفر و غل بطلان وزیغ — تھے تمہیں شمس الضحیٰ احمد رضا
مصطفائی فیض تم میں تھا — بھرا تھے سراپا مرتضیٰ احمد رضا
حضرت صدیق اور فاروق کی — پوری تم میں تھی ضیا احمد رضا
مخزن اسرار یزداں غوث سے — فیض تم کو تھا ملا احمد رضا
اس زمانہ تیرہ و تاریک میں — تھے تمہیں بدر الدجیٰ احمد رضا
قادری اور سنیوں کے واسطے — صاحب جود و عطا احمد رضا
غرض عالم کے لیے تھے بے شبہ — ہادی راہِ خدا احمد رضا
جستجو میں جو کی تاریخ کی — ہادی فرشتے نے ندا احمد رضا

تم تھے مرغوب محمد بالیقین — اور محبوب خدا احمد رضا
التجا مسکین ضیا کی ہو قبول — میرے حق میں ہودعا احمد رضا
کہ خدا مجھ کو بچائے دہر میں — جملہ آفت سے سدا احمد رضا

از محبوب علی خاں صاحب لکھنوی

امام برحق احمد رضا سلام علیک — جناب نائب غوث الوریٰ سلام علیک
کبھی جو تیرا گذر ہو رضا کے روضے پر — تو عرض کرنا مرا بھی صبا سلام علیک
غلام تیرے جو ہیں ان کو کچھ نہیں ہے غم — تو ان کا حامی ہے احمد رضا سلام علیک
ستائے حشر میں گر مہر کی تپش ہم کو — چھپالے ہم کو تو زیرردا سلام علیک
جو نجدیوں نے نہ دیکھا تراجمال وکمال — تو کعبہ والوں نے دیکھا شہاسلام علیک
رہیں یہ قائم ودائم غلاموں کے سرپر — یہ جانشیں تیرے حامدرضا سلام علیک
غلام جو ہوا ان کا وہ بندہ ہے تیرا — یہ ہاتھ ہے تیرا دست عطا سلام علیک
یہ ہاتھ ان کا ترے دست جود کا نائب — ترا ہے نائب غوث الوریٰ سلام علیک
ترا ہی جلوہ ہے حامدرضا کے چہرہ میں — ترے جمال کے ہیں آئینہ سلام علیک

دعا محبّ کی ہے یارب رضائے احمد سے
کہ وقت مرگ ہو لب پر رضا سلام علیک

دیگر

از جناب حاجی قاسم حسین خان صاحب ہاشمی مصطفائی مداح الحبیب

غوث اعظم والے ہیں احمد رضا — مصطفیٰ کے پالے ہیں احمد رضا
اللہ اللہ شان اقدس سے تیری — دونوں جگ اجیالے ہیں احمد رضا
ہے تصور میں جمال مصطفےٰ — ایسی رنگت والے ہیں احمد رضا
اللہ اللہ مصطفیٰ وغوث کی — گودیوں کے پالے ہیں احمد رضا
بددعا جس نے عدو کو بھی نہ دی — ہاں وہ اللہ والے ہیں احمد رضا
اہل سنت کے دلوں کو ہے خبر — جیسے رحمت والے ہیں احمد رضا
حشر میں تجھ کو دکھادیں گے عدو — کیسی عظمت والے ہیں احمد رضا

لو خبر محشر کے غم نے کھالیا — لب پہ آہ ونالے ہیں احمد رضا
جاں لبوں پر آگئی فریاد ہے — زندگی کے لالے ہیں احمد رضا
خوش ہو قاسم دونوں عالم میں ترے — سر پہ دامن ڈالے ہیں احمد رضا

دیگر

از جناب حاجی صاحب موصوف

فیض پاتا ہے جہاں وہ آپ کی سرکار ہے — اے رضا باغ شریعت آپ سے گلزار ہے
مجھ سے بیکس کا نہیں کوئی بھی اب غمخوار ہے — اے رضا جو چشم رحمت ہو تو بیڑا پار ہے
مصطفیٰ حامی ہیں تیرے غوث ہے امداد پر — اے رضا نقصان پہچانا تجھے دشوار ہے
در پہ تیرے از گیا ہے لے کے جائے گا ضرور — دیجیے سرکار خادم مفلس ونادار ہے
ہو کرم اب رنج وغم نے ناک میں دم کردیا — خادم در کو تمہارے زندگی دشوار ہے
جو پھرا تجھ سے میرے مولا ضلالت میں پھنسا — دوجہاں میں آپ کا دشمن ذلیل وخوار ہے
پھول سونے کے بناتا یہ نچھاور کے لیے — کیا کرے سرکار خادم مفلس ونادار ہے
دشمن احمد رضا خاں کا ٹھکانہ ہے کہاں — مصطفےٰ ناراض ہیں اس سے خدا بیزار ہے
میرا بیڑا پار ہو ہی جائے گا روز شمار — میرے مولا آپ کی سیدھی نظر درکار ہے
تیرا دشمن جو ہوا دنیا میں رسوا ہو گیا — اے رضا سچا ہے تو سچا ترا سرکار ہے
وہ گھڑی آئے مبارکباد دیں یہ اولیا — دیکھے سرکار قاسم حاضر دربار ہے

دیگر

از جناب حاجی صاحب موصوف

علمیت وہ ہے کہ قائل ہے زمانہ تیرا — علما مدنی بھی پڑھتے ہیں کلمہ تیرا
دودھ کا دودھ رہا پانی کا پانی ہی ہوا — دیکھ دشمن یہیں منہ ہوگیا کالا تیرا
مل گئی اس کو اسی وقت نجات کونین — ہوگیا آج کے دن جو کوئی بندہ تیرا
جو پھرا تجھ سے پھرے اس سے خدا اور رسول — میرے آقا میرے مولا ہے وہ رتبہ تیرا
تو وہ عالم ہے نہیں جس کی زمانہ میں نظیر — ہفت کشور میں بجا کرتا ہے ڈنکا تیرا
بے ادب ہے جو تیری شان میں پائے گا — سزا حشر کے روز لیا جائے گا بدلا تیرا

انکا دشمن ہے وہی تجھ سے عداوت ہے جسے مصطفٰے کا وہی پیارا ہے جو پیارا تیرا
حشر کے دن وہ دیا جائے گا رتبہ تجھ کو خلق دیکھے گی ان آنکھوں سے تماشا تیرا
کس میں طاقت ہے اتارے ترے سر سے اس کو غوث اعظم کا ہے باندھا ہوا سہرا تیرا
تیرے صدقے میں ملا کرتی ہے منہ مانگی مراد ناز قاسم کو ہے اس پر کہ ہے بندہ تیرا

دیگر

از جناب حاجی صاحب موصوف

جب ہوئے جلوہ کناں احمد رضا خاں قادری
جگمگا اٹھا جہاں احمد رضا خاں قادری
اہل سنت کی تو آن احمد رضا خاں قادری
خسرو والا نشاں احمد رضا خاں قادری
ہم غلاموں کے سروں پر آپ کا سایہ رہے
رہبر ہندوستان احمد رضا خاں قادری
کیوں شریعت نہ بکتا ہوں کہ کس پلہ کے ہیں
آپ کے اچھے میاں احمد رضا خاں قادری
جان نثین مصطفٰی ہو دشمن اسلام کی
بند کر دی ہے زباں احمد رضا خاں قادری
ہر طرف یہ کہہ رہے ہیں اہل ایمان شوق میں
ہم بھی دیکھیں گے کہاں احمد رضا خاں قادری
یاالٰہی تاقیامت دہر میں زندہ رہیں
قاسم بے کس کی جاں احمد رضا خاں قادری

مکتوبات امام اہل سنت

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ یہ ۴۵ مکتوبات ہیں جن میں ۴۳ خاص فقیر کینام سے ہیں، اور ایک جناب خلیفہ تاج الدین صاحب دبیر انجمن نعمانیہ ہندلاہور، اور ایک بنام حامی دین وملت ماحی شرک وبدعت جناب حاجی منشی محمد لعل خاں صاحب قادری رضوی مدراسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ہے۔ لیکن ان خطوں میں بھی میرا تذکرہ ہے، ان دونوں خطوں کو بھی مجھ سے تعلق ہے، اس لیے میں نے اپنے نام کے خطوط میں ان کو بھی درج کیا۔

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم حامی سنت ماحی بدعت جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب زید کرمہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں، اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی، اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس، اور اس کے علاوہ کارافتا میں میرے معین ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئیں ہوں، سب سے یہ زائد ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا:

(۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں

(۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں

(۳) مفتی ہیں

(۴) مصنف ہیں

(۵) واعظ ہیں

(۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں

(۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں

امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے۔ اور اب ہند بلکہ عامہ بلاد میں علم، علما بلکہ عامہ مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا، اور سات صاحب بنانا چاہے، جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا، اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب ونصف النہار ہر روز وتاریخ کے لیے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے لیے بھی بناتے ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے۔ اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجیے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ ان کی جگہ مقرر کروں، اگرچہ دو عظیم کام یعنی افتا وتوقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ ابھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے۔ اسی لیے وعظ ومناظرہ بھی نہیں کر سکتے، مگر یہ وہاں گئے تو جس نے انہیں ان کاموں کا اپنے کرم سے بنا دیا ہے، ان کو بھی بنا سکتا ہے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا خاں قادری عفی عنہ

بقلم خود

۵ رشعبان المکرم ۱۳۲۸ھ

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حبیبی وولدی وقرۃ عینی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری جعلالہ کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پہلے ایک پلندہ ابانۃ المتواری وغیرہ کا آپ کو گیا تھا وہ نہ پہنچا۔ اب مدت ہوئی وقایۃ اهل السنۃ وغیرہ اشتہارات کا پلندہ بھیجا، اس کی رسید اب تک نہ آئی۔ اس کی تفتیش کیجیے کہ پلندے کہاں ضائع ہوتے ہیں؟ ایک خط آپ کو جواب مسائل میں بھیجا تھا، وہ آپ کو نہ ملا۔ رجسٹری مرسل ہو تو وہ بھی ہر شخص لے سکتا ہے، لہٰذا یہ پلندہ بیرنگ مرسل ہے۔

وہابیہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے۔ مدت سے ان کی امید تھی کہ اصول دین چھوڑ کر فرعی مسئلہ میں بحث آپڑے۔

اپنے موافق اپنا تصدیقی خط دبدبہ سکندری میں چھپ چکا ہے، مگر اس قدر کافی نہیں، رسائل ومسائل بھیجتا ہوں۔ ایک مختصر

فتویٰ اگر چہ دوہی سطر کا ہو، اپنی مہر سے اور جتنے لوگوں کی مہریں وہاں مل سکیں، فوراً فوراً ارسال کیجیے۔ پھر ایک پرچہ پر اس کے ہزار نسخے چھپوا کر دوسو یہاں اور دوسو مولانا محدث سورتی کو بھیجئے۔ طبع کے خرچ سے مطلع کیجیے کہ مرسل ہو۔ طبع سے پہلے اصل مہروں کا فتویٰ فوراً بھیج دیجیے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۳ جمادی الاولیٰ، جاں افروز روز دوشنبہ ۱۳۳۲ھ

علیٰ صاحبہا وآلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ آمین

(۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی وزینی وقرۃ عینی برادردینی ویقینی مولانا مولوی ظفر الدین صاحب جعلہ اللہ تعالیٰ

کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبارت ص ۱۳۶ تاتارخانیہ بہت عمدہ ہے۔ ایسی عبارتیں کہ اذان مکان عالی پر ہوں، کافی نہیں۔ مسئلہ اذان محدث وجنب واقامت میں اعادہ اذان واقامت کی یہ تفصیل کہ اذان کی تکرار مشروع ہے کما فی الجمعۃ۔ اس میں عبارت بحر بہت نفیس واقع ہوئی، جس سے ثابت کہ ہر دواذان جمعہ بغرض اعلام غائبین ہیں۔ اس کے مثل یا موید جو عبارات نکلیں وہ بھی لی جائیں۔ فقہ شافعی میں امام ابواسحٰق کی کتاب تنبیہ ہے۔ اس کی شرح امام ابوزکریا نووی نے فرمائی ہے، جس کا نام تحریر ہے۔ یہ متن وشرح اگر اس کتب خانہ میں ہو تو جلوس امام علی المنبر وقیام موذن للاذان کے متعلق جو کچھ اس میں ہو، نقل کر کے بھیجئے، نیز باب الاذان میں اگر کچھ لکھا ہو۔

کلکتہ میں دیابنہ کا جلسہ تھا، وہاں بھی جا کر مناظرہ کا غل کیا۔ پندرہ پندرہ ہزار روپے جمع کر دیئے ٹھہرے۔ تاروں اور خطوں پر ۱۲ روز مکالمہ رہا، مگر نہ تھانوی نے اقرار مناظرہ کیا، نہ دیابنہ جم سکے۔ حسب عادت قرار برقرار افتاد۔ حامی سنت حاجی لعل خاں صاحب سلمہ ان وقائع کی تفصیل کا رسالہ چھپوانے کو ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ماہ صفر میں رہتک ضلع پنجاب سے تھانوی صاحب نے پہلے ہی خط پر فرار کیا۔ اس کا بھی انشاء اللہ تعالیٰ رسالہ چھپے گا۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۳۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

(۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی اعزک اللہ فی الدنیاوالدین وجعلک کاسمک ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پانچ رسالے اورآپ کافتویٰ مرسل بارک اللہ فیک ولک وبک وعلیک عبارت تحریر کی زیادہ ضرورت ہے۔ نیز شرح وقایہ یانقایہ فصیح ہروی وہاں ہو،اس میں اس مسئلہ کے مظان اورمروربین المصلی کی بحث دیکھو کہ اس میں لکھا ہے یہاں قرب اضافی مراد ہے۔اوکما

قال والسلام......فقیراحمدرضا قادری عفی عنہ

ازبریلی ۸رجمادی الآخری ۱۳۳۲ھ

(۵)

ولدی الاعزمولانا مولوی محمد ظفرالدین صاحب جعل اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فتویٰ آیا اور تقسیم ہوا،اورآپ کورسید نہ لکھ سکا کہ سرکار مارہرہ مطہرہ حاضر ہوتا ہوا چھ روز میں واپس آیا؛اورصعوبت سفر وناسازی طبع سے اکیس روز معطل محض رہا۔اب مبتلائے بعض افکار ہوں،طالب دعا ہوں۔

مسودہ فتویٰ جوآپ نے بھیجا تھا اس میں مولوی دیانت حسین صاحب ومولوی مقبول احمد خان صاحب کے بھی دستخط تھے، اہل مطبوعہ میں نہیں،اس کا کیا سبب ہوا؟

مبسوط سرخی کتب خانہ میں ہوتو اس سے اس عبارت کی نقل بھیج دیجیے۔والاصطفافبینالاسطوانتین غیرمکروہ لانہ صف فی حق کل فریق وان لم یکن طویلا وتخلل الاسطوانۃ بین الصف کتخلل متاع موضوع او کفرجۃ بین رجلین وذالک لا یمنع صحۃ الاقتداء یہ عبارت یوہیں ہے یا کیا؟اس میں کیا فرق ہے،اس کا سابق ولاحق کیا ہے؟مبسوط چھپ بھی گئی ہے مگر یہاں ابھی نہیں آئی۔

اب کی بار نقشہ ماہ مبارک کا کیا انجام ہوگا؟والسلام

فقیراحمدرضا قادری عفی عنہ ۱۴رشعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

یہ خط ابھی ڈاک کو نہ بھیجا تھا کہ آپ کا نقشہ سحروافطار آیا۔

فجزاکم اللہ خیرا کثیرا

(۶)

ولدی الاعزمولانا مولوی محمد ظفر الدین جعله الله تعالیٰ کاسمه ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

سات روز سے دیہات میں آیا ہوا ہوں، آپ کا کارڈ یہاں ملا۔ مولوی دیانت حسین صاحب کے دستخط کی ضرورت تھی۔ مبسوط سرخی کی یہ عبارت طائفہ کذابیہ نے رسالہ تنسبط الآذان میں کہ انبیٹھی نے مسئلہ اذان خطبہ میں سخت جہالات فاحشہ پر لکھا، استناداً نقل کی ہے۔ ان لوگوں کا کذب بدیہی اوّلی ہے۔ آپ کسی شخص کے نام سے اسے خط بھجوایئے، بلکہ مناسب ہو تو رجسٹری کہ آپ نے فلاں رسالہ میں یہ عبارت مبسوط امام سرخی سے نقل کی۔ یہاں آپ کے بعض مخالفین کہتے ہیں کہ یہ عبارت مبسوط میں کہیں نہیں۔ لہٰذا براہ مہربانی بواپسی ڈاک اطلاع دیجیے کہ عبارت مذکورہ مبسوط کے کس کتاب وباب وفصل وجلد وصفحہ میں ہے کہ مخالفوں کو دکھا کر ساکت کیا جائے۔

مٹی مطلقاً حرام نہیں، بلکہ بقدر ضرر۔ چونا بھی اس کی جنس ہے، بقدر غیر مضر جیسا پان میں ہوتا ہے، حلال ہے۔ خاص پان کے چونہ کا جزئیہ نصاب الاحتساب میں ہے۔ کتاب یہاں پاس نہیں کہ بات کا پتہ لکھوں۔ اگر آپ کو نہ ملے تو بریلی پہنچ کر انشاء اللہ تعالیٰ عبارت مع نشان باب لکھ بھیجوں گا۔ والسلام ۲۶ر شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

مبسوط کس قیمت کو خریدی گئی، یا وہاں قلمی ہے؟

اس خط کی کاروائی باذنہ تعالیٰ جلد ہو، رجسٹری ہی مناسب ہے۔ اور اگر وہ جواب نہ دے تو مبسوط کے باب الاقامت باب مکروہات الصلوٰۃ وغیرہ ایسے استیعاب وغور سے دیکھے جائیں کہ نفی چھاپ دینے کا موقع ملے۔ اس مہمل رسالہ کا رد اگرچہ اصلاً ضروری نہیں کہ سب وہی مردودات پیش کرتے ہیں، اور ان کے رد کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ پھر بھی عوام ہر تازہ تحریر کا جواب چاہتے ہیں۔ لہٰذا باذنہ تعالیٰ کچھ ہونا بہتر ہے۔ یہ جواب اس تحقیق وطلب نقل پر موقوف ہے، لہٰذا عجلت واحتیاط کامل دونوں مطلوب ہیں۔ والسلام

اور اگر وہ پتہ دے اور عبارت نکلے تو ماسبق ومالحق بنمامہ نقل کر کے بھیجئے، اس عبارت کی حالت بہت مشتبہ ہے۔

اولاً: تو مسئلہ خلاف نصوص۔

ثانیاً: دعوی ودلیل میں تطابق نہیں، دعوی عدم کراہیت اور دلیل اقتدا کی صحت۔ لہٰذا اعتبار نہیں آتا کہ امام شمس الائمہ نے ایسا فرمایا، اور مقرر رکھا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی اعزک جعلک اللہ تعالیٰ کاسمک ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبارات تفاسیر آئیں، باقی بھی درکار ہیں۔ جمل وجلالین یہاں ہیں۔ یہ روح المعانی کیا ہے، یہ آلوسی بغدادی کون ہے؟ بظاہر کوئی نیا شخص ہے؛ اور آزادی زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہے۔ مصنف کا ترجمہ یا کتاب کا سال تصنیف لکھا ہو تو اطلاع دیجیے۔ مدارک کا کوئی حاشیہ ہو تو اس کی عبارت کی زیادہ ضرورت ہے۔

رئیسہ خاتون کے عدد ۱۳۴۲ ہیں کہ کتابت میں دو (ی) ہیں، ہمزہ کے لیے کوئی عدد نہیں، نہ اس کے عدد کبھی لیے جائیں۔ اگر مرکز یعنی واو پر ہے تو اس مرکز کے عدد لیں گے۔ جیسے رأس، رؤس، رئیس، میں ۱، ۶، ۱۰؛ اور کچھ نہیں، جیسے علماء، نساء، حبء، تبوء، جیء۔ میرے خیال میں دلارام خاتون (۱۳۳۳) آیا تھا اسی زمانہ میں، مگر کچھ پسند نہ تھا، لہٰذا آپ کو نہ لکھا۔

طالع وہ نقطہ فلک البروج ہے جو کسی وقت مطلوب میں جانب شرق اُفق حقیقی بلدی پر ہو۔ یہی زائچہ ولادت میں لیا جاتا ہے، اور یہی زائچہ سال میں بھی یہی جملہ اعمال میں۔ اور یہ معنی کہ وہ برج طالع فی الحال یا فی الاستقبال جس میں وقت مطلوب کوئی سیارہ ہو، ہرگز ہیات، زیچ، تنجیم، تکسیر، جفر وغیرہ کسی علم یا کسی ذی علم کی اصطلاح نہیں۔ یوں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی اصطلاح جو چاہے مقرر کرے، مگر وہ اسی تک محدود رہے گی، کسی علم یا فن میں ملحوظ نہیں ہوسکتی۔ طالع اگرچہ غیر متجزی ہے جیسا کہ اس کی تعریف سے ظاہر ہوا، مگر اہل تنجیم و (من) معھم اس سے وہ درجہ مراد لیتے ہیں جو وقت مطلوب افق شرقی بلدی پر ہو۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ان کے نزدیک احکام زائچہ متبدل نہیں ہوتے، جب تک درجہ طالع نہ بدلے۔ اور اس میں تین چار منٹ تک کی غلطی کا تحمل بھی ہے کہ منٹ سکنڈ سے صحیح وقت ولادت معلوم ہونا نادر ہے۔ بہرحال اس میں چار منٹ کی تخمین کے اندر از روئے محاسبہ جو نقطہ (بوقت) ولادت خاص جائے ولادت کی اُفق شرقی پر ہو، اس کو طالع کہتے ہیں۔ پھر حسب قواعد مقررہ اس سے مراکز دیگر بیوت معلوم کرتے ہیں۔ پھر تسویۃ البیت کے تین قاعدوں سے (جن میں بحسب مرکز طالع فلک البروج یا معدل النہار یا اول الموت کے بارہ حصے مساوی کیے جاتے ہیں، اور فقیر کے نزدیک بحسب دلائل مختار تقسیم اوّل السموت ہے) بیوت دوازدہ گانہ کے مبادی ومقاطع معلوم کرکے زائچہ ولادت درست کرتے ہیں۔ اب وقت مطلوب پر جو کچھ تقویم سیارات سبعہ اور رأس وذنب ہو، استخراج کرکے ہر ایک کو ان کے بیت میں رکھتے ہیں، (اور ہر کوکب کے ۴۵ ضعف ۶۶ نوموں اور اس کے مراتب سے نتیجہ حاصلہ قوت یا ضعف مع تعین مرتبہ نکالتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۱۹۵) اس کے بعد استخراج اسہام ہے۔ جس میں سہم السعادۃ وسہم الغیب ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد احکام لگنے کا وقت آتا ہے، جو محض

جہل وجزاف ہے۔قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الااللہ ۔آپ کی خوشی کے لیے استخراج طالع ومراکز بیوت وتسویۃ البیوت کر کے میں بھیج سکتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔مگر وقت ولادت کا دقیقہ ساعت اور موضع ولادت کے طول وعرض کا علم ضروری ہے،اس سے اطلاع دیجیے۔اور جب تک آپ تقویم کواکب سبعہ اس وقت خاص کے لیے استخراج کر کے مجھے بھیج دیجیے کہ اس کی جانچ کرلوں۔تقویمات نکالنے کے متعدد برہانی طریقے میرے رسالہ **مسفر المطالع فی التقویم والطالع** میں ہیں۔سہل ترین طریقہ یہ ہے کہ:

[۱] المنک میں ہر مہینہ کے خاص چہارم خانہ اوّل سے اس تاریخ آفتاب کی تقویم اور خانہ سوم سے اس کا لوگارثم بعد (کوکب) اٹھایئے،پھر ختم جداول سال للنیرین کے بعد جو خمسہ متحیرہ کی جدولیں دیتا ہے۔المنک حال میں صفحہ ۱۴۶ سے جدول عطارد ہے۔صفحہ ۱۵۴ سے جدول زہرہ،وھکذا۔اس میں تاریخ مطلوب تین اخیر خانوں سے طول (کوکب) بمرکزیت شمس،وعرض کوکب بمرکزیت شمس،ولوگارثم بعد کوکب اٹھایئے۔یہ اسی ترکیب پر لکھے ہیں۔پھر تقویم شمس پر ۶،برج بڑھا کر تقویم کوکب بمرکزیت شمس سے تفریق کیجئے،باقی کا نام زاویۃ الشمس رکھیے۔مفروق منہ کم ہوتو اس پر دور بڑھالیجئے،زاویۃ الشمس کے نصف کا ربع دور (۹۰) سے تفاضل لے کر اس کا نام محفوظ،رکھیے،محفوظ کا ظل لوگارثمی لیجیے۔

[۲] عرض کوکب بمرکزیت شمس کا جیب التمام لوگراثمی لیجیے۔پھر علویات یعنی زحل،مشتری،مریخ میں اس 'لوجم' ولو بعد کوکب میں جمع کر کے لو(۳۶) بعد شمس اس سے تفریق کیجیے؛اور سفلیات یعنی زہرہ وعطارد میں لو(۳۶) بعد شمس سے اس مجموعہ لوجم ولو بعد کوکب کو تفریق کیجیے۔بہر حال جو بچے اسے جدول ظل لوگارثمی میں مقوس کر کے قوس حاصل سے ۴۵ درجے گھٹا کر باقی کا ظل لوگارثمی لیجیے۔

[۳] اس ظل لوگارثمی میں لو(۳۶) ظل محفوظ کو جمع کر کے جدول لوگارثمی میں مقوس کیجیے۔قوس حاصل کو علویات میں محفوظ سے جمع کیجیے،اور سفلیین میں محفوظ سے تفریق۔اس حاصل یا باقی کا نام زاویۃ الارض رکھیے۔پس اگر زایۃ الشمس نص دور قف (۱۸۰) سے کم ہے(تو) تقویم شمس سے زاویۃ الارض کم کرلیجیے،ورنہ تقویم شمس وزاویۃ الارض کو جمع کرلیجیے۔یہ باقی یا حاصل تقویم کوکب اس نصف النہار مرصدی کے لیے ہوگی۔اسی طرح دوسرے نصف النہار مرصدی کی تقویم لیجیے۔جب دو نصف النہار مرصدی مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم معلوم ہوگئی،تعدیل مابین السطرین سے تقویم کوکب وقت مطلوب معلوم ہوجائے گا۔

تنبیہ:

یہ ہم نے جو دو نصف النہار مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم نکالنے کو کہا؛اور ابتداء وقت مطلوب کی تقویم لینا نہ کہا،اسے تطویل نہ سمجھا جائے۔بلکہ بہت تخفیف مؤنت اور تین فائدوں پر مشتمل ہے۔

(۱) یوں تقویم شمس ولو بعد شمس وتقویم کوکب بمرکزیت شمس،وعرض کوکب بمرکزیت شمس،ولو(بعد) کوکب بعینہا لکھے

ملیں گے، ورنہ پانچوں میں تعدیل مابین السطرین کرنی ہوگی۔

(۲) دونصف النہار مکتنف کی تقویمیں لینے سے کوکب کا ارجع واقف مستقیم ہونا معلوم ہو جائے گا۔

(۳) اس دن کے ہر منٹ کی تقویم اس سے معلوم ہو سکے گی اگر بعد کو تحقیق ہو کہ وقت ولادت اتنے منٹ آگے یا پیچھے تھا تو ادراک تقویمات کے لیے تجدید اعمال کی حاجت نہ ہوگی۔

۲ نسخے جداول ضرب کے مرسل ہیں۔ آج خاص شب عرس مبارک ہے۔ فاتحہ خوانی کیجیے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۷ر ذی الحجہ یوم الخمیس ۳۳ھ

(۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعل اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں جن امور میں ہوں، اگر آپ کو تفصیل معلوم ہو تو مجھے عدم تحریر خطوط میں معذور رکھیں گے۔ مگر آپ کی یاد دل کے ساتھ ہے۔

جو عظیم جلیل ساعت میسر ہوئی محض عطیہ الٰہی تھی، اس میں یہ نقوش تیار کیے، جو مرسل ہیں۔ والسلام

یہ نقش جلیل ہیں، ان کے مختلف شرائط تھے، اور بقدرت الٰہی اس جمعہ کو سب جمع ہو گئے، اور ان سے اور زیادہ تھے۔

قمر سعد الاخبیہ میں...... زہرہ وقمر کا قرآن ...... زہرہ شرف میں ...... مشتری بیت میں ...... زہرہ ومشتری کا قرآن ......آفتاب خاص درجہ شرف میں......دن خاص جمعہ مبارکہ کا

ان کے فوائد وبرکات عظیمہ مخلوق وخالق سب کے نزدیک عظیم وجاہت، بعونہ تعالیٰ ہر ضیق سے نجات، ہمیشہ وسعت رزق، محبت الٰہی، حیات طیبہ، قلوب خلائق میں محبت۔

ان میں دو نقشوں میں مکتوب کے نام کے اعداد بھی داخل کیے جاتے ہیں۔ وقت بہت قلیل تھا، صرف پندرہ نام اس کے لیے تجویز کیے، ان میں ایک آپ کا نام تھا، نقوش حاضر ہیں، مولیٰ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ ہر پنجشنبہ یا جمعہ کو انہیں لوبان کی دھونی دی جائے، اور اسو وقت دام، ناج، روٹی ماحضر پر حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز دے کر محتاج مسلمانوں کو دے دیا کرے۔ ان عظیم نقشوں کی قدر کی جائے کہ ایسی ساعات کا پھر اجتماع بہت بعید ہے، اور ہندوستان بھر میں پندرہ نام اس کے لیے مخصوص کیے گئے، جن میں ایک آپ ہیں۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عنہ ۴ر جمادی الآخری ۳۳ھ

(۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولدی الاعزمولانا مولوی محمد ظفرالدین صاحب جعل اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ۲۴؍دن کامل ہوئے، ایک ڈبیہ پارسل آپ کے نام بھیج چکا ہوں، اس وقت تک رسید کا منتظر ہوں۔اس سال ۹؍اپریل کوعجیب اوضاع فلکی جمع تھیں، جن سے متعدد نقوش عظیمہ کی تواریخ اسی دن جمع ہوگئیں۔آفتاب خاص درجہ شرف میں ......زہرہ شرف میں ......مشتری بیت میں، جوشرف سے بھی افضل ہے......زہرہ ومشتری کا قرآن السعدین ......زہرہ وقمر کا قرآن......قمرسعدالاخبیہ میں......اورسب سے اعظم یہ کہ دن جمعہ مبارکہ کا۔

ان ساعات میں دو نقش عظیم وجلیل آپ کے لیے لکھے، جن میں آپ کے نام کے اعداد بھی داخل تھے۔ایک کی ساعت ووقت صبح کی تھی؛ اوردوسرے کی افضل الساعات ساعت اخیرہ جمعہ۔اور بعد نماز جمعہ ایک نقش آپ کے لیے چاندی پرکندہ کرایا۔یہ تینوں نقوش معظم ایک ڈبیہ میں مع پرچہ ترکیب رکھ کر پارسل کردیئے، ڈاک خانہ کی رسید میرے پاس موجود ہے، جس میں ۲۱؍اپریل کی مہر ہے۔رسید انتظار کرتے کرتے آج خط لکھا کہ پارسل پہنچا ہوتو مطلع کیجیے، ورنہ وہاں تحقیقات کیجیے کس کے ہاتھ لگا؟ ۴؍آنہ اس پر محصول کے ٹکٹ لگادیے تھے، رجسٹری البتہ نہ کی تھی۔والسلام

فقیراحمد رضا قادری عفی عنہ ۹ جمادی الآخریٰ ۳۳ھ

(۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولدی الاعزمولانا مولوی محمد ظفرالدین صاحب جعل اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دھونی اگر ہر پنجشنبہ کو نہ ہوسکے تو ہر مہینہ ہی سہی۔نیاز تصدیق ہر ہفتہ ضرور ہے۔آیہ کریمہ والھکم الہ واحدلاالہ الا ھوالرحمٰن الرحیم میں پانچ اسمائے الٰہیہ ہیں۔الہ، واحد، ھو، رحمٰن، رحیم ان میں ہر ایک کی ساعتیں اسی دن مجتمع ہوگئی ہیں۔آپ آیت کریمہ ہی کا ورد رکھیے بے شمار اعداد۔

والسلام......

فقیراحمد رضا قادری عفی عنہ ۵؍شعبان المعظم یوم الاحد ۳۳ھ

(۱۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولدی الاعز جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طریقہ استخراج عصر میں جس قدر تسہیلیں ممکن تھیں، کر کے بھیجتا ہوں۔ جداول اوقات ایسے کاغذ پر چھپا ہے کہ چند روز میں پرزے ہوجاتا ہے۔ پانچ بار منگا چکا ہوں، ایک بار کی تو بالکل فنا ہوگئی، تین بار کی یہ ہیں۔ ان سے ایک نکل آئے گی۔ پانچویں بار کی کہ وہ بھی پرزہ ہونے کے قریب ہے، میرے پاس ہے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری ۵ شعبان المعظم یوم الاحد ۳۳ھ

وقت عصر حنفی

[۱] وقت تخمینی درجہ مطلوبہ گیرند کہ برائے بریلی واکثر بلاد قریبۃ العرض ازیں جدول کہ برائے رؤس البروج برآوردہ ایم حاصل تواں کرد۔

وقت تقریبی برج نصف النہار حقیقی،

برج			برج
سرطان	تء	نت	سرطان
اسد	ء	مط	جوزا
سنبلہ	ء	لط	ثور
میزان	ء	الح	حمل
عقرب	ء	ح	حوت
قوس	ح	مح	دلو
جدی	ح	لہ	جدی

[۲] روزے کہ تقویم شمس درالمینک نزدیک درجہ مطلوبہ بود تفاضل میل شمس درآں روز با میل روز سابق گیرند و تعدیل مابین السطرین دانند کہ دراں وقت تخمینی چہ قدر تفاضل خواہد بود؟ اگر کاستی است از میل درجہ تامہ مطلوبہ کاہند، ورنہ فزایند تا میل تخمینی نصف النہار حقیقی آں روز شود۔

[۳] ایں میل اگر مخالف جہت عرض البلد ست با عرض جمع کنند، ورنہ تفاضل گیرند کہ آں روز باشد از اں حاصل جمع یا حاصل تفریق را کاہند کہ بعد سمتی حقیقی حاجی آں وقت شد۔ ایں را بجدول ماسوئے بعد سمتی مرئی محول کنند۔

[۴] مابین بعد سمتی مرئی حاجی نصف النہار حقیقی سایہ اصلی یعنی فی الزوال آں روز بگیرند۔ یعنی بعد مذکورا از جدول ظل اصلی نہ لگارثمی ظل بردارند۔ وبرآں دو مرفوع افزایند کہ سایہ وقت عصر شد۔

[۵] سایۂ مذکور را در جدول ظل اوّل اصلی مقوس کنند۔ قوس حاصل را در جدول ما بہ بعد سمتی حقیقی ردّ کنند و برآں وقت افزایند، بعد سمتی حقیقی مرکزی شمس وقت عصر باشد۔ بہ تقدیر بودن شمس وقت عصر در درجہ مطلوبہ بتکمیل دروے

اسد	ء	مط	جوزا
سنبلہ	ء	لط	ثور
میزان	ء	الح	حمل
عقرب	ء	ح	حوت
قوس	ح	مح	دلو
جدی	ح	لہ	جدی

[٦] روزے کہ تقویم شمس در المینک نزدیک درجہ مطلوبہ بود تفاضل میل شمس در آں روز با میل روز سابق گیرند و تعدیل مابین السطرین دانند کہ دراں وقت تخمینی چہ قدر تفاضل خواہد بود؟ اگر کاستی است از میل درجہ تامہ مطلوبہ کاہند، ورنہ فزایند تا میل تخمینی نصف النہار حقیقی آں روز شود۔

[۳] ایں میل اگر مخالف جہت عرض البلد ست با عرض جمع کنند، ورنہ تفاضل گیرند کہ آں روز بعد سمتی مرکزی حقیقی شمس وقت نصف النہار حقیقی شد۔ نیم قطر شمس کہ آں روز باشد ازاں حاصل جمع یا حاصل تفریق را کاہند کہ بعد سمتی حقیقی حاجی آں وقت شد۔ ایں را بجدول ماسوئے بعد سمتی مرئی محول کنند۔

[۴] مابین بعد سمتی مرئی حاجی نصف النہار حقیقی سایہ اصلی یعنی فی الزوال آں روز بگیرند۔ یعنی بعد مذکورا از جدول ظل اوّل اصلی نہ لگورثمی ظل بردارند۔ وبرآں دو مرفوع افزایند کہ سایہ وقت عصر شد۔

[۵] سایۂ مذکور را در جدول ظل اوّل اصلی مقوس کنند۔ قوس حاصل را در جدول ما بہ بعد سمتی حقیقی رد کنند و برآں نیم قطر آں وقت افزایند، بعد سمتی حقیقی مرکزی شمس وقت عصر باشد۔ بہ تقدیر بودن شمس وقت عصر در درجہ مطلوبہ بتکمیل دروے اعمال توقیت اجرا کنند۔ یعنی میل درجہ مطلوبہ اگر با عرض رابا بعد سمتی حقیقی مرکزی عصر مذکور جمع کردہ تنصیف کنند، وجیب لوگارثمی ایں نصف گیرند باز ایں نصف را از بعد سمتی مذکور کاستہ باقی راجیب لوگارثمی برآرند۔ ہر دو جیب با دو قاطع لوگارثمی میل درجہ مطلوبہ و عرض البلد جمع کردہ در جدول اوقات مقوس کنند۔

تنبیہ:

اگر جدول اوقات موجود نباشد، بر حاصل جمع مذکورہ افزایند۔ مثلاً اگر حاصل ۹٫۸۲۰۰۰۰۰ بود ۱۹٫۸۲۰۰۰۰۰ تصور کنند اور

اتصیف نمایند۔ چنانچہ نصف عدد مذکور ۱۹۰۰۰۰ء۹ شداورادر جدول جیب لوگارثمی مقوس کنند، قوس حاصل رادرح (۸) زنند کہ وقت حقیقی ست۔ بعد نصف النہار حقیقی درغربیات اعنی عصر وغروب وشفق۔ امادرشرقیات اعنی صبح وطلوع تمامش ثات (گھنٹہ) گیرند۔ بہرحال بعد تعدیل بتقویم وقت عصر رومطلوب بہ تعدیل الایام بلدمعدل کنند۔

مثالہ وقت عصر حنفی می خواہم در بریلی آں روز مفروض را کہ تقویم شمس وقت آغاز رأس الاسد باشد۔

[ا] وقت تقریبش ءمط (۴۹-۴) درالمنک تقویم نزدیک رأس الاسد ۲۴ر جولائی ست تفاضل میل شمسی ۲۳، ۲۴ جولائی دارالمنک

۲۲-۵۱-۲۰

۱۳-۰۳-۲۰

۰۹-۱۲-۰

اور ابرکد (۰۰۰-۰۰-۲۴) بخشیدیم حاصل ل کج (۲۳-۳۰) اورادر ء مط (۴۹-۴) زدیم حاصل ب کو کا (۲۱-۲۶-۲) چون میل متناقص ست یعنی میل ۲۴ر جولائی از میل ۲۳ کمتر ست۔ ایں حاصل از میل رأس الاسد کہ درجدول برآوردہ ایم ک ط لج نز (۵۷-۳۳-۹-۲۰) است، کاستیم۔ باقی ک ررلو (۳۶-۷-۲۰) بلکہ ک رح (۸-۷-۲۰) کہ میل نصف النہار حقیقی آں روزست۔

[۲] چوں میل وعرض ہردوشمالی ست۔ میل از کح کا (۰۰-۲۱-۲۸) کاستیم۔ باقی ح یج نب (۵۲-۱۳-۸) نیم قطر آں روز کہ یہ مو (۴۶-۱۵-۰۰) باشداز وکاستیم۔ باقی رنح و (۰۶-۵۸-۷) تحویلش بہ بعد سمتی مرئی رنزنط (۵۹-۵۷-۷)۔

[۳] رنزنط (۵۹-۵۷-۷) از جدول ظل اوّل اصلی ظل گرفتیم۔ برص ۳۰۹ بازائے رنز (۵۷-۷) ۱۳۹۶۵۱۰ء یافتیم۔ وتفاضلش باظل رنح (۵۸-۷) ۲۹۶۶۔ پس بہ تعدیل ظل مطلوب ۱۳۹۴۲۷ء دومرفوع فزودیم۔ ظل عصر ۲۱۳۹۹۴۲۷ء۔

[۴] س ایں سایہ رادرہمں جدول مقوس کردیم برص ۳۱۷ر بازائے سدنز (۰۰-۵۷-۶۴) یافتیم ۲۱۳۹۶۳۰۱ء۔ تفاضل مطلوب ۳۱۴۶ وتفاضل جدولی کہ کافران نوشتہ اندر ۱۶۲۳۶ پس مطلوب رادر ۶۰ زدہ برتفاضل جدولی بخشیدیم۔ وحاصل قسمت رابرسدنز (۰۰-۵۷-۶۴) فزودیم شد قوس ۶۳ء۱۱-۵۷-۶۴ یعنی سدنز یالح (۳۸-۵۹-۶۴) تحویلش بہ بعد سمتی حقیقی سدنط ھ کا (۲۱-۰۵-۵۹)(۶۴)X نیم قطر یہ موید (۱۴-۴۶-۱۵-۰۰)= سہ یدنب رفعًا (۵۲-۱۴-۶۵)۔

بعد سمتی مرئی رنزنط (۵۹-۵۷-۷)،

[۵] بوجہ اتفاق جہت کح کا (۲۱-۲۸)۔ ک ط ک؟؟ (۳۴-۹۰-۲۰)= ح یا کو (۲۶-۱۱-۸)+ سہ یدنب (۵۲-۱۴-۶۵)= عج کو یح (۱۸-۲۶-۴۳-۷۳) نصفہ لونج ط (۰۹-۴۳-۳۶) جیبہ ۹ء۷۷۶۲۲۳۷۔ باز سہ یدنب

(۵۲-۱۴-۶۵)۔لوجِ ط نصفہ لوجِ ط (۰۹-۴۳-۳۶) جیبہ ۹ء۷۷۶۶۲۳۷۔ بازسہ یدنب (۵۲-۱۴-۶۵)۔لوجِ ط (۰۹-۴۳-۳۶)= کح لاج (۴۳-۳۱-۲۸) چپش ۹ء۶۷۸۹۱۲۲ مجموعہ دو قاطع میل راس الاسد وعرض بریلی۔ ۱۰ء۰۸۲۹۴۲۱ مجموعہ اربعہ ۱۹ء۵۳۸۴۷۸۱ بازائے ءح (۴۸-۴) ۹ء۵۳۸۴۳۸۰ باقی ماند

۴۰×۱۰=۴۰۰٫۰۰ ۲÷۴۳۴......۰٫۹۲ (۴۰۰٫۰۰ (۴۳۴

۳۹۰۶
―
۹۴۰

۸۶۸
―
۷۲

پس وقت ءح ھانہ (۵۵-۰۰-۴۸-۴) وبالرفع ءحا (۰۱-۴۸-۴) کہ از وقت تخمینی ما بقدر ۵۹ تفاوت دارد۔

یا بروجہ دوم ۱۹ء۵۳۸۴۷۸۱ را نصف ۹ء۷۶۹۳۹۱ تقویس او کنیم بازاہ اولو

یا بروجہ دوم ۱۹ء۵۳۸۴۷۸۱ را نصف ۹ء۷۶۹۳۹۱ تقویس او کنیم بازاہ اولوھا (۰۰-۰۰-۳۶) ۹ء۷۶۲۹۱۸۷ باقی ماند ۲۰۴×۶۰=۱۲۲۴۰÷۱۷۳۸

۷ (۱۲۲۴۰ (۱۷۳۸

۱۲۱۶۶
―
۷۴

پس قوس لوھار (۷-۰۰-۳۶)×ح (۸)=، ح ھانو (۵۶-۰۰-۴۸-۴) کہ بالرفع ا، ہماں ءح ا شود۔

بایں طریق درجات تامہ را اوقات برآرند و روز حاجت را تعدیل ما بین السطرین کنند۔

فائدہ:

اگر مثل اوّل خواہند بجائے اوقات تقریبیہ مذکورہ در جدول طلوع وغروب برآوردہ ما، ہر چہ درجہ مطلوب را وقت غروب بود، نصف او روقت تخمینی دانند و تبدیل میل در آں مقدار زماں از المنک گرفتہ عمل مذکور کنند بجائے دو مرفوع یک مرفوع افزایند۔

فائدہ جلیلہ:

اگر اوقات تقریبیہ در عصر حنفی خواہ شافعی نداشتہ باشند بہ تخمین ہر چہ خواہند وقت فرض کنند و اعمال مذکور بآخر رسانند۔ آنچہ جواب برآید بار دگر او روقت تقریبی فرض کردہ از سر تجدید عمل گیرند۔ اگر جواب ہماں آید تقریب تحقیق ست، ورنہ تجدید کردہ باشد تا آنکہ مطابق آید در مثل اوّل طریقے ست کہ بہ نصف مقدار غروب گفتیم نیز محتاج تجدید بایں طریق ست زیرا کہ ایں نصف

مقدار تقریب قریب نیست۔

تحقیق تعلیق:

درجہ جملہ اوقات چوں شمس را در درجات تامہ می گیریم استخراج وقت روز معین رانا گزیرست۔ ازادراک تقویم شمس دروقت مطلوب واوخود موقوف ست برادراک آں وقت وایں دورصریح ست دفع اوراطرق عدیدہ داشتہ ایم احسن واجود از ہمہ ہمیں طریق ست کہ از فائدہ جلیلہ تواں گرفت یعنی درروز مطلوب بوقت تقویم شمس تخمین قریب خواہ بعید ہرچہ توانند فرض کنند واز جدول اوقات درجات تامہ ایں تقویم راوقت بہ تعدیل مابین السطرین گیرند ایں وقت حقیقی رابذریعہ بیت یومی آں روز کہ تفامن تقویمین دونصف النہار مرصدی مکتنف بوقت مطلوب ست۔ تقویم شمس بوقت مطلوب دانند۔ اگر مطابق مفروض آید ہماں تخمینی تحقیقی شود، ورنہ حالا بایں تقویم از جدول اوقات تامہ وقت گیرند وبآں وقت از بیت مذکور المبنکی تقویم وھکذا تا تطابق بہ یک دوبار تطبیق می شود، آن تقویم حقیقی شمس بوقت مطلوب ست۔ وقت حقیقی او بہ تعدیل مابین السطرین از جدول درجات تامہ گرفتہ بہ تعدیل ایام بلدی آں وقت معدل کنند۔ غایت تحقیق بشری باشد۔ والسلام......

(۱۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل المولیٰ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ضرور تکثیر عبارت علی باب المسجد مطلوب ہے۔ میرے پاس اسی قدر کتب میں نکلیں۔ حامی سنت حاجی لعل خاں صاحب کو دربارہ جواب اشتہار انتظار ہوگا۔ سر الفراز کی تکمیل ضروری تھی، پھر اجلی الانوار کی۔ بحمدہ تعالیٰ اس سے فراغ ہوا۔

طبع فتاویٰ باذنہ تعالیٰ پھر شروع ہے۔ اس زمانے میں ایک ناتمام رسالہ النمیقة الانقی فی فرو الملاقی والملقی زیر طبع تھا، اب وہی چھپ رہا ہے۔ اس کی تکمیل اہم ہے، ورنہ مطبع معطل رہے۔ یہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ دوثلث سے زائد ہوگیا۔ بعونہ عزوجل اس سے فارغ ہوکر جواب مذکور ہی کی طرف توجہ ہوگی۔

آپ نے پہلے ایک خط میں کچھ عبارات تفاسیر جس میں نسخ کریمہ مذکور تھا بھیجی تھیں۔ وہ خط ہرچند تلاش کیا، نہ ملا۔ یہ عبارات بھی بھیج دیجیے۔ عبارات علی الباب سے پہلے یہ تصدیق طلب رسالہ مولوی سیّد دیانت حسین صاحب کے نام بھیجا گیا تھا، پہنچا یا نہیں؟ آپ کو فہرست علما بھیجنے کے لیے لکھا تھا، اب بھیجیے۔

ذی الحجہ آپ نے عزیزہ زرینہ اور اس کی بہن کا صحیح وقت ولادت مع طول وعرض موضع ولادت بھیجنے کو لکھا تھا، اب تک نہ آیا۔ مولیٰ عزوجل آپ کو جزائے وافر عظیم عطا فرمائے۔

آپ کی رضائی بہت محل رضا میں کام آئی۔ اس جاڑے میں جو رضائی یہاں بنی بھاری اور بہت روئی کی تھی۔ ایک ولایتی

صابر قانع کو سخت ضرورت تھی، وہ ان کے نذر ہوئی اور آپ کی مرسلہ رضائی میں نے اوڑھی۔ جزا کم اللہ تعالیٰ خیر جزاء کثیر۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ربیع الآخر ۳۴ھ

(۱۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز حامی السنۃ ماحی الفتنہ جعلہ المولیٰ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدت ہوئی ہے ترکِ سلام وکلام کو۔ میں جن احوال میں ہوں الحمد لربی علی کل حال واعوذ بہ من حول اھل النھار۔

دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی ترست

و حسبنا ربنا ونعم الوکیل آج دردکرب وتپ کی زیادت شدت رہی اور حمد اس کے وجہ کریم کو کہ بے شمار عافیتیں ہیں۔

مجھے کافی شرح وافی اور غایۃ البیان اتقانی اور مبسوط شمس الائمہ سرخسی سے بحث ماء مطلق وماء مقید تمام وکمال کی ضرورت، ہے، بعجلت تام ان کی تعریفیں اور ضوابط وجزئیات اور مطبوخ ومخلوط کے احکام بالتفصیل درکار۔ کسی صحیح نویس کاتب سے باجرت نقل کرایئے، اور مقابلہ خود کیجئے کہ مجھے بہت تعجیل ہے، جو اجرت قرار پائے گی۔ بعونہ تعالیٰ حاضر کی جائے گی۔ والسلام......

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۲۱؍رجب المرجب ۳۴ھ

(۱۴)

ولدی الاعز جعلہ المولی سبحانہ وتعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل کے کارڈ میں اتنا لکھنا رہ گیا کہ نبیذ تمر سے وضو کے بارے میں جتنی بحث مبسوط سرخی وغایۃ البیان میں ہو، وہ بھی بتمامہ درکار ہے۔ کافی سے اس بحث کی حاجت نہیں کہ وہ یہاں موجود ہے۔ ماء مطلق کی بحث سے چند اوراق میرے نسخہ میں نہیں ہیں۔

اور ایک بات بھی شاید آپ کو لکھی تھی اور ممکن کہ آپ نے جواب دیا ہو جو مجھے یاد نہیں، وہ یہ کہ فتاویٰ امام قاضی خان فصل

مایجوز به التیمم اس مسئلہ میں جنب تیمم للظھر وصل ثم احدث (الی قولہ) معہ ماء یکفی الاغتسال فتیمم جتنے نسخے مطبوع ہیں سب میں عبارت ناقص ومختل ہے مصر، کلکتہ، لکھنؤ تینوں کے چھاپے کے علاوہ اگر وہاں کوئی قلمی نسخہ یا اور کسی مطبع کا ہو اس سے پوری عبارت کر کے بھیجئے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۲۲ ر رجب المرجب ۳۴ھ

(۱۵)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا المکرم

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

آج کئی روز ہوئے سند بھیج چکا ہوں۔ مبسوط میں بحث ماء معتصر من شجر اوثمر اوماء غلب علیہ غیرہ طبخا او اجزاء ضرور ہوگی۔ خیال رہے اگر نظر پڑے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۱۱ ر شعبان معظم ۳۴ھ

(۱۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شب برات قریب ہے۔ اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت میں پیش ہوتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل بطفیل حضور پرنور شافع یوم النشور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے ذنوب معاف فرماتا ہے، مگر چند۔ ان میں وہ دو مسلمان جو باہم دنیوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں۔ فرماتا ہے: ان کو رہنے دو جب تک آپس میں صلح نہ کرلیں۔

لہٰذا اہل سنت کو چاہیے کہ حتی الوسع قبل غروب آفتاب ۱۴ ر شعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کرلیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کردیں، یا معاف کرالیں کہ باذنہ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائف اعمال خالی ہوکر بارگاہ عزت میں پیش ہوں۔ حقوق مولیٰ تعالیٰ کے لیے توبہ صادقہ کافی ہے التائب من الذنب کمن لاذنب لہ ایسی حالت میں باذنہ تعالیٰ ضرور اس شب میں امید مغفرت تامہ ہے، بشرط صحت عقیدہ وھو الغفور الرحیم

یہ سب مصالحت اخوان ومعافی حقوق بحمدہ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے۔ امید کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں میں اس کا اجرا کرکے من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیامۃ لا ینقص من اجورھم شیئا کے مصداق ہوں یعنی جو اسلام میں اچھی راہ نکالے اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو اس پر عمل کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے لیے اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے بغیر اس کے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی آئے

اوراس فقیر ناکارہ کے لیے عفو عافیت دارین کی دعا فرمائیں، فقیر آپ کے لیے دعا کرے گا، اور کرتا ہے۔

سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے نہ نفاق پسند ہے۔ صلح ومعافی سب سچے دل سے ہو۔

فقیر احمد رضا قادری

از بریلی مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں چھپا۔

(۱۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعله الله تعالیٰ کاسمه ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

فتح مبارک ہو پہلے ہی معلوم تھا، مگر ہمارے حاجی صاحب کا استعجاب جس کا حاصل یہ ہوا کہ آپ یہاں سے چلے گئے۔ دیوبندیوں کے پیچھے نماز درست نہ ہونے کا یہ اشتہار جس میں مولوی برکات احمد صاحب کی تحریر ہے، غنیمت ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ آملیں۔ واقعی ایسی حالت میں بھڑکانا نہیں چاہئے مگر وہ حاشیہ جو حاجی صاحب کی کتاب میں ان کے خط پر چھپا ہے، ایک صاحب کی زبانی روایت ہے، جو ان کی طبع شدہ تحریر کے مقابل مقبول نہ ہوگی۔ پھر اس میں عذر بھی نہایت پادر (ہوا) ہے جیسے کوئی اپنے آپ کو زید بن عمرو لکھ کر بکر بن خالد بتائے اور عذر کرے کہ میں اپنا اور اپنے باپ کا نام بھول گیا تھا۔ نہیں بلکہ ایسا کہ زید اپنے کو گمراہ بددین لکھے، پھر عذر کرے کہ مجھے یاد نہ رہا تھا کہ میں سنی ہوں۔ یہاں بعینہٖ یہی صورت ہے۔ بدگویان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدگو جان کر سنی بتانا خود اپنے کو گمراہ بددین بنانا ہے۔ بھول کا عذر وہی ہوگا کہ مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ میں سنی ہوں۔ بہرحال:

چو باز آمدی ماجرا طے کنم

اس اشتہار کا مع ان کی مہر کے کتاب میں طبع ہونا ضرور ہے۔

کاغذ کے نمونے آ گئے۔ واقعی بہت گراں ہیں۔ حاجی عیسیٰ صاحب گئے۔ مولوی امجد علی صاحب کے آنے پر رائے معلوم ہوگی۔ کلکتہ میں بھی ایک عالم سنی کی بہت ضرورت ہے۔ حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے، تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا کریں؟ سنیوں کی عام حالت یہی ہو رہی ہے کہ جن کے پاس مال ہے، انہیں دین کا کم خیال ہے اور جنہیں دین سے غرض ہے، افلاس کا مرض ہے۔ ورنہ کلکتہ میں حمایت دین کے لیے دو ہزار روپے ماہوار بھی کوئی چیز تھے۔ ادھر یہ مدرسہ شمس الہدیٰ جس کی نسبت میں نے سنا کہ سولہ ہزار روپے سالانہ کی جائداد اس کے لیے وقف ہے، اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضرور ہے۔ مبادا کہ کوئی دیوبندی قابض ہو جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ افسوس کہ ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر الدین کدھر

کدھر جائیں، اور ایک لعل خاں کیا بنائیں؟ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حولہ ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حاجی صاحب نے چٹائیوں کی نسبت پھر کچھ نہ لکھا۔ اگر یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے بطور خود یہ کام بہ نیت لوجہ اللہ کیا، لہٰذا اس کا معاوضہ نہیں، تو بے شک نہیں۔ وجزاہ اللہ تعالیٰ خیراً اور اگر مرے لکھنے کی بنا پر میری وجہ سے ہے، تو حاشانہ یہ میرا مقصود تھا، نہ اب منظور۔ لہٰذا بات صاف ہونا ضرور۔

کتاب کے دس ورق حافظ یقین الدین صاحب کے پاس رہ گئے تھے کہ وہ ان سے چھوٹی کتاب میں بنا رہے تھے۔ اب لے کر بھیجتا ہوں۔ بات وہی ہے، جو آپ کی سمجھ میں آئی۔ واقعی ص ۳۷ ھام لا (۳۱-۴۰-۰) اور ء مہ ی (۱۰-۴۵-۴) سے شروع ہوگا۔ رقم یمین کہ سواد (کالی انک) سے ہے، آخر کتاب تک مستمر رہے گی۔ رقم اخیر ام ھا (۰۰-۴۰-۱) ہوگی، اور رقم یسا رکہ حمرت (لال انک) سے ہے ۶۰۰ ۳ پر ختم ہو جائے گی۔ رقم اخیر عای ھا (۰۰-۱۰-۷۱) ہوگی۔

اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر سطر میں جو عدد لکھا ہے، جس کے مقابل لاولب (۳۲-۳۱) ہے (نہ ان جداول کے اعداد جو صفحات کاملہ خواہ انصاف صفحات پر ہیں، اور ان میں محض اعداد بغیر لاوک ولب ہیں کہ وہ خارج جداول ہیں۔ اعداد جدول کے تفاضلات اور ان کے عشر کی نو تک تضاعیف ہیں) اسے ۶۰ پر تقسیم کریں، جو مرفوع ہو دقیقہ، اور اس کے بعد بھی ۶۰ پر منقسم ہو سکے تو درجہ، اور جو بچے ثوانی ہیں۔ یہ رقم یمین ہے۔ نیز اسی عدد کو ۱۰ میں ضرب دیں، وہ روابع ہیں۔ ان کے رفع سے ثوانی وثوالث حاصل ہوں گے، جو بچے رابعہ ہے۔

والسلام......

بحاجی صاحب حامی سنت وسائر احباب اہل سنت سلمھم اللہ تعالیٰ سلام مسنون ......

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۲۶ ماہ مبارہ یوم الجمعہ ۳۴ھ

(۱۸)

بسم الہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ حامی سنت ماحی بدعت ناصر ملت حاجی منشی محمد لعل خاں صاحب دام مجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ تین روپے اور ایک نسخہ جدول ضرب حاضر ہے۔ ۲۷، روپے ۵، آنے چٹائی کی قیمت کے ہوئے، روپے گیارہ آنے بچے اس میں ۱۹۱۷ء کی المنک میرے لیے خرید کر محصول کے ٹکٹ لگ کر بھیج دیجیے۔ اگر المنک ابھی نہ آئی ہو تو جب آئے بھیج دیجیے۔

مولانا ظفرالدین صاحب نے تسہیل التعدیل کا کام ماشاءاللہ بہت جلد کیا۔ جزاء اللہ تعالٰی خیر جزاء ۔ مدرسہ شمس الہدیٰ کے لیے آدمی وہی تجویز کریں، مجھے اطلاع دیں۔ تین مہینے کی چھٹی لیں گے، تو کم ازکم اس میں نصف کا میں مستحق ہوں۔ ورنہ ہونا تو دوثلث چاہیے تھا۔ آپ نے چندروز لکھے ہیں، اس میں کیا ہونا ہے؟

یہ نوٹ تو کلا علی اللہ یو ہیں بھیجتا ہوں۔ ان کی رسید جلد مطلع فرمائیے۔ پھر خیال ہوا کہ منی آرڈر ہی مناسب ہے۔

والسلام......

مولانا ظفرالدین وسائر اہل سنت کو سلام۔

فقیر احمد رضا عفی عنہ دوم شوال المکرّم ۳۴ھ

(۱۹)

ولدی العز اکرمك المولیٰ تکرم وتعالٰی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولوی رحم الٰہی صاحب علیل ہیں، دوسرے آدمی کی فکر میں ہوں۔ لمعۃ الضحیٰ کے لیے مولوی امجد علی صاحب سے کہہ دوں گا۔

وہ جن جو کچھ اس عورت کو دے جاتا ہے، اس کا لینا حرام ہے کہ وہ زنا کی رشوت ہے۔ درمختار میں ہے: مایدفعہ المتعاشقان رشوۃ اگر وہ لینے پر مجبور کرے، لے کر فقرا پر تصدق کر دیا جائے۔ اپنے صرف میں لانا حرام ہے۔

آپ اور مولانا حامی سنت ماحی بدعت حاجی لعل محمد خان صاحب سلمکما جو کچھ خدمات دین کر رہے ہیں۔ مولیٰ عزوجل برجستہ قبول فرمائے اور دونوں جہان میں اس پر اجر جزیل دے اور ہمیشہ اعدائے دین پر مظفر ومنصور رکھے۔ آمین۔ یہاں سے بھی دو تار گئے ایک از جانب دارالافتاء، ایک از جانب مدرسہ اہل سنت وجماعت ومدرسین واراکین اور دو بعونہ تعالٰی اور دیئے جائیں گے۔ ایک از جانب فقیر اور ایک کے لیے آج جلسہ کیا گیا مجلس اہل سنت کی طرف سے جائے گا۔ پچاس خط متعدد بلاد کو بھیج دیئے گئے کہ اپنی یہاں کی انجمنوں مدرسوں یا جلسہ کر کے ان مجلسون کی طرف سے تار دیں۔

تکسیر کی نسبت سے کل کاغذات کہ اس کے متعلق تھے خود نکال کر مصطفیٰ رضا کو دے دیئے کہ آج ہی بصیغہ رجسٹری آپ کو بھیج دیں۔ وہ ۲۳، پرچے اور پانچ رسالے ہیں۔ ایک مطبوعہ اور ایک وہی ۱۱۵۲، مربعات اور تین اور۔ ان کاغذات میں جو مسودہ یا مبیضہ یا منتشر سے مجتمع ہونے کے قابل ہوں، یہی محنت گوارا فرمایئے اور مع اس پہلی کتاب کے کہ آپ کے پاس ہے، بصیغہ رجسٹری بھیجئے کہ اس کی بھی یہاں نقل لے لی جائے۔ بملاحظہ حاجی صاحب حامی سنت سلام سنت، والسلام۔

جو خط آپ نے میاں جان خاں مرادآبادی کے نام بھیجا وہ اب تک امانت رکھا ہے۔ اس وقت تک وہ تشریف نہ لائے۔ یہاں چارشنبہ کی عید ہوئی۔ بعض مجہول شہادتیں رویت کی گزری تھیں، وہ شرعاً قابل اعتماد نہ تھیں۔ وہاں رویت ہوئی، یا ثبوت

شرعی ہوا، یا کیا؟ والسلام۔

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۲۱ رشوال روز سہ شنبہ ۳۴ھ

(۲۰)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم

جان پدر بلکہ از جاں بہتر ولدی الاعز مولانا ظفر الدین جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین آمین ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قریب تین مہینے ہوئے کہ مکان سے جدا ہوں، ہفتوں میں ڈاک جمع ہو کر مجھے ملتی ہے۔ آپ کے تین خط ایک ساتھ پائے۔ رسالہ نور الفرقان بین جند الالہ وحزب الشیطان صاف شدہ تھا۔ مصطفیٰ رضا نے دو دن تلاش کیا نہ ملا۔ ناچار اس کا اور اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآصحاب کا مسودہ بھیجتا ہوں۔ بعد فراغ باحتیاط ملے۔ رجسٹری کا وقت بہت کم رہا، اس لیے اسی قدر پر اقتصار، اور دعا و برکات دارین بسیار از بسیار۔ والسلام......

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۱۴ر صفر المظفر روز جان افروز دوشنبہ ۳۵ھ

(۲۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز مولانا مولوی ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ

کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وہابیہ خذلھم اللہ تعالیٰ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا۔ بھاگل پور، فیروز آباد، راندیر۔ بھاگلپور کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہوگا۔ یہ خط اصل ہے، بعد ملاحظہ واپس ہو۔ فیروز آباد میں ایک صاحب مورچہ لیے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ وہاں حاجت نہ ہوگی۔ 'راندیر' میں ابھی کوئی آدمی کام کا نہ گیا۔ وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے فاتحان بھاگل پور کو آج ہی لکھ دیا ہے کہ طیار رہیں، مگر انہوں نے وہاں سے کلکتہ جانے کو لکھا تھا اور شاید ابھی انہیں اطراف میں ان کا قیام مناسب ہو۔ لہٰذا آپ 'راندیر' جانے کے لیے طیار رہیں۔ میرے تار کا انتظار کریں۔

والسلام مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۸ر رجب المرجب ۳۴ھ

(۲۲)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

ولدی الاعز مولانا مولوی ظفر الدین جعله اللہ تعالیٰ کاسمه ظفر الدین المتین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولوی عبداللہ صاحب کا کوئی تختہ اوقات مدراس یہاں نہیں آیا، صرف ایک چھوٹے رسالے تحفۃ المصلی کے کہ سمت قبلہ میں ہے، دو نسخے ایک پلندے میں آئے تھے۔

وقت کا قاعدہ یقیناً وہی ہے کہ جب عرض ومیل متفق الجہت ہوں، تفاضل لیا جائے گا۔ یعنی ان میں جو اصغر ہوا کبر سے تفریق کیا جائے گا، عرض ہو خواہ میل۔ تو مدراس جس کا عرض یج ء (۴-۱۳) ہے، ی کج (۲۳-۱۰) ہوا۔ نیز وہ شہر جس کا عرضِ شمالی یج ن (۵۰-۱۳) ہو، اس میں بھی رأس السرطان کا بعد اقل وہی ی کج (۲۳-۱۰) ہوگا۔ غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہوگا، اور اس شہر میں جنوبی۔ دونوں نصف اور ان کی جیبیں، اور قاطع میل سب بدستور رہیں گے، اور فرق وقت بوجہ قاطع عرض ہوگا۔

مثلاً صبح وعشائے رأس السرطان یہ مدراس کا حساب بھیجتا ہوں۔ یہاں مجموعہ اربعہ ۸۵۹۲۷۸۶ء۹ ہوا؛ اور وقت عشا ۴-۴۶-۷ آیا اور اس شہر میں مجموعہ ۹۲۸۴۶۱۹ء۹ ہوا، اور وقت عشاء ۳۱-۵۹-۸ آیا۔ ایک گھنٹے دس منٹ سے زیادہ فرق ہو گیا۔

طلوع وغروب کہ آپ نے نکالے یہی صحیح ہیں، جن کی صحت اس پرچہ موامرہ مرسلہ سے ظاہر۔ یہ حقیقی وقت ہیں اور راس السرطان کی تعدیل الایام مزید ۳۴ء۳۴-۱-۰ اور وسط ہند سے فصل غربی مدارس ۹ تو مجموعہ ۳۴-۳۴-۱۰-۰ بڑھانے سے مدراس کا وقت ریلوے حاصل ہوگا۔

طلوع ۹ء۷ ۰۵-۳۳-۵-۳۴ء۳۴-۱۰-۰=۱۳ء۴۰-۴۲-۵

غروب ۲۱ء۵۴-۲۶-۶+۳۴ء۳۴-۱۰-۰=۵۵ء۲۸-۳۷-۶

یہ وقت غروب وہی ہے، جو آپ نے نکالا۔ تین سکنڈ کا تفاوت اِن فرقوں سے ہوا۔ آپ نے میل کج کو نح (۵۸-۲۶-۲۳) لیا۔ جو ۲۳ر جون سنہ حال کو گرینچ کے نصف النہار کا تھا، اور میں نے کج کز (۵۸-۲۶-۲۳) لیا۔ جو ۲۳-جون سنہ حال کو گرینچ کے نصف النہار کا تھا، اور میں نے کھ کر (۲۷-۲۳) جو باسقاط خفیف ثوانی میل کلی ہے۔ پھر آپ نے بعد سمتی اُفقی مطلق حسب دستور سابق کہ میرے یہاں معمول تھا ص لب نا (۵۱-۳۲-۹۰) لیا ہوگا اور اب میں ص ک مہ (۴۵-۳۴-۹۰) رکھتا ہوں۔ البتہ طلوع میں ۳۹ سکنڈ کا تفاوت آنا اس پر دال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام ۵۲-۱-۰ لی، جو

۲۳ جون کی تعدیل مرصدی ہے؛ اور ۰ منٹ فصل طول مل کر ۵۲-۱-۰ دونوں وقت حقیقی غروب و طلوع پر زائد کیے۔

دلیل یہ کہ آپ کے یہاں معدل بہ تعدیل ریلوے وقت غروب ۲۵-۳۷-۶ اس کا تمام ۳۵-۲۲-۵؛ اور طلوع ۱۹-۴۴-۵۔ تمام غروب ۳۵-۲۲-۵ = ۴۴-۲۱ نصفہ ۵۲-۱۰-۰ وہی منٹ وہی سکنڈ آگئے، جو تعدیل مرصدی ۲۳ جون میں تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں وقت حقیقی غروب ۳۳-۲۶-۶ آیا، اور طلوع ۲۷-۳۳-۵، تو آپ کے یہاں اور یہاں کے محسوب میں ۲۱ سکنڈ کا تفاوت ہے۔ خیر ایسا کثیر نہیں۔

مدراسی صاحب یقیناً وجہ صحت نہیں رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ کم ہے، اور طلوع سوا چار منٹ زیادہ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے طلوع وغروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا، بلکہ معمول عوام بے علم کی طرح طلوع وغروب نجومی (حقیقی مرکزی) لے کر ان میں تعدیل ریلوے ملا دی۔

ظل میل راس السرطان ۹،۶۳۷۲۶۴۶

+ظل عرض مدراس ۹،۳۶۵۶۶۴۱

=۹،۰۰۲۹۸۷ جیب

اس جیب کی قوس تقریباً مر (۴۷-۵) ہے، جس کا وقت کج ح (۸-۱۳-۰)

☆ غروب نجومی وکج ح (۸-۲۳-۶) طلوع نجومی ولونب (۵۲-۳۶-۵)

☆ وکج ح (۸-۲۳-۶) + ی نب (۵۲-۱۰-۰) = ولدہا (۰۰-۶-۳۴) غروب۔ ح لونب (۵۲-۳۶-۵) + ی نب (۵۲-۱۰-۰) = مرمد (۰۰+۴۸-۵) طلوع۔

اور دقائق تعدیل بھی انہوں نے ظاہراً وہی ی نب (۲۲-۱۰) لیے ہیں۔ یہ ان کا منشاء غلط ہے۔

رہا وقت عشاء وہ انہوں نے صحیح دیا ہے۔ پرچہ حساب ملاحظہ ہو۔ وقت حقیقی ۰۴-۴۶-۷ + تعدیل ریلوے ۳۴-۱۰-۰ = ۳۸-۵۶-۷ یہ وقت ہوا۔ سکنڈوں میں فرق ہے وبس۔

میں نے آپ سے کے تعدیل ریلوے ۳۴،۱۰ دریافت

۷۵۷۳۸

کرنے کو کہا تھا، جن کا ذکر مسئلہ جناب شاہ بدر الدین صاحب میں تھا، اس کا جواب آپ نے کچھ نہ دیا۔ اب مولوی عبداللہ صاحب احقر کے رسالہ تحفۃ المصلی میں انڈیا سروے رپورٹ کا حوالہ اور اس سے انہوں نے بلاد حیدر آباد دکن ودیگر بلاد حافظہ بمبئی کا طول وعرج لیا ہے۔ ان بلاد کی کتاب کی مجھے بھی ضرورت ہے۔ جو آج تک نہ ملی۔ ان صاحب سے آپ کی ملاقات ہے۔ اس انڈیا سروے رپورٹ کا حال دریافت کیجیے، اس میں کیا کیا ہے؛ اور کہاں سے ملتی ہے؟

جلد اوّل ابھی قدرے باقی ہے۔ بعد ماہ مبارک شاید پوری طبع ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام......

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۹/ماہ مبارک ۳۵ھ

(۲۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولدی الاعز المکین مولانا المکرم ذی العلم المتین جعلہ المولی کا سمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۲/ذی قعدہ سے آج ۲۲/ربیع الاول شریف تک کامل چار مہینے ہوئے کہ سخت علالت اٹھائی۔ مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا۔ جمعہ کے لیے لوگ کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لے آتے۔ ۱۱/محرم شریف سے بارے حاضری کا شرف پاتا ہوں۔ لوگ بازو پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ نقاہت وضعف اب بھی بشدت ہے۔ دعا کا طالب ہوں۔ اس بیماری میں المنک ۱۹۱۸ء منگائی یاد نہ رہی، نومبر میں منگائی، جواب ملا کہ ہو چکی، ۱۵/دن کے بعد آئے گی۔ جسے ایک مہینہ سے زیادہ ہو چکا۔ شملہ لکھا کہ شاید وہاں ہو، آج وہاں سے بھی جواب آ گیا۔ آپ نے اگر ہو تو ۲۰/۲۵ روز کے لیے بھیج دیجیے، مگر فوراً فوراً۔ والسلام بچیوں کو دعا۔

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۲۳/ربیع الاول شریف لیلۃ الاثنین ۳۴ھ

(۲۴)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم اکرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کاشف الاستار شریف کی نسبت خیال تھا کہ رضا حسین کے پاس ہے۔ وہ گاؤں میں رہے، بدایوں رہے، پریشانیاں رہیں۔ اب ان سے پوچھا۔ کہا: میرے پاس نہیں۔ اب مکان میں دیکھی گئی، تو نکلی۔ اس کے تین نسخے مجرب ارشاد ہوئے ہیں۔ ایک جس میں زعفران، سنبل خار اور پوٹا سکی ہے، یہ نسخہ مع ترکیب اور چھوٹی بیاض میں بھی ہے۔ جو آپ یہاں سے نقل کے لیے لے گئے تھے، ضرور آپ کے پاس ہوگا۔ فرق اتنا ہے کہ اس میں ہر (چیز) دو ماشہ ہے، اور **کاشف الاستار** شریف میں زعفران اسی قدر ہے اور باقی دونوں دوائیں تین تین ماشہ۔ دوسرا جس میں اجوائین، تخم میتھی، تخم کنواڑ، کلونجی ہے۔ یہ بھی اس بیاض میں ہے، اس میں خوراک تین فلوس لکھی ہے اور کاشف شریف میں ۹ ماشہ۔ پھر ارشاد فرمایا ہے۔

محب یقینی دوست محمد خاں را ایں مرض در ہر دو دست رسیدہ بدو در بدن نیز جا بجا نمایاں شدہ بود۔ این ہر چہار ادویہ

مسلم آنچہ در چہار ناگشت وقت برداشتن می گنجید می خوردید۔ دریں عرصہ عزیزے گفت کہ دریں ادویہ بابچی واجمود نیز داکل بکنند ہم چناں شد۔ داغا برطرف شدند۔ پرہیز از شیر و ماہی بود۔

تیسرا نسخہ یہ ارشاد فرمایا جو اس بیاض میں نہیں اور فرمایا ہے۔

بامتحان رسیدہ۔ صندل سفید ا ماشہ، سم الفار، سنکھیا ا ماشہ، ہر دو را خوب تحق کردہ قدرے بر داغ سفید خوب بمالند، تا آنکہ آب از اں داغ برآید ہر دو وقت بمالند جوشش خواہد کرد۔ روغن برآتش داشتہ ٹکیہ برگ نیم در آں اندازد۔ وقتیکہ سوختہ شود بردارد۔ روغن صاف کردہ بر جراحت رساند۔ بہ خواہد شد۔ وبدن برنگ اصل میرسد۔ پسر خدا بخش مرحوم ازیں ادویہ صحت یافتہ۔ بہ تجربہ رسیدہ ست۔

امید ہے کہ بہ برکت انفاس کریمہ یہ نسخے ضرور نفع دیں گے۔ مولیٰ عزوجل شفا عطا فرمائے۔

لڑکی کا تاریخی نام ولیہ خاتون سمجھ میں آیا ہے۔ یہ تاریخ زبر و بینات میں ہے۔

و	ل	ی	ہ	خ	ا	ت	ون
۷۰۱۳	۱۱	۲	۲۰۱	۱۱۱	۴۰۱	۱۳	۱۰۶

۱۳۳۳

نقشہ ماہ مبارک پہنچا۔ جزا کم اللہ تعالٰی خیرًا کثیرًا اس بار عصر بھی نکالا اور بہت صحت کے ساتھ نکالا، مگر یہاں دونوں سیّد صاحب مدت سے کام کر رہے تھے اور آپ کے یہاں سے نقشہ آنے سے پہلے کاپی ہو چکی تھی، بے پرواہوں نے چھاپا بہت برا۔ جس کے سبب دوبارہ کاپی کرانی ہوئی، جس کا پروف اس وقت سامنے رکھا ہے۔ آج یا کل انشاء اللہ تعالیٰ بھیجوں گا۔ طبیعت اچھی نہیں رہتی ہے، ایک ہفتہ میں بخار کے تین دورے ہو چکے ہیں، دعا کا طالب ہوں۔

اب کی بار ختم سحری وافطار میں ایک ایک منٹ احتیاطی کم رکھا، اور عصر کا وقت کہ ہر روز موامرہ سے نکالا، بے کم وبیش پورا واقعی سکنڈوں تک رکھا ہے۔ بلکہ ہر وقت ثوانی تک لیا ہے۔

(۲۵)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولدی الاعز مولانا المکرم اکرمکم وجعلک کاسمک ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی مستعدی پر بحمدہٖ تعالیٰ بہت جی خوش ہوا۔ جزا کم (اللہ تعالٰی) خیرًا وبارك فیکم وبکم ولکم وعلیکم آج ۱۳، دن ہوئے 'راندیر' سے جواب نہ آیا۔ جواب آنے پر کچھ کہا جائے (گا) ظاہرًا وہی تحریر بعونہ تعالیٰ کافی ہوگی۔

جلد اوّل فتاوٰی کی فہرست بنوائی تھی اور اس کی کاپی بھی ہوگئی، اب جو میں دیکھوں نہایت غلط بنی۔ اب از سرنو اس کی

ترتیب ہے۔اس فہرست ہی کا چھپنا باقی ہے۔وحسبنا المولی ونعم الوکیل۔

آپ کا رسالہ مؤذن الاوقات آیا، نام بھی نہایت مناسب وموزوں پایا۔اس کے مقصد اوّل وخاتمہ کو ضرور دکھالینا چاہئے، اور تذھیب کا حرف بحرف قبل طبع دکھالینا فرض اہم ہے۔مولانا! کسی وقت اپنے آپ کو مشورہ احباب سے مستغنی نہ کرنا بہت مفید فی الدین ہے۔آپ کی تصانیف عافیہ، وافیہ، تقریب پر خوشی ہوئی، مگر کاش یہ وقت آپ نے 'بہشتی زیور' 'گوہر' کی قلعی کھولنے میں صرف کیا ہوتا، تو عمدہ ذخیرہ عقبی ہوتا، جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے جاتے ہیں۔وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

میں نے آج کل ایک رسالہ سمت قبلہ میں لکھا ہے۔قواعد کے چاروں باب ہوگئے پانچواں باب قبلہ ہندوستان کا زیرتحریر ہے۔شاید کوئی رسالہ ھدایۃ المصلی مدراس سے آیا تھا جس میں غلط وباطل قاعدے سے سمت نکالی تھی وہ میں نے آپ کو بھیج دیا تھا۔وایک دوروز کے لیے بھیج دیجیے۔مدراس کا ایک اور عربی رسالہ ایسے ہی اغلاط پر مشتمل آیا ہے۔اس کے اغلاط کے ساتھ اس کے اغلاط پر بھی تنبیہ کردی جائے۔بمبئی حاطہ کی اب تک طول، عرض کی کتاب نہ ملی۔والسلام......

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۲۲/رجب ۳۴ھ

(۲۶)

۷۸۶

بحمدہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴/شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، اگر ۷دن اور زندگی بخیر ہے تو اس شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتویٰ لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے، اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کرسکتا ہے؟ احباب سے گزارش ہے کہ اس تاریخ (کو) جمع ہوکر درود مبارک میلا د مبارک منعقد کریں تو بہتر اور رب عزوجل کی اس نعمت کا اعلان کریں کہ قرآن عظیم میں اعلان نعمت کا حکم ہے، اور حدیث میں فرمایا اعلان نعمت شکر ہے اور جو کاروائی فرمائیں، فقیر کو اطلاع بخشیں کہ دعائے خیر زائد کرے۔والسلام......

۷شعبان المعظم ۳۶ھ

(۲۷)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسب وعدہ کل روز یک شنبہ باوصف دردسر رسالہ لکھ دیا۔مع نقل فتویٰ ہلال مرسل ہے۔مجھے دربارہ خضاب ان چند

کتابوں کی پوری عبارات درکار ہیں۔آپ کے پاس ہوں فبہا،ورنہ ایک دن کے لیے پٹنہ جا کر لائیے۔تاتارخانیہ، زادالمعاد ابن قیم، عقد الفرید لابن عبدبہ، نزھۃ المجالس ان کے سوا اگر اور کتب سے کہ میرے پاس نہیں، عبارات مستوعبہ ہوتو احسن۔ کتم اور وسمہ کی تفسیر ماورائے صراح...... وقاموس...... وتاج العروس...... وخالق زمخشری...... ومغرب مطرزی...... ومصباح المنیر...... ومختار الصحاح...... ونہایہ ابن اثیر...... ومجمع البحار...... وتحفہ ومخزن الادویہ...... وتذکرہ انطاکی...... وجامع ابن بیطار...... وانوا الاسرار بغدادی...... ومرقات...... واشعۃ اللمعات...... وفتح الباری...... وعمدۃ لقاری...... وارشاد الساری...... وشرح مسلم للنووی...... وشرح شمائل ترمذی للقاری...... وشرح شرعۃ الاسلام معلی زادہ...... وشرح مشارق الانولہ لابن الملک...... وتیسیر...... وسراج المنیر شروح جامع صغیر) اور کتابوں سے جو کچھ ملے تو اورعنایت ہو۔ پہلے آپ نے بہت کتابون کی عبارتیں اس بارے میں کہ اذان جمعہ زمانہ اقدس میں دروازہ پر ہوتی تھی ان تفاسیر سے کہ میرے پاس نہیں نقل کر کے بھیجی تھیں،وہ پرچہ باحتیاط رکھ دیا تھا،اب تلاش کیا نہ ملا۔بچیوں کو دعا......

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۱۵ اشوال المکرم روز جان افروز دوشنبہ

(۲۸)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ۳؍شوال روز شنبہ وقت دوپہر آپ کا خط میں تاریخ تحریر ۲۹؍ماہ مبارک لکھی ہے کہ ۹؍جولائی تھی اور ڈاک کی مہر روانگی میں ۱۱؍جولائی اور مہر وصول میں ۱۳؍جولائی ہے، نیز آپ کا خط ۲۹؍رمضان میں لکھ رہے ہیں کہ رسالہ بھیجے ہوئے ۴/۵ روز ہوئے حالانکہ رسالہ ۳۰؍رمضان کو یہاں آیا تو ۲۸؍کو وہاں سے چلا، دوسرے دن روز پنجشنبہ یہاں عید تیسرا دن جمعہ مبارکہ کی عید جمعہ کے دن مجھ سے کام نہیں ہوتا۔ ہر سال روز عید یا ایک روز بعد تک درد سر رہتا ہے۔اس سال آج ۳عید تک ہے۔کل روز یکشنبہ انشاء اللہ تعالیٰ دیکھوں گا۔فتوائے تار کا کوئی نسخہ نہ رہا۔مصطفےٰ میاں سلمہ سے اسی وقت اس کی نقل کو کہہ دیا ہے۔کل یکشنبہ ہے ایک ہی وقت ڈاک جاتی ہے، اگر ڈاک کے وقت تک نقل ہو گیا تو بعونہ تعالیٰ کل روانہ ہو جائے گا۔درد ہی کی حالت میں رسالہ کچھ دیکھا، بعونہ تعالیٰ بہت اچھا لکھا ہے۔جزاکم (اللہ تعالی) خیرا کثیرا فی الدنیا والآخرۃ ۔کاش! یہ قوت دفع خباثات جہنمی زیور میں صرف ہو۔والسلام......

(۲۹)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعل کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبارات تینوں بار کی آئیں، جزاکم المولی سبحانہ وتعالیٰ خیرًا کثیرًا شاید وہ کتابیں جن کو میں دیکھ چکا، اوران کی فہرست میں نے لکھ دی تھی، ان میں فتح الباری وجامع ابن بیطار کا نام لکھنا بھول گیا کہ آپ کو ان کی نقل کرنی ہوئی۔ شاید عقد فرید لابن عبد بہ وہاں نہ ملی کہ اس کی عبارت نہ آئی۔

تاتارخانیہ سے ایک عبارت علامہ طحطاوی نے حاشیہ در میں بالواسطہ نقل فرمائی ہے کہ انبیاعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کا اختصار ع م لکھنا کفر ہے کہ تخفیف شان نبوت ہے۔ اب بھی بانکی پور جانا ہو تو اس عبارت کو ضرور تلاش کیجئے، اگر ملے بحوالہ کتاب وباب وفصل مع نقل عبارت اطلاع دیجیے۔ میں اس وقت اس کا تذکرہ بھول گیا، نیز عبارات خضاب میں مضمرات، شرح قدوری کا نام لکھنا بھول گیا۔ اس کی زیادہ ضرورت تھی۔ والسلام......

فقیر احمد رضا عفی عنہ

(۳۰)

۷۸۶

مولانا المکرم اکرامکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط آیا، اس کا جواب تو بعد کو ہو۔ پہلے یہ گزارش کہ ۲۸؍ذی قعدہ روز جمعہ کو آپ کا خط مژدہ ولادت صاحبزادہ طلب نام تاریخی میں آیا، میں نے اسی دن تہنیت کا تار دیا، اور اس میں تاریخی نام مختار الدین [۱۳۳۶ھ] لکھا۔ اس کی کوئی رسید نہ آئی۔ میں نے سمجھا کہ غیر ضروری جان کر آپ نے لکھی، اب کہ خط آیا اس میں بھی اس کا کوئی تذکرہ نہیں، تو ظن ہوتا ہے کہ تار پہنچا ہی نہیں، جسے بھیجے ہوئے آج ۱۶؍دن ہوئے اگر ایسا ہے اطلاع دیجئے کہ تار گھر مطالبہ ہو۔

فقیر قادری غفرلہ

(۳۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) جلد فتاویٰ اب تک آپ کو نہ پہنچی کیا عجب جب کہ مجھے بعد تقاضائے بسیا ملی۔ اب میں نے کہہ دیا ہے کہ ہدیۃً بھیجیں قیمت مجھ سے لیں۔

(۲) تحقیق میں تقصیر سے الزام ہوا، مگر بے تحقیق محض افواہ پر عید و قربانی صحیح نہ ہوئی۔ اگرچہ واقع میں دہم تھی کہ جس طرح صحت نماز کے لیے دخول وقت شرط ہے، یوہیں اعتقاد دخول بھی۔ اگر اسے شک ہے کہ ثبوت نہیں اور جزافاً نماز پڑھ لی فاسد ہوئی۔ اگرچہ وقت حقیقۃً ہوگیا ہو، یوہیں نماز عید بھی کہ مفسد خمس مفسد عیدین بھی ہے۔

امداد الفتاح و مراقی الفلاح و ردالمحتار میں ہے:

بشرط اعتقاد دخوله لتكون عبادة بنية جاز مة لان الشاك ليس بجازم حتى لو صل وعنده ان الوقت لم يدخل فظهر انه كان قد دخل لا تجزيه •

ردالمحتار میں امداد کے لفظ یہ ہیں:

وكذا بشرط اعتقاد دخوله فلو شك لم تصح صلاته وان ظهر انه قد دخل •

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

كل مايفسد سائر الصلوات ومايفسد الجمعة يفسد صلاة العيدين •

اور جب نماز نہ ہوئی قربانی بھی نہ ہوئی کہ شہر میں تقدم صلاۃ بشرط صحت اضحیہ ہے۔

والا فهو لحم قدمه لاهله كمانص عليه حديثا وفقها •

(۳) یہ گواہی کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا مقبول نہیں اگرچہ شاہد ایک جماعت ہو کہ یہ نہ شہادت علی الرویۃ ہے، نہ شہادت علی الشہادت۔

فتح القدیر و عالمگیریہ و بحر الرائق وغیرہا میں ہے:

لو شهد جماعة ان بلدة كذا رأوا هلال رمضان قبلكم بيرم وصاموا وهذا اليوم ثلثون بحسابهم ولم ير هولاء الهلال لا يباح فطر غد ولاترك التراويح فى هذه الليلة لانهم لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غير هم انما حكوا رؤية غيرهم •

استفاضہ کہ بعد تحقیق معتبر ہے، خاص اس شہر کا جہاں حاکم شرعی ہو کہ اب یہ شہادت علی الحکم ہوگی۔

تنبیہ الغافل الوسنان میں ہے:

لما كانت الا ستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا لزم العمل بها لان المرا دبها بلدة فيها حاكم شرعى •

ردالمحتار میں ہے:

فكانت تلك الا ستفاضة بعمنى نقل الحكم المذكور •

حاکم شرعی، سلطان اسلام یا قاضی مولی من قبلہ یا امور دینیہ میں فقیہ، بصیر، فقہ اہل بلد نہ آج کل کے عام مولوی، یہی جواب سوال (۴) ہے۔

درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازہ میں بھی داخل نہیں ہوتا، نہ کہ واعظ جسے سوائے طلاقت لسانی کوئی لیاقت جہاں درکار نہیں۔ خصوصاً جب کہ خاص مسائل رویت ہلال میں جمیع ائمہ سے تفرد ہو والمسئلة فی الحديقة النديه عن فتاوىٰ الامام العتابی •

(۵) یہ مولیٰ علی سے نہ فرمایا بلکہ مولیٰ علی نے فرمایا: کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یہ اثر کسی کتاب حدیث سے نظر میں نہیں، فقہا نے ذکر کیا، اور ساتھ ہی فرمایا یہ اسی عام کو تھا، نہ عام کو۔

فتاویٰ کبریٰ وخزانۃ المفتین میں ہے:

ما یروی ان یوم نحر کم یوم صومکم کان وقع ذالك العام لعینه دون الابد وجیز •

امام کردری میں ہے:

ماینقل عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه ان اوّل الصوم یوم النحر لیس بتشریع کلی بل اخبار عن اتفاقی فی هذه السنة واللہ اعلم ۔

(۶) یہاں کاتب کوئی نہیں، نقل کی دقت ہے۔ آپ نے جہاں تک نقل کرلیا تھا، اس کا آخر لکھ بھیجئے کہ اس کے بعد کا بقیہ لکھنا کل کے اعتبار سے کچھ تو آسان ہوگا۔

میں نے کل عصر کے بعد مولوی امجد علی صاحب کو قیمت فتاویٰ کے روپے دے دیے، اور تاکید کردی کہ صبح ہی آپ کو پلندہ بھیج دیں۔ انہوں نے ایک روپیہ پھیر دیا کہ اس قدر کے اجزا ان کو پہلے بھیج چکا ہوں اور کل اتوار ہے۔ میں نے کہا کہ کل ۹ بجے تک آپ بھیج سکتے ہیں؟ انہوں نے وعدہ تو کیا ہے۔ نعمت تازہ کی خیریت سے اطلاع دیجئے اور کہ تہنیت کا تارمع تاریخی نام مختار الدین کہ آپ کے نام سے ملتا ہوا بھی ہے، جو میں نے ۲۸، ذی القعدہ ۳۶ھ روز جمعہ کو بھیجا، کیا آپ کو ملا؟ والسلام......

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۱۵ / ذی الحجۃ الحرام یوم الاحد ۳۴ھ

(۳۲)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

ولدی الاعز جعله اللہ تعالیٰ کاسمه ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته

آپ کا کارڈ کل ہی مطبع میں بھیج دیا تھا۔ شام کو مولوی امجد علی صاحب سے دریافت کئے پر معلوم ہوا کہ انہوں نے وہ اجزاء

ریلو کیے۔ حالاں کہ میں کہہ چکا تھا کہ قیمت میں دوں گا اور انہوں نے ایک روپیہ واپس کر دیا تھا اس گمان پر کہ بقیہ جا چکے ہیں۔
خیر اب وہ روپیہ بھیجتا ہوں۔
فتوائے تکفیر عبدالماجد بھیجتا ہوں۔ یہ پرچہ صحیفہ سے منگا لیجیے اور اس کے مطابق تصحیح کر لیجیے یا اس کی نقل فرما لیجیے۔
مشرومہ میں مولوی عبدالمجید فرنگی محلی کا فتویٰ چھپا تھا، جس میں سائل مغوی نے دھوکا دیا۔ کیا مولوی عبدالباری کا کوئی اور فتویٰ چھپا ہے؟ اور ان کو بھی دھوکا دیا گیا، یا دیدہ و دانستہ سیاسی علت نے کفر کو اسلام بنایا؟ اس فتویٰ کی بہت ضرورت ہے۔ وہ پرچہ مشرومہ جہاں سے ملے بھیج دیجیے، ورنہ حرف بحرف اس فتویٰ کی نقل مع نمبر پرچہ مشرومہ۔
دس روپے کہ آپ نے بھیجے بعونہ تعالیٰ حسنہ جاریہ ہیں، ان تین بلکہ زیادہ کے نام لکھ بھیجئے جو مستطیع نہیں اور مستحق ہیں۔
والسلام۔ بچیوں کو اور نعمت تازہ کو دعا......

فقیر احمد رضا عفی عنہ ۲۱ ؍ ذی الحجہ یوم الاحد ۳۴ھ

(۳۳)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دس روپے آنے، نو کی اہل علم کے لیے تین جلدیں خریدیں۔ ایک آج بانکی پور رجسٹری کر دی، ۱۳ ؍ مع رجسٹری صرف ہوئے، تین آنے آپ کے باقی ہیں، کیا کیے جائیں؟ مولوی عبدالباری کی تحریر ایک صاحب نے بھیج دی، اب اس کی حاجت نہیں۔ جمعہ گزشتہ کو مواخذہ کی رجسٹری بھی گئی، جو ۳۰ ؍ ذی الحجہ کو لکھنؤ پہنچی۔ ۳ ؍ محرم کو ڈاک کی رسید آ گئی، جواب کا انتظار ہے۔
آپ نے دربارہ اذان جو عبارات نقل کر کے بھیجیں، ان میں ایک عبارت یہ ہے۔ تفسیر سفی جلد ۹ ص ۲۳ بعینہٖ اسی شکل سے یہ لفظ ہے کہ کس وف پڑھا جاتا ہے۔ کیا یہ بیہقی ہے؟ اور ہے تو کون سے بیہقی ہیں؟ صاحب سنن، صاحب کفایہ، صاحب شامل؟ آپ کے ایک پرچہ پر تصانیف منقول عنہا کے نام و مصنف لکھے، اس میں یہ متروک ہے، اس کی ضرورت ہے۔ نیز جو عبارت ان کی نقل کی اگلاط و اسقاط پر مشتمل ہے، پہلے پلندہ میں یا روپیہ کا نوٹ بھیجا تھا۔ اس کی رسید معلوم نہ ہوئی۔ نعمت تازہ اور بچیوں کو دعا۔ والسلام ۵ محرم شریف ۳۷ھ

خط میں جتنی باتیں جواب طلب ہوا کریں سب دیکھ لیا کیجیے کہ مجھے ایک ہی بار لکھنے کی فرصت نہیں۔ والسلام......

(۳۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مولانا المکرم اکرامکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے فرمایا تھا وہ شنبہ کے دن بانکی پور سے عبارت ونام مصنف بھیج دیں گے جسے آج ۱۲ دن ہوئے ظاہراً انہوں نے توجہ نہ کی۔ جلد فتاویٰ کو بھیجے ہوئے مدت ہوئی، اس کی رسید بھی نہ آئی۔ مولوی عبدالباری کو تین رجسٹریاں طلب کی گئی ڈاک کی رسیدیں آ گئیں، مگر اودھ شہر خموشاں ہے، اور کیوں نہ ہو کہ کفر کو اسلام، اسلام کو کفر بنالیا اور اخباروں نے کہ کفر چھاپنے ہی کے لیے ہیں، چھاپ دیا۔ اسلام کا قول کون چھاپے گا؟ اور اگر کوئی رسالہ چھپا، تو کون دیکھے گا؟ لہٰذا کفری دنیا میں اپنی ہی بات بالا رہتی سمجھ لی۔ دس ی ع ل م ال ذی ن ظ ل م وا الآیہ الحق حدیث حق ہے جب آیت اتری کہ تم دیکھو گے، لوگوں کو دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں: وسیخرجون منھا افواجا کم ادخلوا افواجا یہ وہی وقت ہے۔ ایک ملعون کفر بکتا ہے، ہزار اس کے پیچھے اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاتے ہیں۔ والعیاذ بہ تعالیٰ نعمت تازہ اور بچیوں کو دعا۔ والسلام ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

ہاں ایک جواب مولوی سلامت اللہ فرنگی محلی کے نام سے بھجوایا ہے کہ ہم نے خوب تحقیق کر لیا۔ ہم فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتے ہم نے خود عبدالباری سے دریافت کر لیا اس نے کہا کہ میں نے کوئی کفر نہ کیا بس ختم شد اور ایک دھمکی یہ دی کہ ہم سلطنت کفر مٹانے کی فکر میں ہے تم اس میں ساتھ نہیں دیتے، جو جواب تم اس کا دو گے وہی ہم عدم تکفیر مرتد کا دے لیں گے اور چالاکی یہ کی کہ خط سلامت اللہ کی طرف سے اور اس کا کاتب بھی کوئی اور من جانب سلامت اللہ۔

(۳۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفرالدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایسی جگہ اگر اعلاء کلمۃ اللہ پر قدرت ہو اعظم قرب ہے۔ مگر نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ احتمال ضرور زائد ہے' یہ تو رائے ہے اور قواعد سے دیکھا جائے تو جواب آیا۔ قبیح بہرۃ

برادرم حافظ یقین الدین صاحب کے جو تعلقات اس فقیر سے ہیں آپ پر مخفی نہیں' یہ آپ کی محبت کاملہ کے اعتماد پر اپنے خوردسال بچوں کو آپ کی نگرانی میں تعلیم دیتے ہیں۔ امید کہ بعونہ تعالیٰ نتیجہ احسن ہو۔

دورسالوں کے ۴،۴ نسخے حاضر۔ نورالعین مختارالدین کو توال کرناج تصدق کیجئے' اور ایک راس اس کی طرف سے ذبحہ

کر کے تصدق مع پوست کر دیجیے۔ میں نے ایک خواب دیکھا انشاء اللہ العزیز اچھا ہے' یہ صدقہ مناسب ہے۔
حضرت سیّدنا مخدوم شرف الحق والدین یحییٰ منیری بہاری قدس سرہ کی طرف ایک ملفوظ بنام معدن المعانی بہار میں چھپا تھا یہاں اور لکھنؤ میں نہ ملا وہاں ملے تو ایک نسخہ مطلوب اور کسی معتمد جگہ اس کا کوئی قلمی نسخہ بھی معلوم کرنا ہے۔ بچوں کو دعا......

فقیر قادری ۱۴؍ ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ

(۳۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین.

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پرچہ اخبار آیا۔ نواب صاحب نے ترجمہ کیا، کسی عجیب بے ادراک کی تحریر ہے، جسے ہیات کا ایک حرف نہیں آتا۔ سراپا اغلاط سے مملو ہے۔ آپ نے جو تقویمات کواکب لکھیں، ان میں بھی بعض میں فرق ہے۔ مجھے ۱۷ دن سے بخار آتا ہے نقاہت بشدت ہوگئی ہے، طالب دعا ہوں خیال ہے کہ بعد صحت ایک مضمون نہ صرف اس کے اغلاط کثیرہ کے بیان میں بلکہ ہیت جدیدہ کے مسئلہ جاذبیت کے ابطال میں بھی۔ سیّد صاحب ہمدرد کو بھیج دیں آپ مناسب جانیں تو آپ کے نام سے ہوا اردو ہمدم کے نام سے چلا جائے اور انگریزی اس کی بانکی پور کے اخبار کو بھیج دیں۔ والسلام بچے کو دعا......

فقیر قادری ۱۴؍ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ

یہ خط مصطفیٰ رضا سے لکھوایا ہے۔

(۳۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پتہ صحیح نہ ہونے کے سبب پہلے خط کا جواب بہت دیر میں آیا اور الرضا کی کاپیوں کی جلدی تھی۔ میں نے بعد انتظار اپنے ہی نام سے دے دیا۔ مسودہ کی پہلی نقل آپ کو مرسل ہے۔ دبدبہ سکندری وغیرہ جہاں چاہیے بھیجیے، مگر جلدی چاہیے کہ ۱۷؍ دسمبر قریب ہے۔ اگر انگریزی کی جائے، تو پہلے نمبر کی اس قدر تلخیص کافی ہے۔ اس لفظ کے بعد کہ 'خود شمس اس کے گرد وائر' اس مضمون کو مصنف نے قرآن عظیم کی آٹھ آیتوں سے ثابت کیا اور اخیر کے دوسرے حاشیہ میں اس لفظ کے 'جس طرح دریا میں مچھلی' اتنا کافی ہے کہ اس مضمون کو مصنف نے آیت اور حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔ آگے جیسی آپ کی رائے۔

یہاں شروع سال ۳۸ھ سے اوقات صلوات خمسہ کے نقشہ میں ہر مہینے یہ اضافہ ہوتا ہے، جس کی نقل بابت محرم شریف آپ کو مرسل کتاب القاضی الی القاضی کا دربارہ ہلال معتبرہ ہونا قیاس نہیں، صریح متون ہے کہ فی غیرہ حد وقود ظاہر ہے کہ امر ہلال بھی حدود نہیں۔

فتاویٰ خیرہ میں ہے:

یصح التحکیم فی مسئلة العینین لانه لیس بحد و لادیة علی العاقلة ان عبارات میں دین بفتح دال ہے۔

مجھے بخار کو آج ۳۳ روز ہوئے دعا کا طالب ہوں۔

(۳۸)

۷۸۶

اپنے اعمال کے سبب اپنے رب سے ڈرو ۱۷ دسمبر کی بے اصل و بے ہودہ پیشگوئی کا خوف نہ کرو۔ دارالافتا میں جناب مولانا مولوی محمد ظفرالدین صاحب نے بانکی پور کے انگریزی اخبار اکسپریس ۱۸ اکتوبر کے دوسرے ورق کا صرف پہلا کالم تراش کر بغرض ملاحظہ واستصواب حاضر کیا۔ جس میں امریکہ کے منجم پروفیسر ''البرٹ'' کی ہولناک پیش گوئی ہے۔ جناب نواب وزیر احمد خاں صاحب وجناب سیّد اشتیاق علی صاحب رضوی نے ترجمہ کیا۔ جس کا خلاصہ یہ کہ

۱۷ دسمبر کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نیچوں یہ چھ سیارے جن کی طاقت سب سے زائد ہے، قرآن میں ہوں گے۔ آفتاب ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ فاصلہ میں جمع ہو کر اسے بقوت کھینچیں گے اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا، اور مقابلہ میں آتا جائے گا۔ ایک بڑا کوکب یورنیس سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیات میں کبھی نہ جانا گیا، یورنیس اور ان چھ میں مقناطیسی لہر آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے چوبیس صدیوں سے نہ دیکھا گیا تھا، ممالک متحدہ دسمبر میں بڑے خوفناک طوفان آب سے صاف کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس ۱۷ دسمبر کو ظاہر ہوگا۔ جو بے آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ آنکھ سے دیکھا جائے۔ جب سے انسانی تاریخ جاری ہوئی ہے، نہ ہوا ہوگا اور ایک وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب میں ہوگا۔ یہ داغ شمس کرہ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان، بجلیاں اور سخت مینہ اور بڑے زلزلے ہوں گے، زمیں ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔ فقط

الجواب

یہ سب اوہام باطلہ و ہوسات عاطلہ ہیں، مسلمانوں کو ان کی طرف اصلاً التفات جائز نہیں۔

[۱] منجم نے ان کی بنا کواکب کے طول وسطی پر رکھی، جسے ہیات جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں۔ اس میں وہ ۶ کواکب باہم ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے کے فصل میں ہوں گے۔ مگر یہ فرض خود فرض باطل ومطرود اور قرآن

عظیم کے ارشادات سے مردود ہے۔ نہ شمس مرکز ہے، نہ کواکب اس کے گرد متحرک۔ بلکہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم، اور سب کواکب اور خود شمس اس کے گرد دائر۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

(۱) والشمس و القمر بحسبان' سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے۔

(۲) والشمس تجری لمستقر لها ذالیك تقدیر العزیز العلیم' سورج چلتا ہے ایک ٹھہراؤ کے لیے پر سادھا ہوا زبردست علم والے کا ہے۔

(۳) کل فی فلك یسبحون' چاند سورج سب ایک گھیرے میں پیر رہے ہیں اور فرماتا ہے۔

(۴) وسخر لکم الشمس و القمر دائبین' تمہارے لیے چاند مسخر کئے کہ دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں۔

اور سورہ رعد میں فرماتا ہے۔

(۵) وسخر الشمس و القمر کل یجری لا جل مسمی' اللہ نے مسخر فرمائے چاند سورج ہر ایک ٹھہرائے وقت تک چل رہا ہے۔

بعینہٖ اسی طرح سورہ لقمان، سورہ ملائکہ، سورہ زمر، میں فرمایا...... اس پر جو جاہلانہ اختراع پیش کرے، اس کے جواب کو آیہ کریمہ تمہیں تعلیم دی۔ الا یعلم من خلق وهو اللطیف الخبیر' کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے خبردار۔

تو پیش گوئی کا سرے سے مبنیٰ ہی باطل ہے۔

[۲] یہ جسے طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں، حقیقۃً کواکب کے اوساط معدلہ بہ تعدیل اوّل ہیں۔ جیسا کہ واقف زیجات پر ظاہر ہے اور اوساط کواکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے، بلکہ فرضی اور اعتبار حقیقی کا ہے۔

۱۷؍دسمبر کو کواکب کے حقیقی مقامات یہ ہوں گے۔

کوکب	برج	درجہ	دقیقہ
نپچون	اسد	۱۱	۱۵
مشتری	اسد	۱۷	۵۴
زحل	سنبلہ	۱۱	۳۹
مریخ	میزان	۹	۱۰
زہرہ	عقرب	۹	۱۹
عطارد	قوس	۳	۳۰

شمس	قوس	۲۴	۳۰
یورینس	دلو	۲۸	۲۶

ظاہر ہے کہ ان ٦ باہمی فاصلہ: ۲۶ درجے میں محدود، بلکہ ۱۱۲ درجہ تک معدود۔ یہ تقویم اس دن تمام ہندوستان میں ریلوے وقت سے ساڑھے پانچ بجے شام اور نیویارک ممالک متحدہ امریکہ میں ۷ بجے صبح اور لندن میں دوپہر کے بارہ بجے ہوں گے۔ یہ فاصلہ ان کی تقویمات کا ہے، باہمی بعد اس سے قلیل مختلف ہوگا کہ عرض کی قوسیں چھوٹی ہیں۔ اس کے استخراج کی حاجت نہیں کہ کہاں ۲۶ اور کہاں ۱۱۲۔

[۳] یہ کلام اسلامی اصول پر تھا۔ اب کچھ عقلی بھی لیجئے۔ یہ کہنا کہ: ''دو ہزار برس ایسا اجتماع نہ دیکھا گیا، بلکہ جب سے کواکب کی تاریخ شروع ہوئی ہے، نہ جانا گیا'' محض جزاف ہے۔ مدعی اس پر دلیل رکھتا ہے، تو پیش کرے۔ ورنہ روز اوّل کواکب درکنار۔ دو ہزار برس کے تمام زیجات بالاستیعاب اس نے مطالعہ کیے، اور ایسا اجتماع نہ پایا، یہ بھی یقیناً نہیں۔ تو دعوائے بے دلیل باطل وذلیل اور یورینس اور نیپچوں تو اب ظاہرہ ہوئے، اگلی زیجات میں ان کا پتہ کہاں؟ مگر یہ کہ اوساط موجودہ سے بطریق تفریق ان کے ہزاروں برس کے اوساط نکالے ہوں۔ یہ بھی ظاہر النفی ہے اور دعویٰ محض ادعا۔

[۴] کیا سب کواکب نے آپس میں صلح کر کے آزاد آفتاب پر ایکا کرلیا ہے؟ یہ تو محض باطل ہے۔ بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے، تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر پر قوی تر، اور ضعیف تر پر شدید تر اور ۱۷ دسمبر کو اوساط کواکب کا نقشہ یہ ہے۔

تقویم

کوکب	درجہ	دقیقہ
مشتری	۱۲۹	۲۰
نیپچون	۱۲۹	۵۳
زہرا	۱۴۲	۴۲
عطارد	۱۵۳	۵۰
مریخ	۱۵۴	۱۷
زحل	۱۵۵	۴۳
یورینس	۲۳۰	۵۷

اور ظاہر ہے کہ آفتاب ان سے ہزاروں درجے بڑا ہے۔ جب اتنے بڑے پر ۶ کی کھینچ تان اس کا منہ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی، تو زحل کہ اس نہایت صغیر وحقیر ہے، پانچ کی کشاکش اور ادھر سے یورینس کی مار مار، یقیناً اس کو فنا کر دینے کو کافی ہوگی اور اس کے اعتبار سے ان کا فاصلہ بھی اور تنگ صرف پچیس درجے۔

[۵] مریخ زحل سے بہت چھوٹا ہے اور اس کے لحاظ سے فاصلہ اور بھی کم، فقط ساڑھے ۲۴ درجے۔ تو یہ چار ہی مل کر اسے پاش پاش کر دیں گے۔

[۶] عطارد سب میں چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجہ کے فاصلہ میں ہیں، جو ۲۶ کا آدھا ہے۔ تو یہ تین عظیم ہاتھی مع یورینس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ منجم نے اسی مضمون میں کہا کہ:

دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹے داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں، اور تین ان میں سے بڑا طوفان، اور بڑا داغ، اور چار فی الحقیقت ایک بہت بڑا طوفان، اور بہت بڑا داغ۔

جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے، تو بے چارے عطارد و مریخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ اور زحل پر تو اکٹھے ۶ جمع ہیں۔ تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے، اسی نسبت سے ان پر اثر زیادہ ہونا لازم۔ واجب تھا کہ یہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں۔ لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے، وہ انہیں تمرد پر لائے گی۔ جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جواذب میں گم جانا۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ کمزور چیز نہایت قوی قوت سے کھینچی جائے گی، اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے، کھنچ آئے گی، ورنہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں؟ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی۔ وہ آپس میں کٹ مر کر فنا ہوں گے۔ نہ آفتاب کے اس طرف ۶ رہیں گے، نہ اس کے زخم آئے گا۔

بالجملہ پیشگوئی محض باطل و پادر ہوا ہے۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے۔ پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اللہ تعالیٰ اپنے خلق میں جب جو چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً بمشیت الٰہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے کہ سب باتیں واقع ہو جائیں، جب بھی پیش گوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کواکب پر مبنی وہ اصول محض بے اصل من گڑھت ہیں، جن کا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہیے اور اگر اجتماع قائم ہے، تو جاذبیت کا اثر غلط ہے۔ بہر حال پیش گوئی باطل۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

[۷] جاذبیت پر ایک سہل سوال اوج وحضیض شمس سے ہوتا ہے، جس کا ہر سال مشاہدہ ہے۔ نقطہ اوج پر کہ اس کا وقت تقریباً سوم جولائی ہے۔ آفتاب زمین سے غایت بعد پر ہوتا ہے اور نقطہ حضیض پر کہ تقریباً سوم جنوری ہے، غایت قرب پر۔ یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے کہ تفتیش جدید میں بعد اوسط نو کروڑ انتیس لاکھ میل بتایا گیا ہے اور ہم نے حساب کیا، مابین المرکزین دو درجے پینتالیس ثانیے یعنی ۳۹۲، ۴۴۵ء تو بعد البعد ۹۴۵۸۰۲۶ میل ہوا، اور بعد اقرب ۹۷۴، ۹۱۳۴۱ء میل، تفاوت

۱۶،۰۵۲، ۳۱ میل۔ اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے مرکز اسفل میں آفتاب ہے جیسا کہ ہیئت جدیدہ کا زعم ہے تو

اولاً نافریت ارض کو جاذبیت شمس سے کیا نسبت کہ آفتاب حسب بیان اصول علم الٰہیات ہیئت جدیدہ میں بارہ لاکھ پینتالیس ہزار ایک سو تین زمینوں کے (برابر ہے) اور ہم (ا) بر بنائے مقررات تازہ اصل کروی پر حساب کیا تو اس سے بھی زائد آیا۔ یعنی آفتاب تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر ہے۔ وہ جرم کہ اس کے بارہ تیرہ لاکھ حصوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں، اس کی کیا مقاومت کر سکتا ہے؟ تو گرد دورہ کرنا نہ تھا۔ بلکہ پہلے ہی دن کھینچ کر اس میں مل جاتا۔ کیا بارہ تیرہ لاکھ آدمی مل کر ایک کو کھینچیں تو وہ کھنچ نہ سکے گا، بلکہ ان کے گرد گھومے گا؟

ثانیا جب کہ نصف دور میں جاذبیت شمس غالب آ کر اکتیس لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ لائی، تو نصف دوم میں اسے کس نے ضعیف کر دیا کہ زمین پھر اکتیس لاکھ سے زیادہ دور بھاگ گئی۔ حالانکہ قریب موجب قوت اثر جذب ہے تو تخفیف پر لا کر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہوتا، اور زمین کا وقتاً فوقتاً قریب تر ہوتا جانا لازم تھا نہ کہ نہایت قرب پر آ کر، اس کی قوت سست پڑے، اور زمین اس کے نیچے سے چھوٹ کر پھر بھی اتنی ہی دور ہو جائے۔ شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو راتب زائد ملتا ہے، قوت تیز ہوتی ہے اور جنوری سے جولائی تک بھوکا رہتا ہے، کمزور پڑ جاتا ہے۔ دو جسم اگر برابر کے ہوتے، تو یہ کہنا کہ ایک ظاہری لگتی ہوئی بات تھی کہ نصف دور میں یہ غالب ہوتا ہے، اور نصف دور میں وہ نہ کہ وہ جرم کے زمین کے ۱۲ لاکھ امثال سے بڑا ہے، اسے کھینچ کر ۳۱ لاکھ میل سے زیادہ قریب کرے، اور عین شباب اثر جذب کے وقت سست پڑ جائے، اور ادھر ایک ادھر ۱۲ لاکھ سے زائد پر غلبہ و مغلوبیت کا دورہ پورا نصف نصف پر قرار پائے۔

ثالثا خاص انہیں نقطوں کا تعین اور ہر سال انہیں پر غلبہ و مغلوبیت کی کیا وجہ؟ بخلاف ہمارے اصول کے کہ زمین ساکن اور آفتاب اس کے گرد ایک ایسے دائرہ پر متحرک جس کا مرکز عالم سے اکتیس لاکھ سولہ ہزار باون میل باہر ہے۔

اگر مرکز متحد ہوتا، زمین سے آفتاب کا بعد ہمیشہ یکساں رہتا۔ مگر بوجہ خروج مرکز جب آفتاب نقطہ ا پر ہوگا، مرکز زمین سے اس کا فصل ء ج ہوگا۔ یعنی بقدر اب نصف قطر مدار شمس + ب ج مابین المرکزین اور جب ء پر ہوگا، اس کا فصل ء ج ء ہوگا۔ یعنی بقدر ب ء نصف قطر مدار شمس - ب ج مابین المرکزین۔ دونوں فصلوں میں بقدر دو چند مابین المرکزین فرق ہوگا، یہ اصل کروی پر ہے۔ لیکن بعد اوسط اصل بیضی میں بعد اوسط منصف مابین المرکزین پر ہے، تو بعد اوسط + نصف مابین المرکزین = بعد ابعد۔ نصف مذکور = بعد اقرب لا جرم مابین المرکزین فرق ہوگا، اور یہی نقطے اس قرب و بعد کے لیے خود ہی متعین رہیں گے۔ جن میں نہ جاذبیت کا جھگڑا، نا قربت کا بکھیڑا۔ ذالك تقدير العزيز العليم یہ سادھا ہوا زبردست جاننے والا کا جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا والہ وصحبہ وسلم۔ بیان منجم میں اور بہت اغلاط ہیں۔ جن کی طرف التفات نہ کیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(۳۸)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرة عینی ولدی الاعز مولانا محمد ظفر الدين جعله الله تعالیٰ كاسمه ظفر الدين آمين

السلام عليكم ورحمة الله بركاته

آج ۲۳ دن ہوئے۔ آپ کو جواب لکھوا چکا ہوں۔ ۱۷ ربیع الاول شریف کو مفصل خط اپنی علالت وغیرہ کا بھیجا۔ ساڑھے پانچ مہینے سے زائد ہوئے، میری آنکھ پر آشوب آیا۔ سوا پانچ مہینہ تک لکھنا پڑھنا موقوف رہا۔ مسائل سن کر زبانی جواب لکھواتا رہا۔ اسی طرح بعض رسائل لکھوائے، آنکھ پر اب تک بہت ضعف ہے۔ مجبور ہو کر اب ایک ہفتہ سے لکھنا شروع کر دیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ کافی ہے ۱۲ ربیع الاول شریف سے طبیعت ایسی علیل ہوئی کہ کبھی نہیں ہوئی تھی۔ چار چار پہر پیشاب بھی بند رہا۔ میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا، مولیٰ تعالیٰ نے فضل کیا۔ مرض زائل ہوا۔ مگر آج دو مہینے کامل ہوئے، ضعف میں فرق نہیں۔ مسجد کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر لے جاتے، اور کرسی پر لاتے ہیں۔ اسی حالت میں ترک موالات و ترک تعاون واستعانت بکفار و ادخال مشرکین بمسجد وغیرہا امور دائرہ پر ایک جواب لکھنا پڑا کہ پانچ جز سے زائد ہو گیا۔ آیہ کریمہ ممتحنہ کی اس میں بحث کافی کر دی گئی۔ اسی کے لحاظ سے اس کا نام الحجة المؤتمنة فی آية الممتحنه رکھا، یہ رسالہ چھپ رہا ہے۔ جس دن آپ کو خط لکھا تھا اسی دن سے مطبع میں آیا ہے۔ ۴ صفحوں تک کا پیاں ہو گئی ہیں۔ کچھ فرمے چھپ گئے ہیں۔ بعد تکمیل انشاءاللہ تعالیٰ حاضر کرے گا۔

بدایونی شرارتیں تین مہینہ سے پھر ترقی پر ہیں احباب ان کے جواب لکھتے ہیں ان کے سننے بنوانے میں بھی وقت صرف ہوتا ہے اور طبیعت کی یہ حالت ہے۔ جواب سے عاجز آتے ہیں، تو انہیں کچہری یاد آتی ہے۔ کوئی تین ہفتے ہوئے، بدایوں کے کسی مقدمہ دیوانی میں نام سمن بھیجوایا کہ اس بارے میں جو فتویٰ تم نے لکھا تھا، جس جلد میں ہو اسے لے کر تصدیق کو آؤ۔ بارے بحمد اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے انہیں خائب و خاسر کیا، مجھے جانا نہ ہوا اور وہ مقدمہ شاید فیصل بھی ہو گیا۔ آپ کا رسالہ بالا ستیعاب اب تک میں انہیں وجوہ سے نہ دیکھ پایا۔ متفرق مقامات سے کچھ کچھ دیکھا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً کثیراً اچھا ہے۔ مگر مشائخ بہار کی طرف سے یہ تاویل کہ انہوں نے کوئی دنیوی کام سمجھ کر اتباع رائے مشرک جائز رکھا ہے۔ میری سمجھ میں نہ آئی۔ سلطنت اسلام کی حمایت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت جن کا پس روان گاندھی کو ادعا ہے، کیا کوئی دنیوی کام ہے؟ اور وہ تو یہاں تک اونچے اڑ رہے ہیں کہ جو اس میں شرکت نہ کرے، مسلمان ہی نہیں تو اسے نہ صرف کار دین بلکہ ضروریات دین جانتے ہیں۔ بہر حال اسے دیکھ کر اللہ چاہے، تو اسے جلد واپس کرنے کا ارادہ ہے۔ بچی مرحومہ کو جس طرح خواب میں دیکھا جاتا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ بہت مبارک ہے۔ نہانا رحمت و برکت ہے، اور برہنگی دلیل حاضری بارگاہ ہے کہ دربار عزت میں حاضری یو ہیں ہوگی۔ قال الله تعالىٰ: لقد جئتمونا كما خلقنكم اوّل مرة ٥ وقال صلى الله عليه وسلم: انكم

تحشرون حفاۃ عراۃ اور دیکھنے والوں کو تصحیح اعمال کی تنبیہ وانداز ہے۔قال صلی اللہ علیہ وسلم: انا النذیر العریان
حضرت سرمد کا شعر ہے

پوشاندہ لباس ہر کر ا عیبے دید
بے عیباں را لباس عریانی داد

(۳۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نحمده ونصلی علیٰ رسوله الكريم
ولدی الاعز حامی السنن مولانا مولوی محمد ظفر الدین
صاحب جعله الله كاسمه ظفر الدين آمين
السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

میں ۱۲ ربیع الاول شریف کی شام سے جو علیل ہوا، تو اب تک یہ حالت ہے کہ چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد کو لے جاتے، اور لاتے ہیں۔ آپ کے رسالہ میں بہت دیر ہوئی، دس بارہ روز ہوئے کہ اسے تین جلسوں میں دیکھ لیا۔ بحث خلافت کو چاہا کہ تمام کردوں، خطبہ صدارت مولوی عبدالباری صاحب میں اس کے متعلق ۱۵ سطریں ہیں، اور بہت ہذیان۔ رسالہ آزاد میں ائمہ عقائد وحدیث وفقہ کی ۵۷ عبارتیں نکالیں۔ کچھ آپ کے رسالہ کے حاشیہ پر لکھیں۔ پھر جدا ترک کے اوراق بڑھائے۔ فقط ۱۵، سطر لکھنوی کے رد تک ۱۰ ورق ہو گئے۔ رد آزاد جدا رہا۔ لہٰذا اسے ملتوی رکھا۔ وہ عبارات کاٹ دیں اور جس قدر پر آپ نے اکتفا کی تھی اسی قدر کی تمیم کردی۔

۱۳ تا ۱۵ ر رجب مطابق ۲۴ تا ۲۶ ر مارچ کو گاندھیوں کا بھاری جلسہ بریلی میں ہونے کو ہے۔ احباب کی رائے ہے کہ اپنے علما بھی ایام ندوہ کی طرح جمع ہوں۔ اگر یہ قرار پایا، تو آپ کو آنا ضرور ہوگا، تیار رہیے۔ اگر میں ۱۱ ریا ۱۲ ر رجب کو تار دوں تو باذنہٖ تعالیٰ فوراً تشریف لائیے، اس کی رسید سے مطلع فرمائیے۔ بچوں کو دعا۔ والسلام......

فقیر قادری ۳ ر رجب المرجب یوم الاثنین ۳۹ھ

درمختار شامی کی عبارتیں کاٹ دی تھی کہ سلسلہ کتب فقہ میں رکھی جائیں۔ جب وہ سلسلہ ہی نہ رہا، تو یہ عبارتیں قائم رہیں گی۔ تقریظ نہ لکھی کہ کتاب یہیں سے منسوب ہو جائے گی اور یوں بعونہٖ تعالیٰ زیادہ مفید ہوگی۔

(۴۰)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مولانا المکرّم ذی المجد والکرم اکرمکم اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حالات حاضرہ ومصائب دائرہ نے اسلام ومسلمین کو جس درجہ سراسیمہ وپریشان کیا ہے، آپ جیسے واقف کار حضرات سے مخفی نہیں۔علمائے اہل سنت وجماعت اگر اب بھی بیدار نہ ہونگے تو (خدانہ خواستہ) وہ دن دور نہیں کہ سوائے کف افسوس ملنے کے اور کچھ چارہ کار نہ پائیں گے۔انہیں ضرورتوں کو محسوس کر کے علمائے اہل سنت وجماعت کا ایک مہتم بالشان جلسہ ۲۲؍۲۳؍۲۴ شعبان المعظم روز دوشنبہ سہ شنبہ چہارشنبہ کو ہونا قرار پایا ہے۔میں جناب کی اعانت دینی وتوجہ مذہبی سے امید واثق رکھتا ہوں کہ اس ضروری دینی کام کو سب کاموں پر مقدم سمجھیں گے اور تشریف لاکر اپنے مفید مشورہ اور مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کی اصلاح احوال فرمائیں گے اور جو صاحب اس کار خیر میں اپنے صرف کے متحمل نہ ہوسکیں جلسہ ان کی خدمت کے لیے حاضر ہے۔

والسلام مع الاکرام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۲؍شعبان المعظم ۳۹ھ محلّہ سوداگران بریلی۔

جناب کی تشریف آوری اشد ضروریات سے ہے۔روانگی سے قبل پہنچنے کے وقت سے مطلع فرمائیں۔محمد حسنین رضا خان ناظم جمعیت......

(۴۱)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا المکرم مولوی ظفر الدین صاحب جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مبارک، مبارک، مبارک۔مولانا مولوی عبدالباری صاحب نے ان ایک سوایک اور ان کے امثال سے توبہ چھاپ دی۔ ملاحظہ ''ہمدم'' ۱۱؍رمضان المبارک روز جمعہ ۲۰؍مئی ۲۰ء ص ۳ ک ۴۔

میں نے بہت گناہ دانستہ کیے اور بہت سے نادانستہ سب کی توبہ کرتا ہوں۔اے اللہ! میں نے امور قولاً وفعلاً وتقریراً بھی کیے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا تھا، مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا۔ان سب سے اور ان کے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے میرے لیے کوئی قدوہ نہیں ہے، محض مولوی صاحب موصوف پر

اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ میری توبہ قبول کر۔ فقیر عبدالباری عفی عنہ

فقیر کی رائے میں فوراً ایک جلسہ تہنیت توبہ مولانا مولی عبدالباری صاحب لکھنوی چھاپ کر اس کی تہنیت کا جلسہ وہاں بھی کیا جائے اور اس میں وہ تحریر جو میں نے انہیں توبہ کے لیے بھیجی تھی پڑھ کر سنائی جائے۔ اس کی نقل ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب حاضر کرتا ہوں پھر ان کے یہ الفاظ توبہ پڑھ کر سنائے جائیں اور جلسہ کی طرف سے اس کی مبارک باد کا تار مولوی عبدالباری صاحب کو دیا جائے اور مسلمانوں کو سمجھایا جائے کہ اس طرف عالم کہلانے کے مستحق ایک یہی تھے۔ مولیٰ تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی۔ کہ مشرکوں سے اتحاد اور وہابیہ وغیرہ ہم بے دینوں کے میل سے توبہ فرما کر خالص سنی ہو گئے۔ ہمارے سنی بھائی جو غلطی میں پڑے ہوئے تھے، انہیں فوراً واپس آنا چاہیے۔ ہنود و دیابنہ و جدید بد مذہبان سے قطع کر کے خالص سنی جماعت انصار الاسلام میں کہ حمایتِ سلطنت اسلام و اماکن مقدسہ کے لیے قائم ہوئی ہے، شریک ہو جائیں۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ از کوہ بھوالی پیش ڈاکخانہ شب ۱۵ ماہ مبارک ۳۹ھ

(۴۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

خط ملا یہ نعمت تازہ مبارک ہو اس کا نام وہ رکھیے کہ ہندوستان میں کسی عورت کو نصیب نہ ہوا۔ یعنی حضرت ربیع بنت معوذ انصاریہ صحابیہ بنت صحابی علیہما الرضوان کے نام پر ربیع خاتون [۱۳۳۹ھ]۔ مولوی عبدالباری صاحب سے میرا کچھ مکاتبہ بھی ہو رہا ہے۔ باذنہ تعالیٰ اس کا نتیجہ سب مراد ہوا، تو یا ان کو بلاؤں گا یا بعونہ تعالیٰ تحریر ہی کافی ہو گی۔ میں نے مبارک باد توبہ کا تار انہیں بھیجا تھا، جس کے جواب میں دو شبہے انہوں نے لکھ کر بھیجے۔ ان کا جواب یہاں سے ۱۹/ ماہ مبارک کو بھیج چکا ہوں۔ اب یہ انتظار ہے کہ کیا پہلو اختیار کرتے ہیں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل بچوں کو دعا۔

نینی تال یہاں سے بے میل ہے۔ وہاں مکان ملنا بہت دشوار ہے۔ جس مکان میں دو روز رہا، بہت تنگ و تاریک و پست تھا۔ اب یہاں بھوالی میں دو مکان ساڑھے تین سو کو لیے۔ جن صاحب کی نسبت آپ نے لکھا ہے۔ ان کی مذہبی و علمی و عملی حالات سے اطلاع دیجیے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از کوہ بھوالی پیش ڈاکخانہ بازار ضلع نینی تال شب ۲۳/ ماہ مبارک ۳۹ھ

(۴۳)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

لا تیئسوا من روح الله

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل الله کاسمه ظفر الدین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کا خط ملا، نام کے لیے کارڈ پہلے بھیج چکا ہوں۔ مولوی عبدالباری صاحب نے میرا خط رجسٹری واپس کر دیا۔ ان کی جو رجسٹری آئی تھی اس کے لفافہ پر لکھا تھا 'مظفر علی محرر' میں نے اس کے لفافہ پر لکھوا دیا 'حشمت لکھنوی محرر دارالافتا'۔ وہ کل واپس آیا۔ میں نے اسی وقت دوسرے لفافہ میں رجسٹری کرا دیا، اور لفافہ پر 'مصطفےٰ رضا' کا نام لکھوا دیا۔ شاید اسے بھی وہ واپس کریں کہ آج ان کا خط آیا۔

گرامی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کر چکا ہوں۔ غالباً اسی کا جواب ہوگا۔ جو نام سے دوسرے شخص کے رجسٹری شدہ کل میرے پاس پہنچا۔ اس وقت گزشتہ واقعات اور اشتہارات کا خیال کر کے مجھے مناسب معلوم ہوا کہ میں اسے واپس کر دوں اور نہایت ادب سے عرض کروں مجھے جناب کے نام سے جو اعتماد ہوگا۔ وہ زید و عمر کے نام سے نہیں ہوسکتا ہے۔ اس کا افسوس ہے کہ جواب والا کو تاخیر سے حاصل کروں گا۔ مگر اس کا منتظر ہوں۔

اب اگر وہ اسے واپس کریں گے تو سہ بارہ میں اپنے نام سے رجسٹری کر دوں گا۔ وہ اس خط پر پھر کچھ چھپے ہیں۔ عبارت مذکور کے بعد فرماتے ہیں۔ فقیر یہ چاہتا ہے کہ جناب نے جو امور تحریر فرمائے ہیں، جہاں تک تفصیلاً ان سے توبہ کر سکتے توبہ کر لیے آگے اسلام برائے نام پر جو شبہ ہوا ہے کہ میری مراد کمال ایمان کی ندرت تھی اس سے اس طرح توبہ کر سکتا ہوں کہ عبارت اپنی لکھوں اور اس کے بعد لکھوں اس کا مطلب اگر یہ ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحریر فرمایا ہے، تو اس سے بصدق دل توبہ کرتا ہوں۔

حالانکہ ان کی عبارت کا قطعاً یہی مطلب ہے.....صادق العباد مسلم کہاں ہیں جن میں سے کافروں کا امتیاز کیا جائے.....کیا جو مسلمان کامل الایمان نہیں ہوتے، کافروں سے امتیاز نہیں رکھتے؟ کافروں سے ممتاز وہی نہ ہوگا، جو سرے سے اسلام ہی نہیں رکھتا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

مولانا آپ اس کا احساس نہیں کر سکتے کہ میری اس جسارت توبہ پر کس قدر مجھ پر ہر چہار طرف سے یورش ہے۔ میں اس کو علامت قبولیت توبہ سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔ میں نے اسی وجہ سے ایک تحریر 'ہمدم' میں اس تحریر کے واپس کرنے پر بھی لکھ دی ہے۔ اس قدر التماس ہے کہ ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے، جو حقوق اسلام کے ہیں ان سے ان کو کبھی محروم نہیں رکھا ہے۔ مرزا محمد تقی تبرائی نہ تھے ہمارے اکابر مجتہدین لکھنؤ سے جو تعلق رکھتے تھے، اس کو ہم نے دیکھا

ہے، اور برتاؤ ہے۔ ان کی عیادت، دعوت، تعزیت میں برابر ہم لوگ شرکت کرتے رہے ہیں۔ موالات نصاریٰ سے جس قدر تحرز تھا، اس قدر ہنود کے ساتھ تحرز ہم نے نہیں دیکھا ہے۔ اس واسطے نفس مدارات ہنود کو ہم ممنوع نہیں قرار دے سکتے۔ مگر غلو و تعظیم سے توبہ کر سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے جو تحریک اس وقت مقابل انگریزوں کے جاری ہے، ہم اس میں اعتدال کے ساتھ ہنود کو اپنے ساتھ سے علیحدہ کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ یہ خلاصہ ہے ہمارے مقاصد کا، اس کے اندر رہ کر ہم آپ کی ہر تعمیل ارشاد کو حاضر ہیں ہم چاہتے ہیں کہ جلد کسی عمدہ نتیجہ پر پہنچ جائیں ورنہ سخت کوشش باہم رنجش ڈالنے کی ہوگی۔

اس خط کے بعد جلسہ تہنیت موقوف کرنے کی ضرورت میری سمجھ میں نہیں آتی، اگر چہ یہ ان کا چوتھا رنگ ہے اور معلوم نہیں کہ کل پانچواں کیا ہو۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ شب ۲۵ رمضان مبارک ۳۹ھ

بنارس سے ایک خط میرے نام آیا ہے جو بعینہ مرسل ہے، وہ دو روز کے لیے آپ کو بلاتے ہیں، آپ ہی اس کا جواب انہیں لکھیں۔ والسلام

از بھوالی ضلع نینی تال پیش ڈاکخانہ

(۴۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفر الدین

آپ خط متعلق بانکہ پور کا جواب دے چکا ہوں۔ آپ کا یہ خط آج ۶ بجے شام کو آیا اور یہاں پانچ بجے شام سے تار نہیں لیا جاتا۔ لہٰذا بریلی خط لکھ دیتا ہوں کہ وہ بھی غالباً کل آئندہ کے تار کے برابر پہنچے۔ ہماری طرف مدرسین و واعظین کم بلکہ معدوم ہیں۔ منظر اسلام میں خود مدرس کی کمی ہے۔ مگر میں آپ کے خط کی دونوں صورتیں لکھ بھیجتا ہوں۔ وہاں کے لوگ جیسا مناسب سمجھیں گے عمل کریں گے۔ مولیٰ تعالیٰ وہ کرے، جس میں خیر ہو۔ ایک ضروری بات آپ سے بہت دنوں سے پوچھنے کو ہوں۔ جب آپ شملہ میں تھے، اور وہاں کا نقشہ رمضان شریف یہاں سے بھیجا گیا، اور آپ نے شاید ۲۷ راگست کی نسبت مجھے لکھا تھا کہ چار منٹ احتیاطی بڑھانے سے بہت فائدہ ہوا۔ یہاں آج غروب آفتاب اصل وقت سے چار منٹ بعد یعنی وقت نقشہ کے مطابق ہوا، اس میں یہ باتیں دریافت طلب ہیں۔

(۱) وہ گھڑی جس سے آپ نے دیکھا تھا، صحیح تھی اور اسی دن تارے سے ملائی گئی تھی یا کیا؟

(۲) وہ جگہ جہاں غروب دیکھا وہاں زمین نظر آتی تھی، یا پہاڑ کے پیچھے چھپا۔ اگر پہاڑ کے پیچھے چھپا، تو اس کی بلندی کتنی تھی۔

(۳) آپ نے جس جگہ دیکھا وہ شملہ کا غایت ارتفاع تھا، یا اس کی چوٹی وہاں سے کس قدر بلند تھی؟

(۴) بعض انگریزی کتب غالباً سروے کی کتابوں میں پہاڑوں کے ارتفاعی فٹ لکھے ہوئے ہیں۔ سیّد سلطان احمد صاحب نینی تال، بھوالی، مسوری وغیرہا دس بارہ پہاڑوں کی بلندیاں مجھے لکھ دی تھیں، ان میں شملہ نہ تھا۔ اگر کہیں سے شملہ کے ارتفاعی فٹ معلوم ہوسکیں تو ضرور اطلاع دیجیے۔

(۵) کیا ممکن ہے کہ آپ اگست کی اسی تاریخ یا جس تاریخ غروب اُفق زمین سے دکھائی دے سکے شملہ جانے کی تکلیف فرمائیں، اور اسی روز کی ملائی ہوئی صحیح گھڑی سے غروب دیکھیں، اور مصارف مجھ سے لیں، یا اس جگہ کا صحیح پتہ بتائیں کہ دوسرے کو بھیج کر یہ کام لوں۔ والسلام...... بچوں کو دعا۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(۴۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ولدی الاعز مولانا المکرّم جعل کاسمہٖ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ عزوجل پر توکل کر کے قبول کر لیجئے۔ وہ کریم اکرم الاکرمین برکات وافرہ عطا فرمائے اور آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نصر موزر پہنچائے۔ آمین آمین بجاہ الکریم المعین علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم اور احسن یہ کہ استخارہ شرعیہ کر لیجیے۔

آپ کا خط دربارہ پریشانی دنیا آیا تھا۔ ہفتے ہوئے اور اس کا جواب آج دوں کل دوں، مگر طبیعت علیل۔ بار بار بخار کے دورے اور اعدائے دین کا ہر طرف سے ہجوم۔ ان کی دفع میں فرصت معدوم۔ علاوہ اس کے سو سے زیادہ جواب فتاویٰ کے اس مہینہ کے اندر چار رسالے تصنیف کر کے بھیجے ہوئے اور میری تنہائی اور ضعف کی حالت معلوم۔ وحسبنا وربی ونعم الوکیل۔ اس سے اعتماد رہتا ہے۔ کہ عدم جواب کو اوز ار صحیحہ پر خود محمول فرمائیں گے۔

اس خط کے جواب میں یہ چاہا تھا کہ آیات واحادیث دربارہ ذم دنیا ومتع النفقات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں۔ مگر وہ سب بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں۔ فلاں کو دست غیب ہے، فلاں کو حیدر آباد میں رسوخ ہے، یہ تو دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنہ ہے۔ ان کے پاس علم نہیں یا علم مضر ہے۔ اب کون زائد ہے، کس پر نعمت حق بیشتر ہے؟ بشرط ایمان وعدہ علو وغلبہ باعتبار دین ہے، نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوق رہے۔ دنیا سجن مومن ہے سجن میں جتنا آرام مل رہا ہے کیا محض فضل نہیں؟ دنیا فاحشہ ہے، اپنے طالب سے بھاگتی، اور ہارب کے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۳/۱۱/۳۹

مکتوب

(۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

برادر دینی ویقینی سنی مستقل مستقیم باذن المولی الکریم مولوی عرفان علی صاحب رضوی سلمہ

بعد سلام مسنون سیّد ضمیر الحسن صاحب سلمہ کی زبانی حال پرملال انتقال برخوردار معلوم ہوا انا للہ و انا الی راجعون اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں عمر مقرر ہے، اس سے کمی وبیشی نامتصور ہے۔ بے صبری سے گئی چیز واپس نہیں آسکتی۔ ہاں اللہ کا ثواب جاتا ہے، جو ہر چیز سے اعز واعلیٰ ہے، اور محروم تو وہی ہے جو ثواب سے محروم رہا صحیح حدیث میں ہے جب فرشتے مسلمان کے بچے کی روح قبض کر کے حاضر بارگاہ ہوتے ہیں مولی عزوجل فرماتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے۔ کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی؟ عرض کرتے ہیں: ہاں اے رب ہمارے۔ فرماتا ہے: کیا تم نے دل کا پھل توڑلیا؟ عرض کرتے ہیں: ہاں اے رب ہمارے: فرماتا ہے: پھر اس نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں: تیری حمد بجالایا، اور الحمد للہ کہا۔ فرماتا ہے: گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا، اور جنت میں اس کے لیے مکان تیار کرو، اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے تین بچے نابالغی میں مرجائیں گے، آتش دوزخ سے اس کے لیے حجاب ہوجائیں گے۔ کسی نے عرض کی: اگر دو مرے ہوں؟ فرمایا: دو بھی۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: اگر کسی کا ایک ہی مرا ہو؟ فرمایا: ایک بھی۔ اسے نیک سوالوں کی توفیق دی گئی۔ اس حکم میں ماں باپ دونوں شامل ہیں۔ آپ اور آپ کے گھر دونوں صاحب یہ دعا پڑھیں۔ انشاء اللہ العزیز اللہ عزوجل نعم البدل عطا فرمائے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون • الحمد للہ عسی ربنا ان یبدلنا خیرا منھا انا الی ربنا راغبون ۔ اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا صحیح حدیث میں ہے۔ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زوجہ مقدسہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دعا تعلیم فرمائی اور ارشاد ہوا کہ جو چیز فوت ہوتی ہے، اس سے بہتر ملتی ہے۔ حضرت ام سلمہ نے دعا پڑھی مگر اپنے دل میں کہتی تھیں ابوسلمہ سے بہتر کون ملے گا؟ عدت کے دن گذرنے تھے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔ اپنے والد ماجد اور سب اعزہ کو فقیر کا سلام پہنچا کر یہ خط سنایئے اور سب یہ دعا پڑھیں۔ والسلام......

فقیر احمد رضا عفی عنہ بستم ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۶ھ

(۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

برادر دینی ویقینی مولوی عرفان علی سلمہ

بعد ہدیہ سنت مولیٰ عزوجل مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے، اور مدارج عالیہ بخشے اور آپ سب صاحبان کو صبر واجر عطا کرے اور مدارج عالیہ بخشے۔ اسی کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں ایک عمر مقرر ہے، جس میں کمی بیشی نا متصور ہے اور محروم تو وہ ہے، جو ثواب سے محروم رہا، بے صبری سے جانے والی چیز واپس آئے گی، ہر گز نہیں۔ مگر مولی تبارک تعالیٰ کا ثواب جائے گا۔ وہ ثواب کہ لاکھوں جانوں کی قیمت سے اعلیٰ ہے، تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ کھوئی ہوئی چیز ملے بھی نہیں اور ایسی عظیم ملتی ہوئی دولت خود ہاتھ سے کھوئی جائے۔ صابروں کو اجر حساب سے نہ دیا جائے گا۔ بلکہ بے حساب۔ یہاں تک کہ جنہوں نے صبر نہ کیا تھا، روز قیامت تمنا کریں گے۔ کاش ان کے گوشت قینچیوں سے کترے جاتے، اور یہ ثواب پاتے۔ دوسرے کے جانے کی فکر اس وقت چاہیے کہ خود جانا نہ ہو اور جب اپنے سر پر بھی جانا رکھا ہے تو فکر اس کی چاہیے کہ جانا اچھی طرح ہو کہ وہاں مسلمان عزیزوں سے نعمت کے گھر میں ایسا ملنا ہو کہ پھر کبھی جدائی نہیں۔ لاحول شریف کی کثرت کیجئے، اور ساٹھ بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کیجئے آپ بفضلہٖ تعالیٰ عاقل ہیں اوروں کو ہدایت صبر کیجئے۔ سب کو دعا وسلام

فقیر احمد رضا قادری ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۲۷ھ

(۳)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نور دیدہ وراحت رواں من مولوی عرفان علی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آدمی کو اس قدر گھبرانا نہ چاہیے۔ اللہ عزوجل پر توکل چاہیے۔ بدمعاش لوگ ایسی دھمکیاں دیا کرتے ہیں، وہ محض بے اصل باذن اللہ تعالیٰ ہوتی ہیں۔

(۱) صبح وعصر کی فرضوں کے بعد قبل کلام کرنے اور قبل پاؤں بدلنے کی اسی ہیأت التحیات پر بیٹھے ہوئے دس بار پڑھیے: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحی ویمیت وھو علی کل شئی قدیر صبح کو پڑھیے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہیے، اور شام کو پڑھیے تو صبح تک۔ عصر کے بعد نہ ہو سکے، تو مغرب کے فرضوں کے بعد پڑھیے۔

(۲) صبح یعنی آدھی رات ڈھلے سے سورج نکلنے تک اور شام یعنی دوپہر ڈھلے سے سورج ڈوبنے تک اس بیچ میں کسی وقت دس دس بار حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم صبح کا پڑھنا شام تک ہر بلا سے امان ہے، اور شام کا صبح تک۔

(۳) تین تین بار تینوں قل صبح وشام بھی فائدے رکھتے ہیں۔

(۴) صبح وشام تین تین بار بسم اللہ، ماشاء اللہ، لا یسوق الخیر الا اللہ، لا یصرف السوء الا اللہ، ماشاء اللہ ما کان من نعمۃ فمن اللہ، ماشاء اللہ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کیجیے۔ صبح کا پڑھنا شام تک جلنے، ڈوبنے، چوری، سانپ، بچھو، شیطان، قہر حاکم سے امان ہے، اور شام کا صبح تک۔ یہ تعویذ بھیجتا ہوں بازو پر رکھیے؛ اور اللہ تعالیٰ پر توکل کیجیے۔

فقیر احمد رضا قادری، ۲۰؍ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

(۴)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ تعالیٰ آپ کے ایمان، آبرو، جان، مال کی حفاظت فرمائے۔ بعد نماز عشا ایک سو گیارہ بار طفیل حضرت دستگیر دشمن ہوئے زیر پڑھ لیا کیجیے۔ اول، آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف اور آپ کے والد ماجد صاحب کو مولیٰ تعالیٰ سلامت باکرامت رکھے، ان سے فقیر کا سلام کہیے، یہی عمل وہ بھی پڑھیں۔ نیز آپ دونوں صاحب ہر نماز کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح وشام سوتے وقت بعونہ تعالیٰ ہر بلا سے حفاظت رہے گی۔ دوپہر ڈھلے سے سورج ڈوبنے تک شام ہے اور آدھی رات ڈھلے سے سورج چمکنے تک صبح۔ اس بیچ میں ایک ایک بار علاوہ نمازوں کے ہو جایا کرے اور ایک بار سوتے وقت۔ آپ کے والد ماجد صاحب کو سلام۔

فقیر احمد رضا قادری بھوالی بازار شب

۲۵؍ذی الحجہ ۳۹ھ

(۵)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

برادر دینی ویقینی مولوی عرفان علی سلمه

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

مولیٰ تعالیٰ مرض دفع فرمائے اور ہر جگہ اہل سنت کی حفاظت کرے۔ شیخ عبداللطیف صاحب مرحوم بہت خوب آدمی کے خالص مخلص تھے مولیٰ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ ان کی تعزیت کسے اور کس پتہ پر لکھوں؟ ہر مکان میں بعد مغرب سات سات بار اذان بآواز بلند ہو کرے۔ سورہ تغابن شریف روز پانی پردم کر کے سب اپنے اپنے گھر سب کو پلایا کریں۔ یہ نقشہ بھیجتا ہوں اس کی نقلیں کر کے بازو پر باندھیں۔ ھاورم کے چشمے بند نہ ہوں۔ اس صورت کے لکھیں جائیں۔

۹۸ ےھھھھھ//۱۱۱۱۱۱ھ وص

ہر گھر سے یہ تصدیق ہو۔ خوش حال دس سیر گیہوں اور پانچ آنے پیسے، متوسط الحال پانچ سیر گیہوں اور ڈھائی آنے پیسے، کم استطاعت والے سیر بھر گیہوں اور دو پیسے مسکین سنی مسلمان کو دیں۔ میرا یہ خط مولوی عبدالحق صاحب و مولی عبدالاحد صاحب اور مولوی عبدالاحد صاحب آ گئے ہوں، تو انہیں، اور مولوی حکیم حبیب الرحمٰن خاں صاحب اور سب احباب کو دکھا دیجئے۔ سنا دل حصہ دوم پہنچا۔ اس رسالہ میں میرا کیا ہے یہ تو بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے ایمان کی قوت ہے کہ بعونہٖ تعالیٰ آپ کی زبان وقلم سے ظاہر ہوتی ہے۔ ولہ الحمد مولیٰ تعالیٰ برکات زیادہ فرمائے۔

دیوار پر کوئی تعویذ چسپاں کرنے کی اجازت نہیں ...... جبکہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے، اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے، حرج نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلاف شرع احتیاط پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔

برادرم شیخ جمال الدین صاحب کو بھی بعد سلام تمام کارڈ کا مضمون واحد ہے گھر میں سب کو دعا و سلام۔ رویت کب کی ہوئی؟ اب طبیعت بحمدہ تعالیٰ پہلے سے اچھی ہے۔ دعا فرمائیں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(۶)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

راحت جانم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مضمون دیکھ کر اغلاط بنا کر بھیج دیا۔ حدیث شریف صحیح کا ارشاد ہے ان اللّٰہ یبعث لھذاہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد امر دینھا بے شک ہر صدی کے ختم پر اس امت کے لیے ایک مجدد بھیجے گا امت کے لیے اس دین کو تازہ کرے گا۔ پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے، دوسری صدی کے مجدد امام شافعی وامام محمد وامام علی رضا وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ یہ خیال کہ صرف مجدد الف ثانی مجدد ہوئے اور یہ کہ مجدد ہزار برس کے بعد ہوتا ہے سب جاہلانہ خیال ہیں۔ میں کل سے بہت پریشان ہوں دعا فرمایئے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۵؍رجب ۱۳۳۲ھ

(۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

برادر دینی ویقینی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بھوالی شہر درکنار کوئی گاؤں بھی نہیں پہاڑ کی تلی میں چند دکانیں اور مسافروں کے ٹھہرنے کے معدود مکان۔ اس میں جمعہ وعیدین نہیں ہوسکتے۔ نینی تال شہر ہے۔ اس میں صرف دو مسجدیں ہیں، ایک چھوٹے بازار اور دوسری بڑے بازار، جہاں میرے احباب اہل سنت رہتے ہیں۔ اس مسجد کا امام ایک دیوبندی ہے، سنیوں نے مدتوں سے اس کے پیچھے نماز چھوڑ دی ہے۔ صوفی عنایت حسین صاحب کی دکان میں جمعہ وعیدین پڑھتے ہیں۔ مجھے انہیں احباب نے نماز پڑھنے کے لیے بلایا تھا۔ اسی دکان میں جہاں مدت سے جمعہ ادا کیا اس کے بعد بھوالی چلا آیا، اور اب جا کر نماز عید پڑھائی عید تو عید جمعہ کے لیے بھی مسجد شرط نہیں مکان دکان شہر کے میدان سب میں ہوسکتا ہے۔ سب احباب کو سلام والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ شب ۱۵؍شوال مکرم ۱۳۲۳ھ از بھوالی

(۸)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

برادر دینی ویقینی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نفی العار کی کاپیاں ہو رہی ہیں۔ سلامۃ اللہ لا ھل السنۃ غالباً آج چھپ گیا ہوگا۔ ماہ مبارک میں مطبع والے بھی بہت سست کام کرتے ہیں۔ قاضی عطا علی صاحب کا مضمون اب شاید بعد رمضان دیکھا جائے، آپ کی شادی کب ہے؟ میرا ارادہ ضرور ہے۔

یہ سر ہو اور وہ سنگ در وہ سنگ در ہوا اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

وقت مرگ قریب ہے، اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے، اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت، اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے بہر حال اپنا خیال ہے مگر جائداد کی جدائی یہ لوگ کسی طرح نہ کرنے دیں گے۔ خریدار کو مجھ تک بھیجنے بھی نہ دیں گے۔ کوئی منقول شئی نہیں کہ بازار بھیج کر نیلام کر دی جائے اور خالی ہاتھ بھیک پر گزر کرنے کے لیے جانا، نہ شرعاً جائز نہ دل کو گوارہ۔ دعا کیجئے کہ ہر بات کا انجام بخیر ہو۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۰ ر ماہ مبارک ۱۳۳۲ھ

(۹)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

برادر دینی ویقینی مولوی عرفان علی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فرنگی محلی نے مسلمانوں پر یہ افترا اٹھایا کہ انہیں گائے کی قربانی سے خلافت کمیٹی کے کاروبار میں رکاوٹ اور نصاریٰ کی خوشنودی مطلوب ہے۔ حالانکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ مسلمانوں کی قربانی اپنے رب عزوجل کے لیے ہے اور اپنا واجب مذہبی ادا کرنے کے واسطے۔ اسی بنا پر اپنے رسالہ 'قربانی گاؤ' مطبوعہ شمس المطالع لکھنؤ صفحہ ۲۸ پر کہا:

> تم پر گائے کا گوشت حرام ہے۔ اس میں بھی میں حق بجانب ہوں۔ فقہ کی کتب کا مطالعہ کرنے والے واقف ہیں کہ قدوم امیر کی غرض سے جو قربانی ہو اس کا کیا حکم ہے؟ وہ قربانی مردار ہے اور قربانی کرنے والا گنہگار ہے۔ شیخ سدو کے بکرے کے متعلق علما کے فتوے موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ جس قربانی گاؤ میں خوشنودی حکام کی مضمر ہو اس کے حرام ہونے میں اور اس کے گوشت کے مردار ہونے میں کیا وجہ تامل کی ہے۔

اور اسی صفحہ پر اس سے دو سطر اوپر لکھا:

ان کو توبہ کرنا چاہیے ورنہ اصرار معصیت کبیرہ پر درجہ کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

فرنگی کے ان اقوال پر شرعی فتویٰ لگایا جا چکا ہے۔ جسے ۲۰ / جمادی الاخریٰ ۱۳۳۹ھ کو علما کے ہاتھ فرنگی محلی کے پاس پہنچا دیا گیا اور فرنگی محلی سے آج تک جواب نہ ہوسکا۔ پرچہ ہمدم ۱۱ / رمضان المبارک میں جن امور سے بودی توبہ شائع کی تھی، ان میں یہ اقوال متعلقہ قربانی بھی داخل ہیں۔ پھر اس توبہ کو بھی توڑ دیا اور اب پورا اعناد و استکبار ہے۔

وہ نفل صدقہ کہ میں نے لکھا تھا مساکین سادات کرام کی بھی نذر کر سکتے ہیں۔ والسلام......

فقیر قادری غفرلہ ۹ / ذی الحجہ ۳۹ھ از بھوالی

(۱۰)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر دینی ویقینی مولوی عرفان بیسل پوری سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ اعلیٰ درجہ کا مقوی روح، مقوی قلب نسخہ بھیجتا ہوں، میں نے بنایا تھا۔ تیس روپے میں قریب آٹھ سو گولیوں کے بنی تھیں۔ جن میں شاید آٹھ دس میرے کھانے میں آئی ہوں، باقی تقسیم ہوگئیں۔ جس نے کھائیں بہت مدح کی۔ یہاں ایک بڑے حکیم صاحب ایک روپیہ فی گولی بیچتے ہیں، اور وہ اس کے فائدے کے نصف وربع تک نہیں پہنچتیں۔ ان میں حضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی برکت شامل ہے۔

حب جواہر

یاقوت رمانی عمیق یمنی یشب سفید زہر مہرہ اصیل ورق طلا ۳ مثقال ایک مثقال یکم و نیم مثقال ۲ مثقال یک مثقال درگلاب سرمہ سا سائیدہ حب برابر نخود بندند۔ خوراک یک تا سہ حب۔

آپ کا کارڈ آیا۔ اس کے جواب میں یہ نسخہ حاضر ہے ایک مثقال ساڑھے چار ماشے ہوتا ہے۔ دوسرا نسخہ قہوہ کا لکھتا ہوں۔

قہوہ مقوی معدہ وجگر ودماغ و مشتہی

پودینہ خشک دارچینی قرنفل الائچی سفید جوکوب انیسوں ۵ ماشہ ۵ عدد ۲ ماشہ ۳ ماشہ

گاؤزبان گیلانی بادرنجبویہ مویز منقی عود غرقی نبات سفید مشک ۳ ماشہ ۳ ماشہ ۱۰ دانہ ۳ سرخ ۲ تولہ ۳ برنج گلاب عمدہ تین تولہ۔ مجموعہ ایک خوراک ہے۔ چائے کی طرح جوش دے کر روزانہ پئیں۔ حسب مزاج ان دواؤں میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۵ / شعبان المعظم روز جمعہ مبارک ۳۳ھ

(۱۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر دینی ویقینی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اتنا پریشان و مایوس ہو جانا ہرگز نہ چاہیے۔ درہائے رحمت کھلے ہوئے ہیں۔ استغاثہ واستعانت حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم وحضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے برابر جاری رہے حضور کا توشہ مان لیجئے بلکہ نصف توشہ پہلے کر دیجئے اور پورا بعد کے لیے مان لیجیے توشہ کی اشیا حسب ذیل ہیں۔

میدہ	گندم	شکر	روغن زرد	مغز بادام	پستہ	کشمش
۵/مار	۵/مار	۵/مار	ا/مار	ا/مار	ا/مار	ا/مار
ناریل	قرنفل الائچی		سفید دار چینی			
ا/مار	۶/چھٹانک		۶ چھٹانک		۶/چھٹانک	

والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ۔

(۱۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر دینی ویقینی راحت جانم مولوی عرفان علی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام و دعائے مدعا آپ کے مسئلے گم ہو گئے تھے ہجوم کاغذات میں ملے جواب حاضر کرتا ہوں دونوں نسخے نسخہ لبوب میں بعض دوائیں کمیاب ہیں مائے شطر اعرابی یوں ہی دوسرے نسخے میں مومیائے معدنی روغن بلسان وغیرہ اور بعض نجس جیسے مرارہ گاؤ پیا شیر۔ ایام استعمال کی نمازیں اعادہ کرنے کا حکم ہے اور بعض کا استعمال قطعی حرام ہے جیسے موئے آدمی مقرض اس سے توبہ واستغفار لازم ہے میں اپنے مجموعہ میں دوائیں کم کر کے لکھنا چاہتا ہوں دریافت فرما لیجیے کہ بغیر ان کے نسخہ خراب تو نہ ہو جائے۔ سب احباب کو سلام و دعا۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۲ ربیع الاول شریف، ۱۳۳۶ھ

القاب واوصاف

اعلیٰ حضرت ÷ امام اہل سنت ÷ مجدد المائۃ الحاضرہ ÷ مؤید الملۃ الطاہرہ ÷ صاحب الحجۃ القاہرہ ÷ عالم اہل السنۃ والجماعۃ ÷ برکۃ الزمان ÷ شمس العرفان ÷ علامۃ الزمان ÷ فخر الاعیان ÷ العلامۃ الکامل ÷بحر الفضائل ÷ حامی سنت ÷ ماحی بدعت ÷ الشیخ الکبیر ÷ فرید الدہر ÷ وحید العصر ÷ العلامۃ المحقق ÷ الفہامۃ المدقق ÷ تاج المفتین ÷ سیّد العلماء الاعلام ÷ السید الفرد الامام ÷ بقیۃ السلف ÷ حجۃ الخلف ÷ البحر الہلام ÷ برکۃ الانام ÷ ناصرہ الملۃ والدین ÷ سعد الملۃ والدین ÷ شیخ الاسلام والمسلمین ÷ عمدۃ العلماء العاملین ÷ آیۃ من آیات اللہ ÷ حامل العلوم ÷ برکۃ اللہ فی الهند ÷ زینۃ العلم ÷ نائب المصطفی ÷ محی الشریعۃ ÷ کاسر الفتنۃ ÷ ناصر السنۃ ÷ قامع البدعۃ ÷ علامہ فاضل ÷ عالم علامہ ÷ استاذ معظّم ÷ عالم جلیل ÷ بحر ذخار ÷ کثیر الاحسان ÷ ریائے بلند ہمت ÷ بحر نا پیدا کنار ÷ صاحب ذکاء ÷ کثیر الفہم ÷ عالم باعمل ÷ یکتائے زمانہ ÷ عظیم العلم ÷ دریائے معرفت ÷ محافظ فرائض ÷ محافظ واجبات ÷ محافظ سنن ÷ ماہر عربیت وحساب ÷ دریائے منطق ÷ وارث النبی ÷ عالی ہمم ÷ سردار مشاہیر ÷ مایہ افتخار فضلاء ÷ سعادت السلام ÷ محمود سیرت ÷ صاحب عدل ÷ صاحب احسان ÷ مرکز دائرہ علوم ÷ مطلع کواکب افلاک علوم ÷ نادر روزگار ÷ معتمد عالمان باعمل ÷ یادگار متقدمین ÷ فاضل متبحر ÷ وریائے وسیع ÷ بحر کامل ÷ عالم کثیر العمل ÷ دریائے عظیم الفہم ÷ پشت پناہ امارت دین ÷ بالا ہمت ÷ صاحب عقل ÷ صاحب وجاہت ÷ صاحب جلالت ÷ انسان کامل ÷ سیّد المصنّفین ÷ ملک العلماء ÷ صاحب تنقیح وتحقیق ÷ صاحب تزئین وتدقیق ÷ غوث مسلمانان ÷ استاذ الاساتذہ ÷ امام وقت ÷ امام معظم ÷ امام الہند ÷ ابو الوقت ÷ مرشد برحق ÷ کاسر نجدی جنود ÷ پردہ در کفر ضلالت ÷ راسخ العلم ÷ پیشوائے اخبار ÷ چراغ زمان ÷ ......

دعوت نامہ چہلم اعلیٰ حضرت

امہ زو برزمیں
مریخ برگلو خنجر

طپید مہر درخشاں بخون خود زمین
شد است تیرہ زسیلے رخ مہ انور
بجائے دف زدہ ناہید سینہ و زانو
باآب دادہ عطارد زگریہ صد دفتر

محترم جناب......شاہ عزیز حسین صاحب......زید مجدہم

حضور پرنور امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہر رأس العرفا رئیس الاتقیا شیخنا و شیخ الکل فی الکل مفتی العرب والعجم سیّدنا وسندنا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی افاض اللہ علیہ من شابیب رضوانہ واسکنہ فی بحجوحۃ جنانہ فانی فی اللہ باقی باللہ نے سیر فی اللہ فرما کر تجلیات صفات حق سے فنائے فنا کے جلوے دکھائے اور سیر من اللہ میں مسند ارشاد پر نزول اجلال فرما کر تکمیل ناقصاں ورشد وارشاد کے خورشید تاباں چمکائے۔ پھر سیر الی اللہ سے فنائے مطلق و دنیائے دنی سے انقطاع کلی کا وقت محقق آیا، زبان شوق نے لقائے محبوب حقیقی کے لیے اخترت الرفیق الاعلیٰ کا مزالیا، پیام وصال پر جان مشتاق نے ہزار جان سے لبیک کہا، اور ۲۵ ر ماہ صفر ۴۰ھ یوم جمعہ مبارکہ گھنٹہ ۲، ۳۸، بجے وصل محبوب کے لیے ہم ہجراں نصیب، اسیران غم فراق سے پردہ فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عجب در دیست جانم رانمی دانم کہ چوں گریم
دلا خوں شوکہ تا برحال خود یک لحظہ خوں گریم

سفر آخرت کے وقت سفر کی پوری دعائیں اور کلمہ طیبہ پڑھا، اللہ زبان مبارک سے برابر جاری رہا۔ دم آخر ادھر جنبش لب ختم ہوئی، ادھر طائر روح سے قفس عنصری سے پرواز فرمائی، اس میں ایک لحہ کا فرق نہ ہوا۔ ۱۲،۱۲،۱۲، بجے تک وصیت نامہ مرتب کرایا۔ آخر میں فرمایا کہ وقت ملے نہ ملے لاؤ دستخط کردیں۔ بعد دستخط خود تحریر فرمایا بصحت حواس واللہ شہید ولہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ وبارك وسلم علی شفیع المذنبین وآلہ الطبین وصحبہ المکرمین وابنہ وحزبہ الی ابد الابدین آمین الحمد للہ رب العالمین

اپنے دست اقدس سے لکھی اور پچھلا کلمہ جوزبان

جس کے نکلتے ہی روح مبارک اطہر سے پرواز کرگئی۔ کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربك ذی الجلال

والاکرام۔ جیسی گھڑی سامنے رکھی تھی، وصایا پر عمل کرنے کے لیے گھڑی دیکھ کر فرمایا
وقت ہے اب یہ کرو، حتیٰ کہ یٰسین شریف اور اس کے بعد سورہ رعد پڑھنے کے لیے فرمایا لفظ لفظ کامل توجہ سے سنا، اور جہاں اشتباہ ہوا اعادہ کرایا، جس سے معلوم ہوتا کہ اور منٹ منٹ کی خبر ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ الشریف نے چار ماہ بائیس روز پیشتر شریف ویطاف علیھم بآنیة من فضة واکواب فرمادی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ۔ مزار پُر انوار متصل مسجد رضوی خانقاہ رضویہ میں کا حضور وجان نور بنا۔ ہفتم ماہ فاخر ربیع الآخر یوم پنج شنبہ ۸ر دسمبر ۲۱ھ کو عرس چہلم ہوگا۔ اسی تاریخ سجادہ نشینی عمل میں آئے گی، اور باذنہ تعالیٰ یادگار حضور اعلیٰ حضرت قبلہ و تعمیر مزار و خانقاہ رضویہ کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔ اطراف ہند سے حضرات مشائخ کرام وعلمائے اعلام عمائد ورسائے ذوی الاحترام کرم فرمائیں گے، اور خواجہ تاشان سلسلہ عالیہ رضویہ حصول انوار برکات کے لیے شرکت باعث شرف وسعادت جانیں گے۔ امید کہ براہ کرم تشریف لائیں، اور تاریخ ووقت آمد سے گدایان آستانہ کو مطلع فرمائیں۔ تار وخطوط تعزیت اس کثرت سے آرہے ہیں کہ ان کے جواب سے معذوری ہے۔ ہم اپنے تمام برادران طریقت ومسترشدان حضور اعلیٰ حضرت، حضرات مشائخ وعلماو عمائد ورؤسا واعزہ واحباب اہل سنت کا جنہوں نے اس عظیم سانحہ مفجعہ میں ہمدردی فرمائی اور ہمارے دل دردمند کی تسکین کے لیے خطوط وتار عزا بھیجے۔ ان کا تہ دل سے شکریہ کیا جاتا ہے، حصوصاً ان حضرات کرام کا جنہوں نے شاندار جلسہائے فاتح منعقد فرمائے، تلاوت مصحف کریم ایصال ثواب میں خاص اہتمام واحتشام سے کام لیا۔ فجزاھم اللہ جزاء حسنا والسلام خیر ختام......

گدایان آستانہ رضویہ

فقیر محمد حامد رضا قادری وفقیر مصطفیٰ رضا

مہتمم عرس رضوی

(نوٹ) اخباروں نے جو خط چھاپا محض جعلی تھا وکفی باللہ شھیدا اس کے ردّ میں جعلی خط والوں پر خدا کی لعنت چھاپ کر یہاں سے شائع کیا گیا، وہ یقیناً ہمارا ہے۔

زیارت نبوی حاصل ہونے کا طریقہ:

ملفوظات حصہ اوّل میں ہے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریفہ حاصل ہونے کا طریقہ دریافت کیا۔
ارشاد ہوا: درود شریف کی کثرت شب میں، اور سوتے وقت کے علاوہ، ہروقت تکثیر رکھے۔ بالخصوص اس درود شریف کو بعد عشا سو بار یا کتنی بار پڑھ سکے پڑھے: اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد کما امرتنا ان نصلی علیہ اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد کما ھو اھلہ ٭ اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد کما تحب وترضی لہ ٭ اللّٰھم صل علیٰ روح سیّدنا محمد فی الارواح ٭ اللّٰھم صل علیٰ روح سیّدنا محمد فی الالواح ٭ اللّٰھم صل علیٰ جسد سیّدنا محمد فی الاجساد ٭ اللّٰھم صل علیٰ قبر سیّدنا محمد فی القبور صلی اللہ علیٰ سیّدنا

محمد و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم • حصول زیارت اقدس کے لیے اس سے بہتر صیغہ نہیں، مگر خالص تعظیم شان اقدس کے لیے پڑھے۔ اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو۔

آگے ان کا کرم بے حد و بے انتہا

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب　　که حیف باشد از و غیر او تمنائے

برکت رزق کی دعا:

کسی نے عرض کیا برکت رزق کی کوئی دعا ارشاد فرمائیں میں آج کل بہت پریشان ہوں۔ اس پر ارشاد فرمایا:
ایک صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ دنیا نے مجھ سے منہ پھیر لی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد) فرمایا۔ کیا وہ تسبیح تمہیں یاد نہیں، جو تسبیح ہے ملائکہ کی، اور جس کی برکت سے روزی دی جاتی ہے خلق، کو دنیا آئے گی تیرے پاس ذلیل و خوار ہو کر۔ طلوع فجر کے ساتھ سو بار کہا کر سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ ۔ ان صحابی رضی اللہ عنہ کو سات دن گزرے تھے کہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ حضور! دنیا میرے پاس اس کثرت سے آئی، میں حیران ہوں، کہاں اٹھاؤں، کہاں رکھوں؟
اس تسبیح کا آپ بھی ورد رکھیں۔ حتی الامکان طلوع صبح صادق کے ساتھ، ورنہ نماز صبح سے پہلے۔ جماعت قائم ہوجائے تو اس میں شریک ہو کر بعد کو عدد پورا کیجیے، اور جس دن قبل نماز بھی نہ ہو سکے تو خیر طلوع شمس سے پہلے۔ (ق/۲۳۵)

؟؟
کے مسافر جیسی ہوتی ہے اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنے اسلاف اور اکابر کے کارناموں کو یاد کرتے رہیں اور روشنی حاصل کرتے رہیں۔
رضا اکادمی ممبئی کے روح رواں اور محب سنیت عزیزم محمد سعید نوری اور مفتی صاحب کا سنیوں پر احسان ہے کہ "سوانح اعلیٰ حضرت" ہمارے ہاتھوں میں ہے۔
میں ہر دو حضرات کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ادبی، علمی، سماجی اور دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ الحبیب الامین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

گدائے برکات

ڈاکٹر سیّد شاہ محمد امین قادری

خادم سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ (ایٹہ)

پروفیسر شعبہ اُردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۲۸/ اگست ۲۰۰۳ء

کلمات دعائیہ

از: جانشین مفتی اعظم حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ، بریلی شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یہ جان کر بہت مسرت ہوئی کہ ''حیات اعلیٰ حضرت''، مکمل عنقریب پہلی مرتبہ منظر عام پر آ رہی ہے۔ مولانا المحترم مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب مضطر رضوی نے جس جدوجہد سے اسے حاصل کیا پھر اس کی ترتیب وتہذیب، تصحیح وتحشیہ اور فہرست سازی میں جو عرق ریزیاں فرمائیں ان کے لئے وہ مبارک باد اور لائق صد ستائش ہیں۔

حضرت مولانا موصوف نے چند مقامات مجھے دکھائے جہاں توقیت کے حساب میں ہندسے غلط چھپ گئے تھے اور ترتیب میں بہت الٹ پھیر کاتب کی غلطی سے ہوگیا تھا۔ الحمد للہ انہوں نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے ساتھ ساتھ ''فتاویٰ رضویہ'' میں بھی مطبوعہ ان غلطیوں کی تصحیح کردی۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب موصوف کو بہتر جزاء اس عمل خیر کی عطاء فرمائے اور اس میں جو بھی ان کے مددومعاون ہوئے ان سب کو برکات دارین سے نوازے آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

۲۳ر جمادی الثانی ۲۳ ہجری

ارشاداتِ عالیہ

از: امین ملت حضرت ڈاکٹر سیّد شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ،
پروفیسر شعبہ اُردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فقیر برکاتی نے حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر کی مرتبہ "حیات اعلیٰ حضرت" کے ضخیم مسودے کو گہرائی سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ مفتی صاحب نے جس قدر کاوش کی ہے وہ بے مثال ہے۔

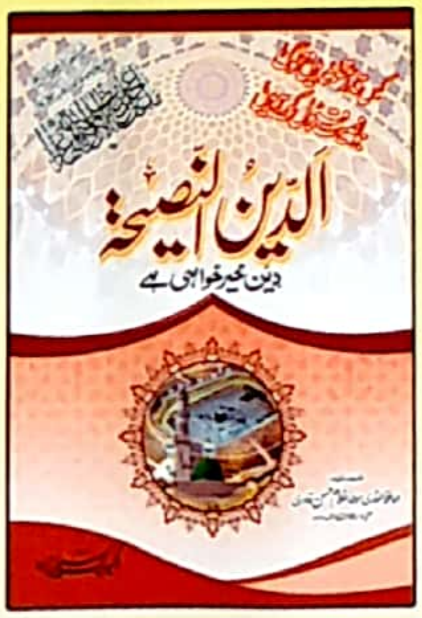
اردو میں سوانح نگاری کا فن نیا نہیں ہے۔ مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی پہلی نثری سوانح ان کے چہیتے شاگرد اور خلیفہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے تصنیف فرمائی، ان سے پہلے مفتی محمود جان قادری جودھ پوری علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کی مختصر منظوم سوانح لکھ چکے تھے ملک العلماء نے ایک تحقیقی منصوبہ بندی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی وقیع سوانح لکھی جو چار جلدوں پر مشتمل تھی۔ چوتھی جلد فی الحال مفتی صاحب کی دسترس سے باہر ہے انشاء اللہ اس کی دستیابی جلد متوقع ہے۔

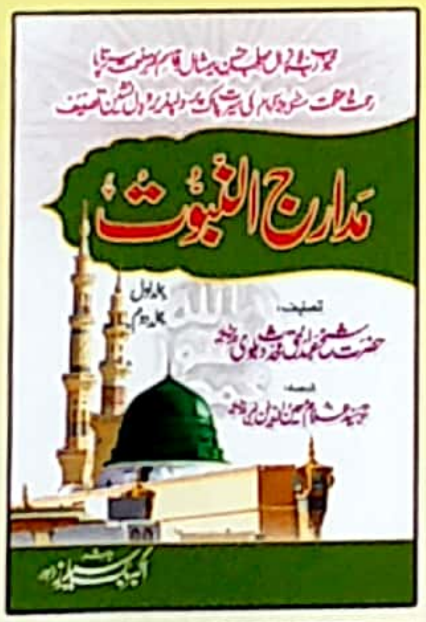
"

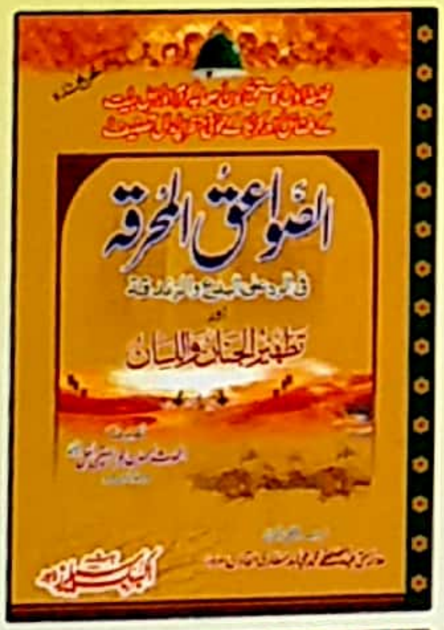
اس سوانح کو مرتب کرنے میں طویل مدت صرف ہوئی۔ مفتی صاحب نے بے شمار کتابوں کی مدد سے جگہ جگہ حاشیے لگا کر سونے پر سہاگا کر دیا۔

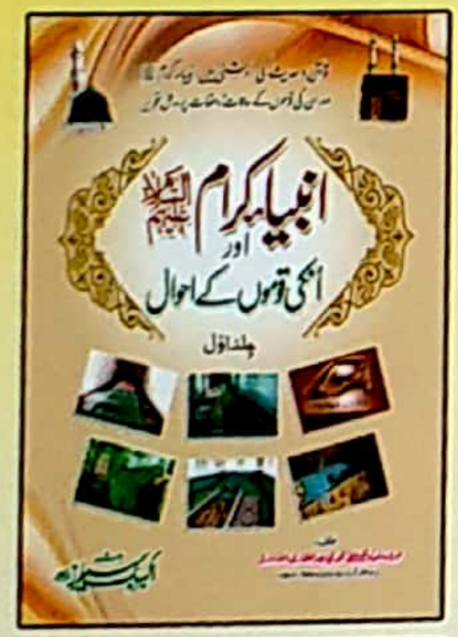
جو قومیں اپنے اکابر کے حالات سے صرف نظر کرتی ہیں ان کی مثال بے منزل۔

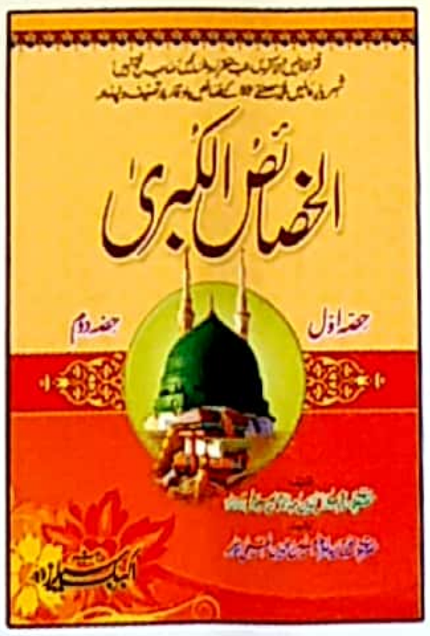


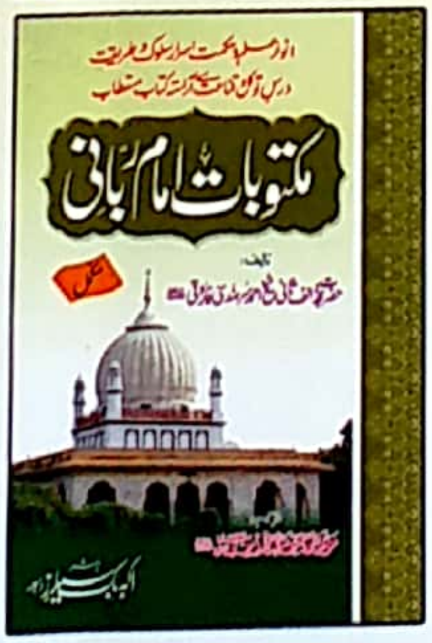


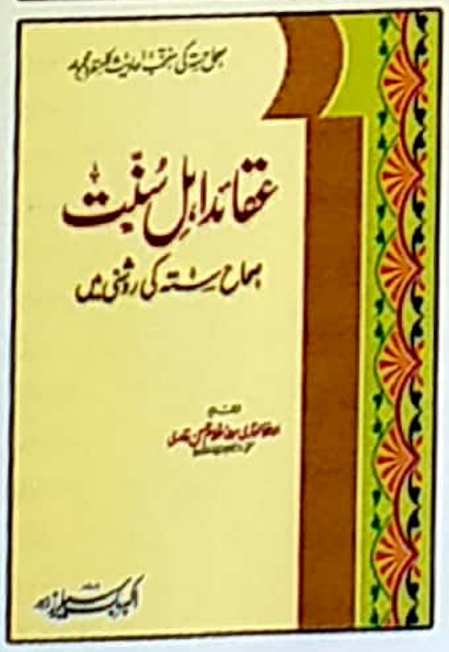


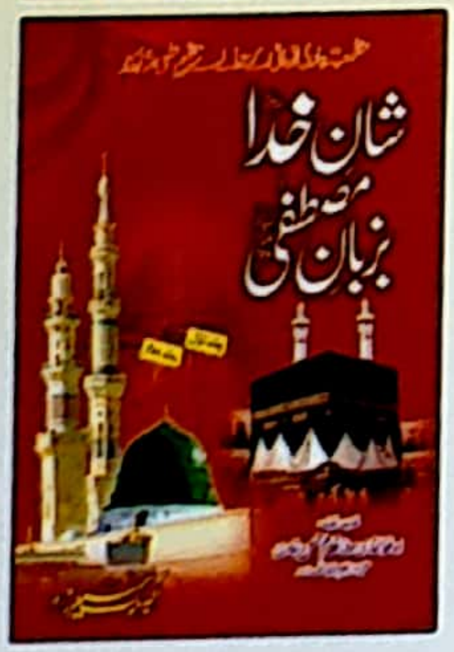












ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور
Ph: 37352022